نصر الباری

شرح اردو

صحیح البخاری

مولفہ

حضرت العلامہ مولانا محمد عثمان غنی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث مظاہر العلوم وقف سہارنپور

شاگرد رشید شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

جلد: نہم | پارہ: ۱۸-۲۰ | باب: ۲۲۶۰ - ۲۶۲۵ | حدیث: ۴۱۴۷ - ۴۶۴۳

کتاب التفسیر

ناشر

۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔ فون: 021-34935493

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَّبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ

نصر الباری

شرح اردو

صحیح البخاری

مولفه

حضرت العلامه مولانا محمد عثمان غنی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث مظاہر العلوم وقف سہارنپور

شاگرد رشید شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

جلد: نہم | پارہ ۱۸-۲۰ | باب: ۲۲۶۰-۲۶۲۵ | حدیث: ۴۱۴۷-۴۶۴۳

کتاب التفسیر

ناشر مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔ فون: 021-34935493

نام .... نصر الباری شرح اردو صحیح البخاری ﴿جلد نہم﴾

مؤلف .... حضرت العلامہ مولانا محمد عثمان غنی دامت برکاتہم

ناشر .... مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔

تقریظ

از حضرت الحاج مولانا عبدالاحد صاحب دامت فیوضہم مہتمم دارالعلوم تاراپور، گجرات

مخدومی علامہ محمد عثمان غنی

صاحب مدظلہ العالی محدث مظاہر علوم

وقف سہارنپور ایک مشہور صاحب علم و قلم

خطیب اور جید فاضل ہیں، آپ کا علمی تبحر اور قلم کی

پختگی دوسری تصانیف کے علاوہ خود نصر الباری کی ضخیم

جلدیں اسکی شاہد ہیں اور آپ کا شاہکار علمی کارنامہ ہے

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

حق تعالی علماء و طلبہ کو اس کتاب سے مستفیض فرماکر

بارگاہ عالی میں شرف قبولیت سے نوازے

بحق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

عبدالاحد قاسمی

خادم الطلبہ دارالعلوم تاراپور گجرات

فہرست مضامین نصر البَاری کتابُ التفسیر

کتاب التفسیر

بخاری ص ٦٤٢

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے ہندوستانی نسخوں میں عنوان "کتاب التفسیر" کے بعد بسملہ ہے لیکن شروح بخاری مثلاً عمدۃ القاری، فتح الباری اور ارشاد الساری میں بسملہ کے بعد عنوان ہے۔

پھر ان میں فرق یہ ہے کہ عمدۃ القاری اور ارشاد الساری میں بسملہ کے بعد عنوان ہے "کتاب تفسیر القرآن" بخلاف فتح الباری کے کہ ہمارے ہندوستانی نسخہ کی طرح عنوان ہے کتاب التفسیر" یعنی مضاف الیہ کو حذف کرکے مضاف کو معرف باللام کردیا ای ہذا کتاب فی بیان تفسیر القرآن الکریم، یعنی یہ کتاب قرآنی آیات کی تفسیر کے بیان میں ہے، لیکن یہاں چونکہ بسملہ قرآن حکیم کی ایک مستقل آیت ہے جو سورہ فاتحہ کے شروع میں لکھا جاتا ہے، یہ بسملہ وہ بسملہ نہیں ہے جو مہتم بالشان کاموں کے شروع میں تبرکاً لکھا جاتا ہے اس لئے سورۂ فاتحہ سے پہلے مقدم کرنا زیادہ مناسب ہے۔

تفسیر مصدر ہے باب تفعیل سے جس کے معنی ہیں واضح کرنا، خوب کھول کر بیان کرنا، نیز ثلاثی مجرد از باب نصر، ضرب فسراً بیان کرنا واضح کرنا۔ نیز فسّرٌ کے ایک لغوی معنی ہیں فسر الطبیب مرض پہچاننے کے لئے مریض کا قارورہ دیکھنا اس میں بھی کشف و وضاحت کا مفہوم پایا جاتا ہے

علامہ سیوطیؒ "اتقان میں فرماتے ہیں کہ تفسیر بروزن تفعیل "فسرٌ" سے ماخوذ ہے جس کے معنی بیان کرنے اور کھولنے کے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ فسرٌ مقلوب ہے سفرٌ سے جیسے جذب اور جبذ جس کے معنی پردہ ہٹانے اور کھولنے کے ہیں، چنانچہ جب صبح روشن ہوجائے تو بولتے ہیں سفر الصبح، اسفر الصبح کما فی الحدیث اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر (ترمذی)

تفسیر کے اصطلاحی معنی" ھو التکشیف عن مدلولات نظم القرآن (عینی) یعنی قرآنی الفاظ کے مدلولات و معانی کو کھولنا، واضح کرنا، اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عربی زبان سے واقفیت کے بغیر قرآن حکیم کا سمجھنا مشکل ہے۔

تفسیر و تاویل کے متعلق اقوال مختلف ہیں، امام لغت ابو عبیدہ معمر بن مثنی وغیرہ کہتے ہیں کہ دونوں

کے معنی ایک ہیں، بعض حضرات فرق کرتے ہیں کہ لفظ کے مرادی معنی بیان کرنا تفسیر ہے اور معانی محتملہ میں سے ایک مفہوم کی وضاحت تاویل ہے اور تفسیر کا اطلاق تاویل پر بھی آتا ہے، چنانچہ خواب کی تعبیر کو تفسیر بھی کہتے ہیں اور تاویل بھی۔

تنبیہ قال صاحب الفیض " اعلم ان اول من خدم القرآن ائمۃ النحو فللفراء تفسیر فی معانی القرآن وکذا للزجاج وذکر الذہبی ان الفراء کان حافظ الحدیث ایضا وقد اخذ ابن جریر الطبری فی تفسیرہ عن ائمۃ النحو کثیرا ولذا جاء تفسیرہ عدیم النظیر ولو کان البخاری ایضا سار سیرہ لکان احسنہ لکنہ کان عندہ مجاز القرآن لابی عبیدۃ معمر بن المثنی فاخذ منہ تفسیر المفردات وذلک ایضا بدون ترتیب وتہذیب فصار کتابہ ایضا علی وزان کتاب ابی عبیدۃ فی سوء الترتیب والرکۃ والاتیان بالاقوال المرجوحۃ والانتقال من مادۃ الی مادۃ ومن سورۃ الی سورۃ فصعب علی الطالبین فہمہ ومن لایدری حقیقۃ الحال یظن ان المصنف اتی بہا اشارۃ علی اختیارہ تلک الاقوال المرجوحۃ مع انہ رتب کتاب التفسیر کلہ من کلام ابی عبیدۃ ولم یعرج الی النقد اصلا وہذا الذی غر اشقی القادیان حیث زعم ان البخاری اشار فی تفسیرہ الی ان التوفی بمعنی الموت لانہ فسر قولہ تعالی متوفیک بممیتک کان فی مجاز القرآن فنقلہ بعینہ کسائر التفسیر، فان کان ذلک مختارا کان لابی عبیدۃ لا المصنف وتفسیر الحاکم فی مستدرکہ " احسن منہ عندی ثم ان ہذا غیر ابی عبید صاحب کتاب الاموال " فانہ متقدم علی معمر بن المثنی وہو ابو عبید قاسم بن سلام من تلامذۃ محمد بن الحسن اول من صنف فی غریب الحدیث ثم ان المجاز فی مصطلح القدماء لیس ہو المجاز المعروف عندنا بل ہو عبارۃ عن موارد استعمالات اللفظ ومن ہہنا سمی ابو عبیدۃ تفسیرہ بمجاز القرآن وہذا الذی یریدہ الزمخشری من قولہ " ومن المجاز کذا کما فی الاساس "۔

امام بخاری کی کتاب التفسیر میں عام مفسرین کی طرح مشکلات ومغلقات کی وضاحت وتفسیر نہیں ملیگی اور نہ امام کا مقصد اس کتاب التفسیر سے مسائل واحکام کی تقریر ہے بلکہ امام کا مقصد احادیث متعلقہ کا اخراج ہے خواہ من وجہ تعلق ہو۔

مسلم شریف میں احادیث تفسیر بہت کم ہیں اور اسی وجہ سے بعض حضرات نے مسلم شریف کو جامع نہیں کہا ہے، البتہ ترمذی شریف میں بکثرت روایات ہیں لیکن بخاری شریف میں سب سے زیادہ احادیث ہیں، ان کے علاوہ صحاح کی باقی کتابیں کتاب التفسیر سے خالی ہیں۔

بسم اللہ میں بار کے بعد باسم کے الف کو حذف کر دیا گیا ہے تاکہ اللہ کے غایت اتصال اور شدت مصاحبت پر تنبیہ ہو وحذفت الالف من بسم اللہ بعد الباء تنبیہا علی شدۃ المصاحبۃ

والاتصال بذكر الله (قسطلانی کتاب التفسیر)

﴿ الرحمن الرحیم اسمان من الرحمة الرحیم والراحم بمعنی واحد کالعلیم والعالم ﴾

ترجمہ:۔ رحمن اور رحیم دونوں اسم مشتق ہیں رحمت سے، الرحیم اور الراحم دونوں ہم معنی ہیں جیسے العلیم اور العالم

تشریح امام بخاری رحمہ اللہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ رحیم اور راحم دونوں کے معنی ایک ہیں تو یہ صرف اصل معنی یعنی رحمت کے اعتبار سے کہ دونوں میں رحمت کا مفہوم پایا جاتا ہے، ورنہ تو رحیم فعیل کے وزن پر مبالغہ کے صیغوں میں سے ہے جس میں بلاشبہ فاعل کے معنی سے زیادتی ہوگی، نیز اگر رحیم کو صفت مشبہ کا صیغہ مانا جائے تو بھی فاعل سے زیادتی ہوگی چونکہ اس میں ثبوت پر دلالت ہوگی، بخلاف راحم کے کہ اسم فاعل ہے جو حدوث پر دلالت کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں رحیم میں راحم سے زیادتی معنی ہے، ہاں اصل رحمت کے لحاظ سے دونوں ایک ہیں کہ مادہ وماخذ ایک ہے یعنی رحم۔

رحمت کے لغوی معنی رافت وانعطاف کے ہیں یعنی رقت قلب جو ذات حق تعالیٰ کے لئے ممکن نہیں پس رحمت مجاز ہے انعام اور ارادۂ خیر سے چونکہ رافت ورحمت سبب انعام ہے اور سبب بول کر مسبب مراد لینا مجاز ہے۔

۲۳۲ ﴿ باب ماجاء فی فاتحة الکتاب وسمیت ام الکتاب لانہ یبدأ بکتابتھا فی المصاحف ویبدأ بقرأتھا فی الصلوة ﴾

ترجمہ:۔ یہ باب ہے فاتحۃ الکتاب یعنی سورۂ فاتحہ کی تفسیر اور فضیلت کے بیان میں، اور سورۂ فاتحہ کا نام ام الکتاب اس لئے رکھا گیا کہ قرآن مجید اسی سورہ کی کتابت سے ابتدا کی جاتی ہے اور نماز میں بھی اسی کی قرأت سے ابتدا کی جاتی ہے اور ہر رکعت میں سورت سے پہلے یہ سورہ پڑھی جاتی ہے۔

بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ وجہ تسمیہ فاتحۃ الکتاب کا ہے ام القرآن کا کس طرح درست ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ یہ اس لحاظ سے ہے کہ ام مبدأ ولد ہے اسی طرح یہ سورہ مبدأ کتاب اور اصل کتاب ہے۔

سورۂ فاتحہ کے اسماء مع وجوہ تسمیہ علامہ عینی رو نے سورۂ فاتحہ کے تیرہ نام بیان کئے ہیں الاول فاتحۃ الکتاب، چونکہ قرآن کریم اسی سورہ سے شروع ہوتا ہے اور بعض حضرات نے وجہ تسمیہ میں یہ کہا ہے کہ چونکہ سب سے پہلے مکمل سورہ یہی نازل ہوئی ہے اسلئے اس کو فاتحۃ الکتاب کہتے ہیں، والثانی ام القرآن کیونکہ ام کے معنی اصل کے ہیں اور اہل عرب ہر جامع کام اور کام کی بنیاد اور اصل کو جس کی شاخیں اس کے تابع ہوں ام کہتے ہیں، چنانچہ مکہ معظمہ کو ام القریٰ کہتے ہیں کہ کائنات عالم کی ساری زمینوں کی اصل اور مرکزی نقطہ یہی ہے، یہیں سے زمین اطراف وجوانب میں پھیلائی گئی ہیں، اور اسی اصل اور منشاء ہونے کی وجہ سے اس سورہ کو ام القرآن اور اساس القرآن بھی کہتے ہیں۔

سورۂ فاتحہ کو ام القرآن کہنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ ان تمام معنوں پر مشتمل ہے جو قرآن مجید

میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اس کے امر ونہی کی بجا آوری اور اس کے وعدہ و وعید کا بیان چنانچہ سورۂ فاتحہ میں الحمد للہ سے مالک یوم الدین تک حمد ہے باری تعالیٰ کا اور ایاك نعبد کے ذریعہ امر ونہی کی بجا آوری کا بیان ہے اور انعمت علیہم سے وعدہ اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے وعید کا ذکر ہے تو گویا سورۂ فاتحہ کل قرآن کو جامع اور مشتمل ہے، اور جب کل قرآن کو جامع ہے تو ام القرآن کہلانے کی مستحق ہے، دراصل لفظ ام میں اصل ہونے کے ساتھ اس کے مرجع اور مرکز ہونے کا مفہوم ملحوظ ہوتا ہے، ماں کو عربی میں اسی لئے ام کہتے ہیں کہ وہ اولاد کی اصل اور ان کا مرجع ہوتی ہے یعنی وہ اس کے ارد گرد رہتی ہیں ضرورت کے وقت اس کی طرف لوٹ کر آتی ہیں اور یہی لطیف حکمت ہے کہ سورۂ فاتحہ نماز میں اپنی جگہ رہتی ہے بقیہ قرآن میں سے آ آ کر لگتا رہتا ہے اس لئے اس کو اساس القرآن بھی کہتے ہیں

تیسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ مشتمل ہے قرآن مجید کے ان معنوں پر اجمالاً جو پورے قرآن میں تفصیلاً بیان کئے گئے ہیں یعنی علوم نظریہ اور احکام عملیہ، علوم نظریہ سے مراد اعتقادیات و ایمانیات ہیں اور احکام عملیہ سے مراد فروع یعنی نماز روزہ وغیرہ ہیں۔

والرابع الکنز، والخامس الوافیہ کیونکہ کنز وہ خزانہ اور مال ہے جو دفن کر دیا جائے یا کسی چیز کے اندر محفوظ رکھ دیا جائے تو گویا سورۂ فاتحہ بھی ایک خزانہ ہے، کیونکہ قرآن حکیم کے خزائن اسی سورہ میں رکھ دیئے گئے ہیں، نیز ایک حدیث قدسی میں ہے فاتحۃ الکتاب کنز من کنوز عرشی یعنی سورۂ فاتحہ میرے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

سورۂ وافیہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سورہ نماز میں قرأت کے وقت تنصیف و تقسیم نہیں ہوتی ہے بلکہ پوری پڑھی جاتی ہے بخلاف دوسری سورتوں کے، نیز اس لئے کہ قرآن حکیم کے پورے معانی سورہ فاتحہ میں موجود ہیں، والسادس الکافیۃ چونکہ یہ سورہ قرآن حکیم کے سارے مضامین پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اجمالاً کفایت کرنے والی ہے اس لئے یہ کافیہ ہے۔

والسابع سورۃ الحمد لانہ اولہا الحمد، والثامن سورۃ الشکر، چونکہ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور یہ حمد نعمت ربوبیت و رحمت کے مقابلہ میں ہے۔ والتاسع سورۃ الدعاء، والعاشر سورۃ السوال، چونکہ اس سورہ میں اہدنا الصراط المستقیم مستقل دعاء اور اللہ تعالیٰ سے سوال ہے۔

والحادی عشر سورۃ الصلوۃ اس لئے کہ ہر نماز میں اس کی تلاوت ہوتی ہے۔ والثانی عشر سورۃ الشافیہ اور سورۂ شفا بھی ہے لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتحۃ الکتاب شفاء من کل داء الا السام یعنی سورۂ فاتحہ موت کے علاوہ تمام بیماریوں کے لئے نسخۂ شفا ہے، ایک حدیث میں ہے فاتحۃ الکتاب شفاء من کل سم۔

الثالث عشر السبع المثانی یعنی اس سورہ کا نام سبع مثانی بھی ہے وجہ تسمیہ کا حاصل یہ ہے کہ سبع مثانی مرکب

ہے لفظ سبع اور مثانی سے، سبع کی وجہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے اندر بالاتفاق سات آیات ہیں فرق صرف تعیین میں ہے، جو لوگ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جزئیت کے قائل ہیں وہ حضرات انعمت علیہم کو مستقل آیت نہیں شمار کرتے ہیں لیکن جو لوگ بسملہ کو سورۂ فاتحہ کا جزو نہیں مانتے ہیں ان کے نزدیک الحمد للہ رب العالمین پہلی آیت ہے الرحمٰن الرحیم دوسری اور مٰلک یوم الدین تیسری ایاک نعبد وایاک نستعین چوتھی اھدنا الصراط المستقیم پانچویں صراط الذین انعمت علیہم چھٹی اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کو ساتویں آیت شمار کرتے ہیں۔

دوسرا لفظ مثانی ہے جو مثنٰی کی جمع ہے اور مثنٰی کے معنی مکرر، بار بار کی ہوئی چیز کے ہیں، تو چونکہ یہ سورہ نماز میں مکرر بار بار پڑھی جاتی ہے یا اس سورہ کو مثانی اس لئے کہتے ہیں کہ اس سورۂ (فاتحہ) کا نزول مکرر ہوا ہے ایک مرتبہ مکۂ معظمہ میں فرضیت نماز کے وقت اور دوبارہ مدینہ منورہ میں تحویل قبلہ کے وقت۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ سورہ مکی ہے اس لئے کہ اسی کے متعلق باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "ولقد اٰتیناک سبعا من المثانی" اور یہ آیت مکی ہے۔

والدین الجزاء فی الخیر والشر کما تدین تدان۔

ترجمہ:۔ آیت کریمہ "مٰلک یوم الدین" میں دین کے معنی جزاء یعنی بدلہ ہے خواہ خیر کا ہو یا شر کا، جیسا کہ مثل ہے کما تدین تدان جیسا کروگے ویسا بھروگے، جیسا عمل کروگے خیر یا شر کا اس کا بدلہ و جزاء پاؤگے، نیز کہا جاتا ہے کما تزرع تحصد یعنی جیسی بیج ڈالوگے کاٹوگے۔

وقال مجاھد بالدین بالحساب، مدینین محاسبین

ترجمہ:۔ اور مجاہدؒ نے فرمایا ہے کہ آیت کریمہ "کلا بل تکذبون بالدین" کے اندر دین کے معنی حساب کے ہیں یعنی ہرگز نہیں بلکہ تم حساب کو جھٹلاتے ہو، مطلب یہ ہے کہ تمہارے بہکنے کی اور کوئی وجہ نہیں صرف بات یہ ہے کہ تم حساب کے دن نیکی اور بدی کے بدلہ کے دن پر یقین نہیں رکھتے ہو تم سمجھتے ہو کہ جو چاہیں دنیا میں کریں کون ہمارے اعمال کو لکھتا اور محفوظ کرتا ہوگا؟ بس مرگئے اور قصہ ختم ہوا۔

اور مجاہدؒ نے فرمایا آیت کریمہ فلولا ان کنتم غیر مدینین (واقعہ) کی تفسیر میں کہ مدینین کے معنی محاسبین (بفتح السین) کے ہیں یعنی اگر تم کسی کے حکم میں نہیں ہو اور تمہارا حساب وکتاب ہونے والا نہیں ہے تو تم اس روح کو کیوں نہیں لوٹاتے ہو اگر تم سچے ہو۔

(۱) حدثنا مسدد قال حدثنا یحیٰی عن شعبۃ قال حدثنی خبیب بن عبد الرحمٰن عن حفص بن عاصم عن ابی سعید بن المعلیٰ قال کنت اصلی فی المسجد فدعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم اجبہ فقلت یارسول اللہ انی کنت اصلی فقال الم یقل اللہ استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم ثم قال لی لأعلمنک سورۃ ھی اعظم السور فی القرآن قبل ان تخرج من المسجد ثم اخذ بیدی فلما اراد ان یخرج قلت لہ الم تقل لأعلمنک سورۃ

ھی اعظم سورۃ من القرآن قال الحمد للہ رب العلمین ھی السبع المثانی والقرآن العظیم الذی اوتیتہ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید بن معلی رض سے روایت ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بلایا (یعنی اس نماز کی حالت میں) مگر میں نے آپ کا کوئی جواب نہیں دیا، پھر (نماز کے بعد حاضر خدمت ہوکر) میں نے عرض کیا "یارسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا" تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ہے؟ استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم (اللہ اور اس کے رسول جب تمھیں بلائیں تو جواب دو) پھر آنحضورؐ نے مجھ سے فرمایا البتہ میں تمھیں ایک ایسی سورہ کی تعلیم دوں گا جو قرآن مجید کی (اجروثواب کے اعتبار سے) سب سے عظیم سورہ ہے قبل اس کے کہ تم مسجد سے نکلو، پھر حضور اقدسؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور آنحضرتؐ نے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو میں نے عرض کیا "کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ایک سورہ سکھلاؤں گا جو قرآن کی سب سے عظیم سورہ ہے آپؐ نے فرمایا الحمد للہ رب العلمین یہی وہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ ھی اعظم سورۃ من القرآن او الحمد للہ رب العلمین ھی السبع المثانی"۔

اخرجہ البخاری ھنا فی التفسیر ص۶۴۲ وایضا ص۶۶۹ وفی فضائل القرآن ص۷۴۹ وابوداؤد فی الصلوۃ وکذا النسائی وابن ماجۃ فی ثواب التسبیح۔

وقیل نسب الغزالی والفخر الرازی وتبعھما البیضاوی ھذا الحدیث الی ابی سعید الخدری وھو وھم وانما ھو ابوسعید بن المعلی (عمدۃ ص۱۸/۸۱ ایضا فتح ص۱۱/۸)۔

قولہ فی المسجد" ای فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ قولہ فلم اجبہ۔ لانہ ظن ان الخطاب لمن ھو خارج عن الصلوۃ۔ قولہ الم یقل اللہ استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم" ھذا خاص بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم، قولہ اعظم سورۃ فی القرآن" قال ابن بطال یحتمل ان یکون اعظم بمعنی عظیم وقال ابن التین معناہ ان ثوابھا اعظم من غیرھا۔

نیز اس سے بعض قرآن پر بعض کی فضیلت پر استدلال کیا جاتا ہے، نیز اس کی تائید آیت کریمہ نات بخیر منھا او مثلھا سے بھی ہوتی ہے اگرچہ بعض حضرات اس کا انکار کرتے ہیں۔

اس حدیث میں تصریح ہے "الحمد للہ رب العالمین ھی السبع المثانی" جس سے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ ولقد آتیناک سبعا من المثانی سے مراد سورۂ فاتحہ ہے، اور نسائی نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کی ہے کہ سبع مثانی سے مراد قرآن حکیم کی سات عظیم سورتیں ہیں، سورہ بقرہ سے اخر اعراف تک، یعنی سورہ بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف تک پھر سورۂ برأت، نیز اس میں تصریح ہے قال الحمد للہ الخ معلوم ہوا کہ بسملہ جزء فاتحہ نہیں ہے۔

سورۂ فاتحہ کو سبع مثانی کہنے کی وجہ کیلئے وجوہ تسمیہ دیکھئے۔

مسئلہ اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا فرض ہے اگرچہ نماز کی حالت میں ہو، اور حضور ؐ کے جواب سے نماز فاسد نہیں ہوگی، یہی اکثر شوافع رح اور مالکیہ رح سے منقول ہے نیز احناف میں سے علامہ عینی اور علامہ طحاوی رح کا رجحان ہے۔

تنبیہ حدیث پاک سے ایک شبہ کا ازالہ بھی ہوگیا کہ آیت مبارکہ ولقد آتیناك سبعًا من المثانی والقرآن العظیم (پ۱۴ ع۶) کا عطف ہے سبع مثانی یعنی سورہ فاتحہ پر جو مغایرت پر دال ہے یعنی سورۂ فاتحہ قرآن سے خارج ہے، حدیث شریف سے اس شبہ کا ازالہ ہوگیا کہ سورۂ فاتحہ قرآن حکیم کا عظیم ترین سورہ ہے۔

باب غیر المغضوب علیهم

تشریح ہمارے ہندی نسخوں میں اسی طرح ہے لیکن فتح الباری، عمدۃ القاری اور ارشاد الساری کے اندر ترجمۃ الباب میں پوری آیت ہے باب غیر المغضوب علیهم ولا الضالین۔

لفظ غیر صراط الذین کے الذین سے بدل ہونے کی بنا پر مجرور ہے اور یہی جمہور کی قرأت ہے اور لا نفی کی تاکید کے لئے ہے جو غیر سے مفہوم ہو رہا ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ ضالین کا عطف انعمت علیهم پر ہے۔

(۲) حدثنا عبد الله بن یوسف قال اخبرنا مالك عن سمی عن ابی صالح عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین فمن وافق قوله قول الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اس لئے کہ جس کا قول فرشتوں کے قول (آمین) کے موافق پڑجاتا ہے اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة ای اذا قال الامام غیر المغضوب الخ والحدیث نص فی کتاب الصلوة ص۱۰۸ واخرجه ابوداؤد ایضاً فی الصلوة ص۱۳۵ وغیرہ۔

ص۶۴۲

سورة البقرة

وجہ تسمیہ اور تعداد آیات اس سورہ کا نام سورۂ بقرہ ہے، چونکہ اس سورہ میں ایک اہم واقعہ کے متعلق بقرہ کا ذکر بالتفصیل آیا ہے۔

یہ سورہ بالاتفاق مدنی ہے یعنی ہجرت کے بعد نازل ہوئی، ہجرت کے بعد مدینہ میں سب سے پہلے اس کا نزول شروع ہوا اور مختلف اوقات میں مختلف آیتیں نازل ہوتی رہیں یہاں تک کہ ربوا یعنی سود کے متعلق جو آیات ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر میں فتح مکہ کے بعد نازل ہوئیں اور اس کی

ایک آیت "واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ" تو قرآن حکیم کی آخری آیت ہے جو ۱۰ھ ذی الحجہ میں منٰی کے مقام پر نازل ہوئی اس سورہ میں دو سو چھیاسی یا دو سو ستاسی آیات ہیں اور چالیس رکوعات ہیں

لفظ سورہ کی تحقیق علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورہ واحد ہے اس کی جمع سُوَر بفتح الواوٗ آتی ہے نیز سورات۔ سورہ کے واؤ کو اگر اصلی مانا جائے تو اس کے معنی ہیں رتبہ، مرتبہ تو چونکہ قرآنی سورتیں بھی بمنزلہ درجوں اور مرتبوں کے ہیں جن پر قاری ترقی کرتا جاتا ہے، نیز خود سورتیں طوال، اوساط اور قصار پر مرتب ہیں، اور یا اس لئے کہ دین میں ان کی رفعت شان اور جلالت مرتبت مسلم ہے۔

قرآن پاک کی سورتیں قرآن مجید کے متعینہ حصہ کا نام ہے یہ کم از کم تین آیت کا ہے۔

باب قولہ وعلم آدم الاسماء کلھا:۔

یہ باب ارشاد خداوندی " وعلم آدم الاسماء کلھا " کی تفسیر کے بیان میں ہے۔

(۳) حدثنا مسلم قال حدثنا ھشام قال حدثنا قتادۃ عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ح قال وقال لی خلیفۃ حدثنا یزید بن زُریع قال حدثنا سعید عن قتادۃ عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یجتمع المؤمنون یوم القیامۃ فیقولون لو استشفعنا الی ربنا فیاتون آدم فیقولون انت ابو الناس خلقک اللہ بیدہ واَسجد لک ملائکتہ وعلمک اسماء کل شیٔ فاشفع لنا عند ربک حتی یریحنا من مکاننا ھذا فیقول لستُ ھناکم ویذکر ذنبہ فیستحی ایتوا نوحا فانہ اول رسولٍ بعثہ اللہ الی اھل الارض، فیاتونہ فیقول لست ھناکم ویذکر سؤالہ ربہ مالیس لہ بہ علمٌ فیستحی فیقول ایتوا خلیل الرحمٰن فیاتونہ فیقول لست ھناکم ایتوا موسیٰ عبداً کلمہ اللہ واعطاہ التوراۃ فیاتونہ فیقول لست ھناکم ویذکر قتل النفس بغیر نفس فیستحی من ربہ فیقول ایتوا عیسیٰ عبدَ اللہ ورسولہ وکلمۃ اللہ وروحَہ فیقول لست ھناکم ایتوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبداً غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر فیاتونی فانطلق حتی استاذِنَ علیٰ ربی فیوذن فاذا رأیت ربی وقعتُ ساجداً فیدعنی ماشاء ثم یقال ارفع رأسک وسل تُعطہ وقل تسمع واشفع تشفع فارفع راسی فاحمدہ بتحمید یعلمنیہ ثم اشفع فیحدّ لی حدّا فادخلھم الجنۃ ثم اعود الیہ فاذا رأیت ربی مثلہ ثم اشفع فیحد لی حدًا فادخلھم الجنۃ ثم اعود الثالثۃ ثم اعود الرابعۃ فاقول ما بقی فی النار الا من حبسہ القرآن ووجب علیہ الخلود قال ابوعبداللہ الا من حبسہ القرآن یعنی قول اللہ عزوجل خالدین فیھا۔

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومنین

قیامت کے روز جمع ہوں گے اور آپس میں کہیں گے (حشر کی مصیبت اور غمناک حالت سے پریشان ہوکر) اگر ہم لوگ اپنے رب کے پاس کسی سے سفارش کروائیں تو خوب ہو (یا لو کو تمنا کے معنی میں لے کر ترجمہ کریں کاش ہم اپنے رب کے حضور آج کسی کو اپنا سفارشی بنائیں) چنانچہ سب لوگ آدم ؑ کے پاس آدیں گے اور کہیں گے آپ تمام لوگوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا اور ہر چیز کا نام سکھایا سو آپ اپنے رب کے حضور ہمارے لئے سفارش کر دیجئے تاکہ ہم کو اس مقام کی تکلیف سے سے راحت دے، حضرت آدم ؑ فرمائیں گے میں اس مقام کے لائق نہیں ہوں (یعنی میں اپنے اندر اس شفاعت عظمیٰ کی ہمت وجرأت نہیں پاتا) اور آدم ؑ اپنی لغزش کو یاد کریں گے اور (اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کیلئے جانے میں) شرمائیں گے (اور کہیں گے) تم لوگ نوح ؑ کے پاس جاؤ کہ وہ پہلا رسول ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث کیا تھا، چنانچہ سب لوگ نوح ؑ کے پاس حاضر ہوں گے تو نوح ؑ کہیں گے کہ میں اس مقام کے لائق نہیں اور یاد کریں گے اپنے رب سے اپنے سوال کو جس کے متعلق انھیں کوئی علم نہیں تھا (یعنی نوح ؑ کا سوال رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا) چنانچہ شرمائیں گے اور کہیں گے کہ تم لوگ خلیل الرحمٰن (حضرت ابراہیم خلیل اللہ ؑ) کے پاس جاؤ، تو لوگ آپ کے پاس حاضر ہوں گے لیکن آپ بھی کہیں گے میں اس لائق نہیں، تم لوگ موسیٰ ؑ کے پاس جاؤ ان سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا تھا اور ان کو تورات عطا فرمائی تھی، لوگ آپ کے پاس حاضر ہوں گے، لیکن آپ بھی کہیں گے میں اس لائق نہیں اور یاد کریں گے ایک شخص کے ناحق قتل کرنے کو (یعنی قبطی کا قتل) سو شرمائیں گے اپنے رب کی حضوری سے اور فرمائیں گے تم لوگ عیسیٰ ؑ کے پاس جاؤ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں (اس میں اشارہ ہے آیت کریمہ کی طرف. انما المسیح عیسی بن مریم رسول اللہ وکلمته القاها الی مریم وروح منه (سورہ نساء) لیکن عیسیٰ ؑ بھی فرمائیں گے میں اس لائق نہیں تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اللہ نے ان کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیا ہے چنانچہ لوگ میرے پاس آئیں گے سو میں چلوں گا یہاں تک کہ میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا، اور مجھے اجازت مل جائے گی، پس جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا سو مجھ کو چھوڑ دیگا (یعنی سجدہ میں رہنے دیگا) جب تک چاہے گا پھر کہا جائے گا (یعنی مجھ کو حکم ہوگا) اپنا سر اٹھاؤ اور مانگو دیا جائے گا، کہو تمہاری بات سنی جائے گی، شفاعت کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی، تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کروں گا ایسی تعریف جس کی وہ مجھے تعلیم دیں گے پھر میں سفارش کروں گا تو میرے لئے ایک حد مقرر کر دے گا (یعنی اتنے لوگوں کی مغفرت ہوگی)، پس میں ان لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا (جہنم سے نکال کر) پھر میں واپس آؤں گا اللہ تعالیٰ کے پاس، تو میں جب اپنے رب کو دیکھوں گا تو اسی طرح کروں گا پھر سفارش کروں گا تو میرے لئے ایک حد مقرر ہوگا، اور میں انھیں داخل جنت کروں گا پھر میں تیسری مرتبہ واپس آؤں گا، پھر چوتھی مرتبہ جب میں آؤں گا تو میں عرض کرونگا

کہ جہنم میں ان لوگوں کے سوا اور کوئی باقی نہیں رہا جنھیں قرآن مجید نے اس میں روک لیا ہے اور جن پر خلود لازم ہو چکا ہے (یعنی اب صرف کافر اور مشرک رہ گئے ہیں جن کے لئے جہنم میں ہمیشہ رہنا قرآن کریم نے لازم بتایا ہے۔

ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ من حبسہ القرآن (جنھیں قرآن نے روک لیا ہے) سے اشارہ ہے ارشاد الٰہی "خالدین فیہا" کی طرف

تشریح مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "علمك اسماء كل شیء"

اخرجہ البخاری فی التوحید مفصلاً ص۱۱۱۰ وھنا فی التفسیر ص۶۴۲ واخرجہ مسلم فی الایمان ص۱۰۸ ونسائی وغیرہ

قولہ علمك اسماء كل شیء ای کل شیء من سائر الاشیاء حتی القصحۃ والقصیعۃ روی ذٰلك عن ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کے علاوہ ان ناموں میں اقوال مختلف ہیں ۱ اسماء اولاد مراد ہیں۔ ۲ اسماء ملائکہ ۳ اسماء اجناس نہ کہ انواع جیسے انسان، فرشتہ ۴ مخلوقات ارضی مثلاً چوپائے اور پرندے وغیرہ۔

لست ھناکم ایتوا محمداً، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ نے اپنا کوئی قصور بیان نہیں کیا اور اکثر احادیث میں اسی طرح ہے لیکن ترمذی شریف کتاب التفسیر میں ہے کہ قال انی عبدت من دون اللہ ایتوا محمداً صلی اللہ علیہ وسلم۔

فیدعنی ماشاء، وفی مسند احمد، انہ یقع فی السجدۃ اسبوعا۔

بخاری ص۶۴۳

باب

یہ باب بلا ترجمہ ہے قال العلامۃ العینی رحمہ اللہ وقع بلا ترجمۃ فی روایۃ الکل۔

قال مجاهد الی شیاطینهم اصحابهم من المنافقین والمشرکین

مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ آیت کریمہ واذا خلوا الی شیاطینهم (بقرہ آیت ۱۴) میں شیاطین سے مراد ان کے ساتھی یعنی منافقین اور مشرکین ہیں۔

شیطان کے معنی ہیں سرکش، نافرمان خواہ جن ہو انسان ہو یا حیوان، اس کا مادہ شطن ہے از نصر مخالفت کرنا، دور ہونا، اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ شاط یشیط شیطا سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں جلنا، بھڑکنا، پہلی صورت میں نون اصلی اور دوسری صورت میں زائدہ ہوگا۔

محیط بالکفرین اللہ جامعهم

مجاہد رحمہ اللہ نے محیط بالکفرین کی تفسیر کی ہے اللہ جامعھم سے یعنی سورہ بقرہ آیت ۱۹ او کصیب من السماء فیہ ظلمت ورعد وبرق یجعلون اصابعھم فی اٰذانھم من الصواعق حذر الموت واللہ محیط بالکفرین، کے آخری جملہ محیط بالکفرین کی تفسیر کی ہے اللہ جامعھم سے یعنی اللہ تعالیٰ کافروں کو جمع کرنے والا ہے۔

علی الخشعین علی المؤمنین حقا،

یعنی آیت ۴۵ واستعینوا بالصبر والصلوۃ وانھا لکبیرۃ الا علی الخشعین، میں مجاہد رحمہ اللہ سے منقول

ہے کہ خاشعین سے مراد حقانی ایمان والے ہیں، مطلب یہ ہے کہ نماز گراں ضرور ہے مگر خشوع رکھنے والوں (حقیقی ایمان والوں) پر نہیں۔
ابوالعالیہ سے خاشعین کی تفسیر خائفین منقول ہے اور بعض مفسرین سے خاشعین کی تفسیر متواضعین منقول ہے یعنی فروتنی اور عاجزی کرنے والے۔

قال مجاهد بقوة بعمل بما فيه

یعنی آیت ۶۳ خذوا ما آتیناکم بقوۃ (جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے مضبوطی سے پکڑو) کی تفسیر میں مجاہدرہ فرماتے ہیں کہ قوت سے مراد عمل ہے یعنی جو احکام تورات میں ہیں اس پر عمل کرو، ابوالعالیہ رہ سے منقول ہے کہ قوت سے مراد طاعت ہے، اور قتادہ اور سدی رہ سے منقول ہے کہ قوت سے مراد کوشش اور طاقت ہے (فتح)

وقال ابوالعالية مرض شك

اور ابوالعالیہ نے فرمایا کہ آیت ۱۰ فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضاً۔ میں مرض سے مراد شک ہے، یعنی ان کے دلوں میں شک ہے، مطلب یہ ہے کہ حکم خداوندی میں شک ہے۔
عکرمہ سے روایت ہے کہ مرض کے معنی ریا ہیں اور قتادہ نے بیان کیا کہ فزادهم الله مرضا میں مرض سے مراد نفاق ہے (فتح)

صبغة دين

مجاہد رہ سے روایت ہے کہ آیت ۱۳۸ میں صبغۃ اللہ سے مراد دین اللہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دین و ایمان ایک گہرا رنگ ہے جو چہرہ بشرہ سے نظر آنا چاہئے جیسے رنگ ظاہر ہوتا ہے، بعض حضرات سے منقول ہے صبغۃ اللہ ای فطرۃ اللہ۔ آیت کریمہ میں جمہور کی قرارت صبغۃَ اللہ منصوب ہے ای الزموا صبغۃَ اللہ، اللہ کا دین مضبوط پکڑ لو۔

وما خلفها عبرة لمن بقي

اشارہ ہے آیت ۶۶ کی طرف فجعلنٰها نکالا لما بین یدیها وما خلفها وموعظة للمتقين، پھر ہم نے اس واقعہ کو عبرت (انگیز) بنادیا ان لوگوں کے لئے جو ان کے سامنے (معاصرین و حاضرین) تھے اور ان لوگوں کے لئے بھی جو ان کے پیچھے آنے والے تھے، اس آیت کریمہ سے پہلے جو مسخ کا واقعہ گذرا کونوا قردۃ خٰسئین تم ذلیل بندر بن جاؤ، چنانچہ وہ بندروں کی صورت میں مسخ ہوگئے اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جو بنی اسرائیل حضرت داؤد؈ کے زمانہ میں تھے ان کے لئے بھی عبرت بنا دیا، اور وما خلفها ای وما بعدها من الامم والقرون، اسی کی تفسیر امام بخاری رہ نے کی ہے عبرة لمن بقي یعنی ان لوگوں کے لئے بھی عبرت ہے جو باقی رہ گئے ہیں یعنی بعد میں آنے والے ہیں۔

لا شية فيها لا بياض

اشارہ ہے آیت ۷۱ کی طرف انھا بقرۃ لاذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث مسلمۃ لاشیۃ فیھا وہ ایک گائے ہے جو محنت کرنے والی نہیں ہے جو زمین کو جوتتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو یعنی وہ گائے ایسی ہو جو کہ زمین کو جوتنے کے لئے استعمال نہ کی جاتی ہو اور نہ آب پاشی کے لئے مسلمۃ لاشیۃ فیھا صحیح سالم ہو کوئی داغ دھبہ نہ ہو یعنی کوئی سفیدی نہ ہو۔ شیۃ مصدر ہے بروزن عدۃ از باب ضرب وشی یشی وشیا وشیۃ ایک رنگ کے ساتھ دوسرا رنگ خلط ملط کرنا، منقش کرنا، حاصل یہ ہوا کہ جو گائے کا اصل رنگ زرد ہے وہ صرف زرد ہی رہے، اس میں سفیدی نہ ہو، دھبہ نہ ہو۔

وقال غیرہ

- اور ابو العالیہ کے غیر نے کہا۔ قال غیرہ سے یہ مقصد نہیں ہے کہ ابو العالیہ سے اختلاف کیا جیسا کہ تقابل سے متبادر ہوتا ہے، مقصد یہ ہے کہ اب تک کے الفاظ کی تفسیر ابو العالیہ سے منقول تھی جس کا نام رفیع بن مہران ہے اور غیر ابی العالیہ سے مراد ابو عبید قاسم بن سلام ہے آئندہ تفسیر ابو عبید کی ہے۔

یسومونکم یولونکم

اشارہ ہے آیت ۴۹ کی طرف یسومونکم سوء العذاب تمہیں تکلیف دیتے تھے سخت عذاب کی ابو العالیہ کے غیر یعنی ابو عبید قاسم بن سلام نے یسومونکم کی تفسیر کی ہے یولونکم (بضم الیاء وسکون الواؤ) سے اس صورت میں اولی یولی ایلاء والی مقرر کرنا سے ہے یسومونکم سوء العذاب کے معنی ہوں گے تم پر سخت عذاب کے لئے والی مقرر کرتے تھے، لیکن دوسرے مفسرین نے یسومونکم کی تفسیر یذیقونکم سے کی ہے کما فی الجلالین وغیرہ۔

یا پھر از باب نصر سوم سے ماخوذ ہو جس کے اصل معنی ہیں کسی چیز کی طلب میں جانا، اس صورت میں معنی ہوں گے تمہارے لئے سخت تکلیفیں تلاش کرتے تھے، تمہاری دل آزاری کی فکر میں لگے رہتے تھے، و یحتمل ان یکون السوم بمعنی الدوام ای یدیمون تعذیبکم ومنہ سائمۃ الغنم لمداومتھا الراعی وقال الطبری معنی یسومونکم یوردونکم او یذیقونکم او یولونکم (فتح ص۱۳۳)

الولایۃ مفتوحۃ مصدر الولاء وھی الربوبیۃ واذا کسرت الواؤ فھی الامارۃ

ولایت واؤ کے فتحہ کے ساتھ ولاء کا مصدر ہے اور بمعنی ربوبیت یعنی بمعنی مالک ہونے اور متصرف ہونے کے ہے اور جب واؤ کو کسرہ دیا جائے تو بمعنی امارت یعنی بمعنی سیادت وسرداری کے ہے از باب حسب یحسب، وَلِیَ یَلِی وَلَایۃً وولایۃ اشارہ ہے سورہ کہف کی آیت ۴۴ کی طرف "ھنالک الولایۃ للہ الحق" یہ ابو عبیدہ معمر بن المثنی صاحب مجاز القرآن کا کلام ہے، امام بخاری نے یہاں صرف اس لئے ذکر کیا ہے کہ یسومونکم کی تفسیر میں یولونکم کا لفظ آیا تھا بس اتنی سی مناسبت سے یہاں ذکر کیا ہے کہ مادہ ولی ہے اگرچہ ولایۃ کا لفظ سورہ بقرہ کا نہیں ہے۔

وقال بعضھم الحبوب التی توکل کلھا فوم

اور بعض حضرات (عطاء اور قتادہ) نے کہا ہے کہ جتنے اناج کھائے جاتے ہیں سب فوم ہیں یعنی گیہوں چاول چنا وغیرہ سب پر فوم کا اطلاق درست ہے، اور حضرت ابن عباس رضا اور مجاہد وغیرہ سے منقول ہے کہ فوم کے معنی گیہوں کے ہیں، اس سے اشارہ ہے بقرہ کی آیت ۶۱ کی طرف فادع لنا ربك یخرج لنا مما تنبت الارض من بقلها وقثائها وفومها الخ آپ ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کریں جو زمین میں اگا کرتی ہیں، ترکاری، ککڑی اور گیہوں الخ

فادارءتم اختلفتم

اشارہ ہے آیت ۷۲ کی طرف واذ قتلتم نفسا فادارءتم "جب تم لوگوں نے ایک شخص کو مار ڈالا پھر (اپنی برأت کیلئے) ایک دوسرے پر دھرنے اور الزام لگانے لگے یعنی اختلاف کرنے لگے

وقال قتادة فباءوا انقلبوا

اور قتادہ نے فرمایا کہ فباءوا بمعنی انقلبوا ہے اشارہ ہے آیت ۹۰ کی طرف فباءوا بغضب علی غضب " وہ لوگ پھر آئے، لوٹے غضب بالائے غضب میں

یستفتحون یستنصرون

اشارہ ہے آیت ۸۹ کی طرف " وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا " اس آیت میں یستفتحون کے معنی ہیں یستنصرون کے یعنی پہلے سے نصرت و فتح مانگتے تھے کافروں پر۔

تشریح یہود کو نبی آخر الزماں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار تھا، جب کبھی قوم یہود کو مشرکین عرب سے جھگڑا ہوتا، لڑائی ہوتی تو یہود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے اور برکت سے مدد طلب کرتے اور یہ دعا کرتے " اے اللہ اس نبی آخر الزماں کی برکت سے جو آخری زمانے میں مبعوث ہونے والے ہیں، اور جن کے صفات وحالات ہم تورات میں دیکھتے ہیں ہماری مدد فرما۔

اکثر مفسرین نے یہاں یستفتحون کے معنی یستنصرون ذکر کیا ہے جیسا کہ تفسیر ابن جریر میں ہے ومعنی الاستفتاح الاستنصار، امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ یسئلون الفتح والنصرۃ "

بعض مفسرین یستفتحون کے معنی لکھتے ہیں یہ یہود کافروں سے بیان کرتے تھے الخ

بخاری ص ۶۴۳ **شروا باعوا**

اشارہ ہے بقرہ کی آیت ۱۰۲ کی طرف ولبئس ما شروا بہ انفسهم (پ ۱ ع ۱۲) کی اس آیت میں شروا بمعنی باعوا ہے یعنی بہت ہی بری وہ چیز ہے جس کے عوض میں انھوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا ہے :

:- راعنا من الرعونة اذا ارادوا ان یحمقوا انسانا قالوا راعنا :-

راعنا رعونت سے مشتق ہے یہود جب کسی کو حماقت کی طرف منسوب کرنا چاہتے تھے تو راعنا کہتے، اس سے اشارہ ہے بقرہ کی آیت ۱۰۴ کی طرف یاایها الذین آمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا (پ ۱ ع ۱۳) اے ایمان والو تم (لفظ) راعنامت کہا کرو اور (انظرنا کہدیا کرو،

تشریح امام بخاری رح کی یہ تحقیق حسن بصری رح کی قرارت پر محمول ہے، حضرت حسن بصری رح کی قرارت تنوین کے ساتھ راعنًا ہے اس صورت میں راعنًا صفت ہے موصوف قولاً محذوف کی جس کا مطلب ہے رعونت والا قول۔ لیکن جمہور کی قرأت بلاتنوین ہے اس صورت میں راعنا مراعاۃ سے فعل امر ہوگا یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کو کچھ آیات ونصائح سناتے تو بعض صحابہ عرض کرتے یارسول اللہ ذرا ہماری رعایت فرمائیے ایسے الفاظ میں ارشاد فرمایئے کہ ہم سمجھ سکیں یا اتنی بلند آواز سے فرمایئے کہ ہم تک آواز پہونچ سکے، ادھر یہودیوں کی زبان عبرانی یا سریانی میں ایک کلمہ راعنا ہی تھا جو رعونت یعنی برے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے یہود استعمال کرتے تھے

اشکال وجواب اس تقریر پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ پھر ممانعت کی کیا وجہ ہے؟
جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کو کفار کی مشابہت سے خواہ قول میں ہو یا فعل میں اجتناب ضروری ہے جیساکہ ارشاد نبوی ہے "من تشبہ بقوم فھو منھم" پس لفظ کی ظاہری برابری جس سے بے ادبی کا شائبہ ہو مسلمانوں کو پرہیز کرنا لازم ہے۔

لاتجزی لاتغنی

لاتجزی بمعنی لاتغنی ہے یعنی نافع نہیں ہوگا۔
اشارہ ہے آیت کریمہ ۴۸ کی طرف "واتقوا یوما لاتجزی نفس عن نفس شیئا" اس دن سے ڈرو کہ کوئی شخص کسی کے کام نہ آئے کچھ بھی۔ نیز یہ آیت سورۂ بقرہ ہی کی آیت ۱۲۳ بھی اسی طرح ہے اور اسی معنی میں ہے

ابتلی اختبر

یعنی ابتلی بمعنی اختبر ہے یعنی امتحان کیا، آزمایا۔
اشارہ ہے آیت کریمہ واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن (پ ع ۱۵) اور جب ابراہیم کو ان کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا اور انھوں نے وہ پوری کیں۔

خطوات من الخطو والمعنی آثارہ

خطوات خطوٌ سے ماخوذ ہے اور معنی آثار و اقدام کے ہیں۔
اشارہ ہے آیت کریمہ بقرہ ۲۰۸ کی طرف یٰایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن الآیۃ (پ ع ۹) اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ، اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔
خطوات جمع ہے خطوۃ کی جس کے معنی ہیں قدم۔ از نصر، خطا یخطو خطواً قدموں کے درمیان کشادہ کرکے چلنا، اسی سے خطوہ کے معنی ہیں قدم۔

۲۲۳ – باب قولہ تعالیٰ فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون

اللہ تعالیٰ کا ارشاد فلا تجعلوا للہ (الآیۃ پ ع ۳) پس تم اللہ تعالیٰ کے مدمقابل کسی کو نہ ٹھہراؤ درانحالیکہ تم

جانتے ہو، یعنی بندوں کو توحید سمجھائی جارہی ہے کہ تم خوب جانتے ہو کہ تمھارا اور ساری کائنات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے، سو اللہ تعالیٰ کے مقابل کسی کو نہ ٹھہراؤ۔

انداد ندّ کی جمع ہے بمعنی نظیر، انداد کے معنی اشباہ اور امثال ہیں، لازمی معنی اضداد اور ضدّ مقابل کے۔

(۴) حدثنی عثمان بن ابی شیبة قال حدثنا جریر عن منصور عن ابی وائل عن عمرو بن شرحبیل عن عبد اللہ قال سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الذنب اعظم عند اللہ قال ان تجعل للہ ندًا وھو خلقک قلت ان ذلک لعظیم قلت ثم ای قال وان تقتل ولدک تخاف ان یطعم معک قلت ثم ای قال ان تزانی حلیلة جارک۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے، فرمایا یہ کہ تم کسی کو اللہ کا شریک (نظیر و ندّ مقابل) ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تم کو پیدا کیا ہے، میں نے کہا بلاشبہ یہ تو واقعی سب سے بڑا گناہ ہے، میں نے عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم اپنی اولاد کو مار ڈالو اس خوف سے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گا، میں نے کہا پھر کون؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوس کی بیوی سے زنا کرو۔

تشریح مطابقته للترجمة فی قوله قال ان تجعل للہ ندًا:

والحدیث اخرجه البخاری ھنا فی التفسیر ص۶۴۳ وفی التوحید ص۱۱۲۲ وفی الادب ص۸۸۷ وفی المحاربین ص۱۰۱۰ واخرجه مسلم فی الایمان وابو داؤد فی الطلاق والترمذی فی التفسیر والنسائی فی الرجم وفی المحاربة۔

باب قوله تعالیٰ وظللنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلویٰ کلوا من طیبات ما رزقناکم وما ظلمونا ولکن کانوا انفسھم یظلمون وقال مجاھد المنّ صمغة والسلویٰ الطیر۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد وظللنا علیکم الغمام الآیہ (پ ۱ ع ۶) اور ہم نے تم پر ابر کا سایہ کردیا (میدان تیہ میں) اور ہم نے اتارا تم پر مَن اور سلویٰ (ترنجبین اور بٹیریں) کہ کھاؤ نفیس چیزوں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں (مطلب یہ ہے کہ اس میں تمھارے عمل کو کوئی دخل نہیں نہ تمھیں محنت و مشقت اٹھانی پڑی، میں نے محض اپنے فضل سے عنایت کی ہے) اور انھوں نے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے (یعنی کفران نعمت کرکے خود ہی نقصان اٹھایا۔)

اور مجاہد رحؒ نے فرمایا کہ مَن گوند تھا درخت کا اور سلویٰ پرندے تھے۔

تشریح وعن ابن عباس رضہ قال المنّ ینزل علیھم علی الاشجار فیغدون علیه ویاکلون منه ما شاؤا۔

حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ مَن درختوں پر اترتا تھا سو جتنا چاہتے تھے کھاتے تھے (عمدہ)

قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مَن ان پر اوپر سے گرتا تھا جیسے برف گرتی ہے۔ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں تھا، محدثین کرام ؒ فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں اقوال مختلف ہیں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ مَن طعام تھا اور بعض قول سے معلوم ہوتا ہے کہ مَن شراب یعنی پینے کی چیز تھی لیکن ان اقوال میں جمع وتطبیق ممکن ہے کہ اگر مَن کو بغیر پانی کے کھاتے تو طعام کے قبیل سے تھا اور اگر اسی کو پانی میں ملا کر گاڑھا شیرہ بنا لیتے جیسے پھل کے رس کو پکا کر شیرہ بنا لیا جاتا ہے تو یہی مَن شربت تھا۔ واللہ اعلم

بنی اسرائیل اور میدان تیہ

بنی اسرائیل کا اصل وطن ملک شام تھا، حضرت یوسف ؑ کے وقت میں مصر آگئے تھے اور یہاں ہی رہ پڑے اور ملک شام میں عمالقہ نامی قوم کا تسلط ہو گیا فرعون جب غرق ہو گیا اور یہ لوگ مطمئن ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کا ان کو حکم ہوا کہ عمالقہ سے جہاد کرو اور اپنی اصلی جگہ کو ان کے قبضہ سے چھڑالو، بنی اسرائیل اس ارادہ سے مصر سے چلے اور ان کے حدود میں پہونچ کر جب عمالقہ کے زور وقوت کا علم ہوا تو ہمت ہار بیٹھے اور جہاد سے صاف انکار کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس انکار کی یہ سزا دی کہ چالیس برس تک ایک میدان میں سرگرداں وپریشان پھرتے رہے، گھر پہونچنا بھی نصیب نہ ہوا۔

یہ میدان کچھ بہت بڑا رقبہ نہ تھا بلکہ مصر اور شام کے درمیان پانچ چھ کوس یعنی تقریباً دس میل کا رقبہ تھا، روایت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے وطن مصر جانے کے لئے دن بھر سفر کرتے اور رات کو کسی منزل پر اترتے صبح کو دیکھتے کہ جہاں سے چلے تھے وہیں ہیں، اسی طرح چالیس سال سرگرداں وپریشان اس میدان میں پھرتے رہے، اس لئے اس میدان کو وادی تیہ کہا جاتا ہے، تیہ کے معنی ہیں سرگرداں وپریشان، یہ وادی تیہ ایک کھلا ہوا میدان تھا نہ اس میں کوئی عمارت تھی اور نہ کوئی سایہ دار بڑا درخت تھا جس کے نیچے دھوپ اور اس کی طمازت سے بچا جا سکے اور نہ یہاں کھانے پینے کا کوئی سامان تھا، نہ پہننے کا لباس مگر اللہ تعالیٰ نے معجزہ کے طور پر حضرت موسیٰ ؑ کی دعا سے اسی میدان میں ان کی تمام ضروریات کا انتظام فرما دیا، بنی اسرائیل نے دھوپ کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے سفید بادل کا سایہ کر دیا جو تمام دن سایہ رہتا اور بھوک کا تقاضا ہوا تو مَن و سلویٰ نازل فرما دیا، نیز لباس کے سلسلے میں بھی حق تعالیٰ نے بطور اعجاز یہ صورت کر دی کہ نہ ان کے کپڑے میلے ہوتے اور نہ پھٹتے اور بچوں کے بدن پر جو کپڑے تھے وہ ان کے بدن کے بڑھنے کے ساتھ اسی مقدار سے بڑھتے مَن ترنجبین کے مشابہ ایک شیریں چیز تھی جو رات کو اوس کی طرح برستے، صبح کو قافلہ کا ہر شخص اپنی حاجت کے موافق اٹھا لیتا۔ اور سلویٰ ایک پرندہ ہے جس کو بٹیر کہتے ہیں تو شام کے وقت بٹیروں کا جھنڈ جمع ہو جاتا اور شام کی تاریکی میں پکڑ لیتے اور کباب کرکے کھاتے۔

(۵) حدثنا ابونعیم قال حدثنا سفیان عن عبد الملك عن عمرو بن حُریث عن سعید بن زید قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکمأۃ من المنّ وماؤھا شفاءٌ للعین ❁

ترجمہ :۔ حضرت سعید بن زید سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کمأۃ یعنی کھمبی بھی از قسم مَن ہے اور اس کا پانی آنکھ (کی بیماری) کیلئے مفید ہے۔

تشریح مطابقته للترجمة فی قوله، الکمأۃ من المن"

اخرجه البخاری ھنا فی التفسیر ۶۴۳ وسیأتی فی الطب ۸۵۰۔

الکمأۃ بفتح الکاف وسکون المیم وفتح الھمزۃ جمع ہے اس کا واحد کمأ بروزن قلب ہے، سیبویہ سے منقول ہے کہ یہ جمع نہیں ہے بلکہ اسم جمع ہے، ہمارے بہار میں اس کو سانپ کی چھتری کہتے ہیں، اس لفظ پر مفصل بحث کے لئے اہل علم عمدۃ القاری کی طرف مراجعت فرمائیں۔

اعتراض وجواب قال الخطابی لاوجه لادخال ھذا الحدیث ھنا لانه لیس المراد من الکمأۃ فی الحدیث انھا نوع من المن المنزل علی بنی اسرائیل فان ذلك شئ کان یسقط علیھم کالترنجبین وانما المراد انھا شجرۃ تنبت بنفسھا من غیر استنبات ولامؤنة، ورد علیه بان فی روایة ابن عیینة عن عبد الملك بن عمیر فی ھذا الباب من المن الذی انزل علی بنی اسرائیل رواہ الدارقطنی وبھذا تظھر المناسبة فی ذکرہ ھنا وکان الخطابی لم یطلع علی روایة ابن عیینة عن عبد الملك فلذلك قال ذلك۔ (عمدہ)

❁ **باب** واذقلنا ادخلوا ھذہ القریة فکلوا منھا حیث شئتم رغدا وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة نغفر لکم خطایاکم وسنزید المحسنین، رغدا واسع کثیر ❁

ای ھذا باب یذکر فیه قوله تعالیٰ - واذ قلنا ادخلوا (الآیة پ ۱ ع ۶)۔

اور وہ زمانہ یاد کرو جب ہم نے کہا کہ تم لوگ اس بستی کے اندر داخل ہو پھر کھاؤ اس میں سے (یعنی اس بستی کی چیزوں میں سے) جہاں چاہو بے تکلفی سے اور دروازہ میں داخل ہو سجدہ کرتے ہوئے (یعنی عاجزی سے جھکے ہوئے داخل ہونا) اور کہتے جاؤ "توبہ ہے" ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو زیادہ بھی دیں گے۔

رغدا کے معنی ہیں پوری وسعت سے یعنی بافراغت، بے تکلفی سے، کوئی روک ٹوک نہیں۔

حِطة بالرفع خبر ہے مبتدا محذوف کی ای مسئلتنا حطة یعنی ہماری درخواست ہے معافی کی۔ علامہ زمخشری رح کہتے ہیں اصل میں محل نصب میں ہے ای حُطَّ عنا ذنوبنا حِطَّةً پھر ثبوت دوام کا معنی کے لئے رفع دیدیا گیا۔

فائدہ یہ قصہ بھی بقول شاہ عبدالقادر رح زمانہ وادی تیہ کا ہے کہ جب منّ وسلویٰ کھاتے کھاتے اکتا گئے تو ان کو ایک بستی بیت المقدس یا اریحا میں جانے کا حکم ہوا وہاں کھانے کے لئے زمین سے اگنے والی چیزیں ملیں گی اور کھانے پینے میں کوئی پابندی نہیں جتنا چاہیں کھائیں پئیں لیکن یہ حکم ضرور تھا کہ قولاً اور فعلاً باادب داخل ہوں، قولی ادب یہ ہے کہ داخل ہوتے وقت زبان پر حطة کا لفظ ہو، اور فعلی ادب یہ ہے کہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں اور یہ دونوں حکم خداوند قدوس کی نعمتوں پر شکریہ اور اپنی تواضع کا مظاہرہ کے لئے تھا۔

(۶) حدثنی محمد قال حدثنا عبد الرحمٰن بن مھدی عن ابن المبارک عن معمر عن ھمام بن منبہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قیل لبنی اسرائیل ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ فدخلوا یزحفون علی استاھھم فبدلوا وقالوا حطۃ حبۃ فی شعرۃ ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو حکم ہوا تھا کہ (بستی کے) دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو (جھکتے ہوئے داخل ہو) اور کہتے ہوئے جاؤ حِطّۃ (یعنی اے اللہ ہمارے گناہوں کو جھاڑ دے بخش دے) سو یہ لوگ داخل ہوئے اپنے سرینوں پر کھسکتے ہوئے اور بدل دیا اور کہنے لگے حطۃ حبۃ فی شعرۃ" یعنی بال میں دانہ بہتر ہے۔

بعض روایت میں ہے وقالوا حبۃ فی شعرۃ بفتح العین والراء یہ روایت سورۃ اعراف میں آوے گی اور یہاں بھی ایک نسخہ کے حاشیہ میں موجود ہے، پہلی صورت میں یعنی حطۃ کی صورت میں مہمل کلام ہے صرف حکم کی مخالفت اور دل لگی مقصود ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ۔ ادخلوا الباب سجدا" والحدیث مضی فی کتاب الانبیاء ۴۸۳ وھنا فی التفسیر ۶۴۳ وایضاً سیاتی ۶۶۳ تا ۶۶۷ درواہ النسائی ایضاً۔

فائدہ فبدلوا، ان ظالموں نے بدل ڈالا یعنی قولاً بھی عدول حکمی کی کہ بجائے حطۃ کہنے لگے حبۃ فی شعرۃ یعنی بجائے توبہ دنیا طلبی میں لگ گئے اسی طرح بجائے سجدہ ریز داخل ہونے کے سرینوں کے بل کھسکنے لگے جس کے نتیجے میں ان پر عذاب طاعون آیا اور بہت سے لوگ فنا ہوگئے۔

قولہ من کان عدوا لجبریل وقال عکرمۃ جبر ومیک وسراف عبد ایل اللہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد من کان عدوا (الآیہ پ ع ۱۲) عکرمہ نے فرمایا کہ جَبر یل بفتح الجیم وسکون الباء اور میکائیل میں میک بکسر المیم وسکون الیاء بعدہا کاف مفتوحہ اور اسرافیل میں سراف بفتح السین و تخفیف الراء وبالفاء المکسورہ تینوں کے معنی عبد یعنی بندہ کے ہیں اور ایل بکسر الہمزۃ وسکون الیاء کے معنی ہیں اللہ۔ مطلب یہ ہوا کہ جبرئیل کے معنی ہیں عبد اللہ، میکائیل عبد اللہ، اسرافیل عبد اللہ، جبریل عبرانی لفظ ہے لیس عجمہ اور علم کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

(۷) حدثنا عبد اللہ بن منیر سمع عبد اللہ بن بکر قال حدثنا حمید عن انس قال سمع عبد اللہ بن سلام بقدوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی ارض یخترف فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی سائلک عن ثلاث لا یعلمھن الا نبی فما اول اشراط الساعۃ وما اول طعام اھل الجنۃ وما ینزع الولد الی ابیہ ـــــ او الی امہ قال اخبرنی بھن جبرئیل آنفا قال جبرئیل؟ قال نعم قال ذاک عدو الیھود من الملائکۃ فقرأ ھذہ الآیۃ من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک اما اول اشراط الساعۃ فنار

تحشر الناس من المشرق الی المغرب واما اول طعام یاکله اهل الجنة فزیادة کبد الحوت واذا سبق ماء الرجل ماء المرأة نزع الولد واذا سبق ماء المرأة نزعت قال اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك رسول الله یارسول الله ان الیهود قوم بهت وانهم ان یعلموا باسلامی قبل ان تسألهم یبهتونی فجاءت الیهود فقال النبی صلی الله علیه وسلم ای رجل عبد الله فیکم قالوا خیرنا وابن خیرنا وسیدنا وابن سیدنا قال أرأیتم إن أسلم عبد الله بن سلام فقالوا اعاذه الله من ذالك فخرج عبد الله فقال اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله فقالوا اشرنا وابن شرنا فانتقصوه قال فهذا الذی کنت اخاف یارسول الله ؎

ترجمہ :۔ حضرت انس رضی اللہ سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن سلام رضؓ (جو علماء یہود میں سے تھے) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (مدینہ) تشریف آوری کو سنا اور وہ (عبداللہ بن سلام رضؓ) ایک زمین میں میوہ چنتا تھا (یعنی باغ میں پھل توڑ رہے تھے) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ میں آپ سے تین چیزوں کے متعلق پوچھوں گا جنھیں نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا سو قیامت کی علامتوں میں سے سب سے پہلی علامت کیا ہے؟ ۲ اور اہل جنت کا سب سے پہلا کھانا کیا ہے؟ ۳ اور کیا چیز ہے جو بچہ کو اپنے باپ یا اں کی صورت پر کھینچتی ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے جبریلؑ نے ابھی آکر ان چیزوں کی خبر دی ہے۔ عبداللہ بن سلام بولے! جبریل؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ عبداللہ بن سلام نے کہا یہ فرشتہ تو یہود کا دشمن ہے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی " قل من کان عدوا لجبریل فانه نزله علی قلبك باذن الله (اور ان کے سوالات کے جوابات دیئے) قیامت کی سب سے پہلی علامت ایک آگ کی صورت میں ظاہر ہوگی جو تمام انسانوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرلائے گی۔ اور اہل جنت کا پہلا کھانا جو جنت والے کھائیں گے مچھلی کے جگر (کلیجی) کا ٹکڑا ہوگا۔ اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر سبقت کرتا ہے (غالب ہوتا ہے) تو مرد لڑکے کو کھینچتا ہے، اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر سبقت کرتا ہے تو عورت لڑکے کو اپنی طرف کھینچتی ہے، حضرت عبداللہ بن سلامؓ بول اٹھے اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك رسول الله پھر کہا۔ اے اللہ کے رسول قوم یہود بہت بہتان تراش ہے) اگر میرے اسلام کو کچھ پوچھنے سے پہلے جان لیں گے تو مجھ پر بہتان لگائیں گے (یعنی میرا حال اسلام ظاہر ہونے سے پہلے ان سے پوچھئے تو صحیح صحیح بولیں گے، چنانچہ عبداللہ رضؓ مکان کے اندر چھپ کر بیٹھ گئے) پھر یہود آئے تو حضور اقدس ؐ نے فرمایا تم میں عبداللہ بن سلام کیسا آدمی ہے؟ تو یہود نے کہا، ہم میں سب سے بہتر اور سب سے بہتر کا بیٹا اور ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا، حضور اقدس نے فرمایا۔ اگر عبداللہ بن سلام اسلام قبول کرے؟ (تو کیا خیال ہے) کہنے لگے اللہ تعالیٰ انھیں اس سے پناہ میں رکھے، اتنے میں عبداللہ بن سلام رضؓ باہر نکل آئے اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو یہی یہود کہنے لگے کہ ہم میں سب سے بدتر ہے اور سب سے بدتر کا بیٹا اور ان کی تنقیص

شروع کردی تو عبداللہ رضہ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ یہی وہ چیز ہے جس سے میں ڈرتا تھا۔

تشریح مطابقته للآية المذكورة في قوله - فقرأ هذه الآية من كان عدوا لجبريل الخ
عبد الله بن منير - بضم الميم وكسر النون -

والحديث مضىٰ قبيل كتاب المغازى ص٥٦١، ايضاً فى كتاب الانبياء ص٤٧٩ وهنا فى التفسير ص٩٤٣ -

يخترف بالخاء المعجمة اى يجتنى از افتعال نیز از باب نصر پھل چننا، پھل توڑنا۔ ينزع الولد يقال نزع اليه اى اشبه وجذب اليه - فقرأ هذه الآية جب عبداللہ بن سلام نے کہا کہ یہ فرشتہ یعنی حضرت جبرئیل ؑ کو تو یہود دشمن سمجھتے ہیں اس پر حضور اقدس ؐ نے تلاوت فرمائی من کان عدوا الخ اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ آیت اسی وقت یا اسی قصہ پر نازل ہوئی، علامہ بغوی رح تفسیر معالم التنزیل میں نیز تفسیر خازن اور جلالین وغیرہ میں ابن عباس رضہ سے اس آیت کا شان نزول نقل کرتے ہیں کہ علماء یہود میں سے ایک عالم عبداللہ بن صوریا کے نام سے مشہور تھا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس آسمان سے کون سا فرشتہ آتا ہے؟ حضور ؐ نے فرمایا "جبرائیل" ابن صوریا نے کہا فرشتوں میں سے یہ فرشتہ یعنی جبرائیل تو ہمارا دشمن ہے اگر میکائیل ہوتے تو بیشک ہم آپ پر ایمان لے آتے جبرئیل ؑ عذاب اور شدائد لے کر آتے ہیں، جبرائیل نے بارہا ہم سے دشمنی کی ہے ہمیں ان سے تکلیف پہونچی ہے کہ اس نے ہمارے نبی کو خبر دی کہ بیت المقدس ایک شخص کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوگا اور اس کا نام بخت نصر بتایا پھر اس کا وقت آیا تو ہم نے ایک شخص کو بھیجا کہ بخت نصر کو قتل کردے اور وہ ایک مسکین لڑکا تھا اور بابل میں رہتا تھا، ہمارا آدمی جب پہونچا تو جبرائیل نے اس کی حمایت کی اور ہمارے آدمی کو یہ کہکر وہاں سے الگ کردیا کہ اگر اس کو اللہ کا حکم ہوگا تمہاری بربادی کا تو تم اس پر قابو نہیں پا سکتے، حتیٰ کہ بخت نصر بڑا ہوگیا اور بیت المقدس کو برباد کیا، اس وجہ سے ہم لوگ اس کو دشمن سمجھتے ہیں اس پر یہ آیت قل من کان عدوا لجبریل الآیۃ نازل ہوئی۔ اس لئے راجح قول یہ ہے کہ سبب نزول تو عبداللہ بن صوریا کا واقعہ ہے، البتہ جب عبداللہ بن سلام رضہ نے فرمایا کہ جبرائیل ؑ یہود کا دشمن ہے تو آنحضرت ؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (فتح الباری)۔

۲۴۴ ـ: ما ننسخ من آية او ننسها

ای ہذا باب فی قولہ تعالیٰ ما ننسخ من آیۃ الآیہ پ ع ۱۳) یعنی ہم کسی آیت کا جو حکم موقوف کردیتے ہیں (گو آیت قرآن میں یا ذہنوں میں باقی رہے) یا اس آیت (ہی) کو (ذہنوں سے) فراموش کردیتے ہیں، تو اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کے مثل (بجائے اس کے دوسری چیز) لے آتے ہیں۔

تشریح نسخ کے لغوی معنی زائل کرنے اور تبدیل کرنے کے آتے ہیں، نیز نسخ کے معنی نقل کرنے اور لکھنے کے بھی آتے ہیں لیکن یہاں اول معنی یعنی کسی حکم کا زائل کرنا اور منسوخ کرنا مراد ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں نسخ کے معنی ہیں ایک حکم کے بجائے دوسرا حکم جاری کرنا، دنیا کی

حکومتوں اور اداروں میں بھی کسی حکم کو منسوخ کر کے دوسرا حکم جاری کر دینا مشہور اور ہمیشہ سے رائج ہے لیکن انسانوں کے احکام میں نسخ کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ پہلے کسی غلط فہمی سے ایک حکم جاری کر دیا بعد میں حقیقت معلوم ہوئی تو بدل دیا اور کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ جس وقت یہ حکم جاری کیا گیا اس وقت کے حالات کے مناسب تھا اور آنے والے حالات کا اندازہ نہ تھا پھر جب حالات بدلے تو حکم بھی بدلنا پڑا، یہ دونوں صورتیں احکام خداوندی میں نہیں ہوسکتیں۔

ایک تیسری صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ حکم دینے والے کو اول ہی سے یہ بھی معلوم تھا کہ حالات بدلیں گے اور اس وقت یہ حکم مناسب نہیں ہوگا دوسرا حکم دینا ہوگا، یہ جانتے ہوئے آج ایک حکم دیدیا اور جب اپنے علم کے مطابق حالات بدلے تو اپنی قرارداد سابق کے مطابق حکم بھی بدل دیا جیسے ایک مریض کے موجودہ حالات کو دیکھ کر حکیم یا ڈاکٹر ایک دوا تجویز کرتا ہے، اور وہ خوب جانتا ہے کہ دو روز اس دوا کے استعمال کرنے کے بعد مریض کا حال بدلے گا اس وقت مجھے دوسری دوا تجویز کرنی ہوگی، یہ سب کچھ جانتے ہوئے وہ پہلے دن اپنی دوا تجویز کرتا ہے جو اس دن کے مناسب ہے، دو دن کے بعد حالات بدلنے پر دوسری دوا تجویز کرتا ہے۔

حق تعالیٰ کے احکام بھی اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں میں صرف یہی تیسری صورت نسخ کی ہوسکتی ہے اور ہوتی رہی ہے، ہر آنے والی نبوت اور ہر نازل ہونے والی کتاب میں پچھلی نبوت اور کتاب کے بہت سے احکام کو منسوخ کر کے نئے احکام جاری کئے اور اسی طرح ایک ہی نبوت اور شریعت میں ایسا ہوتا رہا کہ کچھ عرصہ تک ایک حکم جاری رہا پھر بتقاضائے حکمت خداوندی اس کو بدل کر دوسرا حکم نافذ کر دیا گیا، صحیح مسلم کی حدیث میں ہے۔

لم تکن نبوۃ قط الا تناسخت (مسلم شریف)

یعنی کبھی کوئی نبوت نہیں آئی جس نے احکام میں نسخ اور ردوبدل نہ کیا ہو

(ماخوذ از معارف القرآن)

یہود کا جاہلانہ اعتراض اور آیت کا نزول

۲ھ رجب میں تحویل قبلہ کا حکم ہوا تو کچھ یہود نے اعتراض کیا اور زبان طعن دراز کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں نسخ ممکن نہیں، اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

نیز حدیث ما فی الباب وقوع نسخ پر صریح دلیل ہے۔

نسخ آیات کا مفہوم

اتنی بات تو تمام علمائے اسلام کے نزدیک مسلم ہے کہ نسخ آیات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بنیادی عقائد وایمانیات مثلاً توحید، رسالت، ایمان بالآخرت میں سے کوئی حکم منسوخ ہوا، معاذ اللہ، اسی طرح محکم آیات میں نسخ کا وہم نہیں کیا جاسکتا ہے البتہ کچھ آیات

احکام میں نسخ واقع ہوا ہے جو عین حکمت ہے جس کی وضاحت ما قبل میں کردی گئی ہے

نسخ آیات کا مفہوم یہ ہے کہ کسی حکم کے متعلق یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ دائمی ہے اور تھا وہ حکم عارضی، شریعت نے اس عارضی حکم کی آخری مدت ذکر فرمادی، علامہ قسطلانی رہ فرماتے ہیں

• ونسخ الآية بيان انتهاء التعبد بتلاوتها او الحكم المستفاد منها او بهما جميعا فمثال نسخ قرائتها وابقاء حكمها نحو الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما والحكم فقط نحو وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين، والحكم والتلاوة نحو عشر رضعات يحرمن روى مسلم عن عائشة كان فيما انزل على رضعات معلومات فنسخت بخمس ويكون بلا بدل كالصدقة امام نجواه عليه الصلوٰة والسلام وببدل مماثل كالقبلة واخف كعدة الوفاة واثقل كنسخ التخيير بين صوم رمضان والفدية قال الله تعالىٰ وعلى الذين يطيقونه فدية (قسطلانی ص ۲۸ ج ۷)

كالصدقة امام نجواه عليه الصلوة والسلام علامہ قسطلانی رہ نے اس جملہ سے اشارہ کیا ہے سورۂ مجادلہ کی بارہویں آیت کی طرف يا ايها الذين آمنوا اذا ناجيتم الرسول فقدموا بين يدى نجوئكم صدقة۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم واصلاح خلق کے کام میں تو شب و روز مشغول رہتے ہی تھے، مجالس عامہ میں سارے حاضرین مجلس آپ کے ارشادات عالیہ سے فائدہ اٹھاتے تھے، لیکن کبھی یہ صورت بھی پیش آتی کہ بعض لوگ آپ سے سرگوشی یعنی علیحدگی میں خفیہ بات کرنا چاہتے اور آپ اخلاق و مروت میں وقت دیدیتے تھے، اسی میں کچھ منافقین صرف اپنی بڑائی لوگوں میں جتلانے کے لئے سرگوشی کا وقت لگتے اور اتنا وقت لے لیتے کہ دوسروں کو حضورم سے مستفید ہونے کا موقع نہ ملتا تھا، حق تعالیٰ نے آپ سے یہ بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ابتداء یہ حکم نازل فرمایا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی میں خفیہ بات کرنا چاہے وہ اس سے پہلے کچھ صدقہ خیرات کرکے آئے۔

اس میں کئی فائدے ہیں، غریبوں کی خدمت، صدقہ کرنے والے کے نفس کا تزکیہ، مخلص و منافق کی تمیز اور سرگوشی کرنے والوں کی تقلیل وغیرہ۔

اس صدقہ کی کوئی مقدار قرآن میں منقول نہیں، لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو سب سے پہلے حضرت علی رضہ نے اس پر عمل فرمایا اور ایک دینار صدقہ کرکے آپ سے علیحدگی میں بات کرنے کا وقت لیا، پھر چونکہ صحابہ کرام رضہ کو تنگی پیش آئی اس لئے بہت جلد ہی اگلی آیت سے یہ حکم منسوخ فرمادیا۔

حضرت علی رضہ سے روایت ہے کہ قرآن میں ایک آیت ایسی ہے جس پر میرے سوا کسی نے عمل نہیں کیا نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ میرے بعد کوئی کرے گا کیونکہ آیت منسوخ ہوگئی۔

(۸) **حدثنا** عمرو بن علی قال حدثنا یحیٰی قال حدثنا سفیٰن عن حبیب عن

سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قال عمر اقرأنا ابی واقضانا علیؓ وانا لندع من قول اُبیّ وذاك ان اُبیًّا یقول لا ادع شیئًا سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد قال الله، ماننسخ من آیةٍ اوننسها۔

ترجمہ:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگوں میں سب سے بڑے قاری اُبی (ابن کعبؓ) ہیں اور سب سے بڑے قاضی (مقدمات کے فیصلے کرنے والے) حضرت علی رضؓ ہیں اس کے باوجود ہم اُبیؓ (بن کعب) کی ایک بات کو تسلیم نہیں کرسکتے، اُبی رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن آیات کو سنا ہے اس میں سے کسی آیت کو نہیں چھوڑوں گا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے ماننسخ من آیة اوننسھا، ہم جو آیت منسوخ کردیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس آیت سے بہتر یا اس کے مثل لے آتے ہیں

تشریح

مطابقته للترجمة (الى الآیة) ظاهرة۔

اس روایت میں موقوفًا ہے یعنی حضرت فاروق اعظم رضؓ کا قول ہے "کہ ہم میں سب سے بہتر قاری قرآن اُبی رضؓ ہیں لیکن ترمذی میں مرفوعًا منقول ہے اقرؤهم لكتاب الله ابی بن کعب الحدیث اسی طرح دوسرا ٹکڑا بھی مرفوعًا منقول ہے واقضاهم علی رضؓ"

حضرت ابی بن کعب رضؓ نسخ آیات کے قائل نہیں تھے حالانکہ یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے غالبًا انھیں نسخ آیات کے روایات معلوم نہیں رہے ہوں گے۔

حضرت عمر فاروق رضؓ کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اُبی بن کعبؓ ہم لوگوں میں سب سے زیادہ قرآن کے قاری ہیں مگر بعض آیات وہ ایسی بھی پڑھتے تھے جن کی تلاوت منسوخ ہوگئی کیونکہ ان کو نسخ کی خبر نہیں پہونچی، حضرت فاروق اعظم رضؓ کے اس قول سے صاف صاف معلوم ہوگیا کہ کوئی کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو مگر اس کی سب باتیں ماننے کے قابل نہیں ہوتیں، خطا اور لغزش سے کوئی بھی معصوم نہیں، معصوم تو صرف اللہ اور پیغمبر ہی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے قیاس صحیح کے لئے علمائے اسلام کے نزدیک شرط ہے کہ وہ قیاس کتاب وسنت سے مستنبط ہو جیسا کہ ائمہ متبوعین کے قیاسی مسائل ہیں نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ فکر و تدبر کے کورے غیر مقلدین آنکھیں بند کرکے اعتراض کرتے ہیں۔

(۹) حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیبٌ عن عبد الله بن ابی الحسین قال حدثنا نافع بن جبیر عن ابن عباس رضؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال قال الله کذبنی ابن آدم ولم یکن له ذلك وشتمنی ولم یکن له ذلك فاما تکذیبه ایای فزعم انی لا اقدرُ ان اُعیده کما کان واما شتمه ایای فقوله لی ولد فسبحانی ان اتخذ صاحبة او ولدًا۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا، حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہ تھا اور اس نے مجھے گالی دی

حالاں کہ اس کے لئے یہ مناسب نہ تھا سو اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں، اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ اس کا میرے لئے اولاد کا قائل ہونا، سو میری ذات اس سے پاک ہے کہ میں بیوی یا اولاد بناؤں

تشریح:- مطابقته للترجمة ظاهرة ای فی قوله فسبحانی ان اتخذ صاحبة او ولدا"۔

عقیدۂ ابنیت صریح سفاہت وحماقت ہے عام مشاہدہ اور تجربہ ناطق ہے کہ اولاد کے لئے عورت سے نکاح کی ضرورت ہوتی ہے، پھر عورت کو حمل قرار پائے گا، پھر وضع حمل کے بعد اولاد ہوگی، خالق کائنات پروردگار عالم ان مراحل سے قطعا اور مکمل پاک ہے، ۲۔ عقلاً بھی اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا ہونا باطل ہے، کیونکہ بیٹا باپ کا جز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تبعیض وتجزی سے پاک ہے، باپ بیٹے کا محتاج ہوتا ہے، بڑھاپے میں، بیماری میں، مرنے کے بعد باپ کے سارے کاموں کو سنبھالنے کی ضرورت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے، ان تمام خیالات فاسدہ اور عقائد باطلہ پر کاری ضرب کے لئے ارشاد باری تعالیٰ پڑھئے اللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ"

:- قوله وَاتخذوا من مقام ابراهيم مُصَلّٰى :-

یہاں تین نسخے ہیں اکثر شروح بخاری مثلاً عمدۃ القاری، فتح الباری اور قسطلانی میں لفظ باب موجود ہے جیسا کہ ہمارے نسخہ کے حاشیہ پر بھی نشاندہی کی گئی ہے ـــــ علامہ عینی رہ فرماتے ہیں ولیس فی کثیر من النسخ لفظ باب"۔

اشارہ ہے آیت کریمہ" واذ جعلنا البیت مثابة للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی" پ عا اور (یاد کیجئے) جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا مرجع اور مقام امن مقرر کیا اور (حکم دیا) کہ مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیا کرو۔

:- مثابة يثوبون يرجعون :-

امام بخاری رہ ابو عبیدہ سے تفسیر نقل کرتے ہیں کہ مثابة یثوبون بمعنی یرجعون کا مصدر ہے بمعنی اسم مصدر، بمعنی مرجع، لوٹنے کی جگہ، جہاں آدمی بار بار لوٹ کر آتے ہیں یہ لفظ ثاب یثوب ثوبا ومثابا سے ماخوذ ہے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں" مثابة یعنی مرجعا للناس من الحجاج والعمار یتفرقون عنه ثم یثوبون الیه۔ حاصل یہ ہے کہ بار بار لوٹ کر آتے ہیں۔

(۱۱) ـــــ حدثنا مُسَدّد عن يحيى بن سعيدٍ عن حميدٍ عن انس قال قال عمرُ وافقت الله فی ثلاثٍ او وافقنی ربّی فی ثلاثٍ قلت یارسول الله لو اتخذتَ مقام ابراهیمَ مُصَلّى فانزل الله واتخذوا من مقام ابراهیم مصلّى وقلتُ یارسول الله یدخل علیك البَرُّ والفاجر

فلوامرتَ امّهاتِ المؤمنین بالحجاب فانزل اللہ آیۃ الحجاب قال وبلغنی معاتبۃُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض نسائہ فدخلت علیھن قلتُ ان انتھیتن او لَیُبَدّلن اللہ رسولہ خیرا منکن حتی اتیتُ احدیٰ نسائہ قالت یا عمر اَمَا فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مایعظ نسائہ حتی تعظھُن انت فانزل اللہ عسیٰ ربہ ان طلقکن اَن یُبَدلہ ازواجا خیرا منکن مسلمٰت الآیۃ (پ۲۸ ع۱۹)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا کہ تین مواقع میں میری رائے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوگئی (یعنی اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے والے حکم سے میری رائے پہلے ہی مطابق ہوگئی) یا (شک راوی) میرے رب نے تین مواقع پر میری موافقت فرمائی (مطلب یہ ہے کہ ان تین باتوں کا حکم حق تعالیٰ نے جس طرح پر مقدر کیا تھا اس حکم کے نازل کرنے سے پہلے اسی طرح پر میرے دل میں القا ہوا اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر کیا) میں نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ کاش آپ مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیتے (یعنی طواف کے بعد) تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا "واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ" اور میں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ آپ کے پاس ہر نیک و بد آتے رہتے ہیں کاش آپ امہات المومنین کو پردہ کا حکم دیدیتے اس پر اللہ نے آیت حجاب (پردہ کی آیت) نازل فرمائی، عمر فاروق رضؓ نے بیان فرمایا کہ اور مجھے بعض ازواج مطہرات رضؓ (حضرت عائشہ رضؓ و حضرت حفصہ رضؓ) سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا علم ہوا تو میں ان (ازواج مطہرات) کے پاس گیا اور میں نے عرض کیا تم لوگ باز آجاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تم سے بہتر ازواج بدل دے گا، پھر میں نے (یعنی بعد میں) حضور اقدس صلعم کے ازواج مطہرات میں سے ایک (ام سلمہؓ کے یہاں گیا تو کہنے لگیں کہ اے عمر! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر وہ علم اور اہتمام نہیں ہے کہ اپنی عورتوں کو نصیحت کریں کہ تم انھیں نصیحت کرتے ہو (مطلب یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضؓ حضرت عمر رضؓ کی نصیحت پر ناراضگی کا اظہار فرمارہی ہیں کہ اے عمر رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو ازواج مطہرات کو اتنی نصیحتیں نہیں کرتے جتنی تم انھیں کرتے رہتے ہو) آخر اللہ نے آیت نازل فرمائی "عسیٰ ربہ الآیۃ ع ۱۹) یعنی اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم سب کو طلاق دیدیں تو بعید نہیں کہ ان کا پروردگار تم سے اچھی بیویاں بدلے میں دیدے جو تابعدار رہوں گی، الآیۃ۔

تشریح

مطابقتہ للآیۃ فی قولہ "واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی" والحدیث قد مضی فی الصلوٰۃ ص۵۸ وھنا فی التفسیر ص۶۴۴۔

موافقات سیدنا عمر رضؓ

اس حدیث میں صرف تین چیزوں میں موافقات عمر رضؓ کا ذکر ہے، لیکن سیدنا عمر فاروق رضؓ کی موافقت وحی ان کے علاوہ اور بھی منقول ہیں، مثلاً اساریٰ بدر کے بارے میں فدیہ نہ لینے کی رائے جس پر آیت ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ حتی یثخن فی الارض (انفال)، ۲۔ منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت "ولا تصل علی احد منھم مات ابدا" (سورۃ توبہ)

بہرحال قرآن وحدیث کے تتبع وتلاش سے بکثرت موافقات عمرؓ کا ثبوت ملتا ہے، شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں۔ وقد عدّ العلماء موافقاته الی عشرین (فیض الباری ص۱۵۱ ج۱) بعض بزرگوں نے اکیس چیزوں میں موافقت ذکر کی ہے جیسا کہ علامہ سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں نقل کیا ہے (حاشیہ بخاری ص۵۸) وافقت فی ثلاث" کرمانی شرح بخاری میں ہے کہ یہ بمعنی وافقنی ربی ہے یعنی میرے رب نے تین مواقع میں میری موافقت کی ہے لیکن رعایت ادب کے لئے موافقت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے (حاشیہ بخاری ص۵۸)

وقال ابن ابی مریم اخبرنا یحیی بن ایوب قال حدثنی حمید سمعت انسا عن عمرؓ

ترجمہ:۔ اور ابن ابی مریم (یعنی سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم المصری) نے بیان کیا کہ ہم سے یحیی بن ایوب نے بیان کیا ان سے حمید نے حدیث بیان کی اور حمید نے کہا کہ میں نے انس رضؓ سے سنا حضرت عمرؓ کے حوالہ سے۔

تشریح امام بخاریؒ نے کتاب الصلوٰۃ ص۵۸ میں بطور مذاکرہ اس کو بھی ذکر کیا ہے وہاں ایک نسخہ میں اس طرح ہے وقال ابوعبد اللہ وقال ابن ابی مریم الخ وابوعبداللہ ھوالبخاریؒ

باب قوله تعالیٰ واذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت واسماعیل ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم، القواعد اساسه واحدتها قاعدة والقواعد من النساء واحدها قاعد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد واذ یرفع ابراهیم (الم پ ع ۱۵) اور یاد کیجئے وہ وقت) جب ابراہیمؑ خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھارہے تھے اور اسمٰعیل بھی (اور دعا کرتے جاتے تھے) اے ہمارے پروردگار ہم سے یہ قبول فرمالے یقیناً تو ہی سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ قواعد جس کے معنی بنیاد کے آتے ہیں اس کا واحد قاعدہ بالتاء آتا ہے اور القواعد من النساء۔ یعنی وہ عمر رسیدہ عورتیں جو حمل اور حیض کے قابل نہ رہی ہوں اس کا واحد قاعد بغیر التاء ہے بروزن حائض۔

(۱۱) حدثنا اسمعیل قال حدثنی مالك عن ابن شهاب عن سالم بن عبد اللہ ان عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر اخبر عبد اللہ بن عمر عن عائشة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال الم تری ان قومك بنوا الكعبة واقتصروا عن قواعد ابراهیم فقلت یارسول اللہ الا تردها علی قواعد ابراهیم قال لولا حدثان قومك بالكفر فقال عبد اللہ بن عمر لئن كانت عائشة سمعت من هذا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما اری رسول اللہ ترك استلام الركنین اللذین یلیان الحجر الا ان البیت لم یتمم علی قواعد ابراهیم :۔

ترجمہ:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان سے یعنی عائشہ رضؓ سے) فرمایا۔ کیا دیکھتی نہیں کہ جب تمھاری قوم (قریش) نے

کعبہ کی تعمیر کی اور ابراہیمؑ کی بنیادوں سے کم کر دیا (یعنی چھوٹا کر دیا) تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر آپ ابراہیمؑ کی بنیادوں پر اس کو کیوں نہیں بنوا دیتے؟ آپؐ نے فرمایا۔ اگر تیری قوم ابھی نئی نئی کفر سے نکلی نہ ہوتی (یعنی کفر کا زمانہ ابھی قریب سے نہ گذرا ہوتا تو بے شک میں ایسا ہی کرتا) ابن عمرؓ نے فرمایا۔ اگر ——— حضرت عائشہؓ نے اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے (اور بلاشبہ ضرور سنی ہے کیونکہ وہ صادقہ اور حافظہ تھیں) تو میں سمجھتا ہوں کہ یہی وجہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں رکنوں کا استلام ترک کر دیتے جو حطیم کے متصل تھے (یعنی حطیم کے متصل جو دیواروں کے کونے ہیں ان کو عندالطواف بوسہ نہیں دیتے تھے) کیونکہ خانہ کعبہ حضرت ابراہیمؑ کی بنیاد پر پورا نہیں تھا۔

حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر میں حطیم۔ خانہ کعبہ میں داخل تھا، قریش نے روپے کی کمی کی وجہ سے خانہ کعبہ کو مختصر اور چھوٹا کر دیا اور حطیم کو خانہ کعبہ سے خارج کر دیا، اسی وجہ سے طواف میں حطیم کو شامل کر لیتے ہیں اس اس کی تفصیل کتاب الحج میں ہو گی انشاء اللہ۔

تشریح مطابقته للآیة فی قوله واقتصروا من قواعد ابراهیم۔ والحدیث مضی فی الحج ص۲۱۵ حِدثان بکسر الحاء وسکون الدال وفتح الثاء المثلثة مصدر ہے از نصر، حدث یحدث حدوثا وحدثانا، نوپید ہونا، آغاز و شروع ہونا، لولا حدثان قومك بالکفر اگر تیری قوم کے کفر کا زمانہ ابھی نیا اور تازہ نہ ہوتا بلکہ ان کے کفر کا زمانہ پرانا ہو چکا ہوتا، یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے ای موجود یعنی کفر کا قرب زمانہ موجود ہے اگر یہ قرب نہ ہوتا تو لرددتها علی قواعد ابراهیم۔

مَا اُرٰی بضم الهمزة ای ما اظن، الحِجر بکسر الحاء وسکون الجیم یعنی حطیم، وہ دیوار جو کعبہ کے مغربی جانب گول اٹھی ہے، نیز حجر ثمود کا وہ مقام جو شام اور مدینہ کے درمیان واقع تھا اور غزوہ تبوک کے سفر میں راستہ میں پڑا تھا، لیکن یہاں اول ہی مراد ہے۔

باب قول اللہ تعالٰی قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا

ای هذا باب قول اللہ تعالٰی الخ اکثر شروح بخاری میں بابٌ بالتنوین ہے ای هذا بابٌ، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ولم یثبت لفظ باب الا فی روایة ابی ذر۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد" قولوا آمنا الآیہ پ ۱ ع ۱۶) سے مراد قرآن مجید ہے، اور قولوا سے خطاب مسلمانوں کو ہے۔

(۱۲) حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا عثمٰن بن عمر قال اخبرنا علی بن المبارك عن یحییٰ بن کثیر عن ابی سلمة عن ابی هریرة قال کان اهل الکتاب یقرؤن التوراة بالعبرانیة ویفسرونها بالعربیة لاهل الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا تصدقوا اهل الکتاب ولا تکذبوهم وقولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا۔ الآیہ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ اہل کتاب (یہود) تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے

تھے اور مسلمانوں کے سامنے اس کی تفسیر عربی میں کرتے تھے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ ان کی تکذیب کرو بلکہ تم (اے مسلمانو!) کہو آمنا باللہ الخ یعنی ہم تو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس (حکم) پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا الخ

تشریح مطابقته للآیة فی قوله آمنا باللہ وما انزل الینا ۔
والحدیث ذکرہ البخاری فی الاعتصام ص۱۰۹۴ وفی التوحید ص۱۱۲۵ وھٰنا فی التفسیر ص۶۴۴۔

آسمانی کتابوں کے متعلق توقف کا حکم

مسلمانوں کے لئے بلاشبہ قرآن مجید پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ پچھلی آسمانی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے جیسا کہ پہلے پارہ کے پہلے رکوع میں مومن کے اوصاف میں بالتصریح بتایا گیا والذین یومنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك۔ الآیۃ۔

فرق صرف اتنا ہے کہ پچھلی کتابوں پر اتنا اجمالی ایمان کافی ہوگا کہ حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر کتابیں ضرور نازل کیں اور جو کچھ حق تعالیٰ نے ان کتابوں میں نازل فرمایا تھا وہ سب حق تھا۔ اس زمانہ کے لئے وہی واجب العمل تھا، مگر قرآن نازل ہونے کے بعد چونکہ پچھلی کتابیں سب منسوخ ہوگئیں تو اب صرف عمل قرآن مجید پر ہی ہوگا۔

چونکہ توریت میں تحریف ہوچکی تھی، وہ اپنی اصلی شکل وصورت میں نہیں تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو توقف کا حکم دیا ہے، کیونکہ یہود جو کچھ بیان کریں گے دو حال سے خالی نہیں تم اگر تصدیق کرتے ہو اور ہوسکتا ہے کہ وہ حکم درحقیقت صحیح نہ ہو، بلکہ تحریف شدہ ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ تم تکذیب کردو، درانحالیکہ وہ صحیح اور درست ہو تو تم حرج میں مبتلا ہوجاؤ گے، چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے احکام وشرائع میں جزوی فرق رہا ہے اس لئے توقف لازم ہے۔

ص۶۴۴: ﴿باب قوله سیقول السفھاء من الناس ما ولّٰھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا قل للہ المشرق والمغرب یھدی من یشآء الی صراط مستقیم﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ۲ ع۱) اب بے وقوف لوگ ضرور کہیں گے کہ مسلمانوں کو کس چیز نے پھیر دیا ان کو اس قبلہ سے (یعنی بیت المقدس سے) جس پر وہ تھے آپ فرما دیجئے کہ مشرق ومغرب سب اللہ ہی کی ملک ہیں وہ جسے چاہتے ہیں سیدھی راہ تبلا دیتے ہیں۔

تشریح سفھاء سفیہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں کم عقل، بے وقوف، من الناس مراد یہود ہیں کیونکہ قبلہ کی تحویل پر سب سے زیادہ ہنگامہ کیا تھا اور یہودیوں کا خیال تھا کہ قبلہ بیت المقدس کبھی منسوخ نہیں ہوسکتا ہے۔

عند البعض منافقین مراد ہیں کیونکہ مسلمانوں پر اعتراضات کی فکر میں ہمیشہ لگے رہتے، اور بعض مفسرین اس

کا مصداق مشرکین کو قرار دیتے ہیں، کیونکہ قبلہ کی تبدیلی پر انھوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ بھی عجیب ہے کہ اپنے آبائی قبلہ (یعنی ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کا قبلہ بیت اللہ) کو چھوڑ دیا اور پھر اسی آبائی قبلہ کی جانب توجہ کی، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آبائی دین کو بھی عنقریب اختیار کرلیں گے کما قال العلامۃ العینی رح وهم اليهود لكراهتهم التوجه الى الكعبة وانهم لا يرون النسخ. وقيل المنافقون بحرصهم على الطعن والاستهزاء، وقيل المشركون قالوا رغب عن قبلة آبائه ثم رجع اليها والله ليرجعن الى دينهم. (عمدہ ۱۸/۹۴)۔

(۱۳) حدثنا ابو نعیم سمع زهيرا عن ابی اسحٰق عن البراء ان النبی صلی الله عليه وسلم صلى الى بيت المقدس ستة عشر او سبعة عشر شهرا وكان يعجبه ان تكون قبلته قبل البيت وانه صلى او صلاها صلوة العصر وصلى معه قوم فخرج رجل ممن كان صلى معه فمر على اهل المسجد وهم راكعون قال اشهد بالله لقد صليت مع النبی صلی الله عليه وسلم قبل مكة فداروا كما هم قبل البيت وكان الذى مات على القبلة قبل ان تحول قبل البيت رجال قتلوا ولم ندر ما نقول فيهم فانزل الله. وما كان الله ليضيع ايمانكم ان الله بالناس لرؤف رحيم ❊

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازب رض سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ یا سترہ ماہ (مدینہ میں) بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی، اور آپ (طبعًا) پسند کرتے تھے کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ کی طرف ہوجائے، اور آپ نے عصر کی نماز پڑھی یا (شک راوی) آپ نے بیت اللہ کی طرف رخ کرکے عصر کی نماز پڑھی، ان میں سے ایک صحابی جو آپ کے ساتھ نماز پڑھ چکے تھے نکلے اور وہ (مدینہ کی) ایک اور مسجد والوں کے پاس سے گذرے وہ لوگ نماز ادا کر رہے تھے (بیت المقدس کی طرف رخ کرکے) اس صحابی نے کہا "میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے (ابھی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف نماز پڑھی، یہ سنتے ہی لوگ بیت اللہ کی طرف گھوم گئے، اور کچھ لوگ وہ تھے جو بیت اللہ کی طرف قبلہ بدلنے سے قبل وفات پاگئے تھے، شہید ہوگئے تھے اور اگلے ہی قبلہ کی طرف نماز پڑھتے تھے، ہم نہیں سمجھ سکے کہ ان کے متعلق کیا کہیں؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وما كان الله ليضيع ايمانكم الآية یعنی اللہ ایسا نہیں ہے جو تمھارا ایمان (یعنی تمھاری نماز) ضائع کردے بلا شبہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت ہی شفیق اور رحیم ہیں۔

تشریح مطابقته للاٰية ظاهرة فى قوله "صلى الى بيت المقدس"۔ والحديث مضى فى كتاب الايمان ص۱۰ وهنا فى التفسير ص۶۴۴۔

قبل البيت بكسر القاف وفتح الباء الى جهة الكعبة، صلوة العصر بالنصب بدل من الضمير المنصوب الذى فى صلاها، فخرج رجل هو عباد بن بشر او عباد بن نهيك۔

تحویل قبلہ تحویل قبلہ کے اندر پانچ مباحث ہیں ۱۔ تاریخ تحویل یعنی تحویل قبلہ کا حکم کس سال اور کس مہینہ میں ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ۲ھ ۱۵ رجب بروز دوشنبہ تحویل قبلہ یعنی بیت اللہ کے استقبال کا حکم ہوا۔

۲۔ مقام تحویل یعنی تحویل قبلہ کا حکم سب سے پہلے کہاں ہوا، مسجد نبوی میں یا مسجد بنی سلمہ میں، اس میں دو قول وقیع ہے اور دونوں کے پاس دلائل ہیں۔ مشہور قول یہ ہے کہ قبیلہ بنی سلمہ میں بشر بن براء کا انتقال ہوگیا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ کے لئے تشریف لے گئے، یہ مقام مسجد نبوی سے تین میل کے فاصلہ پر ہے، جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ سے احضر تناول فرمانے کی درخواست کی گئی تو آپ نے منظور فرمالیا، اتنے میں ظہر کا وقت ہوگیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز مسجد بنی سلمہ میں ادا فرمائی، دو رکعت کے بعد عین نماز میں بیت اللہ کے استقبال کا حکم ہوگیا تو آپ معہ صحابہؓ کے بیت اللہ کی طرف متوجہ ہوگئے اور تمام نمازیوں کی صفیں مقدم مؤخر ہوگئیں، چنانچہ آج تک اس مسجد میں دونوں محرابیں بنی ہوئی ہیں، اور مسجد بنی سلمہ کو مسجد ذوالقبلتین کہنے لگے، یہی اہل سیر وتاریخ کہتے ہیں اور یہی حافظ عسقلانی کے نزدیک راجح ہے اس قول پر تطبیق بین الروایات اس طرح ہوگی۔

جس نے یہ روایت کی کہ سب سے پہلے بیت اللہ کی جانب ظہر کی نماز پڑھی گئی، اس نے ابتدار تحویل کا لحاظ کیا اور مسجد بنی سلمہ (مسجد قبلتین) کی نماز ظہر کو مراد لیا۔ اور جس نے عصر کی نماز کو اول قرار دیا جیسا کہ بخاری شریف کی یہ روایت اور کتاب الایمان کی روایت ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ مسجد نبوی میں سب سے پہلے بیت اللہ کی طرف عصر کی نماز پڑھی گئی، یا یہ کہا جائے کہ سب سے پہلے کامل نماز جو بیت اللہ کی طرف پڑھی گئی وہ نماز عصر تھی۔ مقام تحویل میں دوسرا قول علامہ سیوطی اور علامہ آلوسی وغیرہ کا ہے کہ سب سے پہلے تحویل قبلہ کا حکم مسجد نبوی میں ہوا، پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ ظہر سے قبل ہوا اور سب سے پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کی طرف ظہر کی نماز ادا فرمائی جیسا کہ طبرانی کی معجم کبیر اور مسند بزار کے حوالہ سے مجمع الزوائد نے ایک روایت نقل کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ابوسعید بن معلی بیان کرتے ہیں کہ ہماری عادت تھی کہ جب ہم کہیں مسجد کے قریب سے گذرتے تھے تو مسجد میں جاکر کچھ نوافل پڑھتے، اتفاقاً ایک دن میں اور میرا ایک ساتھی مسجد نبوی کے قریب سے گذر رہے تھے، ظہر سے پہلے کا وقت تھا دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے سامنے ایک مجمع ہے تو میں نے دل میں کہا کہ آج کوئی خاص بات معلوم ہوتی ہے اس لئے میں بھی مجمع میں شریک ہوگیا تو ہم نے سنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرمائی قد نری تقلب وجهك فی السماء الآیة، جس کا حاصل یہ ہے کہ خداوند قدوس نے خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر فرمادیا، ابوسعید فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھی سے کہا تعال نرکع رکعتین قبل ان ینزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنکون اول من صلی فصلینا هما ثم نزل رسول اللہ صلی اللہ

علیه وسلم فصلی الناس الظهر یومئذ اس روایت کو علامہ آلوسی رح نے بھی نقل کیا ہے (روح المعانی پ۲) یعنی میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر سے اترنے کے قبل ہی دو رکعتیں پڑھ لیں تاکہ ہم سب سے پہلے نماز پڑھنے والے ہو جائیں (یعنی بیت اللہ کی طرف) چنانچہ ہم دونوں نے دو رکعتیں پڑھیں اس کے بعد آپ منبر سے اترے اور آپ نے نماز ظہر پڑھائی۔

اس روایت سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ تحویل قبلہ کا حکم نماز ظہر سے قبل ہوا، نیز اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پوری نماز جو خانہ کعبہ کی طرف پڑھی گئی وہ نماز ظہر ہے ۔ لیکن بخاری شریف کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے عصر کی نماز خانہ کعبہ کی جانب پڑھی گئی اور ظاہر ہے کہ تعارض کے وقت بخاری شریف کی روایت کو ترجیح ہوگی۔

دفع تعارض جس نے یہ کہا کہ سب سے پہلے ظہر کی نماز خانہ کعبہ کی جانب پڑھی گئی اس نے ابتداء تحویل کا لحاظ کیا، اور مسجد بنی سلمہ کی نماز ظہر مراد لی ۔ اور حدیث بخاری میں عصر کی نماز کو اول قرار دیا گیا اس کا مقصد یہ ہے کہ مسجد نبوی میں سب سے پہلے خانہ کعبہ کی جانب نماز عصر پڑھی گئی، یا یہ کہا جائے کہ سب سے پہلے پوری کعبہ کی جانب نماز عصر پڑھی گئی اور اہل قبا کو بوقت فجر تحویل قبلہ کا علم ہوا پس روایات مختلفہ ظہر، عصر، اور فجر میں بخوبی تطبیق دی جاسکتی ہے۔

۳۔ تیسری بحث وقت تحویل یعنی جس وقت تحویل قبلہ کا حکم ہوا تھا وہ نماز ظہر تھی یا عصر یا مابینہما؟ اس کا جواب دوسری بحث "مقام تحویل" میں آگیا۔

۴۔ ہجرت سے قبل قبلہ کیا تھا؟ یعنی آپ ہجرت سے پہلے کس جانب متوجہ ہو کر نماز پڑھتے تھے؟ تین اقوال ملتے ہیں

۱۔ متعدد کتابوں میں حضرت ابن عباس رض کی یہ روایت موجود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے بیت المقدس ہی کی طرف نماز پڑھتے تھے، البتہ اس بات کی رعایت رکھتے تھے کہ خانہ کعبہ کا استقبال بھی ہو جائے وقد صححه الحاکم وغیرہ من حدیث ابن عباس رض (فتح ص۵۵ قسطلانی ص۱۰۳)

۲۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے قبل صرف بیت المقدس کا استقبال کرتے تھے۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ مکہ معظمہ کے قیام میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ ہی کی طرف توجہ فرماتے تھے، جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو بیت المقدس کی طرف استقبال کا حکم ہوگیا، حافظ عسقلانی رح نے اس تیسرے قول کو ضعیف قرار دیا ہے، کیونکہ اس میں تکرار نسخ لازم آتا ہے، لہذا پہلا قول اصح اور قوی ہے واللہ اعلم

۵۔ پانچویں بحث یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں استقبال بیت المقدس کی مدت کیا ہے؟ اس سلسلے میں تین طرح کے روایات ملتے ہیں ۔ بخاری شریف کی اس روایت میں سولہ یا سترہ مہینے کا تذکرہ شک کے ساتھ ملتا ہے، اور مسلم شریف، نسائی اور مسند ابن حنبل میں بغیر شک کے ستة عشر شہراً ہے اور بعض روایت سترہ کی ہے بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے، تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ آپ ربیع الاول کے مہینہ میں

مدینہ منورہ تشریف لائے، حضرت ابن عباس رضؓ کی روایت کے مطابق آپ بارہ ربیع الاول کو بروز دوشنبہ مدینہ منورہ پہنچے اور جمہور کا صحیح قول یہ ہے کہ اگلے سال ۱۵ رجب کو تحویل قبلہ کا حکم آیا، پس بارہ ربیع الاول ۱۵ رجب تک سولہ ماہ اور تین دن ہوتے ہیں، اب جن حضرات نے ماہ دخول یعنی ربیع الاول اور ماہ تحویل یعنی رجب دونوں مہینوں کو مستقل شمار کرلیا تو سترہ ذکر کیا اور جن حضرات نے دونوں مہینوں کو ملاکر ایک شمار کیا اور کسر کو چھوڑ دیا تو انھوں نے سولہ ذکر کیا، اور جن حضرات کو شک وتردد تھا انھوں نے شک کے ساتھ بیان کیا (فتح الباری پ۹ عمدہ ص۲۴۵)

باب قوله وكذٰلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا :-
اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (وکذٰلک جعلناکم الآیۃ پ ع۱) اور اسی طرح ہم نے تم (مسلمانوں) کو امت وسط (امت عدل) بنادیا ہے تاکہ تم گواہ رہو لوگوں پر اور رسول گواہ رہیں تم پر"

تشریح وسط کے معنی بہتر اور عمدہ کے آتے ہیں، امت وسط سے مراد ایک ایسا اعلیٰ اور اشرف گروہ ہے جو عدل وانصاف اور توسط کی روش پر قائم ہو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو۔

اہل بدعت کی جہالت وسفاہت

بعض بدعتی حضرات کہتے ہیں کہ آیت کریمہ ویکون الرسول علیکم شہیدا میں حق تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت پر گواہ فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ ہر امتی کے ساتھ موجود ہوتے ہیں اور اس کی تمام حرکات وسکنات کو دیکھتے ہیں ورنہ گواہ نہیں بن سکتے، پس اس سے ثابت ہوا کہ آپ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر وناظر ہیں۔

جواب: ع:۔ بریں عقل ودانش بباید گریست۔

یہ انتہائی جہالت ہے کہ گواہ صرف وہی شخص بن سکتا ہے جو موقع پر موجود ہو اور واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھے حالانکہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوسعید خدری رضؓ کی روایت آرہی ہے جسکے آخر میں ہے .. من یشهد لك فيقول محمد وامته فيشهدون انه قد بلغ الخ حق تعالیٰ فرمائینگے کہ اے نوح آپ کا گواہ کون ہے تو حضرت نوح ؑ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گواہی دے گی کہ نوح ؑ نے اپنی امت کو تبلیغ کی یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو امت تک پہنچا دیا تھا (ملاحظہ ہو حدیث ص۱۲) اب ان جاہل بدعتیوں سے دریافت کیا جائے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نوح ؑ کے وقت موجود تھی؟ آنکھوں سے دیکھا تھا؟ یا صرف مخبر صادق کی خبر پر یقین ہونے کی وجہ سے گواہی دی، علمائے اسلام کا فیصلہ ہے کہ گواہی کے لئے واقعہ کا آنکھوں سے مشاہدہ کرنا ضروری نہیں ہے، مفید الیقین علم شہادت کے لئے کافی ہے کیونکہ قرآن حکیم میں وارد ہے وشهد شاهد من اهلها ان كان قميصه قد من قبل (الآیۃ پ۱۲ ع ۱۳) اس آیت میں گواہ اس شخص کو فرمایا جس نے زلیخا کی دست اندازی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ نہیں کیا تھا بلکہ محض علامت کی بناپر گواہی دی، تو معلوم ہوا کہ گواہی کے لئے مشاہدہ ضروری نہیں، اسی

طرح اگر ایک شخص موقع پر موجود نہ ہو لیکن واقعہ کی خبر اس شخص تک ایسے معتبر اور قابل اعتماد ذریعہ سے پہونچ جائے جس سے اس کو اس واقعہ کی صداقت کا یقین ہو جائے تو اس کے لئے گواہی دینا جائز ہے، چنانچہ ہدایہ جلد ثانی ص۱۵۷ پر ہے "انما یجوز للشاهد ان یشهد بالاشتهار وذلك بالتواتر واخبار من یثق به" نیز اگر یہ بدعتی حضرات اس آیت ویکون الرسول علیکم شهیدا سے آنحضور صلعم کا حاضر وناظر ہونا ثابت کر رہے ہیں تو ان کو چاہئے کہ ساری امت محمدیہ کو حاضر وناظر کہیں کیونکہ اس آیت میں لتکونوا شهداء سے ساری امت مراد ہے بلکہ آنحضور م تو صرف اس امت کے گواہ ہوں گے لیکن یہ امت محمدیہ تو تمام امتوں پر گواہ ہیں جیسا کہ لتکونوا شهداء علی الناس سے ظاہر ہے۔

(۱۴) حدثنا یوسف بن راشد قال حدثنا جریر وابو اسامه واللفظ لجریر عن الاعمش عن ابی صالح وقال ابو اسامة حدثنا ابو صالح عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یُدعیٰ نوح یوم القیامة فیقول لبیك وسعدیك یا رب فیقول هل بلغت فیقول نعم فیقال لامته هل بلغکم فیقولون ما اتانا من نذیر فیقول من یشهد لك فیقول محمد وامته فیشهدون انه قد بلغ ویکون الرسول علیکم شهیدا فذلك قوله جل ذکره "وکذلك جعلناکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا" والوسط العدل:۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز حضرت نوح ع کو بلایا جائے گا، وہ عرض کریں گے۔ لبیک وسعدیک یا ربّ۔ (اے پروردگار میں حاضر ہوں) پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، کیا تو نے تبلیغ کی تھی؟ (یعنی کیا میرا پیغام لوگوں تک پہنچایا تھا؟) نوح ع عرض کریں گے کہ میں نے پہونچا دیا تھا، پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا، کیا نوح ع نے تمھیں پیغام پہونچایا تھا؟ تو وہ لوگ کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، پھر اللہ تعالیٰ (نوح ع سے) فرمائیں گے کون ہے جو آپ کے لئے گواہی دے گا؟ وہ فرمائیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت، چنانچہ آنحضور م کی امت گواہی دیں گے کہ بیشک نوح ع نے پیغام پہونچا دیا تھا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ ہوں گے (کہ ان لوگوں نے سچی گواہی دی) یہی مراد ہے ارشاد خداوندی "وجعلناکم الآیۃ سے آیت مبارکہ میں وسط بمعنی عدل ہے یعنی بہترین اور عمدہ۔

تشریح مطابقته للآیة ظاهرة فی قوله "وکذلك جعلناکم" الآیة والحدیث قد مضی فی کتاب الانبیاء ص۴۷۰ وهنا فی التفسیر ص۶۴۵۔

ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ حضرت نوح ع کی امت کے علاوہ قوم ہود، قوم صالح اور قوم شعیب وغیرہ پر بھی گواہی دے گی کہ ہم نے آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ

انبیائے کرام نے اپنی اپنی امت کو اللہ کا پیغام پہونچا دیا تھا لیکن لوگوں نے نبی کی تکذیب کی۔

ص۶۴۵ باب قوله وما جعلنا القبلة التي كنت عليها الا لنعلم من يتبع الرسول ممن ينقلب على عقبيه وان كانت لكبيرة الا على الذين هدى الله وما كان الله ليضيع ايمانكم ان الله بالناس لرؤف رحيم:۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ۲) اور جس قبلہ پر آپ اب تک تھے (یعنی بیت المقدس) اُسے تو ہم نے محض اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم پہچان لیں رسول کے اتباع کرنے والوں کو (بمقابلہ) الٹے پاؤں واپس جانے والوں کے، اور یہ قبلہ کا بدلنا بہت شاق ہے مگر ان لوگوں پر نہیں جنھیں اللہ نے ہدایت فرمائی ہے، اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع ہوجانے دے تمھارے ایمان کو (یعنی تمھاری نماز) اور اللہ تو بڑا شفیق اور مہربان ہے۔

تشریح وان كانت إن مخففہ من المثقلہ ہے اور کانت کی ضمیر راجع الی القبلہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اصل قبلہ تو آپ کا خانہ کعبہ ہے، لیکن عارضی طور پر جو بیت المقدس قبلہ بنایا تھا اس سے صرف امتحان مقصود تھا۔

(۱۵) حدثنا مسدد قال حدثنا يحيى عن سفيان عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر بينا الناس يصلون الصبح في مسجد قباء اذ جاء جاء فقال انزل الله على النبي صلى الله عليه وسلم قرآنا ان يستقبل الكعبة فاستقبلوها فتوجهوا الى الكعبة:۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ لوگ مسجد قبا میں صبح کی نماز پڑھ ہی رہے تھے کہ ایک صاحب (عباد بن بشرؓ) آئے اور انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا ہے کہ آپ کعبہ کا استقبال (نماز میں) کریں لہذا آپ لوگ بھی کعبہ کی طرف رخ کر ڈالئے چنانچہ سارے لوگ اسی وقت کعبہ کی طرف پھر گئے

تشریح مطابقته للآية توخذ من قوله " انزل الله على النبي قرآنا ان يستقبل الكعبة "۔ والحديث مضى في الصلوٰة ص۵۸ وهنا في التفسير ص۶۴۵)

باب قوله قد نرى تقلب وجهك في السماء الى، عما تعملون۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ۲ ع۱) اے نبی ہم آپ کے منھ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں اس لئے ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جو آپ کو پسند ہے، ارشاد عما تعملون تک۔

(۱۶) حدثنا علي بن عبد الله قال حدثنا معتمر عن ابيه عن انس قال لم يبق ممن صلى القبلتين غيري۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ان صحابہ میں سے جنھوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی تھی میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔

تشریح مطابقته للاٰیة توخذ من قوله، ممن صلی القبلتین، لان الاٰیة مشتملة علی امر القبلتین — والحدیث اخرجہ النسائی۔ (عمدہ)

ممن صلی القبلتین یعنی الصلوٰة الی بیت المقدس و الی القبلة یعنی دونوں قبلوں سے مراد بیت اللہ اور بیت المقدس ہے۔

لم یبق کوئی باقی نہیں رہا، سے مراد یہ ہے کہ اب ان صحابہ میں سے خواہ مہاجرین میں ہوں یا انصار میں سے جو دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھا ہو میرے سوا بصرہ میں کوئی باقی نہیں رہا۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے آخر عمر میں یہ ارشاد فرمایا تھا، حضرت انس رضؓ کی وفات ۹۰ھ یا ۹۱ھ یا ۹۳ھ میں ہوئی، اور آپ کی عمر صحیح ترین قول یہ ہے کہ آپ کی عمر ایک سوتین برس کی ہے اور بعض کے نزدیک ایک سو تیس سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔

باب قوله- ولئن اتیت الذین اوتوا الکتٰب بکل اٰیة ما تبعوا قبلتك الی قوله انك اذا لمن الظلمین۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور اگر آپ ان لوگوں کے سامنے جن کو کتاب مل چکی ہے ساری ہی نشانیاں لے آئیں جب بھی یہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے، تا ارشاد انك اذا لمن الظلمین۔

(۱۷) **حدثنا** خالد بن مخلد قال حدثنا سلیمٰن قال حدثنی عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر بینا الناس فی الصبح بقباء جاءهم رجل فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قد انزل علیه اللیلة قرآنٌ وامران یستقبل الکعبة الا فاستقبلوها وکان وجه الناس الی الشام فاستداروا بوجوههم الی الکعبة۔

ترجمہ :- حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اس اثناء میں کہ لوگ قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص (عباد بن بشرؓ) وہاں آئے اور کہا کہ رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا ہے اور حکم دیا گیا ہے (نماز میں) کعبہ کی طرف استقبال کرنے کا، پس آپ لوگ بھی کعبہ کا استقبال کریجئے اور (راوی حدیث حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ) لوگوں کا رخ اس وقت شام (بیت المقدس) کی طرف تھا اس وقت سارے لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

تشریح مطابقته للاٰیة یعنی حدیث پاک کی مطابقت ترجمۃ الباب سے بالالتزام ہے، چونکہ آیت کریمہ میں ہے ماتبعوا قبلتك یعنی یہ یہود بے بہود ساری نشانیوں اور دلائل کے باوجود آپ کا قبلہ تسلیم نہیں کریں گے اور نہ ہی کعبہ کی طرف نماز پڑھیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان تسلیم کرینگے چنانچہ حدیث شریف میں اس کی تصریح ہے کہ اہل قباء نے تسلیم کیا اور نماز ہی میں کعبہ کی طرف پھر گئے والحدیث مر عن قریب۔

خالد بن مخلد. بفتح المیم وسکون الخاء البجلی الکوفی وقد انزل علیه اللیلة قرآن بالتنکیر لان المراد البعض

الی قوله تعالیٰ قد نریٰ تقلب وجهك فی السماء الآیات ، و اطلق اللیلة علی بعض الیوم الماضی ومایلیه مجازا (قسطلانی)

وقد امر بضم الهمزة مبنیا للمفعول ای امر الله تعالیٰ نبیه صلی الله علیه وسلم، ولئن اتبعت اھواءھم آیت کریمہ میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر مراد امت ہے (عمدہ)

م۶۴۵ ❖ باب قوله الذین اٰتیناھم الکتٰب یعرفونه کما یعرفون ابناءھم وان فریقا منھم لیکتمون الحق الیٰ قوله من الممترین۔ ❖

اللہ کا ارشاد (پ ع۱) جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات و انجیل دی ہے وہ آپ کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو اور بے شک ان میں کے کچھ لوگ حق کو چھپاتے ہیں، تا ارشاد من الممترین۔

تشریح الذین اٰتیناھم الکتٰب مبتدا ہے جس کی خبر یعرفونه ہے مطلب یہ ہے کہ یہ اہل کتاب آپ کو خوب پہچان گئے تھے کہ آپ ہی نبی مبشر پیغمبر آخر الزماں ہیں لیکن عناداً آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔

(۱۸) ❖ حدثنا یحیی بن قزعة قال حدثنا مالك عن عبد الله بن دینار عن ابن عمر قال بینا الناس بقباء فی صلوة الصبح اذ جاءھم اٰتٍ فقال ان النبی صلی الله علیه وسلم قد انزل علیه اللیلة قراٰن وقد امر ان یستقبل الکعبة فاستقبلوھا وکانت وجوھھم الی الشام فاستداروا الی الکعبة۔ ❖

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ لوگ مسجد قباء میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک صاحب (مدینہ سے عباد بن بشرؓ) ان کے پاس آئے اور کہا کہ رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ نماز میں کعبہ کا استقبال کیا کریں اس لئے آپ لوگ بھی کعبہ کا رخ کر لو اسوقت ان لوگوں کا رخ شام (بیت المقدس) کی طرف تھا چنانچہ سب نے اپنا رخ کعبہ کی طرف پھیر لیا۔

تشریح مطابقته للآیة؛ حسب سابق حدیث کی مطابقت بطور دلالت التزامی ہے جو ادنیٰ تامل سے معلوم ہو جائے گا والحدیث قد مضی الآن یعنی حدیث ۱۵ م۶۴۵ وایضاً سیاتی حدیث م۱۰ و ۱۱

۔ باب قوله ولکل وجھة ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات اینما تکونوا یات بکم الله جمیعا ان الله علی کل شئ قدیر۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ ع۲) اور ہر ایک کے لئے (خواہ یہود ہو یا نصاریٰ) ایک رخ ہوتا ہے (یعنی قبلہ رہا ہے) جدھر وہ (نماز میں) منہ کرتا رہا ہے، سو تم نیکیوں کی طرف بڑھو تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تم سب کو حاضر کریں گے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح:۔ حاصل ان آیات کا یہ ہے کہ تاریخ سے خوب خوب ثابت ہے کہ ہمیشہ تمام قوموں کا کوئی نہ کوئی قبلہ رہا

ہے، مثلاً حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کا قبلہ خانہ کعبہ، یہودیوں کا بیت المقدس اور نصاریٰ کا سمت مشرق (یعنی مطلع آفتاب) اور یہ تمام قومیں ایک قبلہ پر کبھی بھی متحد نہیں رہیں پھر اگر مسلمانوں کا ایک قبلہ متعین کر دیا گیا ہے تو بحث ومباحثہ اور اعتراض کیوں؟ بلاچون وچرا تسلیم کرنا چاہیئے۔

(۱۹) حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا یحیی عن سفیان قال حدثنی ابواسحاق قال سمعت البراء قال صلینا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحو بیت المقدس ستۃ عشر او سبعۃ عشر شھرا ثم صرفہ نحو القبلۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ یا سترہ مہینے تک (مدینہ میں) بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی، پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو قبلہ (کعبہ) کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا۔

تشریح: مطابقتہ للآیۃ توخذ من معناھا یعنی آیت کریمہ کے مفہوم سے مطابقت ظاہر ہے والحدیث اخرجہ مسلم والنسائی فی الصلوۃ۔

ثم صرفہ الخ ای صرف اللہ نبیہ الی الکعبۃ اور بعض نسخہ بصیغہ جمع ہے ثم صرفوا بالضم اول ملبنیا للمفعول ای صرف اللہ نبیہ واصحابہ (قسطلانی)

ص ۶۴۵ باب قولہ ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام وانہ للحق من ربک وما اللہ بغافل عما تعملون ہ شطرہ تلقاءہ:۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ۲ ع۲) اور آپ جس جگہ سے بھی (سفر میں) باہر نکلیں اپنا منہ (نماز میں) مسجد حرام کی طرف پھیر لیا کریں اور یہ آپ کے پروردگار کی طرف سے امر حق ہے اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو تم کر رہے ہو۔ شطرہ بمعنی تلقاءہ یعنی مسجد حرام کی طرف

تشریح:۔ وانہ للحق ای المامور بہ وھو التوجہ الی الکعبۃ۔

(۲۰) حدثنا موسی بن اسمٰعیل قال حدثنا عبدالعزیز بن مسلم قال حدثنا عبداللہ بن دینار قال سمعت ابن عمر یقول بین الناس فی الصبح بقباء اذجاءھم رجل فقال انزل اللیلۃ قرآن فامران یستقبل الکعبۃ فاستقبلوھا واستداروا کھیأتھم فتوجھوا الی الکعبۃ وکان وجہ الناس الی الشام۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر کا بیان ہے کہ لوگ قباء میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک صاحب (عباد بن بشر رضی اللہ عنہ) وہاں پہنچے اور کہا کہ رات قرآن نازل ہوا ہے اور کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم ہوا ہے اس لئے آپ لوگ بھی کعبہ کی طرف رخ کر لیجئے اور جس حالت میں ہیں اسی حال میں اس کی طرف متوجہ ہو جائیے چنانچہ تمام صحابہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس وقت لوگوں کا رخ شام (بیت المقدس) کی طرف تھا۔

تشریح:۔ مطابقتہ للآیۃ من قولہ "فتوجھوا الی الکعبۃ" والحدیث مر مراراً۔

❁ - باب قولہ تعالیٰ ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم - الی قولہ - ولعلکم تھتدون :- ❁

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ۲ ع ۲) اور آپ جس جگہ سے باہر نکلیں اپنا منھ مسجد حرام کی طرف موڑ لیا کریں اور تم لوگ بھی جہاں کہیں ہو اپنا منہ اس کی طرف کرلیا کرو - تا - لعلکم تھتدون۔

تشریح قال القسطلانی رح ھذا امر ثالث منه تعالیٰ باستقبال الکعبة واختلف فی حکمة التکرار فقیل تاکید لانه اول ناسخ وقع فی الاسلام علی مانص علیه ابن عباس رضؓ وغیره والنسخ من مظان الفتنة والشبهة فبالحری ان یوکد امرها ویعاد ذکرها مرة بعد اخری وقیل انه منزل علی احوال فالاول لمن هو مشاهد للکعبة والثانی لمن هو فی مکة غائبا عن مشاهدة الکعبة، والثالث لمن هو فی غیرها من البلدان — اوالاول لمن بمکة والثانی لمن هو بغیرها من البلدان والثالث لمن خرج فی الاسفار (قسطلانی ص۲۸۷)

(۲۱) ❁ حدثنا قتیبة بن سعید عن مالك عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر قال بینما الناس فی صلوٰة الصبح اذ جاءهم اٰتٍ فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قد انزل علیه اللیلة وقد امر ان یستقبل الکعبة فاستقبلوها وکانت وجوههم الی الشام فاستداروا الی القبلة:- ❁

ترجمہ :- ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲۰

تشریح مطابقته للاٰیة ظاهرة۔

❁ - باب قوله تعالیٰ ان الصفا والمروة من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیه ان یطوف بهما ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم :- ❁

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ۲ ع ۳) صفا اور مروہ بلا شبہ اللہ کی یادگاروں میں سے ہیں سو جو کوئی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے اس پر کچھ بھی گناہ نہیں کہ ان دونوں کے درمیان طواف (سعی) کرے اور جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو اللہ قدردان ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔

تشریح :- عنقریب حدیث نمبر ۲۲ کی تشریح میں آرہی ہے

❁ - شعائر علامات واحدها شعرة :- ❁

شعائر بمعنی علامات یعنی نشانیاں ہیں، اس کا واحد شعرة (نیز شعیرة ہے) چنانچہ بعض نسخہ میں شعیرة آیا ہے جیسا کہ حاشیہ پر درج ہے، نیز عمدة القاری اور قسطلانی نے بھی شعیرة ہی کا نسخہ نقل کیا ہے، شعائر اللہ سے مراد وہ اعمال ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی علامتیں قرار دیا ہے۔

❁ - وقال ابن عباس الصفوان الحجر ویقال الحجارة الملس التی لا تنبت شیئا

والواحدة صفوانة بمعنى الصفا والصفا للجميع۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ صفوان بمعنی پتھر ہے، اشارہ ہے آیت کریمہ فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب کی طرف۔ ویقال الحجارۃ الخ اور کہا جاتا ہے کہ صفوان وہ چکنا صاف پتھر ہے جس پر کوئی چیز نہیں اُگتی۔ واحد صفوانۃ ہے صفا ہی کے معنی میں، اور صفا جمع کے لئے آتا ہے۔

تشریح الصفوان کی تفسیر الحجر سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ الصفوان اسم جنس ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اسم جنس واحد اور جمع سب کیلئے آتا ہے اور اس کی تائید آیت کریمہ سے ہوتی ہے، کمثل صفوان علیہ تراب۔ اس میں علیہ کی ضمیر واحد ہے، خلاصہ یہ کہ واحد اور اسم جنس میں صرف تہ کا فرق ہے

(۲۲) حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالك عن هشام بن عروة عن ابيه انه قال قلتُ لعائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم وانا يومئذ حديثُ السِّن ارأيتِ قول الله تبارك وتعالى اِنّ الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت او اعتمر فلاجناح عليه ان يطوّف بهما، فما اُرى على احدٍ شيئاً الايطوف بهما فقالت عائشة كلا لو كانت كما تقول كانت فلاجناح عليه ان لا يطوّف بهما انما انزلت هذه الآية في الانصار كانوا يُهلّون لمناة وكانت مناةُ حذو قُدَيد وكانوا يتحرّجون ان يطوّفوا بين الصفا والمروة فلما جاء الاسلام سألوا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذٰلك فانزل الله ان الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت او اعتمر فلاجناح عليه ان يطوف بهما۔

ترجمہ :- حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا اور میں ان دنوں نوعمر تھا، کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الآیۃ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ میرا خیال ہے کہ اگر کوئی ان کا طواف نہ کرے (یعنی سعی بین الصفا والمروہ نہ کرے) تو اس پر کوئی گناہ نہیں، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہرگز نہیں، اگر اس آیت کا یہ مطلب ہوتا جیسا کہ تم کہتے ہو تو آیت اس طرح ہوتی فلاجناح علیہ ان لایطوف بھما، یعنی اس پر کوئی گناہ نہیں جو ان دونوں کا طواف نہ کرے، مطلب یہ ہے کہ حرف نفی کے ساتھ ہوتی، یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی، یہ لوگ مناۃ (بت) کیلئے احرام باندھتے تھے (اسلام سے قبل) یہ مناۃ بت قدید کے مقابل تھا اور انصار صفا و مروہ کی سعی کو گناہ سمجھتے تھے، جب اسلام آیا تو ان لوگوں نے سعی بین الصفا والمروۃ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ان الصفا الآیۃ یعنی صفا اور مروہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں (یادگاروں) میں سے ہیں سو جو کوئی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر ذرا بھی گناہ نہیں کہ ان دونوں کے درمیان طواف (سعی) کرے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ای الآیۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضی فی کتاب الحج مطولاً ص ۲۲۲ تا ۲۲۳۔

یطوف دراصل یتطوف تھا، تاء کا طاء میں ادغام ہوگیا، مناۃ بضم المیم وتخفیف النون غیر منصرف للعلمیۃ والتانیث۔ قدید بضم القاف مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف راستہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

صفا اور مروہ صفا و مروہ مکہ معظمہ میں مسجد حرام کے پاس دو پہاڑوں کے نام ہیں، حج اور عمرہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر کے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں یعنی دوڑتے ہوئے چلتے ہیں، یہاں طواف سے مراد سعی ہے، کیونکہ طواف کے معنی ہیں کسی چیز کے اردگرد گھومنا، یہ طواف صرف بیت اللہ کا ہوتا ہے صفا و مروہ کا نہیں۔

کہا جاتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک مرد تھا اساف بن عمرو، جس کے نائلہ نامی ایک عورت سے ناجائز تعلقات تھے، ان ظالموں نے خانہ کعبہ میں جاکر زنا کی، اللہ تعالیٰ نے وہیں دونوں کو مسخ کردیا اور یہ دونوں پتھر ہوگئے، مشرکین نے عبرت کے لئے ان میں سے ایک کو یعنی اساف کو صفا پر رکھدیا اور نائلہ کو مروہ پر شروع شروع میں دیکھنے والے عبرت حاصل کرتے تھے کہ خانۂ کعبہ جیسی مقدس جگہ پر زنا کرنے کی سزا حق تعالیٰ یہ دیتے ہیں، لیکن کچھ مدت گذرنے کے بعد مشرکین اسی مسخ شدہ پتھروں کی عبادت کرنے لگے اور طواف وسعی کے اوقات میں مشرکین ان کو چھوتے پھر ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر تقدس و تبرک کی نیت سے پھیرتے۔

جب مکہ فتح ہوا اور خانہ کعبہ کے بت توڑ ڈالے گئے تو بعض مسلمانوں کو صفا اور مروہ کی سعی میں تردد ہوا کہ شاید یہ رسوم جاہلیت سے ہو اور موجب گناہ ہو، اور بعض مسلمان تو جاہلیت میں ہی اس کو گناہ سمجھتے تھے، ان کو یہ شبہ ہوا کہ شاید اسلام میں بھی گناہ ہو، اسی پر یہ آیات نازل ہوئیں اور بتایا گیا کہ سعی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

حج میں سعی بین الصفا والمروہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک سنت اور امام مالک و شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک فرض ہے، امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے کہ ترک سے ایک بکری ذبح کرنا پڑے گا اس حدیث کے الفاظ سے یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ اس آیت میں تو صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کے متعلق اتنا فرمایا گیا ہے کہ وہ گناہ نہیں۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ سعی مباحات میں سے ایک مباح ہے، وجہ یہ ہے کہ اس جگہ عنوان لا جناح کا سوال کی مناسبت سے رکھا گیا ہے، سوال اسی کا تھا کہ صفا اور مروہ پر مورتیں رکھی ہیں اور سعی اہل جاہلیت کی رسم تھی اس لئے ناجائز ہونا چاہئے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس میں کوئی گناہ نہیں، یہ فرمانا اس کے واجب ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے جواب سے ظاہر ہے۔

(۲۳) حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا سفیان عن عاصم بن سلیمان سألت انس بن مالک عن الصفا والمروۃ فقال کنا نری انہما من امر الجاھلیۃ فلما کان الاسلام امسکنا عنہما فانزل اللہ ان الصفا والمروۃ الی قولہ ان یطوف بہما۔

ترجمہ:۔ عاصم بن سلیمان سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے صفا اور مروہ کے متعلق سوال کیا تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ ہم لوگ ان دونوں کو (یعنی سعی بین الصفا والمروہ کو) جاہلیت کے کاموں میں سمجھتے تھے، پھر جب اسلام آیا تو ہم لوگ اس (سعی بین الصفا والمروہ) سے رُکے رہے، پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ان الصفا والمروۃ تا ارشاد ان یطوف بہما۔

تشریح مطابقتہ للآیۃ ظاھرۃ۔
والحدیث مر فی الحج ص ۲۲۳۔

ص ۶۴۲: باب قولہ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً اضداداً واحدھا ندٌ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو شریک (خدائی) قرار دیتے ہیں، انداد بمعنی اضداد ہے اور اس کا واحد ند ہے، کذا فسرہ ابو عبیدۃ وھو تفسیر باللازم یعنی امام بخاریؒ نے انداد کی تفسیر ابو عبیدہ سے اضداد نقل کی ہے اور یہ تفسیر باللازم ہے ورنہ دراصل انداد کے معنی مقابل اور مثل کے ہیں اور ند اور مثل میں فرق یہ ہے کہ مثل عام ہے اور ند خاص ذاتی شرکت کے لئے مستعمل ہے، رہا یہ اشکال کہ پھر امام بخاری نے انداد کی تفسیر اضداد سے کیسے کی؟

جواب یہ ہے کہ ند اس مقابل کے لئے ہے جو مخالف مقابل ہو اور ظاہر ہے کہ یہ ضد ہی ہے۔

(۲۴) حدثنا عبدان عن ابی حمزۃ عن الاعمش عن شقیق عن عبد اللہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمۃ وقلت اخری قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من مات وھو یدعو من دون اللہ ندا دخل النار وقلت انا من مات وھو لا یدعو للہ ندا دخل الجنۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلام ارشاد فرمایا اور میں نے (آپ ہی کے ارشاد کی وضاحت کے لئے) دوسری بات کہی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مرجائے کہ وہ اللہ کے سوا اوروں کو بھی اس کا شریک ٹھہراتا رہا ہو وہ داخل جہنم ہوگا (مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی مختار کل یا نفع ونقصان کا حقیقی مالک یا عالم الغیب سمجھے وہ مشرک اور دوزخی ہے) اور میں نے یوں کہا کہ جو شخص اس حالت میں مرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا رہا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ من حیث ان فی الآیۃ ما یدل علی ان من مات وھو یدعو للہ ندا دخل النار۔

والحدیث مضی فی الجنائز ص۱۶۶ وھنا فی التفسیر ص۶۴۶ ایضا فی مسلم کتاب الایمان۔

کلمۃ یہاں کلمہ سے مراد جملہ اور کلام ہے جیسا کہ بخاری شریف کی آخری حدیث میں کلمتان حبیبتان سے مراد کلامان ہے وغیرہ۔

ایک شبہ کا ازالہ

شبہ یہ ہے کہ مسلم شریف کتاب الایمان میں حضرت جابر رض سے روایت ہے۔

عن جابرؓ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل فقال یا رسول اللہ ما الموجبتان فقال من مات لا یشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ ومن مات یشرک باللہ شیئا دخل النار (مسلم شریف ص۶۶)

حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ص کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! وہ دو باتیں کون سی ہیں جو واجب کردیتی ہیں؟ (یعنی جنت اور جہنم کو) آپ نے فرمایا جو شخص مرجائے اور وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو وہ جنت میں جائیگا اور جو شخص مرجائے اور وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو وہ جہنم میں جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دونوں جملے آنحضور صلعم کے ہیں پھر ابن مسعود رض نے ایک جملہ کو آنحضور ص کی طرف اور دوسرے جملہ کو اپنی طرف کس طرح منسوب کیا؟

جواب یہ ہے کہ اس روایت کے وقت حضرت ابن مسعود رض کو ایک جملہ یاد رہا ہوگا، اس لئے دوسرا جملہ استنباط واجتہاد سے اپنی طرف منسوب کیا۔

دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابن مسعود رض نے آنحضور ص سے ایک ہی جملہ سنا ہوگا اور دوسرا جملہ خود قرآن وحدیث سے استنباط فرمایا لان انتفاء السبب یقتضی انتفاء المسبب فاذا انتفی دعوی الندّ انتفی دخول النار واذا انتفی دخولھا لزم دخول الجنۃ وھذا بناء علی ان لا واسطۃ بین الجنۃ والنار وفیہ تامل۔

ص۶۴۶ ✤ باب یایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد الی قولہ عذاب الیم " عفی ترک ✤

ای ھذا باب فیہ ذکر قولہ تعالی یا یھا الذین امنوا (الآیۃ پ۲ ع۲۲)

اللہ تعالی کا ارشاد۔ اے ایمان والو تم پر مقتولوں کے بارے میں قصاص فرض کردیا گیا ہے آزاد کے بدلے میں آزاد اور غلام کے بدلے میں غلام۔ تا ارشاد " عذاب الیم "۔

عُفی بمعنی ترک ہے۔

تشریح

قصاص کے لفظی معنی ہیں بدلہ کے جو مماثلت اور مساوات پر دلالت کرتا ہے، شریعت کی

اصطلاح میں قصاص کہا جاتا ہے. قتل کرنے اور زخم لگانے کی اس سزا کو جس میں مساوات اور مماثلت کی رعایت کی گئی ہو۔

مسالک ائمہ امام اعظم ابو حنیفہ رہ کا مسلک یہ ہے کہ کوئی آزاد شخص کسی غلام کو قتل کردے تو قصاصًا اس آزاد کو قتل کیا جائے گا، اسی طرح قتل عورت کے قصاص میں مرد قاتل کو قتل کیا جائے گا، نیز کوئی کافر ذمی کسی مسلمان کے ہاتھ سے مارا جائے تو بھی قاتل مسلمان قصاص میں قتل کیا جائے گا، البتہ اگر مسلمان نے کسی حربی کافر کو قتل کیا ہے تو قصاص نہیں ہوگا والیہ ذہب الثوری وابن ابی لیلی و داؤد وغیرہ (عمدہ)

امام شافعی رہ اور امام مالکؒ اس کو تسلیم نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ آزاد بمقابلہ غلام اور مرد بمقابلہ عورت قتل نہیں کیا جائے گا استدلال اسی آیت سے کرتے ہیں کہ ارشاد خداوندی ہے الحرّ بالحرّ والعبد بالعبد الآیۃ حالانکہ اس آیت کریمہ کا نزول ایک خاص واقعہ کی بنا پر ہے جس میں یہ آیت نازل ہوئی ہے. زمانہ جاہلیت میں یعنی اسلام سے کچھ پہلے دو عرب قبیلوں میں جنگ ہوگئی، طرفین کے بہت سے لوگ قتل ہو گئے، ابھی ان کے معاملہ کا تصفیہ ہونے نہیں پایا تھا کہ زمانۂ اسلام شروع ہوگیا اور یہ دونوں قبیلے اسلام میں داخل ہوگئے. اسلام لانے کے بعد اپنے مقتولوں کا قصاص لینے کی گفتگو شروع ہوئی تو ایک قبیلہ جو قوت وشوکت والا تھا اس نے کہا کہ ہم اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک ہمارے غلام کے بدلے میں تمہارا آزاد آدمی اور عورت کے بدلے میں مرد قتل نہ کیا جائے۔

ان کے جاہلانہ اور ظالمانہ مطالبہ کی تردید کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی جس کا حاصل ان کے اس مطالبہ کو رد کرنا تھا کہ غلام کے بدلے آزاد کو اور عورت کے بدلے مرد کو قتل کیا جائے اگرچہ وہ قاتل نہ ہو۔

اسلام نے اپنا عادلانہ قانون یہ نافذ کردیا کہ جس نے قتل کیا ہے وہی قصاص میں قتل کیا جائے اگر عورت قاتل ہے تو کسی بے گناہ مرد کو اس کے بدلے میں قتل کرنا ظلم عظیم ہے جو اسلام میں قطعًا برداشت نہیں کیا جاسکتا، آیت کا یہ مطلب نہیں کہ عورت کو کوئی مرد قتل کردے یا غلام کو کوئی آزاد قتل کردے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، قرآن مجید کی اسی آیت کے شروع میں القصاص فی القتلیٰ اس عموم کی واضح دلیل ہے اور سورۂ مائدہ کی آیت۔ وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس الآیۃ پ ۶ ع ۱۱) میں مزید وضاحت ہے چنانچہ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔ وقال الحنفیۃ آیۃ البقرۃ منسوخۃ بآیۃ المائدۃ (قسطلانی ص ۲۸۹)۔ یعنی آیت مائدہ ان النفس بالنفس الآیۃ ناسخ ہے۔

(۲۵) حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا عمرو قال سمعت مجاھدا قال سمعت ابن عباس یقول کان فی بنی اسرائیل القصاص ولم تکن فیھم الدیۃ فقال اللہ لھذہ الامۃ. کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فمن

عفی له من اخیه شیٔ " فالعفو ان یقبل الدیة فی العمد " فاتباع بالمعروف واداء الیه باحسان "
یتبع بالمعروف ویؤدی باحسان " ذٰلك تخفیف من ربكم ورحمة " مما كتب علی ما كان قبلكم
" فمن اعتدی بعد ذٰلك فله عذاب الیم " قتل بعد قبول الدیة ۔

ترجمہ :- حضرت ابن عباس رض کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل میں قصاص (خون کا بدلہ خون) اور دیت نہیں تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اس امت سے فرمایا ، تم پر مقتولوں کے بارے میں قصاص فرض کیا گیا آزاد کے بدلے میں آزاد اور غلام کے بدلے میں غلام اور عورت کے بدلے میں عورت ، ہاں جس کسی کو معاف کر دیا جائے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ (یعنی پوری معافی نہ ہو بلکہ قتل عمد میں بجائے قصاص کے دیت قبول کرے) پس تابعداری کرنی ہے دستور کے موافق (یعنی مقتول کا وارث معقول طور پر دیت کا مطالبہ کرے زیادہ تنگ نہ کرے) اور ادا کرنا چاہئے خوبی کے ساتھ (یعنی مدعا علیہ قاتل کو چاہئے کہ مال دیت خوبی کے ساتھ پہونچادے مقدار میں کمی نہ کرے اور نہ ٹال مٹول کرے) یہ (قانون دیت وعفو) تمہارے پروردگار کیطرف سے آسانی اور مہربانی ہے اس کے مقابلے میں جو تم سے پہلے پر فرض تھا ، پھر جو کوئی زیادتی کرے گا اس فیصلہ کے بعد اس کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہوگا (زیادتی کا مطلب یہ ہے) کہ دیت بھی لے لے اور اس کے بعد پھر قتل بھی کر دیا ۔

تشریح

مطابقته للترجمة واضحة
والحدیث اخرجه البخاری فی الدیات ص ۱۰۱۶ وهنا فی التفسیر ص ۶۴۶ ۔

(۲۶) حدثنا محمد بن عبد الله الانصاری قال حدثنا حمید ان انسا حدثهم عن النبی صلی الله علیه وسلم قال كتاب الله القصاص ۔

ترجمہ :- حضرت انس رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کتاب اللہ کا حکم قصاص ہے ۔

تشریح

مطابقته للترجمة ظاهرة ۔
والحدیث اخرجه البخاری ص ۶۴۶ وفی الصلح ص ۳۷۲ وفی الدیات ص ۱۰۱۸
ولكن تارة مطولا كما فی الصلح وتارة مختصرا ۔
وهذا من ثلاثیات البخاری وهو السادس عشر منها ۔

(۲۷) حدثنی عبد الله بن منیر سمع عبد الله بن بكر السهمی قال حدثنا حمید عن انس رض ان الربیع عمته كسرت ثنیة جاریة فطلبوا الیها العفو فابوا فعرضوا الارش فابوا فاتوا رسول الله صلی الله علیه وسلم وابوا الا القصاص فامر رسول الله صلی الله علیه وسلم بالقصاص فقال انس بن النضر یا رسول الله أتكسر ثنیة الربیع لا والذی

بعثك بالحق لاتكسر ثنيتها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا انس كتاب الله القصاص فرضى القوم فعفوا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من عباد الله من لو اقسم على الله لابره ﴾

ترجمہ :۔ حضرت انس رضی اللہ سے روایت ہے کہ ربیع ان کی پھوپھی نے ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا پھر لوگوں نے (یعنی ربیع کے رشتہ داروں نے) اس لڑکی سے معافی طلب کی، لیکن لڑکی والوں نے نہیں مانا، پھر ان لوگوں نے ارش یعنی دیت پیش کی، پھر بھی لڑکی والوں نے انکار کر دیا، اور وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، یہ لوگ قصاص کے سوا کسی چیز پر راضی نہیں تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا (یعنی بدلے میں دانت توڑنے کا حکم دیا) اس پر حضرت انس بن نضر (یعنی ربیع مدعا علیہ کے بھائی، اور حضرت انس بن مالکؓ کے چچا) نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا ربیع کے دانت توڑ دیئے جائیں گے؟ نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے ان کے دانت نہ توڑے جانے چاہئیں (ان کی بزرگی اور مرتبہ کی وجہ سے) پھر آنحضورؐ نے فرمایا، اے انس! کتاب اللہ کا حکم قصاص (بدلہ) ہی کا ہے پھر قوم (یعنی لڑکی والے) راضی ہو گئے اور معاف کر دیا (یعنی دیت پر راضی ہو گئے اور قصاص معاف کر دیا) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کا نام لے کر قسم کھا لیں تو اللہ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے، اور بعض بندہ سے اشارہ حضرت انس بن نضر کی طرف تھا۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة۔
والحديث مضى فى باب الصلح فى الدية ص۳۷۲۔

ربيع بضم الراء وفتح الموحدة وتشديد التحتية المكسورة بنت نضر عمته اى عمة انس ؓ۔ انس بن نضر بفتح النون وسكون الضاد (عم انس بن مالكؓ) لا تكسر ثنيتها ليس رد الحكم الشرع بل نفى لوقوعه توقعا ورجاء من فضل الله تعالىٰ ان يرضى خصمها ويلقى فى قلوبهم العفو عنها (قسطلانى) واجيب بانه اراد الاستشفاع من رسول الله صلى الله عليه وسلم اليهم ولم يرد به الانكار وانه قبل ان يعرف ان كتاب الله القصاص على التعيين وظن التخيير بين القصاص والدية (عمده)

كتاب الله اى حكم كتاب الله القصاص

﴿ باب قوله يا يها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون ﴾

ارشاد باری تعالیٰ (پ ۲ ع ۷) اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ فرض کیا گیا تھا تم سے قبل کے

لوگوں پر تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

تشریح کتب علیکم تم پر فرض کیا گیا یعنی لوح محفوظ میں مکتوب ہے، صیام صام یصوم صیاما، از نصر مصدر ہے اس میں صوانا تھا کسرہ کی مناسبت سے واؤ کو یار سے بدل دیا گیا، والصوم لغۃ الامساک۔ و شرعًا الامساک عن المفطرات الثلاث الاکل والشرب والجماع نہارًا مع النیۃ (قسطلانی) یعنی صوم کے لغوی معنی رک جانے کے ہیں، لیکن شریعت مطہرہ کی اصطلاح میں یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانا، پینا اور جماع سے روزہ کی نیت سے رکنا۔

علی الذین من قبلکم۔ اس میں اختلاف ہے کہ کتب سابقہ توریت وانجیل والوں پر بعینہ رمضان کا روزہ فرض تھا یا تشبیہ صرف روزہ کے اندر ہے اور وقت خارج ہے

جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ رمضان کا روزہ مراد نہیں ہے بلکہ صوم عاشوراء اور ایام بیض کے روزے مراد ہیں، اور کما کتب کی تشبیہ نفس وجوب میں ہے

دوسرا قول یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ پر رمضان کے روزے فرض کئے گئے تھے۔ یہود نے اپنی کج روی اور رفتار بے ڈھنگی سے رمضان المبارک کے روزے چھوڑ دیئے اور ہر سال صرف ایک دن روزہ رکھ لیتے، اس خیال سے کہ یہ دن فرعون کے غرق ہونے کا ہے، ان کا یہ خیال بھی غلط تھا اس لئے کہ غرق فرعون بروز عاشورہ ہے، البتہ نصاریٰ نے رمضان المبارک کے روزے رکھے، لیکن جس سال رمضان کا مہینہ سخت گرمی کے موسم میں پڑتا تو یہ مہینہ بدل دیتے اور بطور کفارہ دس دن بڑھا کر چالیس روزے رکھتے اور پچاس روزے بڑھایا مگر راجح قول اول ہی ہے اور رمضان المبارک کے روزے اس امت کے خصوصیات میں سے ہیں، حق تعالیٰ نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ایمان والو تم پر جو رمضان کا روزہ فرض کیا گیا ہے یہ حکم روزہ کا صرف تم پر نہیں ہوا ہے بلکہ قبل سے یہ قدیمی حکم چلا آرہا ہے، پچھلی امتوں میں روزہ کی فرضیت کسی نہ کسی صورت میں رہی ہے، پس اس میں تاکید حکم و ترغیب فعل اور تطییب نفس ہے۔

لعلکم تتقون:۔ تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ (یعنی معاصی و جرائم سے بچ سکو اس لئے کہ معاصی کا مبدأ و سرچشمہ شہوت ہے جو روزہ سے ضعیف اور کمزور ہو جاتی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم۔	اے جوانو! تم میں جس کو شادی کی استطاعت ہو وہ نکاح کرلے، اس لئے کہ نکاح نگاہ کیلئے ایک روک اور شرمگاہ کا محافظ ہے اور جو مستطیع نہیں ہے تو اس پر روزہ رکھنا لازم ہے، اس لئے کہ روزہ وجاء ہے۔

مطلب یہ ہے کہ روزہ بری خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ایک بہترین وکارآمد ذریعہ ہے۔

(۲۸) حدثنا مسدد قال حدثنا یحییٰ عن عبید اللہ قال اخبرنی نافع عن ابن عمر قال کان

عاشوراء یصومه اهل الجاهلیة فلما نزل رمضان قال من شاء صامه ومن شاء لم یصمه ﴿

ترجمہ :- حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ عاشورا کا روزہ رکھتے تھے پھر جب رمضان کا روزہ نازل ہوا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا جس کا جی چاہے عاشورا کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

تشریح مطابقته للترجمة توخذ من قوله فلما نزل رمضان ای صوم رمضان۔
والحدیث مضیٰ فی الصوم ص۲۲۸، وهنا فی التفسیر ص۳۴

(۲۹) حدثنا عبد الله بن محمد قال حدثنا ابن عیینة عن الزهری عن عروة عن عائشة قالت کان عاشوراء یصام قبل رمضان فلما نزل رمضان قال من شاء صام ومن شاء افطر ﴿

ترجمہ :- حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رمضان المبارک سے پہلے عاشورا کے دن روزہ رکھا جاتا تھا، پھر جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے روزہ نہ رکھے۔

تشریح مطابقته للترجمة مثل مطابقة الذی قبله۔
والحدیث مضیٰ فی الصوم ص۲۶۸۔

معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد صوم عاشورا کی فرضیت منسوخ ہو گئی لیکن افضل ترین نفل روزہ ہے۔

(۳۰) حدثنی محمود قال اخبرنا عبید الله عن اسرائیل عن منصور عن ابراهیم عن علقمة عن عبد الله قال دخل علیه الاشعث وهو یطعم فقال الیوم عاشوراءُ فقال کان یصام قبل ان ینزل رمضان فلما نزل رمضان ترک فادنُ فکُل۔ ﴿

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ اشعث ان کے پاس آئے، اور آپ (یعنی ابن مسعود رضؓ) اس وقت کھانا کھا رہے تھے تو اشعث نے کہا کہ آج عاشورہ کا دن ہے، ابن مسعود نے فرمایا، عاشورہ کا روزہ رکھا جاتا تھا رمضان کا روزہ نازل ہونے سے پہلے، پھر جب رمضان کے روزے کا حکم نازل ہوا تو یہ روزہ چھوڑ دیا گیا سو تم بھی قریب ہو جاؤ اور کھاؤ۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة۔
والحدیث اخرجه مسلم فی الصوم۔

ایک روایت میں ہے کہ ابن مسعود رضؓ نے کہا کہ اگر تو روزہ دار نہیں ہے تو کھا ؤ۔ اور نسائی میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ ہم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے پھر جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو ہم کو عاشورہ کے بارے میں نہ حکم ہوا اور نہ منع کیا گیا، نیز مسلم شریف میں بھی اسی طرح کی روایت ہے

ان روایتوں سے استدلال کیا جاتا ہے کہ صوم رمضان کی فرضیت سے قبل عاشوراء کا روزہ فرض تھا، پھر رمضان کے بعد عاشورہ کی فرضیت منسوخ ہوگئی، کما مر ایضا سیاتی۔

اشعث. بفتح الهمزة وسكون المعجمة وفتح العين المهملة وآخره ثاء مثلثة ابن قيس بن معديكرب بن معاوية بن جبلة الكندي قدم على رسول الله صلى الله عليه وسلم سنة عشر في وفد كندة وكان رئيسهم وقال ابن اسحاق عن الزهري قدم في ستين راكبا من كندة واسلم وكان في الجاهلية رئيسا مطاعا في كندة وكان في الاسلام وجيها في قومه الا انه كان ممن ارتد عن الاسلام بعد النبي صلى الله عليه وسلم ثم راجع الاسلام في خلافة ابي بكر رض مات سنة اربعين بعد مقتل علي بن ابي طالب باربعين يوما بالكوفة (عمده ۱۸/۱۳۱)

(۳) حدثني محمد بن المثنى قال حدثنا يحيى قال حدثنا هشام قال اخبرني ابي عن عائشة قالت كان يوم عاشوراء تصومه قريش في الجاهلية وكان النبي صلى الله عليه وسلم يصومه فلما قدم المدينة صامه وامر بصيامه فلما نزل رمضان كان رمضان الفريضة وترك عاشوراء فكان من شاء صامه ومن شاء لم يصمه۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ عاشورہ کے دن قریش زمانہ جاہلیت میں روزے رکھتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن روزہ رکھتے تھے پھر جب آپؐ مدینہ تشریف لائے تو یہاں بھی آپ نے اس دن روزہ رکھا (کیونکہ پچھلی امتوں میں یہ روزہ مشروع تھا) اور آپؐ نے اس دن کے روزہ کا حکم صحابہ کو دیا، پھر جب رمضان شریف کے روزے کا حکم نازل ہوا تو رمضان کے روزے فرض ہوگئے اور عاشورا کا روزہ ترک کر دیا گیا (یعنی عاشورہ کا روزہ بطور فرض باقی نہیں رہا، اب جس کا جی چاہے اس عاشورہ کا روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے (کیونکہ فرض و واجب نہیں البتہ افضل ترین مستحب ضرور ہے)

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة۔
والحديث مضى في الصوم ص۲۶۸ وهنا في التفسير ص۶۴۶ تا ص۶۴۷۔

ص۶۴۷ باب قوله اياما معدودات فمن كان منكم مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين فمن تطوع خيرا فهو خير له وان تصوموا خير لكم ان كنتم تعلمون، وقال عطاء يفطر من المرض كله كما قال الله، وقال الحسن وابراهيم في المرضع والحامل اذا خافت على انفسهما او ولدهما تفطران ثم تقضيان واما الشيخ الكبير اذا لم يطق الصيام فقد اطعم انس بعد ما كبر عاما او عامين كل يوم مسكينا خبزا ولحما وافطر قراءة العامة يطيقونه وهو اكثر۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ۲ ع۷) تھوڑے دنوں روزے رکھ لیا کرو (یعنی بارہ مہینے میں صرف ایک ماہ) پھر تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو اس پر دوسرے دنوں کا شمار رکھنا ضروری ہے (یعنی

مرض وسفر کی وجہ سے توڑے ہوئے روزوں کی قضا فرض ہے) اور ان لوگوں پر جو روزے کی طاقت رکھتے ہیں (لیکن روزہ نہ رکھیں) ان کے ذمہ فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا، پھر جو کوئی خوشی خوشی نیکی کرے تو اس کیلئے بہتر ہے اور اگر تم علم رکھتے ہو تو بہتر تمہارے حق میں یہی ہے کہ تم روزے رکھو۔

وقال عطاء الخ اور عطاء ابن ابی رباح رح نے کہا کہ ہر بیماری کی وجہ سے روزہ چھوڑ سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے (مطلب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں مرض مطلق ہے کوئی قید نہیں ہے)

جمہور فقہائے اسلام نے تصریح کی ہے کہ ظن غالب ہو، مرض بڑھ جانے کا یا روزہ رکھنے سے مریض کو ناقابلِ برداشت تکلیف ہو تو روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے

اسی طرح سفر میں بشرطیکہ شرعی سفر یعنی اڑتالیس میل کا سفر ہو جو ،، کیلومیٹر سے کچھ ہی زائد ہوتا ہے تو ایسا شرعی مسافر بھی روزہ چھوڑ سکتا ہے اور مریض اور مسافر پر قضا لازم ہے۔

وقال الحسن الخ اور حسن (بصری) اور ابراہیم نخعی نے فرمایا ہے کہ دودھ پلانے والی اور حاملہ کو اگر اپنی یا اپنے بچے کی جان پر خوف ہو تو روزہ چھوڑ سکتی ہے، پھر اس کی قضا کرے اور شیخ کبیر جب روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھے (تو روزہ افطار کرے اور روزہ کے بدلے فدیہ دے) حضرت انس رض نے بوڑھا ہونے کے بعد کھانا کھلایا ہے ایک سال یا دو سال، ہر روز ایک مسکین کو روٹی اور گوشت دیا تھا اور روزہ چھوڑ دیا تھا، عام قرارت یطیقونہ ہے اور یہی اکثر کی رائے ہے۔

تشریح ایاماً معدودات گنتی کے چند روز سے مراد رمضان المبارک ہے جیسا کہ اگلی آیت میں آرہا ہے۔

(۳۲) **حدثنا** اسحٰق قال اخبرنا روح قال حدثنا زکریاء بن اسحٰق قال حدثنا عمرو بن دینار عن عطاء سمع ابن عباس یقرأ وعلی الذین یطوقونہ فدیۃ طعامُ مسکینٍ قال ابن عباس لیست بمنسوخۃ ھو للشیخ الکبیر والمرأۃ الکبیرۃ لایستطیعان ان یصوما فلیطعمان مکان کل یوم مسکینا۔

ترجمہ:۔ عطاء سے روایت ہے انھوں نے حضرت ابن عباس رض سے سنا آپ یوں پڑھ رہے تھے "وعلی الذین یُطوقونہ فدیۃ طعام مسکین" ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے، یہ حکم بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے لئے ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہوں پس یہ دونوں ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلادیں۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاھرۃ

اسحٰق سے مراد امام بخاری کے شیخ اسحاق بن راہویہ ہیں۔

"وعلی الذین یطوقونہ" یعنی حضرت ابن عباس رض کی قرارت باب تفعیل سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں کسی کام کی تکلیف دینا، اس صورت میں معنی ہوگا، اور ان لوگوں پر جو روزہ کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا

ہو جائیں ان پر فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا، یہ حضرت ابن عباس رضؓ کی رائے ہے جو جمہور علماء کے خلاف ہے، جمہور کے نزدیک آیت منسوخ ہے من شهد منكم الشهر فليصمه" سے جو آرہی ہے۔

باب قوله فمن شهد منكم الشهر فليصمه

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ ۲ ع ۷) پس تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے اس پر لازم ہے کہ وہ پورے مہینہ کا روزہ رکھے بشرطیکہ اس میں روزے کی صلاحیت موجود ہو۔

معلوم ہوا کہ روزہ کے بجائے فدیہ دینے کا عام اختیار جو اس سے پہلی آیت میں مذکور ہے اس جملے نے منسوخ کر کے روزہ ہی رکھنا لازم کر دیا۔

(۳۳) **حدثنا** عياش بن الوليد قال حدثنا عبد الاعلى قال حدثنا عبيد الله عن نافع عن ابن عمر انه قرأ فدية طعام مساكين قال هي منسوخة

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ نے یہ آیت پڑھی "فدية طعام مساكين" اور فرمایا کہ یہ منسوخ ہے۔

تشریح مطابقة للترجمة في قوله "قال هي منسوخة" اور ناسخ آیت ترجمہ ہے۔
یہ حدیث جمہور کی دلیل ہے، فدية طعام بالاضافت ومساكين بالجمع۔ لیکن جمہور کی قرأت فدية طعام مسكين ہے جیسا کہ حدیث ۳۲ میں گزر چکا ہے۔

(۳۴) **حدثنا** قتيبة قال حدثنا بكر بن مضر عن عمرو بن الحارث عن بكير بن عبد الله عن يزيد مولى سلمة بن الاكوع عن سلمة قال لما نزلت "وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين" كان من اراد ان يفطر ويفتدي حتى نزلت الآية التي بعدها فنسختها قال ابو عبد الله مات بكير قبل يزيد۔

ترجمہ: حضرت سلمہ رضؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين" تو جو چاہتا تھا روزہ چھوڑ دیتا اور فدیہ ادا کر دیتا تھا (یعنی ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دیدیتا) یہاں تک کہ اس کے بعد والی آیت (یعنی فمن شهد منكم الشهر فليصمه) نازل ہوئی اور اس نے پہلی آیت "وعلى الذين يطيقونه" الآیۃ کو منسوخ کر دیا۔

ابو عبداللہ یعنی امام بخاری رہ نے کہا ہے کہ بکیر کا انتقال یزید سے پہلے ہو گیا تھا۔

تشریح مطابقة للترجمة واضحة
والحديث اخرجه مسلم، ابوداؤد والترمذي في الصوم۔

اس حدیث میں بھی جمہور کے دعویٰ کے مطابق تصریح ہے کہ "وعلى الذين يطيقونه" الخ منسوخ ہے۔

(۳۵) **حدثنا** ابو معمر قال حدثنا عبد الوارث قال حدثنا حميد قال حدثنا مجاهد عن

ابن عباس انہ کان یقرأ وعلی الذین یطوقونہ فدیۃ طعام مسکین یقول وعلی الذین یحملونہ قال ھو الشیخ الکبیر الذی لا یطیق الصوم امران یطعم کل یوم مسکینا قال ومن تطوع خیرا یقول ومن زاد واطعم اکثر من مسکین فھو خیر۔

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ وہ پڑھتے تھے وعلی الذین یطوقونہ (مضارع مجہول) اور فرماتے تھے (اس کی تفسیر میں) وعلی الذین یحملونہ یعنی روزہ کی تکلیف دیئے جاتے بوجھ لادے جاتے، اور اس کی طاقت نہیں رکھتے تھے، اور فرمایا ابن عباس رضہ کہ مراد وہ بوڑھا ہے جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتا ہے، اس کو حکم دیا گیا ہے کہ ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلادے۔ اور فرمایا کہ ومن تطوع خیرا کے معنی ہیں جو کوئی زیادہ کرے اور ایک مسکین سے زیادہ کو کھانا کھلادے تو وہ بہتر ہے۔

تشریح: مطابقۃ للترجمۃ من الباب السابق۔ اولاً تو یہ حدیث اس مقام پر شروح بخاری مثلاً عمدۃ القاری اور قسطلانی وغیرہ میں نہیں ہے صرف ہندوستانی نسخہ میں یہ حدیث ہے اور اس کا اس باب سے سابق باب کے ساتھ تعلق ہے۔

باب قولہ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم ھن لباس لکم وانتم لباس لھن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: تمہارے لئے جائز کردیا گیا ہے روزوں کی رات میں اپنی بیویوں سے ہمبستری وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو، اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے کو خیانت میں مبتلا کرتے تھے، پس اس نے رحمت سے تم پر توجہ فرمائی اور تم کو معاف کردیا پس اب ان کے ساتھ شب باشی کرو، اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے لئے (یعنی تمہاری قسمت میں) لکھ دیا ہے۔

تشریح: حدیث کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۳۹) حدثنا عبید اللہ عن اسرائیل عن ابی اسحٰق عن البراء ح وحدثنی احمد بن عثمان قال حدثنا شریح بن مسلمۃ قال حدثنی ابراھیم بن یوسف عن ابیہ عن ابی اسحٰق قال سمعت البراء قال لما نزل صوم رمضان کانوا لا یقربون النساء رمضان کلہ وکان رجال یخونون انفسھم فانزل اللہ۔ علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم الآیۃ۔

ترجمہ:- حضرت براء (ابن عازبؓ) سے روایت ہے کہ جب رمضان شریف کا روزہ نازل ہوا تو مسلمان پورے رمضان اپنی عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے (یعنی جماع نہیں کرتے تھے)، اور کچھ لوگ اپنے نفسوں کو خیانت میں مبتلا کرتے تھے، اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی علم اللہ انکم الخ یعنی اللہ کو

معلوم ہے کہ تم اپنے کو خیانت میں مبتلا کرتے تھے پس اس نے رحمت تم پر توجہ فرمائی اور تم کو معاف کر دیا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ " فانزل اللہ الآیۃ ۔

حضرت براء رض کی روایت کتاب الصوم میں گذر چکی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ابتدا میں صحابہ کرام رض جب سو جاتے تھے تو پھر کھاتے پیتے نہیں تھے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ روزے کے حکم میں بھی نماز کی طرح تین تبدیلیاں ہوئیں۔

ملہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو شروع میں ہر ماہ کے تین روزے اور یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، پھر رمضان کا روزہ فرض ہوا، آیت مبارکہ یایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام الآیۃ سے۔

ملہ شروع میں رمضان المبارک کے روزے میں ہر شخص کو یہ اختیار تھا کہ روزہ رکھے یا فدیہ دے اور روزہ رکھنا افضل و بہتر ہے، پھر حق تعالیٰ نے دوسری آیت من شھد منکم الشھر فلیصمہ نازل فرمادی، اس آیت نے تندرست قوی کے لئے یہ اختیار منسوخ کر کے صرف روزہ رکھنا لازم کر دیا مگر بہت بوڑھے ضعیف کے لئے یہ حکم باقی رکھا کہ وہ چاہے تو فدیہ ادا کر دے۔

ملہ تیسری تبدیلی یہ ہوئی کہ شروع میں افطار کے بعد کھانے پینے اور وطی کی اجازت صرف شام کو تھی لیکن جب عشار کی نماز پڑھ لی یا سو گئے تو اب اٹھنے کے بعد روزہ شروع ہو گیا، اب نہ کھانے پینے کی اجازت تھی اور نہ بیوی سے جماع کرنے کی، اور اسی طرح پوری رات اور اگلا دن گذارنا پڑتا تھا، یہ حکم دشوار کن اور سخت تھا اور تو اور خود حضرت عمر فاروق رض نے عشار کی نماز پڑھ لینے کے بعد بیوی سے ہمبستری کر لی اور جب غسل جنابت سے فارغ ہوئے تو خوب روئے اور اپنی اس حرکت پر نادم ہوئے اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر معذرت کرنے لگے، پھر چند اور صحابہ کرام رض مثلاً حضرت کعب رض وغیرہ بھی اٹھے اور اعتراف جرم کیا، اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الآیۃ، اس آیت کریمہ نے یہ آسانی فرمادی کہ پوری رات خواہ سوئے یا بیدار رہے صبح صادق تک کھانا پینا اور ہمبستری سب جائز ہیں۔

مـــــــ ﴿ باب قولہ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد۔ الی قولہ " یتقون " العاکف المقیم ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :۔ پ۲ ع ۷) اور کھاؤ پیو اس وقت تک کہ تمکو سفید خط کا (صبح صادق کی روشنی) متمیز ہو جاوے سیاہ خط سے (یعنی رات کی تاریکی سے) مطلب یہ ہے کہ جس طرح روزوں کی رات میں ہمبستری کی اجازت ہے، اسی طرح صبح صادق تک کھانے پینے کی بھی اجازت ہے) پھر روزے کو (صبح صادق سے) رات آنے تک پورا کرو، اور بیویوں سے اس حالت میں صحبت نہ کرو جب تم اعتکاف کرنے والے ہو مسجدوں میں، ارشاد باری تعالیٰ یتقون تک۔

عاکف کے معنی مقیم کے ہیں، اشارہ ہے آیت کریمہ سواء العاکف فیه والباد (پ ع ۱۰) اس آیت میں عاکف کے معنی مقیم کے ہیں۔

(۳۷) حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل قال حدثنا ابو عوانة عن حصین عن الشعبی عن عدیؓ قال اخذ عدیؓ عقالا ابیض وعقالا اسود حتی کان بعض اللیل نظر فلم یستبینا فلما اصبح قال یارسول اللہ جعلت تحت وسادتی عقالین قال ان وسادتك لعریض ان الخیط الابیض والاسود تحت وسادتك۔

ترجمہ:۔ حضرت عدی بن حاتم رضؓ سے روایت ہے کہ عدی رضؓ نے ایک سفید دھاگا اور ایک سیاہ دھاگہ لیا (اور سوتے وقت اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا) جب رات کا کچھ حصہ باقی رہا تو دیکھا کہ وہ دونوں واضح نہیں ہوئے، پھر جب صبح ہوئی تو عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں نے اپنے تکیہ کے نیچے دونوں (سفید و سیاہ) دھاگے رکھے تھے، لیکن مجھے صاف نظر نہیں آئے، آپؐ نے فرمایا (مزاحًا) پھر تو تمہارا تکیہ بہت چوڑا ہوگا، اگر صبح کا سفید خط اور سیاہ خط تیرے تکیہ کے نیچے آگیا (کیونکہ آیت کریمہ میں خیط ابیض سے دن کی روشنی اور خیط اسود سے رات کی سیاہی مراد ہے۔

تشریح: مطابقة للترجمة فی ذکر الخیط الابیض والاسود۔
والحدیث مضی فی الصوم ص ۲۵۷۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ان وسادتك اذا لعریض سے کم فہمی اور غباوت کی طرف کنایہ ہے۔

(۳۸) حدثنا قتیبة بن سعید قال حدثنا جریر عن مطرف عن الشعبی عن عدی بن حاتم قال قلت یارسول اللہ ما الخیط الابیض من الخیط الاسود اهما الخیطان قال انك لعریض القفا ان ابصرت الخیطین ثم قال لا بل هو سواد اللیل وبیاض النهار۔

ترجمہ:۔ حضرت عدی بن حاتم رضؓ کا بیان ہے کہ میں نے (آنحضورؐ سے) عرض کیا یارسول اللہ (آیت کریمہ میں) خیط ابیض اور خیط اسود سے کیا مراد ہے؟ کیا ان سے مراد دو دھاگے ہیں، آنحضورؐ نے فرمایا پھر تو تمہاری کھوپڑی لمبی چوڑی ہے، اگر تم نے دونوں خیط دیکھ لئے ہیں پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ دھاگہ مراد نہیں بلکہ رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے، مقصد صبح صادق ہے۔

تشریح: مطابقة للترجمة مثل مطابقة السابق، ای فی ذکر الخیط الابیض والاسود، لان هذا طریق آخر فی حدیث عدی رضؓ

مُطرّف بضم المیم وفتح الطاء وکسر الراء المشددة

(۳۹) حدثنا ابن ابی مریم قال حدثنا ابو غسان محمد بن مطرف قال حدثنی

ابو حازم عن سهل بن سعد قال انزلت "وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود" ولم تنزل من الفجر وكان رجال اذا ارادوا الصوم ربط احدهم في رجليه الخيط الابيض والخيط الاسود ولا يزال يأكل حتى يتبين له رؤيتهما. فانزل الله بعده من الفجر فعلموا انما يعني الليل والنهار۔

ترجمہ:۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود" اور ابھی من الفجر کا لفظ نازل نہیں ہوا تھا تو کچھ حضرات (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگہ باندھ لیتے اور پھر جب تک وہ دونوں دھاگے صاف دکھائی دینے نہ لگ جاتے برابر کھاتے پیتے رہتے پھر اللہ تعالیٰ نے من الفجر کا لفظ نازل کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ اس سے مراد رات اور دن ہے۔
یعنی خیط اسود سے مراد رات کی سیاہی اور خیط ابیض سے دن کی روشنی یعنی صبح صادق ہے

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحديث قد مضى في الصوم بهذا الاسناد والمتن ص ۲۵۷۔

۲۴۰ باب قوله وليس البر بان تاتوا البيوت من ظهورها ولكن البر من اتقى واتوا البيوت من ابوابها واتقوا الله لعلكم تفلحون

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ ۲ ع ۸) اور یہ تو کوئی بھی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ (یعنی حالت احرام میں) البتہ نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ فلاح پاجاؤ

تشریح حدیث کے ذیل میں دیکھئے۔

(۴۰) حدثنا عبيد الله بن موسى عن اسرائيل عن ابي اسحاق عن البراء قال كانوا اذا احرموا في الجاهلية اتوا البيت من ظهره فانزل الله "وليس البر بان تاتوا البيوت من ظهورها ولكن البر من اتقى واتوا البيوت من ابوابها۔"

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ جاہلیت کے وقت دستور تھا کہ جب احرام باندھ لیتے تو گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے داخل ہوتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وليس البر الخ (پ ۲ ع ۸) اور یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ لیکن نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
جاہلیت کے دور میں اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ جب حج کیلئے احرام باندھ لیتے تو گھر

یا خیمہ میں دروازہ سے داخل نہیں ہوتے. اگر گھر جانے کی کوئی ضرورت پیش آتی تو پیچھے سے دیوار کود کر یا دیوار میں کھڑکی سی بنا کر آنا جانا کر لیتے اور اس کو نیکی میں شمار کرتے تھے۔
اس آیت مبارکہ کے ذریعہ بتلایا گیا اور تنبیہ کی گئی کہ نیکی ان رسموں میں نہیں ہے بلکہ اصل نیکی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور احکام الٰہی کی خلاف ورزی سے بچنا ہے۔

ایک مفید تنبیہ یہاں ایک شرعی قانون معلوم ہوا کہ التزام مالا یلزم، تحریم حلال اور تحلیل حرام ممنوع اور انتہائی مذموم ہے، یعنی جس چیز کو شریعت اسلام نے ضروری یا عبادت نہ سمجھا ہو اس کو اپنی طرف سے ضروری اور عبادت سمجھ لینا جائز نہیں، اسی طرح جو چیز شرعاً جائز ہو اس کو گناہ سمجھنا بھی گناہ ہے۔

باب قولہ "وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين لله فان انتهوا فلا عدوان الا على الظلمين"
اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ ۲ ع ۸) اور ان سے تم بھی لڑو یہاں تک کہ فتنہ (شرک) باقی نہ رہے اور دین (حکم) رہ جائے صرف اللہ کا سو اگر وہ باز آجائیں تو سختی کسی پر نہیں بجز ظالموں کے (اگر ظلم یعنی شرک سے باز آجائیں اور مسلمان ہو جائیں تو پھر ان پر کوئی سختی نہیں۔

(۴۱) حدثني محمد بن بشار قال حدثنا عبد الوهاب قال حدثنا عبيد الله عن نافع عن ابن عمر اتاه رجلان في فتنة ابن الزبير فقالا ان الناس ضيعوا وانت ابن عمر وصاحب النبي صلى الله عليه وسلم فما يمنعك ان تخرج فقال يمنعني ان الله حرم دم اخي قالا الم يقل الله فقاتلوهم حتى لا تكون فتنة. فقال قاتلنا هم حتى لم تكن فتنة وكان الدين لله فانتم تريدون ان تقاتلوا حتى تكون فتنة ويكون الدين لغير الله وزاد عثمن بن صالح عن ابن وهب قال اخبرني فلان وحيوة بن شريح عن بكر بن عمرو المعافري ان بكير بن عبد الله حدثه عن نافع ان رجلا اتى ابن عمر فقال يا ابا عبد الرحمن ما حملك على ان تحج عاما وتعتمر عاما وتترك الجهاد في سبيل الله قد علمت ما رغب الله فيه قال يا ابن اخي بني الاسلام على خمس ايمان بالله ورسوله والصلوة الخمس وصيام رمضان واداء الزكوة وحج البيت قال يا ابا عبد الرحمن الا تسمع ما ذكر الله في كتابه. "وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فاصلحوا بينهما فان بغت احدهما على الاخرى فقاتلوا التي تبغي حتى تفيء الى امر الله" وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة" قال فعلنا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان الاسلام قليلا فكان الرجل يفتن في دينه اما قتلوه واما يعذبوه حتى كثر الاسلام فلم تكن فتنة قال فما قولك في علي وعثمن قال اما عثمن فكان الله عفا عنه واما انتم فكرهتم ان يعفوا عنه واما علي فابن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم وختنه واشار

بیدہ فقال ھذا بیتہ حیث ترون ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ کے پاس دو شخص (علاء بن عرار اور حبان بکسر اللام) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے فتنے کے زمانے میں آئے اور کہا کہ لوگ ضائع (ہلاک وقتل) ہو رہے ہیں اور آپ حضرت عمر فاروقؓ کے صاحبزادے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، سو کیا چیز مانع ہے آپ کو نکلنے سے (یعنی آپ کنارہ کش اور خاموش کیوں ہیں؟) ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میرے لئے یہ چیز مانع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بھائی (مسلمان) کا خون حرام کیا ہے، ان دونوں نے کہا "کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے" فقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ " ان سے لڑو یہاں تک کہ فساد باقی نہ رہے، پھر ابن عمرؓ نے فرمایا ہم (اس آیت کے حکم کے مطابق) لڑے ہیں (یعنی عہد رسالت میں) یہاں تک کہ فساد (شرک) باقی نہیں رہا، اور دین خالص اللہ کے لئے ہوگیا لیکن تم لوگ چاہتے ہو کہ جنگ ہو کر اور فساد ہو اور دین غیر اللہ کا ہو جائے (یعنی لوگ خلاف شریعت چلیں۔

اور عثمان بن صالح نے اضافہ کیا ہے، ان سے ابن وہب نے بیان کیا، انھیں فلاں (عبداللہ بن لہیعہ) اور حیوۃ بن شریح نے خبر دی انھیں بکر بن عمر المعافری نے ان سے بکیر بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، ان سے نافع نے کہ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن (کنیت ابن عمرؓ) کیا وجہ ہے کہ آپ ایک سال حج کرتے ہیں اور ایک سال عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیتے ہیں، حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے سلسلے میں جو توجہ دلائی ہے، ابن عمرؓ نے فرمایا "بھتیجے! اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا اور پانچ وقت نماز پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا زکوٰۃ دینا اور بیت اللہ کا حج کرنا، اس نے کہا، اے ابو عبدالرحمٰن کتاب اللہ میں اللہ تعالیٰ نے جو ذکر فرمایا ہے کیا آپ نے نہیں سنا ہے" وان طائفتان من المؤمنین الخ " اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں جنگ کریں تو ان کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے، تو زیادتی کرنے والوں سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے (پ ۲۶ ع ۱۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ یعنی ان سے لڑو یہاں تک کہ فساد باقی نہ رہے۔

ابن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم ایسا کر چکے ہیں اور اس وقت اسلام کم تھا اور آدمی اپنے دین کے بارے میں فتنہ میں مبتلا کر دیا جاتا تھا، یا تو لوگ اس کو قتل کر ڈالتے یا اس کو عذاب دیتے (سخت تکلیف پہونچاتے) تھے (قتل کے اندر ماضی اور عذاب میں مضارع استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قتل دفعۃً ہوتا ہے اور عذاب و تکلیف بالاستمرار) یہاں تک کہ اسلام بڑھ چکا ہے یعنی کافی قوت ہو چکا ہے، اس لئے کہ اب وہ فتنہ باقی نہیں رہا، اس شخص نے پوچھا "حضرت علیؓ اور حضرت

عثمان رضؓ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا۔ حضرت عثمان رضؓ کو اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا تھا لیکن تم لوگ تو نہیں چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے (چونکہ یہ شخص خارجی تھا اس لئے حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی رضؓ سے ان بدنصیبوں کو اختلاف ہے) اور حضرت علی رضؓ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور آپ کے داماد ہیں اور آپ (یعنی حضرت ابن عمر رضؓ) نے ہاتھ سے اشارہ کرکے بتایا کہ ان کا گھر ہے جو تم دیکھ سکتے ہو۔ (حضرت ابن عمر رضؓ کا مقصد رشتہ کے قرب کے ساتھ ساتھ قرب مکان کو بھی بتانا تھا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
اس خارجی نے جہاد کفار کو مسلمانوں کی باہمی جنگ کے برابر کردیا، اصل میں یہ جنگ جس کا تذکرہ حدیث میں ہے وہ ۷۳ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت معاویہ رضؓ کے بعد جب عبدالملک بن مروان حاکم ہوا تو اس وقت مکہ میں مسلمانوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور مکہ میں خلیفہ ہوگئے، عبدالملک بن مروان نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ سے بیعت طلب کی، ابن زبیر نے انکار کردیا تو عبدالملک نے ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف کو لشکر دے کر مکہ بھیجا کہ ابن زبیر رضؓ کو مجبور کرے، ورنہ قتل کردے، حجاج نے بے پناہ فساد برپا کیا بالآخر ابن زبیر کو شہید کردیا۔

نقالا ان الناس قد ضیعوا۔ اس میں ایک نسخہ ہے ان الناس صنعوا بصاد مہملہ ونون مفتوحتین ای صنعوا ماتری من الاختلاف (قسطلانی)

فکان اللہ عفا عنہ:۔ اس سے اشارہ غزوہ احد کی طرف ہے، چونکہ غزوۂ احد میں کچھ صحابہ کی اجتہادی غلطی سے فتح کے بعد کچھ دیر کیلئے مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی تھی پھر جب آنحضور ﷺ نے آواز دی تو صحابہ جمع ہوگئے، اس بھگدڑ میں سیدنا عثمان رضؓ بھی تھے پھر حق تعالیٰ نے سب کا قصور معاف کردیا جیسا کہ سورۂ آل عمران میں تصریح ہے ولقد عفا عنکم، تفصیل کے لئے نصر الباری کتاب المغازی کا غزوۂ احد ملاحظہ فرمائیے۔

❁ ۱۷۴۵ باب قوله وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔ التہلکۃ والہلاک واحد۔ ❁

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ ۲ ع ۸) اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہو اور اپنے جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو اور نیکی کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتے ہیں، تہلکہ اور ہلاک ہم معنی ہیں۔

(۴۲) ❁ حدثنا اسحٰق قال اخبرنا النضر قال حدثنا شعبۃ عن سلیمان قال سمعت ابا وائل عن حذیفۃ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔ قال نزلت فی النفقۃ ❁

ترجمہ۔ حضرت حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ وانفقوا فی سبیل اللہ الآیۃ فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
ظاہر عبارت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ نفقہ (خرچ) فی الجہاد ہے اس لئے کہ جہاد کے خرچ یعنی اسلحہ وغیرہ کے خرچ کو روکنا کافروں کے مضبوط کرنے اور اپنی طاقت کمزور کرنے کا سبب ہوگا اور یہ کمزوری ہلاکت کا سبب ہوگا، الظاہر ان مرادہ النفقۃ فی الجہاد فانہ لولم ینفق فیہ غلب علیہم الکفار واہلکوہم (حاشیہ بخاری ۱۹)
شان نزول کے سلسلے میں ایک روایت حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ سے منقول ہے کہ آیت کریمہ کا نزول ہم گروہ انصار کے بارے میں ہوا کہ ہم انصار نے آپس میں سوچا کہ اب اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو عزت اور سربلندی عنایت کردی ہے اور پہلے ہم لوگوں نے بے پناہ دریا دلی سے اپنا مال خرچ کردیا ہے اس لئے اب تھوڑا کنڑول کرنا چاہیئے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی انفقوا فی سبیل اللہ الخ

باب قولہ فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ
اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ ۲ ع ۸) لیکن اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اسکے سر میں کوئی تکلیف ہو الخ

(۴۳) حدثنا ادم قال حدثنا شعبۃ عن عبد الرحمن بن الاصبہانی قال سمعت عبداللہ بن مَعقِلٍ قال قعدتُ الی کعب بن عُجرَۃَ فی ھذا المسجد یعنی مسجد الکوفۃ فسالتُہ عن فدیۃٍ من صیام فقال حُمِلتُ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والقَمل یتناثر علی وجھی فقال ماکنتُ اُری ان الجھد قد بلغ بک ھذا اَمَا تجدُ شاۃً قلت لا قال صُم ثلثۃ ایام او اَطعِم ستۃ مساکین لکل مسکینٍ نصف صاعٍ من طعام واحلق راسک فنزلت فی خاصۃً وھی لکم عامۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن معقل رضؓ کا بیان ہے کہ میں حضرت کعب بن عجرہ رضؓ کے پاس کوفہ کی اس مسجد میں حاضر ہوا اور آپ سے میں نے روزے کے فدیہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے بیان کیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جایا گیا اور جوئیں (سر سے) میرے چہرہ پر گر رہی تھیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ تم کو اس حد تک تکلیف پہونچ گئی ہے، کیا تم ایک بکری نہیں مہیا کرسکتے ہو؟ میں نے عرض کیا "نہیں" آپ نے فرمایا پھر تین دن کے روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلادو، ہر مسکین کو نصف صاع کھانا، (یعنی گیہوں) دینا، اور اپنا سر منڈوالو (حضرت کعب بن عجرہ رضؓ احرام باندھے ہوئے تھے) سو یہ آیت نازل تو خاص کر میرے بارے میں ہوئی تھی لیکن یہ آیت (یعنی یہ حکم) تم سب کیلئے عام ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث مضی فی ابواب العمرۃ ص ۲۴۴

حضرت کعب بن عجرہ رضؓ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر حالت احرام میں کسی کے سر میں بکثرت جوئیں ہوگئیں یا کوئی زخم اس طرح کا نکل آیا کہ حجامت بنوانا ضروری ہوگیا اور اس نے حجامت بنوالی چاہے حلق ہو یا قصر؟ اس

پر فدیہ ہے، جس کی تین صورتیں ہیں ۱۔ تین روزے رکھے ۲۔ یا چھ مسکینوں کو بقدر صدقۃ الفطر خیرات دے، ۳۔ یا قربانی کرے جس کا کم سے کم درجہ بکری ہے یا اونٹ ہو تو بہتر ہے۔

باب قولہ فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ (پ ۲ ع ۸) جو شخص مستفید ہو عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر۔ الخ

تشریح تمتع بالعمرہ کی ایک صورت یہ ہے کہ عمرہ اور حج ایک ساتھ کیا یعنی حج قران یا حج سے پہلے عمرہ کر لیا پھر اشہر حج ہی کے اندر دوسرے احرام سے حج کیا یعنی حج تمتع۔ مطلب یہ ہے کہ حج قران یا تمتع کیا تو قارن اور متمتع پر ایک بکرا یا ساتواں حصہ اونٹ یا گائے کا لازم ہے، اس کو دم قران یا دم تمتع کہتے ہیں۔

(۴۴) حدثنا مسدد قال حدثنا یحیی عن عمران ابی بکر قال حدثنا ابو رجاء عن عمران بن حصین قال انزلت اٰیۃ المتعۃ فی کتاب اللہ ففعلناھا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم ینزل قرآن یحرمہ ولم ینہ عنھا حتی مات قال رجل برایہ ماشاء۔

ترجمہ:۔ حضرت عمران بن حصین رض سے روایت ہے کہ حج تمتع کی آیت قرآن میں نازل ہوئی پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس متعہ (یعنی حج تمتع) کو ادا کیا اور قرآن نازل نہیں ہوا جو اس کو حرام کردے (یعنی بعد میں بھی قرآن حکیم نے اسے ممنوع نہیں قرار دیا)، اور نہ ہی اس متعہ سے حضور نے منع کیا، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی، یہ تو ایک صاحب نے اپنی رائے سے جو چاہا کہدیا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ لان کلامنھا یدل علی جواز المتعۃ وھو التمتع۔ والحدیث مضی فی الحج ص ۲۱۳ وایضاً اخرجہ مسلم۔

یحرمہ ای التمتع۔ وقولہ عنھا ای عن المتعۃ (عمرہ) مطلب یہ ہے کہ متعہ بمعنی تمتع ہے، پس مذکر ضمیر سے مراد تمتع اور عنھا ضمیر مؤنث سے متعہ ہے۔ قال رجل رجل سے مراد حضرت عمر فاروق رض ہیں یا حضرت عثمان غنی رض، چونکہ حضرت فاروق اعظم رض کی تقلید میں حضرت عثمان غنی رض نے بھی منع کیا تھا۔

اور حق و صحیح یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رض کا تمتع سے روکنا ناجائز سمجھکر نہ تھا بلکہ حضرت عمر فاروق رض چاہتے تھے کہ خانہ کعبہ کا سفر بار بار کریں، ایک ہی سفر میں دونوں (حج و عمرہ) سے فارغ ہو کر زیارت کعبہ سے محروم نہ ہوں، مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رض کو پسند نہ تھا اور بس۔

ص ۶۴۸ باب قولہ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد، (پ ۲ ع ۹) تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے پروردگار سے فضل (روزی) طلب کرو (یعنی حج کے سفر میں تجارت جائز اور مباح ہے، البتہ مقصود اصلی حج ہو، چونکہ صحابہ رض نے موسم حج میں تلاش معاش (تجارت) کو گناہ سمجھا تھا، اس لئے آیت کریمہ نے جواز بتلادیا

(۴۵) حدثنی محمد قال اخبرنی ابن عیینۃ عن عمرو عن ابن عباس قال کانت عکاظ ومجنۃ وذوالمجاز اسواق الجاھلیۃ فتأثموا ان یتجروا فی المواسم فنزلت. لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ عکاظ اور مجنہ اور ذوالمجاز زمانہ جاہلیت کے بازار تھے (یعنی لوگ حج کے موسم میں ان میں تجارت کیا کرتے تھے) اس لئے (اسلام کے بعد موسم حج میں صحابہ نے وہاں تجارت کرنے کو گناہ سمجھا تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ لیس علیکم جناح الآیۃ یعنی اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے پروردگار سے فضل طلب کرو حج کے موسم میں، مطلب یہ ہے کہ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے موسم حج میں تلاش معاش (تجارت) کو گناہ سمجھا تھا اس لئے آیت مبارکہ نے جواز بتلادیا۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاھرۃ۔
والحدیث مضیٰ فی الحج ص۲۳۸ وفی البیوع ص۲۸۲۔

عکاظ:۔ بضم العین المھملۃ وتخفیف الکاف وبالظاء المعجمۃ۔ مجنۃ۔ بفتح المیم والجیم
ذوالمجاز:۔ بفتح المیم والجیم وبعد الالف زاء۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص سفر حج کے دوران کوئی بیع وشراء یا مزدوری کرے جس سے کچھ نفع ہوجائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ اصل نیت حج کی ہو اور مصارف حج میں یا گھر کی ضروریات میں تنگی ہے اس کو پورا کرنے کے لئے کوئی معمولی تجارت یا مزدوری کرلی اس میں کوئی گناہ نہیں، البتہ بہتر یہ ہے کہ خاص ان پانچ ایام میں جن میں حج کے افعال ادا ہوتے ہیں یعنی ۸ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک کوئی مشغلہ تجارت یا مزدوری کا نہ رکھے بلکہ ان ایام کو خالص عبادت وذکر میں گذاردے۔

باب قولہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (پ ع۹) پھر تم لوگ بھی وہاں ہی سے واپس پھرو جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں ای ارجعوا من عرفۃ لا من المزدلفۃ۔

تشریح کے لئے حدیث ذیل ملاحظہ فرمائیے۔

(۴۶) حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا محمد بن خازم قال حدثنا ھشام عن ابیہ عن عائشۃ قالت کانت قریش ومن دان دینھا یقفون بالمزدلفۃ وکانوا یسمون الحمس وکان سائر العرب یقفون بعرفات فلما جاء الاسلام امر اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یأتی عرفات ثم یقف بھا ثم یفیض منھا فذلک قولہ تعالیٰ ثم افیضوا من حیث افاض الناس

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش اور ان کے طریقے کی پیروی کرنے والے

عرب (یعنی حج کے معاملے میں قریش کے طریقہ پر چلنے والے جیسے بنو عامر، ثقیف اور خزاعہ) مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے (یعنی میدان عرفات نہیں جاتے تھے) یہ لوگ حمس سے نامزد کئے جاتے تھے، اور باقی تمام عرب والے میدان عرفات میں وقوف کرتے تھے، پھر جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ عرفات میں آئیں۔ اور وہیں وقوف فرمائیں پھر اس عرفات سے واپس پھریں (یعنی مزدلفہ آئیں) پس یہی مقصد ہے ارشادِ الٰہی ثم افیضوا من حیث افاض الناس کا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ فی آخرہ۔
والحدیث مرّ فی الحج ص۲۲۶۔

اس حدیث پاک کی پوری تشریح اور وضاحت کے لئے شان نزول ملاحظہ کیجئے۔

شان نزول یہ ہے کہ قریش عرب جو بیت اللہ کے محافظ و مجاور تھے اور سارے عرب میں ان کا اقتدار مسلم تھا اور ان کی ایک ممتاز حیثیت تھی، زمانۂ جاہلیت میں وہ اپنی امتیازی شان ظاہر کرنے کے لئے یہ حرکت کرتے تھے کہ سب لوگ تو عرفات کو جاتے اور وہاں وقوف کرکے واپس آتے تھے لیکن یہ راستہ میں مزدلفہ کے اندر ہی ٹھہر جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم چونکہ بیت اللہ اور حرم کے مجاور ہیں اس لئے حدود حرم سے باہر جانا ہمارے لئے مناسب نہیں۔ مزدلفہ حدودِ حرم کے اندر ہے اور عرفات اس سے خارج، یہ بہانا کرکے مزدلفہ ہی میں قیام کرلیتے اور وہیں سے واپس آجایا کرتے تھے اور اس کی اصل وجہ اپنا فخر و غرور اور عام لوگوں سے ممتاز ہوکر رہنا تھا۔

حق تعالیٰ کے اس فرمان نے ان کی غلط کاری واضح فرمادی اور حکم دیا کہ تم بھی وہیں جاؤ جہاں سب لوگ جاتے ہیں یعنی عرفات میں اور پھر وہیں سے سب کے ساتھ واپس آؤ۔

حُمس:۔ بضم الحاء المہملۃ وبعد المیم الساکنۃ سین مہملۃ جمع احمس وہو الشدید الصلب وسموا بذالک لتصلبہم فیما کانوا علیہ۔ (قسطلانی)

(۷۷) حدثنی محمد بن ابی بکر قال حدثنا فضیل بن سلیمان قال حدثنا موسیٰ بن عقبۃ قال اخبرنی کریب عن ابن عباس قال یطوف الرجل بالبیت ما کان حلالاً حتیٰ یُہِلَّ بالحج فاذا رکب الیٰ عرفۃ فمن تیسرلہ ھدیۃ من الابل والبقر او الغنم ما تیسر لہ من ذالک ای ذالک شاءَ غیر ان لم یتیسر لہ فعلیہ ثلثۃ ایام فی الحج وذالک قبل یوم عرفۃ فان کان آخر یوم من الایام الثلثۃ یوم عرفۃ فلا جناح علیہ ثم لینطلق حتی یقف بعرفات من صلوۃ العصر الی ان یکون الظلام ثم لیدفعوا من عرفات اذا افاضوا منہا حتی یبلغوا جمعاً الذی یبیتون بہ ثم لیذکروا اللہ کثیراً او اکثروا التکبیر والتہلیل قبل ان تصبحوا ثم افیضوا فان الناس کانوا یفیضون وقال اللہ۔ ثم افیضوا من حیث افاض الناس واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم حتی ترموا الجمرۃ

ترجمہ :۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ آدمی بیت اللہ کا طواف کرے جب تک حلال ہو، یعنی مکہ میں مقیم ہو یا عمرہ کرکے احرام کھول ڈالا ہو) یہاں تک کہ حج کا احرام باندھے پھر جب وقوف عرفہ کے لئے جائے تو جس کو ہدی (قربانی کا جانور) میسر ہو اونٹ یا گائے یا بکری اس میں سے جو اس کو میسر ہو جس کی قربانی کرسکتا ہے (کرے) لیکن اگر ہدی میسر نہ ہو تو اس پر تین دن کے روزے واجب ہیں ایام حج میں اور ان تین روزوں کا وقت یوم عرفہ (نویں ذالحجہ) سے پہلے ہے اب اگر ان تین روزوں میں سے آخری روزہ وقوف عرفہ کے دن پڑجائے پھر بھی کوئی گناہ نہیں، پھر اس کو چل دینا چاہئے، اور میدان عرفات میں قیام کرے عصر کی نماز سے لیکر تاریکی پھیل جانے تک، پھر عرفات سے روانہ ہوجانا چاہئے، جب عرفات سے پھریں تو مزدلفہ پہونچ جائیں کہ اس مزدلفہ ہی میں رات گذاریں گے (یہاں نسخے دو ہیں ۱ یبیتون، جس کا ترجمہ کیا گیا ہے، دوسرا نسخہ ہے "یتبررُ فیہ" اس صورت میں معنی ہوں گے جہاں نیکی طلب کی جاتی ہے بر سے ماخوذ ہے) پھر زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے یا (شک راوی) تکبیر و تہلیل کی کثرت کریں صبح ہونے سے پہلے تک، پھر پھر جاؤ اس لئے کہ لوگ پھرتے تھے یعنی مزدلفہ سے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ثم افیضوا من حیث افاض الناس الخ پھر تم واپس پھرو وہاں سے جہاں سے لوگ واپس پھرتے ہیں اور اللہ سے مغفرت طلب کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے، یہاں تک کہ رمی جمرہ کرو (یعنی تم جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارو۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ۔ ثم افیضوا الخ

یہاں عصر کی نماز سے مراد بعد الزوال ہے چونکہ جمع تقدیم کے طور پر ظہر کے وقت میں عصر کی نماز ادا کی جاتی ہے اس کے بعد یعنی وقوف عرفہ سے فراغت کے بعد باوجود وقت مغرب ہوجانے کے بغیر ادائے مغرب مزدلفہ کے لئے روانہ ہوکر بطور جمع تاخیر مزدلفہ میں عشاء کے وقت مغرب وعشاء ادا کریں۔

اشکال ہوتا ہے کہ اس حدیث سے تو معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں افیضوا سے مراد مزدلفہ سے پھرنا ہے لیکن حدیث سابق (یعنی حدیث عائشہ رضؓ) سے عرفات معلوم ہوا تھا۔

جواب یہ ہے کہ کوئی تعارض نہیں ہے اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضؓ کی تفسیر میں افاض الناس سے مراد حمس یعنی قریش ہیں اور حضرت عائشہ رضؓ کی تفسیر میں افاض الناس سے مراد غیر حمس ہیں۔

ص ۶۴۹ باب قولہ۔ ومنہم من یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ ومنہم من یقول الاٰیۃ پ ۲ ع ۹) اور ان میں سے بعض (جو کہ مومن ہیں) ایسے ہوتے ہیں جو (دعا میں یوں) کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری دیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے، اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے۔

(۴۸) حدثنا ابو معمر قال حدثنا عبد الوارث عن عبد العزیز عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللّٰھم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔

ترجمہ :- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے، اللّٰھم ربنا الخ

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث اخرجہ البخاری ایضاً فی الدعوات ص۹۴۵۔

اس دعا میں لفظ حسنۃ میں بدن کی صحت، اہل وعیال کی صحت، رزق حلال میں وسعت وبرکت، دنیاوی سب ضرورتوں کا پورا ہونا، اعمال صالحہ، اخلاق محمودہ، علم نافع، عزت ووجاہت، عقائد کی درستگی، صراط مستقیم کی ہدایت اور عبادات میں اخلاص کامل سب داخل ہیں۔

اور آخرت کے حسنہ میں جنت اور اس کی بے شمار اور لازوال نعمتیں اور حق تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار، یہ سب چیزیں شامل ہیں

باب قولہ "وھو الد الخصام" وقال عطاء النسل الحیوان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد "وھو الخ پ ع ۹) اور وہ شدید جھگڑالو ہے" اور عطاء ابن ابی رباح رہ نے بیان کیا کہ آیت کریمہ "ویھلک الحرث والنسل" میں نسل سے مراد حیوان ہے، یعنی برباد کرتا ہے کھیتی اور مویشی کو

تشریح پوری آیت اس طرح ہے۔ ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشھد اللہ علی ما فی قلبہ وھو الد الخصام"

اس آیت میں من الناس سے مراد اخنس بن شریک ہے جو پکا منافق تھا، یعنی یہ آیات اخنس منافق کے بارے میں نازل ہوئیں جو بڑا فصیح وبلیغ، نہایت چرب زبان تھا، یہ اخنس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر قسمیں کھا کھا کر اسلام کا دعویٰ کیا کرتا تھا اور مجلس سے اٹھ کر جاتا تو فساد وشرارت اور مسلم دشمنی میں لگ جاتا، اسی منافق کے متعلق ارشاد ہے۔ اور لوگوں میں بعض ایسا بھی ہے کہ آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیاوی غرض سے ہوتی ہے (بوجہ فصاحت وبلاغت کے) اچھی معلوم ہوتی ہے اور جو اس کے دل میں ہے اس پر وہ (اپنا اعتبار بڑھانے کو) اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے، درآں حالیکہ وہ شدید دشمن ہے

(۴۹) حدثنا قبیصۃ قال حدثنا سفیان عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکۃ عن عائشۃ ترفعہ قال ابغض الرجال الی اللہ الالد الخصم وقال عبد اللہ حدثنا سفیان حدثنی ابن جریج عن ابن ابی ملیکۃ عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اور وہ اس حدیث کو مرفوعاً بیان فرماتی تھیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک مبغوض ترین انسان وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہو (یعنی مسلمانوں سے شدید عداوت والا اور جھگڑنے والا ہو)

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
وقال عبد اللہ" ای ابن الولید الخ اس سند کی نقل سے مقصد یہ ہے کہ سفیان ثوری رحمہ کا

سماع ابن جریج سے ثابت ہے چونکہ اوپر عن ابن جریج تھا اور اس میں حدثنی ابن جریج کی صراحت ہے، نیز دوسرا فائدہ یہ بھی ہوا کہ اس میں تصریح ہے عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

۱۴۴۱۔ باب قوله امْ حَسِبْتُمْ ان تدخلوا الجنّة ولما يأتكم مثل الذين من قبلكم مسّتهم البأساء والضرّاء، الى قريب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ ام حسبتم الخ پ ۲ ع ۱۰) یعنی کیا تم یہ گمان رکھتے ہو کہ جنت میں داخل ہوجاؤ گے درانحالیکہ ابھی تم پر ان لوگوں کے حالات پیش نہیں آئے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں، انھیں تنگی (فقر وفاقہ کی) اور سختی (مرض کی) پیش آئی، ارشاد الٰہی "قریب" تک۔

(۵۰) **حدثنا** ابراهيم بن موسى قال اخبرنا هشام عن ابن جريج قال سمعت ابن ابى مليكة يقول قال ابن عباس "حتى اذا استيئس الرسل وظنوا انهم قد كذبوا" خفيفة ذهب بها هناك وتلا "حتى يقول الرسول والذين امنوا معه متى نصر الله الا ان نصر الله قريب". فلقيت عروة بن الزبير فذكرت له ذالك فقال قالت عائشة معاذ الله والله ما وعد الله رسوله من شئ قط الا علم انه كائن قبل ان يموت ولكن لم تزل البلايا بالرسل حتى خافوا ان يكون من معهم يكذبونهم فكانت تقرأها وظنوا انهم قد كذّبوا مثقّلة۔

ترجمہ ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت کریمہ حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انهم قد كذبوا، تخفیف کے ساتھ قرأت کی (یعنی سورۂ یوسف کی مذکورہ آیت کے اندر کذبوا کی ذال کو بلا تشدید تخفیف کے ساتھ پڑھا۔

ترجمہ آیت کریمہ:۔ یہاں تک کہ جب پیغمبر مایوس ہوگئے (یعنی تاخیر عذاب سے دھوکہ مت کھاؤ اس لئے کہ پہلی قوموں کو بھی لمبی لمبی مہلتیں دی گئی تھیں، اور عذاب کی تاخیر اور مہلت کی درازی مدت کی وجہ سے منکرین بیش از بیش شرارتیں کرنے لگے کہ پیغمبروں کو ان کے ایمان لانے کی کوئی امید نہ رہی) اور پیغمبروں نے خیال کرلیا کہ وہ جھوٹ کہے گئے (یعنی ہمارے فہم نے، ہماری سمجھ نے ہم سے غلط کہا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے جو وعدہ خداوندی کا وقت اپنے قیاس اور انداز سے مقرر کیا تھا اس میں ہم سے غلطی ہوگئی، یعنی اجتہادی غلطی جو پیغمبروں سے ممکن ہے۔

ذهب بها هناك وتلا:۔ (ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں) ابن عباس رضی اللہ اس آیت کو وہاں لے گئے (یعنی سورۂ بقرہ کی طرف) اور تلاوت فرمائی حتى يقول الرسول والذين امنوا معه متى نصر الله الا ان نصر الله قريب، یہاں تک کہ کہنے لگے رسول اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان لائے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو، اللہ کی مدد قریب ہے۔

(غرضیکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان دونوں یعنی سورۂ بقرہ اور سورۂ یوسف کی آیتوں سے یہ مطلب سمجھا

کہ ایمان والوں کی مدد میں تاخیر دیکھ کر بہت بعید سمجھا اور بطور استبعاد فرمایا "متی نصر اللہ" تو حق تعالیٰ کی مدد آئی، الا ان نصر اللہ قریب۔

فلقیت عروۃ بن الزبیر الخ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ پھر میری ملاقات عروہ بن زبیر سے ہوئی تو میں نے اس قرآت کا ذکر کیا، تو عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا تھا "معاذ اللہ" خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے رسول سے جو بھی وعدہ کیا وہ رسول کو کامل یقین ہوتا کہ ان کی وفات سے پہلے یہ ضرور ظہور پذیر ہو کر رہے گا، البتہ انبیاء علیہم السلام پر مصیبتیں اور آزمائشیں دراز اور دیرپا ہو جاتیں تو ڈرنے لگتے کہ کہیں وہ لوگ ان کی تکذیب نہ کر دیں جو ان کے ساتھ ہیں چنانچہ حضرت عائشہ رض اس کی قرارت اس طرح کرتی تھیں وظنوا انہم قد کُذّبوا یعنی ذال پر تشدید کے ساتھ۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

البأساء والضراء۔ دونوں اسم مؤنث ہیں اور بمعنی مرض، سختی اور تکلیف کے ہیں، لیکن بعض مفسرین نے کچھ فرق بھی کیا ہے کہ بأساء وہ مصائب اور تکالیف جو انسان پر خود نہ آئیں، بلکہ اس کے مال وغیرہ پر آئیں مثلاً گھر تباہ ہو جائے، دوکانیں لوٹ لی جائیں وغیرہ، اور ضراء وہ تکالیف جو خود انسان کے جسم پر آئیں مثلاً بیماریاں وغیرہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات میں مسلمانوں کو خطاب ہے کہ اگر جنت کی طلب و خواہش ہے تو مصائب و تکالیف سے اور دشمنوں کے عارضی غلبہ سے گھبراؤ نہیں، صبر و تحمل سے کام لو اس لئے کہ اگلی امتوں کو بھی ایذائیں پیش آئیں اور انہوں نے صبر کیا پھر اللہ کی مدد پہونچی ہے۔

مزید تفصیل سورۂ یوسف میں آئے گی انشاء اللہ الرحمان۔

باب قولہ تعالیٰ نساؤکم حرث لکم فأتوا حرثکم انّٰی شئتم وقدموا لانفسکم الآیۃ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ (پ ۲ ع ۱۲) تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، تم اپنے کھیت میں آؤ جس طرح چاہو (جس طرح چاہو صحبت کرو) اور اپنے لئے آئندہ کے واسطے کچھ تدبیر کرتے رہو (یعنی اعمال صالحہ کرتے رہو جو مستقبل یعنی آخرت میں تم کو کام آئے) دوسرا قول یہ بھی ہے کہ مراد ولد صالح ہے، جو دنیوی نعمت ہے۔

آیت کریمہ کے اندر لفظ (انّٰی کے معنی میں اختلاف ہے کہ انی شئتم کے معنی کیا ہیں؟ جمہور کے نزدیک معنی ہیں انی شئتم ای کیف شئتم مستقبلین ومستدبرین اذا کان فی صمام واحد وقیل انی بمعنی حیث وقیل بمعنی متیٰ۔

مطلب یہ ہے کہ عورت تمہاری کھیتی ہے اپنے کھیت میں کیف شئتم جس طرح چاہو آؤ یعنی صحبت کرو، کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر، جی چاہے چت لٹا کر یا کروٹ سے جس طرح سے بھی چاہو کوئی پابندی نہیں، مگر حرث کے لفظ پر نظر ضروری

ہے کہ قابل کاشت کھیت صرف فرج ہے جس میں تخم (نطفہ) سے پیداوار (اولاد) کی توقع ہو، بخلاف دُبر کے کہ یہ حرث نہیں فرث یعنی مقام گندگی ہے۔

بہرحال ائمہ اربعہ اور جمہور علماء اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ بیوی کے دبر میں جماع یعنی لواطت حرام ہے، بعض حضرات نے امام مالکؒ سے جواز نقل کیا ہے اس سلسلے میں صحیح قول یہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ وغیرہ سے رجوع ثابت ہے۔ باقی تشریح حدیث کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۵۱) حدثنا اسحٰق قال اخبرنا النضر بن شميل قال اخبرنا ابن عون عن نافع قال كان ابن عمر اذا قرأ القرآن لم يتكلم حتى يفرغ منه فاخذت عليه يوما فقرأ سورة البقرة حتى انتهى الى مكان قال تدري فيما انزلت قلت لا قال نزلت في كذا وكذا ثم مضى وعن عبد الصمد حدثني ابي قال حدثني ايوب عن نافع عن ابن عمر فأتوا حرثكم انى شئتم. قال يأتيها في رواه محمد بن يحيى بن سعيد عن ابيه عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر

ترجمہ نافع سے روایت ہے کہ جب ابن عمرؓ قرآن پڑھتے تھے تو بات نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ اس قرآن (یعنی قرآن مجید کی تلاوت) سے فارغ ہوجاتے سو میں نے (یعنی نافع نے) ایک روز ان کا قرآن لے لیا (یعنی اپنے ہاتھ میں لے لیا تو حضرت ابن عمرؓ زبانی یعنی حفظ سے پڑھنے لگے) چنانچہ انھوں نے سورۂ بقرہ کی تلاوت کی یہاں تک کہ ایک جگہ پہونچے (یعنی نساءکم حرث لکم کی آیت تک پہونچے) تو فرمایا۔ کیا تو جانتا ہے کہ کس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، فرمایا فلاں فلاں معاملہ میں، پھر بدستور گذرے (یعنی تلاوت میں مشغول ہوگئے)

تشریح مطابقته للترجمة توخذ من قوله "في كذا وكذا" لان المراد به في اتيان النساء في ادبارهن على ما نذكره عن قريب (عمدہ)

امام بخاریؒ نے اس حدیث میں نزلت سے فی نقل کرکے فی کا مجرور ترک کردیا اس لئے بعض حضرات مثلاً حمیدیؒ نے فی کا مجرور فرج قرار دیا اور اکثر حضرات نے فی کا مجرور فی الدبر بیان کیا ہے۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں شان نزول کی صراحت نہیں ہے بلکہ اس چیز کے ساتھ مبہم چھوڑ دیا ہے۔ لیکن اسحاق بن راہویہؒ سے منقول ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا مقصد بیویوں کا دبر تھا (تیسیر القاری)

وعن عبد الصمد الخ هذا معطوف على قوله اخبرنا النضر بن شميل يعني النضر يروي ايضا عن عبد الصمد بن عبد الوارث وهو يروي عن ابيه عبد الوارث بن سعيد عن ايوب السختياني عن نافع عن ابن عمرؓ الخ

اور عبد الصمد سے روایت ہے کہ مجھ سے میرے والد نے حدیث بیان کی ان سے ایوب سختیانی نے اور ان سے ابن عمرؓ نے آیت کریمہ نساءکم الخ کی تفسیر میں فرمایا کہ تمھاری عورتیں تمھاری کھیتی ہیں، آؤ تم

اپنے کھیت میں جس طرح چاہو، یعنی عورت کے دُبر میں آسکتے ہو" یاتیھا فی "یعنی آسکتے ہو اس کے اس میں، مطلب یہ ہے کہ فی حرف جار کا مجرور محذوف ہے۔

علامہ قسطلانی رہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رہ نے مجرور کو کراہتہً حذف کر دیا ہے، علامہ سیوطی رہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن جریج نے بلفظ یاتیھا فی الدبر سے نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم — ممکن ہے کہ امام بخاری رہ نے تردّد فی الروایات کی بنا پر تحقیق کے انتظار میں بیاض چھوڑ دیا اور مجرور کو نقل نہیں کیا۔

رواہ محمد بن یحیی بن سعید الخ اور روایت کیا ہے اس کو محمد بن یحیٰ بن سعید نے اپنے والد سے ان سے عبیداللہ نے ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمرؓ نے۔

بخاری شریف کے تقریباً تمام نسخوں میں یاتیھا فی بحذف المجرور ہی ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس روایت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ عورت کے کس میں جماع کرے؟ قبل میں یا دُبر میں -؟

حمیدی کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ کی مراد شرمگاہ قبل یعنی فرج ہے، لیکن حمیدی کی یہ تفسیر ان روایات کے خلاف ہے جو ابن عمرؓ سے صراحۃً منقول ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمرؓ جماع فی الدبر کے جواز کے قائل تھے جیسا کہ اسحاق ابن راہویہ نے اپنی مسند اور تفسیر میں سند کے ساتھ نقل کیا ہے، اس سلسلے کی حدیثیں ابوداؤد اور نسائی میں بھی ہیں، ان شئت فلیراجع۔

اس مسئلے پر فتح الباری نے تفصیلی بحث کی ہے، اور امام شافعی رہ اور امام محمد رہ کا مناظرہ نقل کیا ہے، مناظرہ میں امام محمد رہ جماع فی الدبر کو ناجائز کہتے تھے، اور امام شافعی رہ جواز کے قائل تھے۔ ممکن ہے کہ شروع میں امام شافعی جواز کے قائل ہوں، لیکن بعد میں عدم جواز اور حرمت کے قائل ہوگئے تھے اس لئے تمام علماء اہل سنت و ائمہ مجتہدین جماع فی الدبر کی حرمت پر متفق ہیں۔

(۵۲) حدثنا ابو نعیم قال حدثنا سفیان عن ابن المنکدر سمعت جابرًا قال کانت الیھود تقول اذا جامعھا من ورائھا جاء الولد احول فنزلت نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ جب مرد اپنی عورت سے اسکے پیچھے کی طرف سے (فرج میں) جماع کرے گا تو بچہ احول (بھینگا) پیدا ہوگا، اس پر یہ آیت اتری، یعنی یہود کے رد میں کہ تمھاری بیویاں تمھاری کھیتی ہیں سو اپنے کھیت میں آؤ جس طرح چاہو۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
وہذا الحدیث اخرجہ مسلم فی النکاح وغیرہ والترمذی فی التفسیر۔

جامعھا من ورائھا اس میں پیچھے سے آنے کا مطلب سمجھنے کے لئے بچہ پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوگا کیونکہ حمل کا تعلق قُبل یعنی فرج ہی کے جماع سے ہوگا نہ کہ دُبر سے۔

۶۴۹ باب قوله واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن

اللہ تعالیٰ کا ارشاد واذا طلقتم النساء الخ پ ع ۱۴) اور جب تم عورتوں کو طلاق (رجعی) دے چکو اور پھر وہ اپنی مدت (عدت) کو پہونچ چکیں تو تم انھیں اس سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کریں۔

(۵۲) حدثنا عبید اللہ بن سعید قال حدثنا ابو عامر العقدی قال حدثنا عباد بن راشد قال حدثنا الحسن قال حدثنی معقل بن یسار قال کانت لی اخت تخطب الی قال ابوعبداللہ وقال ابراھیم عن یونس عن الحسن حدثنی معقل بن یسار ح وحدثنا ابو معمر قال حدثنا عبدالوارث قال حدثنا یونس عن الحسن ان اخت معقل بن یسار طلقها زوجها فترکھا حتی انقضت عدتھا فخطبھا فابی معقل فنزلت. فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن

ترجمہ:۔ حضرت معقل بن یسار رض نے بیان کیا کہ میری ایک بہن تھی جس کے نکاح کا پیغام میرے پاس آیا تھا۔

قال ابوعبداللہ :۔ امام بخاری رح نے بیان کیا کہ ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا ان سے یونس نے ان سے حسن رح نے اور ان سے حضرت معقل بن یسار رض نے۔

اور ہم سے ابو معمر نے حدیث بیان کی ان سے عبدالوارث ان سے یونس نے ان سے حسن نے کہ معقل بن یسار رض کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق (رجعی) دیدی اور اس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس کی عدت گذر گئی تو انھوں نے (یعنی شوہر نے) پھر اس سے نکاح کا پیغام بھیجا تو معقل رض (ولی) نے انکار کردیا۔ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی فلا تعضلوھن الخ تم انھیں اس سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کریں۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ توخذ من تمام الحدیث۔
والبخاری اخرجہ ہنا مختصرا وفی الطریق الثالث تمامہ واخرجہ من ثلاث طرق کما تری والحدیث اخرجہ البخاری ایضا فی النکاح ص۷۷۰ وفی الطلاق ص۸۰۳

معقل :۔ بفتح المیم وسکون العین وکسر القاف۔

ان کی بہن جمیل بضم الجیم وفتح المیم ای بالتصغیر۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں خطاب عورت کے ولی کو ہے، ابن منذر نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اس مرد کے بارے میں ہے جس نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اس کی عدت گذر جائے، پھر عدت گذرنے کے بعد شوہر رجوع کرنا چاہے اور عورت بھی راضی ہو تو ایسی صورت میں ولی کو روکنا نہیں چاہئے، اور یہ صورت طلاق رجعی کی ہے۔

۶۵۰ باب قوله والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا۔ الی بما تعملون خبیرا۔ یعفون یھبن

اللہ تعالیٰ کا ارشاد، والذین الخ پ ع ۱۴) اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ

جاتے ہیں وہ بیویاں اپنے آپ کو (نکاح وغیرہ سے) روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن پھر جب اپنی (عدت کی) میعاد ختم کرلیں تو تم کو (بھی) کچھ گناہ نہ ہوگا ایسی بات (کے جائز رکھنے میں) کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کارروائی (نکاح کی) کریں قاعدہ کے موافق اور اللہ تعالیٰ تمہارے افعال کی خبر رکھتے ہیں۔

یعفون بمعنی یھبن ہے اشارہ ہے اگلے رکوع یعنی پ ع ۱۵ کی طرف۔

بیوہ کی عدت بیوہ عورت جس کا شوہر مرگیا وہ ایام سوگ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکیگی یہ چار مہینے دس دن بیوہ کی عدت ہے، عدت گذرنے سے پہلے نہ نکاح کرسکتی ہے اور نہ نکاح کی بات چیت اور نہ اسباب یعنی زینت وغیرہ جیسے خوشبو لگانا، سنگار کرنا، رنگین کپڑے پہننا درست نہیں، اور نکاح ثانی کے لئے صریح گفتگو بھی درست نہیں، نیز رات کو دوسرے کے گھر میں رہنا بھی درست نہیں، اور یہی حکم ہے مطلقہ بائنہ کا، یعنی جس میں رجعت درست نہیں، مگر اس کو اپنے گھر سے دن کو بھی بغیر سخت مجبوری کے نکلنا درست نہیں۔ اگر چاند رات کو خاوند کی وفات ہوئی تب تو یہ مہینے خواہ تیس کے ہوں یا انتیس کے چاند کے حساب سے پورے کئے جائیں گے، اور اگر چاند رات کے بعد وفات ہوئی ہے تو سب مہینے تیس تیس دن کے حساب سے پورے کئے جائیں گے یعنی ایک سو تیس دن پورے کئے جاویں گے۔

(۵۲) **حدثنی** امیۃ بن بسطام قال حدثنا یزید بن زریع عن حبیب عن ابن ابی ملیکۃ قال ابن الزبیر قلت لعثمان بن عفان۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا قال نسختھا الآیۃ الاخری فلم تکتبھا او تدعھا قال یا ابن اخی لا اغیر شیئا منہ من مکانہ

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے کہا والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج پ ع ۱۵ کو دوسری آیت یعنی یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا، نے منسوخ کردیا ہے، پھر آپ نے اس آیت منسوخہ کو کیوں لکھا؟ یا (شک راوی) آپ نے اس کو قرآن پاک میں کیوں چھوڑ دیا؟ تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ اے بھتیجے! میں اس قرآن پاک کی کوئی چیز (لفظ ہو یا حرف) اس کی جگہ سے نہیں بدل سکتا ہوں۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ

حضرت عثمان بن عفانؓ جس وقت قرآن مجید جمع کر رہے تھے اس وقت عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ کہا تھا چونکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ یہ سمجھ رہے تھے کہ جو آیت منسوخ ہوگئی اس کو قرآن میں نہ لکھا جائے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ابن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ سے کہا۔ یہ آیت والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج۔ یعنی تم میں سے جو لوگ وفات پاجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو ان پر لازم ہے (یعنی آثار موت واحتضار موت کے وقت)

اپنی بیویوں کے لئے پورے سال بھر کے نفقہ اور سکنیٰ کیلئے وصیت کرجائیں تو ابن زبیرؓ نے فرمایا کہ دوسری آیت نے اس کو منسوخ کردیا ہے، یعنی آیت کریمہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھم اربعۃ اشھر وعشرا. یعنی چار مہینے دس دن عدت وفات رہ گئی یہ ناسخ ہے. تو جب آیت وصیت منسوخ ہے تو آپ نے مصحف (قرآن مجید) میں اس کو کیوں لکھا؟ یا اس منسوخ آیت کو قرآن میں کیوں چھوڑدیا؟ کیوں رہنے دیا؟ جبکہ اربعۃ اشھر کی آیت سے منسوخ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا خیال تھا کہ منسوخ آیت کو داخل قرآن نہیں کرنا چاہئے تو اس کے جواب میں حضرت عثمانؓ نے فرمایا، اے بھتیجے! اے میرے عزیز! قرآن مجید کی کوئی چیز اپنی جگہ سے میں نہیں بدلوں گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی ترتیب توقیفی ہے یعنی شارع علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے حکم سے ترتیب دی گئی ہے اس میں کسی کی رائے کو دخل نہیں ہے

حضرت عثمانؓ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ منسوخ الحکم ہونے کے باوجود تبدیلی نہیں کروں گا کیونکہ ہم پر تو صرف اتباع اور پیروی لازم ہے جو ترتیب حضور اقدسؐ سے لے کر حضرات شیخین تک رہی قیامت تک رہیگی، رہا یہ اشکال کہ اس سے کیا فائدہ؟

جواب یہ ہے کہ تلاوت کا ثواب حاصل ہوگا، پھر اس آیت کو تو منسوخ کہنا بھی مشکل ہے کہ صرف عموم میں تخصیص ہوئی ہے کہ بجائے سال بھر کے چار مہینے دس دن ہوگئے، علی الاطلاق عدت منسوخ نہیں۔

(۵۵) حدثنا اسحٰق قال حدثنا روحٌ قال حدثنا شبلٌ عن ابن ابی نجیح عن مجاھد والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً. قال کانت ھذہ العدۃ تعتد عند اھل زوجھا واجب فانزل اللہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعًا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن من معروف قال جعل اللہ لھا تمام السنۃ سبعۃ اشھر وعشرین لیلۃً وصیۃً ان شاءت سکنت فی وصیتھا وان شاءت خرجت وھو قول اللہ تعالی غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فالعدۃ کما ھی واجبٌ علیھا زعم ذالک عن مجاھد وقال عطاء قال ابن عباس نسخت ھذہ الآیۃُ عدتھا عند اھلھا فتعتد حیث شاءت لقول اللہ غیر اخراج وقال عطاء ان شاءت اعتدت عند اھلہ وسکنت فی وصیتھا وان شاءت خرجت لقول اللہ فلا جناح علیکم فیما فعلن قال عطاء ثم جاء المیراث فنسخ السکنیٰ فتعتد حیث شاءت ولا سکنیٰ لھا وعن محمد بن یوسف قال حدثنا ورقاء عن ابن نجیح عن مجاھد بھذا وعن ابن ابی نجیح عن عطاء عن ابن عباس قال نسخت ھذہ الآیۃ عدتھا فی اھلھا فتعتد حیث شاءت

لقول اللہ غیر اخراج نحوہ۔

ترجمہ:۔ مجاہدؒ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ "والذین یتوفون منکم ازواجا" کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ عدت (یعنی چار مہینے دس دن) جو عدت گذارتی تھی اپنے شوہر کے گھر والوں کے پاس وہ واجب تھی (مطلب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں دستور و قانون تھا کہ جب کسی عورت کا شوہر مرجاتا تو عورت اپنے سسرال میں رہتی تھی اور یہ رہنا واجبی اور ضروری تھا) پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ الخ (جو لوگ تم میں وفات پاجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو ان پر اپنی بیوی کے واسطے وصیت لازم ہے یعنی ایک سال تک کا نان نفقہ بغیر نکالنے کے گھر سے، پھر اگر وہ بیویاں خود نکل جائیں (یعنی چار مہینے دس دن کی عدت گذار کر یا اگر حاملہ ہے تو وضع حمل کے بعد) تو تم پر (اے سسرال والو) کوئی گناہ نہیں اس بات چیت میں جس کو وہ اپنے بارے میں قاعدے کے موافق کریں یعنی نکاح وغیرہ۔

قال جعل اللہ لها الخ راوی یعنی مجاہدؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے عورت یعنی بیوی کیلئے سات مہینے اور بیس راتیں وصیت کے قرار دیئے (مطلب یہ ہے کہ سال بھر کی وصیت جو لازم تھی اس میں سے چار مہینے دس دن تو اصل عدت ہے جو اسلام نے وفات زوج کی عدت مقرر کی ہے، باقی سال کو پورا کرنے کے لئے سات مہینے بیس دن تک شوہر کے گھر مزید رہنے کا حق دیا گیا کہ دونوں کا مجموعہ بارہ مہینے ہوجائیں، اور یہ اس لئے دیا گیا تھا کہ بیوی کا کوئی حصہ میراث میں مقرر نہیں ہوا تھا اسی وجہ سے سال بھر تک سسرال میں رہنے کا حق حاصل ہے کہ شوہر کے ترکہ سے نان نفقہ بھی دیا جائے اور رہنے کے لئے مکان بھی، پھر جب میراث کا حکم نازل ہوگیا یعنی رُبع اور ثُمن تو یہ وصیت کا حکم منسوخ ہوگیا۔

ان شاءت سکنت فی وصیتها وان شاءت خرجت الخ یعنی اگر عورت چاہے (مذکورہ عدت وفات کے بعد) تو وصیت کے مطابق سسرال میں ٹھہرے اور اگر چاہے تو چلی جائے اور یہی مراد ہے غیر اخراج سے پس اگر عورت چلی جائے تو تم پر کوئی گناہ نہیں، بس عدت (کے ایام) تو وہی ہیں جنھیں گذارنا اس پر واجب ہے (یعنی چار مہینے دس یوم)۔

شبل کا بیان ہے کہ ابن ابی نجیح نے مجاہدؒ کے واسطہ سے بیان کیا۔

وقال عطاء قال ابن عباس اور عطاء نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ اس آیت نے عورت کے لئے صرف شوہر کے گھر میں عدت گذارنے کے حکم کو منسوخ کردیا، سو اب عدت گذار سکتی ہے جہاں چاہے ارشاد خداوندی غیر اخراج کی وجہ سے (یعنی گھر سے نکالی نہ جائیں لیکن اگر خود نکل جائیں تو کوئی گناہ نہیں اور عطا نے کہا کہ اگر عورت چاہے تو شوہر کے گھر میں عدت گذارے اور اسکے حق میں جو وصیت ہے اس کے مطابق وہیں قیام کرے، اور اگر وہ چاہے تو شوہر کے گھر سے نکل بھی سکتی ہے یعنی دوسری جگہ بھی عدت گذار سکتی ہے اس لئے کہ ارشاد خداوندی ہے "تم پر کوئی گناہ نہیں، جسے وہ بیویاں اپنے بارے میں کریں

عطاء نے فرمایا۔ پھر میراث کا حکم نازل ہوا، اور اس نے سکنیٰ کا حکم منسوخ کردیا اب عورت جہاں چاہے عدت گذار سکتی ہے، اب اس کیلئے سکنیٰ ضروری نہیں ہے۔

اور محمد بن یوسف سے روایت ہے ان سے ورقاء نے بیان کیا ان سے ابن ابی نجیح نے اور ان سے مجاہد نے بھی روایت بیان کی۔ اور ابن ابی نجیح سے روایت ہے ان سے عطاء نے بیان کیا اور ان سے ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ اس آیت نے صرف شوہر کے گھر میں عدت کے حکم کو منسوخ قرار دیا، سو اب وہ جہاں چاہے عدت گذار سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کے ارشاد غیر اخراج کی روشنی میں۔

نحوہ :۔ یعنی مثل اس روایت کے جو مجاہدؒ سے ماسبق میں گذری۔

تشریح :۔ مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ

(۵۶) حدثنی حبان قال حدثنا عبد اللّٰہ قال اخبرنا عبد اللّٰہ بن عون عن محمد بن سیرین قال جلست الی مجلس فیہ عُظمٌ من الانصار وفیہم عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ فذکرت حدیث عبد اللّٰہ بن عتبۃ فی شان سُبیعۃ بنت الحارث فقال عبد الرحمٰن ولکن عمہ کان لا یقول ذلک فقلت انی لجریٌ ان کذبت علی رجل فی جانب الکوفۃ ورفع صوتہ قال ثم خرجت فلقیت مالک بن عامر او مالک بن عوف قلت کیف کان قول ابن مسعود فی المتوفی عنہا زوجہا وہی حامل فقال قال ابن مسعود اتجعلون علیہا التغلیظ ولا تجعلون لہا الرخصۃ لنزلت سورۃ النساء القصریٰ بعد الطولیٰ وقال ایوب عن محمد لقیت ابا عطیۃ مالک بن عامر :۔

ترجمہ :۔ محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ میں ایک ایسی مجلس میں حاضر تھا جس میں اکابر انصار موجود تھے اور ان اکابرین میں عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ بھی تشریف فرما تھے میں نے وہاں سبیعہ بنت حارث کے معاملہ سے متعلق عبد اللہ بن عتبہ کی حدیث کا ذکر کیا (سبیعہ کا معاملہ یہ تھا کہ سبیعہ کا شوہر سعد بن خولہ کا انتقال ہوگیا اور سبیعہ حاملہ تھی پھر پچیس روز کے بعد وضع حمل ہوگیا یعنی بچہ پیدا ہوگیا، جب وہ نفاس سے پاک ہوگئیں تو انھوں نے پیام دینے والوں کے لئے زیب و زینت اختیار کی اس پر اعتراض کیا گیا کہ تیری عدت یعنی متوفی عنہا زوجہا کی عدت چار مہینے دس دن ہیں تو سبیعہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا واقعہ بیان کر کے نکاح کی اجازت حاصل کرلی) اس پر عبد الرحمٰن نے کہا۔ لیکن ان (عبد اللہ بن عتبہ) کے چچا (عبد اللہ بن مسعود رضؓ) ایسا نہیں کہتے تھے، محمد بن سیرین کہتے ہیں میں نے کہا کہ پھر تو میں نے ایک ایسے بزرگ کے متعلق جھوٹ بولنے کی جرأت کی ہے جو ابھی کوفہ میں موجود ہیں (یعنی عبد اللہ بن عتبہ جو کہ کوفہ میں مقیم تھے) ان کی آواز بلند ہوگئی تھی۔

بیان کیا کہ پھر میں جب مجلس سے نکلا تو راستے میں مالک بن عامر یا (شک راوی) مالک بن عوف سے ملاقات ہوگئی میں نے ان سے پوچھا کہ جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوجائے اور وہ حاملہ ہو تو حضرت ابن مسعود رضؓ کا اسکے

متعلق کیا خیال تھا؟ انھوں نے بیان کیا، ابن مسعود رضؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگ اس پر سختی کے متعلق کیوں سوچتے ہو اس کو رخصت کیوں نہیں دیتے ہو؟ سورۂ نساء قصری (یعنی سورہ طلاق) سورہ طولی (یعنی سورہ بقرہ) کے بعد نازل ہوئی ہے (مقصد یہ ہے کہ سورۂ قصری چھوٹی سورہ جو سورہ طلاق ہے اس کی آیت اولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن یہ بعد میں نازل ہوئی ہے، سورہ طولی یعنی سورۂ بقرہ جس کی آیت ہے ۔ یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا جس سے مقصد یہ نکلا کہ بقرہ والی آیت غیر حاملہ کے لئے ہے اور حاملہ کے لئے جو بعد والی آیت سورۂ طلاق کی ہے وضع حمل عدت وفات ہے، اور ایوب نے بیان کیا ان سے محمد نے کہ میں ابوعطیہ مالک بن عامر سے ملا (مطلب یہ ہے کہ ایوب سختیانی کی روایت بلا شک ہے اس میں محمد سے مراد وہی محمد بن سیرین رحؒ ہیں اس میں بلا شک مالک بن عامر جس کی کنیت ابوعطیہ واقع ہے

تشریح مطابقۃ للترجمۃ توخذ من قولہ۔ اتجعلون علیہا التغلیظ الی آخرہ۔
عظم ۔ بضم العین المہملۃ وسکون الظاء المعجمۃ جمع عظیم ای عظماء (قس)

لکن عمہ لیکن عبداللہ بن عقبہ کے چچا ابن مسعود ایسا نہیں کہتے تھے بلکہ ابن مسعود رضؓ ابعد الاجلین کے قائل تھے، مطلب یہ ہے کہ عدت وفات چار ماہ دس دن ہے اور عدت حاملہ وضع حمل ہے ان دونوں میں سے جو بعد تک باقی رہے وہ عدت پوری کرنی چاہئے۔ یہ ابعد الاجلین حضرت ابن عباس وغیرہ سے بھی منقول ہے، ممکن ہے کہ حضرت ابن مسعود رضؓ کا بھی پہلے یہی مسلک رہا ہو، لیکن بعد میں جمہور کا مسلک اختیار کیا ہو، جمہور کے نزدیک حاملہ کی عدت وضع حمل تک خواہ ایک ہی دن کے بعد ہوجاتے یا دو برس سے زیادہ کی طویل مدت کے بعد ہو اس میں مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہا دونوں کا ایک حکم ہے۔

۱۵۰ باب قولہ حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ۔

ارشاد ربانی :۔ حافظوا علی الآیۃ پ ۲ ع ۱۵) محافظت کرو سب نمازوں کی (بالعموم) اور درمیان والی نماز (نماز عصر) کی بالخصوص۔

تشریح احادیث صحیحہ کے پیش نظر درمیان والی نماز سے مراد نماز عصر ہے کیونکہ اس کے ایک طرف دن کی دو نمازیں فجر اور ظہر ہیں اور ایک طرف رات کی دو نمازیں مغرب اور عشاء ہیں، نیز اس کی تاکید خصوصیت کے ساتھ اس لئے کی گئی ہے کہ اکثر لوگوں کیلئے یہ وقت مشغولیت و مصروفیت کا ہے، بازار جانے اور بازار کرنے نیز دوکانداری اور تجارت کی مصروفیت کا وقت ہے۔

(۵۷) حدثنا عبد اللہ بن محمد قال حدثنا یزید قال اخبرنا ہشام عن محمد عن عبیدۃ عن علیؓ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ح وحدثنی عبد الرحمٰن قال حدثنا یحیی بن سعید قال حدثنا ہشام حدثنا محمد عن عبیدۃ عن علی رضؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم الخندق حبسونا عن صلوٰۃ الوسطیٰ حتی غابت الشمس ملأ اللہ قبورھم وبیوتھم اواجوافھم

شك يحيىٰ نارًا ۞

ترجمہ:۔ حضرت علی رض سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقع پر ارشاد فرمایا: کہ ان کافروں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے روک دیا (یعنی نہیں پڑھنے دیا) یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا خدا ان کی قبروں اور گھروں یا ان کے پیٹوں کو آگ سے بھردے۔
اس میں یحییٰ راوی کو شک ہوگیا۔

تشریح مطابقة للترجمة قوله" عن صلوٰة الوسطیٰ"
والحديث قد مضى فى المغازى ص۵۹ وفى الجهاد ص۴۱۱ وههنا فى التفسير ص۶۵۰

عَبِيدة: بفتح العين وكسر الباء (عینی)

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے ہم کو عصر کی نماز سے روک دیا پھر اس کے آخر میں ہے کہ آپؐ نے اس کو مغرب وعشاء کے درمیان پڑھا۔

صلوٰۃ وسطیٰ سے کون سی نماز مراد ہے؟ ائمہ کرام کے اقوال مختلف ہیں، علامہ دمیاطی رح نے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں اقوال جمع کیا ہے، اسلافؒ کے تقریباً بیس اقوال ملتے ہیں، لیکن سب سے قوی تر قول یہ ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد عصر کی نماز ہے، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ کا نیز امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور اکثر شوافع وحنابلہ بھی اسی طرف مائل ہیں جیسا کہ امام ترمذی رح کہتے ہیں، علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ یہی قول ہے جمہور محدثین رحمہم اللہ کا۔

۞ باب قوله " وقوموا لله قانتين اى مطيعين ۞

ارشاد الٰہی:۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزوں کی طرح کھڑے ہوا کرو (بالخصوص نماز میں) قانتین بمعنی مطیعین ہے یعنی فرمانبردار۔

(۵۸) ۞ حدثنا مسدد قال حدثنا يحيىٰ عن اسمٰعيل بن ابى خالدٍ عن الحارثِ بن شُبَيلٍ عن ابى عمروٍ الشيبانى عن زيد بن ارقمَ قال كنا نتكلم فى الصلوٰة يكلّم احدُنا اخاه فى حاجته حتى نزلت هٰذه الاٰية "حافظوا على الصلوات والصلوٰة الوسطىٰ وقوموا لله قٰنتين فامرنا بالسكوت ۞

ترجمہ:۔ حضرت زید بن ارقم رض سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ ہم لوگ (ابتداءِ اسلام میں) نماز کے اندر بات کرلیا کرتے تھے، ہم میں سے کوئی شخص بھی اپنی ضرورت میں اپنے بھائی سے بات کرلیتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ محافظت کرو سب نمازوں کی اور صلوٰۃ وسطیٰ کی اور اللہ کے سامنے کھڑے ہوا کرو ادب سے تو ہم لوگوں کو (نماز میں) خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

تشریح مطابقة للترجمة ظاهرة۔
والحديث مضى ص۱۶۰

شبیل بضم الشین وفتح الباء الموحدہ۔ فامرنا علی صیغۃ المجہول یعنی نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اس آیت سے نماز میں باتیں کرنے کی ممانعت ہوئی ہے پہلے کلام کرنا درست تھا۔

۶۵۰ باب قوله عزوجل۔ فان خفتم فرجالا اور کبانا فاذا امنتم فاذکروا اللہ کما علمکم مالم تکونوا تعلمون

ارشاد الٰہی :۔ فان خفتم الآیہ پ۲ ع۱۵) پھر اگر تم کو خوف ہو (یعنی باقاعدہ نماز پڑھنے میں کسی دشمن وغیرہ کا ڈر ہو) تو پیادہ پڑھ لو یا سوار (یعنی کھڑے کھڑے یا چڑھے چڑھے جس طرح بھی ممکن ہو نماز کی پابندی ونگرانی کرو) پھر جب تم امن پاؤ تو یاد کرو اللہ کو جس طرح تم کو سکھایا ہے جس کو تم جانتے بھی نہ تھے (مطلب یہ ہے کہ جب خوف جاتا رہے اور بالکل اطمینان ہو جائے تو خدا کی یاد (یعنی ادائے نماز اس طریق سے کرو جس طریق سے تعلیم دی گئی ہے)

وقال ابن جبیر کرسیه علمه یقال بسطة زیادۃ وفضلا افرغ انزل ولا یؤدہ لا یثقله آدنی اثقلنی والآدُ والایدُ القوۃ فبهت ذهبت حجته خاویة لا انیس فیها عروشها ابنیتها السنة النعاس ننشزها نخرجها اعصار ریح عاصف تهب من الارض الی السماء کعمود فیه نار وقال ابن عباس صلدا لیس علیه شئ وقال عکرمة وابل مطر شدید الطل الندی وهذا مثل عمل المؤمن یتسنه یتغیر

ترجمہ :۔ اور ابن جبیر نے فرمایا کہ کرسیہ بمعنی علمہ ہے یعنی آیۃ الکرسی " وسع کرسیہ السموٰت والارض کے اندر کرسیہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم آسمان اور زمین سب کو محیط ہے۔

یقال بسطة الخ اور بیان کیا جاتا ہے کہ بسطۃ کے معنی فضیلت اور زیادتی کے ہیں، اشارہ ہے آیت کریمہ وزادہ بسطة فی العلم والجسم کی طرف پ۲ ع۱۶) اس میں بسطۃ کے معنی زیادتی اور فضیلت کے ہیں۔

افرغ بمعنی انزل ہے، یعنی آیت کریمہ ولما برزوا لجالوت وجنودہ قالوا ربنا افرغ علینا صبرا الآیہ پ۲ ع۱۷) اور جب وہ لوگ (یعنی طالوت مع اپنے اسلامی فوج کے) جالوت اور اس کی فوجوں کے مقابل آئے تو دعا میں حق تعالیٰ سے) کہنے لگے، اے ہمارے پروردگار ہم پر (یعنی ہمارے قلوب پر) صبر (استقلال) نازل فرمائیے۔

ولا یؤدہ بمعنی لا یثقله :۔ ہے یعنی آیت الکرسی کے اندر لا یؤدہ حفظهما کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان دونوں (آسمان وزمین) کی حفاظت کچھ بھی گراں اور بھاری نہیں معلوم ہوتی (یعنی تھکاتی نہیں)

آدنی اثقلنی، آدنی کے معنی ہیں اثقلنی۔ لا یؤدہ ہی کی لغوی تحقیق پیش کر رہے ہیں کہ آد بروزن قال بمعنی بوجھل کر دیا، تھکا دیا۔

والأد والاید القوۃ :۔ اور آد اور اید بمعنی قوت ہے۔ اشارہ ہے آیت کریمہ " واذکر عبدنا داؤد ذالاید پ۲۳ ع ۱۱) اور یاد کیجئے ہمارے بندے داؤدؑ کو جو قوت والے یعنی سلطنت والے تھے، یا دوسرا اشارہ ہو کر ان کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا، یا ہاتھ والا سے اشارہ ہو کر سلطنت کا مال نہ کھاتے تھے، اپنے دست و بازو سے کسب کرکے کھاتے۔ یہ آدُ اور اَید مصدر ہے از ضرب آدَ یئیدُ ایداً قوی ہونا۔

فبہت ذھبت حجتہ :۔ اشارہ ہے آیت کریمہ فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بہا من المغرب فبُہت الذی کفر واللہ لا یھدی القوم الظّٰلمین (پ۳ ع ۳) اس آیت میں بُہِتَ کے معنی ہیں ذھبت حجتہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ رہی یعنی لاجواب ہوگیا۔

خاویۃ لا انیس فیھا :۔ یعنی خاویہ کے معنی ہیں جہاں کوئی مونس و غمخوار نہ ہو۔ اشارہ ہے آیت کریمہ او کالذی مر علی قریۃ وھی خاویۃ علی عروشہا پ۳ ع ۳) یعنی ایک شخص تھا جو چلتے چلتے ایک گاؤں (بستی) پر ایسی حالت میں اس کا گذر ہوا کہ اسکے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ پوری بستی ویران ہوگئی وہاں کوئی نہ تھا۔

عروشہا ابنیتہا :۔ یعنی عروش کے معنی ہیں چھتیں، بنیادیں۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے مکانات کے چھت گرے پھر ان چھتوں پر دیواریں گر گئیں جس کی وجہ سے بالکل ویران ہوگئی۔

السنۃ النعاس :۔ یعنی آیت کریمہ " لا تاخذہ سنۃ ولا نوم " میں سنۃ کے معنی نعاس یعنی اونگھ کے ہیں ننشزھا نخرجھا :۔ ننشزھا بمعنی نخرجھا ہے یعنی آیت کریمہ وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما پ۳ ع ۳) اور ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ ہم ان کو کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھا دیتے ہیں) مطلب یہ ہے کہ مردے کو کس طرح ہم زندہ کرکے نکالتے ہیں

اعصار ریح عاصف تھب من الارض الی السماء کعمود فیہ نار :۔ اعصارؔ کے معنی ہیں ایسی تیز ہوا (سخت آندھی، بگولا) جو زمین سے آسمان کی طرف چلتی ہے، ستون کی طرح جس میں آگ ہو۔ اشارہ ہے آیت کریمہ فاصابہا اعصارٌ فیہ نارٌ فاحترقت پ۳ ع ۴) پھر اس باغ میں ایک آندھی آئی جس میں آگ تھی (یعنی بگولا آیا) سو وہ باغ جل گیا، عاصف اسم فاعل از ضرب عصفاً، عصوفاً، ہوا کا تیز ہونا ریح عاصف آندھی۔

وقال ابن عباس صلداً لیس علیہ شیء :۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ صلدا کے معنی ہیں ایسا صاف کہ اس پر کچھ نہیں ہے، اشارہ ہے آیت کریمہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلدا پ۳ ع ۴) جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی پڑی ہو، پھر اس پر زور کی بارش پڑ جاوے کہ اس کو بالکل صاف کر دے "

وقال عکرمۃ وابل مطر شدید الطل الندی وھذا مثل عمل المؤمن " اور عکرمہؓ نے فرمایا کہ وابل

کے معنی ہیں سخت مینہہ، زور کی بارش اور طلّ کے معنی تری، ہلکی بارش، شبنم کے ہیں، اشارہ ہے آیت کریمہ فان لم یصبہا وابل فطل اگر اس پر زور کا مینہہ نہ پڑا تو پھوار یعنی تری کافی ہے، اور یہ مومن کے عمل کی مثال ہے کہ اگر معمولی عمل بھی ہو اخلاص کے ساتھ تو عند اللہ بہت ہے کہ ایک روپیہ خیرات کا ثواب سات سو روپے کے برابر ملتا ہے۔ واللہ یضاعف لمن یشاء۔

یتسنہ یتغیر، اشارہ ہے آیت کریمہ کی طرف فانظر الی طعامک وشرابک لم یتسنہ (پ ۳ ع ۳) اب اپنے کھانے اور پینے کی طرف دیکھ کر سڑا نہیں یعنی متغیر نہیں ہوا۔

(۵۹) حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال حدثنا مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان اذا سئل عن صلوٰۃ الخوف قال یتقدم الامام وطائفۃ من الناس فیصلی بہم الامام رکعۃ وتکون طائفۃ منہم بینہم وبین العدو لم یصلوا فاذا صلی الذین معہ رکعۃ استاخروا مکان الذین لم یصلوا ولا یسلمون ویتقدم الذین لم یصلوا فیصلون معہ رکعۃ ثم ینصرف الامام وقد صلی رکعتین فیقوم کل واحد من الطائفتین فیصلون لانفسہم رکعۃ بعد ان ینصرف الامام فیکون کل واحد من الطائفتین قد صلی رکعتین فان کان خوف ھو اشد من ذالک صلوا رجالا قیاما علی اقدامہم او رکبانا مستقبلی القبلۃ او غیر مستقبلیہا قال مالک قال نافع لا اری عبد اللہ بن عمر ذکر ذلک الا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ:۔ حضرت نافع رض سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رض سے جب صلوٰۃ خوف کے متعلق پوچھا جاتا تو آپ فرماتے کہ امام مسلمانوں کی ایک جماعت کو لے کر خود آگے بڑھے اور انھیں ایک رکعت نماز پڑھادے اور اس دوران میں مسلمانوں کا ایک گروہ (یعنی دوسرا گروہ دشمن کے مقابل کھڑے رہیں گے تاکہ حملہ نہ کرے) پھر جب امام اپنے ساتھ والوں کو ایک رکعت پڑھا چکے تو یہ لوگ پیچھے ہٹ جائینگے ان لوگوں کی جگہ میں جنھوں نے نماز نہیں پڑھی، اور یہ لوگ سلام نہیں پھیریں گے اور وہ لوگ آگے بڑھینگے جنھوں نے نماز نہیں پڑھی ہے اور وہ لوگ امام کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھینگے، اس کے بعد امام پھر جائیگا یعنی سلام پھیر کر فارغ ہو جائیگا، درانحالیکہ دو رکعت پڑھ چکا ہے، اب دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک اپنے لئے الگ الگ ایک رکعت نماز پڑھ لیں، امام کے فارغ ہونے کے بعد تاکہ دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک کی دو دو رکعت پوری ہو جاتے، لیکن اگر خوف اس سے بھی سخت ہے (یعنی مذکورہ صورت جماعت سے ممکن نہ ہو) تو ہر شخص تنہا نماز پڑھے اپنے قدموں پر کھڑے یا سوار قبلہ کی طرف رخ ہو یا نہ ہو۔

امام مالک کا بیان ہے کہ نافع نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رض نے یہ (صلوٰۃ خوف کا مذکورہ طریقہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر ہی بیان کیا ہے۔

تشریح: مطابقۃ للترجمۃ ظاھرۃ۔

یہ حدیث حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے مختلف طرق سے صلوۃ خوف میں گذر چکی ہے۔

نوٹ:- صلوۃ خوف کی پوری تشریح اور مفصل و مدلل بحث کیلئے احقر کی نصر الباری شرح کتاب المغازی ص۱۸۰ تا ۱۸۲ ملاحظہ فرمائیے۔

ص۶۵۱ :- باب قولہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا۔

ترجمہ گذر چکا ہے۔

(۶۰) حدثنا عبد اللہ بن ابی الاسود قال حدثنا حُمید بن الاسود ویزید بن زریع قال حدثنا حبیب بن الشہید عن ابن ابی ملیکۃ قال قال ابن الزبیر قلت لعثمان ھذہ الآیۃ التی فی البقرۃ "والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا۔ الی قولہ۔ غیر اخراج" قد نسختہا الاخریٰ فلِمَ تکتبہا قال ندعہا یا ابن اخی لا اغیر شیئاً منہ من مکانہ قال حمیدٌ او نحو ھذا۔

یہ حدیث تین باب پہلے گذر چکی ہے ترجمہ و تشریح کے لئے حدیث ۵۴ دیکھئے۔

قال حمید او نحو ھذا، حمید نے کہا "او نحو ھذا" مطلب یہ ہے کہ حمید کو شک ہوا اس لئے حمید نے کہا یا اسی طرح کہا جیسا کہ متن میں مذکور ہوا لیکن حمید کے استاذ یزید بن زریع کو کوئی شک نہیں ہے کہ متن میں مذکورہ عبارت ہی صحیح ہے۔

ص۶۵۱ باب قولہ "واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ"۔

ارشاد الٰہی "واذ قال الخ الآیہ پ۳ ع۴) اور اس وقت (کے واقعہ) کو یاد کیجئے جبکہ ابراہیمؑ نے کہا "اے میرے پروردگار مجھکو دکھلا دیجئے کہ آپ مردوں کو کس طرح (کس کیفیت) سے زندہ کرینگے (قیامت میں)

حضرت ابراہیمؑ کا سوال اور شبہات کا ازالہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال صرف کیفیت احیاء کے متعلق تھا یعنی اے خداوند عالم! آپ قیامت میں مردوں کو زندہ کریں گے اس کا تو مکمل یقین ہے، لیکن زندہ کرنے کی کیفیت اور صورتیں مختلف ہو سکتی ہیں وہ معلوم نہیں، اس لئے معلوم کرنے کو دل چاہتا ہے، بعض اوقات نظروں سے غائب کسی چیز پر یقین کامل تو ہوتا ہے مگر قلب کو سکون اس لئے نہیں ہوتا کہ اس کی کیفیات کا علم نہیں، یہ سکون صرف مشاہدہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایمان اور اطمینان میں بڑا فرق ہے، ایمان اس اختیاری یقین کا نام ہے جو انسان کو رسول کے اعتماد پر کسی غیب کی بات کے متعلق حاصل ہو جائے اور اطمینان سکون قلب کا نام ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کو حیات بعد الموت پر کامل یقین و ایمان تھا سوال صرف کیفیت احیاء کے متعلق تھا اس سوال سے کسی کم سمجھ کو شبہ ہو سکتا تھا کہ معاذ اللہ حضرت ابراہیمؑ کو حیات بعد الموت (مرنے کے بعد زندہ ہونے) پر ایمان و یقین نہیں، اس لئے حق تعالیٰ نے خود یہ سوال قائم کر کے بات واضح کر دی، چنانچہ حضرت ابراہیمؑ

سے اس سوال کے جواب میں اول ارشاد فرمایا۔ اولم تؤمن۔ کیا تو نے یقین نہیں کیا؟ قال بلیٰ۔ ابراہیم ؑ نے کہا کیوں نہیں یقین تو ضرور ہے "ولکن لیطمئن قلبی لیکن درخواست اس لئے کرتا ہوں کہ کیفیت احیاء زندہ کرنے کی کیفیت وصورت کا مشاہدہ کرکے قلبی سکون حاصل ہو۔

(۶۱) حدثنا احمد بن صالح قال حدثنا ابن وهب قال اخبرني يونس عن ابن شهاب عن ابي سلمة وسعيد عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نحن احق بالشك من ابراهيم اذ قال رب ارني كيف تحيي الموتى قال اولم تؤمن قال بلى ولكن ليطمئن قلبي فصرهن قطعهن ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم شک کرنے کے زیادہ حقدار ہیں حضرت ابراہیم سے جب انھوں نے عرض کیا تھا کہ اے میرے پروردگار مجھے دکھلا دیجئے کہ آپ مُردوں کو کس طرح (کس کیفیت) سے زندہ کریں گے، ارشاد ہوا۔ کیا تجھے یقین نہیں؟ عرض کیا یقین تو ضرور ہے لیکن یہ درخواست اس لئے ہے کہ قلب کو اطمینان ہوجائے۔

تشریح مطابقة للترجمة ظاهرة
والحديث مضى في كتاب الانبياء ص۴۷۷۔

نحن احق بالشك:۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ ہم نے حق تعالیٰ کے احیاء موتیٰ میں شک نہیں کیا ہے تو یقیناً حضرت ابراہیم ؑ نے بھی شک نہیں کیا۔

دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم ؑ نے صرف کیفیت احیاء میں قلبی اطمینان کے لئے احیاء موتیٰ کی جو درخواست کی اگر شک کی وجہ سے ہوتا تو ابراہیم ؑ سے زیادہ شک کا حق مجھکو ہے، لیکن ہر دو صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تواضع پر مبنی ہے، لانہ افضل الانبیاء ؑ۔

فصرهن قطعهن:۔ آیت مذکورہ ہی کے اندر "فخذ اربعة من الطير فصرهن اليك" امام بخاریؒ نے فصرهن کی تفسیر کی ہے قطّعهن سے یہ تفسیر بکسر الصاد والی قرارت کی ہے کہ ان چڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردو۔

اس میں دوسری قرارت جو جمہور کی قرارت ہے وہ بضم الصاد ہے اور یہی مشہور فی التلاوت ہے فصرهن اس صورت میں معنی ہوگا۔ ان چڑیوں کو اپنے پاس پوس پال کر مانوس کرو پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردو، مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں (یعنی بضم الصاد میں) فصرهن کے بعد قطّعهن محذوف مانا جائے گا اور اکثر مفسرین محذوف مان کر ہی ترجمہ کرتے ہیں۔

ص۶۵۱ باب قوله "ايود احدكم ان تكون له جنة" الى قوله تتفكرون

ارشاد ربانی "ایود احدکم الایۃ، اشارہ ہے پ۳ ع۴ کے "تتفکرون" تک۔ کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا

ہے (پسند کرتا ہے) کہ اس کا ایک باغ ہو..... الخ

آیت کریمہ میں ان لوگوں کی مثال ہے جو اللہ کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے صدقہ وخیرات کرتے ہیں یا خیرات کر کے احسان جتاتے ہیں ان کی مثال اس شخص جیسی ہے کہ جوانی اور قوت کے وقت ایک عمدہ سرسبز باغ لگایا تاکہ ضعیفی اور بڑھاپے میں اس سے میوہ کھائے اور ضرورت کے وقت کام آئے، لیکن جب بڑھاپا آیا اور پوری حاجت میوے کی ہوئی تب وہ باغ عین حالتِ احتیاج میں جل گیا۔

مطلب یہ ہے کہ صدقہ وخیرات مثل باغ میوہ دار کے ہے کہ اس کا میوہ آخرت میں کام آتے، جب نیت بری ہے تو وہ باغ جل گیا پھر اس کا میوہ جو ثواب ہے کیونکر نصیب ہو، حق تعالیٰ کھول کھول کر سمجھاتا ہے تاکہ غور کرو اور سمجھو۔

(۴۲) حدثنا ابراهيم حدثنا هشام عن ابن جريج قال سمعت عبد الله بن ابی مليكة يحدث عن ابن عباس وقال ح وسمعت اخاه ابابكر بن ابی مليكة يحدث عن عُبيد بن عُمير قال قال عمر يوما لاصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فيم ترون هذه الآية نزلت أيَوَدُّ احدكم ان تكون له جنة، قالوا الله اعلم فغضب عمر فقال قولوا نعلمُ او لا نعلمُ فقال ابن عباس فی نفسی منها شیٔ یا امير المؤمنين قال عمر يا ابن اخی قل ولا تحقر نفسك قال ابن عباس ضُرِبت مثلاً لعمل قال عمر ای عمل قال ابن عباس لعملٍ قال عمر لرجل غنی يعمل بطاعة الله عزوجل ثم بعث الله له الشيطان نعمل بالمعاصی حتی اغرق اعماله۔

ترجمہ:۔ پہلی سند میں ابن جریج نے عبداللہ بن ابی ملیکہ سے سنا اور وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کے واسطہ سے حدیث بیان کرتے تھے۔

وقال ای ابن جریج :۔ اس دوسری سند کے اندر ابن جریج کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی ملیکہ کے بھائی ابوبکر بن ابی ملیکہ سے سنا وہ عبید بن عمیر کے واسطہ سے بیان کرتے تھے کہ ایک روز حضرت عمر فاروق رضؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے دریافت فرمایا۔ تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ یہ آیت کس سلسلے میں نازل ہوئی ہے؟ ایود احدکم ان تکون لہ الخ سب نے کہا "اَللّٰہُ اَعْلَم" اس پر حضرت عمر رضؓ خفا ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگ صاف صاف کہو، جانتے ہیں، یا کہو نہیں جانتے ہیں (مقصد یہ کہ اگر کسی کو معلوم ہو تو صاف صاف بتلائیے) تو ابن عباس رضؓ نے فرمایا، اے امیر المومنین میرے ذہن میں اس کے متعلق کچھ ہے، عمر رضؓ نے فرمایا۔ بھتیجے بولو اور اپنے کو کمتر نہ سمجھو، ابن عباس رضؓ نے کہا، عمل کی مثال ہے یعنی آیت کریمہ میں عمل کی مثال بیان کی گئی ہے، عمر رضؓ نے پوچھا "کون عمل"؟ کس قسم کے عمل کی مثال ہے؟ ابن عباس نے کہا عمل کی مثال ہے؟ عمر فاروق رضؓ نے فرمایا کہ ایک مالدار شخص کی مثال ہے جو پہلے تو اللہ عزوجل کی اطاعت وعبادت کا عمل کرتا تھا (حضرت عمر رضؓ نے عمل کے ساتھ مالدار کی قید

لگادی جوامش لہ سے اخذ فرمایا) پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر شیطان کو مسلط کردیا تو گناہوں کا عمل کرنے لگا یہاں تک کہ اسکے اعمال صالحہ کو غرق کردیا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
فیہ ای فی ای شیئ۔ تردون بضم اولہ۔ قولہ شیئ ای من العلم بہ مثلاً۔ بفتحتین اغرق ای اضاع اعمالہ الصالحۃ بما ارتکب من المعاصی۔

ایک اشکال مع جواب اشکال یہ ہے کہ اس حدیث سے معتزلہ استدلال کرسکتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ارتکاب کبائر سے اعمال صالحہ کا حبط ہوجاتا ہے۔

جواب۱ یہ ہے کہ احتمال ہے کہ معاصی سے مراد شرک وکفر ہو پس اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔
جواب۲:۔ اغراق سے حبط عمل لازم نہیں آتا ہے بلکہ احتمال ہے کہ اعمال صالحہ کی قلت مراد ہو
جواب۳:۔ یا اعمال صالحہ کی توفیق مزید نہ ہو۔ وغیرہ۔

۱۵۱ــــ باب قول اللہ لا یسئلون الناس الحافا۔ یقال الحف علیّ والح علیّ واحفانی بالمسئلۃ فیحفکم یجھدکم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ وہ لوگوں سے لگ لپٹ کر نہیں مانگتے ہیں، پوری آیت اس طرح ہے للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیماھم لا یسئلون الناس الحافا۔ پ۳ ع۵)

خیرات ان فقیروں کے لئے ہے (للفقراء خبر ہے مبتدا محذوف کی ای الصدقات للفقراء یعنی اصل حق ان ضرورت مندوں کا ہے) جو اللہ کی راہ میں گھر گئے ہیں ملک میں کہیں چل پھر نہیں سکتے، ناواقف انھیں غنی خیال کرتا ہے محض سوال سے بچنے کی وجہ سے، تو انھیں ان کے چہروں سے پہچان لے گا اور وہ لوگوں سے لگ لپٹ کر نہیں مانگتے ہیں، مقصد یہ ہے کہ ضرورت کے باوجود مانگتے نہیں ہیں۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو دینا بڑا ثواب ہے جو اللہ کی راہ اور دین کے کام میں مقید ہو کر چلنے، پھرنے، کھانے، کمانے سے رک رہے ہیں اور کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے جیسے آنحضرت ؐ کے اصحاب تھے، اہل صفہ نے گھر بار چھوڑ کر حضرت کی صحبت اختیار کی تھی، علم دین سیکھنے کو اور مفسدین فتنہ پردازوں پر جہاد کرنے کو، اسی طرح اب بھی جو کوئی قرآن پاک حفظ کرے یا علم دین میں مشغول ہو تو لوگوں پر لازم ہے کہ ان کی مدد کریں (فوائد عثمانی)

علامہ سیوطی ؒ وغیرہ لکھتے ہیں کہ مذکورہ آیت اصحاب صفہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، تقریباً چار سو جہاجرین تھے اور ان ہی میں حضرت ابوہریرہ ؓ تھے، ان حضرات کا کام قرآن حکیم کا حفظ اور احادیث نبوی کا حفظ وضبط تھا۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ کبھی کبھی بھوک کی شدت سے حضرت ابوہریرہ ؓ بے ہوش ہو کر گر جاتے لیکن تو سوال

دراز نہیں کرتے یعنی کسی سے مانگتے نہیں تھے۔ فرضی اللہ عنہم اجمعین۔

(۶۳) حدثنا ابن ابی مریم قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنی شریک بن ابی نمر ان عطاء بن یسار وعبدالرحمن بن ابی عمرة الانصاریؒ قالا سمعنا اباھریرة یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی تردّہ التمرة والتمرتان ولا اللقمة ولا اللقمتان انما المسکین الذی یتعفف واقروا ان شئتم یعنی قولہٗ لا یسئلون الناس الحافا۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسکین وہ نہیں ہے جسے ایک یا دو کھجور اور ایک دو لقمے دربدر پھرادے بلاشبہ اصل مسکین تو وہ ہے جو مانگنے سے بچتا ہے اگر تم چاہو تو اس آیت کی تلاوت کرلو "لا یسئلون الناس الحافا"

مطلب یہ ہے کہ اصل میں دینے اور مدد کے لائق ایسے ہی لوگ ہیں کہ حاجتمند ہونے کے باوجود مانگتے نہیں ہیں۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ فی آخرہ۔
والحدیث مرفی الزکوٰۃ ص۱۹۹ ایضاً وھٰنا فی التفسیر ص۶۵۱

ص۶۵۱ باب قول اللہ "واحل اللہ البیع وحرم الربوا" المس الجنون:۔

ارشاد خداوندی "اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے۔

المس الجنون:۔ المس بمعنی جنون ہے اشارہ ہے آیت کریمہ الذین یاکلون الربوا لایقومون الا کما یتخبطہ الشیطان من المس (پ ۳ ع ۶) میں مَس کے معنی جنون (دیوانگی) کے ہیں، یعنی جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جس کو شیطان لپٹ کر خبطی بنادے۔

تشریح:۔ اس آیت کریمہ سے مقصود رد کرنا ہے جن لوگوں نے کہا انما البیع مثل الربوا۔ بیع وشراء یعنی یعنی تجارت مثل سود ہے ان کی تردید کی گئی کہ تجارت حلال ہے اور ربوا (سود) حرام ہے، حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ سود کھانے والا قیامت کے دن دیوانہ اٹھایا جائے گا۔

۶۴ حدثنا عمر بن حفص بن غیاث قال حدثنا ابی قال حدثنا الاعمش قال حدثنا مسلم عن مسروق عن عائشۃ قالت لما نزلت الآیات من آخر سورة البقرة فی الربوا وقرأھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الناس ثم حرم التجارة فی الخمر۔

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ جب ربوا کے بارے میں سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پڑھ کر لوگوں کو سنایا پھر شراب کی تجارت کو حرام قرار دیا۔

تشریح:۔ مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

والحدیث قد مضیٰ فی کتاب البیوع ص۲۷۹ وہنا فی التفسیر ص۶۵۔

ایک اشکال مع جواب یہاں ایک اشکال ہے کہ آیت ربوا کے نزول سے بہت قبل شراب کی حرمت ہو چکی تھی یعنی سورۂ مائدہ میں جیسا کہ علامہ عینی رہ فرماتے ہیں " فان قلت کان تحریم الخمر قبل نزول آیۃ الربوا بمدۃ طویلۃ کما صرحوا بہ فلما حرمت الخمر حرمت التجارۃ فیہا ایضا قطعاً فما الفائدۃ فی ذکر تحریم تجارتہا ہہنا۔

پھر خود ہی جواب نقل کرتے ہیں: قلت یحتمل کون تحریم التجارۃ فیہا تاخر عن وقت تحریم عینہا۔ ویحتمل ان یکون ذکرہ ہہنا تاکیدا او مبالغۃ فی الشناعۃ ذلک او یکون قد حضر المجلس من لم یبلغہ تحریم التجارۃ فیہا قبل ذلک فاعاد صلی اللہ علیہ وسلم ذکرہ للاعلام لہم۔

بہر حال علامہ عینی رہ نے تین جوابات دیئے ہیں باقی جمہور علماء کا خیال قطعاً یہی ہے کہ شراب کی حرمت بہت پہلے ہوئی تھی لیکن تجارت بعد میں حرام ہوئی ہے۔

ص۶۵۰:- باب قولہ یمحق اللہ الربوا۔ قال ابو عبد اللہ یُذہبہ:-

ارشاد الٰہی۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے۔ امام بخاری رہ فرماتے ہیں کہ یمحق بمعنی یذہب ہے یہی تفسیر ابو عبیدہ نے کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کو زائل اور ہلاک کر دے گا۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ سود خوار کے ہاتھ سے مال ضائع کر دیگا کہ آخر زندگی میں نادار ومفلس ہو جائیگا یا اس کے مال کی برکت کو زائل کر دیگا دونوں احتمال ہے۔

(۶۵) حدثنا بشر بن خالد قال اخبرنا محمد بن جعفر عن شعبۃ عن سلیمٰن قال سمعت ابا الضحیٰ یحدث عن مسروق عن عائشۃ انہا قالت لما انزلت الآیات الاواخر من سورۃ البقرۃ خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتلاہن علیہم فی المسجد فحرم التجارۃ فی الخمر۔

ترجمہ:- حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ جب سورہ بقرہ کی آخری آیتیں نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے (یعنی گھر سے) اور مسجد میں لوگوں کو پڑھ کر سنایا پھر شراب کی تجارت کو حرام قرار دیا۔

تشریح ہذا الحدیث ہو المذکور فی الباب السابق من وجہ آخر۔
مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ لما نزلت الآیات الاواخر من سورۃ البقرۃ والمراد آیۃ الربوا۔
والحدیث مر فی کتاب الصلوٰۃ ص۶۵ وہنا فی التفسیر ص۶۵۱۔

ص۶۵۱:- باب قولہ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ فاعلموا

ارشاد ربانی:- (پ۳ ع۶) پھر اگر تم نے ایسا نہیں کیا (یعنی سود کا عمل نہیں چھوڑا) تو اعلان جان لو جنگ کا اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے۔

فاذنوا بمعنی فاعلموا ہے یعنی جان لو، جنگ کے لئے خبردار ہو جاؤ۔

(۶۶) حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة عن منصور عن ابی الضحیٰ عن مسروق عن عائشة، قالت لما نزلت الآیات من آخر سورة البقرة قرأهن النبی صلی الله علیه وسلم فی المسجد وحرم التجارة فی الخمر۔

ترجمہ: حدیث ۶۴ اور ۶۵ ملاحظہ فرمائیے۔

۶۵۱: باب قوله "وان کان ذو عسرة فنظرة الی میسرة وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون"۔

ارشاد خداوندی: (پ ۳ ع ۶) اور اگر تنگدست ہے (قرضدار) تو مہلت دینی چاہئے آسودہ حالی تک اور یہ (بات) کہ معاف کردو (یعنی بالکلیہ معاف کردو) تو تمہارے لئے اور بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو (یعنی معاف کرنے کا ثواب جانتے ہو)

کان تامة تکتفی بفاعلها۔ فنظرة الفاء جواب الشرط ونظرة خبر مبتدا محذوف، ای فالحکم نظرة او مبتدأ حذف خبره ای فعلیکم نظرة۔

(۶۷) وقال لنا محمد بن یوسف عن سفیان عن منصور والاعمش عن ابی الضحیٰ عن مسروق عن عائشة قالت لما نزلت الآیات من آخر سورة البقرة قام رسول الله صلی الله علیه وسلم فقرأهن علینا ثم حرم التجارة فی الخمر۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ جب سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے تلاوت کرکے ہم لوگوں کو سنایا پھر شراب کی تجارت کو حرام قرار دیا

تشریح: مطابقته للترجمة ظاهرة فی قوله لما انزلت الآیات الخ کیونکہ آیت مذکورہ فی الترجمہ سورۂ بقرہ کے آیات اخیرہ میں داخل ہے۔

محمد بن یوسف امام بخاری رح کے استاذ و شیخ ہیں، امام موصوف یہاں ایک جدید اور نئے انداز سے روایت کر رہے ہیں، اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ امام بخاری رح نے اس حدیث کو تحدیث کے طور پر نہیں سنا بلکہ علی سبیل المذاکرہ سنا تھا اس لئے اسلوب بدل دیا ہے۔

۶۵۱: باب قوله "واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله"

ارشاد خداوندی: اس دن سے ڈرتے رہو جس دن تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

(۶۸) حدثنا قبیصة بن عقبة قال حدثنا سفیان عن عاصم عن الشعبی عن ابن عباس قال آخر آیة نزلت علی النبی صلی الله علیه وسلم آیة الربوا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ آخری آیت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ آیت ربوا یعنی سود کی آیت ہے۔

عدم مطابقت کا اشکال مع جوابات

اشکال ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے مطابقت نہیں ہے، کیونکہ حدیث آیت ربوا سے متعلق ہے، اور ترجمۃ الباب میں آیت ربوا نہیں ہے بلکہ آیت ربوا کے بعد والی آیت ہے۔

جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ جو ترجمۃ الباب ہے واتقوا یوما الایہ یہ آیت مسئلہ ربوا ہی سے متعلق ہے جس کی ابتدا الذین یاکلون الربوا الایہ سے ہے یہ مسلسل حکم ربوا کا بیان ہے توجب حکم ربوا کے سلسلے کی ساتویں آیت واتقوا یوما الخ کا نزول ہوا جس کے صرف اکیس روز بعد فی روایۃ صرف نو روز بعد آنحضرتؐ کی وفات ہوگئی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آخری نازل کو آیت ربوا میں شامل کرنے کا حکم دیا۔

خلاصہ جواب کا یہ ہوا کہ آیت مذکورہ میں جو خوف دلایا گیاہے اس کا تعلق ربوا سے ہے، اس مناسبت سے ابن عباس رضؓ نے فرمایا۔ اٰخر اٰیۃ نزلت علی النبی ﷺ اٰیۃ الربوا۔

ع۲ امام بخاریؒ کا مقصد حضرت ابن عباس رضؓ کی دو روایتوں میں تطبیق دینا ہے، کیونکہ ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے عن ابن عباس رضؓ اٰخر اٰیۃ انزلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ، پس امام بخاریؒ کا طریق تطبیق یہ ہے کہ یہ آیت خاتمہ ہے ان آیات کا جو ربوا سے متعلق ہے، البتہ دوسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضرت برار بن عازبؓ کی روایت میں ہے جو سورۂ نساء کے آخر میں آرہی ہے اٰخر اٰیۃ نزلت یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ، تو ابن عباسؓ اور برار رضی اللہ عنہما کی روایتوں میں تطبیق اس طرح دی گئی کہ میراث کے متعلق آخر ما نزلت آیت کلالہ ہے اور رحلت وحرمت کے متعلق آیت ربوا ہے۔

جواب ع۲ :- مذکورہ دونوں حکم آخری سال کے ہیں، اس لیۓ ہر ایک پر آخر ما نزلت کا اطلاق کیا گیاہے ایک جواب یہ بھی دیا گیاہے کہ مختلف حضرات نے اپنے اپنے علم کے مطابق آخر اٰیۃ ما نزلت فرمایاہے کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضؓ سے منقول ہے آخر اٰیۃ ما نزلت لقدجاءکم رسول من انفسکم الاٰیۃ، حافظ عسقلانیؒ نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ آیت واتقوا یوما ترجعون الایۃ میں جو آخریت ہے اور اس کو آیۃ الربوا کہا گیاہے، وہ متعلقات ربوا کے لحاظ سے ہے ورنہ ربوا کی اصل حرمت اس آیت سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی جیساکہ سورۂ آل عمران واقعہ احد میں آیاہے، لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ الخ

مت ۶۵۲ :- باب قولہ وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء واللہ علی کل شئ قدیر۔

ارشاد خداوندی۔ اگر ظاہر کروگے اپنے جی کی بات یا اس کو چھپاؤگے اللہ تعالیٰ اس کا حساب تم سے لے گا پھر جسے چاہے گا بخشدیگا اور جسے چاہے گا عذاب دیگا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(۶۹) حدثنا محمد قال حدثنا النفیلی قال حدثنا مسکین عن شعبۃ عن خالد الحذاء

عن مروان الاصفر عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو ابن عمر انھا قد نسخت ان تبدوا ما فی انفسکم الآیۃ۔

ترجمہ:- مروان اصفر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی یعنی حضرت ابن عمرؓ سے روایت نقل کی کہ آیت کریمہ "وان تبدوا ما فی انفسکم الآیہ" منسوخ ہو گئی۔

تشریح:- مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

ایک شبہ کا ازالہ یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ ان اللہ تجاوز عن امتی ما حدثت انفسہا مالم تتکلموا او یعملوا بہ — اللہ تعالیٰ نے میری امت کو معاف کر دیا جو ان کے دل میں خیال آیا جب تک اس کو زبان سے نہ کہا یا عمل نہ کیا ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دل کے ارادے پر کوئی عذاب و سزا نہیں ہے۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث احکام دنیا کے متعلق ہے۔ طلاق، عتاق، بیع اور ھبہ وغیرہ محض دل میں ارادہ کر لینے سے منعقد نہیں ہوجاتے جب تک ان کو زبان سے یا عمل سے نہ کیا جائے اور آیت میں جو کچھ مذکور ہے وہ آخرت سے متعلق ہے اس لئے کوئی تعارض نہیں۔

بعض حضرات اس شبہ کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جس حدیث میں دل کی چھپی ہوئی چیزوں کی معافی مذکور ہے اس سے مراد وہ وساوس وغیر اختیاری خیالات ہیں جو انسان کے دل میں بغیر قصد و ارادہ کے آجاتے ہیں بلکہ ان کے خلاف کا ارادہ کرنے پر بھی وہ آتے رہتے ہیں، ایسے غیر اختیاری خیالات اور وساوس کو اس امت کے لئے حق تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے، اور آیت مذکورہ میں جس محاسبہ کا ذکر ہے اس سے مراد وہ ارادے اور عزائم ہیں جو انسان اپنے اختیار اور قصد سے اپنے دل میں جماتا ہے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے، پھر موانع کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کر سکتا، قیامت کے روز اس عزم و ارادہ پر محاسبہ ہوگا، پھر حق تعالیٰ جس کو چاہیں اپنے فضل و کرم سے بخشدیں اور جس کو چاہیں سزا دیں، جیسا کہ مذکورہ حدیث بخاری و مسلم میں گذر چکی ہے، اور چونکہ آیت کریمہ مذکورہ وان تبدوا ما فی انفسکم الخ کے ظاہری الفاظ میں دونوں قسم کے خیالات داخل ہیں خواہ اختیاری ہوں یا غیر اختیاری، اس لئے جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرات صحابہؓ کو سخت فکر و غم لاحق ہوا کہ غیر اختیاری خیالات و وساوس پر بھی مواخذہ ہونے لگا تو کون نجات پائیگا صحابہ کرام نے اس فکر سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے سب کو یہ تلقین فرمائی کہ جو کچھ حکم ربانی نازل ہوا اس کی تعمیل و اطاعت کا پختہ ارادہ کرو اور کہو "سمعنا واطعنا" ہم نے حکم سن لیا اور اطاعت کی۔ صحابہ کرامؓ نے اسکے مطابق کہا پھر تقریبًا ایک سال کے بعد یہ جملہ قرآن کا نازل ہوا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا، یعنی اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اسکی قدرت سے زائد تکلیف نہیں دیتا، جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر اختیاری وساوس اور خیالات پر مواخذہ نہیں ہوگا، اس پر صحابہ کرام کو اطمینان ہوا

ـ۶۵۲ـ باب قولہ "اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ" وقال ابن عباس اصرا عھدا ویقال غفرانک ومغفرتک فاغفرلنا

باب بالتنوین ای ہذا باب فیہ قولہ تعالیٰ اٰمن الرسول الیٰ آخر السورۃ۔

ایمان لائے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا یعنی قرآن مجید۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا آیت کریمہ ربنا ولا تحمل علینا اصراً کی تفسیر میں کہ اس میں اصراً کے معنی ہیں عہداً۔

تشریح اصر کی تفسیر عہد و پیمان سے تفسیر باللازم ہے اس لئے کہ عہد کو پورا کرنا سخت ہے اور بوجھ ہے، آیت کا ترجمہ ہے اے ہمارے پروردگار ہم پر ایسا بوجھ نہ رکھ (یعنی ایسا سخت حکم نہ بھیجئے جو ہم سے پہلے کے لوگوں پر بھیجا تھا الخ

ویقال غفرانک مغفرتک فاغفرلنا۔ اور آیت میں غفرانک کے معنی ہیں مغفرتک یعنی تیری مغفرت ہم کو بخشدے ـــــ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ غفران اور مغفرت دونوں مصدر ہیں اور مراد امر ہے کہ ہمیں معاف کر دیجئے۔

(۷۰) حدثنی اسحٰق قال اخبرنا روح قال حدثنا شعبۃ عن خالد الحذاء عن مروان الاصفر عن رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال احسبہ ابن عمر ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ، قال نسختھا الاٰیۃ التی بعدھا۔

ترجمہ:۔ ترجمہ کے لئے حدیث سابق یعنی ۶۹ دیکھئے

تشریح ہذا طریق آخر فی الحدیث السابق۔

مروان اصفر راوی نے پہلے تو مبہم کہا رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر احسبہ یعنی میرا خیال ہے کہ وہ صحابی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں، فرمایا۔

علامہ کرمانی کہتے ہیں کہ یہ لفظ احسبہ راوی مروان کا ہے، مطلب یہ ہے کہ پہلے تو شک تھا پھر بیان ہی کے دوران خیال آگیا تو بتایا کہ خیال آگیا ہے کہ وہ صحابی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اب رہ گیا وہ اشکال جو بعض روایت سے ہوتا ہے جس کو طبری نے مرجانہ سے نقل کیا کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا انھوں نے آیت کریمہ وان تبدوا ما فی انفسکم الخ تلاوت فرمائی اور کہا کہ اگر حدیث نفس پر مواخذہ ہوا تو ہم ہلاک ہوجائیں گے، اس سے تو معلوم ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو آیت کریمہ کے نسخ کی خبر نہ تھی جواب یہ ہے کہ پہلے نہ تھی جیسا کہ مرجانہ کی روایت میں ہے، پھر جب بعد میں معلوم ہوا تو آپ نے بتایا کہ بعد والی آیت لایکلف اللہ نفساً الخ سے منسوخ ہے جیسا کہ مروان اصفر کی روایت ہے۔

ـ۶۵۳ـ سورۃ آل عمران :۔ ای ہذا تفسیر سورۃ آل عمران۔

ہمارے ہندوستانی نسخے نیز قسطلانی میں بغیر بسملہ ہے، لیکن فتح الباری اور عمدۃ القاری میں اس کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے جیساکہ حاشیہ میں اس نسخہ کی نشاندہی کردی گئی ہے۔
امام بخاری رحؒ نے سورۂ بقرہ کی تفسیر سے فراغت کے بعد سورۂ آل عمران کی تفسیر شروع کی ہے اس لئے بھی بسملہ سے تیمنا وتبرکا زیادہ مناسب ہے۔
وجہ تسمیہ کے لئے آئندہ حدیث ۲۱۲ کی تشریح ملاحظہ فرمائیے۔

—۱: تقاۃٌ وتقیۃ واحدۃٌ:—

یعنی تقاۃ اور تقیۃ دونوں مصدر ہیں اور معنی ایک ہیں۔
اشارہ ہے آیت کریمہ کی طرف لایتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شئی الا ان تتقوا منھم تقٰۃً ویحذرکم اللہ نفسہ والی اللہ المصیر (پ ۳ ع ۱۱) مسلمانوں کو چاہئے کہ کافروں کو دوست نہ بنائیں مسلمانوں کو چھوڑ کر اور جو شخص ایسا کرے گا اس کو اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر ایسی صورت میں (ظاہری دوستی کی اجازت ہے) کہ تم اس سے کسی قسم کا اندیشہ رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

—۱۰: صِرٌّ، بَرْدٌ:—

یعنی صِرٌّ کے معنی ٹھنڈک اور سخت سردی کے ہیں۔
اشارہ ہے آیت کریمہ کی طرف مثل ماینفقون فی ھذہ الحیوۃ الدنیا کمثل ریح فیھا صِرٌّ اصابت حرث قوم ظلموا انفسھم، پ ۴ ع ۳) وہ (کفار) جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس دنیاوی زندگانی میں اس کی حالت (ضائع وبرباد ہونے میں) اس حالت کے مثل ہے کہ ایک ہوا ہو جس میں تیز سردی (پالا) ہو وہ لگ جاوے ایسے لوگوں کی کھیتی کو جنھوں نے (بددینی سے) اپنا نقصان کر رکھا ہو، پس وہ (ہوا) اس کھیتی کو برباد کرڈالے الخ

شفا حُفرۃ مثل شفا الرّکیّۃِ وھو حرفھا

اشارہ ہے آیت کریمہ کی طرف وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا (پ ۴ ع ۲) اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے (یعنی دوزخ کے کنارہ پر تھے کفر کی وجہ سے) پھر اللہ نے اس سے نجات دی ایمان کی توفیق دے کر۔
اس آیت میں شفا حفرۃ کے معنی ہیں گڑھے کا کنارہ جیسے شفا الرکیۃ ہے یعنی کنویں کا کنارہ رکیۃ بفتح الراء وکسر الکاف وتشدید الیاء بمعنی کنواں۔ وھو حرفھا ای طرف الرکیۃ، کچے کنویں کا کنارہ۔

— تُبَوِّیٔ تتخذ معسکرا —

اشارہ ہے آیت کریمہ واذ غدوت من اھلک تبوئ المؤمنین مقاعد للقتال (پ ۴ ع ۴) ۔ اور جب کہ آپ صبح کے وقت (تاریخ قتال سے پہلے) اپنے گھر سے نکلے کہ مسلمانوں کو قتال کے لئے مورچہ پر ٹھکانہ دے رہے تھے ۔

فرماتے ہیں تبوئ کے معنی ہیں تتخذ معسکرا، یہ تفسیر ابو عبیدہ کی ہے، معسکر کے معنی ہیں جمع کردہ لشکر مقاعد جمع مقعد وھو موضع القعود، یعنی جنگی مورچہ ۔

المسوّم الذی لہ سیما بعلامۃ او بصوفۃ او بما کان

مسوّم بفتح الواؤ اسم مفعول، از باب تفعیل نشان لگانا، گھوڑے پر داغ لگانا۔ سیما بمعنی علامت المسوّم ای وہ چیز جس کی کوئی علامت ہو کسی نشان کے ذریعہ یا اون کے ذریعہ یا کسی طرح کی بھی علامت ہو، اشارہ ہے آیت کریمہ ۔ زُیّن للناس حُبّ الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسوّمۃ والانعام والحرث ذلک متاع الحیوٰۃ الدنیا واللہ عندہ حسن المآب (پ ۳ ع ۱۰)

یعنی لوگوں کے لئے خوشنما کردی گئی مرغوبات کی محبت جیسے عورتیں ہیں، اور بیٹے اور جمع کئے ہوئے خزانے سونے اور چاندی کے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور زراعت، یہ سب دنیوی زندگی کے سامان ہیں اور حسن انجام تو اللہ ہی کے پاس ہے ۔

امام زمخشری رح نے الخیل المسومۃ کی تفسیر الخیل المعلمۃ سے، اور مجاہد رح نے فرمایا۔ الخیل المسومۃ کے معنی ہیں المطھمۃ الحسان عمدہ فربہ گھوڑا، نیز کامل الخلقت، المطھم کے معنی ہیں موٹا، مکمل، از باب تفعیل، پرگوشت ہونا، تو چونکہ عام طور سے قاعدہ یہی ہے کہ علامت و نشان ان ہی گھوڑوں پر لگائے جاتے ہیں جو عمدہ اور موٹا تازہ ہو، اس لئے ان تفسیروں میں کوئی خاص اختلاف نہیں ہے ۔

ربّیّون الجمیع والواحد ربّی

ربّیون جمع ہے واحد ربّی ہے بکسر الراء فی الواحد والجمع قراءۃ الجمہور (فتح)

اشارہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ۔ وکاین من نبی قتل معہ ربیون کثیر (پ ۴ ع ۶) یعنی اور بہت نبی ہو چکے ہیں جن کے ساتھ بہت اللہ والے (کافروں سے) لڑے ہیں۔

ربّیون بکسر الراء وتشدید الباء المکسورۃ وضم الیاء، رَب کی طرف منسوب ہے جیسے ربانی معنی ہیں رب والے، اللہ والے، اس میں حرف راء مفتوح کے بجائے مکسور خلاف قیاس استعمال ہوا ہے چنانچہ ابن عباس رض کی قرأت رَبیون بفتح الراء ہے (قسطلانی) وقیل بل ھو منسوب الی الربۃ بمعنی جماعت یعنی ربیون کے معنی جماعت کثیرہ کے ہیں اور یہ ربۃ بمعنی جماعت کی طرف منسوب ہے ۔

ربیون اللہ والے سے مراد کون لوگ ہیں؟ حضرت عبداللہ ابن عباس رض سے منقول ہے کہ اس سے

مراد علماء و فقہاء ہیں۔

تحسونهم تستاصلونهم قتلا

تحسونہم کے معنی ہیں تستاصلونہم قتلا، یعنی قتل کرکے ان کا استیصال کر رہے تھے، یہ تفسیر ابو عبیدہ کی ہے۔

اشارہ ہے آیت کریمہ ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونہم باذنہ (پ ۴ ع ۷) اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تو تم سے اپنا وعدہ (نصرت کو) سچا کر دکھایا جس وقت کہ تم (ابتداء قتال میں) ان کافروں کو قتل کرکے بحکم خداوندی ان کا استیصال کر رہے تھے۔

تحس مضارع ہے از ضرب حسًّا سے جس کے معنی ہیں قتل کرنا، بیخ و بن سے اکھاڑ دینا۔

غزًا واحدها غازٍ

غزًا بضم الغین وتشدید الزاء جمع ہے اس کا واحد غازٍ ہے واصل غازٍ غازی اسم فاعل کقاضٍ۔

اشارہ ہے آیت کریمہ کی طرف وقالوا لاخوانہم اذا ضربوا فی الارض او کانوا غزًّا لو کانوا عندنا ماماتوا وماقتلوا (پ ۴ ع ۸) اور کہتے ہیں اپنے (ہم نسب یا ہم مشرب) بھائیوں کی نسبت جب کہ وہ لوگ کسی زمین میں سفر کرتے ہیں (اور وہاں اتفاقاً مر جاتے ہیں) یا وہ لوگ کہیں غازی بنتے ہیں (اور اس میں تقدیر سے قتل ہو جاتے ہیں تو وہ منافقین کہتے ہیں) کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے (سفر اور غزوہ میں نہ جاتے) تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔

سنکتب سنحفظ

سنکتب معنی میں ہے سنحفظ کے، یعنی ہم محفوظ کر لیتے ہیں۔

اشارہ ہے آیت کریمہ کی طرف لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء (پ ۴ ع ۱۰) یعنی بے شک اللہ نے سن لیا ہے ان لوگوں کا قول جنھوں نے (استہزاءً) یوں کہا کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں (اور صرف اس سننے پر اکتفاء نہیں کیا جائے گا بلکہ) ان کے کہے ہوئے کو (ان کے نامۂ اعمال میں) اب لکھ کر رہیں گے یعنی محفوظ رکھیں گے، اور یہ تفسیر باللازم ہے، لان الکتابۃ تستلزم الحفظ۔

نزلا ثوابا ویجوز ومنزل من عند اللہ کقولک انزلتہ

نزلًا بمعنی ثواباً ہے، ای رزقاً وعطاءً اور جائز ہے کہ نزلاً من عند اللہ کی تفسیر کی جائے ومنزل من عند اللہ یعنی مصدر بمعنی اسم مفعول ای معطی لہم من عند اللہ جیسے کہ تیرا قول انزلتہ جب کسی مہمان کے سامنے کچھ پیش کرتے ہو۔

اشارہ ہے آیت کریمہ کی طرف لکن الذین اتقوا ربہم لہم جنّٰت تجری من تحتہا الانہٰرُ

خلدین فیھا نزلاً من عند اللہ وما عند اللہ خیر للابرار (پ ۴ ع ۱۱) لیکن جو لوگ خدا سے ڈریں (اور مسلمان وفرماں بردار ہو جائیں) ان کے لئے بہشتی باغات ہیں جن کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان (باغوں) میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے اور جو چیزیں خدا کے پاس ہیں (جن کا ذکر ابھی ہوا یعنی بہشتی باغ اور نہریں وغیرہ) یہ نیک بندوں کے لئے بدرجہا بہتر ہیں (کفار کی چند روزہ عیش و مسرت سے)

النزل والنزل، وہ کھانا جو مہمان کے سامنے پیش کیا جائے جمع انزال۔ نزلاً من عند اللہ، من عند اللہ صفت ہے، نزلاً کی اور نزلا یا تو جنات سے حال ہے یا مفعول ثانی ہے اور اس کا فعل ومفعول اول محذوف ہے ای جعل ذلک نزلا۔

وقال مجاھد" والخیل المسومۃ المطھمۃ الحسان

غالباً کتابت میں ترتیب کی غلطی ہوئی ہے، اس ٹکڑے کا محل اوپر تھا جہاں الخیل المسومۃ بیان کیا گیا ہے، اسی لئے علامہ عینی رہ نے عمدۃ القاری میں صحیح اور مرتب نقل کیا ہے۔

وقال ابن جُبیر،، وحَصورا لایأتی النساءَ

سعید بن جبیر رہ نے فرمایا ہے کہ حصور کے معنی ہیں۔ وہ شخص جو عورتوں کے پاس نہ جائے، یعنی عورتوں سے ہمبستری کا تعلق نہ رکھے۔

اشارہ ہے آیت خداوندی" إن اللہ یبشرك بیحییٰ مصدقا بكلمة من اللہ وسیدًا وحصورًا ونبیا من الصّٰلحین (پ ۳ ع ۱۲) اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ (نام بیٹا ہونے) کی جو کلمۃ اللہ (یعنی عیسیٰ کی نبوت) کی تصدیق کرنے والے ہوں گے، اور مقتدا ہوں گے اور اپنے نفس کو (لذات سے) روکنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے صالحین میں سے۔

حصور کا لفظ حصر سے مشتق ہے جس کے معنی بندش اور روک کے ہیں حصور صفت کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں اپنے نفس کو بہت ضبط کرنے والا، عورتوں کی رغبت نہ رکھنے والا۔

وقال عکرمۃ۔ من فورھم، من غضبھم یوم بدر۔

عکرمہ نے فورھم کی تفسیر غضبھم سے کی، یعنی غزوۂ بدر کے دن کفار غضب و جوش میں آجائیں گے، اشارہ ہے ارشاد خداوندی۔ بلیٰ ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورھم ھذا (پ ۴ ع ۴) کیوں نہیں (یعنی کافی ہوگا) اگر تم مستقل رہو گے اور تقویٰ پر قائم رہو گے، اور وہ لوگ تم پر یکبارگی حملہ کردیں گے۔

اس آیت کریمہ کے اندر عکرمہ نے من فورھم کی تفسیر کی ہے من غضبھم یعنی عکرمہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ احد میں کفار مکہ کو غزوۂ بدر کا غصہ تھا اور اسی وجہ سے غضبناک جوش وخروش سے آئے تھے

لیکن جمہور مفسرین اس کی تفسیر کرتے ہیں "یکبارگی" اسی وقت، چونکہ فور کے معنی لغت میں سرعت اور جلدی کے ہیں

وقال مجاهد يخرج الحيّ النطفة تخرج ميتة ويخرج منها الحيّ

اور مجاہدؒ نے فرمایا ہے یخرج الحیّ کی تفسیر میں کہ مراد نطفہ ہے۔ النطفة مبتدا ہے اور اس کی خبر تخرج میتة ہے میتة حال ہو رہا ہے، تخرج کی ضمیر سے، مطلب یہ ہوا کہ نطفہ بے جان نکلتا ہے اور اس بے جان نطفہ سے زندہ جاندار نکلتا ہے۔

اشارہ ہے آیت کریمہ وتخرج الحیّ من المیّت وتخرج المیت من الحیّ (الآیۃ پ۳ ع۱۱) یعنی آپ جاندار کو بے جان سے نکال لیتے ہیں (جیسے نطفہ منی سے بچہ اور بیضہ سے پرند) اور بے جان چیز کو جاندار سے نکال لیتے ہیں، (جیسے زندہ انسان سے نطفہ اور پرند سے بیضہ)

بعض مفسرینؒ نے تفصیل کی ہے کہ اس میں یہ سب داخل ہے کہ مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے مرغی کو بیضہ سے اور بیضہ سے مرغی کو، اسی طرح درخت کو گٹھلی سے اور گٹھلی کو درخت سے ان اللہ علی کل شئی قدیر

الابكار اول الفجر والعشيّ ميل الشمس أراه الى ان تغرب

الابکار کے معنی ہیں فجر کا پہلا حصہ، یعنی طلوع صبح، اور عشی کے معنی ہیں سورج کا ڈھلنا، میں سمجھتا ہوں، میرا خیال ہے کہ غروب آفتاب تک۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں "قال الزمخشری العشی من حین نزول الشمس الی ان تغیب. والابکار من طلوع الفجر الی وقت الضحیٰ (عمدہ ص۱۳۸ ج ۱۸)

اشارہ ہے آیت کریمہ کی طرف - واذکر ربك کثیراً وسبّح بالعشیّ والابکار (پ۳ ع ۱۲) اور اپنے پروردگار کو بکثرت یاد کرتے رہیے اور تسبیح کرتے رہیے دن کے ڈھلنے پر بھی اور صبح بھی۔

باب منه آيات محكمات وقال مجاهد الحلال والحرام واخر متشابهات يصدق بعضه بعضاً كقوله تعالىٰ، وما يضل به الا الفاسقين، وكقوله جل ذكره ويجعل الرجس على الذين لا يعقلون، وكقوله، والذين اهتدوا زادهم هدىً وآتاهم تقواهم

فتح الباری اور عمدۃ القاری میں یہاں لفظ بابؔ نہیں ہے لیکن ہمارے ہندی نسخوں میں نیز قسطلانی میں بابؔ موجود ہے ای ہذا بابؔ۔

منه آیات محکمات :- اشارہ ہے آیت کریمہ هوالذی انزل علیك الکتٰب منه آیات محکمات هنّ امّ الکتاب واخر متشابهات" وہ وہی اللہ ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری اس کتاب (قرآن) میں بعض آیات محکم ہیں اور یہی (محکم آیات) اصل ہیں کتاب کی (یعنی کتاب کی ساری تعلیمات کی جڑ اور اصل الاصول یہی آیات ہوتی ہیں) اور دوسری آیات متشابہ ہیں (پ۳ ع ۹)

منهٗ کی ضمیر کتاب یعنی قرآن مجید کی طرف راجع ہے، یعنی قرآن مجید کا ایک حصہ آیات محکمات ہیں۔

وقال مجاهد اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ آیات محکمات سے مراد حلال وحرام ہے، یعنی جن آیات میں حلال و حرام ہے وہ آیات محکمات ہیں۔

واُخر متشابهات۔ اور دوسری آیتیں متشابہات ہیں اس میں اُخر صفت ہے موصوف محذوف کی ای آیات اُخر متشابہات۔ یصدق بعضه بعضا متشابہات کی تفسیر میں مجاہد فرماتے ہیں کہ بعض آیت کی تصدیق بعض آیت کرتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد وما یضل به الا الفاسقین (پ۱ ع۳) اور اللہ تعالیٰ اس (مثل) سے گمراہ نہیں کرتے ہیں مگر بدکاروں کو، اور جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون (پ۱۱ ع۱۵) یعنی اللہ تعالیٰ کفر کی گندگی ان پر ڈالتے ہیں جو سوچتے نہیں ہیں اس میں پہلی آیت کی تصدیق کرتی ہے دوسری آیت

اور جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد والذین اهتدوا زادهم هدی وآتٰهم تقوٰهم (پ۲۶ ع۶) اور جو لوگ ہدایت پا گئے (یعنی مسلمان ہو چکے) اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت کرتا ہے اور ان کو تقویٰ کی توفیق دیتا ہے۔

✤ زيغ شك ابتغاء الفتنة المشتبهات والراسخون يعلمون يقولون امنا به ✤ زیغ بمعنی شک ہے، اشارہ ہے آیت کریمہ کی طرف فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله وما یعلم تاویله الا الله والراسخون فی العلم یقولون آمنا به (الآیة پ۳ ع۹) وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے، یعنی شک اور گمراہی ہے وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات کی فتنہ ڈھونڈنے کی غرض سے اور اس (متشابہ) کی تفسیر ڈھونڈھنے کی غرض سے (تاکہ اپنے غلط عقیدہ میں اس سے مطلب حاصل کریں) حالانکہ اس کی (صحیح) تفسیر بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی اور نہیں جانتا، اور جو لوگ علم میں پختہ کار (اور فہیم) ہیں وہ کہتے ہیں، ہم اس پر ایمان لائے (یعنی ہم یقین رکھتے ہیں کہ پورا قرآن خواہ محکم ہو یا متشابہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں زیغ بمعنی شک ہے اور فتنة سے مراد مشتبہات ہے۔

ابتغاء تاویله کا عطف ابتغاء الفتنة پر ہے۔ والراسخون کے معنی ہیں یعلمون یعنی جو لوگ علم رکھتے ہیں۔ ابتغاء الفتنة مفعول لہ ہے، ای طلبا ان یفتنوا الناس عن دینهم، بہرحال یہاں اہل زیغ میں تمام فرق ضالہ داخل ہیں، خواہ نصاریٰ نجران ہوں یا منافقین یا اہل بدعت خوارج و معتزلہ وغیرہ۔

(۷۱) حدثنا عبد الله بن مسلمة قال حدثنا يزيد بن ابراهيم التستري عن ابي مليكة عن القاسم بن محمد عن عائشة قالت تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه الآية هو الذي انزل عليك الكتاب منه آيات محكمات هن ام الكتاب واُخر متشابهات فاما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويله۔ الى قوله

اولوا الالباب قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فاذا رأیت الذین یتبعون ما تشابه منه فاولئک الذین سمی الله فاحذروهم ۔

ترجمہ :- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی " ھوالذی الآیۃ، یعنی وہ وہی اللہ ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری ہے اس کتاب میں بعض آیات محکم ہیں، اور یہی محکم آیات) اصل ہیں کتاب کی (یعنی کتاب کی ساری تعلیمات کی جڑ اور اصل الاصول یہی آیات ہوتی ہیں اور دوسری آیات متشابہات ہیں سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اسی حصے کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو متشابہ ہیں فتنہ ڈھونڈنے کی غرض سے اور اس کے غلط مطلب کی تلاش میں، تا ارشاد " اولوا الالباب "

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہوں تو متنبہ ہو جاؤ کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے نشاندہی کی ہے (آیت میں فی قلوبہم زیغ سے) اس لئے ان سے بچتے رہو۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ

والحدیث اخرجہ مسلم فی کتاب العلم ص۳۳۹ وابوداؤد فی السنۃ والترمذی فی التفسیر۔

تستری بضم التاء الاولیٰ وسکون السین المھملۃ وفتح التاء الاخری وبالراء نسبۃ الی تستر مدینۃ من کور الاھواز۔

فاولئک الذین سمی اللہ :- قال ابن عباس ہم الخوارج قیل اول بدعۃ وقعت فی الاسلام بدعۃ الخوارج ثم کان ظہورہم فی ایام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ثم تشعبت منہم شعوب وقبائل وآراء واہواء ونحل کثیرۃ منتشرۃ ثم نبعت القدریۃ ثم المعتزلۃ ثم الجہمیۃ وغیرہم من اہل البدع التی اخبر عنہا الصادق المصدوق فی قولہ ستفترق ہذہ الامۃ علی ثلاث وسبعین فرقۃ کلہا فی النار الا واحدۃ قالوا ومن ہم یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔ اخرجہ الحاکم فی مستدرکہ (عمدۃ ۱۳۹/۱۸)

ص۶۵ :- وانی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطان الرجیم

ای ہذا باب فی قولہ تعالیٰ " وانی اعیذھا بک الآیۃ پ۳ ع۱۲)

ترجمہ حدیث کے ذیل میں دیکھئے۔

(۶۲) حدثنی عبد اللہ بن محمد قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزھری عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من مولود یولد الا والشیطان یمسہ حین یولد فیستھل صارخا من مس الشیطان ایاہ الا مریم وابنھا ثم یقول ابو ھریرۃ واقرؤا ان شئتم ۔ وانی اعیذھا بک من الشیطان الرجیم ۔

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مولود

جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے پیدا ہوتے ہی مَس کرتا (چھوتا) ہے، چنانچہ وہ مولود شیطان کے مس سے چلاتا ہے، سوائے مریم اور ان کے صاحبزادے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے پھر ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ وانّی اعیذھا بک الخ الآیۃ، اور میں اس (مریم) کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث مرّ فی کتاب الانبیاء ص۴۸۸ وہنا فی التفسیر ص۶۵۲۔

اس سورت کا نام آل عمران ہے اور آل عمران سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ ہیں دراصل عمران نام کے دو بزرگ تھے ایک تو حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے والد عمران بن یصہر ہیں، اور دوسرے عمران بن ماثان جو حضرت عیسیٰ ؑ کے نانا اور حضرت مریم کے والد تھے ان دونوں بزرگوں کے درمیان اٹھارہ سو سال کی مدت حائل ہے، ان دونوں کی نسلیں یعقوب بن اسحاق سے جا ملتی ہیں، مطلب یہ ہے کہ یہ سب حضرت ابراہیم خلیل اللہ ؑ کی اولاد ہیں۔

عمران ثانی یعنی عمران بن ماثان کی بیوی حِنّہ بنت فاقوذا جو حضرت مریم کی والدہ اور حضرت عیسیٰ کی نانی ہیں، انھوں نے باخلاص تمام اپنی مقدس بیٹی مریم اور ان کی اولاد حضرت عیسیٰ ؑ کے لئے یہ دعا کی کہ وہ شیطانی اثرات سے محفوظ رہیں چنانچہ حِنّہ نے عرض کیا انی اعیذھا بک الآیۃ اے میرے پروردگار میں اس بچی (مریم) کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں حق تعالیٰ نے یہ دعاء قبول فرمائی جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ کی مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو ضرور مَس کرتا ہے، چوکے لگاتا ہے مگر حضرت عیسیٰ ؑ اور مریم علیہا السلام مستثنیٰ ہیں البتہ یہ ضروری نہیں کہ حضرت عیسیٰ اور مریم کے علاوہ اور مستثنیٰ نہ ہوں، پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر شخص اس مَس شیطانی کا اثر قبول کرے یا قبول کرے تو آئندہ چل کر وہ برابر باقی رہے

حضرات انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا تکفل چونکہ حق تعالیٰ نے کیا ہے اس لئے اگر فرض کرو کہ ابتداء ولادت میں یہ صورت ان کو پیش آئی ہو اور مریم و عیسیٰ ؑ کی طرح اس ضابطہ سے مستثنیٰ نہ ہوں تو اس میں پھر بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان مقدس و معصوم بندوں پر شیطان کی اس حرکت کا کوئی مضر اثر قطعاً نہیں پڑ سکتا فرق صرف اتنا ہوگیا کہ مریم و عیسیٰ ؑ کو کسی مصلحت سے یہ صورت سرے سے پیش ہی نہ آئی ہو، اور اوروں کو پیش آئی مگر اثر نہ ہوا اس قسم کے جزئی امتیازات کلّی فضیلت کا موجب نہیں ہوسکتے۔

حدیث میں ہے کہ دو بچیاں کچھ اشعار گا رہی تھیں، حضور اقدس ؐ نے اُدھر سے منہ پھیر لیا، حضرت ابوبکر رضؓ آئے مگر لڑکیاں بدستور مشغول رہیں، اس کے بعد حضرت عمر رضؓ آئے تو لڑکیاں اٹھ کر

بھاگ گئیں، حضورؐ نے فرمایا عمرؓ جس راستہ پر چلتا ہے شیطان وہ راستہ چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے،
کیا اس سے کوئی خوش فہم یہ مطلب لے سکتا ہے کہ رسول اللہ عمرؓ کو اپنے سے افضل ثابت کر رہے ہیں؟
بہر حال یہ قاعدہ ذہن نشین رہے کہ جزئی فضیلت سے کلی فضیلت لازم نہیں آتی۔

صـ۶۵۲ باب قوله " ان الذین یشترون بعهد الله وایمانهم ثمنا قلیلا اولئك لا خلاق لهم. لاخیر الیم مؤلم موجع من الالم وهو فی موضع مفعل

ای ہذا باب فی قولہ تعالیٰ ۔ ان الذین الخ (پ۳ ع۱۶) بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو قلیل قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے کوئی حصہ آخرت میں نہیں ہے۔

لاخلاق لهم کے معنی ہیں لاخیر لهم فی الآخرة ۔ ولهم عذاب الیم۔ الیمٌ کے معنی ہیں مولمٌ، موجعٌ یعنی دردناک، تکلیف دہ، اور مولمٌ مشتق ہے اَلَمٌ سے اور وہ یعنی مولم مفعل کے وزن پر ہے۔

(۴۲) حدثنا حجاج بن منهال قال حدثنا ابو عوانة عن الاعمش عن ابی وائل عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من حلف بیمین صبر لیقطع بها مال امرئ مسلم لقی الله وهو علیه غضبان فانزل الله تصدیق ذالك إن الذین یشترون بعهد الله وایمانهم ثمنا قلیلا اولئك لاخلاق لهم فی الاخرة الی آخر الآیة قال فدخل الاشعث بن قیس وقال ما یحدثکم ابو عبد الرحمن قلنا کذا وکذا قال فیّ انزلت لی بئر فی ارض ابن عم لی قال النبی صلی الله علیه وسلم من حلف علی یمین صبر یقتطع بها مال امرئ مسلم وهو فیها فاجر لقی الله وهو علیه غضبان

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اس لئے قسم کھانے کی جرأت کی تاکہ کسی مسلمان کا مال (ناجائز طریقہ سے) حاصل کرے تو وہ اللہ سے ملیگا در انحالیکہ اللہ اس سے غضب ناک ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس ارشاد کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی "بیشک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو قلیل قیمت پر بیچتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، آخر آیت تک۔

ابو وائل نے بیان کیا کہ اشعث بن قیس رضؓ تشریف لائے اور پوچھا، ابو عبد الرحمن (یعنی عبد اللہ ابن مسعود رضؓ) نے آپ لوگوں سے کیا حدیث بیان کی؟ ہم نے بتایا کہ اس اس طرح حدیث بیان کی، اس پر اشعث نے فرمایا کہ یہ حدیث تو میرے ہی بارے میں نازل ہوئی تھی میرے ایک چچا زاد بھائی کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا ہم دونوں کا اسکے بارے میں نزاع ہوا اور مقدمہ حضورؐ کی خدمت میں پیش ہوا تو نبی اکرمؐ نے فرمایا، "تیرا بینہ ہو یا اس کی قسم (یعنی گواہ پیش کرو ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا) پھر میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ وہ تو قسم کھائے گا اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص قسم کی جرأت اس لئے کرے کہ اس کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال قبضائے اور وہ قسم کھانے والا اس میں گنہ گار یعنی جھوٹا ہو تو اللہ تعالیٰ

سے اس حال میں ملیگا کہ اللہ اس پر نہایت غضب ناک ہوں گے

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مرّ فی باب الرہن ص۳۴۲ و فی کتاب الشہادات ص۳۶۶ و ص۳۶۷ وھنا فی التفسیر ص۶۵۲

دین فروشی عہد شکنی، نعمائے آخرت سے محرومی کا باعث ہے، ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ جس آدمی نے جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کا حق دبایا تو اس نے اپنے لئے آگ کو واجب کردیا، راوی نے عرض کیا کہ اگر وہ چیز معمولی سی ہو؟ تب بھی اس کے لئے آگ واجب ہوگی؟ آپ نے جواب میں فرمایا اگرچہ وہ درخت کی سبز ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔ (رواہ مسلم بحوالہ مظہری)
بہرحال آیت کریمہ میں عہد شکنی پر پانچ وعیدیں مذکور ہیں ملاحظہ ہو پارہ ۳ رکوع ۱۲۔

(۴) حدثنا علیٌّ ھو ابن ابی ھاشم سمع ھُشیما قال اخبرنا العوّامُ بن حوشب عن ابراھیم بن عبدالرحمٰن عن عبد اللہ بن ابی اوفیٰ ان رجلا اقام سلعۃً فی السوق فحلف بھا لقد اُعطی بھا مالم یُعطہ لیوقع فیھا رجلا من المسلمین فنزلت ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا۔ الی آخر الآیۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بازار میں سامان بیچتے ہوئے قسم کھائی کہ اس سامان کی اتنی دی جارہی تھی حالانکہ اس شخص کو وہ قیمت نہیں دی گئی (یعنی بالکل جھوٹی قسم کھارہا تھا) صرف اس لئے کہ کسی مسلمان کو اس سامان میں مبتلا کرے (یعنی ٹھگ لے) تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم آخر آیت تک ۔ ترجمہ گذر چکا ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث قد مرّ فی کتاب البیوع ص۲۸۰

اخبرنا العوّام بتشدید الواو بن حوشب بفتح الحاء المہملۃ وسکون الواو وفتح الشین المعجمۃ۔
لقد اعطی علی صیغۃ المجہول وکذا قولہ مالم یعطہ۔

ایک شبہ کا ازالہ شبہ یہ ہوتا ہے کہ حدیث سابق ص۳ سے معلوم ہوا تھا کہ آیت مذکورہ کا نزول حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کے کنویں کے بارے میں ہوا، اور اس حدیث ص۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ بازار میں ایک شخص نے سامان بیچنے کے لئے جھوٹی قسم کھائی کہ فلاں شخص اس سامان کی اتنی قیمت دے رہا تھا مگر میں نے نہیں دیا حالانکہ یہ جھوٹ کہہ رہا تھا تاکہ کسی کو ٹھگ سکے اس شخص کے بارے میں اس آیت کا نزول ہوا۔

جواب ۱؎ یہ ہے کہ اس میں کوئی منافات وتضاد اس لئے نہیں ہے کہ آیت کریمہ عام ہے اور نزول کا سبب دونوں واقعہ ہو سکتا ہے۔

ممکن ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت اشعث رضؓ کے بارے میں نازل ہو چکی تھی مگر حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضؓ کو خبر بازار میں سامان کے واقعہ کے بعد آیت کی اطلاع ہوئی تو حضرت عبداللہ نے یہ سمجھا کہ اس واقعہ سے متعلق نزول ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک نے اپنے اپنے علم کے مطابق بیان فرمایا۔

(۷۵) حدثنا نصر بن علی بن نصر قال حدثنا عبد اللہ بن داؤد عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکۃ ان امرأتین کانتا تخرزان فی البیت او فی الحجرۃ فخرجت احداھما وقد أنفذ باشفا فی کفھا فادعت علی الاخری فرفع الی ابن عباس فقال ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو یعطی الناس بدعواھم لذھب دماء قوم واموالھم ذکروھا باللہ و اقرؤا علیھا ان الذین یشترون بعھد اللہ فذکروھا فاعترفت فقال ابن عباس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیمین علی المدعیٰ علیہ۔

ترجمہ:۔ ابن ابی ملیکہ (عبداللہ) سے روایت ہے کہ دو عورتیں کسی گھر یا حجرے میں موزے سیا کرتی تھیں، پھر ان دونوں میں سے ایک باہر نکلی اس حال میں کہ اس کے ہاتھ میں سُوا چبھ گیا تھا اس نے دوسری پر دعویٰ کیا (یعنی سوا چبھانے کا الزام لگایا) پھر ابن عباس رضؓ کے پاس مقدمہ پیش ہوا، تو ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر صرف دعویٰ کی وجہ سے لوگوں کا مطالبہ پورا کیا جانے لگے تو بہت سوں کا خون اور مال برباد ہو جائے (جب مدعیہ کے پاس بینہ یعنی گواہ نہیں ہے تو اس دوسری عورت یعنی مدعیٰ علیہا جس پر الزام ہے) اللہ کی یاد دلاؤ اور اس کے سامنے یہ آیت پڑھو۔ ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم، چنانچہ جب لوگوں نے اس کو نصیحت کی خدا کا خوف دلایا تو اس نے اقرار کر لیا پھر ابن عباس رضؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یمین یعنی قسم مدعا علیہ پر ہے

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضیٰ فی الرھن مختصراً ص۳۴۲، وھنا فی التفسیر ص۶۵۳۔

وعند البیھقی باسناد جید لو یعطی الناس بدعواھم لادعی قوم دماء قوم واموالھم ولکن البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر وقد تجعل الیمین فی جانب المدعی فی مواضع تستثنی الدلیل کالقسامۃ کما وقع التصریح باستثناءھا فی حدیث عمرو بن سعید عن ابیہ عن جدہٖ عند الدار قطنی والبیھقی۔ (قسطلانی)

ص۶۵۳ باب قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ، سواء قصدا۔

ای ھذا باب فی قولہ تعالیٰ۔ قل یا اھل الکتاب الآیۃ پ۳ ع۱۵، آپ فرما دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلّم ہونے میں) برابر ہے یہ کہ ہم بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی عبادت نہ کریں۔

تشریح سواء بمعنی قصد ہے یعنی بالکل بیچوں بیچ جو ہر چہار طرف سے برابر ہو ذرہ برابر بھی فرق نہ ہو یہ تفسیر ابو عبیدہ سے منقول ہے۔ قصداً بالجر فیہما علی الحکایۃ والنصب قرارۃ الحسن البصری وقیل وجہ النصب علی انہ مصدر تقدیرہ استوت استواء ویجوز الرفع ایضاً ای سواءٌ وہو قصدٌ۔ کلمۃ سے مراد کلام ہے یعنی لا الٰہ الا اللہ جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔

(۴۷۶) حدثنی ابراھیم بن موسی عن ھشام عن معمر ح وحدثنی عبد اللہ بن محمد قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزھری قال اخبرنی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ قال حدثنی ابن عباس قال حدثنی ابو سفیان من فیہ الی فیّ قال انطلقتُ فی المدۃ التی کانت بینی وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فبینا انا بالشام اذ جیئ بکتاب من النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ھرقل قال وکان دحیۃ الکلبی جاء بہ فدفعہ الی عظیم بُصریٰ فدفعہ عظیم بُصریٰ الی ھرقل قال فقال ھرقل ھل ھٰہنا احدٌ من قوم ھٰذا الرجل الذی یزعم انہ نبیّ قالوا نعم قال فدُعیتُ فی نفرٍ من قریش فدخلنا علی ھرقل فاجلسنا بین یدیہ فقال ایکم اقرب نسباً من ھذا الرجل الذی یزعم انہ نبیّ فقال ابوسفیان فقلت انا فاجلسونی بین یدَیہ واجلسوا اصحابی خلفی ثم دعا بترجمانہ فقال قل لھم انی سائل ھذا عن ھذا الرجل الذی یزعم انہ نبیٌّ فان کذبنی فکذّبوہ قال ابو سفیان وایمُ اللہ لولا ان یوثروا علیّ الکذبَ لکذبتُ ثم قال لترجمانہ سلہ کیف حسبُہٗ فیکم قال قلت ھو فینا ذو حسَب قال فھل کان من اٰبائہ ملِکٌ قال قلتُ لا قال فھل کنتم تتّھمونہ بالکذب قبل ان یقول ما قال قلتُ لا قال ایتّبعُہ اشراف الناس ام ضعفاءھم قال قلتُ بل ضُعفاءھم قال یزیدون او ینقصون قال قلتُ لا بل یزیدون قال ھل یرتدّ احدٌ منھم عن دینہ بعد ان یدخل فیہ سُخطۃً لہ قال قلت لا قال فھل قاتلتموہ قال قلت نعم قال فکیف کان قتالکم ایّاہ قال قلتُ یکون الحرب بیننا وبینہ سجالاً یصیب منّا ونصیبُ منہ قال فھل یغدر قال قلت لا ونحن منہ فی ھذہ المدۃ لا ندری ما ھو صانع فیھا قال واللہ ما امکننی من کلمۃٍ اُدخل فیھا شیئاً غیر ھذہ قال فھل قال ھذا القول احدٌ قبلہ قلت لا ثم قال لترجمانہ قل لہ انی سألتک عن حَسَبہ فیکم فزعمتَ انہ فیکم ذو حسب وکذالک الرسل تبعث فی احساب قومھا وسألتک ھل کان فی آبائہ ملِکٌ فزعمت اَن لا فقلتُ لو کان من آبائہ ملِکٌ قلتُ رجل یطلب ملکَ اٰبائہ وسألتک عن

اَتْباعه اضعفاؤهم ام اشرافهم فقلت بل ضعفاؤهم وهم اتباع الرسل وسألتك هل كنتم تتهمونه بالكذب قبل ان يقول ما قال فزعمت ان لا فعرفت انه لم يكن ليدع الكذب على الناس ثم يذهب فيكذب على الله وسألتك هل يرتد احد منهم عن دينه بعد ان يدخل فيه سخطة له فزعمت ان لا وكذالك الايمان اذا خالط بشاشة القلوب وسألتك هل يزيدون او ينقصون فزعمت انهم يزيدون وكذالك الايمان حتى يتم وسألتك هل قاتلتموه فزعمت انكم قاتلتموه فيكون الحرب بينكم وبينه سجالا ينال منكم وتنالون منه وكذالك الرسل تبتلى ثم تكون لها العاقبة وسألتك هل يغدر فزعمت انه لا يغدر وكذالك الرسل لا تغدر وسألتك هل قال احد هذا القول قبله فزعمت ان لا فقلت لو كان قال هذا القول احد قبله قلت رجل ائتم بقول قيل قبله قال ثم قال بما يامركم قال قلت يامرنا بالصلوٰة والزكوٰة والصلة والعفاف قال ان يك ما تقول فيه حقا فانه نبي وقد كنت اعلم انه خارج ولم اك اظنه منكم ولو اني اعلم اني اخلص اليه لاحببت لقاءه ولو كنت عنده لغسلت عن قدميه وليبلغن ملكه ما تحت قدمي قال ثم دعا بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرأه فاذا فيه بسم الله الرحمٰن الرحيم من محمد رسول الله الى هرقل عظيم الروم سلام على من اتبع الهدىٰ اما بعد فاني ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم واسلم يؤتك الله اجرك مرتين فان توليت فان عليك اثم الاريسيين ويا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله الى قوله واشهدوا بانا مسلمون فلما فرغ من قراءة الكتاب ارتفعت الاصوات عنده وكثر اللغط وامر بنا فاخرجنا قال فقلت لاصحابي حين خرجنا لقد امر امر ابن ابي كبشة انه ليخافه ملك بني الاصفر فما زلت موقنا بامر رسول الله صلى الله عليه وسلم انه سيظهر حتى ادخل الله علي الاسلام قال الزهري فدعا هرقل عظماء الروم فجمعهم في دار له فقال يا معشر الروم هل لكم في الفلاح والرشد آخر الابد وان يثبت لكم ملككم قال فحاصوا حيصة حمر الوحش الى الابواب فوجدوها قد غلقت فقال علي بهم فدعا بهم فقال اني اختبرت شدتكم على دينكم فقد رأيت منكم الذي احببت فسجدوا له ورضوا عنه ۔

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابوسفیان (بن حرب) نے مجھ سے منہ در منہ بیان کیا، فرمایا کہ میں اس مدت میں جو میرے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ٹھہری تھی (یعنی صلح حدیبیہ کی مدت جو سنہ ھ میں دس سال کے لئے معاہدہ ہوا ہے) میں روانہ ہوا، ابوسفیان نے

بیان کیا کر دریں اثناء میں ملک شام میں تھا، اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی ہرقل کے پاس لایا گیا، ابوسفیان نے بیان کیا کہ اس مکتوب گرامی کو دحیہ کلبی رض نے لایا تھا اور عظیم بُصریٰ کو دیا، پھر عظیم بُصریٰ نے یہ مکتوب گرامی ہرقل کو دیا، ابوسفیان کا بیان ہے کہ پھر ہرقل نے کہا۔ کیا یہاں کوئی ہے اس شخص کی قوم کا جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ ہاں۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ پھر میں قریش کے چند لوگوں کے ہمراہ بلایا گیا اور ہم لوگ ہرقل کے پاس پہنچے تو اس نے ہم لوگوں کو اپنے سامنے بٹھایا اور پوچھا کہ تم میں سے اس مدعی نبوت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ میں" پھر لوگوں نے مجھ کو اس کے سامنے بٹھایا، اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا اس کے بعد اپنے ترجمان کو بلایا اور کہا کہ ان لوگوں سے کہدو کہ میں اس (ابوسفیان) سے اس شخص کے متعلق دریافت کروں گا جو اپنے تئیں خود کو نبی کہتا ہے، بس اگر یہ (ابوسفیان) مجھ سے جھوٹ بولے تو تم لوگ اس کا جھوٹ بیان کر دینا، ابوسفیان نے کہا۔ قسم خدا کی اگر مجھکو یہ شرم نہ ہوتی کہ یہ لوگ میرا جھوٹ بیان کردیں گے اور میری ذلت ہوگی تو میں آپ کی نسبت ضرور غلط بیان کرتا (کیونکہ مجھکو آپ سے عداوت تھی) پھر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا۔ اس ابوسفیان سے پوچھو کہ کیسا ہے اس کا (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا) حسب تم لوگوں میں؟ ابوسفیان نے بیان کیا کہ میں نے کہا " وہ ہم میں بڑے حسب والا ہے یعنی سب سے اعلیٰ واشرف خاندان والا ہے) ہرقل نے پوچھا کہ ان کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ ابوسفیان نے بیان کیا کہ میں نے کہا۔ نہیں۔ ہرقل نے پوچھا۔ کیا اس دعوائے نبوت سے پہلے تم انھیں جھوٹ کے ساتھ متہم بھی سمجھتے تھے؟ میں (ابوسفیان) نے کہا۔ نہیں۔ ہرقل نے پوچھا، کیا بڑے بڑے (صاحب اثر رئیس) لوگ اس کی اتباع کر رہے ہیں یا کمزور وغریب لوگ؟ ابوسفیان کا بیان ہے کہ میں نے کہا۔ نہیں بلکہ کمزور لوگ۔ ہرقل نے پوچھا۔ ان کے تابعدار لوگ بڑھتے جا رہے ہیں یا گھٹتے جا رہے ہیں بیان کیا کہ میں (ابوسفیان) نے کہا کہ نہیں بلکہ بڑھتے جا رہے ہیں، ہرقل نے پوچھا کیا ان میں سے کوئی شخص اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس دین سے ناراض ہو کر مرتد ہو جاتا ہے؟ بیان کیا کہ میں (ابوسفیان) نے کہا۔ نہیں۔ ہرقل نے پوچھا کبھی تم لوگوں نے ان سے جنگ بھی کی ہے؟ بیان کیا کہ میں (ابوسفیان) نے کہا۔ ہاں۔ ہرقل نے پوچھا تمھاری جنگ ان سے کیسی رہی؟ (یعنی نتیجہ جنگ کیا رہا؟) بیان کیا کہ میں (ابوسفیان) نے کہا ہماری اور ان کی لڑائی ڈولوں کی طرح رہتی ہے کبھی وہ ہم سے لیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے لیتے ہیں (یعنی کبھی وہ غالب رہتے ہیں جیسے جنگ بدر میں اور کبھی ہم جیسے جنگ احد میں) ہرقل نے پوچھا۔ کیا وہ عہد وپیمان کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟ بیان کیا کہ میں (ابوسفیان) نے کہا نہیں، لیکن اب ہم ان سے مصالحت کی مدت میں ہیں (یعنی ایک نیا معاہدہ ہوا ہے) معلوم نہیں اس میں وہ کیا کرتے ہیں، ابوسفیان کا بیان ہے کہ خدا کی قسم اس بات کے سوا کوئی دوسرا مغالطہ آمیز کلمہ میں اس گفتگو میں شامل نہ کر سکا ہرقل نے پوچھا۔ کیا یہ بات (کہ میں پیغمبر ہوں) ان سے پہلے کسی نے کہی تھی؟ میں (ابوسفیان) نے کہا نہیں

اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس (ابوسفیان) سے کہو کہ میں نے تم سے ان کے خاندان کے متعلق دریافت کیا تو تم نے بتایا کہ وہ تم لوگوں میں اونچے خاندان والے ہیں اور یہی حال ہمیشہ سے رہا ہے کہ انبیاء کرام اپنی قوم کے عالی خاندان میں سے ہی مبعوث ہوتے ہیں، اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟ تو میں سمجھتا کہ وہ شخص (پیغمبری کا حیلہ بناکر) اپنے باپ کی بادشاہت لینا چاہتا ہے، اور میں نے تم سے ان کے اتباع کرنے والوں کے متعلق پوچھا کہ آیا وہ قوم کے کمزور لوگ ہیں یا اشراف تو تم نے بتایا کہ ان کی پیروی کرنے والے اکثر کمزور لوگ ہیں، اور درحقیقت پیغمبروں کے پیروکار (اکثر) ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم نے دعوائے نبوت سے پہلے ان پر جھوٹ کا شبہ کیا تھا؟ تو تم نے کہا نہیں میں نے اس سے یہ سمجھا کہ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ وہ لوگوں پر کذب بیانی سے اجتناب کریں، پھر اللہ تعالیٰ پر کذب بیانی کریں گے؟ اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کوئی ان کے دین میں داخل ہونے (اسلام قبول کرنے) کے بعد اس کو برا سمجھ کر اس سے پھر جاتا ہے؟ تو تم نے کہا نہیں، اور ایمان کا حال یہی ہے جب دلوں کی بشاشت ایمان کے ساتھ پیوست ہوجائے، اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ لوگ (روز بروز) بڑھ رہے ہیں اور ایمان (یعنی دین حق) کا یہی حال ہے، یہاں تک کہ وہ پورا ہوجاتا ہے (یعنی کمال کو پہونچ جاتا ہے) اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم نے کبھی ان سے جنگ بھی کی ہے؟ تو تم نے بتایا کہ تم لوگوں نے ان سے جنگ کی ہے، پھر تمہارے درمیان اور ان کے درمیان لڑائی مثل ڈول رہتی ہے، کبھی وہ تم سے ڈول لے لیتے ہیں، اور کبھی تم ان سے لے لیتے ہو (یعنی کبھی وہ غالب ہوجاتا ہے اور کبھی تم) اور یہی حال پیغمبروں کا رہا ہے کہ وہ آزمائشوں میں ڈالے جاتے ہیں، پھر آخری انجام ان ہی کے حق میں ہوتا ہے، اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا وہ عہد شکنی کرتے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ عہد شکنی نہیں کرتے ہیں، یہی حال انبیاء کا ہے کہ وہ عہد شکنی نہیں کرتے۔ اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا یہ دعویٰ (یعنی پیغمبری کا دعویٰ) ان سے پہلے کسی نے کیا تھا؟ تو تم نے بتایا تھا کہ نہیں تو میں نے سوچا کہ اگر کسی نے اس سے پہلے دعوئ پیغمبری کیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اس نے بھی اپنے ماقبل کی پیروی کی ہے ابوسفیان نے بیان کیا کہ پھر ہرقل نے پوچھا کہ وہ تمہیں کیا حکم دیتے ہیں؟ بیان کیا کہ میں (ابوسفیان) نے کہا وہ ہمیں حکم دیتے ہیں نماز، زکوٰۃ، صلہ رحمی اور پاکدامنی کا آخر ہرقل نے کہا جو کچھ تم نے ان کے متعلق بتایا ہے اگر حق ہے تو وہ بلاشبہ نبی ہیں اور میں جانتا تھا کہ یہ پیغمبر آنے والا ہے لیکن میں یہ نہیں سمجھتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے اب اگر میں جان لوں (یعنی اگر مجھ کو یقین ہوجائے) کہ میں ان کی خدمت میں پہونچ سکتا ہوں تو ان کی ملاقات کو ضرور پسند کرتا (بعض روایت میں ہے کہ میں ان سے ملاقات کیلئے ہر تکلیف گوارہ کرتا) اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں بذات خود ان کے پاؤں دھوتا اور بلاشبہ ان کی حکومت میرے ان دو قدموں تک پہونچ کر رہے گی، بیان کیا کہ پھر ہرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ :- ابن شہاب (امام زہری) سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضنے حدیث بیان کی کہ آپ نے (یعنی حضرت سہل رضنے) مروان بن حکم بن عاص کو مسجد میں دیکھا حضرت سہل نے بیان کیا، پھر میں ان (مروان) کے پہلو میں بیٹھ گیا پس ہم سے مروان نے بیان کیا کہ حضرت زید بن ثابت رض (کاتب وحی) نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت لکھوائی " لا یستوی القاعدون من المومنین والمجاہدون فی سبیل اللہ" ابھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت لکھوا ہی رہے تھے کہ ابن ام مکتوم رض خدمت اقدس میں آگئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر مجھکو جہاد پر قدرت ہوتی تو خدا کی قسم میں ضرور جہاد کرتا، اور ابن ام مکتوم رض نابینا تھے پس اللہ نے اپنے رسول پر وحی نازل کی درانحالیکہ آپ کی ران میری ران پر تھی چنانچہ (شدت وحی کی وجہ سے) مجھ پر اتنا بوجھ پڑا کہ مجھے اپنی ران کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہونے لگا، پھر وہ کیفیت حضور اقدس سے ختم ہوئی تو (معلوم ہوا کہ) اللہ نے غیر اولی الضرر کے الفاظ مزید نازل فرمائے (یعنی قاعدون سے مراد وہ لوگ ہیں جو بلا عذر جہاد میں شریک نہیں ہوتے لیکن جو لوگ معذور ہیں وہ مستثنیٰ ہیں)

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة
والحديث مضى فى الجهاد م۳۹۷ وهنا فى التفسير م۶۶۰ تا م۶۶۱ ۔

مروان بن الحكم بالحاء المهملة والكاف المفتوحتين كان امير المدينة زمن معاوية ۔ وقال الترمذى فى هذا الحديث رواية رجل من الصحابة وهو سهل بن سعد رض عن رجل من التابعين وهو مروان بن الحكم ولم يسمع من النبى صلى الله عليه وسلم وقال بعضهم لا يلزم من عدم السماع عدم الصحبة وقد ذكره ابن عبد البر فى الصحابة انتهى، قلت ولو ذكره فى كتاب الاستيعاب فى باب مروان ولكنه قال لم ير النبى صلى الله عليه وسلم لانه خرج الى الطائف طفلا لا يعقل وقد ثبت عنه انه قال لما طلب الخلافة فذكروا له ابن عمر فقال ليس ابن عمر بافقه منى ولكنه اسن منى وكانت له صحبة فهذا اعتراف منه بعدم الصحبة (عمده)

ابن ام مكتوم اسمه عبد الله وقيل عمرو واسم ابيه زائدة ام مكتوم امه واسمها عاتكة ۔

يملها بضم الياء وكسر الميم وتشديد اللام واصلها يمللها كما فى القرآن وليملل الذى عليه الحق فنقلت كسرة اللام الى الميم وادغمت فى اللام الثانية (عمده)

غیر اولی الضرر جمہور کی قرات میں لفظ غیر رفع کے ساتھ ہے اور قاعدون سے بدل واقع ہے، اعمش کی قرات میں مومنین کی صفت کی بنا پر جر کے ساتھ ہے، تیسری قرات نصب کے ساتھ ہے استثناء کی بنا پر یعنی غیر بمعنی الا ہے۔

(۱۱۷) ـــــ حدثنا حفص بن عمر قال حدثنا شعبه عن ابى اسحٰق عن البراء قال لما نزلت الآية " لا يستوى القاعدون من المومنين " دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم زيدا فكتبها فجاء ابن ام مكتوم فشكا ضرارته، فانزل الله غير اولى الضرر، ـــــ

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازب رضؓ کا بیان ہے کہ جب آیت لایستوی القاعدون من المؤمنین نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضؓ کو (کتابت کیلئے) بلایا چنانچہ زید رضؓ نے اس آیت کو لکھدیا پھر ابن ام مکتوم رضؓ آئے اور اپنے نابینا ہونے کا عذر پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے غیر اولی الضرر کے الفاظ نازل فرمایا۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث قد مر فی الجہاد۔

(۱۱۸) —۔ حدثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل عن ابی اسحٰق عن البراء قال لما نزلت لایستوی القاعدون من المؤمنین قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادعوا فلانا فجاءہ و معہ الدواۃ و اللوح والکتف فقال اکتب لایستوی القاعدون من المؤمنین والمجاھدون فی سبیل اللہ وخلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم فقال یا رسول اللہ انا ضریر فنزلت مکانھا لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ ۔

ترجمہ:۔ حضرت براء رضؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ جب آیت لایستوی القاعدون من المؤمنین نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں (یعنی زید بن ثابت رضؓ) کو بلاؤ چنانچہ حضرت زید رضؓ اپنے ساتھ دوات اور لوح (تختہ) اور شانہ لے کر آئے تو حضور ؐ نے فرمایا لکھو لایستوی القاعدون من المؤمنین والمجاھدون فی سبیل اللہ اور ابن ام مکتوم رضؓ نبی اکرم صلعم کے پیچھے موجود تھے عرض کیا یا رسول اللہ میں نابینا ہوں پھر وہیں (اس طرح) نازل ہوئی لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ ۔
آیت کا ترجمہ گذر چکا ۔

تشریح ہذا طریق آخر فی حدیث البراء۔ والکتف اکثر نسخوں میں اوالکتف ہے جیساکہ فتح الباری عمدۃ القاری اور قسطلانی وغیرہ میں او کے ساتھ ہے، نیز حاشیہ پر نسخہ موجود ہے، اس صورت میں شک راوی ہوگا۔

وخلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم معناہ جلس خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم او بالعکس وقال الکرمانی الحدیث الاول مشعر بان ابن ام مکتوم جاء حالۃ الاملال والثانی بانہ جاء بعد الکتابۃ، والثالث بانہ کان جالسا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ثم اجاب بقولہ لامنافاۃ اذ معنی کتبہا کتب بعض الآیۃ وھو نحو لایستوی القاعدون من المؤمنین مثلا واما جاء یعنی قولہ جاء فھو اما حقیقۃ والمراد جاء وجلس خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم او بالعکس واما مجاز عن تکلم و دخل فی البحث (عمدہ)

فنزلت مکانھا:۔ ای فی مکان الکتابۃ والمقصود نزلت فی تلک الحالۃ لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر وقال ابن التین یقال ان جبریل ہبط و رجع قبل ان یجف القلم (عمدہ)

(۱۱۹) —۔ حدثنا ابراھیم بن موسیٰ قال اخبرنا ھشام ان ابن جریج اخبرھم ح قال وحدثنی

اسحٰق قال اخبرنا عبد الرزاق قال اخبرنا ابن جريج قال اخبرنی عبد الكريم ان مقسما مولیٰ عبد الله بن الحارث اخبره ان ابن عباس اخبره لايستوی القاعدون من المؤمنين عن بدر والخارجون الی بدر ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضہ نے بیان کیا (یعنی آیت کریمہ کی تفسیر بیان کی کہ آیت کا تعلق اصحاب بدر کے متعلق ہے) کہ جو مسلمان غزوۂ بدر سے بیٹھے رہ گئے (یعنی بلا کسی عذر کے شریک غزوہ نہیں ہوئے) اور جو لوگ بدر کی طرف نکلے (یعنی غزوہ میں شریک ہوئے برابر نہیں ہوسکتے ہیں۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة۔ والحديث قد مضى فی المغازی ص۵۶۴

غیر اولی الضرر مثلاً اندھا یا لنگڑا یا بیمار ہے، یہ حضرات معذور ہیں۔

مط۱۶۶ ـــ باب قوله ان الذين توفٰهم الملٰئكة ظالمی انفسهم قالوا فيم كنتم قالوا كنا مستضعفين فی الارض قالوا الم تكن ارض الله واسعة فتهاجروا فيها الاية ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان الذین توفٰھم الآیۃ پ۵ ع۱۱) بیشک فرشتے (جب) ایسے لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنھوں نے اپنے کو گنہ گار کر رکھا ہے (ہجرت ترک کرکے اور کافروں کے ساتھ رہ کر) فرشتے ان سے کہتے ہیں تم کس حال میں تھے؟ (یعنی دین کے لحاظ سے تم اسلام کی حالت میں تھے؟ جیسا کہ تمھارے اقرار سے پتہ چل رہا ہے یا کفر کی حالت میں تھے جیسا کہ کافروں کے ساتھ تمھارے مقام سے پتہ چل رہا ہے) وہ (فریضہ ہجرت ترک کرنے والے) کہیں گے ہم اس زمین (مکہ) میں مغلوب (بے بس) تھے، فرشتے ان سے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم ہجرت کرکے وہاں چلے جاتے (یعنی مدینہ چلے جاتے جیسے حضرات صحابہ گئے)

تشریح ظالمی انفسھم ترکیب میں حال ہے ضمیر ھم سے جو توفاھم میں ہے، اپنی جان پر ظلم کرنے، اپنے آپ کو گنہ گار کر رکھنے سے مراد فریضہ ہجرت کو ترک کرنا اور کافروں کی موافقت کرنا ہے،

توفٰھم الملائکۃ:۔ علامہ عینی رہ فرماتے ہیں الملائکۃ ہنا ملک الموت واعوانہ وھم ستۃ الخ یعنی ملائکہ سے مراد یہاں ملک الموت اور ان کے معاونین ہیں، اور یہ معاونین چھ ہیں تین ارواح مؤمنین کے لئے اور تین کافروں کے لئے یا صرف ملک الموت مراد ہے اور جمع تعظیم کے لئے ہے کقولہ تعالیٰ انا نحیی ونمیت واللہ تعالیٰ واحد۔

شان نزول علامہ سیوطی رہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ مکہ میں کچھ لوگ مسلمان ہوگئے تھے مگر ہجرت نہیں کی تھی، کفار مکہ ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر بدر گئے جن میں کچھ لوگ مسلمان ہوگئے تھے مگر ہجرت نہیں کی تھی ان میں سے کچھ لوگ غزوہ بدر میں مارے گئے ان مرنے والوں کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔

۱۲۰ ـــ حدثنا عبد الله بن يزيد المقرئ قال حدثنا حيوة وغيره قال احدثنا محمد بن عبد الرحمٰن ابو الاسود قال قطع على اهل المدينة بعث فاكتتبت فيه فلقيت عكرمة

مولی ابن عباس فاخبرته فنهانی عن ذلک اشد النهی ثم اخبرنی ابن عباس ان ناسا من المسلمین کانوا مع المشرکین یکثرون سواد المشرکین علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ یاتی السھم یرمی بہ فیصیب احدھم فیقتلہ او یضرب فیقتل فانزل اللہ۔ ان الذین توفاھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم الآیۃ رواہ اللیث عن ابی الاسود ۔

ترجمہ :- محمد بن عبدالرحمٰن ابوالاسود نے بیان کیا کہ مدینہ والوں پر لشکر لازم کر دیا گیا (یعنی جب مکہ میں عبداللہ ابن زبیرؓ کی خلافت تھی تو اہل شام کے خلاف جنگ کرنے کے لئے مدینہ والے مجبور کئے گئے) اور اس لشکر میں میرا نام بھی لکھا گیا، پھر حضرت ابن عباسؓ کے مولیٰ عکرمہ سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے ان سے بیان کر دیا (کہ اس لشکر میں میرا نام بھی شریک کر لیا گیا ہے) تو عکرمہ نے مجھ کو بڑی شدت کے ساتھ منع کیا (یعنی اہل شام کے مقاتلہ سے سختی کے ساتھ روکا) پھر عکرمہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے بیان فرمایا تھا کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ مشرکوں کے ساتھ رہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین کی جماعت میں اضافہ کا سبب بنتے تھے (کیونکہ مجبوراً انھیں بھی محاذ جنگ میں آنا پڑتا تھا) پھر تیر آتا جس کو پھینکا جاتا تھا، پھر ان میں سے کسی کو لگ جاتا اور اس کو قتل کر دیتا یا تلوار چلائی جاتی پھر یہ مارے جاتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی ان الذین توفاھم الآیۃ اور اس حدیث کو لیث بن سعد نے بھی ابوالاسود سے روایت کی ہے (یعنی جیسے حیوۃ اور اس کا غیر یعنی عبداللہ بن لہیعہ مصری نے ابوالاسود سے روایت کی ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث اخرجہ البخاری ایضا فی الفتن ص۱۰۴۹ وہنا فی التفسیر ص۶۶۱

(ابوالاسود کو روکنے سے عکرمہ کا مقصد یہ ہے کہ مشرکین کی جماعت کے اضافہ کا سبب بننا خواہ دل سے موافقت نہ ہو پھر بھی مذموم ہے کہ ان کی مذمت میں قرآن نازل ہوا ہے۔ ان الذین توفاھم الملٰئکۃ اسی طرح اے ابوالاسود (تم بھی اس جنگ میں تکثیر کا سبب مت بنو کیونکہ فی سبیل اللہ جنگ نہیں ہے (قسطلانی)

غالباً عکرمہ کے نزدیک وجہ اشتراک مسلمانوں پر حملہ ہے، واللہ اعلم۔

باب قولہ الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لایستطیعون حیلۃ ولایھتدون سبیلا ۔

ارشاد الٰہی : الا المستضعفین الخ الآیۃ پ۵ ع ۱۱) بجز ان لوگوں کے جو مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے کمزور (بے بس) ہوں کہ جو نہ کوئی تدبیر ہی کر سکتے ہیں اور نہ کوئی راستہ جانتے ہیں۔

تشریح اِلّا : یہ استثناء ہے وعید مذکور فاولئک ماواھم جھنم وساءت مصیرا سے مطلب یہ ہے کہ ترک ہجرت پر جو وعید ہے اس سے یہ حضرات عذر کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں، مردوں میں سے کمزور و بے بس مثلاً بہت زیادہ بوڑھا، فرتوت، مفلوج، سخت بیمار کہ پیدل سفر کی طاقت نہیں اور سواری کی

استطاعت نہیں اور بچوں اور عورتوں کا معذور ہونا ظاہر ہے۔

حیلہ و تدبیر کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ سے خلاصی سے عاجز ہیں کہ بالکل نادار ہو، اخراجات سفر و سواری نہ ہونے کی وجہ سے عاجز ہیں اور نہ ہی مکہ سے مدینہ کا راستہ معلوم اور نہ کوئی رہبر ہے۔

(۱۲۱) ــــ حدثنا ابو النعمان قال حدثنا حماد عن ایوب عن ابن ابی ملیکة عن ابن عباس إلا المستضعفین قال کانت امی ممن عذر اللہ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے الا المستضعفین کے سلسلے میں فرمایا کہ میری والدہ ان لوگوں میں سے تھیں جنھیں اللہ نے معذور رکھا ہے۔

تشریح: مطابقة للترجمة ظاهرة۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام لبابہ بنت حارث اور کنیت ام الفضل ہے۔

مطلب:۔ باب قوله فاولئك عسى الله ان يعفو عنهم وكان الله عفوا غفورا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد فاولئک الآیۃ پ ۵ ع ۱۱) یعنی باب سابق کی آیت سے متصل پیوست۔

پس ان لوگوں کے لئے امید ہے کہ اللہ انھیں معاف کر دیگا اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے اور بخشنے والے ہیں

تشریح: ہم نے حاشیہ کا نسخہ نقل کیا ہے اور اسی کو فتح الباری اور عمدۃ القاری اور قسطلانی وغیرہ نے نقل کیا ہے، علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔ وکذا فی روایۃ ابی ذر ولغیرہ فعسی اللہ ان یعفو عنہم۔ ولیس ہو لفظ القرآن (قس) حافظ عسقلانی، فرماتے ہیں فاولئک عسی اللہ کا نسخہ ہی صحیح ہے اور یہ نسخہ فعسی اللہ الخ کاتبوں کی غلطی ہے (فتح الباری ص۲۶۴ ج۸)

(۱۲۲) ــــ حدثنا ابو نعیم قال حدثنا شیبان عن یحیی عن ابی سلمة عن ابی هریرة قال بینا النبی صلی اللہ علیه وسلم یصلی العشاء اذ قال سمع اللہ لمن حمدہ ثم قال قبل ان یسجد اللهم نج عیاش بن ابی ربیعة اللهم نج سلمة بن هشام اللهم نج الولید بن الولید اللهم نج المستضعفین من المؤمنین اللهم اشدد وطأتك علی مضر اللهم اجعلها سنین کسنی یوسف۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس اثناء میں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز ادا فرما رہے تھے، جب آپ نے (رکوع سے اٹھتے ہوئے) سمع اللہ لمن حمدہ کہا، پھر آپ نے سجدہ کرنے سے پہلے فرمایا (یعنی دعاء فرمائی) اے اللہ عیاش بن ربیعہ کو نجات دیجئے، اے اللہ سلمہ بن ہشام کو نجات دیجئے، اے اللہ ولید بن ولید کو نجات دیجئے، اے اللہ کمزور دبے بس) مسلمانوں کو نجات دیجئے (یعنی ان تینوں مسلمانوں کو کفار مکہ کے پنجۂ ظلم سے نجات دیجئے) اے اللہ قبیلۂ مضر پر اپنی پکڑ (یعنی سزا) سخت کر دیجئے، اے اللہ اس سزا کو قحط سالیاں بنا دے جیسی قحط سالیاں یوسف علیہ السلام کے زمانے میں آئی تھیں۔

تشریح مطابقته للترجمة من حيث ان الذين عذرهم الله فى الآية المترجم بها هم المستضعفون وقد دعا لهم النبى صلى الله عليه وسلم فى هذا الحديث ودعا على من عوقهم عن الهجرة - (عمدہ)

والحديث قد مضى بطوله ص۱۱۱ فى باب يهوى بالتكبير حين يسجد وايضا فى اوائل الاستسقاء ص۱۳۶

اللهم نج الخ کتاب الصلوٰۃ ص۱۱۱ اور ص۱۳۶ کی دونوں روایتوں میں اللھم أنج کا لفظ ہے مگر معنی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ باب افعال سے انجا ینجی اور باب تفعیل سے نجی ینجی دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی رہائی دلانا۔

حضور اقدس ؐ نے ۵ھ میں ان کمزور اور بے بس مسلمانوں کی رہائی اور خلاص کیلئے دعا فرمائی تھی جو مکہ میں کافروں کے پنجۂ ظلم میں مبتلا تھے اور ہجرت سے روک دیئے گئے تھے۔ اس میں پہلے خاص کر تین حضرات کے لئے پھر تمام کمزوروں کے لئے عام دعا فرمائی۔

عیاش بن ربیعہ ابوجہل کے اخیافی بھائی اور سلمہ بن ہشام ابوجہل کے حقیقی بھائی تھے اور ولید بن ولید حضرت خالد بن ولیدؓ کے بھائی تھے، یہ تینوں مکی حضرات جب مسلمان ہوگئے تو قریش مکہ نے انھیں ہجرت کرنے سے روک دیا، اور تکلیفیں پہونچائیں پھر آنحضورؐ کی دعاؤں کی برکت سے نجات ملی اور ہجرت سے بھی مشرف ہوئے

اللھم اشدد پھر آپؐ نے ان لوگوں پر بد دعا فرمائی جن لوگوں نے عیاش اور سلمہ و ولید بن ولیدؓ کو ہجرت سے روکا تھا۔ وطاۃ. بفتح الواو وسکون الطاء بمعنی پکڑ، وباؤ اصل میں وطی سے ماخوذ ہے جس کے معنی آتے ہیں پیر سے روندنا یہاں مراد عقوبت اور سخت سزا کے ہے اجعلها سنين اى اجعل وطاتك اعواما بجدبة كسني يوسف المذكورة فى قوله تعالىٰ ثم يأتى بعد ذلك سبع شداد" سنين جمع سنة اصل میں سنهة بروزن جبهة تھا لام کلمہ یعنی ہاء کو حذف کرکے اس کی حرکت ماقبل یعنی نون کو دیدیا اسی لئے اس کی جمع سنہات بھی آتی ہے

ص۶۶۱ ۔۔۔ باب قوله تعالىٰ ، ولاجناح عليكم ان كان بكم اذى من مطر او كنتم مرضى ان تضعوا اسلحتكم ۔۔۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد «ولاجناح علیکم الآیۃ پ۵ ع۱۲) اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تمھیں بارش سے تکلیف ہو رہی ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار اتار رکھو۔

تشریح خلاصہ یہ ہے کہ اگر بارش کی وجہ سے تم کو تکلیف ہو مثلاً چمڑے کی زرہ بھیگ کر بوجھل ہوجائے یا تم بیمار ہو کر ہتھیاروں کا اٹھانا مشکل ہو تو ایسی حالت میں ہتھیار اتار کر رکھ دینے کی اجازت ہے۔ لیکن اپنا بچاؤ کر لینا چاہیئے، یعنی کیمپ کے قریب رہ کر نماز پڑھو تاکہ دشمن اچانک حملہ نہ کردے اس سے جان کی حفاظت کا وجوب معلوم ہوتا ہے کیونکہ مومن کی جان کا انجام اعلاء کلمۃ اللہ کا موجب ہے

(۱۲۳) ۔۔۔ حدثنا محمد بن مقاتل ابو الحسن قال اخبرنا حجاج عن ابن جريج قال

اخبرنی یعلیٰ عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ " ان کان بکم اذیً من مطرٍ اوکنتم مرضیٰ " قال عبد الرحمٰن بن عوف کان جریحاً ۔

ترجمہ :- حضرت ابن عباس رضی اللہ سے روایت ہے کہ آپ نے آیت کریمہ ان کان بکم اذیً من مطر او کنتم مرضیٰ الآیۃ کی تفسیر کے بارے میں فرمایا کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ زخمی تھے ۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ ۔
حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ آیت کریمہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی بابت نازل ہوئی درانحالیکہ عبدالرحمٰن زخمی تھے یعنی مریض تھے اس لئے ان کو ہتھیار رکھ دینے کی اجازت ملی ۔

اس حدیث میں قال کا فاعل ابن عباس ہے اور عبد الرحمٰن مبتدا ہے اور اس کی خبر کان جریحا ہے

—— باب قولہ ویستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیھن ومایتلیٰ علیکم فی الکتاب فی یتامی النساء ——

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ۵ع ۱۲) اور لوگ آپ سے عورتوں (کی میراث) کے متعلق فتویٰ طلب کرتے ہیں (اے پیغمبر) آپ کہدیجئے کہ اللہ تمھیں ان (عورتوں) کے بارے میں فتویٰ (یعنی حکم) دیتاہے اور وہ (آیات) بھی جو تمھیں کتاب (قرآن) میں پڑھ کر سنایا جاتاہے یتیم عورتوں کے بارے میں (مطلب یہ ہے کہ آیت میراث جو اس سورت کے شروع میں گذر چکی ہے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ عورتوں اور بچوں کی حق تلفی مت کرو اللہ کا حکم ہی واجب العمل ہے، احکام الٰہی کو چھوڑ کر کسی کی عقل اور کسی کے دستور پر عمل کرنا صریح گمراہی ہے۔

(۱۲۲) —— حدثنا عبید بن اسماعیل قال حدثنا ابواسامۃ قال ھشام بن عروۃ اخبرنی عن ابیہ عن عائشۃ " ویستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیھن الی قولہ وترغبون اَن تنکحوھن " قالت عائشۃ ھو الرجل تکون عندہ الیتیمۃ ھو ولیُّھا ووارثھا فاشرکتہ فی مالہ حتی فی العذق فیرغب ان ینکحھا ویکرہ اَن یزوّجھا رجلا فیُشرکہ فی مالہ بما شرکتہ فیعضُلُھا فنزلت ھذہ الآیۃ ۔

ترجمہ :- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آیت " ویستفتونک فی النساء ارشاد الٰہی " وترغبون ان تنکحوھن تک حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ آیت میں وہ شخص مراد ہے کہ جس کی پرورش میں کوئی یتیم لڑکی ہو اور وہ شخص اس یتیم لڑکی کا ولی اور وارث ہو پھر وہ لڑکی اس کے مال میں (بطور وراثت) شریک ہو گئی ہو (یعنی حصہ دار ہو) یہاں تک کہ باغ میں بھی، اب وہ شخص خود اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہے اور یہ پسند نہیں کہ کسی دوسرے سے اس کا نکاح کردے کہ وہ اس کے مال میں حصہ دار بن جائے جس میں لڑکی حصہ دار تھی چنانچہ وہ اس لڑکی کو روک دے (یعنی کسی سے نکاح نہ کرنے دے) تو ایسے شخص کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ۔

تشریح :- مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ

والحدیث قدمر ۶۵۸ باقی تشریحات کیلئے حدیث ۹۷ اور ۹۸ کی تشریح دیکھئے۔

صفا ۶۶ باب قوله وان امرأة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد" وان امرأة الآیۃ پ ۵ ع ۱۶) اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے زیادتی یا بے رخی کا خوف ہو۔

تشریح یعنی اگر کوئی عورت شوہر کا دل اپنے سے بے رخ دیکھے، قرائن وعلامات سے مثلاً محبت کی کمی یا نان نفقہ کی کوتاہی دیکھے اور خطرہ ہو کہ طلاق دے دیگا تو اس کو خوش کرنے اور متوجہ کرنے کی خاطر اپنے مہر یا نفقہ میں سے کچھ چھوڑ کر راضی کرے تو اس مصالحت پر کسی کے ذمہ کچھ گناہ نہیں، زوجین میں مصالحت اور موافقت ہی بہتر ہے البتہ بلاوجہ عورت کو تنگ کرنا، ظلم کرنا گناہ ہے۔

وقال ابن عباس شقاق تفاسد

اشارہ ہے آیت کریمہ" وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله الآیۃ پ ۵ ع ۳) اگر تمہیں خوف ہو ان دونوں (زوجین) کے درمیان اختلاف (فساد) کا تو ایک منصف مرد کے اہل (یعنی اقارب) میں سے اور ایک منصف عورت کے اقارب میں سے بھیجو الخ یعنی جانبین کے منصف تحقیق احوال کر کے سمجھا کر موافقت یا مفارقت کرادینگے اس آیت کے لفظ شقاق کی تفسیر حضرت ابن عباس رض سے نقل کرتے ہیں تفاسد یعنی باہمی فساد و اختلاف، نیز شقاق کے معنی عداوت بھی منقول ہیں

واحضرت الانفس الشح هواه فی الشئ یحرص علیه

اشارہ ہے آیت کریمہ" والصلح خیر واحضرت الانفس الشح پ ۵ ع ۱۶) اور صلح بہتر ہے اور حرص (لالچ) دلوں کے سامنے حاضر کردی گئی ہے، یعنی ہر انسان کے دل میں اپنے فائدہ کی حرص اور بخیلی گھسی ہوئی ہے، اس آیت میں لفظ شح کی تفسیر بیان کرتے ہیں هواه فی الشئ کسی چیز کے لئے اس کی خواہش کہ جس کی اس کو لالچ ہو یعنی حرص کی زیادتی، بخل۔

کالمعلقة لاهی ایم ولا ذات زوج

اشارہ ہے آیت کریمہ فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة لاهی ایم ولا ذات زوج، پ ۵ ع ۱۶) پھر بھی کامل طور پر نہ جھک جاؤ کہ اس کو چھوڑ دو معلقہ عورت کی طرح کہ نہ وہ بیوہ رہے نہ شوہر والی۔ یعنی اگر نکاح میں کئی عورتیں ہوں تو یہ تم سے نہ ہوسکے گا کہ قلبی محبت اور ہر معاملہ میں مکمل مساوات و برابری رکھو مگر ایسا ظلم بھی نہ کرو کہ ایک طرف تو بالکل جھک جاؤ اور دوسری کو لٹکتی رکھو، نہ خود ہی آرام سے رکھو بالکل علیحدہ ہی کردو کہ دوسرے سے نکاح کرسکے۔

نشوزا بغضا

اشارہ ہے آیت کریمہ کی طرف جو ترجمۃ الباب میں ہے، پ ۵ ع ۱۶) فرماتے ہیں کہ نشوز کے معنی ہیں بغض، دراصل نشوز مصدر ہے از نصر، ضرب بمعنی بغض، بدسلوکی، مطلب یہ ہے کہ عورت کو حقیر و ذلیل سمجھ کر نان نفقہ کم کردینا،

زیادتی کرنا، بغض رکھنا۔

(۱۱۵) حدثنا محمد بن مقاتل قال اخبرنا عبد الله قال اخبرنا هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة • وان امرأة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا • قالت الرجل تكون عنده المرأة ليس بمستكثر منها يريد ان يفارقها فتقول اجعلك من شانى فى حل فنزلت هذه الآية فى ذلك ۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے آیت کریمہ کے متعلق " اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے زیادتی یا بے رخی کا خوف ہو الخ " فرمایا کہ ایسا مرد کہ جس کے پاس عورت (بیوی) رہتی ہے لیکن شوہر کو اس عورت سے بہت محبت نہیں ہے وہ اس عورت کو جدا کر دینا چاہتا ہے اس پر عورت کہتی ہے کہ میں اپنا (نان نفقہ مہر) معاف کر دیتی ہوں (تم مجھے طلاق نہ دو میں اپنے حقوق سے بری کر دیتی ہوں) تو ایسی ہی صورت کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

تشریح: مطابقة للترجمة ظاهرة۔
والحديث مرّ فى الصلوة ص۳۷۰۔

ليس بمستكثر منها ۔ اى من المرأة فى المحبة والمعاشرة والملازمة (عمده) يريد اى الرجل۔ فتقول اى المرأة۔ من شانى اى مما يتعلق بامرى من النفقة والكسوة او مبيت ۔ وروى الترمذى بسنده عن ابن عباس قال خشيت سودة ان يطلقها النبى صلى الله عليه وسلم فقالت لاتطلقنى وامسكنى واجعل يومى لعائشة ففعل فنزلت فلا جناح عليهما ان يصلحا بينهما صلحا والصلح خير فما اصطلحا عليه من شئ فهو جائز (ترمذى ص۱۳۲ ج۲ فى آخر سورة النساء)

ص۶۶۲ باب قوله ان المنفقين فى الدرك الاسفل من النار وقال ابن عباس سفل لنار ۔

الله تعالیٰ کا ارشاد ان المنفقين الآية پ۵ ع۱۸) بلاشبہ منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہونگے۔

وقال ابن عباس الخ اور ابن عباس رضؓ نے اسفل من النار کی تفسیر اسفل النار سے کی ہے۔

تشریح: اس تفسیر کی نقل سے مقصود ایک شبہ کا ازالہ ہے جو من النار سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ منافقین کا مقام دوزخ سے خارج ہے کقولک ہذا اسفل منہ ۔ اسلئے حضرت ابن عباسؓ کی اس تفسیر سے یہ بتا دیا کہ یہاں کلمۂ من اسفل اسم تفضیل کا صلہ نہیں ہے بلکہ من بیانیہ ہے فلا اشکال ۔ علامہ قسطلانی رح فرماتے ہیں کہ ۔ وللنار سبع دركات والمنافق فى اسفلها ۔ (قس)

درک ۔ طبقہ ، درجہ اصل میں درک مثل درجہ ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اونچے درجہ کیلئے درجة اور نیچے طبقہ کے لئے درک، بولا جاتا ہے جمع درکات آتی ہے۔

نفقا سربا

اشارہ ہے آیت کریمہ فان استطعت ان تبتغى نفقا فى الارض او سلما فى السماء پ۷ ع۱۰) اس آیت

میں نفق کے معنی سَرَب یعنی سرنگ کے ہیں۔

علامہ عینیؒ پہلے تو اعتراض کرتے ہیں کہ لامناسبۃ لذکرہ ھنا یعنی سورۂ نساء کی تفسیر میں نفقا کی تفسیر بے محل ہے اس لئے کہ یہ لفظ سورۂ انعام کا ہے پھر خود ہی جواب نقل کرتے ہیں " وقال الکرمانی غرضہ بیان اشتقاق المنافقین" مطلب یہ ہے کہ یہاں اشتراک اشتقاق کی وجہ سے لایا گیا کہ منافقین کا مادہ بھی نفق ہے بمعنی سرنگ ظاہر میں زمین کے برابر ہے اور باطن میں کچھ اور اسی طرح منافق کا ظاہر و باطن یکساں نہیں۔ ــــــ لیکن علامہ عینیؒ اس جواب سے مطمئن نہیں ہیں، پھر فرماتے ہیں " وفیہ نظر لایخفیٰ واقول فی ہذا النظر نظر۔

(۱۳۶) ــ حدثنا عمر بن حفص قال حدثنا ابی قال حدثنا الاعمش قال حدثنی ابراھیم عن الاسود قال کنا فی حلقۃ عبد اللہ فجاء حذیفۃ حتی قام علینا فسلم ثم قال لقد أنزل النفاق علی قوم خیر منکم قال الاسود سبحان اللہ ان اللہ یقول "ان المنفقین فی الدرك الاسفل من النار" فتبسم عبد اللہ وجلس حذیفۃ فی ناحیۃ المسجد فقام عبد اللہ فتفرق اصحابہ فرمانی بالحصا فاتیتہ فقال حذیفۃ عجبت من ضحکہ وقد عرف ما قلت لقد انزل النفاق علی قوم کانوا خیرا منکم ثم تابوا فتاب اللہ علیھم ــــ

ترجمہ:۔ اسود بن یزید نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حلقہ (یعنی حلقہ درس) میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ آئے اور ہمارے پاس کھڑے ہو کر سلام کیا، پھر فرمایا۔ نفاق میں وہ جماعت مبتلا ہو گئی تھی جو تم سے بہتر تھی، اس پر اسود نے (تعجب کرتے ہوئے) کہا سبحان اللہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے، پس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسکرائے اور حذیفہؓ مسجد کے کنارے میں جاکر بیٹھ گئے اس کے بعد حضرت عبداللہؓ اٹھ گئے پھر آپ کے تلامذہ بھی ادھر ادھر چلے گئے پھر حذیفہؓ نے مجھ پر کنکری پھینکی (مجھے بلانے کے لئے) میں حاضر ہو گیا تو حذیفہؓ نے فرمایا کہ مجھے عبداللہ ابن مسعودؓ کی ہنسی سے حیرت ہوئی حالانکہ میں نے جو کہا تھا وہ خوب سمجھ گئے بلا شبہ نفاق میں ایک جماعت کو مبتلا کیا گیا تھا لیکن پھر انہوں نے توبہ کرلی اور اللہ نے بھی توبہ قبول فرمالی۔

تشریح | مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

لقد انزل النفاق علی قوم خیر منکم ای ابتلوا بہ واما الخیریۃ فلانہم کانوا من طبقۃ الصحابۃ فہم خیر من طبقۃ التابعین لکن اللہ ابتلاہم فارتدوا ونافقوا فذہبت الخیریۃ عنہم ومنہم من تاب فعادت الیہ الخیریۃ وقال ابن الجوزی مقصود حذیفۃ ان جماعۃ من المنافقین صلحوا واستقاموا فکانوا خیرا من اولئک التابعین لمکان الصحبۃ والصلاح کمجمع و یزید بن حارثۃ بن عامر کانا منافقین فصلحت حالہما واستقامت وکانہ اشار بالحدیث الی تقلب القلوب، وقال ابن التین کان حذیفۃ حذرہم ان ینزع منہم الایمان لان الاعمال بالخواتیم (عمدۃ صفحہ ۲۶۳)

۔ باب قولہ "انا اوحینا الیك" الی قولہ ویونس وھرون وسلیمان ــــ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ انا اوحینا الیک "ارشاد و یونس الآیۃ پ ۶ ع ۳) پوری آیت یہ ہے انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح والنبیین من بعدہ واوحینا الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وعیسیٰ وایوب ویونس وھٰرون وسلیمٰن واٰتینا داؤد زبورا۔

ترجمہ:۔ ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوح ؑ کے پاس بھیجی تھی اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد کے پاس اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کے پاس اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔

اس پر تفصیلی بحث نصر الباری جلد اول "بدء الوحی میں آئے گی انشاء اللہ الرحمٰن۔

(۱۲۷)۔۔ حدثنا مسدد قال حدثنا یحییٰ عن سفیان قال حدثنی الاعمش عن ابی وائل عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ماینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن متی۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کیلئے یہ مناسب نہیں ہے یہ کہنا کہ میں یونس بن متی (علیہ السلام) سے بہتر ہوں۔

تشریح: مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "یونس"
والحدیث اخرجہ البخاری ھنا ۶۶۲ وفی کتاب الانبیاء ۴۸۱ ایضا ۴۸۵۔

متی: بفتح المیم وتشدید المثناۃ الفوقیۃ مقصورا والصحیح انہ اسم ابیہ۔

اس حدیث پاک کا مطلب دو طرح بیان کیا جاتا ہے ۱۔ کسی بھی انسان کیلئے جائز نہیں کہ اپنے کو کسی نبی سے بہتر کہے خواہ وہ ولی ہو یا مجتہد، قطعاً جائز نہیں اور اس کا عدم جواز واضح ہے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ انا سے مراد حضور اقدس ؐ ہوں یعنی کسی بندہ کے لئے یہ کہنا مناسب نہیں کہ میں یعنی سرکار دو عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یونس بن متی سے بہتر ہیں۔ تفصیل کے لئے حدیث ۱۵۴ کی تشریح ملاحظہ فرمائیے۔

(۱۲۸)۔۔ حدثنا محمد بن سنان قال حدثنا فلیح قال حدثنا ھلال عن عطاء بن یسار عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال انا خیر من یونس بن متی فقد کذب۔

ترجمہ و تشریح کیلئے دیکھئے حدیث سابق، نیز اسی کتاب التفسیر کی حدیث ۱۵۴ ملاحظہ فرمائیے۔

ص ۶۶۲۔۔ باب قولہ "یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ ان امرؤ ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترک وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد، والکلالۃ من لم یرثہ اب او ابن وھو مصدر من تکللہ النسب۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ ۶ ع ۴) یعنی لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تمھیں (میراث) کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے ایک بہن ہو تو اس کو اس ترکہ

کا نصف ملیگا اور وہ مرد وارث ہوگا اس (بہن کے کل ترکہ) کا اگر اس بہن کے اولاد نہ ہو۔

اور کلالہ وہ شخص ہے جس کے وارثوں میں سے نہ باپ ہو نہ بیٹا، اور لفظ کلالہ تکللہ النسب کا مصدر ہے، قال بعضہم ہو قول ابی عبیدۃ یعنی نسب نے اس کو ایک طرف پھینکدیا اسلئے کہ ایک طرف باپ ہے اور ایک طرف بیٹا اور اس کا دونوں جانب (اصل اور فرع) غائب ہے اس لئے جس کا دونوں طرف غائب ہو وہ کلالہ کہلاتا ہے، پس تکلل مصدر ہے اور اسم مصدر کلالہ ہے۔

(۱۲۹) حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا شعبۃ عن ابی اسحٰق قال سمعت البراء قال آخر سورۃ نزلت براءۃ وآخر آیۃ یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت براء رض نے بیان کیا کہ سب سے آخری سورت براءۃ نازل ہوئی اور سب سے آخر میں جو آیت نازل ہوئی وہ آیت یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالہ تھی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
اس کی مفصل تشریح کے لئے سورۂ بقرہ کے اواخر رکوع میں حدیث ۹۸ کی تشریح دیکھئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ المائدہ

وجہ تسمیہ اس سورۃ کو سورۂ مائدہ کہتے ہیں، اس لئے کہ اس میں مائدہ (خوان) کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوا تھا اس سورت کا نام سورۃ العقود بھی ہے چونکہ اس کی پہلی آیت میں ایفائے عہود کا حکم ہے۔ لفظ مائدہ کے معنی ہیں وہ دسترخوان جس پر کھانا ہو، لیکن اگر دسترخوان پر کھانا موجود نہ ہو تو اس کو مائدہ نہیں کہا جائے گا، جیسا کہ علامہ عینیؒ ابو عبیدہ سے نقل کرتے ہیں کہ مائدہ فاعلہ کے وزن پر ہے بمعنی مفعولہ جیسے عیشۃ راضیۃ بمعنی مرضیۃ ہے۔

نیز لفظ مَیدہ اور مائدہ کا اطلاق نفس کھانا پر بھی آتا ہے، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ سورۂ مائدہ ان سورتوں میں سے ہے جو اخیر میں نازل ہوئیں، جو اس میں حلال پاؤ اس کو حلال جانو اور جو حرام پاؤ اس کو حرام جانو۔

جمہور مفسرینؒ کے نزدیک اس سورت کے بعد صرف سورہ نصر یعنی اذا جاء نصر اللہ نازل ہوئی، یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی اس کے سولہ رکوع اور ایک سو بیس آیات ہیں۔

حُرُمٌ واحدھا حرامٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ اُحِلّت لکم بھیمۃ الانعام الا ما یتلیٰ علیکم غیر محلی الصید وانتم حُرُمٌ (پ۶ ع۵) تمہارے تمام چوپائے مویشی حلال کر دیئے گئے مگر وہ جانور جن کی حرمت تمہارے سامنے بیان کی جائے گی (وہ تمہارے لئے حلال نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اسی رکوع میں حرمت علیکم المیتۃ والدم الآیۃ

میں بیان آرہا ہے) مگر احرام کی حالت میں شکار کو حلال نہ جانو ۔ امام بخاری ابو عبیدہ سے نقل کرتے ہیں کہ حُرُم کا واحد حرام ہے بمعنی محرم۔

﴿ فبما نقضھم بنقضھم ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ فبما نقضھم میثاقھم لعنّٰھم (پ ع ۷) ہم نے ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ان پر لعنت کی۔ مقصد یہ ہے کہ ما زائدہ ہے اور بما نقضھم بمعنی بنقضھم ہے جیسے دوسری جگہ ہے۔ فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم۔

﴿ التی کتب اللہ التی جعل اللہ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم (موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے قوم) اس پاک زمین (ملک شام) میں داخل ہوجاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے، یعنی آیت میں کتب اللہ بمعنی جعل اللہ ہے یعنی اللہ نے مقرر کردیا ہے۔

﴿ تبوء تحمل ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: انی ارید ان تبوء باثمی واثمک (پ ع ۹) بلاشبہ میں چاہتا ہوں کہ تو میرا بھی اور اپنا گناہ بھی اٹھالے۔ قال ابو عبیدۃ فی تفسیر الآیۃ ای تحمل، یعنی ابو عبیدہؒ نے آیت مذکورہ میں تبوء کی تفسیر تحمل سے کی ہے (فتح) اور جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ آیت میں اثمی سے مراد اثم قتل ہے۔

﴿ وقال غیرہ الاغراء التسلیط ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیٰمۃ (پ ع ۷) پس ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور کینہ ڈالدیا جو قیامت تک ان میں رہے گا۔

اس آیت میں لفظ اغرینا کی تفسیر کی گئی ہے کہ اغراء بمعنی تسلیط ہے یعنی ہم نے نصرانیوں کے باہم دشمنی اور کینہ کو قیامت تک کے لئے مسلط کردیا، پس یہ تفسیر باللازم ہے۔ اکثر مفسرین اغرینا کی تفسیر القینا سے کرتے ہیں اور یہی واضح ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے۔ والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الآیہ (پ ع ۱۳) شروح بخاری مثلاً عمدۃ القاری، فتح الباری وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس جگہ "وقال غیرہ" بے محل معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس سے قبل کسی نام کی تصریح نہیں ہے کہ غیرہ کی ضمیر کا مرجع قرار دیا جائے، حافظ عسقلانی اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ نسفی کی روایت میں یہ عبارت "وقال غیرہ" نہیں ہے اس صورت میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا ہے، پھر فرماتے ہیں کہ کاتبوں سے عبارت میں تقدیم وتاخیر ہوگئی ہے اس کے آگے بعض نسخہ میں ہے وقال ابن عباس مخمصۃ مجاعۃ وقال غیرہ الاغراء التسلیط۔ وہذا اوجہ۔ البتہ علامہ قسطلانیؒ نے قبل سے بیان کیا ہے۔ وقال غیرہ ای غیر السدی۔

﴿ دائرۃ دولۃ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ فتری الذین فی قلوبھم مرضٌ یسارعون فیھم یقولون نخشٰی ان تصیبنا دائرۃ. پ ۶ ع ۱۲) پس (اے دیکھنے والے) تم دیکھو گے کہ جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان کافروں میں گھستے ہیں (اگر کوئی ملامت کرے تو حیلہ بازی اور دشمن سازی کے لئے) کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ ہم کو کوئی حادثہ (گردش) نہ آپہونچے۔

اس آیت میں لفظ دائرۃ بمعنی دولۃ ہے یعنی گردش مصیبت۔ منافقوں کا مقصد یہ تھا کہ ہم کو یقین نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے اگر کوئی وقت ایسا آیا کہ دشمن ان پر غالب آگیا تو وہ کفار ہم کو مخالف سمجھ کر قتل کر ڈالیں گے، لہٰذا ہم ان سے بگاڑنا نہیں چاہتے۔

✤ اجورھنّ مھورھنّ ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ (اذا اتیتموھن اجورھنّ محصنین غیر مسافحین پ ۶ ع ۵) (یعنی تمہارے لئے حلال کر دی گئیں پاکدامن مسلمان عورتیں اور پاکدامن اہل کتاب عورتیں)، جب تم ان کا مہر ادا کرو بیوی بنانے کیلئے (یعنی میعادی نکاح درست نہیں) نہ کہ مستی نکالنے کے لئے۔ اس میں اجورھن کے معنی ہیں مھورھن،

✤ مخمصۃ مجاعۃ ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ فمن اضطرّ فی مخمصۃ غیر متجانف لاثم پ ۶ ع ۵) پس جو شخص بھوک کی شدت میں مجبور ہو جائے بشرطیکہ گناہ کی طرف میلان نہ ہو (یعنی نہ قدر ضرورت سے زیادہ کھائے اور نہ لذت مقصود ہو۔ اس آیت میں مخمصۃ بمعنی مجاعۃ ہے یعنی سخت بھوک۔

✤ قال سفیان مافی القرآن اٰیۃ اشدّ علیّ من لستم علیٰ شیٔ حتی تقیموا التورٰۃ والانجیل وما انزل الیکم من ربکم ✤

سفیان ثوری رہ نے فرمایا کہ قرآن مجید کی کوئی آیت مجھ پر گراں اور شدید تر نہیں، اس آیت سے" قل یٰاھل الکتاب لستم علیٰ شیٔ حتی تقیموا التورٰۃ والانجیل وما انزل علیکم من ربکم پ ۶ ع ۱۴) یعنی آپ (ان یہود و نصاریٰ سے) کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر نہیں ہو (کیونکہ حق سے منحرف ہو کر بے راہ ہو چکے ہو) جب تک کہ تم توریت کی اور انجیل کی اور اس کتاب کی جو تمہارے پاس (بواسطہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے، یعنی قرآن مجید قائم نہ کرو۔

آیت مبارکہ مذکورہ میں جمہور مفسرین کے نزدیک اہل کتاب کو خطاب ہے اور اس آیت میں اہل کتاب کو اسلام میں داخل ہونے کی ترغیب ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے اہل کتاب تم جب تک قرآن مجید پر ایمان نہیں لاؤ گے اس وقت تک نہ تم راہ ہدایت پر ہو نہ راہ حق پر، کیونکہ خود توریت اور انجیل میں پیغمبر الزماں اور اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید کی بشارت دی گئی تھی، قرآن مجید کا انکار توریت وانجیل کے انکار کو مستلزم ہے، لیکن چونکہ سفیان ثوری رہ نے اس آیت میں مسلمانوں کو مخاطب خیال فرمایا اس لئے شدت

محسوس ہوئی کہ توریت وانجیل کے علم وعمل کی تکلیف اٹھانی پڑے گی حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

من احیاھا. یعنی من حرّم قتلھا الّا بحقٍ احیی الناس جمیعا

اشارہ ہے آیت کریمہ. ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا پ۶ ع ۹) اس میں من احیاھا کی تفسیر کرتے ہیں. یعنی جس نے بغیر حق کے قتل نفس کو حرام قرار دیا اس نے تمام انسانوں کو بچا لیا. مطلب یہ ہے کہ جس نے کسی کو ہلاکت سے بچالیا، کسی ظالم قاتل کے ہاتھ سے بچالیا تو اس کا اجر وثواب اتنا ہے جتنا سارے جہاں کے زندہ کرنے اور بچانے کا اس لئے کہ اس نے اپنے عمل سے امن وحیات کا دروازہ کھولا۔

شِرعَۃ ومنھاجًا سبیلا وسنۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ لکلٍّ جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا پ۶ ع ۱۱) یعنی تم میں سے ہر ایک (امت) کے لئے ایک شریعت اور ایک طریقت (یعنی ایک دستور اور ایک راہ عمل) مقرر کیا تھا (مثلاً یہود کی شریعت وطریقت توریت تھی اور نصاریٰ کی شریعت وطریقت انجیل تھی، پھر اگر امت محمدیہ کے لئے شریعت وطریقت قرآن مجید مقرر کیا گیا جس کا حق ہونا بھی دلائل سے ثابت ہے تو انکار کیوں ہے؟ آیت کریمہ کے لفظ شرعۃ ومنھاجا کی تفسیر ابو عبیدہ نے کی ہے، قال ابو عبیدہ شرعۃ ای سنۃ ومنھاجا ای سبیلا (فتح) تفسیر لف نشر غیر مرتب ہے۔

المُھَیمنُ الامینُ القرآنُ امینٌ علیٰ کُلّ کتابٍ قبلَہٗ

اشارہ ہے آیت کریمہ وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقًا لِّمَا بین یدیہ من الکتاب ومُھیمنًا علیہ. پ۶ ع ۱۱) اور (توریت وانجیل کے بعد) ہم نے یہ کتاب (قرآن مجید) آپ کے پاس بھیجی جو خود بھی صدق (حق) کے ساتھ متلبس ہے اور اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے (کہ پہلی کتابیں یعنی توریت، زبور انجیل سب منزل من اللہ ہیں) اور اس پر (یعنی کتب سابقہ کے مضامین پر) نگہبان ومحافظ ہے۔

آیت کریمہ کے لفظ مھیمن کی تفسیر کرتے ہیں امین سے۔ اور امام بخاری رحمہ نے فضائل القرآن میں فرمایا ہے " قال ابن عباس المھیمن الامین القرآن امین علی کل کتاب قبلہ ص۷۴۴. پس معلوم ہوا کہ المھیمن کی تفسیر امین سے حضرت ابن عباس رضی کی تفسیر ہے. القرآن امین علی کل کتاب قبلہ یعنی من الکتب والصحف المنزلۃ علی الانبیاء والرسل علیہم السلام واثر ابن عباس ہذا رواہ عبد بن حمید فی تفسیرہ عن سلیمان بن داؤد عن شعبۃ عن ابی اسحاق قال سمعت التمیمی عن ابن عباس. مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید تمام کتب سابقہ پر امین ومحافظ ہے چونکہ قرآن مجید ہمیشہ ہمیش کے لئے ہے اور تمام کتب سابقہ کا مصدّق ہے پس تمام کتب سابقہ کا منزل من اللہ ہونا قرآن مجید کے ذریعہ محفوظ ہو گیا۔ وقال ابن جریج القرآن امین علی الکتب المتقدمۃ فما وافقہ منھا فحق وما خالفہ منھا فھو باطل (قسطلانی)

حاصل یہ ہے کہ کتب سابقہ میں سے جو قرآن مجید کے مطابق ہو اسے لینا چاہئے اور جو اس کے خلاف ہو اس کو منسوخ یا محرّف سمجھ کر رَدّ کر دینا چاہئے۔

لغت کے اعتبار سے مہیمن اسم فاعل کا صیغہ ہے اور ھَیمن یُھَیمِنُ ھَیمنۃً سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں حفاظت کرنا، نگہبانی کرنا، پس مہیمن کے معنی ہوئے محافظ اور نگہبان، نیز ھَیمنَۃً کے ایک معنی آمین کہنا بھی آتا ہے وقال ابو عبیدۃ لم یجیٔ فی کلام العرب علی ہذا البناء الا اربعۃ الفاظ مبیطر، مسیطر، مہیمن و مبیقر (فتح الباری وعمدۃ القاری)

صہ ۶۶۲ ❁ باب قولہ الیومَ اکملتُ لکم دینکم ❁

(۱۳۰) ❁ حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا عبدالرحمٰن قال حدثنا سفیان عن قیس عن طارق بن شہاب قالت الیہود لعمر انکم تقرؤن آیۃ لونزلت فینا لاتخذناھا عیدا فقال عمر انی لَاَعلَمُ حیثُ اُنزلت واین انزلت واین رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین اُنزلت یومَ عرفۃ وانا واللہِ بعرفۃ قال سفیان واَشُکُّ کان یوم الجمعۃ اَمْ لا الیوم اکملت لکم دینکم الآیۃ ❁

اللہ تعالیٰ کا ارشاد الیوم اکملت لکم دینکم پ ۶ ع ۵۔

ترجمہ:۔ طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ یہودیوں نے حضرت عمر فاروق رضؓ سے کہا کہ آپ لوگ ایک ایسی آیت کی تلاوت کرتے ہیں کہ اگر وہ آیت ہمارے یہاں نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس آیت کو (یعنی اس آیت کے نزول کے دن کو) عید بنا لیتے (خوشی منایا کرتے اسلئے کہ اس میں کمال دین کا ذکر ہے) عمر رضؓ نے فرمایا "میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ آیت کہاں اور کب نازل ہوئی؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف فرما تھے، جس وقت عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی اور خدا کی قسم ہم میدان عرفہ میں تھے، سفیان نے کہا کہ مجھے شک ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا یا نہیں؟" آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

تشریح | مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مرّ فی کتاب الایمان ص۱۱ وفی المغازی ص۶۳۲ وھنا فی التفسیر ص۶۶۲ وسیاتی ص۱۰۷۹

قالت الیہود یعنی یہودیوں نے کہا، کتاب المغازی کی روایت میں ہے اناساً من الیہود چند یہودیوں نے کہا ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ اصل سائل کے ساتھ اور لوگ بھی تھے اور کتاب الایمان میں ہے انّ رجلاً من الیہود، یہاں صرف سائل یعنی کعب احبار مراد ہے، بعض روایت میں تو تصریح ہے کہ یہ کہنے والے کعب احبار تھے جو حضرت عمر فاروق رضؓ کے زمانے میں مشرف باسلام ہوئے وفات سنۃ ثلاث وثمانین ۸۳ھ۔

مزید تشریحات کے لئے دیکھئے نصر الباری کتاب المغازی ص۴۸۴۔

صہ ۶۶۲ ❁ باب قولہ فلم تجدوا ماءً فتیمّموا صعیداً طیّباً ❁

ارشاد خداوندی پ ۶ ع ۲) پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو۔

❁ تیمّموا تعمّدوا آمّین عامدین اَمّمتُ و تیمّمتُ واحدٌ ❁

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث اخرجہ البخاری رح فی الجہاد مختصراً ۴۱۹ وفی کتاب المرضیٰ ۸۴۵ وفی اللباس ۸۸۱ تا ۸۸۲ وفی الادب ۹۱۶ وفی الاستیذان ۹۲۴ وہٰہنا فی التفسیر ۶۵۵ تا ۶۵۶ ومسلم وغیرہ۔
قطیفۃ۔ بفتح القاف وکسر الطاء المہملۃ وہی کساء غلیظ یعنی موٹا کپڑا، کمبل۔ فدکیۃ صفتہا ای منسوبۃ الی فدک۔ بفتح الفاء والدال وہی بلدۃ مشہورۃ علی مرحلتین من المدینۃ۔ یعود جملہ حالیہ۔ فی بنی الحارث ای فی منازل بنی الحارث وہم قوم سعد بن عبادۃ وفیہ احکام ۱ جواز الارداف ۲ وعیادۃ الکبیر الصغیر ۳ وعدم امتناع الکبیر عن رکوب الحمیر ۴ واظہار التواضع ۵ وجواز العیادۃ راکبا وغیرہ۔ ابن سلول برفع ابن لانہ صفۃ عبداللہ لاصفۃ اُبیّ لان سلول ام عبداللہ بن اُبی وہو ای سلول بالفتح لانہ لاینصرف۔ اخلاط بفتح الہمزۃ جمع خلط بالکسر وارید بہ الانواع۔ عبدۃ الاوثان بالجر بدل من المشرکین ویجوز ان یکون عطف بیان قولہ والمشرکین مکرر فلا محل لہ ہٰہنا لانہ ذکر اولا فلا فائدۃ لذکرہ ثانیا قال الکرمانی لعل فی بعض النسخ کان اولا وکان فی بعضہا آخرا فجمع الکاتب بینہما واللہ اعلم۔ ابوحباب۔ بضم الحاء المہملۃ وتخفیف الباء الموحدۃ وبعد الالف باء موحدۃ اخری وہی کنیۃ عبداللہ بن ابی۔ والبحیرۃ بضم الباء الموحدۃ وفتح الحاء المہملۃ مصغرۃ وقال عیاض بفتح الباء وکسر الحاء مکبرۃ وکلاہما بمعنی واحد یرید اہل المدینۃ۔ علی ان یتوجوہ ای علی ان یجعلوہ ملکا وکان عادتہم اذا ملکوا انسانا توجوہ ای جعلوا علی راسہ تاجا۔

ص ۶۵۵ ❁ باب قولہ لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا ❁

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (پ ۴ ع ۱۰) (اے مخاطب) جو لوگ ایسے ہیں کہ اپنے کردار (بد) پرخوش ہوتے ہیں اور جو (نیک) کام نہیں کیا اس پر چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے سو ایسے لوگوں کے لئے ہرگز خیال نہ کرو کہ وہ عذاب سے حفاظت میں رہیں گے۔

(۹۰) ❁ حدثنا سعید بن ابی مریم قال اخبرنا محمد بن جعفر قال حدثنی زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید الخدری ان رجالا من المنافقین علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الغزو وتخلفوا عنہ وفرحوا بمقعدہم خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتذروا الیہ وحلفوا واحبوا ان یحمدوا بما لم یفعلوا فنزلت لا تحسبن الذین یفرحون الآیۃ ❁

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین یہ کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوے کیلئے تشریف لے جاتے اور یہ منافقین آپ سے پیچھے رہ جاتے (آپ کے ساتھ نہ جاتے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف غزوہ میں

شریک نہ ہونے پر خوش ہوتے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آتے تو یہ منافقین اعذار بیان کرنے آتے اور قسمیں کھالیتے اور خواہش مند رہتے کہ (مجاہدین کے ساتھ) ان کی بھی تعریف کی جائے، اس عمل پر جو انھوں نے نہیں کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی "لاتحسبن الذین یفرحون الآیہ" آیت کا ترجمہ گذر چکا ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث اخرجہ مسلم فی التوبۃ۔

بمفازتھم: ای بقعودہم وہو مصدر میمی۔

(۹۱) حدثنا ابراھیم بن موسیٰ قال اخبرنا ھشام ان ابن جریج اخبرھم قال اخبرنی ابن ابی ملیکۃ ان علقمۃ بن وقاص اخبرہ ان مروان قال لبوابہ اذھب یا رافع الی ابن عباس فقل لئن کان کل امرئ فرح بما اوتی واحب ان یحمد بما لم یفعل معذبا لنعذبن اجمعون فقال ابن عباس وما لکم ولھذہ انما دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یھود فسألھم عن شیء فکتموہ ایاہ واخبروہ بغیرہ فاروہ ان قد استحمدوا الیہ بما اخبروہ عنہ فیما سألھم وفرحوا بما اوتوا من کتمانھم ثم قرأ ابن عباس "واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب" کذلک حتی قولہ یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا تابعہ عبدالرزاق عن ابن جریج:

ترجمہ:۔ علقمہ بن وقاص کا بیان ہے کہ مروان بن حکم نے (جب وہ معاویہ رضؓ کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے) اپنے بواب (یعنی دربان) سے کہا کہ اے رافع حضرت ابن عباس رضؓ کے یہاں جاؤ اور ان سے دریافت کرو کہ اگر ہر شخص کو جو اپنے کئے پر خوش ہو اور چاہتا ہو کہ جو عمل اس نے نہیں کیا ہے اس پر بھی اس کی تعریف کی جائے، عذاب ہوگا، پھر تو ہم سب کے سب عذاب دیئے جائیں گے (کیونکہ آیت کے ظاہر سے یہی مفہوم ہوتا ہے) حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا، تمھارا اس آیت سے کیا تعلق؟ (اس کا واقعہ تو یہ ہے کہ) نبی اکرم صؐ نے یہودیوں کو بلایا اور ان سے کوئی بات پوچھی (جو ان کی آسمانی کتاب میں موجود تھی) انھوں نے اصل بات تو چھپالی اور دوسری بات بیان کردی اور ان لوگوں نے حضورؐ پر ظاہر یہ کیا کہ آپؐ نے جو کچھ ان سے پوچھا تھا، ہم نے وہی بتایا اور اس فعل پر تعریف کے خواہشمند ہوئے اور وہ اپنے کتمان پر خوش تھے۔ پھر ابن عباس رضؓ نے اس آیت کی تلاوت کی واذ اخذ اللہ میثاق الآیہ پ ۴ ع ۱۰ اور (اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا (یعنی توریت کے اندر علماء اہل کتاب سے عہد لیا تھا) کہ لوگوں کے سامنے اس کتاب کو کھول کر بیان کرنا الخ تا ارشاد الٰہی "یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا"۔

تابعہ عبدالرزاق الخ یعنی عبدالرزاق نے ہشام کی متابعت کی ہے ابن جریج سے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ

امام بخاری رح کا مقصد آیت کریمہ کے شان نزول کے متعلق دوسری روایتوں کو پیش کرنا ہے، پہلی روایت حضرت ابوسعید خدری رض کی تھی جس سے معلوم ہوا کہ آیت کا تعلق منافقین سے ہے یعنی آیت کریمہ کا سبب نزول یہ ہے کہ جب حضور م جہاد پر جاتے تو منافقین عذر و معذرت کر کے ساتھ نہیں جاتے تھے اور حلفیہ بیان دیتے کہ ہم دل سے ساتھ جانا چاہتے تھے مگر خاص مجبوری کی وجہ سے رکنا پڑا ان ہی منافقوں کے متعلق اس آیت کا نزول ہوا، لیکن اس روایت سے جو علقمہ بن وقاص لیثی رض سے ہے معلوم ہوا کہ آیت کا تعلق یہود سے ہے، حافظ عسقلانی رح نے لکھا ہے کہ دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ آیت کا تعلق دونوں گروہوں (یہود اور منافقین) کے حق میں ہو یعنی دونوں واقعات ایک ہی زمانے میں ہوئے اور آیت کا نزول دونوں کے متعلق ہوا۔

(۹۲) حدثنا ابن مقاتل قال اخبرنا الحجاج عن ابن جریج قال اخبرنی ابن ابی ملیکۃ عن حمید بن عبدالرحمن بن عوف انہ اخبرہ ان مروان بھذا۔

ہذا طریق آخر فی الحدیث المذکور۔

ان مروان ای حدثنا بھذا ولم یسق البخاری المتن ہذا وساقہ مسلم وغیرہ۔

باب قولہ ان فی خلق السموات والارض الآیۃ

ای ہذا باب فی قولہ تعالیٰ، ان فی خلق السموات الآیۃ پ ع ۱۱)

آیت کریمہ کا ترجمہ حدیث الباب کے ذیل میں آئے گا۔

(۹۳) حدثنا سعید بن ابی مریم قال اخبرنا محمد بن جعفر قال اخبرنی شریک بن عبداللہ بن ابی نمر عن کریب عن ابن عباس قال بت عند خالتی میمونۃ فتحدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اھلہ ساعۃ ثم رقد فلما کان ثلث اللیل الآخر قعد فنظر الی السماء فقال: ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار لآیات لاولی الالباب، ثم قام فتوضأ واستن فصلی احدی عشرۃ رکعۃ ثم اذن بلال فصلی رکعتین ثم خرج فصلی الصبح۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رض سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ میں ایک رات اپنی خالہ (ام المؤمنین) حضرت میمونہ رض کے گھر سویا (جب آپ رات کے وقت گھر تشریف لائے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل (حضرت میمونہ رض) سے بات چیت کی پھر سو گئے، جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہا تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے، اور آسمان کی طرف نظر فرمائی اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کے تعاقب میں اہل عقل کے لئے (وجود صانع پر) واضح دلائل

ہیں، اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور مسواک کی پھر گیارہ رکعتیں نماز پڑھیں اس کے بعد جب بلالؓ نے (فجر کی) اذان دی تو آپؐ نے دو رکعت (فجر کی سنت) پڑھی اور باہر تشریف لائے اور فجر کی نماز پڑھائی۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث قدمضی فی ابواب الوتر ۱۳۵۔

معــ۶۵۷ــ باب قوله "الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض"

آیت کریمہ کا ترجمہ حدیث الباب کے ذیل میں آرہا ہے۔

(۹۲) حدثنا علی بن عبد الله قال حدثنا عبد الرحمن بن مهدی عن مالك بن انس عن مخرمة بن سلیمٰن عن کریب عن ابن عباس قال بتُّ عند خالتی میمونة فقلت لانظرن الی صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم فطرحت لرسول الله صلی الله علیه وسلم وسادةٌ فنام رسول الله صلی الله علیه وسلم فی طولها فجعل یمسح النوم عن وجهه ثم قرأ الآیات العشر الاواخر من آل عمران حتی ختم ثم اتی شنا معلقا فاخذه فتوضأ ثم قام یصلی فقمت فصنعت مثل ما صنع ثم جئت فقمت الی جنبه فوضع یده علی راسی ثم اخذ باذنی فجعل یفتلها ثم صلی رکعتین ثم صلی رکعتین ثم صلی رکعتین ثم صلی رکعتین ثم صلی رکعتین ثم صلی رکعتین ثم اوتر۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (پ ع۱۱) وہ اہل عقل جن کا ذکر (اوپر کی آیت میں ہوا ہے) ایسے ہیں کہ جو اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر (یعنی ہر حال میں یاد کرتے ہیں) اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور کرتے ہیں۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ نے بیان کیا کہ میں ایک رات اپنی خالہ میمونہ رضؓ کے یہاں سویا، ارادہ یہ تھا کہ آج رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ضرور دیکھوں گا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گدا بچھایا گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے طول میں لیٹ گئے (جب رات کے آخری حصہ میں آپؐ بیدار ہوئے) تو چہرۂ مبارک پر ہاتھ پھیرنے لگے، نیند کے آثار دور کرنے کے لئے پھر آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں یہاں تک کہ سورہ ختم فرمالیا۔ اس کے بعد آپ ایک مشکیزہ کے پاس آئے اور اس سے پانی لے کر وضو فرمایا، پھر نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے، پس میں بھی اٹھا اور جو کچھ آپ نے کیا وہی سب میں نے بھی کیا، پھر بھی میں آپ کے پاس آکر آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، آپؐ نے میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھا اور میرا کان پکڑ کر ملنے لگے، پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی اسکے بعد وتر پڑھی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ توخذ من قولہ ۔ ثم قرأ الآیات العشر الاواخر من آل عمران ۔
والحدیث قدمر فی ابواب الوتر کما ذکرنا فی الباب الذی قبلہ ۔

شَنًّا بفتح الشین المعجمۃ وتشدید النون ۔

ص ۶۵۷ ❁ باب قولہ ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ وما للظّٰلمین من انصار ❁
ای ہذا باب یذکر فیہ قولہ تعالیٰ ربنا انک الآیۃ پ ع ۱۱) اے ہمارے پروردگار تونے جسے دوزخ میں داخل کردیا بلاشبہ اسے رسوا کردیا اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ۔

(۹۵) ❁ حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا معن بن عیسیٰ قال حدثنا مالک بن انس عن مخرمۃ بن سلیمان عن کریب مولیٰ عبد اللہ بن عباس ان عبد اللہ بن عباس اخبرہ انہ بات عند میمونۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھی خالتہ فاضطجعتُ فی عرض الوسادۃ واضطجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واھلہ فی طولہا فنام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی انتصف اللیل اوقبلہ بقلیل اوبعدہ ثم استیقظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یمسح النوم عن وجھہ بیدیہ ثم قرأ العشر الآیات الخواتم من سورۃ آل عمران ثم قام الی شنٍّ معلقۃ فتوضأ منہا فاحسن وضوءہ ثم قام یصلی فصنعتُ مثل ماصنع ثم ذھبتُ فقمتُ الیٰ جنبہ فوضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدہ الیمنیٰ علیٰ راسی واخذ باذنی الیمنی یفتلہا فصلی رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر ثم اضطجع حتی جاءہ المؤذن فقام فصلی رکعتین خفیفتین ثم خرج فصلی الصبح ❁

ترجمہ :۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضؓ نے بیان کیا کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ میمونہ رضؓ کے گھر سوتے جو آپ کی خالہ تھیں (بیان کیا کہ میں بستر کے عرض میں لیٹا یا تئیں یا سرہانے. اس وقت آپ کی عمر بہت کم تھی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہلیہ طول میں لیٹے. پھر رسول خدا سوگئے ، اور آدھی رات میں یا اس سے تھوڑی دیر پہلے یا بعد میں آپ بیدار ہوئے اور چہرہ پر ہاتھ پھیر کر نیند کے آثار ختم کئے، پھر سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں تلاوت فرمائی اس کے بعد آپ اٹھ کر ایک مشکیزہ کے پاس تشریف لے گئے جو لٹکا ہوا تھا اس کے پانی سے وضو کی اور اچھی طرح سے وضو فرمایا اور نماز کیلئے کھڑے ہوگئے. میں نے بھی آپ ہی کی طرح (وضو وغیرہ) کی اور آپ کے پہلو میں جاکر کھڑا ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا داہنا کان پکڑ کر ملنے لگے ، پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، اس کے بعد (آخر میں) وتر پڑھا، پھر آپ لیٹ گئے، یہاں تک کہ آپ کے پاس مؤذن آیا تو آپ اٹھے

اور دو رکعت، ہلکی نماز (فجر کی سنت) پڑھی، اسکے بعد آپ باہر نکلے اور صبح کی نماز پڑھایا۔

تشریح حدیث مثل حدیث سابق ہے اور دونوں حدیثوں میں شیخ بھی ایک یعنی علی بن مدینی رح ہیں

صفحہ ۶۵۶ باب قوله ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان الآیة (پ۴ ع۱۱)

(۹۶) حدثنا قتيبة بن سعيد عن مالك عن مخرمة بن سليمن عن كريب مولى ابن عباس اخبره انه بات عند ميمونة زوج النبي صلى الله عليه وسلم وهي خالته قال فاضطجعت في عرض الوسادة واضطجع رسول الله صلى الله عليه وسلم واهله في طولها فنام رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى اذا انتصف الليل او قبله بقليل او بعده بقليل استيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم من منامه فجلس يمسح النوم عن وجهه بيده ثم قرأ العشر الآيات الخواتيم من سورة آل عمران ثم قام الى شن معلقة فتوضأ منها فاحسن وضوئه ثم قام يصلى قال ابن عباس فقمت فصنعت مثل ما صنع ثم ذهبت فقمت الى جنبه فوضع رسول الله صلى الله عليه وسلم يده اليمنى على راسي واخذ باذني اليمنى يفتلها فصلى ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم اوتر ثم اضطجع حتى جاءه المؤذن فقام فصلى ركعتين خفيفتين ثم خرج فصلى الصبح۔

تشریح سابق حدیث ہی ہے دوسرے شیخ سے اس لئے ترجمہ کیلئے حدیث بالا دیکھئے

صفحہ ۶۵۶ سورة النساء

ای هذا فی تفسیر سورة النساء۔

وهذه السورة مدنية الا آية واحدة نزلت بمكة عام الفتح في عثمان بن ابي طلحة وهي:۔

"ان الله يامركم ان تؤدوا الامانات الى اهلها"

اس سورت میں ایک سو چھہتر ۱۷۶ آیات اور چوبیس رکوعات ہیں۔

قال ابن عباس يستنكف يستكبر

اشارہ ہے آیت کریمہ: لن يستنكف المسيح ان يكون عبدا لله ولا الملئكة المقربون ومن يستنكف عن عبادته ويستكبر فسيحشرهم اليه جميعا۔ (پ۶ ع۴)

یعنی مسیح (علیہ السلام) کو اللہ کا بندہ ہونے میں ہرگز کوئی عار نہیں اور نہ ہی اللہ کے مقرب فرشتوں کو عار ہے اور جو شخص اللہ کی بندگی کو عار سمجھے گا اور تکبر کرے گا تو (انجام سن لو) اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو اپنے پاس جمع کریں گے (حساب کے لئے)

حضرت ابن عباس رضؓ یستنکف کی تفسیر کرتے ہیں یستکبر سے جیساکہ آیت کریمہ میں عطف تفسیری یستکبر سے واضح ہے۔ استنکاف کے اصل معنی ہیں عار سمجھنا حقیر سمجھ کر سرتابی کرنا۔

قِیٰمًا قِوَامُکم من معایشکم

اشارہ ہے آیت کریمہ " ولا تؤتوا السفهاء اموالكم التي جعل الله لكم قياما وارزقوهم فيها واكسوهم (پ ع ۱۲)

اور تم کم عقلوں کو اپنے (یعنی ان کے) وہ مال مت دو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے (سب کیلئے) سامان معیشت (قیام زندگی کا ذریعہ) بنایا ہے، اور ان مالوں میں سے انھیں کھلاتے اور پہناتے رہو، اور ان سے معقول باتیں کرتے رہو۔

ابو عبیدہ نے کہاہے کہ قوام اور قیام کے معنی ایک ہیں اى مايقوم به امرک یعنی جس سے کسی شئی کی بقار وابستہ ہو یا درستی ہوتی ہو، مال کو قیام اس لحاظ سے کہا گیا کہ یہ زندگی کے قیام و بقار کا ذریعہ ہے قیام دراصل قوام تھا، وا ؤ ماقبل کسرہ کی وجہ سے یار ہوگیا۔

لَهُنَّ سبيلا يعنى الرَّجْمَ للثيّب والجَلْدَ للبكر

اشارہ ہے آیت کریمہ: واللتى ياتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن اربعة منكم فان شهدوا فامسكوهن فى البيوت حتى يتوفّٰهُنَّ الموتُ او يجعل الله لهن سبيلا۔

یعنی اور تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام (یعنی زنا) کریں تو ان پر اپنے میں سے (یعنی عاقل، بالغ آزاد مرد سے) چار آدمیوں کی گواہی لو، پس اگر وہ گواہی دیدیں تو تم ان کو گھروں میں مقید رکھو یہاں تک کہ موت اٹھالے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور راہ تجویز فرمادیں۔

حضرت ابن عباس رضؓ لهن سبيلا کی تفسیر کرتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں حبس فی البیوت کا حکم تھا وہ منسوخ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے دوسری راہ بتلادی یعنی الرجم للثيب والجلد للبكر شادی شدہ کے لئے زنا کی حد رجم یعنی سنگسار کردینا ہے اور غیر شادی شدہ کے لئے کوڑے مارنا۔

زنا میں چار گواہوں کی ضرورت اور حکمت

زنا کے گواہوں میں شریعت نے دو طرح سے سختی کی ہے چونکہ یہ معاملہ بہت اہم ہے، جس سے عزت وعفت مجروح ہوتی ہے اور خاندانوں کے ننگ وعار کا مسئلہ سامنے آجاتا ہے، اولاً تو یہ شرط لگائی کہ مرد ہی گواہ ہوں، عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہیں کیا گیا، ثانیاً چار مردوں کا گواہ ہونا ضروری قرار دیا گیا، ظاہر ہے کہ یہ شرط بہت سخت ہے جس کا وجود میں آنا شاذ ونادر ہی ہوسکتا ہے، یہ سختی اس لئے اختیار کی گئی کہ عورت کا شوہر یا اس کی والدہ یا بیوی یا بہن ذاتی پرخاش کی وجہ سے خواہ مخواہ الزام نہ لگائیں، یا دوسرے بدخواہ لوگ دشمنی کی وجہ سے الزام اور تہمت لگانے کی جرأت نہ کرسکیں، کیونکہ اگر چار افراد

سے کم لوگ زنا کی گواہی دیں تو ان کی گواہی نامعتبر ہوگی ایسی صورت میں مدعی اور گواہ سب جھوٹے قرار دیئے جاتے ہیں اور ایک مسلمان پر الزام لگانے کی وجہ سے ان پر "حد قذف" جاری کردی جاتی ہے، سورۃ نور میں واضح طور پر ارشاد خداوندی ہے "لولا جاؤا علیہ باربعۃ شھداء فان لم یاتوا بالشھداء فاولٰئک عند اللہ ھم الکاذبون" یعنی جو لوگ چار گواہ نہ لاسکیں وہ جھوٹے ہیں۔

بعض اکابر نے چار گواہوں کی ضرورت کی حکمت بیان فرمایا کہ اس معاملہ میں چونکہ دو افراد ملوث ہوتے ہیں مرد اور عورت تو گویا یہ ایک ہی معاملہ تقدیراً دو معاملوں کے حکم میں ہے اور ہر ایک معاملہ دو گواہوں کا تقاضا کرتا ہے، لہٰذا اس کے لئے چار گواہ ضروری ہوں گے۔

صـ ۶۵۸ ♦ وقال غیرہ مثنٰی وثلاث ورباع یعنی اثنتین وثلاثا واربعا ولا تجاوز العرب رباع ♦

اور ابن عباس رضؓ کے علاوہ یعنی ابو عبیدہ نے بیان کیا ہے کہ آیت کریمہ "فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی وثلاث ورباع" سے مراد اثنتین وثلاثا واربعًا ہے، اور اہل عرب (اس وزن پر) رباع سے آگے نہیں بڑھتے ہیں)

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ابو عبیدہ نے جو مثنٰی کی تفسیر اثنتین سے کی ہے اسی طرح ثلاث کی تفسیر ثلاثا سے اور رباع کی اربعًا سے غیر مناسب ہے بلکہ صحیح مفہوم مکرر ہوگا یعنی مثنٰی کے معنی اثنتین اثنتین سے اور ثلاث کے معنی ثلاثا ثلاثا سے اور رباع کے معنی اربعا اربعا سے کرنا چاہیئے تھا، پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ شہرت پر اعتماد کرکے ایک مرتبہ پر اکتفاء کرلیا ہے، جمہور نحاۃ کے نزدیک مثنٰی ثلاث اور رباع عدل اور وصف کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔

صـ ۶۵۸ ♦ باب وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء ♦

ای ہذا باب فی قولہ تعالیٰ وان خفتم الآیۃ پ۴ ع۱۲) اور اگر تمھیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو (ان یتیم لڑکیوں سے نکاح مت کرو بلکہ) اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو۔

تشریح زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں کی ولایت میں یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں اور ان کی ملکیت میں مال وجائیداد ہوتی تو ان کے اولیاء ایسا کرتے تھے کہ خود ان سے نکاح کرتے یا اپنی اولاد سے ان کا نکاح کردیتے تھے اور مہر کے اندر جو چاہا کم سے کم مہر مقرر کردیا اور جس طرح ان کو رکھا، کیونکہ وہی ان کے ولی اور نگراں ہوتے تھے، ان کا والد موجود نہ ہوتا تھا جو ان کے حقوق کی پوری نگرانی کرسکتا اور ان کی ازدواجی زندگی کے ہر پہلو پر نظر اور فلاح وبہبود کا مکمل انتظام کرکے ان کا نکاح کردیتا، مزید وضاحت آیت کریمہ کے شانِ نزول سے ہوگی جو باب کے ذیل میں حدیث آرہی ہے۔

(۹۷) ♦ حدثنا ابراھیم بن موسٰی قال اخبرنا ھشام عن ابن جریج قال اخبرنی ھشام بن عروۃ

عن ابیہ عن عائشۃ ان رجلا کانت لہ یتیمۃ فنکحہا وکان لہا عذق وکان یمسکہا علیہ ولم یکن لہا من نفسہ شئ فنزلت فیہ "وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمٰی"۔ احسبہ قال کانت شریکتہ فی ذالک العذق وفی مالہ ؂

ترجمہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک یتیم لڑکی تھی، پھر اس نے اس لڑکی سے نکاح کرلیا اور اس یتیم لڑکی کی ملکیت میں ایک باغ تھا، اور اس مرد (ولی) نے اس باغ کی وجہ سے اس یتیم لڑکی کو روکا تھا (یعنی نکاح کیا تھا) حالانکہ دل میں اس سے کوئی تعلق نہ تھا، اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی "وان خفتم الآیۃ اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکوگے (بلکہ حق تلفی ہوجائے گی) تو تمھارے لئے دوسری عورتیں بہت ہیں ان میں جو تمھارے لئے حلال ہوں اور پسند ہوں ان سے نکاح کرلو۔

احسبہ الخ ہشام کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ عروہ نے بیان کیا کہ اس باغ میں اور اس ولی کے مال میں وہ یتیم لڑکی شریک کی حیثیت رکھتی تھی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

علامہ قسطلانی رہ فرماتے ہیں کہ احسبہ کے قائل ہشام بن یوسف ہیں جو ابن جریج کے شاگرد ہیں۔ عذق۔ بفتح العین المہملۃ وسکون الذال المعجمۃ پھل دار کھجور کا درخت، باغ جمع اعذق، والعِذاق ای بکسر العین انگور کا گچھہ، کھجور کا خوشہ، جمع عذوق، اعذاق نیز عذق بکسر العین کے معنی عزت کے بھی آتے ہیں۔ وکان یمسکہا علیہ۔ ای وکان الرجل یمسک تلک الیتیمۃ علیہ ای علی العذق ای لاجلہ وکلمۃ علی تاتی للتعلیل کما فی قولہ ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم۔ ای لاجل ہدایتہ ایاکم (عمدۃ القاری)

(۹۸) حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ قال حدثنا ابراہیم بن سعد عن صالح بن کیسان عن ابن شہاب قال اخبرنی عروۃ بن الزبیر انہ سأل عائشۃ عن قول اللہ تعالیٰ "وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمٰی"۔ فقالت یا ابن اختی ھذہ الیتیمۃ تکون فی حجر ولیہا تشرکہ فی مالہ ویعجبہ مالہا وجمالہا فیرید ولیہا ان یتزوجہا بغیر ان یقسط فی صداقہا فیعطیہا مثل ما یعطیہا غیرہ فنُہوا عن ان ینکحوھن الا ان یقسطوا لہن ویبلغوا لہن علی سنتہن فی الصداق فأمروا ان ینکحوا ما طاب لہم من النساء سواھن قال عروۃ قالت عائشۃ وان الناس استفتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ھذہ الآیۃ فانزل اللہ "ویستفتونک فی النساء" قالت عائشۃ وقول اللہ فی آیۃ اخری "وترغبون ان تنکحوھن" رغبۃ احدکم عن یتیمتہ حین تکون قلیلۃ المال والجمال قالت فنُہوا ان ینکحوا عن من رغبوا

فی ماله وجماله فی یتامی النساء الا بالقسط من اجل رغبتهم عنهن اذا کن قلیلات المال والجمال۔

ترجمہ:۔ عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق "وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمیٰ الآیۃ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا" اے میرے بھانجے! یہ آیت ایسی یتیم لڑکی کے بارے میں ہے جو اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور اس ولی کے مال میں شریک کی حیثیت رکھتی ہو، اور اس یتیم لڑکی کا مال اور جمال بھی اس ولی کو پسند ہو لیکن ولی اس کے مہر کے بارے میں انصاف سے کام لئے بغیر اس سے نکاح کرنا چاہتا ہو کہ اس کو اتنی مہر دے جتنی مہر اس کے علاوہ دوسرے دے سکتے ہوں، تو ایسے لوگوں کو منع کر دیا گیا ہے کہ وہ ایسی یتیم لڑکیوں سے اس صورت میں نکاح کرسکتے ہیں جب ان کے ساتھ انصاف کریں اور بہترین طریقہ پر ان کی مہر ان کو پہونچائیں (یعنی ویسی لڑکیوں کا معاشرہ میں جتنا مہر ہوتا ہے اس میں سے اعلیٰ صورت اختیار کریں) ورنہ انھیں حکم دیا گیا کہ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کریں جو انھیں پسند ہو، عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ نے رسول اللہؐ سے مسئلہ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "ویستفتونک فی النساء" حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ "وترغبون ان تنکحوھن پ۵ ع۱۶) سے یہ مراد ہے کہ جب کسی کے زیر سایہ پرورش شدہ لڑکی کے پاس مال بھی کم ہو اور جمال بھی کم ہو تو وہ اس سے نکاح کرنے سے بچتا ہے (اعراض کرتا ہے) عائشہؓ نے فرمایا کہ اس لئے انھیں ان یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے سے بھی روکا گیا، جو صاحب مال وجمال ہوں لیکن اگر انصاف کر سکیں (تو ان) سے نکاح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں) یہ حکم اس لئے ہوا کہ اگر وہ صاحب مال وجمال نہ ہوتیں تو بھی ان سے نکاح کرنا پسند نہ کرتے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ

والحدیث مضیٰ فی باب الشرکۃ ص۳۳۹ و فی کتاب الوصایا ص۳۸۷ وہنا فی التفسیر ص۶۵۸۔ و فی الحیل ص۱۰۳۰ و فی کتاب النکاح ص۵۸، ایضا ص۷۶۱ و ص۷۶۳ واخرجہ مسلم والنسائی وغیرہ۔

ص۶۵۸ ❁ **باب قولہ "ومن کان فقیرا فلیأکل بالمعروف فاذا دفعتم الیھم اموالھم فاشھدوا علیھم الآیۃ وبدارا مبادرۃ اعتدنا اعددنا افعلنا من العتاد** ❁

باب بالتنوین ای ہذا باب یذکر فیہ قولہ تعالیٰ ومن کان فقیرا الآیۃ پ۴ ع۱۲) یہ سورۂ نساء کی چھٹی آیت کا ٹکڑا ہے پوری آیت کریمہ یہ ہے۔ "وابتلوا الیتٰمیٰ حتی اذا بلغوا النکاح فان آنستم منھم رشدا فادفعوا الیھم اموالھم ولا تأکلوھا اسرافا وبدارا ان یکبروا ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیأکل بالمعروف فاذا دفعتم الیھم اموالھم فاشھدوا علیھم وکفیٰ باللہ حسیبا"

اور تم یتیموں کو (بالغ ہونے سے پہلے ہوشیاری وتمیز داری کی باتوں میں) آزمالیا کرو (کیونکہ بالغ ہونے کا وقت تو سپردگی مال کا وقت ہے تو آزمائش اور جانچ پہلے سے چاہیئے مثلاً کچھ کچھ سودا سلف اس سے منگالیا اور دیکھا کہ کیسے سلیقہ سے خرید کر لاتے یا کوئی چیز فروخت کی دیدی اور دیکھا کہ اس کو کس طرح فروخت کیا) یہانتک کہ (ان کو آزمایا جائے) کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہونچ جائیں (یعنی بالغ ہوجائیں، کیونکہ نکاح کی پوری قابلیت بلوغ سے ہوتی ہے) پھر (بعد بلوغ وآزمائش) اگر ان میں ایک گونہ تمیز دیکھو (یعنی حفاظت ورعایت مصالح مال کا سلیقہ اور انتظام ان میں پاؤ) تو ان کے اموال ان کے حوالے کردو (اور اگر ہنوز سلیقہ یا انتظام معلوم ہو تو چندے اور حوالہ نہ کیا جائے) اور ان اموال (یتامیٰ) کو ضرورت سے زیادہ اور اس اندیشہ سے کہ یہ بڑے ہوجاویں گے (پھر ان کو حوالہ کرنا پڑے گا) جلدی جلدی مت کھا ڈالو، اور اگر اس طرح نہ اڑادیں بلکہ تھوڑا کھا نا چاہیں تو اس کا یہ حکم ہے کہ (جو شخص (اس مال سے) مستغنی ہو (یعنی اسکے پاس بقدر کفایت موجود ہے گو صاحب نصاب نہ ہو) وہ تو اپنے کو بالکل (تھوڑا کھانے سے بھی) بچائے، اور جو شخص حاجت مند ہو وہ مناسب مقدار سے (جس میں حاجت ضروریہ رفع ہوجاویں) کھاسکتا ہے، پھر جب بعد وجود شرائط یعنی بلوغ ورشد کے بعد) ان کے اموال (ان کے حوالے کرنے لگو تو بہتر ہے، مستحب ہے کہ) ان (کے اموال ان کو دینے) پر گواہ بھی کرلیا کرو (شاید کہ مدت کچھ اختلاف واقع ہو تو گواہ کام آویں اور (یوں تو) اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا کافی ہے۔

بدارا مبادرۃ :۔ یعنی آیت مذکورہ میں بدار بمعنی مبادرۃ ہے، مطلب یہ ہے کہ دونوں باب مفاعلت کا مصدر ہے اور معنی ایک ہے، اعتدنا بمعنی اعددنا ہے عتاد سے افعلنا کے وزن پر، اشارہ ہے آیت کریمہ اولئك اعتدنا لهم عذابا الیما پ ۵ ع ۱۴) یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

(۹۹) حدثنی اسحٰق قال اخبرنا عبدُالله بن نُمیرٍ قال حدثنا هشام عن ابیه عن عائشة فی قوله تعالیٰ. ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرًا فلیاکل بالمعروف انها نزلت فی مال الیتیم اذا کان فقیرًا انه یاکل منه مکان قیامه علیه بمعروف۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رض سے ارشاد خداوندی ومن کان غنیا الخ (جو شخص خوش حال ہو وہ اپنے کو بالکل بچائے، البتہ جو شخص نادار ہو وہ مناسب مقدار میں کھاسکتا ہے،، کے بارے میں مروی ہے کہ یہ آیت مال یتیم کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ اگر ولی نادار ہو تو یتیم کی پرورش اور دیکھ بھال کے بدلے میں مناسب مقدار میں (یتیم کے مال میں سے) کھاسکتا ہے۔

تشریح: مطابقة للترجمة ظاهرة۔
والحدیث مر فی البیوع ص ۲۹۲ وههنا فی التفسیر ۶۵۸۔

مثـ٦٥٤ باب قوله واذا حضر القسمة اولوا القربى واليتمى والمساكين الآية

اى ہذا باب فيہ قولہ تعالیٰ "واذا حضر القسمۃ الخ" پ ٤ ع ١٢۔

(١٠٠) حدثنا احمد بن حميد قال اخبرنا عبيد الله الاشجعى عن سفين عن الشيبانى عن عكرمة عن ابن عباس "واذا حضر القسمة اولوا القربى واليتمى والمساكين" قال هى محكمة وليست بمنسوخة تابعه سعيد عن ابن عباس۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے آیت کریمہ (جب تقسیم (ترکہ) کے وقت رشتہ دار (جن کا میراث میں حق نہیں) اور یتیم اور غریب لوگ موجود ہوں الخ کے متعلق روایت ہے کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہے اس کی متابعت (یعنی عکرمہ کی متابعت) سعید بن جبیر رضؓ نے ابن عباس رضؓ سے کی۔

تشریح: مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
آیت کریمہ کے آگے ہے فارزقوھم یعنی اگر وارثوں میں ترکہ کی تقسیم کے وقت غیر مستحق اعزہ اور غریب ویتیم موجود ہوں تو اس ترکہ میں سے کچھ خیر خیرات کے طور پر انھیں بھی دے دو حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہے بلکہ محکم ہے اس صورت میں فارزقوھم کا امر استحبابی ہوگا لیکن اگر امر وجوب کے لئے مانا جائے تو میراث کی آیت سے منسوخ ماننا پڑے گا۔

مثـ٦٥٥ باب قوله يوصيكم الله فى اولادكم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اللہ تمھیں تمھاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں حکم دیتا ہے۔ پ ٤ ع ١٣۔

(١٠١) حدثنا ابراهيم بن موسى قال حدثنا هشام ان ابن جريج اخبرهم قال اخبرنى ابن منكدر عن جابر قال عادنى النبى صلى الله عليه وسلم وابوبكر فى بنى سلمة ماشيين فوجدنى النبى صلى الله عليه وسلم لا اعقل فدعا بماء فتوضأ منه ثم رش على فافقت فقلت ما تامرنى ان اصنع فى مالى يا رسول الله فنزلت يوصيكم الله فى اولادكم۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضؓ قبیلۂ بنو سلمہ تک پیدل چل کر میری عیادت کیلئے تشریف لائے، اور نبی اکرم نے مجھکو بے ہوش پایا تو آپؐ نے پانی منگوایا اور اس سے وضو کیا پھر مجھ پر پانی چھڑک دیا، چنانچہ میں ہوش میں آگیا، پھر میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کیا حکم دیتے ہیں میں اپنے مال میں کیا کروں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ تمھاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں حکم دیتا ہے الخ

تشریح: مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث قد مضى فى الطہارۃ ص ٣٢۔

ثم رش علی پھر آپؐ نے میرے اوپر پانی چھڑک دیا، اس پانی سے مراد برتن کا بقیہ پانی بھی ہوسکتا ہے اور

اعضاء وضو سے گرہوا پانی یعنی ما مستعمل بھی ہو سکتا ہے، لیکن یہاں چونکہ تبریک مقصود ہے اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ استعمال شدہ پانی جمع کیا گیا ہو اور بطور تبریک و علاج استعمال کیا گیا ہو کیونکہ جو پانی جسد اطہر سے متصل ہو کر الگ ہوگا اس میں تبریک و علاج کی شان زیادہ ہوگی، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ما مستعمل پاک ہے۔

۶۵۵ — باب قوله ولكم نصف ما ترك ازواجكم

اى ہذا باب فيہ قولہ تعالیٰ پ ع ۱۳) اور تمہارے لئے اس مال کا آدھا حصہ ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں

(۱۰۲) — حدثنا محمد بن یوسف عن ورقاء عن ابن ابی نجیح عن عطاء عن ابن عباس قال كان المال للولد وكانت الوصية للوالدين فنسخ الله من ذلك ما احب فجعل للذكر مثل حظ الانثيين وجعل للابوين لكل احد منهما السدس والثلث وجعل للمرأة الثمن والربع وللزوج الشطر والربع —

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ (ابتداء میں) مال بیٹے کو ملتا تھا اور والدین کے لئے وصیت تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے جیسا مناسب سمجھا نسخ کر دیا چنانچہ ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر مقرر کر دیا اور مورث کے والدین کے لئے یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک کیلئے سدس اور ثلث ہے (یعنی میت کے ترکہ میں سے والدین میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا چھٹا حصہ ملے گا بشرطیکہ میت کی کوئی اولاد ہو، خواہ مذکر یا مؤنث، خواہ ایک ہو یا زیادہ، اور اگر میت کے کوئی اولاد نہ ہو صرف والدین ہی وارث ہوں تو ماں کے لئے ثلث یعنی ایک تہائی حصہ، اور باقی دو تہائی باپ کا) اور عورت یعنی بیوی کے لئے ثمن (آٹھواں حصہ) ہوگا (اگر اولاد ہو) اور چوتھائی حصہ ملیگا (اگر اولاد نہ ہو) اور شوہر کے لئے آدھا ہے (اگر ان کے اولاد نہ ہوں) اور چوتھائی حصہ ملے گا (اگر ان کے اولاد ہوں)

تشریح مطابقته للترجمة فی قوله وللزوج الشطر۔
والحديث مر فی کتاب الوصایا ص ۳۸۳ وہنا فی التفسیر ۶۵۸

— باب قوله لا يحل لكم ان ترثوا النساء كرها الآية ويذكر عن ابن عباس لا تعضلوهن لا تقهروهن حوبا اثما تعولوا تميلوا نحلة فالنحلة المهر —

ارشاد خداوندی لا یحل لکم الخ پ ع ۱۴) یعنی اے مسلمانو، تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ تم جبراً عورتوں کے مالک بن بیٹھو الخ اور حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ لا تعضلوهن کے معنی ہیں لا تقهروهن یعنی ان پر جبر و قہر نہ کرو، حوبا بمعنی گناہ، تعولوا بمعنی تمیلو، نحلة بمعنی مہر۔ مزید تشریح حدیث کے ذیل میں دیکھئے۔

(۱۰۳) — حدثنا محمد بن مقاتل قال اخبرنا اسباط بن محمد قال حدثنا الشيبانی عن عكرمة عن ابن عباس قال الشيبانی و ذكره ابو الحسن السوائی ولا اظنه ذكره الا عن ابن

عباس "یاایھا الذین آمنوا لایحل لکم ان ترثوا النساء کرھا ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما آتیتموھن" قال کانوا اذا مات الرجل کان اولیاءہ احق بامرأتہ ان شاء بعضھم تزوجھا او ان شاؤا زوجوھا وان شاؤا لم یزوجوھا فھو احق بھا من اھلھا فنزلت ھذہ الآیۃ فی ذالک

ترجمہ: شیبانی (ابو اسحاق سلیمان بن فیروز) نے حدیث بیان کی بواسطہ عکرمہ حضرت ابن عباس رض سے شیبانی نے بیان کیا کہ اس حدیث کو ابوالحسن سوائی نے بھی بیان کی ہے اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ ابن عباس رض سے ہی بیان کی ہے کہ آیت لا یحل لکم الخ پ ع ۱۴) تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم عورتوں کے جبراً مالک بن جاؤ اور نہ انھیں اس غرض سے قید رکھو کہ تم نے انھیں جو کچھ دے رکھا ہے اس کا کچھ حصہ وصول کرلو، آپ نے بیان کیا کہ جاہلیت میں جب کوئی مرد مرجاتا تو اس مرد کے رشتہ دار اس کی عورت (بیوی) کے زیادہ مستحق سمجھے جاتے کہ اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اس سے شادی کرلیتا اور اگر چاہتے تو اس کی شادی کسی سے کردیتے اور اگر چاہتے تو نہ بھی کرتے اور یہ لوگ (یعنی عورت کے سسرال والے)، عورت کے گھر والوں کے مقابلے میں زیادہ مستحق سمجھے جاتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث اخرجہ البخاری ایضاً فی کتاب الاکراہ ص۱۰۲۷ وھنا فی التفسیر ص۶۵۸۔

وذکرہ ابوالحسن اسمہ عطاء ولا اظنہ ای لا احسبہ واشار بھذا الی ان الشیبانی طریقین احدھما موصول وھو عن عکرمہ عن ابن عباس والآخر مشکوک فی وصلہ وھو عن ابی الحسن السوائی عن ابن عباس

دورِ جاہلیت میں عورتوں پر ہونیوالے ظلم کا انسداد دور جاہلیت میں عورتوں پر ایک ظلم یہ بھی ہوتا تھا کہ جب کوئی شخص بیوی کو چھوڑ کر مرجاتا تو اس کی عورت کو سوتیلا بیٹا (یعنی دوسری عورت سے میت کا بیٹا) یا بھائی یا اور کوئی وارث عورت کا حق دار بن جاتا پھر چاہتا تو اس سے نکاح کرلیتا (اگر عورت حسین معلوم ہوتی) یا بغیر نکاح ہی اپنے گھر میں رکھتا یا کسی دوسرے سے نکاح کرکے اس کا مہر کل یا بعض لے لیتا یا ساری عمر اس کو اپنی قید میں رکھتا، اور اس کے مال کا وارث ہوتا، اس کی بابت یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی مرجائے تو اس کی عورت اپنے نکاح کی مختار ہے، میت کے بھائی اور اسکے کسی وارث کو یہ اختیار نہیں کہ زبردستی اپنے نکاح میں لے نہ وہ عورت کو نکاح سے روک سکتے ہیں کہ وہ مجبور ہو کر خاوند کے ورثہ سے جو اس کو ملا تھا کچھ پھیردے

ص۶۵۸ **باب قولہ، ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون الآیۃ**

موالی اولیاء ورثۃ عاقدت ھو مولی الیمین وھو الحلیف والمولی ایضا ابن العم والمولی المنعم المعتق والمولی المعتق والمولی الملیک والمولی مولی فی الدین

ارشاد الٰہی ولکلٍّ جعلنا (۶ پ ۵ ع) اور ہر ایسے مال کیلئے جس کو والدین اور (دوسرے) رشتہ دار لوگ (اپنے مرنے کے بعد) چھوڑ جائیں، ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں، الآیۃ۔

موالی کے معنی اولیاء ورثہ ہیں مطلب یہ ہے کہ معمر بن مثنی نے بیان کیا کہ آیت میں موالی سے مراد میت کے ولی اور وارث ہیں

عاقدت ھو مولی الیمین اشارہ ہے اسی مذکورہ بالا آیت کے اندر "والذین عقدت ایمانکم کی طرف یعنی اور جن لوگوں سے تمہارا معاہدہ ہوا ہو وہ مولی الیمین کہلاتے ہیں اور مولی آزاد کرنے والے محسن کو بھی کہتے ہیں اور مولی کا اطلاق دینی مولا پر بھی ہوتا ہے۔

موالی کی تشریح موالی جمع ہے مولی کی جس کا اطلاق بہت سے معانی پر آتا ہے ۱ ورثہ یعنی وہ عصبات جو ذوی الفروض سے بچے ہوئے مال کے وارث ہوتے ہیں، اگر میت کے ذوی الفروض نہ ہوں تو کل مال کے وارث ہوتے ہیں ۲ مولی الیمین یعنی جس کو معاہدہ کے ذریعہ دوست وحقدار بنایا، حلیف۔ ۳ چچا کے بیٹے ۴ وہ مالک وہ محسن جو غلام کو آزاد کرنے والا ہے ۵ نیز وہ غلام جس کو آزاد کر دیا گیا ہو، ۶ دینی دوست وغیرہ۔

(۱۰۴) **حدثنی** الصلت بن محمد قال حدثنا ابواسامۃ عن ادریس عن طلحۃ بن مصرف عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ولکلٍّ جعلنا موالی قال ورثۃً والذین عاقدت ایمانکم کان المهاجرون لما قدموا المدینۃ یرث المهاجری الانصاری دون ذوی رحمہ للاخوۃ التی آخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بینھم فلما نزلت ولکلٍّ جعلنا موالی نسخت ثم قال والذین عاقدت ایمانکم من النصر والرفادۃ والنصیحۃ وقد ذھب المیراث ویوصی لہ

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ "ولکلٍّ جعلنا موالی" میں موالی سے مراد ورثہ ہیں، اور والذین عاقدت ایمانکم سے مراد یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ آئے تو قرابت داروں کے علاوہ انصار کے وارث مہاجرین بھی ہوتے تھے، اس بھائی چارگی کی وجہ سے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے درمیان کرایا تھا، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی ولکلٍّ جعلنا موالی تو یہ (مولی الحلیف کی میراث) منسوخ ہوگئی، پھر بیان کیا کہ والذین عاقدت ایمانکم سے وہ لوگ مراد ہیں جن سے مدد ومعاونت اور خیر خواہی کا معاہدہ ہوا ہو، لیکن اب میراث کا حکم منسوخ ہوگیا، البتہ اس حلیف کے لئے وصیت کرسکتے ہیں

سمع ابواسامۃ ادریس وسمع ادریس طلحۃ۔

یہ حدیث ابواسامہ نے ادریس سے سنی اور ادریس نے طلحہ سے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضی فی الکفالۃ ص ۳۰۶۔

سمع ابو اسامۃ الخ چونکہ سند مذکور میں عن ادریس عن طلحۃ تھا، اس لئے امام نے تصریح کر دی کہ ان حضرات کی سماع اپنے مروی عنہ سے ثابت ہے

۶۵۹ — باب قولہ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ یعنی زنۃ ذرۃ —

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ ۵ ع ۳) یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کریں گے کہ کسی کے اعمال حسنہ کا ثواب مارلیں یا بلاوجہ کسی کو عذاب دینے لگیں

(۱۰۵) —— حدثنی محمد بن عبد العزیز قال حدثنا ابو عمر حفص بن میسرۃ عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید الخدری ان اناسا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا یا رسول اللہ ھل نری ربنا یوم القیمۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعم ھل تضارون فی رویۃ الشمس بالظھیرۃ ضوء لیس فیھا سحاب قالوا لا قال فھل تضارون فی رویۃ القمر لیلۃ البدر ضوء لیس فیھا سحاب قالوا لا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما تضارون فی رویۃ اللہ یوم القیمۃ الا کما تضارون فی رویۃ احدھما اذا کان یوم القیمۃ اذن مؤذن یتبع کل امۃ ما کانت تعبد فلا یبقی من کان یعبد غیر اللہ من الاصنام والانصاب الا یتساقطون فی النار حتی اذا لم یبق الا من کان یعبد اللہ بر او فاجر وغبرات اھل الکتاب فیدعی الیھود فیقال لھم من کنتم تعبدون قالوا کنا نعبد عزیر ابن اللہ فیقال لھم کذبتم ما اتخذ اللہ من صاحبۃ ولا ولد فماذا تبغون قالوا عطشنا ربنا فاسقنا فیشار الا تردون فیحشرون الی النار کانھا سراب یحطم بعضھا بعضا فیتساقطون فی النار ثم یدعی النصاری فیقال لھم من کنتم تعبدون قالوا کنا نعبد المسیح ابن اللہ فیقال لھم کذبتم ما اتخذ اللہ من صاحبۃ ولا ولد فیقال لھم ما تبغون فکذلک مثل الاول حتی اذا لم یبق الا من کان یعبد اللہ من بر او فاجر اتاھم رب العالمین فی ادنی صورۃ من التی راوہ فیھا فیقال ماذا تنتظرون یتبع کل امۃ ما کانت تعبد قالوا فارقنا الناس علی افقر ما کنا الیھم ولم نصاحبھم ونحن ننتظر ربنا الذی کنا نعبد فیقول انا ربکم فیقولون لا نشرک باللہ شیئا مرتین او ثلاثا —

ترجمہ :- حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ کچھ صحابہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پوچھا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھ سکیں گے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، کیا دوپہر کے وقت سورج کو دیکھنے میں تمھیں کوئی دشواری ہوتی ہے جبکہ اس پر کوئی بادل بھی نہ ہو صحابہ نے عرض کیا۔ نہیں۔ پھر حضور نے فرمایا اور کیا چودھویں رات کے چاند دیکھنے میں تمھیں کوئی دشواری (مشقت) پیش آتی ہے جبکہ اس پر بادل نہ ہو، صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں۔ نبی اکرم صلعم نے فرمایا تمھیں قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے دیکھنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی مگر ایسا ہی جیسا کہ ان دونوں (شمس و قمر) میں سے کسی کے دیکھنے

میں مشقت ہوتی ہے، جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا دے گا کہ ہر امت اپنے معبود کے پیچھے لگ جائے (یعنی ساتھ ہو جائے) چنانچہ جو لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور پتھروں کی پوجا کرتے تھے سب کے سب داخل جہنم ہوں گے یہاں تک کہ جب صرف وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے خواہ نیک ہوں یا گنہگار اور بقایا اہل کتاب، پھر یہودی بلائے جائیں گے اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم (اللہ کے سوا) کس کی پوجا کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے ہم اللہ کے بیٹے حضرت عزیر علیہ السلام کو پوجتے تھے، ان سے کہا جائے گا تم جھوٹے تھے، اللہ تعالیٰ نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ بیٹا، اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے "اے ہمارے پروردگار ہم پیاسے ہیں پانی پلا دیجئے، انھیں اشارہ کیا جائے گا۔ کیا ادھر نہیں چلتے پھر سب جہنم کی طرف لے جائے جائینگے وہ سراب کی طرح نظر آئے گی بعض بعض کے ٹکڑے کئے دے رہی ہوگی، چنانچہ سب کے سب آگ میں گر جائینگے پھر نصاریٰ بلائے جائیں گے، اور ان سے پوچھا جائیگا کہ تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم مسیح ابن اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے پھر ان سے کہا جائے گا کہ تم جھوٹے تھے، اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہ بیوی بنایا اور نہ بیٹا، پھر ان سے کہا جائیگا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ پھر ان سے یہودیوں کا سا معاملہ کیا جائیگا، یہاں تک کہ جب ان لوگوں کے سوا اور کوئی باقی نہ رہے گا جو صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے خواہ وہ نیک ہوں گے یا گنہگار تو ان کے پاس سارے جہاں کا مالک آئے گا ایسی صورت میں جو کمتر ہوگی اس صورت سے جس میں انھوں نے رب العلمین کو (بالقلب) دیکھا ہے (یعنی جانا ہے) مطلب یہ ہے کہ اس صورت کے مشابہ نہ ہوگی جو ان کے ذہنوں میں تھے) اب ان سے کہا جائے گا کہ تم لوگ کس بات کے منتظر ہو؟ ہر امت اپنے اپنے معبودوں کے ساتھ لگ چکی ہے وہ جواب دیں گے کہ ہم تو دنیا میں ان لوگوں (یعنی مشرکوں) سے جدا رہے (ساتھ نہیں دیا) جب ہم ان کے بہت محتاج تھے پھر بھی ہم ان کے ساتھ نہیں رہے اب ہمیں اپنے رب کا انتظار ہے جس کی ہم عبادت کرتے تھے پھر (اللہ تعالیٰ) فرمائیگا "میں تمھارا رب ہوں اس پر تمام مسلمان بول اٹھیں گے ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے دو مرتبہ یا تین مرتبہ یہی کہیں گے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ من ان المفہوم من معناہ ان اللہ تعالیٰ یحکم یوم القیمۃ بین عبادہ المومنین و الکافرین بعدلہ العظیم ولا یظلم احدا منہم مثقال ذرۃ (عمدۃ) یعنی حق تعالیٰ قیامت کے روز اپنے مومن بندے اور کافروں کے درمیان عدل عظیم کے ساتھ فیصلہ فرمائیں گے اور ایک ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہ ہوگا، وفی اللامع دلالۃ الروایۃ علی الترجمۃ فی قولہ من بر او فاجر کیونکہ اگر فاجر یعنی قلیل الایمان کا اعتبار نہ کیا جائے تو ظلم لازم آئے گا، نیز یہاں لفظ بر نکرہ واقع ہے۔ جس سے لازم آتا ہے کہ ادنی مومن بھی اس میں داخل ہو، اگر ادنی مومن یعنی فاجر کو داخل نہ مانا جائے تو لازم آئے گا کہ بر کے بعض افراد کو اپنے عمل کی جزا نہ ملے اور یہ ظلم ہے وقد قال تعالیٰ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ۔

والحدیث اخرجہ البخاری فی التوحید ص۱۱۰۷ وہنا فی التفسیر ۶۵۹ واخرجہ مسلم فی الایمان۔

ھل تضارون بضم اول وضم راء من غیر تشدید بروزن تباعون، اس صورت میں ضَیْر سے مشتق ہوگا، از باب ضرب ضار یضیر ضیرا کے معنی آتے ہیں ضرر پہونچانا، نقصان کرنا کما فی قولہ تعالیٰ۔ قالوا لاضیر (پ۱۹ ع ۷)، ای لاخوف، لاضرر۔

۲۔ تضارون بضم اول وبالضاد المعجمۃ وتشدید الراء المضمومۃ من الضرر واصلہ تضاررون بصیغۃ المعلوم ای ہل تضرون احدا ولا یضرکم لمنازعۃ ولا مجادلۃ ولا مضایقۃ یعنی اگر راء مشددہ کے ساتھ ہو تو باب مفاعلت سے ہوگا اور معنی اس صورت میں ہوگا، ــــــــــ کیا تم سورج کے دیکھنے میں ایک دوسرے کو تکلیف دیتے ہو؟ یعنی اژدہام و ہجوم کی وجہ سے؟ مطلب یہ ہے کہ جس طرح بلا مزاحمت چاند و سورج کو دیکھتے ہو اپنے پروردگار کو دیکھوگے۔

ضوءٍ قال العینی رہ بالجر بدل عما قبلہ فی الموضعین یعنی جر کے ساتھ ماقبل سے بدل ہے۔ نیز ضوءٌ رفع کے ساتھ بھی درست ہے، ای ھی ضوءٌ اور آگے اس کی تاکید ہے، لیس فیہا سحابٌ (قسطلانی)

غبرات اھل الکتاب:۔ بضم الغین وتشدید الباء الموحدۃ المفتوحۃ بعدہا راء جمع غبّر وھو جمع غابر والمعنی بقایا اہل الکتاب غابر بمعنی باقی۔

من التی راٰوہ فیہا:۔ یہاں رویت بمعنی علم و معرفت ہے، کیونکہ ان لوگوں نے دنیا میں دیکھا نہیں ہے لیکن علم و معرفت حاصل ہے۔ لانشرک باللہ:۔ وانما قالوا ذالک لانہ سبحانہ وتعالیٰ تجلی لہم بصفۃ لم یعرفوہا وقال الخطابی قیل انما حجبہم عن تحقیق الرویۃ فی ہذا الکرۃ من اجل من معہم من المنافقین الذین لایستحقون الرؤیۃ وہم عن ربہم محجوبون فاذا تمیزوا عنہم رفعت الحجب فیقولون عند ما یرونہ انت ربنا (قسطلانی)

باب قولہ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بك علی ھٰؤلاء شھیدا الآیۃ

ارشاد الٰہی پ۵ ع ۳) پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ حاضر کریں گے اور ان لوگوں پر آپ کو بطور گواہ بلائیں گے۔

تشریح اس آیت میں حق تعالیٰ نے روز قیامت کے خوفناک حال کو بیان فرمایا ہے کہ یہ لوگ اس وقت کیا کریں گے جب ہم ہر امت اور ہر قوم میں سے گواہ ان کے حالات بیان کرنے والے کو بلائیں گے یعنی انبیاء ع کو بلائیں گے وہ سب کے سب حالات بیان کریں گے اور آپ کو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان پر یعنی آپ کی امت پر مثل دیگر انبیاء علیہم السلام کے گواہ بنا کر لائیں گے وغیرہ من التفاسیر

المختال والختال واحد

مختال اور ختال ایک ہے، یعنی دونوں کے معنی ایک ہیں، اشارہ ہے آیت کریمہ ان اللہ لایحبُّ من کان مختالا فخورا پ۵ ع ۳) مختال کے معنی ہیں متکبّر، مغرور، اترانے والا، یعنی اپنے اندر اس بڑائی کا خیال کرنا جو واقع میں نہ ہو

اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے کہ مختال اور ختال بتشدید التاء، دونوں ہم معنی ہیں، حالانکہ ختال کے معنی فریبی اور دھوکے اور دھوکہ باز کے ہیں اسی لئے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ وفیہ نظر لان المختال من الخیلاء والختال بتشدید التاء المثناة من فوق من الختل وہو الخدیعۃ فلا یناسب من الکبر" علامہ قسطلانی فرماتے ہیں فلا یمکن بمعنی المختال المراد بہ المتکبر، البتہ ایک دوسرا نسخہ یعنی اصیلی کی روایت ہے "المختال والخال، واحد" علامہ عینیؒ فرماتے ہیں "وصوب ہذا جماعۃ وکذا فی کلام ابی عبیدۃ" خلاصہ یہ ہوا کہ اکثر حضرات کے نزدیک متن حوض کے نسخہ سے حاشیہ کا نسخہ اصح ہے کیونکہ خال بمعنی خائل یعنی متکبر اور مختال کے معنی ایک ہیں۔

—: نطمس نسویها حتی نعود کاقفا ئهم طمس الکتاب محاه :—

اشارہ ہے ارشاد خداوندی یا یها الذین اوتوا الکتاب آمنوا بما نزلنا مصدقا لما معکم من قبل ان نطمس وجوها، الآیۃ پ ع ۴) فرماتے ہیں کہ نطمس وجوها کے معنی ہیں کہ ہم چہروں کو برابر کر دینگے آیت کریمہ میں اہل کتاب یعنی یہود کو خطاب کر کے قرآن مجید کی مخالفت سے ڈرایا جاتا ہے کہ اے اہل کتاب قرآن پر ایمان لاؤ اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو برابر کر دیں (یعنی چہروں کے نشانات آنکھ، ناک وغیرہ مٹا کر برابر کر دیں)

حتی نعود کاقفائهم :- یہاں تک کہ وہ چہرے پچھلے حصے کی طرح ہموار و برابر ہو جائیں، یعنی چہرے کے ناک آنکھ وغیرہ سارے نشانات مٹ جائیں، پھر محاورہ بتاتے ہیں کہ اسی سے آتا ہے طمس الکتاب یعنی کتاب کو مٹا دیا، بگاڑ دیا۔

—: سعیرا، وقودا :—

اشارہ ہے آیت کریمہ وکفی بجهنم سعیرا، پ ع ۵) کافی ہے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ، ابو عبیدہ سے سعیر کی تفسیر نقل کرتے ہیں کہ سعیر بمعنی وقود یعنی ایندھن ہے جس سے آگ جلائی جاتی ہے۔

(۱۰۶) —: حدثنا صدقۃ قال حدثنا یحیی عن سفیان عن سلیمان عن ابراهیم عن عبیدۃ عن عبد الله قال یحیی بعض الحدیث عن عمرو بن مرۃ قال قال لی النبی صلی الله علیه وسلم اقرأ علی قلت اقرأ علیك وعلیك أنزل قال فانی أحب ان اسمعه من غیری فقرأت علیه سورۃ النساء حتی بلغت " فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشهید وجئنا بك علی هؤلاء شهیدا، قال امسك فاذا عیناه تذرفان —:

ترجمہ :- حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کرو، میں نے عرض کیا: میں آپ کے سامنے کیا تلاوت کروں؟ وہ تو آپ پر ہی نازل کیا گیا ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: میں دوسرے سے سننا چاہتا ہوں، چنانچہ میں نے آپ کے سامنے سورۃ نساء کی تلاوت شروع کی، جب میں اس آیت پر پہونچا فکیف اذا جئنا من

كل امة بشهيد وجئنابك على هؤلاء شهيدا ۔ تو آنحضورؐ نے فرمایا، ٹھہر جاؤ۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاہرة
والحديث اخرجه البخاری فی فضائل القرآن ص۵۵۔

قال يحيى بعض الحديث الخ یحیٰی بن سعید القطان نے بیان کیا کہ حدیث کا کچھ حصہ عمرو بن مرۃ سے ہے، عمرو بفتح العین ومرۃ بضم المیم وتشدید الراء، ای من روایت الاعمش، مطلب یہ ہے کہ یحیٰی بن سعید نے سنا سفیان ثوری سے، سفیان نے سنا سلیمان اعمش سے اور سلیمان اعمش نے ابراہیم نخعی سے اور سلیمان اعمش نے حدیث کا کچھ حصہ عمرو بن مرۃ سے عن ابراہیم النخعی رح، جیسا کہ آئندہ صفحہ میں "باب البكاء عند قراءة القرآن" میں اس کی تصریح ہے۔ قال الاعمش وبعض الحديث حدثني عمرو بن مرة عن ابراهيم الخ

قلت أقرأ عليك :- بمد الهمزة، کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں؟ حالانکہ قرآن تو آپ ہی پر نازل کیا گیا ہے۔ قال احب الخ ارشاد فرمایا کہ میں دوسرے سے سننا چاہتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سننے والے کو سمجھنے اور غور وفکر کرنے کا زیادہ موقع ہوتا ہے بہ نسبت خود پڑھنے کے، چونکہ قاری قرأت میں مشغول ہوتا ہے اور توجہ الفاظ واحکام کی طرف بھی ہوتی ہے، نیز محبوب کا کلام دوسرے کی زبانی زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔

فاذا عيناه تذرفان :- اذا مفاجاتیہ ہے اور عیناہ مبتدا ہے اور اس کی خبر تذرفان ہے بالذال المعجمة وكسر الراء، عبداللہ ابن مسعود رضؓ کہتے ہیں کہ جب میں اس مذکورہ آیت پر پہونچا تو آپؐ نے فرمایا۔ ٹھہر جاؤ۔ پس میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں

حضور اقدسؐ کے گریہ کی وجہ علامہ عینی رح فرماتے ہیں۔ وفی بكاء النبي صلی اللہ علیہ وسلم وجوہ الخ یعنی اس آیت کو سن کر رحمت عالم نبی اکرم صلعم کے گریہ وبکاء کی وجہ کیا ہے، ؟
علماء سے چند اقوال منقول ہیں، الاول قال ابن الجوزی۔ بكاءه صلی اللہ علیہ وسلم عند هذه الآية الكريمة الخ یعنی علامہ ابن جوزی رح فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ نے اس آیت کریمہ کو جب سنا کہ امت پر شہادت دینی پڑے گی اور حالات بیان کرنے پڑیں گے جب کہ امت میں کچھ گنہ گار بھی ہوں گے، پھر شہادت وگواہی گذرنے پر احکم الحاکمین کا حکم جاری ہوگا حالانکہ رحمت عالمؐ کا قصد سفارش کا ہوگا اس لئے گنہ گاروں کے حالات پر آنکھوں سے آنسو جاری ہونے لگے۔

واضح رہے کہ یہ وجہ اس صورت میں ہوگی جب کہ حضورؐ کی شہادت گنہ گار مسلمانوں پر مراد لی جائے،
الثانی اگر آیت کریمہ سے یہ مراد ہو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شہادت اپنی اپنی امتوں پر ہوگی اور آنحضرتؐ کی شہادت انبیاء کرامؐ کی صداقت پر تو حضورؐ کے گریہ کی وجہ قیامت کے اس خوفناک منظر کا تصور ہوگا۔
الثالث الخ ایک قول یہ ہے کہ آنحضورؐ کا گریہ غایت سرور وفرح کی وجہ سے ہوگی کہ قیامت کے اس خوفناک

موقع پر حق تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کی امت کو تمام امم سابقہ پر شاہد و گواہ فرمایا تو انتہائی خوشی میں بھی گریہ طاری ہو جاتی ہے، کما قال الشاعر ؎ طفح السرور علیّ حتی انہ ٭ من عظم ماقد سرّنی ابکانی

۱۶۵۹ باب قولہ وان کنتم مرضیٰ او علیٰ سفر او جاء احد منکم من الغائط

ارشاد الٰہی فان کنتم الخ (پ ۵ ع ۴) اگر تم بیمار ہو (کہ پانی ضرر کرتا ہے) یا سفر میں ہو (یعنی پانی نہ ہو) یا تم میں سے کوئی استنجاء (پاخانہ یا پیشاب) سے آیا ہو الخ

مقصد یہ ہے کہ وضو کی حاجت ہے اور پانی کے استعمال پر قدرت نہیں ہے تو نماز وغیرہ کیلئے تیمم کر لیا کرو الخ

صعیدا وجہ الارض

اشارہ ہے آیت کریمہ مذکورہ کی طرف فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیدا طیباً فرماتے ہیں کہ صعید کے معنی ہیں زمین کی ظاہری سطح یعنی روئے زمین۔

وقال جابر کانت الطواغیت التی یتحاکمون الیہا فی جھینۃ واحدٌ وفی أسلم واحدٌ وفی کل حیّ واحدٌ کھّانٌ ینزل علیھم الشیطانُ

اور جابر رضی اللہ عنہ (ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ طواغیت (جمع طاغوت) وہ ہیں جن کے پاس (زمانہ جاہلیت میں) فیصلے کیلئے جاتے تھے (یعنی مقدمہ لے جاتے تھے اور اہم کاموں میں رجوع کرتے تھے) ایک قبیلہ جہینہ میں تھا اور ایک ایک قبیلہ اسلم میں تھا اور (قبائل عرب میں سے) ہر قبیلہ میں ایک طاغوت ہوتا تھا، یہ لوگ وہی کاہن تھے (کاہن کی جمع کہان ہے بضم الکاف وتشدید الہاء) جن کے پاس شیطان (مستقبل کی خبریں لے کر) آیا کرتے تھے۔

اشارہ ہے آیت کریمہ "یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت الآیۃ (پ ۵ ع ۶)
(پھر بھی) اپنے معاملات کا فیصلہ شیطان کے پاس کرانا چاہتے ہیں۔

وقال عمر الجبتُ السحرُ والطاغوت الشیطان وقال عکرمۃ الجبت بلسان الحبشۃ الشیطان والطاغوت الکاھن

اشارہ ہے آیت کریمہ "یؤمنون بالجبت والطاغوت (پ ۵ ع ۵) وہ بت کو اور شیطان کو مانتے ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جبت کے معنی ہیں سحر، جادو اور طاغوت سے مراد شیطان ہے، اور عکرمہ نے بیان کیا کہ حبشی زبان میں جبت بمعنی شیطان ہے اور طاغوت بمعنی کاہن ہے، اصل میں جبت اور طاغوت کے متعلق علماء کے اقوال مختلف ہیں لیکن امام ابن جریر طبری کا فیصلہ اس سلسلہ میں نہایت صاف ہے جس سے ان تمام صفات میں توفیق ہو جاتی ہے، فرماتے ہیں

ان المراد بالجبت والطاغوت جنس ما کان یعبد من دون اللہ سواء کان صنماً او شیطاناً جنیاً او آدمیاً فیدخل فیہ الساحر والکاھن (فتح ۸۴)	جبت اور طاغوت سے وہ جنس مراد ہے جس کی اللہ کے سوا پوجا کی جائے خواہ وہ بت ہو یا شیطان، جن ہو یا انسان، پس اس میں جادوگر اور کاہن بھی آجاتے ہیں۔

کیا معرب الفاظ قرآن مجید میں ہیں؟ اس میں اختلاف ہے، حضرت عکرمہ سے بیان ہے کہ جبت حبشی زبان میں بمعنی شیطان ہے، معلوم ہوا کہ معرب یعنی عجمی الفاظ موجود ہیں اور ایسے ستائیس کلمات ہیں السلسبیل، طٰہٰ، کورت، بیع، ردم، طوبیٰ، سجیل، کافور، زنجبیل، مشکوٰۃ، سرادق، استبرق، صلوات، سندس، طور، قراطیس، ربانیین، غساق، دینار، قسطاس، قسورۃ، الیم، ناشئۃ، کفلین، فردوس، تنور، مقالید۔ امام شافعی رح اور امام لغت ابو عبیدہ وغیرہ سے انکار منقول ہے اور یہ حضرات توارد لغتین پر محمول فرماتے ہیں۔ (فتح، عمدہ)

(۱۰۷) ــــ حدثنا محمد قال اخبرنا عبدة عن هشام عن ابيه عن عائشة قالت هلكت قلادة لاسماء فبعث النبي صلى الله عليه وسلم في طلبها رجالا فحضرت الصلوٰة وليسوا على وضوء ولم يجدوا ماء فصلوا وهم على غير وضوء فانزل الله التيمم ــــ

ترجمہ :- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ (مجھ سے) حضرت اسماء رض کا ایک ہار گم ہوگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو اس ہار کی تلاش میں بھیجا، ادھر نماز کا وقت ہوگیا اور لوگ باوضو نہیں تھے، اور نہ پانی موجود تھا اس لئے سب نے بغیر وضو کے نماز پڑھی اس پر اللہ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة والحديث مضى في التيمم۔

قلادة :- بكسر القاف كان ثمنها اثني عشر درهما (قسطلانی)

منـ ــــ باب قوله وَأُولِي الْأَمْرِ منكم ذوي الأمر ــــ

اشارہ ہے ارشاد الٰہی :- یاایها الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (پ ۵ ع ۵) اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو اللہ کے رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں۔

ابو عبیدہ سے اولی الامر کی تفسیر نقل کرتے ہیں ذوی الامر سے یعنی حکم والے، حکام، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذو کی جمع ہے من غیر لفظہ جو حالت نصب و جر میں اُولی اور حالت رفع میں اولو ہوگا۔

(۱۰۸) ــــ حدثنا صدقة بن الفضل قال اخبرنا حجاج بن محمد عن ابن جريج عن يعلى بن مسلم عن سعيد بن جبير عن ابن عباس - اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولي الامر منكم - قال نزلت في عبد الله بن حذافة بن قيس بن عدي اذ بعثه النبي صلى الله عليه وسلم في سرية ــــ

ترجمہ :- حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ آیت کریمہ اطیعوا اللہ الخ عبد اللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی کے بارے میں نازل ہوئی تھی، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک سریہ (فوجی دستہ) میں بھیجا تھا۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
تفصیل کیلئے دیکھئے نصرالباری کتاب المغازی ص۲۱۲

اولی الامر سے کیا مراد ہے؟ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں گیارہ اقوال ہیں، الاول الامراء قالہ ابن عباس رضؓ و ابوہریرۃ رضؓ وغیرہ۔ الثانی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما قالہ عکرمہ، الثالث جمیع الصحابۃ قالہ مجاہدؒ۔ الرابع الخلفاء الاربعۃ، قالہ ابوبکر الوراق فیما قالہ الثعلبی۔ الخامس المہاجرون والانصار قالہ عطاء۔ السادس الصحابۃ والتابعون، السابع ارباب العقل الذین یسوسون امر الناس قالہ ابن کیسان (یعنی جو لوگ لوگوں کے معاملات کی نگرانی و دیکھ بھال کرتے ہیں، پس نظار و حضرات مہتمین بھی شامل ہوں گے واللہ اعلم) الثامن العلماء والفقہاء۔ قالہ جابر بن عبداللہ رضؓ والحسن وابوالعالیہ، التاسع امراء السرایا قالہ میمون بن مہران ومقاتل والکلبی، العاشر اہل العلم والقرآن قالہ مجاہد واختارہ مالک۔ والحادی عشر عام فی کل من ولی امر شئی وہو الصحیح والیہ مال البخاری بقولہ ذوی الامر (عمدہ ص ۱۸/۱۶۶)

ص۶۶۰ — باب قولہ فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینہم —
ارشاد خداوندی فلا وربک الخ الآیۃ (پ۵ ع۶) پس قسم ہے آپ کے پروردگار کی کہ یہ لوگ ایماندار نہیں ہوں گے تاوقتیکہ اپنے اندرونی اختلافات کا (فیصلہ کن) حاکم آپ کو نہ قرار دیں الخ

(۱۰۹) — حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا محمد بن جعفر قال اخبرنا معمرٌ عن الزہری عن عروۃ قال خاصم الزبیر رجلا من الانصار فی شریج من الحرۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسق یا زبیر ثم ارسل الماء الی جارك فقال الانصاری یا رسول اللہ ان کان ابن عمتك فتلون وجہہ ثم قال اسق یا زبیر ثم احبس الماء حتی یرجع الی الجدر ثم ارسل الماء الی جارك واستوعی النبی صلی اللہ علیہ وسلم للزبیر حقہ فی صریح الحکم حین احفظہ الانصاری وکان اشار علیہما بامر لہما فیہ سعۃ قال الزبیر فما احسب ہذہ الآیات الا نزلت فی ذلك فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینہم —

ترجمہ :- عروہ سے روایت ہے کہ حضرت زبیر رضؓ کا ایک انصاری مرد سے مقام حرۃ کے ایک نالے کے بارے میں نزاع (جھگڑا) ہو گیا (کہ اس نالہ سے کون اپنے باغ کو پہلے سینچنے کا حق رکھتا ہے) پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زبیر! پہلے تم اپنے باغ کو سینچ لو پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی کو چھوڑ دو۔ اس پر انصاری نے کہا۔ یا رسول اللہ! اس لئے کہ یہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں (یعنی اس فیصلے کی وجہ یہ ہے کہ زبیر آپ کی پھوپھی کا لڑکا ہے) آنحضورؐ کا چہرۂ مبارک متغیر ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا۔ اے زبیر تم اپنا باغ سینچو (سیراب کرو) پھر پانی اس وقت تک روکے رکھو (باندھ دو) یہاں تک کہ منڈیر تک بھر جائے، پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی کو چھوڑ دو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کے واسطے صریح حکم کے ساتھ زبیر کا حق پورا دیدیا جبکہ انصاری نے

آپ کو ناراض کر دیا۔

کان اشار علیھما الخ اور پہلے تو حضور اکرم ﷺ نے ان دونوں کو نصیحت فرمائی تھی ایسے حکم کی جس میں دونوں کی رعایت تھی، زبیر نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ یہ آیت فلا وربک الخ اسی سلسلے میں نازل ہوئی تھیں۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث قد مر فی کتاب المساقاۃ فی ثلاثۃ ابواب متوالیۃ اولھا۔ باب سکر الانہار ص۳۱۸ تا ص۳۱۸ وایضاً فی الصلح ص۳۷۳۔

فلا وربک، اس میں لا زائدہ ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ شریج :- بفتح الشین المعجمۃ وکسر الراء وبالجیم وہو مسیل الماء یعنی سنگستان سے نرم زمین کی طرف پانی بہنے کا راستہ، نالہ۔ حرۃ بفتح الحاء وتشدید الراء المہملتین والحرۃ موضع معروف بالمدینۃ یعنی مدینہ کے قریب سیاہ پتھروں والی جگہ کا نام ہے ارسل الماء، بہمزۃ قطع مفتوحۃ بصیغۃ الامر من الارسال۔

فقال الانصاری ان کان :- بفتح الہمزۃ ای حکمت لہ بالتقدیم والترجیح لان کان ابن عمتک مطلب یہ ہے کہ اگر بفتح الہمزہ أن کان پڑھا جائے تو لام اجلیہ مقدر ہوگا، یعنی آپ نے زبیر کے لئے تقدیم و ترجیح کا فیصلہ اس وجہ سے کیا ہے کہ وہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کے صاحبزادے تھے۔ وقیل بکسر الہمزۃ۔

ثم قال اسق یا زبیر ثم احبس الماء بہمزہ وصل فیہما، حتی یرجع ای یصیر الماء۔ الی الجدر بفتح الجیم وسکون الدال المہملۃ وہو اصل الحائط (عینی) یعنی باغ کی جڑ، دیوار۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جدر سے مراد وہ گڑھا ہے جو درخت کی جڑوں کے چاروں طرف کھود کر گھیر دیتے ہیں، منڈیر بنا دیتے ہیں تاکہ پانی رک جائے۔ واستوعی النبی ﷺ ای استوعب واستوفی وہذا الکلام للزہری ذکرہ ادراجا (عمدہ) حین احفظہ ای حین اغضبہ وہو بالحاء المہملۃ۔

وکان اشار علیھما ای کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشار علی الزبیر والانصاری فی اول الامر بامر لہما فیہ سعۃ ای توسع علی سبیل المصالحۃ فلما لم یقبل الانصاری الصلح حکم الزبیر بما ہو حقہ فیہ (عمدہ) مطلب یہ ہے کہ پہلا حکم استحبابی تھا اور دوسرا حکم استحقاقی فلا اشکال۔

یہ انصاری کون تھا؟ اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، ایک قول یہ ہے کہ انصاری شخص منافق تھا لیکن قبیلہ اوس یا خزرج سے نسبی تعلق تھا، اس نسبی اشتراک کی وجہ سے انصاری کہہ دیا گیا۔ معالم التنزیل میں علامہ بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ فیصلہ کے بعد جب دونوں باہر آئے اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ فیصلہ کس کے حق میں ہوا؟ اس انصاری نے منہ بگاڑ کے کہا۔ ان کی پھوپھی کے بیٹے کے حق میں۔ مقداد رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی موجود تھا اس نے

انصاری کی حرکت محسوس کرلی اور کہا۔ ان لوگوں پر خدا کی مار ہو کہ اس بات کی شہادت بھی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں پھر جو فیصلہ وہ کردیتے ہیں ان پر (جانب داری کی) تہمت بھی لگاتے ہیں، خدا کی قسم، حضرت موسیٰ ؑ کی زندگی میں ہم سے ایک گناہ ہوگیا تھا، حضرت موسیٰ ؑ نے ہمیں توبہ کی طرف بلایا اور حکم دیا کہ خود آپس میں ایک دوسرے کو قتل کردو، ہم نے حکم کی تعمیل کی چنانچہ ہمارے مقتولوں کی تعداد ستر ہزار پہونچ گئی، آخر ہمارا رب ہم سے راضی ہوگیا۔

پھر ثابت بن شماس بن قیس نے فرمایا کہ اللہ میری صداقت کا گواہ ہے (یعنی خدا کی قسم) اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خودکشی کا حکم دیدیں تو ضرور حکم کی تعمیل کروں گا۔ لیکن دوسرے حضرات نے اس پر اشکال پیش کیا ہے کہ اسلاف سے لفظ انصار کا اطلاق کسی منافق پر منقول نہیں ہے خواہ نسبًا ہی کیوں نہ ہو۔

دوسرا قول یہ ہے کہ انصاری رجل سے مراد حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضؓ ہیں لیکن علامہ نووی رحؒ فرماتے ہیں کہ لایصح لانہ لیس انصاریا واجیب بحمل الانصار علی المعنی اللغوی یعنی ممن کان ینصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

تیسرا قول ہے کہ اس انصاری رجل کا نام حمید تھا، لیکن اس پر اشکال ہے کہ بخاری کتاب الصلح ص۳۷۳ کی روایت میں ہے "رجلا من الانصار قد شھد بدراً" اور اصحاب بدر میں سے اس نام کا کوئی صحابی نہیں ہے اس لئے یہ صحیح نہیں۔

بہرحال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رجل انصار منافق نہ ہو بلکہ انصاری صحابی ہو جن سے بحالت غصہ ایک عظیم گناہ و قصور ہوگیا ہو، پھر توبہ نصیب ہوگیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ص۶۶۱ ۔۔ باب قولہ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین ۔۔۔

ارشاد الٰہی، فاولئک الآیۃ۔ آیت کریمہ کی ابتدا یہ ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ الآیۃ پ۵ ع۷۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔

شانِ نزول طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضؓ کی روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ؐ آپ مجھے میری جان اور اولاد سے زیادہ محبوب ہیں میں جب گھر ہوتا ہوں اور آپ کی یاد آجاتی ہے تو جب تک حاضر ہو کر شرفِ زیارت حاصل نہ کرلوں قرار نہیں آتا، لیکن جب مجھے اپنی اور آپ کی موت کا تصور ہوتا ہے تو جانتا ہوں کہ (مرنے کے بعد یہ شرف زیارت حاصل نہ ہوسکے گا کیونکہ) آپ جنت الفردوس میں انبیاء عظام کے ساتھ ہوں گے مجھے اندیشہ ہے کہ چہرۂ انور کی زیارت نہ ہوگی، آنحضور ؐ نے سن کر کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ حضرت جبرئیل ؑ یہ آیت لے کر آئے۔ بعض تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آنے والے بزرگ حضور اقدس ؐ کے مولیٰ حضرت ثوبان رضؓ تھے (تیسیر القاری)

(۱۱۰) ---- حدثنا محمد بن عبد الله بن حوشب قال حدثنا ابراهیم بن سعد عن ابیه عن عروة عن عائشة قالت سمعتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ما من نبیّ یمرض إلا خُیّر بین الدنیا والاخرة وکان فی شکواه الذی قبض فیه اخذته بُحّةٌ شدیدة فسمعته یقول مع الذین انعم الله علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین فعلمت انه خیر ----

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، آپ فرماتے تھے کہ جو نبی بھی (آخری مرتبہ) بیمار پڑتا ہے تو اسے دنیا اور آخرت کا اختیار دیا جاتا ہے، چنانچہ آنحضورؐ کی آواز مرض الموت میں پھنسنے لگی تو میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے۔ ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین، پس میں سمجھ گئی کہ آپ کو بھی اختیار دیا گیا ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث قد مرّ ۶۳۸ وہنا فی التفسیر ۶۶۰

بُحّۃ بضم الباء وتشدید الحاء المہملۃ، آواز کا بھاری پن، حلق کی خشونت:
مرض الوفات کی تشریح وتفصیل کے لئے نصر الباری کتاب المغازی دیکھئے۔

---- باب قوله "وما لکم لا تقاتلون فی سبیل الله والمستضعفین من الرجال والنساء" الی الظالم اهلها
بابٌ بالتنوین ای ہذا باب فی قولہ تعالیٰ وما لکم الخ الآیۃ (پ ع) یعنی اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہیں کرتے اللہ کی راہ میں اور ان لوگوں کے لئے جو کمزور ہیں مردوں میں سے اور عورتوں اور بچوں میں سے جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی (مکہ) سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں۔

تشریح ما لکم، ما استفہامیہ انکاری ہے یعنی ترک جہاد کی کوئی وجہ موجود نہیں اور یہ مبتدا ہے اور لکم اس کی خبر، المستضعفین بحالت جر سبیل اللہ پر عطف ہے، الظالم اہلہا صفت ہے القریۃ کی لیکن اہلہا چونکہ الظالم کا فاعل ہے اس لئے الظالم کو مذکر لایا گیا۔

مطلب یہ ہے کہ دو وجہ سے کافروں سے جہاد کرنا ضروری ہے، ایک تو اللہ تعالیٰ کے دین کو بلند اور غالب کرنے کی غرض سے، دوسرے جو لوگ مظلوم مسلمان کافروں کے ہاتھ میں بے بس پڑے ہیں ان کو چھڑانے اور خلاص دینے کی وجہ سے۔

مکہ میں کچھ لوگ تھے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ ہجرت نہ کر سکے اور ان کے اقرباء ان کو ستانے لگے کہ پھر کافر ہو جائیں، اس پر حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ تم کو دو وجہ سے کافروں سے لڑنا ضروری ہے تاکہ اللہ کا دین بلند ہو اور مظلوم مسلمانوں کو کفار مکہ کے ظلم سے نجات حاصل ہو۔

(۱۱۱) ---- حدثنی عبد الله بن محمد قال حدثنا سفیان عن عبید الله قال سمعتُ ابن

عباس قال کنت انا و اُمی من المستضعفین ۔

ترجمہ :- عبید اللہ بن ابی یزید سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضہ سے سنا ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ میں اور میری والدہ مستضعفین (کمزوروں) میں سے تھے ۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضہ کی والدہ ام الفضل لبابہ بنت الحارث اخت میمونۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہی اول امرأۃ اسلمت بعد خدیجۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (عمدہ)

حضرت عباس رضہ فتح خیبر سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے اور مکہ میں اپنا اسلام ظاہر نہیں کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ غزوۂ بدر کے دن آنحضور صلعم نے صحابۂ کرام سے فرمایا تھا " من لقی منکم العباس فلا یقتلہ " رہا یہ اشکال کہ بدر کے قیدیوں میں آپ بھی تھے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عباس رضہ کو کفار مکہ نے جبراً ان کو مسلمانوں کے مقابلے میں بدر لایا تھا۔

(۱۱۲) حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن ابن ابی ملیکۃ ان ابن عباس تلا۔ الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان۔ قال کنت انا و امی ممن عذر اللہ ۔

ترجمہ :- ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضہ نے آیت الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان ، کی تلاوت کی اور فرمایا کہ میں اور میری والدہ بھی ان لوگوں میں سے تھیں جنھیں اللہ نے معذور رکھا تھا یعنی معذور قرار دیا تھا۔

تشریح ہذا طریق آخر لحدیث ابن عباس۔

ویذکر عن ابن عباس حصرت ضاقت

اشارہ ہے آیت کریمہ اَوْ جَاءُوْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ الآیۃ پ ۵ ع ۹) یا آتے ہیں تمہارے پاس کہ انکے دل تنگ ہوگئے ہیں۔

تلووا السنتکم بالشہادۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ وَاِنْ تَلْوٗا او تعرضوا الآیۃ پ ۵ ع ۱۷) اور اگر تم کج بیانی کرو یا پہلوتہی کرو پس اللہ تمہارے کاموں سے واقف ہے ۔

ابن عباس رضہ ہی سے یہ تفسیر بھی منقول ہے کہ اس آیت میں تلوٗ کے معنی ہیں کہ شہادت میں زبان داب کر موڑ کر کج بیانی مت کرو یا پہلوتہی مت کرو کچھ کہو مگر پیچ سے کہ سننے والے کو شبہ پڑ جائے ۔ ان دونوں صورتوں میں گواہ کو گناہ ہوگا ، شہادت تو سچی اور صاف صاف ہونی چاہئے ۔

وقال غیرہ المراغم المہاجر راغمت ہاجرت قومی

اور حضرت ابن عباس رضہ کے غیر یعنی ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ آیت کریمہ ومن یہاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ الآیۃ پ ۵ ع ۱۱) میں مراغم کے معنی ہیں مہاجر یعنی ہجرت کا مقام ، جائے فرار ،

محاورہ میں بولتے ہیں راغمتُ ای ہاجرت قومی میں نے بدسلوکی کی وجہ سے قوم کو چھوڑ دیا یعنی راہ فرار اختیار کیا۔

موقوتا موقتا وقته علیهم

اشارہ ہے آیت کریمہ اِنَّ الصَّلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا پ ۵ ع ۱۲) بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے مقررہ وقتوں میں۔

ابو عبیدہ سے موقوتا کی تفسیر نقل کرتے ہیں کہ بمعنی موقتا ہے یعنی وقت از ضرب اور وقّت از تفعیل کے معنی ہیں وقت مقرر کرنا، فرماتے ہیں وقته ای وقته اللہ علی المؤمنین اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نماز کا وقت مقرر کر دیا ہے حضرت ابن عباس رض سے موقوت کی تفسیر مفروض منقول ہے۔

باب قوله فما لكم في المنافقين فئتين والله اركسهم بما كسبوا قال ابن عباس بددهم فئة جماعة

اللہ تعالیٰ کا ارشاد فما لکم الآیۃ پ ۵ ع ۹) پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو فریق ہوگئے ہو اور اللہ نے تو انھیں ان کے کرتوتوں کے باعث الٹ دیا (کفر کی طرف) حضرت ابن عباس رض نے ارکسہم کی تفسیر کی ہے بددهم ہے، ای فرقهم۔ بدّد از باب تفعیل جس کے معنی ہیں متفرق کرنا، بکھیرنا، مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انھیں متفرق اور منتشر کر دیا ہے۔ قتادہ سے منقول ہے اهلكهم وهو تفسير باللازم۔

فئة جماعة اشارہ ہے آیت مذکورہ میں فئتین کی طرف جو فئة کا تثنیہ ہے اس کے معنی ہیں جماعت، نیز قرآن حکیم میں فئة کے معنی ہر جگہ جماعت ہی ہیں جیسے کم من فئة قلیلة، اسی طرح فئة تقاتل فی سبیل اللہ۔

(۱۴۳) حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا غندر و عبد الرحمن قالا حدثنا شعبة عن عدی عن عبد اللہ بن یزید عن زید بن ثابت فما لکم فی المنفقین فئتین رجع ناس من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من احد وکان الناس فیہم فرقتین فریق یقول اقتلهم وفریق یقول لا فنزلت فما لکم فی المنفقین فئتین وقال انها طیبة تنفی الخبث کما تنفی النار خبث الفضة۔

ترجمہ۔ زید بن ثابت رضی اللہ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ "فما لکم الآیۃ" کے بارے میں (یعنی شان نزول کے متعلق) فرمایا کہ کچھ لوگ (یعنی منافقین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (بظاہر) ساتھ تھے، غزوۂ احد سے (یعنی راستہ ہی سے لوٹ گئے (یعنی عبد اللہ بن ابی ابن سلول اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ واپس لوٹ گئے) اور ان منافقوں کے بارے میں لوگ یعنی صحابہ رض دو گروہ ہوگئے، ایک فریق کہنے لگا "یا رسول اللہ ان منافقوں کو قتل کر دیجئے، اور ایک فریق کہنے لگا "نہیں"، اس پر یہ آیت نازل ہوئی "تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو فریق ہوگئے ہو الخ

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ ہے خباثت کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسے آگ چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتا ہے۔

تشریح مطابقة للترجمة ظاہرة۔
والحدیث مضی فی الجہاد ۲۵۳ وفی المغازی ۵۸۰ وھنا فی التفسیر ۶۶۱۔

غزوۂ احد کی پوری تفصیل کے لئے دیکھئے نصر الباری کتاب المغازی ۸۸ تا ۱۰۱ بالخصوص اس حدیث کی تشریح کیلئے ۱۰۱ دیکھئے۔

باب قولہ واذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ای افشوہ

ای ہذا باب بالتنوین فی قولہ تعالیٰ واذا جاءھم الآیۃ پ ع ۸) اور جب ان کو (یعنی منافقوں اور کم سمجھ مسلمانوں کو) کوئی خبر امن کی یا خوف کی پہونچتی ہے تو اس کو پھیلا دیتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں اذاعوا بہ کے معنی ہیں افشوہ یعنی اس خبر کو پھیلا دیا، مشہور کر دیا اذاعۃ سے جس کے معنی شہرت دینے اور پھیلانے کے ہیں، اور یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضہ سے منقول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی بات امن کی پیش آتی ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی سے صلح کا قصد فرمانا یا لشکر اسلام کی فتح کی خبر سننا، یا کوئی خبر خوفناک سن لیتے ہیں، جیسے دشمنوں کا کہیں جمع ہونا، یا مسلمانوں کی شکست کی خبر آنا تو ان کو بلا تحقیق کئے پھیلانے اور مشہور کرنے لگتے ہیں او اس میں اکثر فساد و نقصان پیش آجاتا ہے، منافق تو ضرر رسانی کی غرض سے اور کم سمجھ مسلمان کم فہمی کی وجہ سے ایسا کرتے تھے، آگے تدبیر بتائی گئی ہے۔

یستنبطونہ یستخرجونہ

اشارہ ہے آیت مذکورہ ہی کی طرف وَلَوْ رَدُّوْہُ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم۔ اور اگر اس خبر کو پہنچا دیتے رسول ﷺ تک اور اپنے با اختیار لوگوں تک (یعنی کبار صحابہ جو اصحاب الرای تھے جیسے حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضہ وغیرہ) تو ان میں سے تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے (یعنی نتیجہ خبر کو جان لیتے کہ اس کو پھیلانا مناسب ہے یا چھپانا

حسیبا کافیا

اشارہ ہے آیت کریمہ " ان اللہ کان علی کل شیٔ حسیبا پ ع ۸) بالیقین اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے فرماتے ہیں کہ حسیبا کے معنی ہیں کافیا یعنی اللہ ہر چیز کے لئے کافی ہے کیونکہ حق تعالیٰ بغیر حساب لگائے ان اجزاء اور مقداروں کا ادراک کرنے والا ہے جن کو بندے اپنے حساب سے معلوم کرتے ہیں کیونکہ حساب کرنے والے کو حساب کے ختم پر مجملہ میزان معلوم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم کسی چیز کی بابت کسی بات کے واقع ہونے پر موقوف نہیں پس یہاں حسیب بمعنی کافی ہے، عرب کا محاورہ ہے نزلتُ بفلان فاکرمنی واحسبنی، میں فلاں کے پاس اترا تو اس نے میری عزت کی اور کفایت کی یعنی اتنا دیا کہ مجھے کافی ہوگیا۔

الا اناثا یعنی الموات حجرا او مدرا وما اشبہہ

اشارہ ہے آیت کریمہ " ان یدعون من دونہ الا اناثا پ ع ۱۵)

یہ لوگ نہیں پکارتے ہیں اللہ کے سوا مگر عورتوں کو (یعنی چند زنانی چیزوں کو) مطلب یہ ہے کہ ان مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا جو اپنا معبود بنایا تو ان بتوں کو جن کو عورتوں کے نام نامزد کر رکھا ہے جیسے لات، عزیٰ، منات اور نائلہ وغیرہ آیت کریمہ میں اناثاً کی تفسیر ابو عبیدہ وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ اناث سے مراد موات ہے یعنی بے جان چیزیں خواہ پتھر ہو یا مٹی اور جان کے مشابہ ہو درخت وغیرہ۔

(اناث عورتیں یہ جمع ہے اُنثیٰ کی جس کے معنیٰ عورت کے ہیں، حضرت حسن بصری رہ سے منقول ہے کہ عرب کے ہر قبیلہ کا الگ الگ بت ہوتا تھا جو اس قبیلہ کی نسبت سے انثیٰ بنی فلاں کہلاتا تھا، بہرحال مشرکین عرب اپنے بتوں کو زیورات سے آراستہ کرتے اور عورتوں کے نام سے نامزد کرتے جیسے لات، مناۃ، اور عزیٰ وغیرہ، اس اعتبار سے بتوں پر اناث کا اطلاق بطور تشبیہ اور مجاز ہوگا۔

لیکن امام بخاری رہ نے جو اناث کی تفسیر موات سے نقل کی کہ غیر ذی روح خواہ پتھر ہو یا مٹی جیسے مشرکوں کی مورتیاں تھیں! اس صورت میں اطلاق حقیقی ہوگا۔

مَرِيدًا مُتَمَرِّدًا

اشارہ ہے آیت کریمہ " وإن يدعون إلا شيطانا مريدا پ ع ۱۵) اور نہیں پکارتے ہیں مگر سرکش شیطان کو یہ تفسیر بھی ابو عبیدہ کی ہے کہ آیت کریمہ میں مریدا کے معنی متمرّد کے ہیں، مرید صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں سرکش، ہر خیر سے خالی از نصر وکرم سرکش ہونا

فَلَيُبَتِّكُنَّ بَتَّكَهُ قَطَعَهُ

اشارہ ہے آیت کریمہ " ولآمرنهم فليبتكن آذان الانعام (پ ع ۱۵) اور میں ان کو تعلیم دونگا کہ خوب کاٹیں گے جانوروں کے کانوں کو۔

اس آیت میں یُبَتِّکُنَّ کی تفسیر ابو عبیدہ سے نقل کرتے ہیں کہ بَتْكٌ بمعنی قطع ہے از باب تفعیل بتّك بمعنی قطع آتا ہے یعنی کاٹنا ٹکڑے کرنا، اہل جاہلیت اپنے بتوں کی نذر کے لئے بحیرہ جانوروں کے کان چیر دیتے تھے۔

قيلا وقولا واحد

اشارہ ہے آیت کریمہ " ومن اصدق من الله قيلا پ ع ۱۵) اور کون ہے اللہ سے زیادہ سچا بات کا فرماتے ہیں کہ قیل اور قول دونوں مصدر ہیں اور دونوں کے معنی ایک ہیں۔

طَبَعَ خَتَمَ

اشارہ ہے آیت کریمہ وطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون پ ع ۱۷) ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی کہ اب وہ سمجھتے نہیں ہیں (یعنی نفع ونقصان، اچھے برے کی تمیز تک نہ رہی۔ امام بخاری رہ نے اس باب میں کوئی حدیث نہیں نقل فرمائی ولم یذکر المؤلف حدیثا فی ہذا الباب حاشیہ بخاری ص۶۶۰

باب قوله ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءه جهنم

ای ہذا باب (بالتنوین) فی قولہ تعالیٰ "ومن یقتل مومنا الآیۃ پ ۵ ع ۱۰) اور جو کوئی مسلمان کو قصداً قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے الخ

(۱۱۲) حدثنا آدم بن ابی ایاس قال حدثنا شعبة قال حدثنا مغيرة بن النعمان قال سمعت سعيد بن جبير قال آية اختلف فيها اهل الكوفة فرحلت فيها الى ابن عباس فسألته عنها فقال نزلت هذه الآية "ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاءه جهنم" هي آخر ما نزل وما نسخها شئ۔

ترجمہ:۔ سعید بن جبیرؒ نے بیان کیا کہ اس آیت میں فقہاء کوفہ کا اختلاف ہو گیا تھا پھر میں سفر کر کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہونچا اور میں نے اس آیت کے متعلق آپؓ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت ومن یقتل مومنا الآیۃ نازل ہوئی اور اس باب کی سب سے آخری آیت یہ ہے اس کو کسی دوسری آیت نے منسوخ نہیں کیا ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

اشکال وجواب اس آیت کریمہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ قصداً مومن کو قتل کرنے والا مخلد فی النار ہو گا۔ یعنی ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ انہ محمول علی المستحل یعنی قتل مومن حرام ہے تو جو شخص جائز سمجھ کر کسی مؤمن کو قتل کرے گا وہ بلاشبہ کافر ہے اور کافر کے لئے ابدی جہنم ہے فلا اشکال۔

جواب ۲:۔ ہذا جزاءہ ان جوزی یعنی قتل مومن اتنا سنگین جرم ہے کہ اگر اس کی سزا دی جائے تو بتقاضائے عدل اس کی سزا دوامی جہنم، لیکن ایمان کی وجہ سے حق تعالیٰ فضل فرمائیگا۔

۳ آیت کریمہ میں خلود سے مراد مکث طویل ہے۔ البتہ اشکال لازم آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس حکم سے "وما نسخها شئ"۔

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف بھی مروی ہے اس لئے ابن عباسؓ کے اس حکم کو تشدید وتغلیظ پر محمول کیا جائے گا چنانچہ مفسرین کی بڑی جماعت کا قول ہے کہ آیت مذکورہ ومن یقتل الخ منسوخ ہے سورہ فرقان کی آیت سے، جس میں ہے "ویخلد فیہ مہانا الا من تاب الآیۃ پ ۱۹ ع ۴)
ایک جماعت نے اس آیت کو ناسخ فرمایا ہے "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک الخ
بہر حال اہل سنت والجماعت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ مرتکب کبائر مخلد فی النار نہیں ہوں گے، کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ لا یبقی فی النار من کان فی قلبہ مثقال خردل من ایمان وایضاً من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنۃ۔

باب قوله ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلم لست مومنا۔ السِّلم والسلامُ واحدٌ۔

ای ہذا بابٌ فی قولہ تعالیٰ ولا تقولوا الآیۃ (پ ۵ ع ۱۰) اور جو شخص تم سے السلام علیکم کہے تم اس سے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے فرماتے ہیں کہ السِّلم بکسر السین وسکون اللام والسَّلَم بفتحہما من غیر الف اور السَّلام بفتحہا ثم الف تینوں کے معنی ایک ہیں صرف اختلاف قرات ہے۔

(۱۱۵) حدثنی علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیان عن عمرو عن عطاء عن ابن عباس "ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا" قال قال ابن عباس کان رجلٌ فی غنیمۃ لہ فلحقہ المسلمون فقال السلام علیکم فقتلوہ واخذوا غنیمتہ فانزل اللہ فی ذٰلک الی قولہ "عرض الحیٰوۃ الدنیا" تلک الغنیمۃ قال قرأ ابن عباس السلام۔

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت کریمہ ولا تقولوا لمن القیٰ الآیۃ کے بارے میں روایت ہے، عطاء ابن ابی رباح نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا (یعنی بکریاں چرا رہا تھا) اتنے میں کچھ مسلمان اس سے ملے تو اس نے کہا۔ السلام علیکم۔ لیکن مسلمانوں نے (یہ سمجھ کر کہ کافر ہے صرف جان بچانے کیلئے سلام کہتا ہے) اس کو قتل کر دیا، اور اس کی بکریاں لے لیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ "عرض الحیٰوۃ الدنیا" تک اور یہ سامان دنیوی سے مراد بکریاں ہیں، عطاء نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے السلام بالف بعد لام المفتوح قرأت کی ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث اخرجہ مسلم فی آخر الکتاب وابو داؤد وغیرہ

واقعہ نزول کی تفصیل کے لئے دیکھئے نصر الباری کتاب المغازی ص ۲۸ باب السریۃ التی قبل نجد صفحہ ۶۶۔

باب لا یستوی القاعدون من المؤمنین والمجاھدون فی سبیل اللہ۔

ای ہذا بابٌ فی قولہ تعالیٰ لا یستوی الآیۃ (پ ۵ ع ۱۰) مسلمانوں میں سے (بلا عذر) گھر بیٹھ رہنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔

(۱۱۶) حدثنا اسمٰعیل بن عبد اللہ قال حدثنی ابراھیم بن سعد عن صالح بن کیسان عن ابن شہاب قال حدثنی سہل بن سعد الساعدیؓ انہ رای مروان بن الحکم فی المسجد فاقبلتُ حتی جلستُ الیٰ جنبہ فاخبرنا انّ زید بن ثابتٍ اخبرہ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم املیٰ علیہ "لا یستوی القاعدون من المؤمنین والمجاھدون فی سبیل اللہ" فجاءہ ابن امّ مکتوم وھو یُملّھا علیّ قال یا رسول اللہ واللہ لو استطیع الجہادَ لجاھدتُ وکان اعمیٰ فانزل اللہ علیٰ رسولہ وفخذہ علیٰ فخذی فثقلت علیّ حتی خفتُ ان ترضّ فخذی ثم سُرّی عنہ فانزل اللہ غیر اولی الضرر۔

ترجمہ :- ابن شہاب (امام زہری رح) سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضنے حدیث بیان کی کہ آپ نے (یعنی حضرت سہل رضنے) مروان بن حکم بن عاص کو مسجد میں دیکھا حضرت سہل نے بیان کیا، پھر میں ان (مروان) کے پہلو میں بیٹھ گیا پس ہم سے مروان نے بیان کیا کہ حضرت زید بن ثابت رض (کاتب وحی) نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت لکھوائی " لا یستوی القاعدون من المومنین والمجاہدون فی سبیل اللہ " ابھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت لکھوا ہی رہے تھے کہ ابن ام مکتوم رض خدمت اقدس میں آگئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر مجھکو جہاد پر قدرت ہوتی تو خدا کی قسم میں ضرور جہاد کرتا، اور ابن ام مکتوم رض نابینا تھے پس اللہ نے اپنے رسول پر وحی نازل کی درانحالیکہ آپ کی ران میری ران پر تھی چنانچہ (شدت وحی کی وجہ سے) مجھ پر اتنا بوجھ پڑا کہ مجھے اپنی ران کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہونے لگا، پھر وہ کیفیت حضور اقدس سے ختم ہوئی تو (معلوم ہوا کہ) اللہ نے غیر اولی الضرر کے الفاظ مزید نازل فرمائے (یعنی قاعدون سے مراد وہ لوگ ہیں جو بلا عذر جہاد میں شریک نہیں ہوتے لیکن جو لوگ معذور ہیں وہ مستثنیٰ ہیں)

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث مضی فی الجہاد ص۳۹۷ وہنا فی التفسیر ص۶۶۰ تا ص۶۶۱۔

مروان بن الحکم بالحاء المہملۃ والکاف المفتوحتین کان امیر المدینۃ زمن معاویۃ۔ وقال الترمذی فی ہذا الحدیث روایۃ رجل من الصحابۃ وہو سہل بن سعد رض عن رجل من التابعین وہو مروان بن الحکم ولم یسمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال بعضہم لا یلزم من عدم السماع عدم الصحبۃ وقد ذکرہ ابن عبد البر فی الصحابۃ انتہی، قلت ولو ذکرہ فی کتاب الاستیعاب فی باب مروان ولکنہ قال لم یر النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ خرج الی الطائف طفلا لا یعقل وقد ثبت عنہ انہ قال لما طلب الخلافۃ فذکروا لہ ابن عمر فقال لیس ابن عمر بافقہ منی ولکنہ اسن منی وکانت لہ صحبۃ فہذا اعتراف منہ بعدم الصحبۃ (عمدہ)

ابن ام مکتوم۔ اسمہ عبداللہ وقیل عمرو واسم ابیہ زائدۃ ام مکتوم امہ واسمہا عاتکہ۔

یمل۔ بضم الیاء وکسر المیم وتشدید اللام واصلہا یملہا کما فی القرآن والیملل الذی علیہ الحق فنقلت کسرۃ اللام الی المیم وادغمت فی اللام الثانیۃ (عمدہ)

غیر اولی الضرر جمہور کی قرارت میں لفظ غیر رفع کے ساتھ ہے اور قاعدون سے بدل واقع ہے۔ اور اعمش کی قرارت میں مؤمنین کی صفت کی بناپر جر کے ساتھ ہے، تیسری قرأت نصب کے ساتھ ہے استثناء کی بناپر یعنی غیر بمعنی الا ہے۔

(۱۱۷) ـــ حدثنا حفص بن عمر قال حدثنا شعبہ عن ابی اسحٰق عن البراء قال لما نزلت الآیۃ " لا یستوی القاعدون من المومنین " دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیدا فکتبہا فجاء ابن ام مکتوم فشکا ضرارتہ، فانزل اللہ غیر اولی الضرر ـــ

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب آیت لایستوی القاعدون من المؤمنین نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ کو (کتابت کیلئے) بلایا چنانچہ زید رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو لکھدیا پھر ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور اپنے نابینا ہونے کا عذر پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے غیر اولی الضرر کے الفاظ نازل فرمایا۔

تشریح: مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث قد مرّ فی الجہاد۔

(۱۱۸) ۔۔۔۔۔ حدثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل عن ابی اسحٰق عن البراء قال لما نزلت لایستوی القاعدون من المؤمنین قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادعوا فلانا فجاءہ و معہ الدواۃ و اللوح والکتف فقال اکتب لایستوی القاعدون من المؤمنین والمجاهدون فی سبیل اللہ وخلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم فقال یا رسول اللہ انا ضریر فنزلت مکانہا لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاہدون فی سبیل اللہ ۰

ترجمہ:۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ جب آیت لایستوی القاعدون من المؤمنین نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں (یعنی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ) کو بلاؤ چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ دوات اور لوح (تختہ) اور شانے کر آئے تو حضور ص نے فرمایا لکھو لایستوی القاعدون من المؤمنین والمجاہدون فی سبیل اللہ اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلعم کے پیچھے موجود تھے عرض کیا یا رسول اللہ میں نابینا ہوں پھر وہیں (اس طرح) نازل ہوئی لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاہدون فی سبیل اللہ۔

آیت کا ترجمہ گذر چکا۔

تشریح: ہذا طریق آخر فی حدیث البراء۔ والکتف اکثر نسخوں میں او الکتف ہے جیسا کہ فتح الباری عمدۃ القاری اور قسطلانی وغیرہ میں او کے ساتھ ہے، نیز حاشیہ پر یہ نسخہ موجود ہے، اس صورت میں شک راوی ہوگا۔

وخلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم معناہ جلس خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم او بالعکس وقال الکرمانی الحدیث الاول مشعر بان ابن ام مکتوم جاء حالۃ الاملال والثانی بانہ جاء بعد الکتابۃ، والثالث بانہ کان جالسا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ثم اجاب بقولہ لامنافاۃ اذ معنی کتبہا کتب بعض الآیۃ وہو نحو لایستوی القاعدون من المؤمنین مثلا واما جاء یعنی قولہ جاء فہو اما حقیقۃ والمراد جاء وجلس خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم او بالعکس واما مجاز عن تکلم ودخل فی البحث (عمدہ)

فنزلت مکانہا:۔ ای فی مکان الکتابۃ والمقصود نزلت فی تلک الحالۃ لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر وقال ابن التین یقال ان جبریل ہبط ورجع قبل ان یجف القلم (عمدہ)

(۱۱۹) ۔۔۔۔۔ حدثنا ابراهیم بن موسیٰ قال اخبرنا هشام ان ابن جریج اخبرهم ح قال وحدثنی

اسحٰق قال اخبرنا عبد الرزاق قال اخبرنا ابن جریج قال اخبرنی عبد الکریم ان مقسما مولیٰ عبد اللہ بن الحارث اخبرہ ان ابن عباس اخبرہ لا یستوی القاعدون من المؤمنین عن بدر والخارجون الی بدر۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضؓ نے بیان کیا (یعنی آیت کریمہ کی تفسیر بیان کی کہ آیت کا تعلق اصحاب بدر کے متعلق ہے) کہ جو مسلمان غزوۂ بدر سے بیٹھے رہ گئے (یعنی بلا کسی عذر کے شریک غزوہ نہیں ہوئے) اور جو لوگ بدر کی طرف نکلے (یعنی غزوہ میں شریک ہوئے برابر نہیں ہوسکتے ہیں۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث قد مضی فی المغازی ص۵۶۴

غیر اولی الضرر مثلاً اندھا یا لنگڑا یا بیمار ہے، یہ حضرات معذور ہیں۔

مط۶۶۱ ۔۔۔۔ باب قولہ ان الذین توفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیما کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا الآیۃ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان الذین توفّٰھم الآیۃ پ۵ ع۱۱) بیشک فرشتے (رجب) ایسے لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنھوں نے اپنے کو گنہ گار کر رکھا ہے (ہجرت ترک کرکے اور کافروں کے ساتھ رہ کر) فرشتے ان سے کہتے ہیں تم کس حال میں تھے؟ (یعنی دین کے لحاظ سے تم اسلام کی حالت میں تھے؟ جیسا کہ تمھارے اقرار سے پتہ چل رہا ہے یا کفر کی حالت میں تھے جیسا کہ کافروں کے ساتھ تمھارے مقام سے پتہ چل رہا ہے) وہ (فریضۂ ہجرت ترک کرنے والے) کہیں گے ہم اس زمین (مکہ) میں مغلوب (بے بس) تھے، فرشتے ان سے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم ہجرت کرکے وہاں چلے جاتے (یعنی مدینہ چلے جاتے جیسے حضرات صحابہ گئے)

تشریح ظالمی انفسھم ترکیب میں حال ہے ضمیر ھم سے جو توفاھم میں ہے، اپنی جان پر ظلم کرنے، اپنے آپ کو گنہ گار کر رکھنے سے مراد فریضۂ ہجرت کو ترک کرنا اور کافروں کی موافقت کرنا ہے،

توفّٰھم الملائکۃ:۔ علامہ عینی رہ فرماتے ہیں الملائکۃ ہنا ملک الموت واعوانہ وہم ستۃ الخ یعنی ملائکہ سے مراد یہاں ملک الموت اور ان کے معاونین ہیں، اور یہ معاونین چھ ہیں تین ارواح مؤمنین کے لئے اور تین کافروں کے لئے یا صرف ملک الموت مراد ہے اور جمع تعظیم کے لئے ہے کقولہ تعالیٰ انا نحیی ونمیت واللہ تعالیٰ واحد۔

شان نزول علامہ سیوطی رہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ مکہ میں کچھ لوگ مسلمان ہوگئے تھے مگر ہجرت نہیں کی تھی، کفار مکہ ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر بدر گئے جن میں کچھ لوگ مسلمان ہوگئے تھے مگر ہجرت نہیں کی تھی ان میں سے کچھ لوگ غزوہ بدر میں مارے گئے ان مرنے والوں کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔

(۱۲۰) ۔۔۔ حدثنا عبد اللہ بن یزید المقرئ قال حدثنا حیوۃ وغیرہ قالا حدثنا محمد بن عبد الرحمٰن ابو الاسود قال قطع علی اھل المدینۃ بعث فاکتتبت فیہ فلقیت عکرمۃ

مولی ابن عباس فاخبرتہ فنہانی عن ذلک اشد النھی ثم اخبرنی ابن عباس ان ناسًا من المسلمین کانوا مع المشرکین یکثرون سواد المشرکین علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ یاتی السھم یرمی بہ فیصیب احدھم فیقتلہ او یضرب فیقتل فانزل اللہ۔ ان الذین توفاھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم الآیۃ رواہ اللیث عن ابی الاسود ۔

ترجمہ: محمد بن عبدالرحمٰن ابوالاسود نے بیان کیا کہ مدینہ والوں پر لشکر لازم کردیا گیا (یعنی جب مکہ میں عبداللہ ابن زبیرؓ کی خلافت تھی تو اہل شام کے خلاف جنگ کرنے کے لئے مدینہ والے مجبور کئے گئے) اور اس لشکر میں میرا نام بھی لکھا گیا، پھر حضرت ابن عباس رضؓ کے مولیٰ عکرمہ سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے ان سے بیان کردیا (کہ اس لشکر میں میرا نام بھی شریک کرلیا گیا ہے)، تو عکرمہ نے مجھ کو بڑی شدت کے ساتھ منع کیا (یعنی اہل شام کے مقابلہ سے سختی کے ساتھ روکا) پھر عکرمہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے مجھ سے بیان فرمایا تھا کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ مشرکوں کے ساتھ رہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین کی جماعت میں اضافہ کا سبب بنتے تھے (کیونکہ مجبوراً انھیں بھی محاذ جنگ میں آنا پڑتا تھا) پھر تیر آتا جس کو پھینکا جاتا تھا، پھر ان میں سے کسی کو لگ جاتا اور اس کو قتل کردیتا یا تلوار چلائی جاتی پھر یہ مارے جاتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی ان الذین توفاھم الآیۃ اور اس حدیث کو لیث بن سعد نے بھی ابوالاسود سے روایت کی ہے (یعنی جیسے حیوۃ اور اس کا غیر یعنی عبداللہ بن لہیعہ مصری نے ابوالاسود سے روایت کی ہے ۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث اخرجہ البخاری ایضا فی الفتن ص۱۰۴۹ و ہنا فی التفسیر ص۶۶۱

ابوالاسود کو روکنے سے عکرمہ کا مقصد یہ ہے کہ مشرکین کی جماعت کے اضافہ کا سبب بننا خواہ دل سے موافقت نہ ہو پھر بھی مذموم ہے کہ ان کی مذمت میں قرآن نازل ہوا ہے۔ ان الذین توفاھم الملٰئکۃ اسی طرح اے ابوالاسود (تم بھی اس جنگ میں تکثیر کا سبب مت بنو کیونکہ فی سبیل اللہ جنگ نہیں ہے (قسطلانی)

غالباً عکرمہ کے نزدیک وجہ اشتراک مسلمانوں پر حملہ ہے، واللہ اعلم۔

باب قولہ الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لایستطیعون حیلۃ ولایھتدون سبیلا ۔

ارشاد الٰہی: الا المستضعفین الخ الآیۃ پ۵ ع ۱۱) بجز ان لوگوں کے جو مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے کمزور دبے بس) ہوں کہ جو نہ کوئی تدبیر ہی کرسکتے ہیں اور نہ کوئی راستہ جانتے ہیں۔

تشریح الا: یہ استثنا ہے وعید مذکور فاولٰئک ماوٰھم جھنم وساءت مصیرا سے مطلب یہ ہے کہ ترک ہجرت پر جو وعید ہے اس سے یہ حضرات عذر کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں، مردوں میں سے کمزور و بے بس مثلاً بہت زیادہ بوڑھا، فرتوت، مفلوج، سخت بیمار کہ پیدل سفر کی طاقت نہیں اور سواری کی

استطاعت نہیں اور بچوں اور عورتوں کا معذور ہونا ظاہر ہے۔

حیلہ وتدبیر کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ سے خلاصی سے عاجز ہیں کہ بالکل نادار ہو، اخراجات سفر وسواری نہ ہونے کی وجہ سے عاجز ہیں اور نہ ہی مکہ سے مدینہ کا راستہ معلوم اور نہ کوئی رہبر ہے۔

(۱۲۱)۔۔۔۔ **حدثنا** ابو النعمان قال حدثنا حماد عن ایوب عن ابن ابی ملیکة عن ابن عباس إلا المستضعفین قال کانت امی ممن عذر الله۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہے ابن عباس رضی نے الا المستضعفین کے سلسلے میں فرمایا کہ میری والدہ ان لوگوں میں سے تھیں جنھیں اللہ نے معذور رکھا ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی کی والدہ کا نام لبابہ بنت حارث اور کنیت ام الفضل ہے۔

مطلا :۔ **باب قوله فاولئك عسى الله ان يعفو عنهم وكان الله عفوًّا غفورًا** ۔ ا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد فاولئک الآیۃ پ۵ ع۱۱) یعنی باب سابق کی آیت سے متصل پیوست۔

پس ان لوگوں کے لئے امید ہے کہ اللہ انھیں معاف کر دیگا اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے اور بخشنے والے ہیں

تشریح ہم نے حاشیہ کا نسخہ نقل کیا ہے اور اسی کو فتح الباری اور عمدۃ القاری اور قسطلانی وغیرہ نے نقل کیا ہے، علامہ قسطلانی فرماتے ہیں "وکذا فی روایۃ ابی ذر ولغیرہ فعسی اللہ ان یعفو عنہم" ولیس ہو لفظ القرآن (قس) حافظ عسقلانی" فرماتے ہیں فاولئک عسی اللہ کا نسخہ ہی صحیح ہے اور یہ نسخہ فعسی اللہ الخ کاتبوں کی غلطی ہے (فتح الباری ص۱۶۴ ج۸)

(۱۲۲)۔۔۔۔ **حدثنا** ابونعیم قال حدثنا شیبان عن یحیی عن ابی سلمة عن ابی هریرة قال بینا النبی صلی الله علیه وسلم یصلی العشاء اذ قال سمع الله لمن حمده ثم قال قبل ان یسجد اللهم نج عیاش بن ابی ربیعة اللهم نج سلمة بن هشام اللهم نج الولید بن الولید اللهم نج المستضعفین من المؤمنین اللهم اشدد وطأتك على مضر اللهم اجعلها سنین کسنی یوسف۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی کا بیان ہے کہ اس اثناء میں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز ادا فرمارہے تھے، جب آپ نے (رکوع سے اٹھتے ہوئے) سمع اللہ لمن حمدہ کہا، پھر آپ نے سجدہ کرنے سے پہلے فرمایا (یعنی دعاء فرمائی) اے اللہ عیاش بن ربیعہ کو نجات دیجئے، اے اللہ سلمہ بن ہشام کو نجات دیجئے، اے اللہ ولید بن ولید کو نجات دیجئے، اے اللہ کمزور و بے بس مسلمانوں کو نجات دیجئے (یعنی ان تینوں مسلمانوں کو کفار مکہ کے پنجۂ ظلم سے نجات دیجئے) اے اللہ قبیلۂ مضر پر اپنی پکڑ (یعنی سزا) سخت کر دیجئے، اے اللہ اس سزا کو قحط سالیاں بنادے جیسی قحط سالیاں یوسف کے زمانے میں آئی تھیں۔

تشریح مطابقة للترجمة من حیث ان الذین عذرهم الله فی الآیة المترجم بها هم المستضعفون وقد دعا لهم النبی صلی الله علیه وسلم فی هذا الحدیث ودعا علی من عوقهم عن الهجرة ۔ (عمدہ)

والحدیث قد مضی بطوله ۱۱۰ فی باب یہوی بالتکبیر حین یسجد وایضا فی اوائل الاستسقاء ص۱۳۶

اللھم نجّ الخ کتاب الصلوٰۃ ص۱۱۰ اور ص۱۳۶ کی دونوں روایتوں میں اللھم انج کا لفظ ہے مگر معنی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ باب افعال سے انجا ینجی اور باب تفعیل سے نجّی ینجّی دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی رہائی دلانا۔

حضور اقدس ﷺ نے ۴ھ میں ان کمزور اور بے بس مسلمانوں کی رہائی اور خلاص کیلئے دعا فرمائی تھی جو مکہ میں کافروں کے پنجۂ ظلم میں مبتلا تھے اور ہجرت سے روک دیئے گئے تھے۔ اس میں پہلے خاص کر تین حضرات کے لئے پھر تمام کمزوروں کے لئے عام دعا فرمائی۔

عیاش بن ربیعہ ابوجہل کے اخیافی بھائی اور سلمہ بن ہشام ابوجہل کے حقیقی بھائی تھے اور ولید بن ولید حضرت خالد بن ولیدؓ کے بھائی تھے، یہ تینوں مکی حضرات جب مسلمان ہوگئے تو قریش مکہ نے انھیں ہجرت کرنے سے روک دیا، اور تکلیفیں پہونچائیں پھر آنحضورؐ کی دعاؤں کی برکت سے نجات ملی اور ہجرت سے بھی مشرف ہوئے

اللھم اشدد پھر آپؐ نے ان لوگوں پر بد دعا فرمائی جن لوگوں نے عیاش اور سلمہ و ولید بن ولیدؓ کو ہجرت سے روکا تھا۔ وطأۃ۔ بفتح الواو وسکون الطاء بمعنی پکڑ، دباؤ اصل میں وطی سے ماخوذ ہے جس کے معنی آتے ہیں پیر سے روندنا یہاں مراد عقوبت اور سخت سزا کے ہے اجعلها سنین ای اجعل وطأتک اعواما بجدبة کسنی یوسف المذکورة فی قولہ تعالیٰ ثم یأتی بعد ذلک سبع شداد" سنین جمع سنة اصل میں سنهة بروزن جبهة تھا لام کلمہ یعنی ہاء کو حذف کرکے اس کی حرکت ماقبل یعنی نون کو دیدیا اسی لئے اس کی جمع سنہات بھی آتی ہے

ص۶۶۱ ــــ باب قولہ تعالیٰ ولا جناح علیکم ان کان بکم اذًی مّن مّطرٍ او کنتم مرضٰی ان تضعوا اسلحتکم ــــ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد "ولا جناح علیکم الآیة پ۵ ع ۱۲) اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تمھیں بارش سے تکلیف ہو رہی ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار اتار رکھو۔

تشریح خلاصہ یہ ہے کہ اگر بارش کی وجہ سے تم کو تکلیف ہو مثلاً چمڑے کی زرہ بھیگ کر بوجھل ہو جائے یا تم بیمار ہو کر ہتھیاروں کا اٹھانا مشکل ہو تو ایسی حالت میں ہتھیار اتار کر رکھ دینے کی اجازت ہے، لیکن اپنا بچاؤ کر لینا چاہئے، یعنی کیمپ کے قریب رہ کر نماز پڑھو تاکہ دشمن اچانک حملہ نہ کردے اس سے جان کی حفاظت کا وجوب معلوم ہوتا ہے کیونکہ مومن کی جان کا انجام اعلاء کلمۃ اللہ کا موجب ہے

(۱۱۲۳) ــــ حدثنا محمد بن مقاتل ابو الحسن قال اخبرنا حجاجؒ عن ابن جریجؒ قال

اخبرنی یعلیٰ عن سعید بن جبیرٍ عن ابن عباسٍ " ان کان بکم اذیً من مطرٍ او کنتم مرضیٰ " قال عبد الرحمٰن بن عوف کان جریحاً۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ سے روایت ہے کہ آپ نے آیت کریمہ ان کان بکم اذیً من مطرٍ او کنتم مرضیٰ الآیۃ کی تفسیر کے بارے میں فرمایا کہ عبد الرحمٰن بن عوفؓ زخمی تھے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ آیت کریمہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی کی بابت نازل ہوئی درانحالیکہ عبد الرحمٰن زخمی تھے یعنی مریض تھے اس لئے ان کو ہتھیار رکھ دینے کی اجازت ملی۔

اس حدیث میں قال کا فاعل ابن عباس ہے اور عبد الرحمٰن مبتدا ہے اور اس کی خبر کان جریحا ہے

—۔ باب قولہ " ویستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیھن وما یتلیٰ علیکم فی الکتاب فی یتامی النساء ۔—

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ ۵ ع ۱۲) اور لوگ آپ سے عورتوں (کی میراث) کے متعلق فتویٰ طلب کرتے ہیں (اے پیغمبر) آپ کہدیجئے کہ اللہ تمھیں ان (عورتوں) کے بارے میں فتویٰ (یعنی حکم) دیتا ہے اور وہ (آیات) بھی جو تمھیں کتاب (قرآن) میں پڑھ کر سنایا جاتا ہے، یتیم عورتوں کے بارے میں (مطلب یہ ہے کہ آیت میراث جو اس سورت کے شروع میں گذر چکی ہے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ عورتوں اور بچوں کی حق تلفی مت کرو اللہ کا حکم ہی واجب العمل ہے، احکام الٰہی کو چھوڑ کر کسی کی عقل اور کسی کے دستور پر عمل کرنا صریح گمراہی ہے۔

(۱۲۲) —۔ حدثنا عبید بن اسماعیل قال حدثنا ابو اسامۃ قال ھشام بن عروۃ اخبرنی عن ابیہ عن عائشۃ " ویستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیھن الی قولہ وترغبون اَن تنکحوھن " قالت عائشۃ ھو الرجل تکون عندہ الیتیمۃ ھو ولیھا و وارثھا فاشرکتہ فی مالہ حتی فی العذق فیرغب ان ینکحھا ویکرہ اَن یزوّجھا رجلا فیشرکہ فی مالہ بما شرکتہ فیعضلھا فنزلت ھذہ الایۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ آیت " ویستفتونک فی النساء ارشاد الٰہی " و ترغبون ان تنکحوھن " تک حضرت عائشہ رض نے بیان کیا کہ آیت میں وہ شخص مراد ہے کہ جس کی پرورش میں کوئی یتیم لڑکی ہو اور وہ شخص اس یتیم لڑکی کا ولی اور وارث ہو پھر وہ لڑکی اس کے مال میں (بطور وراثت) شریک ہو گئی ہو (یعنی حصہ دار ہو) یہاں تک کہ باغ میں بھی، اب وہ شخص خود اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہے اور یہ پسند نہیں کہ کسی دوسرے سے اس کا نکاح کر دے کہ وہ اس کے مال میں حصہ دار بن جائے جس میں لڑکی حصہ دار تھی چنانچہ وہ اس لڑکی کو روکدے (یعنی کسی سے نکاح نہ کرنے دے) تو ایسے شخص کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح:۔ مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ

والحديث قدمرّ ۶۵۸ باقی تشریحات کیلئے حدیث ۹۷ اور ۹۸ کی تشریح دیکھئے۔

صـ۶۶۱ باب قوله وإن امرأة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد "وإن امرأة الآیۃ پ ۵ ع ۱۶) اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے زیادتی یا بے رخی کا خوف ہو۔

تشریح یعنی اگر کوئی عورت شوہر کا دل اپنے سے بے رخ دیکھے، قرائن وعلامات سے مثلاً محبت کی کمی یا نان نفقہ کی کوتاہی دیکھے اور خطرہ ہو کر طلاق دے دیگا تو اس کو خوش کرنے اور متوجہ کرنے کی خاطر اپنے مہر یا نفقہ میں سے کچھ چھوڑ کر راضی کرے تو اس مصالحت پر کسی کے ذمہ کچھ گناہ نہیں، زوجین میں مصالحت اور موافقت ہی بہتر ہے البتہ بلا وجہ عورت کو تنگ کرنا، ظلم کرنا گناہ ہے۔

وقال ابن عباس شقاق تفاسد

اشارہ ہے آیت کریمہ "وإن خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله الآیۃ پ ۵ ع ۳) اگر تمہیں خوف ہو ان دونوں (زوجین) کے درمیان اختلاف (فساد) کا تو ایک منصف مرد کے اہل (یعنی اقارب) میں سے اور ایک منصف عورت کے اقارب میں سے بھیجو الخ یعنی جانبین کے منصف تحقیق احوال کر کے سمجھا کر موافقت یا مفارقت کرا دینگے

اس آیت کے لفظ شقاق کی تفسیر حضرت ابن عباس رض سے نقل کرتے ہیں تفاسد یعنی باہمی فساد و اختلاف، نیز شقاق کے معنی عداوت بھی منقول ہیں

وأحضرت الانفس الشح هواه فی الشئ یحرص علیه

اشارہ ہے آیت کریمہ "والصلح خیر واحضرت الانفس الشح پ ۵ ع ۱۶) اور صلح بہتر ہے اور حرص (لالچ) دلوں کے سامنے حاضر کر دی گئی ہے، یعنی ہر انسان کے دل میں اپنے فائدہ کی حرص اور بخیلی گھسی ہوئی ہے، اس آیت میں لفظ شُحّ کی تفسیر بیان کرتے ہیں هواه فی الشئ کسی چیز کے لئے اس کی خواہش کر جس کی اس کو لالچ ہو یعنی حرص کی زیادتی، بخل۔

كالمعلقة لاهى ايّم ولا ذات زوج

اشارہ ہے آیت کریمہ فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة لاهی ایم ولا ذات زوج۔ پ ۵ ع ۱۶) پھر بھی کامل طور پر نہ جھک جاؤ کہ اس کو چھوڑ دو معلقہ عورت کی طرح کہ نہ وہ بیوہ رہے نہ شوہر والی۔ یعنی اگر نکاح میں کئی عورتیں ہوں تو یہ تم سے نہ ہو سکے گا کہ قلبی محبت اور ہر معاملہ میں مکمل مساوات و برابری رکھو مگر ایسا ظلم بھی نہ کرو کہ ایک طرف تو بالکل جھک جاؤ اور دوسری کو لٹکتی رکھو نہ خود ہی آرام سے رکھو بالکل علٰحدہ ہی کر دو کہ دوسرے سے نکاح کر سکے۔

نشوزا بغضا

اشارہ ہے آیت کریمہ کی طرف جو ترجمۃ الباب میں ہے، پ ۵ ع ۱۶) فرماتے ہیں کہ نشوز کے معنی ہیں بغض، دراصل نشوز مصدر ہے از نصر، ضرب بمعنی بغض، بدسلوکی، مطلب یہ ہے کہ عورت کو حقیر و ذلیل سمجھ کر نان نفقہ کم کر دینا،

زیادتی کرنا، بغض رکھنا۔

(۱۲۵) حدثنا محمد بن مقاتل قال اخبرنا عبد الله قال اخبرنا هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة. وان امرأة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا. قالت الرجل تكون عنده المرأة ليس بمستكثر منها يريد ان يفارقها فتقول اجعلك من شاني في حل فنزلت هذه الآية في ذلك۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے آیت کریمہ کے متعلق "اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے زیادتی یا بے رخی کا خوف ہو الخ" فرمایا کہ ایسا مرد کہ جس کے پاس عورت (بیوی) رہتی ہے لیکن شوہر کو اس عورت سے بہت محبت نہیں ہے وہ اس عورت کو جدا کر دینا چاہتا ہے اس پر عورت کہتی ہے کہ میں اپنا نان نفقہ مہر معاف کر دیتی ہوں (تم مجھے طلاق نہ دو میں اپنے حقوق سے بری کر دیتی ہوں) تو ایسی ہی صورت کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة۔
والحديث مرّ في الصلوة ص۳۷۰۔

ليس بمستكثر منها۔ اى من المرأة في المحبة والمعاشرة والملازمة (عمده) يريد اى الرجل۔ فتقول اى المرأة۔ من شاني اى مما يتعلق بامرى من النفقة والكسوة او مبيت۔ وروى الترمذي بسنده عن ابن عباس قال خشيت سودة ان يطلقها النبي صلى الله عليه وسلم فقالت لا تطلقني وامسكني واجعل يومي لعائشة ففعل فنزلت فلا جناح عليهما ان يصلحا بينهما صلحا والصلح خير فما اصطلحا عليه من شئ فهو جائز (ترمذی ج۲ ص۱۳۲ في آخر سورة النساء)

ص۶۶۲۔ باب قوله ان المنفقين في الدرك الاسفل من النار، وقال ابن عباس سفل النار۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان المنفقین الآیۃ (پ۵ ع۱۸) بلاشبہ منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہونگے۔
و قال ابن عباس الخ اور ابن عباس رضؓ نے اسفل من النار کی تفسیر اسفل النار سے کی ہے۔

تشریح اس تفسیر کی نقل سے مقصود ایک شبہ کا ازالہ ہے جو من النار سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ منافقین کا مقام دوزخ سے خارج ہے کقولک ہذا اسفل منہ۔ اسلئے حضرت ابن عباسؓ کی اس تفسیر سے یہ بتادیا کہ یہاں کلمۂ من اسفل اسم تفضیل کا صلہ نہیں ہے بلکہ من بیانیہ ہے فلا اشکال۔ علامہ قسطلانی رح فرماتے ہیں کہ۔ وللنار سبع درکات والمنافق في اسفلها۔ (قس)

درک۔ طبقہ، درجہ اصل میں درک مثل درجہ ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اونچے درجہ کیلئے درجۃ اور نیچے طبقہ کے لئے درک، بولا جاتا ہے جمع درکات آتی ہے۔

— نفقا سربا —

اشارہ ہے آیت کریمہ فان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض او سلما فی السماء (پ۷ ع۱۰) اس آیت

میں نفق کے معنی سَرب یعنی سرنگ کے ہیں۔

علامہ عینیؒ پہلے تو اعتراض کرتے ہیں کہ لامناسبۃ لذکرہ ھنا یعنی سورۂ نساء کی تفسیر میں نفقا کی تفسیر بے محل ہے اس لئے کہ یہ لفظ سورۂ انعام کا ہے پھر خود ہی جواب نقل کرتے ہیں " وقال الکرمانی غرضہ بیان اشتقاق المنافقین" مطلب یہ ہے کہ یہاں اشتراک اشتقاق کی وجہ سے لایا گیا کہ منافقین کا مادہ بھی نفق ہے بمعنی سرنگ ظاہر میں زمین کے برابر ہے اور باطن میں کچھ اور اسی طرح منافق کا ظاہر و باطن یکساں نہیں۔ —— لیکن علامہ عینیؒ اس جواب سے مطمئن نہیں ہیں، پھر فرماتے ہیں " وفیہ نظر لا یخفی واقول فی ہذا النظر نظر۔

(۱۳۷) —— حدثنا عمرُ بنُ حفصٍ قال حدثنا ابی قال حدثنا الاعمشُ قال حدثنی ابراھیمُ عن الاسودِ قال کنّا فی حلقةِ عبد اللّٰہ فجاء حذیفةُ حتی قام علینا فسلّم ثم قال لقد أُنزلَ النفاقُ علیٰ قومٍ خیرٍ منکم قال الاسود سبحان اللّٰہ اِنّ اللّٰہ یقول "اِنّ المنٰفقین فی الدرك الاسفل من النار" فتبسّم عبد اللّٰہ وجلسَ حُذیفة فی ناحیة المسجد فقام عبداللّٰہ فتفرق اصحابُہ فرمانی بالحصا فاتیتُہ فقال حذیفة عجبتُ من ضحکہ وقد عرف ما قلت لقد انزل النفاق علی قومٍ کانوا خیرًا منکم ثم تابوا فتاب اللّٰہ علیھم ۔ ——

ترجمہ:۔ اسود بن یزید نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حلقہ (یعنی حلقہ درس) میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ آئے اور ہمارے پاس کھڑے ہو کر سلام کیا، پھر فرمایا " نفاق میں وہ جماعت مبتلا ہو گئی تھی جو تم سے بہتر تھی، اس پر اسود نے (تعجب کرتے ہوئے) کہا سبحان اللہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے، پس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسکرائے اور حذیفہؓ مسجد کے کنارے میں جا کر بیٹھ گئے اس کے بعد حضرت عبداللہؓ اٹھ گئے پھر آپ کے تلامذہ بھی ادھر ادھر چلے گئے پھر حذیفہؓ نے مجھ پر کنکری پھینکی (مجھے بلانے کے لئے) میں حاضر ہو گیا تو حذیفہؓ نے فرمایا کہ مجھے عبداللہ ابن مسعودؓ کی ہنسی سے حیرت ہوئی حالانکہ میں نے جو کہا تھا وہ خوب سمجھ گئے بلاشبہ نفاق میں ایک جماعت کو مبتلا کیا گیا تھا لیکن پھر انہوں نے توبہ کرلی اور اللہ نے بھی توبہ قبول فرمالی۔

تشریح | مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ ۔۔

لقد انزل النفاق علی قوم خیر منکم ای ابتلوا بہ واما الخیریۃ فلانھم کانوا من طبقۃ الصحابۃ فھم خیر من طبقۃ التابعین لکن اللہ ابتلاھم فارتدوا و نافقوا فذھبت الخیریۃ عنھم ومنھم من تاب فعادت الیہ الخیریۃ وقال ابن الجوزی مقصود حذیفۃ ان جماعۃ من المنافقین صلحوا واستقاموا فکانوا خیرا من اولئک التابعین لمکان الصحبۃ والصلاح کمجمع ویزید بن حارثۃ بن عامر کانا منافقین فصلحت حالھما واستقامت وکانہ اشار بالحدیث الی تقلب القلوب، وقال ابن التین کان حذیفۃ حذرھم ان ینزع منھم الایمان لان الاعمال بالخواتیم (عمدہ)

صفحہ ۶۶۲ ۔۔ باب قولہ " انا اوحینا الیك " الی قولہ ویونس وھٰرون وسلیمان ۔ ——

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:- انا اوحینا الیک" ارشاد (یونس الآیۃ پ۶ ع ۳) پوری آیت یہ ہے انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ واوحینا الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وعیسیٰ وایوب ویونس وھٰرون وسلیمٰن واٰتینا داؤد زبورا۔

ترجمہ:- ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوح ؑ کے پاس بھیجی تھی اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد کے پاس اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کے پاس اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔

اس پر تفصیلی بحث نصر الباری جلد اول "بدء الوحی میں آئے گی انشاء اللہ الرحمٰن۔

(۱۲۷)۔ حدثنا مسدد قال حدثنا یحیی عن سفیان قال حدثنی الاعمش عن ابی وائل عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ماینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن متی۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کیلئے یہ مناسب نہیں ہے یہ کہنا کہ میں یونس بن متی (علیہ السلام) سے بہتر ہوں۔

تشریح مطابقۃ للترجمہ فی قولہ "یونس"

والحدیث اخرجہ البخاری ھنا ص۶۶۳ ومر فی کتاب الانبیاء ص۴۸۱ ایضا ص۴۸۵۔

متی: بفتح المیم وتشدید المثناۃ الفوقیۃ مقصور والصحیح انہ اسم ابیہ۔

اس حدیث پاک کا مطلب دو طرح بیان کیا جاتا ہے ۱ کسی بھی انسان کیلئے جائز نہیں کہ اپنے کو کسی نبی سے بہتر کہے خواہ وہ ولی ہو یا مجتہد، قطعاً جائز نہیں اور اس کا عدم جواز واضح ہے،

دوسرا مطلب یہ ہے کہ انا سے مراد حضور اقدس ؐ ہوں یعنی کسی بندہ کے لئے یہ کہنا مناسب نہیں کہ میں یعنی سرکار دو عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یونس بن متی سے بہتر ہیں۔ تفصیل کے لئے حدیث ۱۵۴ کی تشریح ملاحظہ فرمائیے۔

(۱۲۸)۔ حدثنا محمد بن سنان قال حدثنا فلیح قال حدثنا ھلال عن عطاء بن یسار عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال انا خیر من یونس بن متی فقد کذب۔

ترجمہ و تشریح کیلئے دیکھئے حدیث سابق، نیز اسی کتاب التفسیر کی حدیث ۱۵۴ ملاحظہ فرمائیے۔

ص۶۶۳۔ باب قولہ "یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ ان امرؤ ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترک وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد" والکلالۃ من لم یرثہ اب او ابن وھو مصدر من تکللہ النسب۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ۶ ع ۴) یعنی لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تمہیں (میراث) کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے ایک بہن ہو تو اس کو اس ترکہ

کا نصف ملیگا اور وہ مرد وارث ہوگا اس (بہن کے کل ترکہ) کا اگر اس بہن کے اولاد نہ ہو۔

اور کلالہ وہ شخص ہے جس کے وارثوں میں سے نہ باپ ہو نہ بیٹا، اور لفظ کلالہ تکللہ النسب کا مصدر ہے، قال بعضہم ہو قول ابی عبیدۃ یعنی نسب نے اس کو ایک طرف پھینکدیا اسلئے کہ ایک طرف باپ ہے اور ایک طرف بیٹا اور اس کا دونوں جانب (اصل اور فرع) غائب ہے اس لئے جس کا دونوں طرف غائب ہو وہ کلالہ کہلاتا ہے، پس تکلل مصدر ہے اور اسم مصدر کلالہ ہے۔

(۱۲۹) حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا شعبۃ عن ابی اسحٰق قال سمعتُ البراءَ قال آخر سورۃ نزلت براءۃ وآخر آیۃ یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ۔

ترجمہ:- حضرت براء رض نے بیان کیا کہ سب سے آخری سورت برأۃ نازل ہوئی اور سب سے آخر میں جو آیت نازل ہوئی وہ آیت یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالہ تھی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
اس کی مفصل تشریح کے لئے سورۂ بقرہ کے اواخر رکوع میں حدیث ۶۸ کی تشریح دیکھئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ المائدۃ

وجہ تسمیہ اس سورۃ کو سورۂ مائدہ کہتے ہیں، اس لئے کہ اس میں مائدہ (خوان) کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ ؑ پر نازل ہوا تھا اس سورت کا نام سورۃ العقود بھی ہے چونکہ اس کی پہلی آیت میں ایفائے عہود کا حکم ہے۔ لفظ مائدہ کے معنی ہیں وہ دسترخوان جس پر کھانا ہو، لیکن اگر دسترخوان پر کھانا موجود نہ ہو تو اس کو مائدہ نہیں کہا جاتے گا، جیساکہ علامہ عینی رہ ابو عبیدہ سے نقل کرتے ہیں کہ مائدہ فاعلہ کے وزن پر ہے بمعنی مفعولۃ جیسے عیشۃ راضیۃ بمعنی مرضیۃ ہے۔

نیز لفظ مَیْدہ اور مائدہ کا اطلاق نفس کھانا پر بھی آتا ہے، حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ سورۂ مائدہ ان سورتوں میں سے ہے جو اخیر میں نازل ہوئیں، جو اس میں حلال پاؤ اس کو حلال جانو اور جو حرام پاؤ اس کو حرام جانو۔

جمہور مفسرین کے نزدیک اس سورت کے بعد صرف سورہ نصر یعنی اذا جاء نصر اللہ نازل ہوئی، یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی اس کے سولہ رکوع اور ایک سو بیس آیات ہیں۔

حُرُمٌ واحدها حرامٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ اُحِلَّت لکم بھیمۃ الانعام الا ما یتلیٰ علیکم غیر مُحِلّی الصید وانتم حُرُمٌ (پ ۶ ع ۵) تمہارے تمام چوپائے مویشی حلال کر دیئے گئے مگر وہ جانور جن کی حرمت تمہارے سامنے بیان کی جائے گی (وہ تمہارے لئے حلال نہیں. مطلب یہ ہے کہ اسی رکوع میں حرمت علیکم المیتۃ والدم الآیۃ

میں بیان آرہا ہے) مگر احرام کی حالت میں شکار کو حلال نہ جانو۔ امام بخاریؒ ابو عبیدہ سے نقل کرتے ہیں کہ حُرُم کا واحد حرام ہے بمعنی محرم۔

فبما نقضهم بنقضهم

اشارہ ہے آیت کریمہ فبما نقضهم میثاقهم لعنّٰهم (پ ۶ ع ۷) ہم نے ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ان پر لعنت کی۔ مقصد یہ ہے کہ ما زائدہ ہے اور بما نقضهم بمعنی بنقضهم ہے جیسے دوسری جگہ ہے۔ فبما رحمة من الله لنت لهم۔

التی کتب الله التی جعل الله

اشارہ ہے آیت کریمہ: ادخلوا الارض المقدسة التی کتب الله لکم (موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے قوم) اس پاک زمین (ملک شام) میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے، یعنی آیت میں کتب الله بمعنی جعل الله ہے یعنی اللہ نے مقرر کر دیا ہے۔

تبوء تحمل

اشارہ ہے آیت کریمہ: انی اریدُ ان تبوء باثمی و اثمك (پ ۶ ع ۹) بلاشبہ میں چاہتا ہوں کہ تو میرا بھی اور اپنا گناہ بھی اٹھائے۔ قال ابو عبیدة فی تفسیر الآیة ای تحمل، یعنی ابو عبیدہؒ نے آیت مذکورہ میں تبوء کی تفسیر تحمل سے کی ہے (فتح) اور جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ آیت میں اثمی سے مراد اثم قتل ہے۔

وقال غیره الاغراء التسلیط

اشارہ ہے آیت کریمہ: فاغرینا بینهم العداوة والبغضاء الی یوم القیمة (پ ۶ ع ۷) پس ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور کینہ ڈال دیا جو قیامت تک ان میں رہے گا۔

اس آیت میں لفظ اغرینا کی تفسیر کی گئی ہے کہ اغراء بمعنی تسلیط ہے یعنی ہم نے نصرانیوں کے باہم دشمنی اور کینہ کو قیامت تک کے لئے مسلط کر دیا، پس یہ تفسیر باللازم ہے۔ اکثر مفسرین اغرینا کی تفسیر القینا سے کرتے ہیں اور یہی واضح ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے۔ والقینا بینهم العداوة والبغضاء الآیة (پ ۶ ع ۱۳) شروح بخاری مثلاً عمدة القاری، فتح الباری وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس جگہ "وقال غیره" بے محل معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس سے قبل کسی نام کی تصریح نہیں ہے کہ غیرہ کی ضمیر کا مرجع قرار دیا جائے، حافظ عسقلانی اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ نسفی کی روایت میں یہ عبارت "وقال غیره" نہیں ہے اس صورت میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا ہے، پھر فرماتے ہیں کہ کاتبوں سے عبارت میں تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے اس کے آگے بعض نسخہ میں ہے وقال ابن عباس مخمصة مجاعة وقال غیره الاغراء التسلیط۔ "وہذا اوجہ" البتہ علامہ قسطلانیؒ نے قبل سے بیان کیا ہے۔ وقال غیره ای غیر السدی۔

دائرة دولة

اشارہ ہے آیت کریمہ فتری الذین فی قلوبھم مرضٌ یسارعون فیھم یقولون نخشٰی ان تصیبنا دائرۃ . پ ع ۱۲) پس (اے دیکھنے والے) تم دیکھو گے کہ جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان کافروں میں گھستے ہیں (اگر کوئی ملامت کرے تو حیلہ بازی اور دشمن سازی کے لئے) کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ ہم کو کوئی حادثہ (گردش) نہ آپہونچے۔

اس آیت میں لفظ دائرۃ بمعنی دولۃ ہے یعنی گردش مصیبت۔ منافقوں کا مقصد یہ تھا کہ ہم کو یقین نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے اگر کوئی وقت ایسا آیا کہ دشمن ان پر غالب آگیا تو وہ کفار ہم کو مخالف سمجھ کر قتل کر ڈالیں گے۔ لہٰذا ہم ان سے بگاڑنا نہیں چاہتے۔

اجورھنّ مھورھنّ

اشارہ ہے آیت کریمہ اذا اتیتموھن اجورھنّ محصنین غیر مسافحین پ ع ۵) (یعنی تمہارے لئے حلال کر دی گئیں پاکدامن مسلمان عورتیں اور پاکدامن اہل کتاب عورتیں)، جب تم ان کا مہر ادا کر دو بیوی بنانے کیلئے (یعنی میعادی نکاح درست نہیں) نہ کہ مستی نکالنے کے لئے۔ اس میں اجورھن کے معنی ہیں مھورھن۔

مخمصۃ مجاعۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ فمن اضطرّ فی مخمصۃ غیر متجانف لاثم پ ع ۵) پس جو شخص بھوک کی شدت میں مجبور ہو جائے بشرطیکہ گناہ کی طرف میلان نہ ہو (یعنی نہ قدر ضرورت سے زیادہ کھائے اور نہ لذت مقصود ہو۔ اس آیت میں مخمصۃ بمعنی مجاعۃ ہے یعنی سخت بھوک۔

قال سفیان مافی القرآن اٰیۃ اشد علیّ من لستم علیٰ شئی حتی تقیموا التورٰۃ والانجیل وما انزل الیکم من ربکم

سفیان ثوری رہ نے فرمایا کہ قرآن مجید کی کوئی آیت مجھ پر گراں اور شدید تر نہیں، اس آیت سے" قل یٰاھل الکتاب لستم علیٰ شئ حتی تقیموا التورٰۃ والانجیل وما انزل علیکم من ربکم پ ع ۱۴) یعنی آپ (ان یہود و نصاریٰ سے) کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر نہیں ہو (کیونکہ حق سے منحرف ہو کر بے راہ ہو چکے ہو) جب تک کہ تم توریت کی اور انجیل کی اور اس کتاب کی جو تمہارے پاس (بواسطہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ یعنی قرآن مجید قائم نہ کرو۔

آیت مبارکہ مذکورہ میں جمہور مفسرین کے نزدیک اہل کتاب کو خطاب ہے اور اس آیت میں اہل کتاب کو اسلام میں داخل ہونے کی ترغیب ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے اہل کتاب تم جب تک قرآن مجید پر ایمان نہیں لاؤ گے اس وقت تک نہ تم راہ ہدایت پر ہو نہ راہ حق پر، کیونکہ خود توریت اور انجیل میں پیغمبر الزماں اور اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید کی بشارت دی گئی تھی، قرآن مجید کا انکار توریت و انجیل کے انکار کو مستلزم ہے، لیکن چونکہ سفیان ثوری رہ نے اس آیت میں مسلمانوں کو مخاطب خیال فرمایا اس لئے شدت

محسوس ہوئی کہ توریت وانجیل کے علم وعمل کی تکلیف اٹھانی پڑے گی حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

من احیاها، یعنی من حرّم قتلها إلا بحقّ احیی الناس جمیعا

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ ومن احیاها فکانما احیا الناس جمیعا پ ع ۹) اس میں من احیاها کی تفسیر کرتے ہیں۔ یعنی جس نے بغیر حق کے قتل نفس کو حرام قرار دیا اس نے تمام انسانوں کو بچالیا، مطلب یہ ہے کہ جس نے کسی کو ہلاکت سے بچالیا، کسی ظالم قاتل کے ہاتھ سے بچالیا تو اس کا اجر وثواب اتنا ہے جتنا سارے جہاں کے زندہ کرنے اور بچانے کا اس لئے کہ اس نے اپنے عمل سے امن وحیات کا دروازہ کھولا۔

شرعة ومنهاجا سبیلا وسنة

اشارہ ہے آیت کریمہ لکلّ جعلنا منکم شرعة ومنهاجا پ ع ۱۱) یعنی تم میں سے ہر ایک (امّت) کے لئے ایک شریعت اور ایک طریقت (یعنی ایک دستور اور ایک راہ عمل) مقرر کیا تھا (مثلاً یہود کی شریعت وطریقت تورات تھی اور نصاریٰ کی شریعت وطریقت انجیل تھی، پھر اگر امت محمدیہ کے لئے شریعت وطریقت قرآن مجید مقرر کیا گیا جس کا حق ہونا بھی دلائل سے ثابت ہے تو انکار کیوں ہے؟ آیت کریمہ کے لفظ شرعة ومنهاجا کی تفسیر ابو عبیدہ نے کی ہے، قال ابو عبیدہ شرعة ای سنة ومنهاجا ای سبیلا (فتح) تفسیر لف نشر غیر مرتب ہے۔

المهیمن الامین القرآن امین علی کلّ کتاب قبله

اشارہ ہے آیت کریمہ و انزلنا الیك الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیه من الکتاب ومهیمنا علیه۔ پ ع ۱۱) اور (توریت وانجیل کے بعد) ہم نے یہ کتاب (قرآن مجید) آپ کے پاس بھیجی جو خود بھی صدق (حق) کے ساتھ متلبّس ہے اور اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے (کہ پہلی کتابیں یعنی توریت، زبور انجیل سب منزل من اللہ ہیں) اور اس پر (یعنی کتب سابقہ کے مضامین پر) نگہبان ومحافظ ہے۔

آیت کریمہ کے لفظ مھیمن کی تفسیر کرتے ہیں آمین سے۔ اور امام بخاری رہ نے فضائل القرآن میں فرمایا ہے "قال ابن عباس المهیمن الامین القرآن امین علی کل کتاب قبله ملا۷۲۴"۔ پس معلوم ہوا کہ المهیمن کی تفسیر امین سے حضرت ابن عباس رض کی تفسیر ہے۔ القرآن امین علی کل کتاب قبله یعنی من الکتب والصحف المنزلة علی الانبیاء والرسل علیهم السلام واثر ابن عباس هذا رواه عبد بن حمید فی تفسیره عن سلیمان بن داؤد عن شعبة عن ابی اسحاق قال سمعت التمیمی عن ابن عباس، مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید تمام کتب سابقہ پر امین ومحافظ ہے چونکہ قرآن مجید ہمیشہ ہمیش کے لئے ہے اور تمام کتب سابقہ کا مصدّق ہے پس تمام کتب سابقہ کا منزل من اللہ ہونا قرآن مجید کے ذریعہ محفوظ ہوگیا۔ وقال ابن جریج القرآن امین علی الکتب المتقدمة فما وافقه منها فحق وما خالفه منها فهو باطل (قسطلانی)

حاصل یہ ہے کہ کتب سابقہ میں سے جو قرآن مجید کے مطابق ہو اسے لینا چاہئے اور جو اس کے خلاف ہو اس کو منسوخ یا محرّف سمجھ کر رَدّ کر دینا چاہئے۔

لغت کے اعتبار سے مہیمن اسم فاعل کا صیغہ ہے اور ھَیمَن یُھَیمِنُ ھیمنۃً سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں حفاظت کرنا، نگہبانی کرنا، پس مہیمن کے معنی ہوئے محافظ اور نگہبان، نیز ھیمنۃ کے ایک معنی آمین کہنا بھی آتا ہے وقال ابو عبیدۃ لم یجئ فی کلام العرب علی ہذا البناء الاربعۃ الفاظ مبیطر، مسیطر، مھیمن و مبیقر (فتح الباری وعمدۃ القاری)

صہ ۶۶۲ باب قولہ الیومَ اکملتُ لکم دینکم

(۱۳۰) حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا عبدالرحمٰن قال حدثنا سفیان عن قیس عن طارق بن شہاب قالت الیہود لعمر انکم تقرؤن آیۃ لو نزلت فینا لاتخذناھا عیدا فقال عمر انی لاعلم حیث اُنزلت واین انزلت واین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین اُنزلت یومَ عرفۃ وانا واللہِ بعرفۃ قال سفیان واَشُکُّ کان یومَ الجمعۃ اَمْ لا الیوم اکملت لکم دینکم الآیۃ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد الیوم اکملت لکم دینکم پ ۶ ع ۵۔

ترجمہ :- طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ یہودیوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ لوگ ایک ایسی آیت کی تلاوت کرتے ہیں کہ اگر وہ آیت ہمارے یہاں نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس آیت کو (یعنی اس آیت کے نزول کے دن کو) عید بنا لیتے (خوشی منایا کرتے اسلئے کہ اس میں کمال دین کا ذکر ہے) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ آیت کہاں اور کب نازل ہوئی؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف فرما تھے، جس وقت عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی اور خدا کی قسم ہم میدان عرفہ میں تھے، سفیان نے کہا کہ مجھے شک ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا یا نہیں؟" آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مرّ فی کتاب الایمان صلا وفی المغازی ص۶۳۳ وھنا فی التفسیر ۶۶۲ وسیاتی ص۱۰۷۹

قالت الیہود یعنی یہودیوں نے کہا، کتاب المغازی کی روایت میں ہے اناساً من الیہود چند یہودیوں نے کہا ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ اصل سائل کے ساتھ اور لوگ بھی تھے اور کتاب الایمان میں ہے انّ رجلاً من الیہود، یہاں صرف سائل یعنی کعب احبار مراد ہے، بعض روایت میں تو تصریح ہے کہ یہ کہنے والے کعب احبار تھے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مشرف باسلام ہوئے وفات سنۃ ثلاث وثلاثین۔

مزید تشریحات کے لئے دیکھئے نصر الباری کتاب المغازی ص۴۸۲۔

صہ ۶۶۲ باب قولہ فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیدًا طیّبًا

ارشاد خداوندی پ ۶ ع ۲) پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو۔

تیمّموا تعمدوا آمین عامدین امّمتُ وتیمّمتُ واحدٌ

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں تیمموا بمعنی تعمّدوا ہے یعنی تم قصد کرو، تم ارادہ کرو، تیمّمُ مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اسی سے آتا ہے آمّین بمعنی عامدین اشارہ ہے آیت کریمہ ولا الهدی ولا القلائد ولا آمّین البیت الحرام پ ۶ ع ۵) فرماتے ہیں کہ آمین بمعنی عامدین ہے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر اس کا واحد آمٌّ ہے، اور امّمت اور تیمّمت ایک معنی میں ہے یعنی دونوں کے معنی ہیں قصد کرنا۔

✦ وقال ابن عباس لمستم وتمسّوهنّ واللاتی دخلتم بهنّ والافضاء النکاح ✦

اور حضرت ابن عباس رضی نے فرمایا کہ قرآن مجید کے مذکورہ بالا چاروں الفاظ کے معنی نکاح یعنی وطی کے ہیں۔ لمستم اشارہ ہے آیت کریمہ ان کنتم مرضیٰ او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء پ ۶ ع ۲)، دوسرا لفظ ہے۔ وتمسّوهن" اشارہ ہے آیت کریمہ" وان طلقتموهنّ من قبل انْ تمسّوهن الآیۃ پ ۲ ع ۱۵۔ تیسرا ہے آیت کریمہ من نسائکم الّتی دخلتم بهنّ پ ۴ ع ۱۵، اور چوتھا ہے وقد افضیٰ بعضکم الی بعض پ ۴ ع ۱۴) ان چاروں کے معنی ایک ہیں یعنی نکاح بمعنی وطی۔

(۱۳۱) ✦ حدثنا اسمعیل قال حدثنی مالك عن عبدالرحمٰن بن القاسم عن ابیه عن عائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم قالت خرجنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی بعض اسفاره حتی اذا کنا بالبیداء او بذات الجیش انقطع عقدٌ لی فاقام رسول الله صلی الله علیه وسلم علی التماسه واقام الناس معه ولیسوا علی ماءٍ ولیس معهم ماءٌ فاتی الناس الی ابی بکر الصدیق فقالوا الا تری ماصنعتْ عائشة اقامت برسول الله صلی الله علیه وسلم وبالناس ولیسوا علی ماءٍ ولیس معهم ماء فجاء ابوبکر ورسول الله صلی الله علیه وسلم واضعٌ راسه علی فخذی قد نام فقال حبستِ رسول الله صلی الله علیه وسلم والناسَ ولیسوا علی ماء ولیس معهم ماء قالت عائشة فعاتبنی ابوبکر وقال ماشاء الله ان یقول وجعل یطعُنُنی بیده فی خاصرتی ولا یمنعنی من التحرك الا مکانُ رسول الله صلی الله علیه وسلم علی فخذی فقام رسول الله صلی الله علیه وسلم حین اصبح علی غیر ماءٍ فانزل الله آیة التیمم فتیمموا فقال اُسید بنُ حُضیر ماهی باول برکتکم یا آل ابی بکر قالت فبعثنا البعیر الذی کنتُ علیه فاذا العقدُ تحتهٗ ✦

ترجمہ:۔ حضور اقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں (یعنی غزوۂ بنی المصطلق کے سفر ۶ھ میں) نکلے، جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش پر پہونچے (شک راوی) تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاش میں ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے، اور یہ لوگ پانی کے قریب نہیں تھے اور نہ ہی ان

لوگوں کے ساتھ پانی تھا، پھر لوگ ابوبکر صدیق رض کے پاس آئے اور کہنے لگے: کیا آپ عائشہ کی کارگذاری نہیں دیکھتے! کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمام لوگوں کو (ایک جنگل میں) ٹھہرا رکھا ہے اور یہاں پانی بھی قریب میں نہیں ہے اور نہ ہی لوگوں کے ساتھ پانی ہے، پھر ابوبکر رض آئے اس وقت رسول اللہ ؐ اپنا سر مبارک میری ران پر رکھے سو رہے تھے ابوبکر رض نے کہا: تونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمام لوگوں کو روک دیا حالانکہ قریب میں کہیں پانی نہیں اور نہ ہی لوگوں کے ساتھ کچھ پانی ہے، حضرت عائشہ رض نے بیان کیا کہ ابوبکر رض مجھ پر بہت ناراض ہوئے اور جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا (برا بھلا) وہ کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچو کے لگائے (میں ضرور حرکت کرتی) مگر میں نے صرف اس خیال سے حرکت نہیں کی کہ رسول خدا ؐ کا سر مبارک میری ران پر تھا، جب صبح کے وقت رسول اللہ ؐ اٹھے تو پانی کا وجود نہیں تھا تب اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی اور لوگوں نے تیمم کیا اس پر اُسید بن حضیر رض نے کہا، اے ابوبکر کے گھرانے والو یہ کچھ تمھاری پہلی برکت نہیں ہے، حضرت عائشہ رض نے بیان کیا کہ پھر ہم نے اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہار اسی کے نیچے مل گیا۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ فتیمموا۔
والحدیث قدمرّ فی کتاب التیمم ص۴۸۔

بالبیداء بفتح الباء الموحدہ وسکون الیاء۔ **ذات الجیش** بفتح الجیم وسکون الیاء وبالشین المعجمۃ وھما اسمان لموضعین بین مکۃ والمدینۃ (عمدہ) **عقد** بکسر العین القلادۃ وکانت لاسماء اخت عائشۃ فاستعارتہا عائشۃ منہا، واضافہا الیٰ نفسہا بملابسۃ العاریۃ۔

تیمم کی تفصیل کے لئے احقر کی نصر الباری کتاب المغازی ص۱۹۷ دیکھئے۔

(۱۳۲) **حدثنا** یحیی بن سلیمان قال حدثنی ابن وھب قال اخبرنی عمرو ان عبد الرحمٰن بن القاسم حدثہ عن ابیہ عن عائشۃ قالت سقطت قلادۃ لی بالبیداء ونحن داخلون المدینۃ فاناخ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونزل فثنی راسہ فی حجری راقدا اقبل ابوبکر فلکزنی لکزۃ شدیدۃ وقال حبست الناس فی قلادۃ فبی الموت لمکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد اوجعنی ثم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استیقظ وحضرت الصبح فالتمس الماء فلم یوجد فنزلت. یا یھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم الآیۃ فقال اُسید بن حضیر لقد بارک اللہ للناس فیکم یا آل ابی بکر ما انتم الا برکۃ لھم۔

ترجمہ ۔ حضرت عائشہ رض نے بیان کیا ہے کہ میرا ہار مقام بیداء میں گر گیا (گم ہوگیا) درانحالیکہ ہم مدینہ واپس آرہے تھے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ (یعنی سواری) کو بٹھایا اور اتر گئے، پھر اپنے سر مبارک کو میری گود میں رکھ کر سو گئے، ابوبکر رض آئے اور مجھکو ایک سخت مُکّا مارا اور فرمایا کہ تونے

ایک ہار کی وجہ سے لوگوں کو روک دیا ہے. لیکن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بے حس وحرکت رہی حالانکہ (حضرت ابوبکر کے مارنے سے) مجھے تکلیف ہوئی تھی پھر نبی اکرم بیدار ہوئے اور صبح (کی نماز) کا وقت ہوگیا اور پانی تلاش کیا گیا لیکن نہیں پایا گیا تو آیت نازل ہوئی۔ یاایھا الذین امنوا الآیۃ (سورہ مائدہ) اس پر حضرت اسید بن حضیر نے کہا۔ اے ابوبکر کے گھرانے والو تم لوگوں کی وجہ سے اللہ نے لوگوں کو یہ آسانی دی یقیناً تم لوگ لوگوں کے لئے باعث خیر و برکت ہی ہو۔

تشریح ھذا طریق آخر فی الحدیث المذکور۔
اسید بن حضیر کلاھما بالتصغیر الاوسی الانصاری وکان من النقباء لیلۃ العقبۃ۔ حضرت الصبح ای صلوٰۃ الصبح۔ فیکم ای بسببکم

صفحہ ۶۶۳ باب قول اللہ فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون

اللہ تعالیٰ کا ارشاد "فاذھب انت الآیۃ پ ۶ ع ۸) پس آپ خود اور آپ کے خداوند چلے جائیے اور لڑ بھڑ لیجئے ہم تو یہاں سے ٹلتے نہیں۔

(۱۲۳) **حدثنا** ابو نعیم قال حدثنا اسرائیل عن مخارق عن طارق بن شہاب قال سمعت ابن مسعود قال شھدت من المقداد ح وحدثنی حمدان بن عمر قال حدثنا ابو النضر قال حدثنا الاشجعی عن سفیان عن مخارق عن طارق عن عبد اللہ قال قال المقداد یوم بدر یا رسول اللہ انا لا نقول لک کما قالت بنو اسرائیل لموسیٰ "فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون" ولکن امض ونحن معک فکانہ سُرّی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورواہ وکیع عن سفیان عن مخارق عن طارق ان المقداد قال ذالک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ مقداد رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کے موقع پر کہا تھا یا رسول اللہ بلاشبہ ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ آپ خود اور آپ کے رب چلے جائیں اور دونوں لڑ بھڑ لیں ہم تو یہاں سے ٹلتے نہیں" لیکن (ہم تو اس طرح کہیں گے کہ) آپ (محاذ پر) تشریف لے چلئے ہم آپ کے ساتھ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اس گفتگو سے) خوشی ہوئی۔ اور وکیع نے اس حدیث کی روایت کی سفیان سے، انھوں نے مخارق سے مخارق نے طارق بن شہاب سے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
اخرجہ من طریقین، احدھما عن ابی نعیم بضم النون الفضل بن دکین عن اسرائیل بن یونس عن مخارق بضم المیم عن طارق بن شہاب عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ومرّ فی غزوۃ بدر ص۵۶۴۔

شھدت من المقداد. میں نے مقداد رضی اللہ عنہ سے معائنہ کیا، یعنی میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا۔

سُرّیَ بصیغہ مجہول، لغوی معنی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غم دور کر دیا گیا، سری عنہ غم یا غصہ زائل ہو گیا، سُرّی عنہ غم دور کر دیا گیا (مصباح) جس کا لازمی معنی ہو گا کہ خوشی ہوئی۔

نوٹ ملک شام میں داخل ہو کر قوم عمالقہ سے جہاد کا حکم اور بنو اسرائیل کا دل آزار جواب، فاذہب انت و ربک الآیۃ کی پوری تفصیل کیلئے دیکھئے معارف القرآن ص۹۵۔

باب قولہ "انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا" الی قولہ او ینفوا من الارض۔ المحاربۃ للہ الکفر بہ

ہذا باب فی قولہ تعالیٰ پ۶ ع۹) جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور (اس لڑنے کا مطلب یہ ہے کہ) ملک میں فساد (بدامنی) پھیلاتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ (ایک حالت میں تو) قتل کئے جائیں (وہ حالت یہ ہے کہ ان رہزنوں نے کسی کو صرف قتل کیا اور مال لینے کی نوبت نہ آئی ہو) یا (اگر دوسری حالت ہوئی ہو تو) سولی دیئے جائیں، تا ارشاد "ینفوا من الارض"۔ اللہ تعالیٰ سے محاربہ (جنگ) اس کا انکار کرنا ہے (یعنی اسلام کے بعد کفر و ارتداد۔

(۱۴۲) حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا محمد بن عبد اللہ الانصاری قال حدثنا ابن عون قال حدثنی سلمان ابو رجاء مولی ابی قلابۃ انہ کان جالسا خلف عمر بن عبد العزیز فذکروا وذکروا فقالوا وقالوا قد اقادت بہا الخلفاء فالتفت الی ابی قلابۃ وھو خلف ظھرہ فقال ما تقول یا عبد اللہ بن زید او قال ما تقول یا ابا قلابۃ قلت ما علمت نفسا حل قتلہا فی الاسلام الا رجل زنا بعد احصان او قتل نفسا بغیر نفس او حارب اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عنبسۃ حدثنا انس بکذا وبکذا قلت ایای حدث انس قال قدم قوم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکلموہ فقالوا قد استوخمنا ھذہ الارض فقال ھذہ نعم لنا تخرج فاخرجوا فیہا فاشربوا من البانہا وابوالہا فخرجوا فیہا فشربوا من ابوالہا والبانہا واستصحوا ومالوا علی الراعی فقتلوہ واطردوا النعم فما یستبطأ من ھؤلاء قتلوا النفس وحاربوا اللہ ورسولہ وخوفوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال سبحان اللہ فقلت تتھمنی قال حدثنا بھذا انس قال وقال یا اھل کذا انکم لن تزالوا بخیر ما ابقی ھذا فیکم اومثل ھذا

ترجمہ: ابو قلابہ سے روایت ہے کہ وہ (ابو قلابہ) عمر بن عبد العزیزؒ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، لوگوں نے ذکر کیا (یعنی امیر المومنین عمر بن عبد العزیزؒ کی مجلس میں قسامہ کے مسئلہ پر لوگ بحث کر رہے تھے) چنانچہ لوگوں نے کہا "خلفائے راشدین نے اس میں قصاص لیا ہے، پھر عمر بن عبد العزیزؒ ابو قلابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور وہ (ابو قلابہ) پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، اور پوچھا۔ اے عبد اللہ بن زید یا کہا اے ابو قلابہ

تم کیا کہتے ہو؟ (یعنی تمھاری کیا رائے ہے؟) میں نے کہا مجھے تو کوئی ایسی صورت معلوم نہیں کہ اسلام میں کسی شخص کا قتل جائز ہو سوائے اس کے کہ کسی نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا یا ناحق کسی کو قتل کیا ہو یا اللہ اور اس کے رسول ؐ سے لڑا ہو، اس پر عنبسہ نے کہا کہ ہم سے حضرت انس رضؓ نے اس اس طرح حدیث بیان کی تھی کہ کچھ لوگ نبی اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان لوگوں نے حضورؐ سے بات کی (یعنی بیعت علی الاسلام کی گفتگو کی) پھر (اسلام پر بیعت کرنے کے بعد) کہا کہ ہمیں اس سرزمین (مدینہ) کی آب وہوا موافق نہیں آئی، آنحضورؐ نے فرمایا "ہمارے یہ اونٹ ہیں جو نکل رہے ہیں، یعنی صدقہ کے اونٹوں کے ساتھ چرنے جارہے ہیں) تم بھی ان کے ساتھ نکل جاؤ اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو چنانچہ وہ لوگ ان اونٹوں کے ساتھ گئے اور ان کا دودھ اور پیشاب (بطور علاج) پیا اور وہ لوگ تندرست ہوگئے، اس کے بعد یہ لوگ (حضورؐ کے) چرواہے (یسار) کی طرف مائل ہوئے اور قتل کردیا اور اونٹوں کو ہانک لے گئے۔ پھر کیا تھا کہ ان لوگوں سے (بدلہ لینے میں) تاخیر کی جاتی کہ انھوں نے ایک شخص کو قتل کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی (یعنی مرتد ہوگئے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوفزدہ کرنا چاہا (حضرت یسار کو قتل کرکے اور اونٹوں کو ہانک لیجا کر اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنا چاہا) اس پر عنبسہ نے کہا "سبحان اللہ" میں نے کہا (عنبسہ سے) تم مجھے جھٹلانا چاہتے ہو؟ عنبسہ نے کہا "یہ حدیث انسؓ نے مجھ سے بھی بیان کی تھی (لیکن آپ کو یہ حدیث زیادہ بہتر طریقہ پر یاد ہے) ابوقلابہ نے بیان کیا کہ عنبسہ نے کہا "اے اہل شام جب تک تمھارے یہاں یہ (ابوقلابہ) یا ان جیسے موجود رہیں تم لوگ ہمیشہ خیر و بھلائی میں رہو گے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ تؤخذ من معناہ۔
والحدیث اخرجہ البخاری فی الطہارۃ ص۳۶ و فی المغازی ۶۰۲ و فی التفسیر ۶۶۳ و فی کتاب المحاربین ص۱۰۰۵ و ایضا ۱۰۱۹ مفصلا و مطولاً۔

فذکروا ای القسامۃ مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مسئلہ قسامہ کے بارے میں لوگوں سے مشورہ طلب کیا تو لوگوں نے ذکر کیا۔ فقالوا و قالوا یعنی لوگوں نے بیان کیا کہ قسامہ میں قصاص ہے اور حضرات خلفاء نے آپ سے پہلے قصاص لیا ہے جیسا کہ کتاب المغازی میں روایت گذر چکی ہے فقالوا حق قضی بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقضت بہا الخلفاء قبلک۔ لیکن لامع الدراری میں ہے قلنا لم یثبت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم او احد من الخلفاء اقاد بالقسامۃ الا ان عبدالملک کان قاد بالقسامۃ فلذالک احتاج عمر بن عبدالعزیز الی المشاورۃ فیہ

نوٹ قسامہ کی بحث کے لئے نصرالباری کتاب المغازی ص۲۵۷ دیکھئے اور مفصل بحث کتاب المحاربین یعنی بخاری شریف کے اٹھائیسویں پارہ میں ہوگی انشاء اللہ۔

باب قولہ والجروح قصاص

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پوری آیت ہے وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف

بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص (پ ۶ ع ۱۱) اور ہم نے ان یہود پر اس (توراۃ) میں یہ بات فرض کی تھی کہ (اگر کوئی شخص کسی کو ناحق عمداً قتل یا زخمی کرے اور صاحب حق دعوی کرے تو) جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور (اسی طرح دوسرے) خاص زخموں کا بدلہ ہے۔

(۱۳۵) ❁ حدثنی محمد بن سلام قال اخبرنا الفزاریؒ عن حمید عن انس قال کسرت الربیع وھی عمة انس بن مالك ثنیة جاریة من الانصار فطلب القوم القصاص فاتوا النبی صلی اللہ علیه وسلم فامر النبی صلی اللہ علیه وسلم بالقصاص فقال انس بن النضر عم انس بن مالك لا واللہ لاتکسر ثنیتها یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یا انس کتاب اللہ القصاص فرضی القوم وقبلوا الارش فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان من عباد اللہ من لو اقسم علی اللہ لابره ❁

ترجمہ:۔ حضرت انس رضؓ نے بیان کیا کہ ربیع رضؓ جو انس بن مالک رضؓ کی پھوپھی تھیں، انصار کے ایک لڑکی کے آگے کے دانت توڑ دیئے تو لڑکی والوں نے قصاص کا مطالبہ کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے پھر نبی اکرم ﷺ نے قصاص (بدلہ) کا حکم دیا تو انس بن مالک کے چچا انس بن نضر رضؓ نے عرض کیا۔ نہیں خدا کی قسم ان کا دانت نہیں توڑا جائے یا رسول اللہ، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ انس! کتاب اللہ کا حکم تو قصاص ہی کا ہے، پھر لڑکی والے لوگ راضی ہو گئے اور دیت (مالی صورت میں بدلہ) لینا منظور کر لیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ کے بہت سے بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کا نام لے کر قسم کھالیں تو اللہ تعالی ان کی قسم پوری کر دیتا ہے

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة۔
والحدیث مضی فی کتاب الصلح ص ۳۷۲۔

ربیع بضم الراء وفتح الباء وتشدید الیاء۔ النضر بفتح النون وسکون الضاد۔

ص ۶۶۴ ❁ باب قوله یاایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك ❁

(۱۳۶) ❁ حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا سفیان عن اسماعیل عن الشعبی عن مسروق عن عائشة قالت من حدثك ان محمدا صلی اللہ علیه وسلم کتم شیئا مما انزل علیه فقد کذب واللہ یقول یاایها الرسول بلغ ما انزل الیك الایة ❁

اللہ تعالی کا ارشاد۔ یاایها الرسول الآیة (پ ۶ ع ۱۴) اے پیغمبر آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے جو کچھ نازل ہوا ہے آپ (لوگوں تک) پہنچا دیجئے۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضؓ نے بیان کیا کہ جو شخص بھی تم سے یہ بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نے کچھ چھپا لیا اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل کیا تو وہ شخص جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یا ایہا الرسول الآیہ۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
وسیاتی الحدیث فی کتاب التوحید ۱۱۲۴ وہنا فی التفسیر ۶۶۴ واخرجہ مسلم فی کتاب الایمان،
ایک حدیث میں آیا ہے: لو کان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کاتما شیئا لکتم ہذہ الآیۃ وتخفی فی نفسك ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ ۔ وقد شہدت لہ امتہ بابلاغ الرسالۃ واداء الامانۃ واستنطقہم بذالك فی اعظم المحافل فی خطبتہ یوم حجۃ الوداع وقد کان ہناك من اصحابہ نحو من اربعین الفا کما ثبت فی صحیح مسلم (قسطلانی)

باب قولہ لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم

ارشاد خداوندی لا یؤاخذکم الآیۃ پ ع ۲) اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے تمہاری قسموں میں لغو پر (یعنی یمین لغو کے توڑنے پر کفارہ واجب نہیں کرتے)

یمین لغو یمین لغو وہ قسم ہے جس کی طرف بلا ارادہ قسم بے ساختہ زبان سبقت کر جائے جیسے عرف اور عادت کے موافق انسان کا: لا واللہ کہنا یا بلی واللہ بلا قصد کہنا، اسی طرح کسی گذشتہ واقعہ پر اپنے نزدیک سچا سمجھ کر قسم کھائے اور واقع میں وہ غلط ہو مثلاً کسی ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ فلاں شخص آگیا ہے اس پر اعتماد کر کے اس نے قسم کھائی کہ وہ آگیا ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ یہ واقع کے خلاف ہے۔
اس کا حکم یعنی یمین لغو کا حکم یہ ہے کہ اس میں نہ گناہ ہے اور نہ کفارہ۔ تفصیل کے لئے فیض الامامین شرح جلالین پارہ ۲ کا دوسرا رکوع دیکھئے۔

(۱۳۷) **حدثنا** علی بن سلمۃ قال حدثنا مالك بن سعیر قال حدثنا ہشام عن ابیہ عن عائشۃ انزلت ہذہ الآیۃ "لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم" فی قول الرجل لا واللہ بلی واللہ ۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آیت کریمہ لا یؤاخذکم اللہ الخ نازل ہوئی، کسی کا اس طرح قسم کھانے کے بارے میں کہ نہیں خدا کی قسم، ہاں خدا کی قسم۔
مطلب یہ ہے کہ جو قسم بلا قصد و ارادہ کے زبان پر آجاتی ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ

(۱۳۸) **حدثنا** احمد بن ابی رجاء قال حدثنا النضر عن ہشام قال اخبرنی ابی عن عائشۃ ان اباہا کان لا یحنث فی یمین حتی انزل اللہ کفارۃ الیمین قال ابوبکر لا اری یمینا اری غیرہا خیرا منہا الا قبلت رخصۃ اللہ وفعلت الذی ہو خیر ۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ ان کے والد (حضرت ابوبکر صدیق رضؓ) اپنی کوئی قسم نہیں توڑتے تھے (یعنی قسم کے خلاف کبھی نہیں کرتے تھے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کا کفارہ نازل کر دیا، تو ابوبکر رضؓ نے فرمایا، اب اگر اسکے (جس کے لئے قسم کھا رکھی تھی) سوا دوسری چیز اس سے بہتر معلوم ہوتی ہے تو میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصت کو قبول کرتا ہوں اور وہی کرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے۔

تشریح مطابقة للترجمة من حيث ان الحديث متعلق بالايمان وقال الداؤدي ہذا الحديث تفسير للحديث الاول وقال ابن التين الحق ان الحديث الاول في تفسير لغو اليمين والثاني في تفسير عقد اليمين (عمدہ)

قال ابو بكر لا أرى بفتح الهمزة اى لا اعلم، يمينا ارى بضم الهمزة اى لا اظن فعلت الذى هو خير اى كفرت عن يمينى۔ وعن ابن جريج ما نقله الثعلبى فى تفسيره انها نزلت فى ابى بكر حلف ان لا ينفق على مسطح لخوضه فى الافك فعاد الى مسطح بما كان ينفقه۔

حضرت ابوبکر رضؓ کا مسطح رضؓ کے سلسلے میں قسم کھانا اور توڑنا ملاحظہ فرمایئے نصر الباری کتاب المغازی ص۱۹۲ تا ص۱۹۶۔

ص۶۶۴ ❁ **باب قوله يايها الذين امنوا لاتحرموا طيبت ما احل الله لكم** ❁

ارشادِ الٰہی: یایها الذین امنوا الآیة پ ۷ ع ۲) اے ایمان والو ان پاکیزہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کرلو، جو اللہ نے تمہارے لئے جائز کر دیا ہے۔

(۱۳۹) **حدثنا** ❁ عمرو بن عون قال حدثنا خالد عن اسماعيل عن قيس عن عبد الله قال كنا نغزو مع النبى صلى الله عليه وسلم وليس معنا نساء فقلنا الا نختصى فنهانا عن ذلك فرخص لنا بعد ذلك ان نتزوج المرأة بالثوب ثم قرأ يايها الذين آمنوا لا تحرموا طيبت ما احل الله لكم ❁

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضؓ نے بیان کیا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوے کیا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں (یعنی بیویاں) نہیں ہوتی تھیں، اس لئے ہم لوگوں نے عرض کیا کہ کیا ہم لوگ خصی نہ کرلیں، تو آپؐ نے ہمیں اس سے منع فرمایا، پھر ہمیں اس کی اجازت دی کہ ہم کسی عورت سے کپڑے کے عوض (یا اور کسی چیز کے عوض) نکاح کرلیں، پھر ابن مسعود رضؓ نے آیت کریمہ کی تلاوت کی یایها الذین امنوا لا تحرموا طیبت ما احل اللہ لکم:

تشریح مطابقة للترجمة ظاهرة
والحديث سيأتى فى النكاح ص۷۵۹، واخرجه ايضا مسلم فى النكاح۔

الا نختصى جمع متکلم اختصار سے جس کے معنی ہیں خصیہ یعنی فوطہ نکال کر خصی ہونا، اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ انسان کے لئے خصی کرنا حرام ہے، وفيه تحريم الاختصاء لما فيه من تغيير خلق الله تعالى ولما فيه من قطع النسل وتعذيب الحيوان (عمدة)

بالثوب ولیس قولہ بالثوب قیدا فیجوز بغیرہ مما یتراضیان علیہ (قسطلانی)

ثم قرأ ای عبداللہ بن مسعود رض قال النووی فیہ اشارۃ الی ان عبداللہ کان یعتقد اباحۃ المتعۃ کقول ابن عباس وانہ لم یبلغھما نسخھا (عمدہ) اس مسئلہ یعنی نکاح متعہ کی تفصیل کیلئے دیکھئے "نصر الباری کتاب المغازی"۔

ص۶۶۴ باب قولہ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان ۔ وقال ابن عباس الازلام القداح یقتسمون بھا فی الامور النصب انصاب یذبحون علیھا وقال غیرہ الزلم القدح لاریش لہ وھو واحد الازلام والاستقسام ان یجیل القداح فان نھتہ انتھی وان امرتہ فعل ما تامرہ وقد اعلموا القداح اعلاما بضروب یستقسمون بھا وفعلت منہ قسمت والقسوم منہ المصدر ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: انما الخمر الآیۃ پ ع ۲) بلاشبہ شراب اور جوا اور بت اور پانسے یہ سب گندی باتیں ہیں شیطان کے کام الخ اور ابن عباس رض نے فرمایا کہ الازلام سے مراد وہ تیر ہیں جن سے لوگ اپنے معاملات میں فال نکالتے تھے،

النصب بضم النون والصاد جمع انصاب، نصب وہ پتھر تھے جن پر وہ قربانی کیا کرتے تھے۔

وقال غیرہ الخ اور ابن عباس کے غیر نے بیان کیا ہے کہ زلم وہ تیر ہیں جن کے پر نہیں ہوا کرتے، اور زلم ازلام کا واحد ہے۔ والاستقسام الخ یہ ہے کہ تیروں کو گھمایا جائے (پانسہ پھینکا جائے) پس اگر منع کردے تو رک جاتے اور اگر حکم کردے تو حکم کے مطابق عمل کرلیتے، ان لوگوں نے (زمانہ جاہلیت میں) تیروں پر مختلف قسم کے نشانات نگار کھے تھے اور انھیں سے فال نکالا کرتے تھے اور فعلت منہ اور استقسام سے فعلت یعنی ثلاثی مجرد قسمت ہے اور اس کا مصدر قسوم ہے۔

استقسام بالازلام یعنی تیروں سے فال لینے کی تفصیل دیکھئے نصر الباری کتاب المغازی ص۳۲۸۔

(۱۴۰) حدثنا اسحٰق بن ابراھیم قال اخبرنا محمد بن بشر قال حدثنا عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز قال حدثنی نافع عن ابن عمر قال نزل تحریم الخمر وان بالمدینۃ یومئذ لخمسۃ اشربۃ ما فیھا شراب العنب ۔

ترجمہ:- حضرت ابن عمر رض کا بیان ہے کہ جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو مدینہ میں اس وقت پانچ قسم کی شراب استعمال ہوتی تھی لیکن اس میں انگور کی شراب نہیں تھی۔

تشریح: مطابقتہ للترجمۃ ظاھرۃ

لخمسۃ اشربۃ وھی شراب التمر[۱] والعسل[۲] والحنطۃ[۳] والشعیر[۴] والذرۃ[۵]

فان قلت روی احمد من روایۃ المختار بن فلفل قال سألت انسا عن الاوعیۃ الحدیث وفیہ الخمر من العنب والتمر والعسل والحنطۃ والشعیر والذرۃ وفی روایۃ ابی یعلی الموصلی حرمت الخمر وھی من العنب والتمر

والعسل والحنطة والشعير والذرة وفى رواية ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم الخمر من هاتين الشجرتين النخلة والعنب رواه مسلم قلت لاتعارض بين هذه الاحاديث لان كل واحد من الرواة روى ما حفظه من الاصناف وايضا ان مفهوم العدد ليس بحجة على الصحيح وعليه الجمهور، فان قلت حديث ابى هريرة يدل على الحصر قلت لانسلم ذالك لان الحصر انما يكون اذا كان المبتدأ والخبر معرفتين كقولك الله ربنا ونحوه (عمدة القارى)

(۱۴۱) حدثنا يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا ابن عُلية قال حدثنا عبد العزيز بن صهيب قال انس بن مالك ما كان لنا خمرٌ غير فضيخكم هذا الذى تسمونه الفضيخ فانى لقائمٌ اسقى اباطلحة وفلانا وفلانا اذ جاء رجلٌ فقال وهل بلغكم الخبر فقالوا وما ذالك قال حرمت الخمر قالوا اهرق هذه القلال يا انسُ قال فما سألوا عنها ولا راجعوها بعد خبر الرجل ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ نے بیان فرمایا کہ ہم لوگ تمہاری فضیخ (کھجور سے تیار شدہ شراب) کے سوا اور کوئی شراب استعمال نہیں کرتے تھے، یہی جس کا نام تم نے فضیخ رکھا ہے میں کھڑا ابو طلحہ رضؓ کو پلا رہا تھا اور فلاں اور فلاں کو کہ ایک صاحب آئے اور کہا، کیا تم لوگوں کو کوئی خبر پہونچی ہے؟ لوگوں نے پوچھا۔ وہ کیا بات ہے؟ اس نے بتایا کہ شراب حرام قرار دی گئی ہے، ان حضرات نے فوراً ہی کہا۔ انس! ان (شراب کے) مٹکوں کو بہا دو۔ حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ ان صاحب کی اطلاع کے بعد پھر ان حضرات نے اس شراب میں نہ مانگا اور نہ اس کو استعمال کیا۔

تشریح: مطابقة للترجمة توخذ من قوله "حرمت الخمر"

غير فضيخكم: الفضيخ بفتح الفاء وكسر الضاد المعجمة وفى آخره خاء معجمة وهو شراب يتخذ من البسر وحده من غير ان تمسه النار (عمدہ) یعنی فضیخ وہ شراب ہے جو صرف کچی کھجور سے بنائی جاتے اور آگ میں پکائی نہ گئی ہو۔ لیکن اگر پختہ کھجور سے تیار کی جائے تو اس کو خلیط کہتے ہیں۔

اباطلحة ھو زید بن سھل الانصاری زوج ام انس رضؓ بعض روایت میں ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ کے ساتھ ابو دجانہ رضؓ اور معاذ بن جبل رضؓ وغیرہ تھے۔ القلال بکسر القاف جمع قلة مٹکا۔

(۱۴۲) حدثنا صدقة بن الفضل قال اخبرنا ابن عيينة عن عمرو عن جابرٍ قال صبّح أُناسٌ غداة احدٍ الخمرَ فقتلوا من يومهم جميعا شهداء وذالك قبل تحريمها ۔

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ نے بیان فرمایا کہ غزوہ احد میں بہت سے صحابہ رضؓ نے علی الصباح شراب پی پھر وہ حضرات اسی دن شہید ہو گئے، اور یہ واقعہ شراب کے حرام ہونے سے قبل کا ہے۔

تشریح: مطابقة للترجمة توخذ من قوله "وذلك قبل تحريمها"

والحديث مضى فى الجهاد ۳۹۵ وفى المغازى ۵۷۹ وهنا فى التفسير ۶۶۴

(۱۴۳) حدثنا اسحٰق بن ابراهيم الحنظلىُّ حدثنا عيسىٰ وابنُ ادريس عن ابى حيّانَ عن الشعبىِّ عن ابن عمر قال سمعتُ عمر على منبر النبىّ صلى الله عليه وسلم يقول امّا بعد ايّها الناس

انه نزل تحریم الخمر وھی من خمسۃ من العنب والتمر والعسل والحنطۃ والشعیر والخمر ما خامر العقل۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سنا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر کھڑے فرما رہے تھے۔ اما بعد اے لوگو جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو وہ پانچ چیزوں سے تیار ہوتی تھی انگور کھجور، شہد، گیہوں اور جو سے۔ اور شراب ہر وہ مشروب ہے جو عقل کو زائل کر دے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث اخرجہ البخاری فی الاعتصام ص۱۰۹۰ وفی الاشربۃ ص۸۳۷ وھٰہنا فی التفسیر ص۶۶۴۔

ص۶۶۴ باب قولہ لیس علی الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت جناحٌ فیما طعموا۔ الی قولہ واللہ یحب المحسنین۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: لیس علی الذین الآیۃ پ ع ۲) ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں۔ تا ارشاد واللہ یحب المحسنین۔

(۱۲۴) حدثنا ابو النعمان قال حدثنا حماد بن زید قال حدثنا ثابتٌ عن انس ان الخمر التی اُھریقت الفضیخ وزادنی محمد عن ابی النعمان قال کنت ساقی القوم فی منزل ابی طلحۃ فنزل تحریم الخمر فامر منادیا فنادی فقال ابو طلحۃ اخرج فانظر ما ھذا الصوت قال فخرجت فقلت ھذا منادٍ ینادی الا ان الخمر قد حرمت فقال لی اذھب فاھرقھا قال فجرت فی سکک المدینۃ قال وکانت خمرھم یومئذ الفضیخ فقال بعض القوم قتل قومٌ وھی فی بطونھم قال فانزل اللہ لیس علی الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت جناحٌ فیما طعموا

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ (حرمت نازل ہونے کے بعد) جو شراب بہائی گئی تھی وہ فضیخ تھی (امام بخاریؒ نے بیان کیا کہ) اور مجھ سے محمد (ابن سلام بیکندی) نے ابو النعمان کے حوالے سے (اس اضافہ کے ساتھ) بیان کیا کہ انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ میں صحابہ کی ایک جماعت کو ابو طلحہؓ کے گھر میں شراب پلا رہا تھا کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی، آنحضورؐ نے منادی کو حکم دیا، پھر منادی نے اعلان کرنا شروع کیا تو ابو طلحہ نے فرمایا، باہر جا کر دیکھو کہ یہ آواز کیسی ہے؟ بیان کیا کہ میں باہر آیا (اور اعلان سن کر اندر گیا) پھر میں نے کہا کہ ایک منادی ہے جو اعلان کر رہا ہے کہ خبردار ہو جاؤ شراب حرام ہو گئی ہے، یہ سنتے ہی انھوں نے مجھ سے کہا کہ جاؤ اور شراب بہا دو۔ بیان کیا کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی، انسؓ نے بیان کیا کہ ان دنوں فضیخ شراب استعمال ہوتی تھی، بعض لوگوں نے (جو شراب کو اس طرح بہتے دیکھا تو) کہنے لگے۔ لوگ شہید ہو گئے درانحالیکہ ان کے پیٹ میں شراب تھی، انسؓ نے بیان کیا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت جناحٌ فیما طعموا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضیٰ فی المظالم ۳۳۳۔

وزاد فی محمد :- ای قال البخاری رہ زادنی محمد فیہ وہو محمد بن سلام البیکندی، بعض لوگوں نے لفظ "محمد" سے مراد محمد بن یحییٰ ذہلی سمجھا ہے یہ صحیح نہیں، نیز بعض حضرات نے "زادنی محمد" کا قائل فربری صاحب نسخہ کو اور محمد سے مراد امام بخاری رہ کو قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں، اس لئے ترجمہ میں وضاحت کردی گئی ہے۔

ص ۶۶۵ باب قولہ لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: لا تسئلوا الآیہ پ ۷ ع ۴) ایسی (فضول) باتوں کے متعلق سوال نہ کرو کہ اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں ناگوار گذریں۔

(۱۱۹) **حدثنا** منذر بن الولید بن عبد الرحمٰن الجارودیؒ قال حدثنا ابی قال حدثنا شعبۃ عن موسیٰ بن انس عن انس قال خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبۃً ما سمعت مثلہا قطُّ قال لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا قال فغطّی اصحابُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجوہہم لہم حنینٌ فقال رجلٌ من ابی قال فلانٌ فنزلت ہذہ الآیۃ۔ لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم ۔ رواہ النضر وروح بن عبادۃ عن شعبۃ

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ آپ نے بیان فرمایا، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا خطبہ دیا کہ میں نے ویسا خطبہ کبھی نہیں سنا تھا، آپؐ نے فرمایا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جان لو (یعنی قیامت کے احوال واہوال، قیامت کے روز مجرموں اور نافرمانوں پر اللہ تعالیٰ کی سزا اور گرفت اگر تمہیں معلوم ہوجائے) تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ، انس رض نے بیان کیا کہ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اپنے چہرے ڈھانک لئے درانحالیکہ ان سے رونے کی آواز نکل رہی تھی، پھر ایک شخص (صحابی) نے پوچھا، "میرا باپ کون ہے" حضورؐ نے فرمایا "فلاں"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم۔ اس حدیث کو نضر بن شمیل اور روح بن عبادہ نے بھی شعبہ سے روایت کی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث اخرجہ البخاری فی الرقاق ص ۹۶۰ وفی الاعتصام ص ۱۰۸۳ وہنا فی التفسیر ۶۶۵۔

موسیٰ بن انس :- ہو ابن انس بن مالکؓ یروی عن ابیہ، لہم حنین بالحاء المہملۃ فی روایۃ الاکثرین، و فی روایۃ الکشمیہنی بالخاء المعجمۃ، دونوں کے معنی گریہ کے ہیں، یعنی رونے کی آواز، فرق صرف اتنا ہے کہ آواز اگر سینے کی ہو تو بالحاء المہملۃ اور اگر ناک سے آواز نکلے تو بالخاء المعجمہ ہوگا۔

فقال رجل من ابی :- یہ رجل کون ہے؟ اقوال مختلف ہیں مگر بعض روایت میں جواب صراحۃً موجود ہے جیسا کہ کتاب العلم میں حضور اکرمؐ کا جواب ہے۔ "ابوک حذافۃ" اس تصریح سے اتنا واضح ہوگیا کہ حضرت

حذافہ کے صاحبزادگان میں سے کوئی ہیں اس لئے بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ رجل قیس بن حذافہ ہیں، اور بعض نے فرمایا کہ خارجہ بن حذافہ ہیں مگر اکثر محدثین کا خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضہ ہیں وکل ہؤلاء صحابۃ رضی اللہ عنہم۔
رواہ النضر الخ اس سے امام کا مقصد ولید بن عبدالرحمٰن کی متابعت ہے، نضر بن شمیل کی روایت مسلم نے موصولا لایا ہے اور روح بن عبادہ کی روایت خود امام نے کتاب الاعتصام میں لایا ہے۔

(۴۷) حدثنا الفضل بن سهل قال حدثنا ابو النضر قال حدثنا ابو خيثمة قال حدثنا ابو الجويرية عن ابن عباس قال كان قوم يسألون رسول الله صلى الله عليه وسلم استهزاءً فيقول الرجل من ابي ويقول الرجل تضل ناقته اين ناقتي فانزل الله فيهم هذه الآية يا ايها الذين آمنوا لا تسئلوا عن اشياء ان تبد لكم تسؤكم حتى فرغ من الآية كلها۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاقاً سوالات کیا کرتے تھے، چنانچہ کوئی پوچھنے لگتا "میرا باپ کون ہے؟ اور کسی کی اونٹنی اگر گم ہوجاتی تو وہ پوچھتا کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمھیں ناگوار گذرے یہاں تک کہ آپ پوری آیت سے فارغ ہوگئے (یعنی پوری آیت آپ نے سنادی)

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ وہذا طریق آخر فی بیان سبب نزول الآیۃ۔
آیت کریمہ میں لفظ اشیاء عام ہے واقعات اور احکام دونوں کو شامل ہے اور تسؤکم جو ناگوار اور بُرا لگنے کے معنی پر مشتمل ہے اس میں بھی عموم ہے، مطلب یہ ہوا کہ فضول سوالات نہ کیا کرو، خواہ واقعات کے متعلق ہو یا احکام کے کیونکہ ممکن ہے کہ جواب تمھاری ناگواری اور تکلیف کا باعث ہو مثلاً کوئی حکم سخت آجائے جیسے ہر سال حج کرنے کا سوال، یا تمھاری فضیحت و رسوائی کا باعث ہو۔
ایک مرتبہ آنحضورؐ سے ایسی باتیں پوچھی گئیں جو پوچھنے کی نہیں تھیں، آنحضورؐ کو یہ صورت حال ناگوار ہوئی، دراصل منافقین حضور اقدسؐ سے خود بھی کبھی امتحاناً اور کبھی استہزاءً فضول اور غیر ضروری سوالات کرتے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو بھی سوالات کی ترغیب دیتے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ وغیرہ نے اپنے باپ کے متعلق سوال کرلیا، چونکہ عبداللہ بن حذافہ کو نسب کے بارے میں چڑایا کرتے تھے، اور کہتے کہ تم حذافہ کے نہیں ہو، جب لوگوں کے بے تکے سوالات شروع ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا "سلونی ماشئتم" یہ بات آپ نے غصہ میں فرمائی تھی، پھر کسی نے قیامت کے متعلق پوچھ لیا غصہ بڑھ گیا، حق تعالیٰ نے اس سلسلہ میں یہ آیت نازل فرمائی لاتسئلوا عن اشیاء الآیۃ۔
بعض روایت میں سبب نزول حج کے حکم کو بیان کیا ہے، تعارض کچھ نہیں ہے بس غیر ضروری سوالات سے آیت کریمہ میں روکا گیا ہے، خواہ واقعات کے متعلق ہو یا احکام کے متعلق غیر ضروری سوالات ممنوع ہیں البتہ

ضروری مسائل کا دریافت کرنا یا معقول شبہات کا رفع کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ بسا اوقات واجب اور ضروری ہے کما فی القرآن الحکیم فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون، پ۱۴ ع ۱۲)

مقالہ ۱۶۵ باب قوله "ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ ماجعل اللہ الآیۃ پ ع ۴) اللہ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا ہے نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حامی کو۔ تشریح حدیث پاک میں خود آرہی ہے۔

واذ قال الله يقول قال الله واذ ههنا صلة

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ واذ قال اللہ یعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰهین من دون اللہ الآیۃ پ ع ۶) امام بخاری رح فرماتے ہیں کہ اس آیت میں قال اللہ بمعنی یقول ہے اور اذ یہاں صلہ ہے یعنی زائدہ ہے۔

تشریح یقول قال اللہ، بہتر عبارت یہ ہوتی یقول اللہ یعنی یقول کے بعد قال کی ضرورت نہیں تھی، کما فی تحفۃ الباری لشیخ الاسلام زکریا الانصاری رح الاولیٰ یقول اللہ بحذف قال الخ اس لئے کہ ابو عبیدہ کی اس تفسیر کا مقصد یہ ہے کہ آیت میں قال بمعنی یقول ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰ ع سے حق تعالیٰ قیامت کے روز فرمائیں گے" اے عیسیٰ ابن مریم کیا تونے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو" اس سے مقصود نصاریٰ کو عقیدۂ باطلہ یعنی عقیدۂ الوہیت، ابنیت پر ملامت و سرزنش ہے۔

المائدة اصلها مفعولة كعيشة راضية وتطليقة بائنة والمعنى ميد بها صاحبها من خير يقال ماد نى يميدنى

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ اذ قال الحواریون یعیسی ابن مریم هل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدة من السماء الآیۃ پ ع ۵)

فرماتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ مائدہ بصیغۂ اسم فاعل ہے لیکن معنی میں اسم مفعول (ممیودۃ) کے ہے جو تعلیل کے بعد ممیدۃ ہوگیا بر وزن مبیعۃ، کعیشۃ راضیۃ، یہ پہلی تمثیل ہے کہتے ہیں کہ یہاں راضیۃ اسم فاعل بمعنی مرضیۃ ہے کیونکہ عیشۃ کے معنی ہیں زندگانی، گذران تو اس کی صفت مرضیۃ (پسندیدہ) ہی ہوسکتی ہے راضیۃ صفت نہیں ہوسکتی، تطلیقۃ بائنۃ یہ دوسری تمثیل ہے، لیکن علامہ قسطلانی وغیرہ فرماتے ہیں التمثیل بها غیر واضح الخ خلاصہ یہ ہے کہ یہ دوسری تمثیل واضح نہیں ہے، کیونکہ لفظ بائنۃ جو اسم فاعل ہے یہ اپنے معنی پر درست ہے یہاں بمعنی اسم مفعول ضروری نہیں کیونکہ بائنۃ کا مطلب یہ ہے کہ رجوع کو قطع کرنے والا مطلب یہ ہے کہ طلاق بائن میں شوہر رجوع نہیں کرسکتا، البتہ اگر زوجۂ مطلقہ راضی ہوجائے تو دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔

والمعنی مید بها الخ اور مائدہ کے معنی ہیں خیر و بھلائی اس کے ذریعہ دی گئی۔ یقال ماد نی الخ لغوی معنی کے بعد اشتقاق بتا رہے ہیں کہ یہ مائدہ اجوف یائی ہے ماد یمید بر وزن باع یبیع ہے پس ما یمید میں باع

بیع کی تعلیل ہوگی۔

وقال ابن عباس متوفیك ممیتك

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ ۔ (سورہ آل عمران)
اور ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ متوفیک کے معنی ہیں ممیتک یعنی میں تجھ کو مار ڈالنے والا ہوں، یہ لفظ متوفیک اس سورہ یعنی سورۂ مائدہ میں نہیں ہے اس لئے شارح بخاری علامہ عینی رہ اس مقام پر ناراضگی وخفگی ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ بے محل ہے۔ لیکن امام بخاری رہ نے اس کو سورۂ مائدہ میں اس مناسبت سے لایا ہے کہ اس سورہ میں ہے فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ ظاہر ہے کہ دونوں کا مادّہ ایک ہے اس لئے اس کی تفسیر یہاں بیان کردی ہے

(۱۴۷) حدثنا موسی بن اسمعیل قال حدثنا ابراهیمُ بن سعدٍ عن صالح بن کیسان عن ابن شهاب عن سعید بن المسیّب قال البحیرة التی یُمنع درّها للطواغیت فلا یحلبُها احدٌ من الناس، والسائبة التی کانوا یسیّبونها لآلهتهم لایُحمل علیها شیٌٔ قال وقال ابوهریرة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم رأیتُ عمرَو بن عامرٍ الخزاعیَّ یجرّ قصبَه فی النار کان اولَ من سیّبَ السوائبَ، والوصیلة الناقة البکرُ تُبکِّرُ فی اول نِتاجِ الابلِ ثم تُثنّی بعد بانثی وکانوا یسیّبونها لطواغیتهم اِنْ وصلتْ احدٰهما بالاخری لیس بینهما ذکرٌ والحام فحل الابل یضرب الضِرابَ المعدود فاذا قضی ضرابَه ودَعوه للطواغیت واعفوه من الحمل فلم یحمَل علیه شیٌٔ وسمّوه الحام وقال لی ابوالیمان اخبرنا شعیبٌ عن الزهریّ قال سمعت سعیدًا قال یخبره بهذا قال وقال ابوهریرة سمعت النبیّ صلی الله علیه وسلم نحوه ورواه ابن الهاد عن ابن شهاب عن سعید عن ابی هریرة رض سمعت النبی صلی الله علیه وسلم

ترجمہ ۔ حضرت سعید بن مسیبؒ نے بیان کیا کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ بتوں کے نام پر روک لیا جائے (یعنی بتوں کے لئے وقف کردیا جائے) پھر اس کا دودھ کوئی شخص نہ دوہے۔ اور سائبہ وہ جانور ہے جس کو وہ اپنے بتوں کے نام پر آنا دچھوڑ دیتے ہیں اور اس پر کوئی چیز لادی نہیں جاتی (نہ کوئی سواری کی جاتی (یعنی سانڈ) قال وقال الخ سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ ابوہریرہ رض نے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ دوزخ میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا تھا، اسی نے سب سے پہلے سائبہ (سانڈ چھوڑنے) کی رسم نکالی تھی، اور وصیلہ وہ نوجوان اونٹنی تھی جو پہلے پہل اونٹنی (مادہ بچہ) جنتی، پھر دوسری مرتبہ بھی اونٹنی ہی جنتی (یعنی نر اونٹ نہیں جنتی) ایسی اونٹنی کو بھی وہ بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے، اگر وہ لگاتار دو بار اونٹنیاں جنتی تو ان دونوں ماؤں کے درمیان کوئی نر بچہ نہ ہوتا، اور حام (حامی) وہ نر اونٹ تھا جو مادہ پر شمار کی ہوئی جستیں کرتا (جفتی کرتا) پھر جب اپنی مقررہ تعداد پوری کر لیتا (اس کے نطفے سے دس بچے پیدا ہو جاتے) تو اس کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے

اور بوجھ لادنے سے اس کو معاف کردیتے، چنانچہ اس پر کسی قسم کا بوجھ نہ لادا جاتا (اور نہ ہی اس پر سواری کی جاتی اور اس کا نام حامی رکھتے، حام اور حامی کے معنی ہیں بچانے والا یعنی اس نے دس بچے جنا کر اپنی پیٹھ کو بوجھ سے بچا لیا اب کوئی شخص اس پر کسی قسم کا بوجھ نہیں لاد سکتا)

وقال لی ابوالیمان الخ امام بخاری رحمہ کہتے ہیں کہ اور ابوالیمان (حکم بن نافع) نے بیان کیا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی امام زہری کے حوالہ سے، امام زہری نے بیان کیا کہ میں نے سعید بن مسیب سے سنا، زہری نے بیان کیا کہ سعید بن مسیب امام زہری سے بیان کر رہے تھے اس حدیث کو (جو اوپر گذری) سعید بن مسیب نے بیان کیا اور حضرت ابوہریرہ رضہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلعم سے سنا اسی گذری ہوئی حدیث کی طرح (یعنی رأیت عمرو بن عامر الخزاعی یجر قصبہ الخ)

ورواہ ابن الهاد الخ ای روی الحدیث المذکور یزید بن عبداللہ بن اسامۃ بن الهاد اللیثی الخ یعنی یزید بن عبداللہ نے بھی اس حدیث کو محمد بن مسلم بن شہاب سے روایت کیا۔ انھوں نے سعید بن مسیب سے انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضہ سے، ابوہریرہ رضہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یعنی حدیث مذکور

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

حافظ عسقلانی رحمہ فرماتے ہیں کہ بحیرہ کی تعیین میں اہل لغت کے دس سے زیادہ اقوال مذکور ہیں (فتح ۲۸۴/۸) بحر از فتح، بحر الناقۃ کے معنی ہیں کان چیرنا اس سے صفت کا صیغہ بحیرہ ہے بمعنی بحورہ کان چیرا ہوا۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ فرماتے ہیں کہ یہ کفر کی رسمیں تھیں کہ مواشی میں جب کوئی بت کی نیاز رکھتے تو علامت کے لئے اس کا کان چیر دیتے اور اسی کو بحیرہ کہتے (لغات القرآن بحوالہ موضح القرآن)

(۱۲۸) حدثنا محمد بن ابی یعقوب ابو عبداللہ الکرمانیؒ قال حدثنا حسان بن ابراہیم قال حدثنا یونس عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت جھنم یحطم بعضھا بعضا ورأیت عمرا یجر قصبہ وھو اول من سیب السوائب ✤

ترجمہ :۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جہنم کو دیکھا کہ اس کے بعض حصے بعض کو کھائے جا رہے تھے (یعنی اس قدر تیزی تھی) اور میں نے عمرو (ابن عامر خزاعی) کو دیکھا کہ وہ اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا تھا اور یہی (عمرو بن عامر) وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے سائبہ کی رسم ایجاد کی تھی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ توخذ من قولہ وھو اول من سیب السوائب۔
باقی تشریح کیلئے دیکھئے حدیث سابق۔

✤ باب قولہ۔ وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیء شھید ✤

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وکنت علیھم الآیۃ پ ۷ ع ۶) اور میں ان (کی حالت) پر مطلع رہا جب تک ان میں (موجود) رہا پھر جب آپ نے مجھکو اٹھا لیا (یعنی اول بار میں تو زندہ آسمان کی طرف اور دوسری بار میں وفات کے طور پر) تو (اس وقت صرف) آپ اُن (کے احوال) پر مطلع رہے (اس وقت مجھکو خبر نہیں کہ ان کی گمراہی کا سبب کیا ہوا اور کیونکر ہوا) اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

(۱۳۹) حدثنا ابو الولید قال حدثنا شعبۃ قال اخبرنا المغیرۃ بن النعمان قال سمعت سعید بن جبیر عن ابن عباس قال خطب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال یایھا الناس انکم محشورون الی اللّٰہ حفاۃ عراۃ غرلا ثم قال کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین الی اٰخر الاٰیۃ ثم قال الا وان اول الخلائق یکسی یوم القیامۃ ابراھیم الا وانہ یجاء برجال من امتی فیؤخذ بھم ذات الشمال فاقول یارب اُصیحابی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم فیقال ان ھؤلاء لم یزالوا مرتدین فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم فیقال ان ھؤلاء لم یزالوا مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رض نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا، اے لوگو! تملوگ (قیامت کے دن) جمع کئے جاؤ گے ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، کما بدأنا اول خلق الآیۃ پ ۱۷ ع ۷) جس طرح ہم نے اول بار پیدا کرنے کے وقت ابتدا کی تھی اسی طرح ہم اس کو دوبارہ کر دیں گے ہمارے ذمہ وعدہ ہے ہم ضرور اسے کر کے رہیں گے، آخر آیت تک، پھر فرمایا، سن لو قیامت کے دن ساری خلقت میں سب سے پہلے ابراہیم ع کو کپڑے پہنائے جائیں گے اور یہ کہ میری امت کے کچھ لوگ لائے جائینگے اور انھیں بائیں طرف والوں میں (یعنی دوزخ کی طرف) لے جایا جائیگا، پھر میں عرض کر دوں گا، اے میرے پروردگار، یہ تو میرے امتی ہیں، کہا جائے گا (یعنی جواب ملیگا) آپ کو معلوم نہیں ہے کہ جو ان لوگوں نے تمھارے بعد نئی باتیں (یعنی بدعتیں) نکالیں اس وقت میں وہی کہوں گا جو عبد صالح (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا، میں جب تک ان لوگوں میں رہا ان کا حال دیکھتا رہا، پھر جب آپ نے مجھکو (دنیا سے) اٹھا لیا تو آپ ہی ان پر نگراں رہے، جواب ملیگا کہ جب سے تم ان سے جدا ہوئے اسی وقت سے یہ لوگ (ایڑیوں کے بل دین سے پھرے رہے، مطلب یہ ہے کہ وہ گنوار لوگ جو دنیاوی اغراض کی خاطر مسلمان ہو گئے تھے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث قد مضی فی کتاب الانبیاء ص ۴۷۳ و فی الرقاق ص ۹۲۶ وھھنا فی التفسیر ص ۶۶۵

ان اول الخلائق۔ لانہ اول من عری فی ذات اللہ حین ارادوا القاءہ فی النار۔ اور یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی جزئی فضیلت ہے، اس سے بالکل لازم نہیں آتا ہے کہ سیدنا ابراہیم ع کی فضیلت سید الانبیاء والمرسلین حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم آئے، کیونکہ جزئی فضیلت کلی فضیلت کو مستلزم نہیں۔

نیز ایک روایت میں آیا ہے ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم یخرج فی الناس من قبرہ فی ثیابہ التی دفن فیہا، پس اس روایت کے پیش نظر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑے پہنانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی، آنحضورؐ کا مقام محمود پر فائز ہونا، شافع محشر ہونا وغیرہ فضائل بلا شرکت غیرہیں۔

ص۶۶۵ ❖ باب قولہ "إن تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزيز الحكيم" ❖

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ان تعذبهم الآیۃ پ ۷ ع ۶) اگر آپ (اے خدا) ان کو (اس عقیدہ پر) سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں (اور آپ مالک ہیں مالک کو حق ہے کہ بندوں کو ان کے جرائم پر سزا دے) اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو (جب بھی آپ مختار کل ہیں کیونکہ) آپ زبردست (قدرت والے) ہیں اور حکمت والے ہیں۔

(۱۵۰) ❖ حدثنا محمد بن کثیر قال حدثنا سفیان قال حدثنا المغیرۃ بن النعمان قال حدثنی سعید بن جبیر عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انکم محشورون وان ناسا یوخذ بهم ذات الشمال فاقول کما قال العبد الصالح، وکنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم" الی قولہ العزیز الحکیم۔ ❖

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم سب (قیامت کے روز) جمع کئے جاؤ گے اور کچھ لوگوں کو جہنم کی طرف لے جایا جائیگا (جنھیں میں دنیا میں مسلمان سمجھتا تھا) میں اس وقت وہی کہوں گا جو عبد صالح (عیسیٰؑ) نے کہا، وکنت علیهم شهیدا الی قولہ العزیز الحکیم۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

کیونکہ حدیث شریف میں الی قولہ سے پوری آیت کی طرف اشارہ ہے یعنی فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شئ شهید ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزیز الحکیم۔

والحدیث اخرجہ فی احادیث الانبیاء ص۴۷۳ وفی الرقاق ص۹۶۲ وھنا فی التفسیر ص۶۶۵۔

❖ سورۃ الانعام ❖

یہ سورہ مکی ہے ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی سوائے چھ آیتوں کے کہ وہ ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوئیں وہ یہ ہیں وماقدروا اللہ حق قدرہ تا آخرتین آیات یعنی ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - اور قل تعالوا اتل ماحرم ربکم تا آخرتین آیات یعنی ۱۵۱ - ۱۵۲ - ۱۵۳ - اس سورت میں ایک سو پینسٹھ ۱۶۵ آیات اور بیس رکوعات ہیں۔

وجہ تسمیہ چونکہ اس سورت میں انعام یعنی جانوروں کے متعلق مشرکین کی جہالتوں اور رسموں کا بیان ہے

اس لئے اس صورت کا نام سورۃ الانعام ہے۔

قال ابن عباس لم تکن فتنتهم معذرتهم

اشارہ ہے آیت کریمہ " ویوم نحشرهم جمیعا ثم نقول للذین اشرکوا أین شرکاؤکم الذین کنتم تزعمون ثم لم تکن فتنتهم الا ان قالوا واللہ ربنا ماکنا مشرکین پ ع ۹) حضرت ابن عباس رضؓ نے فتنتهم کی تفسیر کی ہے معذرتهم سے۔

ترجمہ آیت کریمہ :- اور یاد کرو اس دن کو جس روز ہم جمع کریں گے تمام خلائق کو (میدان حشر میں) پھر ہم مشرکین سے (بطور زجر و توبیخ) کہیں گے کہ تمہارے وہ شرکاء کہاں ہیں جن کے متعلق تم دعویٰ کرتے تھے کہ وہ خدا کے شریک ہیں (جن کو تم اپنا مددگار سمجھتے تھے ایسی سخت مصیبت میں وہ کہاں چلے گئے؟ بلاؤ تاکہ تمہاری سفارش کریں) پھر ان کا عذر و معذرت اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ وہ کہیں گے " قسم ہے اللہ اپنے پروردگار کی کہ ہم (دنیا میں) مشرک نہیں تھے۔

معروشات ما یعرش من الکرم وغیر ذالک

حضرت ابن عباس رضؓ نے معروشات کی تفسیر کی ہے، انگور وغیرہ کے وہ بیلدار درخت جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں، اشارہ ہے آیت کریمہ وھو الذی انشأ جنٰت معروشٰت وغیر معروشات پ ع ۲) اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے باغات پیدا کئے جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں (جیسے انگور، کدو وغیرہ) اور جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے (یا تو اس لئے کہ بیلدار نہیں جیسے آم، امرود، یا باوجود بیلدار ہونے کے عادت و دستور نہیں جیسے تربوز اور خربوزہ وغیرہ۔

لأنذركم به يعنى اهل مكة

اشارہ ہے آیت کریمہ " واُوحی الیّ هذا القرآن لانذركم به ومن بلغ پ ع ۸) حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ اس میں خطاب اہل مکہ کو ہے یعنی میرے پاس یہ قرآن بطور وحی بھیجا گیا تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ تم کو ڈراؤں اور ان کو جن کو یہ قرآن پہونچے۔

اس سے نبوت کا بھی ثبوت ہوتا ہے۔

حمولة ما يحمل عليها

حمولۃ کے معنی ہیں وہ جانور جس پر بوجھ اٹھایا جائے جیسے اونٹ گھوڑا، خچر اور گدھا۔ اشارہ ہے آیت کریمہ " ومن الانعام حمولة وفرشا پ ع ۲) اور (اسی نے پیدا کئے) چوپایوں میں سے کچھ تو بوجھ اٹھانے والے (اونچے قد کے جیسے اونٹ، گھوڑا، خچر اور گدھا) اور کچھ زمین سے لگے ہوئے (یعنی چھوٹے قد کے جیسے بکری، بھیڑ۔

وللبسنا لشبهنا

اور للبسنا کے معنی ہیں لشبهنا کے یعنی البتہ ہم مشتبہ کر دیتے ، اشتباہ میں ڈالدیتے ۔

اشارہ ہے آیت کریمہ ، ولو جعلناہ ملکا لجعلنٰہ رجلا و للبسنا علیھم مایلبسون پ ع ،) اور اگر ہم اس (پیغام پہونچانے والے) کو فرشتہ قرار دیتے تو البتہ ہم اس (فرشتہ) کو آدمی ہی کی شکل میں بناتے اور ہم اسی اشتباہ میں ڈال دیتے (ان پر مشتبہ کر دیتے) جس اشتباہ میں وہ اب پڑے ہیں ۔

✦ ینئون ینتباعدون ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ " وھم ینھون عنہ وینئون عنہ پ ۷ ع ۹) اور یہ لوگ یعنی کفار اس قرآن سے اوروں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں ۔ وقال علی ابن ابی طلحۃ ینھون الناس عن محمد ویتباعدون ان یؤمنوا (عمدہ)

حضرت ابن عباسؓ نے ینئون کی تفسیر کی ہے یتباعدون سے یعنی دور رہتے ہیں ، بھاگتے ہیں اور یہی تفسیر ابو عبیدہ سے بھی منقول ہے (فتح)

✦ تبسل تفضح ابسلوا افضحوا ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ " وذکر بہ ان تبسل نفس بما کسبت لیس لھا من دون اللہ ولی ولا شفیع وان تعدل کل عدل لا یؤخذ منھا اولئک الذین ابسلوا بما کسبوا پ ۷ ع ۱۴) اور اس قرآن کے ذریعہ (آخرت کا بھولا ہوا سبق) یاد دلائے تاکہ کوئی شخص اپنی بداعمالی کے سبب گرفتار مصیبت نہ ہو جائے (اس لئے کہ قیامت کے دن) اس کے لئے سوائے اللہ کے کوئی مددگار نہیں اور نہ کوئی سفارشی ہے ، اور اگر کوئی (اس دن اپنی خلاصی کے لئے) ہر قسم کا معاوضہ بھی دیوے تو وہ اس سے نہ لیا جائیگا ، یہی لوگ (جنھوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے) گرفتار عذاب ہوئے ہیں اپنے برے اعمال کی بنا پر ۔

اس آیت میں تبسل کے معنی تفضح یعنی رسوا کیا جائے ، عیب ظاہر کیا جائے ، اور ابسلوا کے معنی ہیں افضحوا یعنی رسوا کئے گئے گرفتار مصیبت ہوئے یہی منقول ہے ، حضرت ابن عباس رضؓ سے اور مجاہد حسن بصری عکرمہ اور سدی رحمہم اللہ سے بھی ۔

✦ باسطوا ایدیھم البسط الضرب ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ ۔ ولو تریٰ اذ الظٰلمون فی غمرٰت الموت والملٰئکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم پ ع اور اگر آپ اس وقت کو دیکھیں (تو عجیب ہولناک منظر دیکھیں گے جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں (گرفتار) ہوں گے ، اور (موت کے) فرشتے (ان کی روح نکالنے کے لئے) اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے (اور فرشتے اظہار غیظ کے لئے بطور تمسخر کہیں گے کہ اب آخرت کے شدائد دیکھ کر کہاں بھاگو گے ؟) اپنی جانیں نکالو ۔

حضرت ابن عباس رضؓ سے منقول ہے " ہذا عند الموت " والبسط الضرب ، یعنی یہاں بسط کے معنی ضرب اور

مارنے کے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس میں مجازی معنی لیا گیا ہے، مراد یہ ہے کہ سکرات موت کے وقت موت کے فرشتے ظالموں پر ہاتھ مار کر سختی کے ساتھ روح قبض کریں گے، تو بسط کی تفسیر ضرب سے کرکے اسی عنف اور سختی کی طرف اشارہ ہے۔

باسطوا :- بڑھانے والے، پھیلانے والے، یہ باسط اسم فاعل کی جمع ہے، اصل میں باسطون تھا، ایدیھم کی طرف مضاف ہونے کے باعث نون جمع ساقط ہوگیا، بسط کے معنی کھلنے اور کھولنے پھیلنے اور پھیلانے کے ہیں مگر جب ہاتھوں کے ساتھ ان کا استعمال ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کے مختلف مفہوم ہوتے ہیں، چنانچہ کبھی تو کسی چیز کی طرف ہاتھ پھیلانا یعنی مانگنا اور طلب کرنا مراد ہوتا ہے جیسے کباسط کفیہ الی الماء لیبلغ فاہ پ ع ۸ اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلانے والا تاکہ پانی اس کے منہ میں پہونچ جائے، اور کبھی کسی چیز پر ہاتھ مارنے اور گرفت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے آیت مذکورہ ولو تری الآیۃ۔ اور کبھی مارنے اور حملہ کرنے کے معنی ہوتے ہیں جیسے لئن بسطت الی یدک لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک پ ع ۹) اور اگر تو میرے قتل کرنے کے لئے دست درازی کریگا (یعنی حملہ کریگا) تب بھی میں تجھ پر تیرے قتل کرنے کے لئے دست درازی نہیں کرونگا۔ اور کہیں ہاتھوں کے کھلنے سے مراد عطا اور بخشش ہوتی ہے جیسے بل یداہ مبسوطتان پ ع ۱۳) بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، کشادہ ہیں۔ (لغات القرآن بادنی تغییر)

✦ استکثرتم اضللتم کثیرا ✦

استکثرتم کے معنی ہیں تم نے بہتوں کو گمراہ کیا۔ وقال علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس رض قد استکثرتم من الانس بمعنی اضللتم منہم کثیرا۔

اشارہ ہے آیت کریمہ ویوم یحشرھم جمیعا یمعشر الجن قد استکثرتم من الانس پ ع ۲ اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے (بطور توبیخ شیاطین الجن سے کہا جائیگا) اے گروہ جنات (یعنی اے گروہ شیاطین) تم نے انسانوں (کے گمراہ کرنے) میں بڑا حصہ لیا، اور بہتوں کو گمراہ کیا۔

✦ ذرأ من الحرث جعلوا للہ من ثمراتھم ومالھم نصیبا وللشیطان والاوثان نصیبا ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ وجعلوا للہ مما ذرأ من الحرث والانعام نصیبا، پ ع ۳) اور ان لوگوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مویشی میں سے (بطور نیاز) ایک حصہ اللہ کے لئے مقرر کیا۔

اس آیت کریمہ میں ذرأ من الحرث کی تفسیر حضرت ابن عباس رض سے منقول ہے یعنی مشرکوں نے اپنے پھلوں اور اپنے مال میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے مقرر کیا اور ایک حصہ شیطانوں اور بتوں کے لئے مقرر کیا، پھر اگر اتفاق سے اللہ تعالیٰ کے حصہ میں سے کچھ بتوں کے حصہ کوئی چیز گرجاتی تو اس کو اسی میں رہنے دیتے اور کہتے کہ اللہ تو غنی ہے، اور اگر اس کے برعکس بتوں کے حصہ میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے حصہ میں گرجاتی تو اس کو نکال کر پھر بتوں کے حصہ میں شامل کردیتے، یہ کتنی بڑی جہالت اور حماقت ہے؟

✦ اما اشتملت یعنی ھل تشتمل الا علی ذکر او انثی فلم تحرمون بعضا وتحلون بعضا ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ قل ءالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین پ ع۴) یعنی اے نبیؐ) آپ پوچھئے (ان کافروں سے کہ یہ تو بتلاؤ) کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں (جانوروں) کے نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں کے اداؤں کو حرام کیا ہے) یعنی خدا نے بھیڑ اور بکری کے کل نر حرام کئے ہیں یا دونوں کے کل مادہ حرام کئے ہیں) یا اس (بچہ) کو جس پر دونوں مادائوں کے رحم (بچہ دانی) مشتمل ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ کیا وہ بچہ حرام ہے جس کو دونوں مادہ (بھیڑ بکری) اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہیں استفہام انکاری ہے۔ — اس آیت سے مشرکین کے اس قول ما فی بطون ھذہ الانعام خالصۃ لذکورنا ومحرم علی ازواجنا کے رَدّ کی طرف اشارہ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ تم نے جو سائبہ، بحیرہ، وصیلہ اور حامی کو حرام کر رکھا ہے، یہ کس وجہ سے ہے؟ اگر یہ تحریم مذکر کی وجہ سے ہے تو سارے نر کو حرام کہو، اور اگر مادہ کی طرف سے ہے تو سارے مادائوں کو حرام قرار دو یا اما اشتملت الخ جس بچہ پر دونوں مادائوں کی بچہ دانی مشتمل ہے یعنی جو بچہ پیٹ میں ہے تو وہ نر پر مشتمل ہے یا مادہ پر پھر کیوں بعض کو حرام کہتے ہو اور بعض کو حلال؟ پھر بعض کے لئے حلال اور بعض کے لئے حرام؟ یہ صریح جہالت اور حماقت ہے۔

مَسفوحًا مھراقًا

مسفوح کے معنی ہیں بہتا ہوا۔ اشارہ ہے آیت کریمہ قُل لا اَجِدُ فیما اوحی الی محرمًا علی طاعم یَطعَمُہ اِلا اَن یکون میتۃً او دمًا مسفوحًا، پ ع۵) آپ فرما دیجئے کہ (ان چیزوں کی حرمت کے بارہ میں جن کی حرمت کو تم خدا کی طرف منسوب کرتے ہو) میں اس وحی میں جو مجھ پر کی گئی ہے ان میں سے کسی چیز کو بھی کھانے والے پر جو اسے کھائے حرام نہیں پاتا (خواہ مرد ہو یا عورت) مگر یہ کہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون، الآیۃ۔

اس آیت میں دمًا مسفوحًا کی تفسیر حضرت ابن عباس رضؓ سے منقول ہے مھراقًا ای مصبوبًا۔

صدف اعرض

اشارہ ہے آیت کریمہ فمن اظلم ممن کذّب بآیات اللہ وصدف عنہا، پ ع۷) اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اس سے اعراض کیا۔ — حضرت ابن عباس رضؓ سے منقول ہے کہ صدف عنہا بمعنی اعرض عنہا ہے۔

اُبلسو اُویِسوا و اُبسلوا اُسلموا

اُبلسُوا کے معنی ہیں اویسوا بضم الہمزہ بصیغہ مجہول یعنی مایوس ہو گئے، نا امید ہو گئے۔

اشارہ ہے آیت کریمہ اخذناھم بغتۃً فاذا ھم مبلسون، پ ع۱۱) ہم نے ان کو اچانک پکڑا (یعنی ہمارا عذاب یک لخت ان پر آگیا) پس وہ نا امید ہو گئے — اور بعض نسخہ اَیِسوا بصیغہ معروف ہے اَیِسَ از باب سمع مصدر ایاسًا، نا امید ہونا۔

اور اُبسلوا کے معنی ہیں اُسلموا، یعنی اسلموا الی الھلاک، اشارہ ہے آیت کریمہ اولئک الذین

اُبسلوا بما کسبوا پ ع ۱۴) یعنی اپنے اعمال بد اور عقائد باطلہ کی وجہ سے سپرد عذاب کر دیئے گئے۔

سرمدًا دائمًا

سرمدًا کے معنی ہیں دائما، قال العلامۃ العینی لامناسبۃ لذکر ہذا ھٰہنا لانہ لم یقع ہذا الا فی سورۃ القصص فی قولہ تعالیٰ قد ارء یتم ان جعل اللہ علیکم اللیل سرمدا الی یوم القیامۃ، سرمدا ای دائما (عمدہ) یعنی سرمد کا لفظ قرآن حکیم کے اندر سورہ قصص کی آیت ۷۱ و ۷۲ میں آیا ہے۔

ترجمہ آیات قصص (اے نبی ان لوگوں سے) آپ کہدیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک رات ہی رہنے دے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں رات لادے جس میں تم آرام پاؤ کیا تم دیکھتے نہیں؟۔

پھر خود ہی حضرت علامہ عینی رحمہ اللہ علامہ کرمانی سے نقل کرتے ہیں " وقال الکرمانی ذکرہ ھٰنا لمناسبۃ قولہ تعالیٰ فالق الاصباح وجاعل اللیل سکنا الخ مگر علامہ عینی رح کے طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ کرمانی کے جواب سے مطمئن نہیں، علامہ کرمانی رح کی بیان کردہ وجہ مناسبت کو حافظ عسقلانی اور علامہ قسطلانی نے بھی ذکر فرمایا ہے۔ محدث جلیل حضرت گنگوہی رح فرماتے ہیں کہ امام بخاری رح کا مقصد سورۂ انعام کی ایک آیت کا سورۂ قصص کی آیت سے بظاہر تعارض نظر آتا ہے اس کو دفع کرنا ہے۔

سورۂ انعام کی آیت ہے " فالق الاصباح وجعل اللیل سکنا پ ع ۱۸) وہ (اللہ تعالیٰ) صبح کا پھاڑنے والا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ پردۂ شب کو چاک کرکے صبح نکالتا ہے کہ رات ختم ہو جاتی ہے اور صبح صادق نمودار ہو جاتی ہے) اور اس نے رات کو سکون اور راحت کی چیز بنائی ہے۔

اس آیت سے بظاہر رات کو سکون وقرار کے ساتھ متصف ہونا معلوم ہوتا ہے اور اکثر لیل کی صفت سرمد مستعمل ہے (کمافی المصباح لیلٌ سرمدٌ لمبی رات)

اور سورۂ قصص کی آیت سے بظاہر اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے، کیونکہ فرمایا گیا ہے ان جعل اللہ علیکم اللیل سرمدًا دفع تعارض کا حاصل یہ ہے کہ آیت قصص میں اگرچہ دوام کے لئے ہے لیکن سرمد لیل کی صفت میں دوام کے معنی میں نہیں ہے بلکہ طول اور درازی سے مجاز ہے، اسی طرح رات کے ساتھ سکون دوام کیلئے نہیں ہے بلکہ طول و درازی سے مجاز ہے (لامع ۱۹۹/۲)

استہوتہ اَضلّتہ

اشارہ ہے آیت کریمہ کالذی استہوتہ الشیٰطین پ ع ۱۵) اس شخص کی طرح جس کو شیاطین نے گمراہ کردیا۔ تو آیت میں استہوتہ بمعنی اضلّتہ ہے۔

تمترون تشکون

اشارہ ہے آیت کریمہ " ثم انتم تمترون" پ ع ۷) پھر بھی تم شک کرتے ہو۔

وَقرٌ صَمَمٌ واما الوقر الحمل

قال ابو عبیدۃ فی قولہ تعالیٰ، وفی اٰذانھم وقرا ای الثقل والصمم (فتح)

اشارہ ہے آیت کریمہ" وجعلنا علی قلوبھم اکنۃً ان یفقھوہ وفی اٰذانھم وقرا پ ع ۹) اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ اس (قرآن) کو سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں بوجھ یعنی آیت میں وقرٌ کے معنی ہیں صَمَمٌ بہراپن، بوجھ، مطلب یہ ہے کہ اگرچہ وہ (منکرین قرآن) سنتے ہیں، لیکن حق وہدایت کی باتوں سے بہرے ہیں۔

جمہور کی قرأت میں اسی طرح ہے، یعنی بفتح الواؤ۔ ایک قرأت بکسر الواؤ ہے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ۔ وِقر بکسر الواؤ کے معنی ہیں بوجھ، بصورت کسرہ معنی ہوگا کہ ان کے کانوں میں بوجھ ہے، ڈاٹ ہے کہ بات سننے میں رکاوٹ ہوتی ہے۔

اساطیرُ واحدھا اسطورۃ واسطارۃ وھی الترّھاتُ

ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ اساطیر کا واحد اسطورۃ بضم الھمزہ اور اسطارۃ بکسر الھمزہ ہے اور اس کے معنی ترہات بضم التاء وتشدید الراء ہیں یہ جمع ہے ترھۃ کی جس کے معنی ہیں باطل کے، پس ترہات کے معنی ہوئے اباطیل کے۔ —— نیز ترھۃ کے اصل معنی ہیں چھوٹے چھوٹے راستے، جو بڑے راستے سے شاخ نکلے پھر جھوٹے قصے اور اباطیل کے لئے کنایہ کرلیا گیا۔

اشارہ ہے آیت کریمہ" یقول الذین کفروا ان ھذا الا اساطیر الاولین پ ع ۹) کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) تو کچھ بھی نہیں صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں اور قصے ہیں، مطلب یہ ہے کہ بے سند باتیں ہیں جیسے ہم لوگ رستم اور اسفندیار کے قصے سناتے ہیں۔

البأساءُ من البأس ویکون من البؤس

ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ آیت کریمہ فاخذناھم بالبأساء پ ع ۱۱) میں بأساء مشتق ہے بأس سے جس کے معنی شدت اور سختی کے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بؤس بالضم سے مشتق ہو جس کے معنی فقر کے ہیں ۔ آیت کا ترجمہ ہے پھر ہم نے ان کو سختی اور بیماری سے پکڑا یعنی تکلیف میں مبتلا کردیا۔

جھرۃ معاینۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ قل ارءیتکم ان اتٰکم عذاب اللہ بغتۃً اوجھرۃ ھل یُھلک الا القوم الظٰلمون پ ع ۱۱) آپ کہئے کہ یہ تو بتلاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک آجائے یا آشکارا ہو تو سوائے ظالموں کے اور کون ہلاک کیا جائے گا؟ —— ابو عبیدہ رح نے جھرۃ کی تفسیر کی ہے معاینۃ سے یعنی آنکھوں دیکھتے، کھلم کھلا۔

الصُّوَرُ جماعۃ صُورۃٍ کقولہ سُورۃ وسُوَر

ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ آیت کریمہ ولہ الملک یوم ینفخ فی الصور پ ع ۱۵) میں لفظ صُوَر، صورۃ کی جمع ہے جیسا کہ سورۃ اور سُوَر ہے یعنی سورۃ کی جمع سُوَر ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ مُردوں کی صورتوں میں صور پھونکا جائے گا پھر وہ زندہ ہو جائیں گے۔

لیکن جمہور مفسرین و محققین کا قول یہ ہے کہ صُور بسکون الواؤ ایک سینگ ہے جس میں قیامت کے روز حضرت اسرافیل ؑ پھونک ماریں گے، پھونک مارتے ہی تمام خلقت فنا ہو جائے گی پھر دوسری مرتبہ صور پھونکیں گے توسب زندہ ہو جائینگے اور یہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، پس صور واحد ہے نہ کہ جمع، نیز امام بخاری رہ کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ کتاب الرقاق میں مستقل باب ہے "باب نفخ الصور"

ترجمہ :۔ اور اسی کی سلطنت اور بادشاہت ہوگی جس دن صور پھونکا جائے گا، یعنی ظاہراً بھی اسی کی حکومت ہو جائے گی، کما فی قولہ تعالیٰ لمن الملک الیوم للہ الواحد القھار؟

ملکوتٌ مُلکٌ مِثلُ رھبوتٌ خیرٌ مِن رحموتٍ وتقول ترھبُ خیرٌ من ان ترحمَ

ملکوت ملک ہے یعنی ملکوت بمعنی مُلک ہے، یعنی بادشاہت، اقتدار اعلیٰ، واؤ اور تاء زائدتان مبالغہ کے لئے ہے اس لئے ملک سے زیادہ ملکوت میں عظمت ہے یعنی بڑا اقتدار، بڑی حکومت۔

علامہ عینی رہ فرماتے ہیں وقال المفسرون ملکوت کل شئی معناہ ملک کل شئی ای ھو مالک کل شئی، و المتصرف فیہ علی حسب مشیتہ ومقتضیٰ ارادتہ۔

مثل رھبوت بکسر المیم والاضافۃ لتالیہ یعنی رہبوت کی طرح یعنی ملکوت رہبوت کے وزن پر ہے، دوسرا نسخہ ہے مَثَلٌ بفتح المیم والمثلثۃ وتنوین اللام، اس صورت میں رھبوتٌ مرفوع ہوگا ای رھبوتٌ خیر من رحموتٍ مطلب ہوگا ہذا مَثَلٌ یقال رہبوتٌ خیر من رحموتٍ یعنی خوف وخشیت بہتر ہے رحم وکرم کی امید سے وتقول ترھب خیر من ان ترحمَ، تم کہتے ہو ڈرایا جانا بہتر ہے مہربانی کئے جانے سے، مقصد یہ بتانا ہے کہ رھبوت اور رحموت دونوں مصدر مجہول ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ مقام خشیت اعلیٰ اور افضل ہے مقام رجاء سے اسلئے کہ خاشی اعمال میں تکلیف برداشت کرے گا بخلاف راجی کے۔

اشارہ ہے آیت کریمہ "وکذالک نُرِی ابراھیمَ ملکوتَ السمٰوٰتِ والارض پ ع ۱۵) اور جس طرح ہم نے ابراہیم ؑ کو بت پرستی کی گمراہی اور جہالت وحماقت دکھلائی) اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت دکھلانے لگے۔

جَنَّ اَظلَمَ

اشارہ ہے حضرت ابراہیم ؑ ہی کے قصہ میں آیت کریمہ کی طرف فلما جنّ علیہ اللیل پ ع ۱۵) پس جب رات نے اس پر اندھیرا کرلیا، یعنی اس آیت میں جَنَّ کے معنی ہیں اندھیرا کردیا یعنی اس پر رات چھا گئی۔

یقال علی اللہ حُسبانُہٗ ای حسابہ ویقال حسبانا مرامی ورجوما للشیٰطین

اشارہ ہے آیت کریمہ وجعل اللیل سکنًا والشمس والقمر حسبانا پ ع ۱۸) اور اس نے رات کو سکون اور راحت کی چیز بنائی (کہ دن کے تھکے تھکائے سو کر آرام پاتے ہیں) اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا۔ یقال علی اللہ حسبانہ ای حسابہ کہا جاتا ہے کہ اللہ پر اس کا حُسبان یعنی حساب ہے۔ بعض حضرات (یعنی اخفش وغیرہ) کا قول ہے کہ حسبان جمع ہے حساب کی جیسے شہبان جمع ہے شہاب بکسر الشین یعنی تارہ کی۔

جمہور ائمہ لغت اور اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ حسبان مصدر ہے از باب نصر حساب کرنے اور شمار کرنے کے معنی میں آتا ہے، آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ نے آفتاب وماہتاب کی رفتار کو ایسے حساب سے رکھا ہے کہ دونوں مستحکم نظام کے ساتھ چلتے ہیں، جاڑے اور گرمی ان کے منازل طلوع وغروب ایسے حساب سے رکھا ہے کہ جس کے ذریعہ انسان سالوں مہینوں اور گھنٹوں کا حساب لگالیتے ہیں۔

ویقال حسبانا مرامی الخ اور بیان کیا جاتا ہے کہ حسبان کے معنی چھوٹے تیر کے ہیں، حسبانۃٌ کی جمع ہے مَرامی جمع ہے مِرمی کی، تیر پھینکنے کا آلہ، یہاں مراد شہاب ہے یعنی آگ کی چمک، ٹوٹا ہوا تارہ، جو اوپر سے بطور بجلی گرتی ہے جیسا کہ سورۂ کہف میں آیا ہے ویرسل علیہا حسبانا من السماء ع ۵، پ۱۵) اور اس پر (یعنی تیرے باغ پر) آسمان سے لُو کا ایک جھونکا بھیجدے کہ جس سے وہ صاف میدان بن کر رہ جائے۔

ورجوما للشیٰطین :۔ رجوم آلات سنگساری، رجم کی جمع ہے، رجم اصل میں مصدر ہے، اور جس چیز کے ذریعہ رجم کیا جائے بطور اسم مستعمل ہے، کما فی سورۃ ملک ولقد زیّنّا السماء الدنیا بمصابیح وجعلناھا رجوما للشیٰطین پ۲۹ ع ۱) اور ہم نے سماء دنیا کو رونق دی ہے، چراغوں (ستاروں) سے اور ہم نے ان (ستاروں) کو شیاطین کے مارنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

مستقرٌّ فی الصلب ومستودع فی الرحم

اشارہ ہے آیت کریمہ وھو الذی انشأکم من نفس وّاحدۃ فمستقر ومستودع پ ع ۱۸) اور وہ (اللہ) وہ ہے جس نے تم کو ایک جان (آدم ؑ) سے پیدا کیا (پھر سلسلہ توالد وتناسل جاری کیا) پھر ایک تو ٹھکانہ ہے (یعنی ٹھہرنے کی جگہ) اور ایک امانت رکھنے کی جگہ۔

آیت کریمہ کے اندر مستقر اور مستودع کی مراد میں مفسرین کرام کے اقوال مختلف ہیں

مستقر فی الصلب :۔ مستقر صلب میں ہے، لفظ مستقر ظرف کا صیغہ ہے استقرار سے جس کے معنی ہیں قرارگاہ، ٹھہرنے کی جگہ، اور اسی طرح مستودع ظرف کا صیغہ ہے استیداع سے جس کے معنی ہیں امانت رکھنے کی جگہ، وقال ابو عبیدۃ مستقر فی صلب الاب ومستودع فی رحم الامّ ۔ وکذا اخرج عبد بن حمید من حدیث محمد بن الحنفیۃ وھذا موافق لما عند المصنف رح (فتح الباری، قسطلانی)

مطلب یہ ہے کہ ابو عبیدہ کی تعبیر کے مطابق مستقر سے مراد باپ کا صلب ہے اور مستودع سے مراد

رحم مادر ہے یا قبر بالعکس۔ وعن ابن مسعود رضؓ فمستقر فی الدنیا ومستودع حیث یموت (عمدہ) یعنی حضرت ابن مسعود رضؓ سے روایت یہ بھی ہے کہ مستقر (ٹھہرنے کی جگہ) سے مراد دنیا ہے اور مستودع (امانت رکھنے کی جگہ) سے مراد قبر ہے جہاں انسان عارضی طور پر ودیعت رکھا جاتا ہے، حاصل یہ ہے کہ پیدا کرنے کے بعد ایک مدت تک تم کو دنیا میں رکھتا ہے، قال تعالیٰ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الیٰ حین، پھر اس کے بعد تمکو مارتا ہے اور مرنے کے بعد تم کو قیامت تک قبروں میں رکھتا ہے اور اس کے بعد قیامت کے روز دوبارہ زندہ کریگا۔

❁ القِنوُ العذق والاثنان قِنوان والجماعة ایضا قِنوانٌ مثل صِنوٍ وصنوانٍ ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ ومن النخل من طلعها قنوانٌ دانیة پ ع ۱۸) اور کھجور کے درختوں سے (یعنی اس کے گابھے سے) بعض خوشے ہیں جو جھکے ہوئے ہوتے ہیں۔ قِنو کے معنی عِذق یعنی کھجور کا خوشہ، قنو کا تثنیہ بھی قنوان ہے اور جمع بھی قنوان ہے جیسے صِنو کی جمع صنوان آتی ہے، آیت کریمہ میں لفظ قنوان جمع ہے قنو کی۔

۶۶۶ ❁ باب قوله وعنده مفاتیح الغیب لا یعلمها الا هو ❁

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ اور اللہ کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں (یا اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کے خزانے) جن کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

تشریح مفاتح صیغہ جمع منتہی الجموع، اس کے واحد میں علماء تفسیر کے دو قول ہیں ۱۔ بعض کے نزدیک مِفتح بکسر المیم کی جمع ہے، جس کے معنی کنجی کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ مِفتح بکسر المیم اسم آلہ کا صیغہ ہے، کھولنے کا آلہ، ان حضرات نے مفاتح الغیب کا ترجمہ غیب کی کنجیوں سے کیا ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جن کنجیوں سے غیب کا قفل کھلتا ہے وہ سب اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، یعنی وہی خدائے برحق عالم الغیب ہے اس کے سوا کسی کو علم غیب نہیں۔ ایک قرأت ہے مفاتیح الغیب "مفتاح کی جمع یہ بھی اسم آلہ ہے، واضح رہے کہ اسم آلہ کے اوزان تین ہیں، مِفعل، مِفعلة، مِفعال وکلها بکسر المیم۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مفاتح بفتح المیم مَفتح کی جمع ہے اس صورت میں مفتح مصدر میمی ہو یا ظرف بمعنی خزانہ ہے، ان علماء نے مفاتح الغیب کا ترجمہ غیب کے خزانوں سے کیا ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ غیب کے تمام خزانے صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں اسی کو اختیار ہے کہ اپنے خزانہ میں سے جس کو چاہے اور جتنا چاہے بتلادے کما قال تعالیٰ ان من شیٔ الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم پ ۱۴ ع ۲)

(۱۵۱) ❁ حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ قال حدثنا ابراهیم بن سعد عن ابن شهاب عن سالم بن عبد اللہ عن ابیه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال مفاتح الغیب خمسٌ ان اللہ عنده علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفسٌ ماذا تکسب غدا وما تدری نفسٌ بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔ ❁

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیب کے خزانے پانچ ہیں بلا شبہ اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی بارش برساتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ عورتوں کے پیٹ میں کیا ہے؟ (لڑکا آئیگا یا لڑکی؟) اور کوئی متنفس نہیں جانتا ہے کہ کل کیا کمائی کریگا اور نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ کس زمین میں مرے گا، بس اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور با خبر ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث قد مضیٰ ص۱۴۱ وسیاتی ص۶۸۴، ایضا ص۷۰۴ واخرجہ النسائی ایضا۔

باب قولہ قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم الآیۃ

ارشاد الٰہی:۔ قل ھو القادر الآیۃ پ ع ۱۴) آپ (اے نبی) کہدیجئے کہ وہ اللہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب بھیجدے تمہارے اوپر سے (یعنی آسمان کی جانب سے کما فعل بقوم نوح ولوط واصحاب الفیل)

یلبسکم یخلطکم من الالتباس یلبسوا یخلطوا شیعا فرقا

اشارہ ہے آیت کریمہ " او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض پ ع ۱۴) ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ یَلبِسَکم بمعنی یخلطکم ہے اور التباس سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں اشتباہ واختلاط کے، یلبسوا، از باب ضرب بمعنی یخلطوا ہے مصدر خلط کے معنی ہیں ملانا، خراب وفاسد کرنا، شیعا بمعنی فِرَقا ہے جو فرقۃ کی جمع ہے، مطلب یہ ہے کہ شِیَع جمع ہے شیعۃ کی جس کے معنی فرقہ، پارٹی، اب آیت کریمہ کا ترجمہ ہوگا "یا تمکو گروہ گروہ کرکے خلط ملط کردے (یعنی مختلف پارٹیوں میں کرکے باہم دست بگریباں کردے) اور ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھادے۔ وقد ورد فی الحدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستفترق امتی علی ثلاث وسبعین فرقۃ کلھا فی النار الا واحدۃ

(۱۵۱) حدثنا ابو النعمان قال حدثنا حماد بن زید عن عمرو بن دینار عن جابر قال لما نزلت ھذہ الآیۃ، قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعوذ بوجھك قال او من تحت ارجلکم قال اعوذ بوجھك او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم بأس بعض قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا اھون او ھذا ایسر۔

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعوذ بوجھک (اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں) فرمایا او من تحت ارجلکم یا تم پر کوئی عذاب بھیجدے تمہارے پاؤں کے نیچے سے (کما اغرق فرعون وخسف بقارون) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس پر بھی) فرمایا، اعوذ بوجھک لیکن جب آیت کا یہ حصہ نازل ہوا او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

نے فرمایا ھذا اھون یا فرمایا (شک راوی) ھذا الیسر یعنی یہ سہل اور آسان ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث ہنا فی التفسیر ۶۶۶ ویاتی فی التوحید ۱۱۰۱ وایضا اخرجہ النسائی۔

ھذا اھون لان الفتن من المخلوقین و عذابھم اھون من عذاب اللہ۔
مسلم شریف کی حدیث ہے سألت ربی ان لا یجعل بأس امتی بینھم فمنعنیھا۔ یعنی میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ میری امت کی لڑائی آپس میں نہ واقع ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اس دعا سے مجھ کو منع فرمادیا، ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ بہرحال یہ بات یعنی آپس کی لڑائی ہوکر رہنے والی ہے اور اس کی تاویل اب تک نہیں آئی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی حیات بابرکات میں مسلمانوں کی خانہ جنگی نہیں ہوئی، لیکن آنحضورؐ کی پیشین گوئی کا وقوع آنحضورؐ کے انتقال کے پچیس برس بعد حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان خانہ جنگی ہوئی، جو تاریخ میں جنگ صفین کے نام سے موسوم ہے۔

باب قولہ ولم یلبسوا ایمانھم بظلم

ای ہذا باب (بالتنوین) فی قولہ تعالیٰ ولم یلبسوا الخ اشارہ ہے آیت کریمہ "الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون، پ ع ۱۵) یعنی وہ لوگ جو ایمان لاتے اور اپنے ایمان کو ظلم سے مخلوط نہیں کیا ان ہی کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں، اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے۔

(۱۵۳) حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا ابن ابی عدی عن شعبۃ عن سلیمٰن عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ قال لما نزلت ولم یلبسوا ایمانھم بظلم قال اصحابہ وایّنا لم یظلم فنزلت ان الشرک لظلم عظیم۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "جن لوگوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے مخلوط نہیں کیا الخ تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم میں سے کون شخص ہے جس نے کوئی ظلم (یعنی گناہ) نہیں کیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (سورہ لقمان کی) نازل فرمائی "اِنّ الشرک لظلم عظیم" بلاشبہ شرک بڑا ظلم ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث اخرجہ البخاری فی کتاب الایمان ۱۰ وفی الانبیاء ۴۷۷ و ۴۸۲ وہنا فی التفسیر

لم یلبسوا لبس بفتح اللام باب ضرب سے خلط ملط کرنا، گڈمڈ کردینا کہ امتیاز نہ رہے، اور یہی لفظ جب باب سمع سے آتا ہے تو اس کے معنی پہننے کے ہوتے ہیں اور اس کا مصدر لُبْسٌ بضم اللام آتا ہے۔

بظلم ظلم کے معنی ہیں وضع الشئ فی غیر محلہ، یعنی کسی چیز کو بے محل رکھنا، پس اس لغوی معنی کے لحاظ سے ہر جرم اور گناہ ظلم ہے، خواہ بڑا گناہ ہو یا چھوٹا۔

صحابۂ کرام کا اشکال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب

چونکہ آیت کریمہ میں بظلم کا لفظ نکرہ ہے اور نفی کے تحت میں ہے اور قاعدہ ہے کہ جب نکرہ تحت النفی واقع ہو تو عموم کا فائدہ دیتا ہے اسی وجہ سے صحابہ رضی پر شاق گذرا اور خوفزدہ ہوگئے کہ دنیا میں کوئی شخص بجز انبیاء کرام علیہم السلام کے کوئی اس سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور الأمن کا متعلق لھم کی تقدیم مفید حصر ہے، تو آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ امن اور ہدایت صرف ان ہی لوگوں کے لئے ہے جنھوں نے اپنے ایمان کو کسی ظلم کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا اگرچہ وہ چھوٹا ظلم ہو یا بڑا یعنی کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ اسی بنا پر صحابہ نے سوال کیا "اینا لم یظلم" ہم میں سے کون ایسا ہے کہ جس سے کوئی ظلم نہ ہوا ہو، کوئی گناہ نہ ہوا ہو؟ آنحضور ص نے جواب دیا کہ بظلم میں تنوین تعظیم کے لئے ہے، ان الشرک لظلم عظیم یعنی عظیم ظلم شرک ہے۔

اب یہ بحث رہ جاتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بظلم کی تنوین کو تعظیم کے لئے قرار دے کر ظلم عظیم سے تفسیر فرمائی ہے اس پر کوئی قرینہ ہے یا نہیں؟ حضرت نانوتوی رح سے منقول ہے کہ خود آیت کریمہ میں قرینہ موجود ہے اور وہ لفظ لم یلبسوا ہے جس کے معنی ہیں لم یخلطوا اور یہ معلوم ہے کہ اختلاط وہیں ممکن ہے جہاں دونوں چیزوں کا ظرف ایک ہو، ظاہر ہے کہ زنا، چوری، سنیما بینی اور شراب نوشی یہ سارے معاصی اعمال جوارح ہیں اور ایمان کا محل وظرف قلب ہے تو لبس واختلاط اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب دونوں کا ظرف ومحل ایک ہو، جیسے شربت اسی وقت بن سکتا ہے جب پانی میں شکر ملادی جائے، اس کے بعد تنہا زباقی نہیں رہتا تو یہاں اگر جوارح کے اعمال مراد لئے جائیں تو اتحاد نہ ہوگا، اتحاد تو جب ہوگا کہ ظلم کے وہ معنی ہوں جو ایمان کے محل اور ظرف کا ظلم ہو اور یہ شرک وکفر ہے تو حضور اقدس ص نے آیت کریمہ کی مراد ظاہر فرمادی، یہ مصداق ہے ویعلمھم الکتاب کا۔

خلاصہ آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جو آدمی اپنے ایمان میں کسی قسم کا شرک ملادے، یعنی حق تعالیٰ کو تمام صفات کمالیہ کے ساتھ ماننے کے باوجود غیر اللہ کو بھی ان میں سے بعض صفات کا حامل سمجھے، جیسے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کو مختار کل سمجھے یا عالم الغیب سمجھے تو وہ اس امن وایمان سے خارج ہے۔

باب قولہ ویونس ولوطاً وکلاً فضلنا علی العٰلمین

اللہ کا ارشاد: اور یونس ع کو اور لوط کو (ہم نے ہدایت دی) اور ہم نے سب کو فضیلت دی سارے جہان والوں پر، یعنی ان حضرات علیہم السلام کو ان کے زمانے میں تمام لوگوں پر فضیلت دی)۔

اشارہ ہے آیت کریمہ ووھبنا لہ اسحٰق ویعقوب کلاً ھدینا ونوحاً ھدینا من قبل ومن

ذرّیته داؤد وسلیمٰن وایوب ویوسف وموسیٰ وھٰرون وکذٰلک نجزی المحسنین وزکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس کلّ من الصّٰلحین واسمٰعیل والیسع ویونس ولوطا وکلا فضّلنا علی العٰلمین (پ۷ ع ۱۶)

اور ہم نے ان کو (یعنی ابراہیمؑ کو) اسحاق (بیٹا) دیا اور ایک پوتا) یعقوبؑ (دیا) ان سب کو ہم نے ہدایت دی اور ہم نے (ابراہیمؑ سے پہلے) نوحؑ کو ہدایت دی (جو ابراہیمؑ کے جدامجد تھے) اور ابراہیم کی اولاد میں سے (ہم نے ہدایت دی) داؤد اور سلیمان کو، اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو، اور اسی طرح ہم نیکوں کو جزائے خیر دیا کرتے ہیں اور ہم نے ہدایت دی) زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو ہر ایک انمیں سے نیک بختوں میں تھے اور (ہم نے ہدایت دی) اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو، اور ان سب کو ہم نے فضیلت دی تمام جہان والوں پر (یعنی ان کے زمانے میں)۔

(۱۵۴) ✽ حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا ابن مھدیؒ قال حدثنا شعبة عن قتادة عن ابی العالیة قال حدثنی ابن عم نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ماینبغی لعبد ان یقول انا خیر من یونس بن متیؑ ✽

ترجمہ:- حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بندہ کے لئے مناسب نہیں ہے یہ کہنا کہ میں یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں۔

اس صورت کا عدم جواز بالکل واضح ہے کہ امت کا کوئی فرد اپنے کو کسی بھی نبی سے بہتر کہے قطعاً جائز نہیں۔

دوسرا مطلب کسی بندہ کے لئے یہ کہنا مناسب نہیں کہ میں یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یونس بن متی سے بہتر ہیں، حدیث پاک کا یہی مطلب راجح اور واضح ہے۔

اشکال وجواب اس پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضور اقدسؐ افضل الانبیاء ہیں پھر تفضیل بین الانبیاء نصِ قرآنی سے ثابت ہے تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض الآیة، نیز حدیث پاک سے ثابت ہے ارشاد نبوی: انا سید ولد آدم ولا فخر۔

جوابؐ آنحضور صلعم کا ارشادِ ممانعت افضلیت کے علم سے قبل کا ہے۔

جوابؐ آپ نے تواضعاً فرمایا۔ ۳؎ آپؐ نے امت کو تنبیہ فرمائی ہے کہ مچھلی کے واقعہ سے متاثر ہوکر کوئی شخص نبی کی شان میں گستاخی نہ کرے کہ جب آنحضورؐ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے تو کسی اور کے لئے کیوں کر جائز و مناسب ہوگا، وغیرہ۔

(۱۵۵) ✽ حدثنا آدم بن ابی ایاس قال حدثنا شعبة قال حدثنا سعد بن ابراھیم قال سمعت حُمید بن عبد الرحمٰن بن عوف عن ابی ھریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ماینبغی لعبد ان یقول انا خیر من یونس بن متّٰی ✽

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ رض روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بندہ کیلئے مناسب نہیں یہ کہنا کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

تشریح انظروا الی الحدیث السابق۔

باب قولہ اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد : یہ انبیاء (مذکورین) وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی، پس آپ ان (انبیاء) کی روش اور طریقہ کی پیروی کیجئے۔

انبیاء مذکورین اس سولہویں رکوع کے آیات میں حق تعالیٰ نے اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے، حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت نوح، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت الیاس، حضرت اسماعیل، حضرت الیسع، حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم السلام۔

ان اٹھارہ پیغمبروں کے علاوہ جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے وہ سات ہیں، حضرت آدم، حضرت ادریس حضرت شعیب، حضرت صالح، حضرت ہود، حضرت ذوالکفل اور سیدنا وسید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان سمیت سب ۲۵ ہوتے۔

مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام عقائد اور اصول دین میں متحد ہیں جن میں نسخ نہیں ہوتا، حضرات انبیاء علیہم السلام کا دستور اساسی ایک ہے، اور شریعتوں کے اعتبار سے مختلف ہیں، کما قال اللہ تعالیٰ لکلٍ جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا، لہذا آیت مذکورہ اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ میں اصول دین میں اقتداء اور اتباع مراد ہے شریعت میں اقتداء مراد نہیں۔

(۱۵۶) حدثنا ابراھیم بن موسی قال اخبرنا ھشام ان ابن جریج اخبرھم قال اخبرنی سلیمان الاحول ان مجاھدا اخبرہ انہ سال ابن عباس أفی ص سجدۃ فقال نعم ثم تلا ووھبنا الی قولہ فبھداھم اقتدہ ثم قال ھو منھم

ترجمہ :- مجاہد رح کا بیان ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عباس رض سے پوچھا "کیا سورۂ صاد میں بھی سجدہ ہے؟ ابن عباس نے فرمایا "ہاں" پھر ابن عباس رض نے تلاوت فرمائی ووھبنا لہ اسحق سے فبھداھم اقتدہ تک اور اس کے بعد فرمایا کہ داؤد علیہ السلام بھی ان ہی انبیاء مذکورین میں سے ہیں جن کی اقتداء کیلئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ فی آخر الحدیث
والحدیث ھنا ۶۶۶ ویاتی م ۷۰۹

وزاد یزید بن ھارون ومحمد بن عبید وسھل بن یوسف عن مجاھد قلت

لابن عباس فقال نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم ممن امران یقتدی بھم ۔

ترجمہ: یزید بن ہارون اور محمد بن عبید اور سہل بن یوسف نے عوام کے واسطہ سے گذشتہ روایت پر ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے، ان سے مجاہد نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رض سے پوچھا تو ابن عباس رض نے فرمایا کہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان میں سے ہیں جنھیں ان انبیاء علیہم السلام کی اقتدار کا حکم دیا گیا ہے۔

تشریح عوام بتشدید الواؤ ابن حوشب بفتح الحاء المھملۃ وسکون الواؤ وفتح الشین وآخرہ بالباء الموحدۃ مطلب یہ ہے کہ مجاہد بن جبر امام التفسیر کی سابقہ روایت جو سلیمان احول سے مذکور ہوئی اس میں مجاہد سے بواسطۂ عوام بن حوشب ان تین حضرات نے اتنے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔

یزید بن ہارون جس کو اسماعیلی نے موصولاً ذکر کیا ہے باقی دوسرے راوی محمد بن عبید ہیں ان کی روایت خود امام بخاری نے سورۂ ص کی تفسیر ص۷۰۹ میں اور تیسرے راوی سہل بن یوسف انماطی کی روایت کتاب الانبیاء ص۴۸۶ میں موصولا لایا ہے۔

باب قولہ وعلی الذین ھادوا حرمنا کل ذی ظُفُرٍ ومن البقر والغنم حرمنا علیھم شحومھما ۔ الآیہ

ارشاد خداوندی ۔ وعلی الذین ھادوا الخ پ ۸ ع ۵) اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے (یعنی جس کے کھر پھٹے ہوئے نہ ہوں جیسے اونٹ، شترمرغ اور بطخ وغیرہ) اور گائے اور بکری میں سے (یعنی ان دونوں کے اجزاء میں سے) ان دونوں کی چربیاں ان پر ہم نے حرام کر دی تھیں مگر (وہ چربی حرام نہیں کی تھی) جو ان دونوں کی پیٹھوں یا انتڑیوں میں لگی ہو یا وہ چربی جو ہڈی سے ملی ہوئی ہو (باقی اس کے سوا سب چربی حرام تھی، سو ان چیزوں کی تحریم فی نفسہ مقصود نہ تھی بلکہ) یہ ہم نے ان کو ان کی سرکشی کے سبب سزا دی تھی

وقال ابنُ عباسٍ کلّ ذی ظفرٍ البعیر والنَّعامۃُ

اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ ہر ناخن (کھر) والے جانور سے مراد اونٹ اور شترمرغ ہیں، وھذا التعلیق وصلہ ابن جریر من طریق علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس وروی من طریق آخر ابن ابی نجیح عن مجاہد مثلہ (عمدہ) وروی ابن ابی حاتم من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس قال کل ذی ظفر ھو الذی لیس بمنفرج الاصابع یعنی لیس بمشقوق الاصابع منھا الابل والنعامہ (فتح ص۲۳۲/۸)

الحوایا المبعر

حوایا آنتیں، انتڑیاں، حویّۃ کی جمع جو حوی کا مؤنث ہے، مبعر بفتح المیم مینگنی نکلنے کا عضو، آنت جمع مباعر وقال سعید بن جبیر الحوایا المباعر (فتح)

وقال غیرہ ھادوا صاروا یھودا اما قولہ تعالیٰ ھُدنا تُبنا ھائد تائب

اور ابن عباس رض کے غیر نے کہا وعلی الذین ھادوا کے معنی ہیں صاروا یھوداً یعنی جو لوگ یہودی ہو گئے اور ارشاد

باری تعالیٰ ھُدنا بمعنی تبنا ہے اشارہ ہے سورہ اعراف کی آیت اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ پ ۹ ع ۹) ای تبنا الیک، ہم نے تیری طرف رجوع کیا، اصل میں یہ لفظ ھادَ یھودُ ھوداً باب نصر سے جس کے معنی توبہ کرنے اور رجوع کرنے کے ہیں، ھادوا کے معنی یہودی ہوئے، تو چونکہ بچھڑے کی پوجا سے انھوں نے توبہ کی تھی اس لئے یہود کہلائے اور اس ھودٌ سے اسم فاعل ھائد بمعنی تائب ہے۔

(۱۵۷) حدثنا عمرو بن خالد قال حدثنا اللیث عن یزید بن ابی حبیب قال عطاءٌ سمعت جابر بن عبد الله قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم قال قاتل الله الیهودَ لمّا حرم الله علیهم شحومها جملوه ثم باعوه فاکلوه۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ کرے جب اللہ نے ان پر چربی کو (یعنی اس کا کھانا) حرام کیا تو انھوں نے اس کو پگھلایا پھر بیچ کر اس کو کھایا یعنی اس کی قیمت کھائی

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة

والحدیث مضی فی اواخر کتاب البیوع ص۲۹۸ فانه اخرجه هناک باتم منه واخرجه ایضا مسلم وغیره

جملوه از نصر جملا و از باب تفعیل و از افعال پگھلانا جیسا کہ کتاب البیوع ص۲۹۸ کی روایت میں بجائے جملوا کے اجملوا ہے، قال القسطلانی جمّلوا ای اذابوا۔

وقال ابو عاصم حدثنا عبد الحمید قال حدثنا یزید کتب الیّ عطاءٌ سمعتُ جابراً عن النبی صلی الله علیه وسلم مثله۔

اور ابو عاصم (الضحاک النبیل شیخ البخاری) نے بیان کیا کہ ہم سے عبد الحمید (بن جعفر الانصاری) نے حدیث بیان کی کہ ان سے یزید (بن حبیب مصری) نے بیان کیا کہ عطاء ابن ابی رباح نے مجھکو لکھا کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی سے سنا اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مذکور کی طرح۔ وقد مرّ ہذا التعلیق بعینہ فی باب بیع المیتة والاصنام۔

ص۲۶۷ باب قوله ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ ولا تقربوا الفواحش الآیة پ ۸ ع ۶) اور بے حیائی (بدکاری) کے پاس مت جاؤ خواہ وہ بے حیائی علانیہ ہو یا پوشیدہ " (یعنی ہر بے حیائی کا کام حرام ہے خواہ زنا ہو یا لواطت، خواہ لوگوں کو اس کا علم ہو یا نہ ہو) فواحش فاحشة کی جمع ہے اور لفظ فحش، فحشاء، اور فاحشة سب کے معنی بدکاری و زنا کے ہیں۔

اس پر تفصیلی بحث کے لئے فیض الامامین شرح جلالین کا آٹھواں پارہ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱۵۸) حدثنا حفص بن عمر قال حدثنا شعبة عن عمرو عن ابی وائل عن عبد الله

قال لا احدَ اغیرُ من الله ولذٰلك حرّم الفواحش ما ظهر منها وما بطن ولا شئٌ احب الیه المدحُ من الله ولذٰلك مدح نفسہ قلت سمعتہ من عبد الله قال نعم قلت ورفعہ قال نعم۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس نے تمام بے حیائیوں کو حرام قرار دیا خواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ، اور اللہ تعالیٰ کو اپنی مدح وتعریف سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس نے خود اپنی تعریف کی ہے (باری تعالیٰ نے اپنی تعریف کر کے طریقہ بتلا دیا کہ میری تعریف اس طرح کرنی چاہئے الحمد للہ رب العالمین الخ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے)

عمرو بن مرہ نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا (ابو وائل سے) کہ آپ نے خود عبداللہ بن مسعود رضؓ سے سنا تھا؟ فرمایا، ہاں۔ میں نے پوچھا اور انھوں نے (یعنی عبداللہ بن مسعود رضؓ نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے حدیث بیان کی تھی؟ فرمایا، ہاں۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاھرۃ۔

والحدیث اخرجہ البخاری ھنا ۶۶۷ وسیاتی ۶۶۸ وکذا الحدیث اخرجہ مسلم فی التوبۃ والترمذی وغیرہ

اغیر صیغہ افعل التفضیل ہے از سمع غار یغار غیرۃ، غیرت کھانا، غیرۃ بفتح الغین وھی الانفۃ والحمیۃ فی حق المخلوق وفی حق الخالق تحریمہ ومنعہ ان یاتی المؤمن ما حرم علیہ (قسطلانی ۴۵)

ماحرم اللہ بخاری ۲۸۲) اللہ تعالیٰ کی غیرت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے ہیں کہ بندہ مومن کسی معصیت کا ارتکاب کرے۔

ان تفصیلات سے وضاحت ہوگئی کہ جملہ کبائر ومحرمات فواحش میں داخل ہیں خواہ اقوال سے متعلق ہوں یا افعال سے، اور ظاہر سے متعلق ہوں یا باطن سے، اور قلب سے جیسے حسد، بغض، کینہ اور حرص وغیرہ۔

قال ابو عبد الله وکیلٌ حفیظ ومحیط بہ

ابو عبداللہ یعنی امام بخاری رحؒ نے بیان کیا ہے کہ آیت کریمہ وھو علیٰ کل شئ وکیل پ ع ۱۹) میں وکیل بمعنی حفیظ ہے یعنی اور وہی اللہ ہر چیز کا نگہبان ومحافظ ہے اور محیط ہے یعنی کوئی شئ اس کے احاطہ سے باہر نہیں، کذا فسرہ ابو عبیدۃ۔

قُبُلًا جمع قبیل والمعنی انہ ضروبٌ للعذاب کل ضرب منہا قبیلٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ وحشرنا علیھم کل شئ قبلا پ ۱۴ع) اور ہم ہر چیز کو گروہ گروہ ان کے سامنے جمع کردیتے تب بھی یہ کافر ایمان نہیں لاتے۔

امام بخاری رحؒ نے ابو عبیدہ سے نقل فرمایا ہے کہ آیت مذکورہ میں لفظ قبلا جمع ہے اور اس کا واحد قبیل ہے

اور قبلا کے معنی ضروب للعذاب یعنی عذاب کے انواع و اقسام ہیں جس کی ہر قسم قبیل ہے۔ حافظ عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ کے لفظ قبلاً کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مجاہد رحمہ اللہ نے نقل کی ہے کہ قبلاً ای معاینۃ یعنی آنکھوں کے سامنے۔ اور ابن جریر نے مجاہد سے نقل کی ہے قبلاً ای افواجا قال ابن جریر ای حشرنا علیہم کل شیٔ قبیلۃ قبیلۃ، صنفا صنفا، وجماعۃ جماعۃ فیکون القبل جمع قبیل الذی ہو جمع قبیلۃ فیکون القبل جمع الجمع۔

اس تفصیل کے بعد حافظ عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لم ار من فسرہٗ باصناف العذاب فلیحرر ہذا، یعنی اس مقام پر قبلا کی تفسیر انواع عذاب سے میں نے کسی سے نہیں دیکھی، انتہی کلام الحافظ (فتح)

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ والاوجہ عند ہذا العبد الضعیف المقر بالتقصیرات ان ذکر ہذا التفسیر ھٰھنا لیس فی محلہ بل ہو تفسیر لما سیاتی فی سورۃ الکہف فی قولہ عز اسمہ وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءھم الھدیٰ ویستغفروا ربھم الا ان تاتیھم سنۃ الاولین او یاتیھم العذاب قبلاً پ ع ۲۰۔
پھر اخیر میں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ فالظاہر عندی ان ہذا التفسیر کالقبلا الذی فی الکہف نقل ھٰھنا من سہو الکاتب (لامع الدراری)

زخرف القول کل شیٔ حسنتہ ووشیتہٗ وھو باطلٌ فھو زخرفٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ وکذالک جعلنا لکل نبیٍ عدواً شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غروراً، پ ع ۱۴)

ترجمہ۔ اور (جس طرح ہم نے کفار قریش کو آپ کا دشمن بنایا ہے) اسی طرح ہم نے (آپ سے پہلے) ہر نبی کا دشمن شیطان انسانوں اور شیطان جنوں کو بنایا ہے کہ ان کے بعض بعض کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے ہیں۔

ابو عبیدہ نے زخرف کی تفسیر کی ہے کہ ہر وہ چیز جس کو تم نے آراستہ کیا اور مزین کیا درانحالیکہ وہ باطل اور جھوٹ ہو تو وہ زخرف ہے ــــ مطلب یہ ہے کہ اصل میں تو ہر مزین و حسین چیز مثلاً سونا زخرف ہے لیکن جب زخرف کا استعمال قول کے لئے ہو تو اس کا مفہوم جھوٹ اور ملمع سازی کی باتیں ہوں گی یعنی بے بنیاد چکنی چپڑی باتیں۔

مذکورہ عبارت میں کل شیٔ مبتدا ہے اور حسنتہ بتشدید السین شیٔ کی صفت ہے اور وشیتہٗ بتشدید الشین المعجمۃ اس پر عطف ہے، تو شیتہ بمعنی مزین کرنا سے مشتق ہے اور وہو باطل جملہ اسمیہ حال ہے اور فھو زخرف خبر ہے مبتدا کی۔

وحرثٌ حِجرٌ حرامٌ وکل ممنوعٍ فھو حِجرٌ محجورٌ والحِجرُ کل بناءٍ بنیتہٗ و یقال للانثیٰ من الخیل حِجرٌ ویقال للعقلِ حِجرٌ وحِجیً واما الحِجر فموضع ثمود وما حجّرتَ

علیہ من الارض فھو حِجرٌ ومنہ سُمّی حطیمُ البیتِ حِجرا کانہ مشتق من محطوم مثل قتیل من مقتول واما حَجر الیمامۃ فھو منزلٌ ۔

اشارہ ہے آیت کریمہ " وقالوا ھذہ انعامٌ وحرثٌ حجرٌ پ ۸ ع ۴) اور وہ (کفار) کہتے ہیں کہ یہ چوپائے (مخصوص مثلا بحیرہ وغیرہ) اور (مخصوص) کھیت ممنوع ہیں (یعنی ان کا استعمال اور اس سے انتفاع ہر شخص کے لئے جائز نہیں ممنوع الاستعمال ہے۔

آیت کریمہ میں حرث حِجرٌ کے معنی ہیں ممنوع یعنی حرام ہے " وکل ممنوع فھو حجرٌ محجورٌ" کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو ممنوع ہے وہ حجر ہے بمعنی محجور یعنی حجر مصدر بمعنی مفعول ہے اور اس کا اطلاق مذکر ومؤنث اور واحد جمع سب پر آتا ہے۔

" والحِجر کل بناءٍ بنیتہ " اور حجر ہر وہ عمارت ہے جس کو تم نے تعمیر کی یعنی حجر کا اطلاق عمارت پر بھی ہوتا ہے۔ ویقال للانثی من الخیل حِجرٌ "۔ اور حجر کا اطلاق گھوڑے کی مادہ یعنی گھوڑی پر بھی ہوتا ہے ویقال للعقل حجر وحجی اور حجر اور حجی کا اطلاق عقل پر بھی ہوتا ہے یعنی حجر اور حجی کے معنی عقل بھی آتے ہیں واما الحجر فموضع ثمود اور حجر ثمود کی بستی کا نام تھا جو مدینہ اور شام کے درمیان واقع تھا، اور ۹ھ میں غزوۂ تبوک کے موقع پر آنحضور صلعم مع اصحاب گذرے تھے۔

وماحجرت علیہ الخ اور زمین کے جس حصہ پر تنگی ہو یعنی ہر ممنوع علاقہ حجر ہے اور اسی لئے بیت اللہ کے حطیم کو بھی حجر کہتے ہیں گویا کہ حطیم مشتق ہے محطوم سے یعنی حطیم محطوم کے مفہوم کو ادا کرتا ہے جیسے قتیل مقتول کے معنی کو ادا کرتا ہے۔ اور حجر یمامہ بفتح الحاء المہملہ وہ بھی ایک مقام کا نام ہے۔

نوٹ یعنی ضروری تنبیہ | ہذا مکرر بلا فائدۃ جدیدۃ لانہ ذکرہٗ فی قصۃ ثمود فی کتاب الانبیاء ص۴۷۸۔

باب قولہ " ھلمّ شھداءکم لغۃ اھل الحجاز ھلم للواحد والاثنین والجمیع

(اے نبی) آپ کہئے کہ تم اپنے گواہوں کو لاؤ جو گواہی دیں کہ اللہ نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ لفظ ھلمّ اہل حجاز کی اصطلاح ہے، محاورہ ہے اور ھلمّ واحد تثنیہ اور جمع سب کے لئے آتا ہے۔

ص۶۶۷ باب لا ینفعُ نفسا ایمانھا

اشارہ ہے آیت کریمہ " یوم یاتی بعضُ ایات ربّك لا ینفع نفسا ایمانُھا لم تکن آمنت من قبل الآیۃ پ ع) یعنی جس روز تیرے پروردگار کی بعض نشانیاں آجائیں گی اس روز کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان کچھ نفع نہیں دیگا جو اس نشانی سے پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص پہلے سے ایمان نہیں رکھتا ہوگا اس کا اس مخصوص نشانی کو دیکھنے کے بعد ایمان لانا نافع نہ ہوگا، اور جو شخص اس نشانی کے ظہور سے پہلے ایمان تو رکھتا تھا مگر اس نے پہلے سے عمل صالح نہیں کیا تھا تو توبہ کرنا بھی قبول نہ ہوگا۔

(۱۵۹) حدثنا موسى بن اسمٰعيل قال حدثنا عبد الواحد قال حدثنا عُمارةُ قال حدثنا ابوزرعة قال حدثنا ابوهريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقوم الساعة حتى تطلع الشمسُ من مغربها فاذا رأها الناسُ اٰمن من عليها فذالك حين لا ينفع نفسا ايمانُها لم تكن اٰمنت من قبلُ۔

ترجمہ :۔ حضرت ابوہریرہ رضی نے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک سورج مغرب سے برآمد نہ ہوجائے، پھر لوگ جب اس کو دیکھ لیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے، لیکن یہی وہ وقت ہوگا کہ کسی شخص کو ایمان لانا مفید نہ ہوگا جس نے اس نشانی سے پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا۔

تشریح مطابقة للترجمة ظاهرة۔
والحديث اخرجه البخاري هنا ۶۶۷ وسياتی مطولا فی الرقاق ص۹۳۶ وہذا الحدیث اخرجہ مسلم فی الایمان وایضا اخرجہ ابوداؤد فی الملاحم والنسائی فی الوصایا وابن ماجہ فی الفتن۔

اٰمن من علیہا ای من علی الارض والسیاق یدل علیہ۔

حاصل یہ ہے کہ وجود قیامت سے پہلے رب العٰلمین علامات قیامت ظاہر فرمائیںگے، جو روایات صحیحہ میں اشراط ساعت و علامات قیامت سے مذکور ہیں تاکہ بندے تائب ہوکر رجوع الی اللہ کریں اور یہ قرب قیامت کی دلیل ہوں گی وجود قیامت کی نہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوگا کہ عالم کا موجودہ نظام درہم برہم کردیا جائے، تو موجودہ قوانین طبعیہ کے خلاف بہت سے عظیم الشان خوارق وقوع میں آئیںگے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آفتاب مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا، غالبًا اس حرکت مقلوبی اور رجعت قہقری سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہو کہ جو قوانین قدرت اور قوانین طبعیہ دنیا کے موجودہ نظم ونسق میں کارفرما تھے ان کی میعاد ختم ہونے اور نظام شمسی کے الٹ پلٹ ہوجانے کا وقت آپہونچا ہے گویا اس وقت سے عالم کبیر کے نزع اور جانکنی کا وقت شروع ہوتا ہے اور جس طرح عالم صغیر (انسان) کی جانکنی کے وقت کا ایمان اور توبہ مقبول نہیں، کیونکہ وہ حقیقت میں اختیاری نہیں ہوتا، ارشاد نبوی ہے "ان توبة العبد تقبل مالم يغرغر" بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول ہوتی رہتی ہے جب تک اس کی روح حلق میں آکر غرغرۂ موت کی صورت پیدا نہ ہوجائے۔

اور حالت غرغرہ کی توبہ اس لئے مقبول نہیں کہ اس وقت کا ایمان بالمشاہدہ ہوگا، ایمان بالغیب نہیں رہا۔ وفی مسلم: ثلثة اذا خرجن لا ينفع نفسا ايمانها لم تكن آمنت من قبل اوكسبت فی ايمانها خيرا طلوع الشمس من مغربها والدجال ودابة الارض " اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب ان سب نشانات کا مجموعہ متحقق ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند کردیا جائے گا، الگ الگ ہر نشان

پر یہ حکم متفرع نہیں، واللہ اعلم

۱۶۰ حدثنی اسحاق قال اخبرنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن ھمام عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی تطلع الشمس من مغربھا فاذا طلعت ورآھا الناس آمنوا اجمعون وذالک حین لا ینفع نفسا ایمانھا ثم قرأ الآیۃ

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو جائے۔ پس جب آفتاب مغرب سے طلوع ہو جائے گا اور لوگ اس نشانی کو دیکھ لیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے، یہی وہ وقت ہوگا کہ کسی کو ایمان لانا نفع نہیں دیگا، پھر آپ نے پوری آیت تلاوت فرمائی۔

تشریح

ہذا طریق آخر عن ابی ہریرۃ رض
والحدیث اخرجہ مسلم فی الایمان صفحہ ۸۸

مسلم شریف کی ایک حدیث میں اس کی تفصیل ہے، حضرت حذیفہ بن اسید رض کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ آپس میں قیامت کا تذکرہ کر رہے تھے کہ آنحضرت م تشریف لے آتے اس وقت آپ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو فذکر الدخان (یعنی خاص قسم کا دھواں) ۲۔ دجال کا نکلنا، اور دابۃ الارض. آفتاب کا مغرب سے نکلنا، حضرت عیسیٰ م کا نازل ہونا، یاجوج ماجوج کا نکلنا، تین جگہوں پر زمین کا دھنس جانا، ایک مغرب میں ایک مشرق میں، ایک جزیرۃ العرب میں اور ایک آگ جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانک دے گی۔

ان علامات میں سے خروج دجال اور نزول مسیح علیہ السلام قرب قیامت کی دلیل ہے اور مغرب سے آفتاب کا نکلنا نزول مسیح کے کافی زمانہ بعد میں ہوگا جو وجود قیامت کی دلیل ہوگی اور اسی وقت توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔ واللہ اعلم۔

سورۃ الاعراف

بخاری صفحہ ۶۶۷

سورۃ الاعراف مکیۃ وہی مائتان وست آیات واربع وعشرون رکوعا۔ یعنی سورۂ اعراف مکی ہے اس میں دو سو چھ آیات ہیں اور چوبیس رکوعات ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال ابن عباس وریاشا المال

اشارہ ہے آیت کریمہ "یٰبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم وریشا" ع ۴ میں حضرت ابن عباس رض کی قرأت سوآتکم "ریشا" کے بجائے سوآتکم وریاشا ہے جو جمع ہے ریش کی،

اور یہی مجاہد رحہ ضحاک اور سدی سے منقول ہے۔

تشریح ریش کی جمع ریاش ہے اور ریش کا واحد ریشۃ ہے عمدہ لباس، لباس فاخرہ اور مال ومتاع جمہور مفسرین ریش کے معنی زیب وزینت کے لیتے ہیں اور آیت کریمہ کا ترجمہ کرتے ہیں اے آدم کی اولاد ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو تمہارے ستروں کو چھپاتا ہے اور موجب زینت ہے، ریش کا لفظ ریش الطیر سے ماخوذ ہے جس کے معنی پر کے ہیں تو چونکہ پرندوں کے لئے پر باعث زینت ہے اسی طرح انسان کے لئے بھی لباس موجب زینت ہے۔

نیز ریش اور ریاش کا استعمال فراخی اور خوش عیشی کے لئے بھی ہوتا ہے۔ (لغات القرآن)

انه لایحب المعتدین فی الدعاء و فی غیرہ

اشارہ ہے آیت کریمہ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لایحب المعتدین پ ع ۱۴) یعنی تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو عاجزی ظاہر کرکے اور آہستہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جائیں۔

فی الدعاء دعا میں حد سے تجاوز کرنا یہ ہے کہ محالات اور ناممکن چیزیں مانگنے لگے مثلاً "خدایا ہم کو نبوت عطا فرمایا" یا ہمیں فرشتہ بنا دے یا دعا کرنے لگے کہ الٰہی جنت الفردوس کے داہنی طرف کا سفید محل عنایت فرما وغیرہ ذالک۔

علامہ قسطلانی رحہ نے امام احمد بن حنبل رحہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رض نے اپنے بیٹے کو یہ دعا کرتے سنا "اللھم انی اسئلک القصر الابیض عن یمین الجنۃ اذا دخلتہا فقال یا بنی سل اللہ الجنۃ وعذ بہ من النار فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یکون قوم یعتدون فی الدعاء والطھور وہکذا اخرجہ ابن ماجہ (قسطلانی ص ۱۲۰)

معلوم ہوا کہ دعا میں بھی حد سے تجاوز کرنا ممنوع اور غیر محبوب ہے البتہ جنت یا جنت الفردوس کی دعا جائز اور مطلوب ہے

عفوا کثروا و کثرت اموالھم

یعنی عفوا کے معنی بہت ہوئے اور ان کے اموال زیادہ ہوگئے۔

اشارہ ہے آیت کریمہ ثم بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ حتی عفوا۔ پ ۹ ع ۲)

یعنی ہم نے بدحالی کی جگہ خوش حالی بدل دی ہے یہاں تک کہ بہت بڑھے یعنی خوب ترقی ہوئی۔

الفتاح القاضی افتح بیننا اقض بیننا

فتاح بمعنی قاضی یعنی حکم کرنے والا ہے اور "افتح بیننا" کے معنی ہیں ہمارے درمیان فیصلہ کردیجئے

اشارہ ہے آیت کریمہ" ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق پ ۹ ع ۱) اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کردیجئے۔

الفتاح کا لفظ اس سورت میں نہیں ہے بلکہ سورۂ سبا میں جو پارہ ۲۲ ع ۹ میں ہے وھو الفتاح العلیم (وہ زبردست حاکم ہے جو سب کچھ جانتا ہے) امام بخاری رہ نے صرف مادّہ اور معنی کی مناسبت سے یہاں ذکر کر دیا ہے۔

نتقنا الجبل رفعنا

نتقنا کے معنی ہیں رفعنا، ہم نے اٹھایا، اشارہ ہے آیت کریمہ واذ نتقنا الجبل فوقھم کانہ ظلۃ پ ۹ ع ۱۱) اور جب کہ ہم نے ان کے اوپر پہاڑ کو اٹھایا گویا کہ وہ چھتری ہے۔

انبجست انفجرت

انبجست بمعنی انفجرت ہے یعنی جاری ہوگیا۔ اشارہ ہے آیت کریمہ " اَنِ اضْرِب بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فانبجست منہ اثنتا عشرۃ عینا، پ ۹ ع ۱۱) یعنی پتھر پر اپنی لاٹھی مارو، چنانچہ اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہوگئے، وکذا جاء فی سورۃ البقرۃ حیث قال فقلنا اضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا۔

مُتبّرٌ خسرانٌ

متبّر بمعنی خُسران ہے، یہ لفظ صیغہ اسم مفعول ہے از باب تفعیل تتبیرٌ مصدر ہے تَبّرَ یُتَبّرُ اور ثلاثی مجرد از باب ضرب تبرا ہلاک کرنا، تبار کے معنی ہیں ہلاکت اور نقصان کے۔
اشارہ ہے آیت کریمہ " اِنّ ھٰؤلاء متبّرٌ ماھم فیہ پ ۹ ع ۹) یعنی یہ لوگ جس طریقہ میں لگے ہوئے ہیں خسارہ والا ہے (یعنی تباہ کئے جائیں گے)

اسیٰ احزنُ تاس تحزن

اشارہ ہے آیت کریمہ : فکیف اسیٰ علی قومٍ کفرین پ ۹ ع ۱) پس کیسے (یعنی کیوں) غم کروں کافر قوم پر اسیٰ واحد متکلم کا صیغہ ہے بمعنی احزنُ، حزن کے معنی ہیں رنج کرنا، غم کھانا، اسی مناسبت سے دوسرا لفظ تاس بمعنی تحزن کو ذکر کر دیا ہے اگرچہ یہ لفظ اس سورہ میں نہیں ہے بلکہ سورۂ مائدہ میں ہے۔

وقال غیرہ ان لا تسجد ان تسجد

اور حضرت ابن عباس رہ کے غیر (یعنی ابو عبیدہ کما فی الفتح) نے کہا کہ ان لا تسجد بمعنی ان تسجد ہے یعنی لا زائدہ ہے، اشارہ ہے آیت کریمہ ما منعک الّا تسجد اذ امرتک پ ۸ ع ۹) لفظ لا کو زائدہ ماننے کی صورت میں آیت کریمہ کا ترجمہ ہوگا۔ کس چیز نے منع کیا تجھ کو سجدہ کرنے سے جبکہ میں نے خود تجھے حکم دیا۔
لیکن اس کی دوسری تفسیر بھی ہے جبکہ لفظ لا کو زائدہ نہ مانا جائے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ منع بمعنی قال ہے یعنی کس نے سجدہ نہیں کرنے کو تجھ سے کہا جبکہ میں نے خود حکم دیا۔

❁ یخصفان اخذا الخصاف من ورق الجنة یؤلفان الورق یخصفان الورق بعضه الی بعض سوآتهما کناية عن فرجيهما ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ " فلما ذاقا الشجرة بدت لهما سوآتهما وطفقا يخصفان من ورق الجنة " پھر جب ان دونوں (آدم اور حوا علیہما السلام) نے اس درخت (کے پھل) کو چکھا تو دونوں کے مستور بدن ایک دوسرے کے سامنے کھل گیا (یعنی جنت کا لباس اتر پڑا اور دونوں شرما گئے) اور دونوں اپنے (بدن کے) اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے۔

فرماتے ہیں کہ یخصفان کے معنی ہیں اخذا الخصاف دونوں جوڑنے لگے، چپکانے لگے جنت کے پتوں کو جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے اور دونوں پتوں کو ایک دوسرے پر تہ بہ تہ جوڑتے تھے۔ سوآتهما کناية عن فرجيهما۔ یعنی سوآتهما کنایہ ہے دونوں کے شرم گاہ سے یعنی شرم گاہ مراد ہے۔

❁ ومتاع الی حین ھٰھنا الی یوم القیامة والحین عند العرب من ساعة الی ما لا یحصی عددها ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ: ولكم في الارض مستقر ومتاع الى حين پ ع ۹) اور تمہارے لئے زمین میں رہنے کی جگہ (تجویز کی گئی) ہے اور نفع حاصل کرنا (تجویز ہوا) ہے ایک وقت خاص تک۔

امام بخاری رح فرماتے ہیں کہ متاع الی حین سے یہاں مراد ہے قیامت کے دن تک، اور لفظ حین عرب کے نزدیک استعمال کیا جاتا ہے ایک ساعت سے لے کر غیر محصور مدت تک (یعنی جس کا عدد شمار نہ کیا جا سکے۔

❁ الرياش والريش واحد وهو ما ظهر من اللباس ❁

فرماتے ہیں کہ ریاش اور ریش دونوں ہم معنی ہیں اور وہ ظاہری لباس ہے۔ اسکی بحث ابتداء سورہ میں گذر چکی ہے

❁ قبيله جيله الذی هو منهم ❁

قبیل کے معنی گروہ، قوم، اس کا قبیل اس کا گروہ ہے کہ جن میں سے وہ ہے ۔۔ اشارہ ہے آیت کریمہ:
انه يراكم هو وقبيله من حيث لا ترونهم، پ ع ۱۰)

وہ (شیطان) اور اس کا گروہ تمہیں دیکھتے ہیں اس طرح کہ تم انھیں (عادۃ) نہیں دیکھتے ہو۔ اس میں قبیل کی تفسیر جیل (بکسر الجیم وسکون الیاء) سے کی ہے جس کے معنی ہیں گروہ، ایک زمانہ کے لوگ، یہاں قبیل الشیطن سے مراد ہے شیطان کا گروہ، شیطان کا لشکر، جماعت۔

علامہ قسطلانی رح فرماتے ہیں " وعند المعتزلة ان سبب عدم رؤيتنا اياه لطافتهم ورؤيتهم ايانا۔۔۔ لكثافتنا، واستدلوا بالآية على امتناع رؤيتهم ولا يخفى ان ما قالوه مجرد دعوى من غير دليل، وان الخبر من عدم الرؤية من حيث لا ترونهم لا يدل على استحالته ويمكن ان يستدل على فساد مذهبهم بقوله صلى الله عليه وسلم تفلتت علىّ البارحة عفريت فاردت اربطه الى سوارى المسجد لتنظروا اليه فذكرت دعوة اخى سليمان فرددته خاسئا (قسطلانی ﷺ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گذشتہ رات اچانک ایک

سرکش جن میرے پاس آیا تو میں نے چاہا یعنی سوچا کہ اس کو مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں تاکہ تم سب اسے دیکھو لیکن مجھ کو اپنے بھائی سلیمان ؑ کی دعا یاد آگئی (یعنی رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من الناس) تو میں نے اس کو نامراد لوٹا دیا۔

ہذا الحدیث اخرجہ البخاری مفصلاً ص۶۶ ایضاً ص۴۸۷ ایضاً ص۷۰۱۔

خلاصہ یہ ہے کہ انہ یراکم ھو وقبیلہ قضیہ مطلقہ ہے دائمہ نہیں یعنی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہمکو دیکھتے ہیں اور ہم ان کو نہیں دیکھتے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی وقت بھی کوئی شخص کسی صورت میں ان کو نہ دیکھ سکے، پس آیت سے رویت جن کی بالکلیہ نفی پر استدلال کرنا کوتاہ نظری ہے۔

ادّارکوا اجتمعوا

ادّارکوا کے معنی ہیں " سب جمع ہوگئے "

اشارہ ہے آیت کریمہ " کلما دخلت امۃ لعنت اختہا حتی اذا ادّارکوا فیہا جمیعًا پ۸ع۱۱) یعنی جس وقت بھی کوئی جماعت (کفار کی) داخل (دوزخ) ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب اس (دوزخ) میں سب جمع ہو جائیں گے۔

آیت کریمہ میں اخت سے مراد دین وملت کی اخوۃ ہے، مطلب یہ ہے کہ یہود یہود پر، نصاریٰ نصاریٰ پر مشرکین کافروں پر لعنت کریں گے باہم ہمدردی نہ ہوگی بلکہ انکشاف حقائق کی وجہ سے ہر ایک دوسرے کو برا کہے گا۔

ومسامّ الانسان والدابۃ کلّھم یسمّٰی سموما واحدھا سمّ وھی عیناہ ومنخراہ وفمہ واذناہ ودبرہ واحلیلہ

اور انسان اور چوپائے سب کے سب مسامّ (یعنی مسام) کو سموم بضم السین کہتے ہیں جس کا واحد سمّ ہے اور وہ دونوں آنکھیں اور دونوں ناک، منھ، دونوں کان، اور دبر وقبل (یعنی آگے اور پیچھے کی شرمگاہیں ہیں، مطلب یہ ہے کہ کل مساق ومسام نو ہیں چنانچہ بعض نسخہ میں بجائے مساق کے مسام ہے

اشارہ ہے آیت کریمہ " ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سمّ الخیاط پ۸ع۱۲)

اور وہ لوگ (کفار) کبھی جنت میں نہیں جائیں گے، یہاں تک کہ اونٹ داخل ہوجائے سوئی کے سوراخ میں، اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے پس کافروں کا جنت میں داخل ہونا بھی ناممکن ہے۔

غواشٍ ما غُشّوا بہ

یعنی غواش وہ چیز ہے جس سے ڈھانکا جائے ای اغطوا بہ۔ مقصد یہ ہے کہ غواش غاشیۃ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں پردہ۔

اشارہ ہے آیت کریمہ " لھم من جھنم مھادٌ ومن فوقھم غواش، پ۸ع۱۲) ان (کافروں)

کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا۔

نُشُرًا متفرقۃ

یعنی نشرا کے معنی ہیں متفرقۃ جدا جدا، مختلف۔

اشارہ ہے آیت کریمہ " وھوالذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمته. پ ع ۱۴) اور وہ (اللہ) ایسا ہے کہ بارانِ رحمت سے پہلے خوشخبری دینے کے لئے ہواؤں کو بھیجتا ہے"

اس آیت میں بشرا کے بجائے ایک قرأت نشرا بالنون المضمومہ ہے جس کی طرف امام بخاری رح اشارہ کر رہے ہیں، اس صورت میں ترجمہ ہوگا " اور وہ اللہ ایسا ہے جو بارانِ رحمت سے پہلے مختلف ہوائیں بھیجتا ہے

نَکِدًا قلیلا

یعنی نکدا کے معنی قلیلا اور تھوڑے کے ہیں، اشارہ ہے آیت کریمہ " والذی خبث لا یخرج الا نکدا پ ع ۱۴) اور جو (زمین) خراب ہے اس کی پیداوار بہت کم نکلتی ہے۔

یغنوا یعیشوا

یغنوا کے معنی جینے اور زندگی گذارنے کے ہیں۔ اشارہ ہے آیت کریمہ " الذین کذبوا شعیبا کان لم یغنوا فیھا پ ۹ ع ۱) جنھوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی (ان کی ایسی حالت ہوگئی) گویا ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔

حقیقٌ حقٌّ

حقیق بمعنی حق ہے، اشارہ ہے آیت کریمہ " قال موسیٰ یفرعون انی رسول من رب العٰلمین حقیق علی ان لا اقول علی اللہ الا الحق، پ ۹ ع ۳) موسیٰ ع نے (فرعون سے) کہا اے فرعون میں رب العٰلمین کا رسول (فرستادہ) ہوں، مجھ پر حق اور واجب یہی ہے کہ بجز سچ کے اللہ کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں (یعنی جھوٹ کی نسبت نہ کروں)

علامہ قسطلانی رح کہتے ہیں حقٌّ ای واجب علیّ (قسطلانی ۲۰۹)

استرھبوھم من الرھبۃ

استرھبوھم، رھبۃ سے مشتق ہے جس کے معنی خوف کے ہیں۔

اشارہ ہے آیت کریمہ: فلما القوا سحروا اعین الناس واسترھبوھم پ ۹ ع ۴) پس جب ان لوگوں (جادوگروں) نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو) ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کر دی اور ان پر خوف طاری کر دیا

تلقفُ تلقمُ

تلقف بمعنی تلقم ہے یعنی لقمہ بنانے لگا، نگلنے لگا۔ اشارہ ہے آیت کریمہ: فاذا ھی تلقف ما یافکون، پ ۹ ع ۴) یعنی عصاء موسیٰ زمین پر گرتے ہی اژدہا بن کر) وہ عصا ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنے لگا

طائرھم حظھم

ابو عبیدہ رہ نے طائرھم کی تفسیر کی ہے حظّھم سے ای نصیبھم۔
اشارہ ہے آیت کریمہ: اَلَا اِنَّما طائرھم عند اللہ ولکن اکثرھم لا یعلمون پ ۹ ع ۶) یاد رکھو کہ ان کا حصہ (یعنی اچھا برا حصہ) سب اللہ کے پاس سے ہے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں تھے، جمہور مفسرین کے نزدیک طائرہم کے معنی ہیں ان کی نحوست یا سبب نحوست۔

طوفانٌ من السّیل ویقال للموت الکثیر الطوفان

طوفان کے معنی ہیں سیلاب، بہنے والا پانی اور اموات کثیر یعنی موت کی گرم بازاری کو بھی طوفان کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر وہ حادثہ جو انسان کو گھیرے اور ان کے مکانات اور کھیتوں کو نقصان پہونچائے
اشارہ ہے آیت کریمہ فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمّل والضفادع والدم ایات مفصلات پ ۹ ع ۶) پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کے کیڑے اور مینڈکیں اور خون کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے۔

القمّل الحُمنان یُشبہُ صغار الحَلَم

آیت مذکورہ کے لفظ قُمّل کی تفسیر کرتے ہیں حُمنان بضم الحاء وسکون المیم۔ یُشبہ صغار الحَلَم۔ بفتح الحاء المہملۃ واللام۔ حمنان کے معنی ہیں چھوٹی چیچڑیاں جو مشابہ ہو چھوٹے چھوٹے کیڑوں کے۔

عُروشٌ وعَریشٌ بناء

فرماتے ہیں کہ عروش اور عریش کے معنی ہیں بنا یعنی عمارت، محل۔ اشارہ ہے آیت کریمہ " ودمّرنا ما کان یصنعُ فرعونُ وقومُہ وما کانوا یعرشون (پ ۹ ع ۶) اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ عمارتیں بناتے تھے تباہ کردیا۔

سُقِطَ کلّ من ندمَ فقد سقط فی یدہ

اشارہ ہے آیت کریمہ " ولمّا سُقِطَ فی اَیدیھم پ ۹ ع ۸) اور جب نادم ہوا، شرمندہ ہوا، فرماتے ہیں کہ آیت میں سُقِطَ کے معنی ہیں ہر وہ شخص جو شرمندہ ہوا اور وہ ہاتھ ملکر پچھتایا۔

الاَسباط قبائل بنی اسرائیل

اشارہ ہے آیت کریمہ، وقطعناھم اثنتی عشرۃ اسباطًا امما پ ۹ ع ۱۰) اور ہم نے ان کو بارہ خاندانوں میں تقسیم کرکے الگ الگ جماعت کردی، پس اسباط سے مراد قبائل بنی اسرائیل ہیں اس کا واحد سبطٌ ہے تقول ای من ای قبیلۃ انت۔

یعدُون یتعدّون یجاوزون تعدُ تجاوز

اشارہ ہے آیت کریمہ: واسئلھم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر اذ یعدون فی السّبت

پ۹ ع۱۱) اور آپ ان (یہود) سے اس بستی کا حال پوچھیے جو سمندر کے کنارے واقع تھی جب کہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے تجاوز کر رہے تھے۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ کے لفظ یعدون کے معنی ہیں یتعدون تعدّی کر رہے تھے، حدّ شرعی سے تجاوز کر رہے تھے (یہ لوگ ہفتہ کے روز شکار سے روک دیئے گئے تھے اور صرف عبادت میں مشغول رہنے کا حکم تھا، لیکن یہ لوگ تعدّی اور تجاوز کرنے لگے۔

تعد۔ بفتح الفوقیۃ وسکون العین یعنی عدوان مصدر سے بمعنی تجاوز بضم اولہ وکسر الواؤ وفی نسخۃ تعدّ بتشدید الدال بمعنی تجاوز بفتح الواوَ والزاء (قسطلانی، ایضاً فی الحاشیۃ)

شرّعًا شوارع

اشارہ ہے آیت کریمہ: اذ تاتیھم حیتانھم یوم سبتھم شرعا، پ۹ ع۱۱) جبکہ ان کے ہفتہ کے روز ان کی مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر ان کے سامنے آتی تھیں

اس سے ماقبل آیت "فی السّبت،" سے متصل ہے ۔۔۔ فرماتے ہیں کہ شرعا کے معنی ہیں شوارع لفظ شرّع اور شوارع دونوں جمع ہیں شارِع کی جس کے معنی ہیں پانی کے اوپر ظاہر ہونے والے۔

بئیس شدید

بئیس بمعنی شدید ہے، اشارہ ہے آیت کریمہ: واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس پ۹ ع۱۱) اور ہم نے زیادتی کرنے والوں کو سخت عذاب میں پکڑ لیا۔

اَخلدَ قعد وتقاعس

اخلد کی تفسیر کی ہے قعد اور تقاعس سے۔ قعد عن حاجتہ اور تقاعس عن الامر دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی پیچھے ہٹنا۔ اور قعود الی الارض کنایہ ہے دنیا کی طرف شدت میلان سے، اب معنی ہوا دنیا کو لازم پکڑا، دنیا کی طرف مائل ہوگیا۔

اشارہ ہے آیت کریمہ "ولکنہ اَخلد الی الارض واتّبع ھواہ، پ۹ ع۱۲) لکنہ کی ضمیر کا مرجع اکثر مفسرین کے نزدیک بلغم بن باعورا ہے۔ جو ایک یہودی عالم تھا اور اسم اعظم جانتا تھا، لیکن وہ (بلغم) دنیا کی طرف مائل ہوگیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا۔

نوٹ بلعم بن باعورا کا قصہ مشہور ہے اس کے لئے عربی تفاسیر کے علاوہ تفسیر مظہری، معارف القرآن اور فیض الامامین شرح جلالین ملاحظہ فرمائیے۔

سنستدرجھم ناتیھم من مامنھم کقولہ تعالٰی فاتاھم اللہ من حیث لم یحتسبوا

اشارہ ہے آیت کریمہ والذین کذبوا بایاتنا سنستدرجھم من حیث لایعلمون پ۹ ع۱۳) اور جنھوں نے میری آیتوں کو جھٹلایا ہم ان کو بتدریج (جہنم کی طرف) لئے جا رہے ہیں، اس طور کہ ان کو خبر

بھی نہیں، یہاں سنستدرجھم کی تفسیر کرتے ہیں ناتیھم من ما منھوا ای من موضع امنھم سے۔

استدراج کے معنی ہیں ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں چڑھانا، قریب کرنا، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی نافرانی اور سرکشی کرتا ہے اور حق تعالیٰ اس کو اور نعمتوں سے نوازتے ہیں تو وہ بندۂ سرکش اور سرکشی میں مست ہوجاتا ہے، جب مکمل سرکش ہوجاتا ہے تو اچانک حق تعالیٰ کی پکڑ آتی ہے، کما قال تعالیٰ ۔حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذ ناھم بغتۃ۔

اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ ہم ان کی امن کی جگہ سے پہونچیں گے، یعنی وہ بالکل بے خوف اور مطمئن رہیں گے ان کو وہم وخیال بھی نہ ہوگا اور ہمارا حکم پہونچ جائیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فاتاھم اللہ من حیث لایحتسبوا، اللہ کا حکم اس طور پہونچا جہاں ان کو گمان بھی نہ تھا، تو تشبیہ اچانک گرفت کے اندر ہے۔

من جنۃٍ من جنون

اشارہ ہے آیت کریمہ: اولم یتفکروا ما بصاحبکم من جنۃٍ پ ۹ ع ۱۳) کیا ان لوگوں نے اس بات میں غور نہیں کیا کہ ان کے رفیق (یعنی جن سے ان کا سابقہ پڑا ہے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) کو کچھ بھی جنون نہیں ہے۔ اس میں جِنّہ کی تفسیر کی ہے جنون سے۔

فمرّت بہ استمر بھا الحمل فاتمّتہ

اشارہ ہے آیت کریمہ: فلما تغشٰھا حملت حملاً خفیفاً فمرت بہ، پ ۹ ع ۱۴) پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا (یعنی جب شوہر نے بیوی سے قربت کی) تو اس نے ہلکا سا بوجھ اٹھا لیا (یعنی اس کو خفیف سا حمل رہ گیا کہ اس کو (پیٹ میں) لئے پھرتی رہی ــــ آیت کریمہ میں مصدر حملاً بمعنی محمول اسم مفعول ہے۔ یہاں فمرّت بہ کی تفسیر کرتے ہیں کہ بیوی اس محمول یعنی پیٹ کے بچہ کو لئے چلتی پھرتی رہی اور اس کی مدّت کو پورا کرلیا۔

علامہ عینی اور علامہ قسطلانی رہ فرماتے ہیں کہ مرّت کی ضمیر حضرت حوّا علیہا السلام کی طرف راجع ہے کیونکہ اسی آیت کا پہلا جزء ہے ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا فلما تغشٰھا۔ الآیۃ

ینزغنّک یستخفنّک

بخاری صفحہ ٦٦٧

اشارہ ہے آیت کریمہ: واِمّا ینزغنّک من الشیطٰن نزغٌ فاستعذ باللہ، پ ۹ ع ۱۴) اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف (غصہ کا) آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے، ابو عبیدہ سے منقول ہے کہ ینزغنک کے معنی ہیں یستخفنک۔ استخفاف کے معنیٰ لغوی ہیں حق وصواب سے ہٹادینا اور اِمّا میں اِن شرطیہ اور ما زائدہ ہے، تو ابو عبیدہ رہ کی تفسیر کے مطابق مطلب ہوگا کہ اگر شیطان کیطرف

سے حق سے پھیرنے کا وسوسہ آئے یعنی غصہ آئے تو پناہ مانگ لیا کیجئے، علامہ عینی رح فرماتے ہیں۔ کذا فسرہ ابو عبیدۃ وقال ابن جریر فی معنی ہذا طما یغضبنک من الشیطان غضب یصدک عن الاعراض عن الجاھل ویحملک علی مجازاتہ فاستعذ باللہ (عمدۃ ص۲۳۷)

طیفٌ مُلِمٌّ بہ لَمَمٌ ویقال طائفٌ وھو واحدٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ: انّ الذین اتقوا اذا مسّھم طٰیفٌ من الشیطان تذکّروا، (پ۹ ع۱۴) جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جب ان کو خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو فوراً خدا کی یاد میں لگ جاتے ہیں۔

آیت مذکورہ میں ایک قرأت جو جمہور کی ہے وہ طائفٌ از نصر طوفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، دوسری قرأت طیف از باب ضرب ہے اور یائی ہے، علامہ سیوطی رح نے جلالین کے اندر اصل متن میں اسی قرأت کو اختیار کیا ہے پھر فی قراءۃ طائف کی تصریح کی ہے۔

ابو عبیدہ نے طیفٌ کی تفسیر کی ہے ملمٌّ الخ سے جس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ دونوں کے معنی ایک ہیں۔ الوُمُلمُّ الماما کے معنی ہیں چھوٹے گناہوں کا مرتکب ہونا، مرض لاحق ہونا۔ فرماتے ہیں کہ طیفٌ کے معنی ہیں ملمٌّ پھر اس کی تفسیر کرتے ہیں بہٖ لَمَمٌ اور لمم کے معنی ہیں تھوڑی دیوانگی، چھوٹے گناہ، اس صورت میں آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی گناہ یا جنون چھو لیتا ہے تو فوراً چونک جاتے ہیں اور خدا کی یاد میں لگ جاتے ہیں۔

ویقال طائف الخ اشارہ ہے کہ طیف کے بجائے ایک قرأت طائف ہے اور معنی ایک ہیں۔

یمدّونھم یزیّنون

اشارہ ہے آیت کریمہ: واخوانُھم یمُدّونھم فی الغیّ ثم لایقصرون، (پ۹ ع۱۴) اور جو لوگ ان (شیاطین) کے بھائی ہیں (یعنی تابع ہیں) وہ ان کو گمراہی میں کھینچتے ہیں، پھر وہ (تابعین) گمراہی سے باز نہیں آتے — ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ اخوان الشیاطین لم یتقوا، یزینون ای لہم الغی والکفر۔

وخیفۃً خوفا وخفیۃ من الاخفاء

اشارہ ہے آیت کریمہ: واذکر ربک فی نفسک تضرّعا وخفیۃ (پ۹ ع۱۴) اور اپنے پروردگار کو صبح شام یاد کرتے رہئے (قرآن سے یا تسبیح وغیرہ سے) اپنے دل میں (یعنی آہستہ آواز سے) عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ، اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ)

ابو عبیدہ نے لفظ خیفۃ کی تفسیر کی ہے خوفاً بمعنی ڈرتے ہوئے اور خفیہ ماخوذ ہے اخفاء سے۔

اشارہ ہے آیت کریمہ، ادعوا ربکم تضرّعا وخفیۃ۔

والآصال واحدھا اصیل وھو مابین العصر الی المغرب کقولہ بکرۃ واصیلا

اشارہ ہے آیت کریمہ: ودون الجھر من القول بالغدوّ والآصال، (پ۹ ع۱۴) فرماتے ہیں آصال

سا واحد اصیل ہے اور اصیل عصر کے بعد سے لے کر مغرب کے وقت تک کو کہتے ہیں، اور بعض اہل سنت سے منقول ہے کہ آصال جمع الجمع ہے یعنی اصیل کی جمع اُصُلٌ ہے اور اُصُلٌ کی جمع آصال آتی ہے، بہر حال لفظ اصیل واحد ہے جس کی دلیل بکرۃ واصیلا صبح اور شام کے لئے آتا ہے۔

✤ باب قول الله عزوجل قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها وما بطن ✤

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ قل انما حرم الآیۃ پ ۸ ع ۶) (اے نبی) آپ کہدیجئے کہ میرے رب نے حرام کیا ہے تمام بے حیائی کی باتوں کو خواہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ۔

فواحش کی تفسیر میں مختلف اقوال منقول ہیں کچھ تو اس سے قبل سورۂ انعام کے آخری ابواب میں لاتقربوا الفواحش کے ماتحت مذکور ہو چکے ہیں۔ علامہ عینیؒ اقوال مختلفہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں فمن ابن عباسؓ قال كانوا فى الجاهلية لايرون بالزنا باسا فى السر ويستقبحونه فى العلانية فحرم الله الزنا فى السر والعلانية وعن سعيد بن جبير ومجاهد ما ظهر نكاح الامهات وما بطن الزنا۔

(۱۶۱) ✤ حدثنا سليمان بن حرب قال حدثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن ابى وائل عن عبد الله رضـ قال قلت انت سمعت هذا من عبد الله قال نعم ورفعه قال لا احد اغير من الله فلذالك حرم الفواحش ما ظهر منها وما بطن ولا احد احب اليه المدحة من الله فلذالك مدح نفسه ✤

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ (ابن مسعودؓ) سے روایت ہے، عمرو بن مرۃ کہتے ہیں کہ میں نے ابو وائل سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ حدیث عبد اللہؓ سے خود سنی ہے؟ انھوں نے فرمایا! "ہاں" اور حضرت عبد اللہؓ نے نبی اکرمؐ کے حوالہ سے بیان کی تھی، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی اور غیرت مند نہیں ہے اس لئے انھوں نے تمام بے حیائیوں کو حرام قرار دیا، خواہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ۔ اور اللہ سے زیادہ اپنی مدح کو پسند کرنے والا اور کوئی نہیں اس لئے اس نے خود اپنی تعریف کی ہے

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث مضیٰ فی قریب بخاری ص ۶۶۷۔ ملاحظہ ہو حدیث ۱۵۶

ص ۶۶۸ ✤ باب قوله ولما جاء موسىٰ لميقاتنا وكلمه ربه قال رب ارنى انظر اليك قال لن ترانى ولكن انظر الى الجبل فان استقر مكانه فسوف ترانى فلما تجلى ربه للجبل جعله دكا وخر موسىٰ صعقا فلما افاق قال سبحانك تبت اليك وانا اول المؤمنين، قال ابن عباس ارنى اعطنى ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ: پ ۹ ع ۷) اور جب موسیٰ علیہم السلام ہمارے وقت (موعود) پر آگئے تو اس کے رب نے اس سے کلام کیا، تو موسیٰؑ نے عرض کیا، اے میرے پروردگار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ میں آپ کو ایک

نظر دیکھ لوں، ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو (دنیا میں) ہرگز نہیں دیکھ سکتے (کیونکہ یہ آنکھیں تاب جمال نہیں لاسکتیں کما فی المشکوٰۃ عن مسلم لاحرقت سبحات وجہہ" (تمہاری تشفی کے لئے یہ تجویز کرتے ہیں کہ) تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو (ہم اس پر ایک جھلک ڈالتے ہیں) پس اگر یہ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم بھی دیکھ سکو گے) (غرض موسیٰ ؑ اس کی طرف دیکھنے لگے) چنانچہ جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰ ؑ بیہوش ہوکر گرپڑے، پھر جب ہوش میں آتے تو عرض کیا" آپ کی ذات پاک ہے میں آپ کی جناب میں معذرت کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں

ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ اَرِنی بمعنی اعطنی ہے۔

تشریح میقات: بروزن میعاد اور میزان ہے، اصل میں میوقات تھا بتعلیل میزان میقات ہوگیا، خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ کو ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا تو موسیٰ ؑ نے درخواست کی کہ جب مجھ کو کلیم اللہ کے خصوصی شرف سے نوازا گیا تو ایک مرتبہ دیدار سے اگر مشرف فرمادیتے تو بڑا کرم ہوتا، موسیٰ ؑ کی اس درخواست سے معلوم ہوا کہ رویت باری تعالیٰ ممکن ہے، محال نہیں ہے کیونکہ موسیٰ ؑ جیسے عظیم الشان جلیل القدر نبی ناممکن کی درخواست ہرگز نہیں کرسکتے ہیں، لیکن حق تعالیٰ نے فرمایا۔ لن ترانی، تم مجھکو اس فانی دنیا میں نہیں دیکھ سکتے ہو کیونکہ میں باقی ہوں اور تم اور تمہاری آنکھیں بھی فانی ہیں اس لئے نہیں دیکھ سکتے ہو، باری تعالیٰ نے لن ترانی فرمایا لن اُرِی نہیں فرمایا یعنی میں دکھلائی نہیں دوں گا، یا میری طرف نظر نہیں کی جاسکتی ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ مانع رویت صرف فانی کی طرف سے ہے، ورنہ رویت باری جائز اور ممکن ہے اور میدان حشر پھر جنت میں رویت واقع ہوگی،

ہذا التعلیق وصلہ الطبری من طریق علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس فی قولہ رب ارنی انظر الیک قال اعطنی (عمدہ) مطلب یہ ہے کہ رویت قلبی ہے اور مفعول محذوف ہے کما فی الخازن والجلالین رب ارنی نفسک انظر الیک۔ بعض حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ ارنی کی تفسیر اعطنی سے کرکے اشارہ ہے کہ آیت کریمہ میں رویت سے مراد رویت بصری ہے نہ کہ رویت قلبی۔ فالمعنی اعطنی رویتک بالبصر (لامع ص۲۰۲)

(۱۶۲) حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا سفیان عن عمرو بن یحیی المازنی عن ابیہ عن ابی سعید الخدری رضؓ قال جاء رجلٌ من الیہود الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد لُطِمَ وجہُہ وقال یا محمد ان رجلا من اصحابک من الانصار لطم فی وجہی قال اُدعوہ فدعوہ قال لم لطمت وجہہ قال یارسول اللہ انی مررت بالیہودی فسمعتہ یقول والذی اصطفیٰ موسیٰ علی البشر فقلت وعلی محمد فاخذتنی غضبۃٌ فلطمتُہ قال لاتخیّرونی من بین الانبیاء فان الناس یصعقون یوم القیامۃ و اکون اوّلَ من یفیق

قال فاذا انا بموسی آخذ بقائمۃ من قوائم العرش فلا ادری افاق قبلی او جزی بصعقۃ الطور

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدری رضؓ نے بیان کیا کہ ایک یہودی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا درانحالیکہ اس کے منہ پر کسی نے تھپیڑ مارا تھا، اس نے کہا، اے محمد صلعم آپ کے انصاری صحابہ میں سے ایک شخص نے مجھے تھپیڑ مارا ہے، آنحضورؐ نے فرمایا" اسے بلاؤ، لوگوں نے اس کو بلایا، آنحضورؐ نے پوچھا کہ" تم نے اس کو تھپیڑ کیوں مارا؟ اس نے عرض کیا، یارسول اللہ میں یہودی کے پاس سے گذرا تو میں نے سنا کہ یہ کہہ رہا تھا" اس ذات کی قسم جس نے موسیٰؑ کو تمام انسانوں پر فضیلت دی۔ میں نے کہا، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی؟ پھر مجھے اس بات پر غصہ آگیا اور میں نے اسے تھپیڑ مار دیا، آنحضورؐ نے فرمایا" مجھے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت نہ دیا کرو، قیامت کے دن تمام لوگ بیہوش ہو جائیں گے (جب حق تعالیٰ فیصلہ کے لئے قیامت کے روز جلوہ افروز ہوں گے، اور ارشاد فرمائیں گے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ) اور سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا، آنحضورؐ نے فرمایا کہ اس وقت میں دیکھوں گا کہ موسیٰؑ عرش کا ایک پایہ پکڑے کھڑے ہوں گے، اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے تھے یا طور کی بے ہوشی کا انہیں بدلہ دیا گیا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ توخذ من قولہ " ام جوزی بصعقۃ الطور" ہمارے ہندوستانی نسخوں میں" اُمْ جزی" ہے۔ والحدیث اخرجہ البخاری ۳۲۵ وھنا ۶۶۵ وسیأتی ۱۰۲۱

اشکال وجواب ارشاد گرامی " لا تخیرونی من بین الانبیاء" انبیاء کرام علیہم السلام پر مجھکو فضیلت مت دو، حالانکہ جمہور کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آپؐ افضل الانبیاء ہیں ؎

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

محدثین کرام نے مختلف جوابات دیئے ہیں ۱؎ آپؐ نے سید ولد آدم کے علم سے قبل فرمایا تھا ۲؎ یا لا تخیرونی تخییرا یؤدی الی تنقیص یعنی میری فضیلت اس تقابل سے مت بیان کرو کہ کسی پیغمبر کی تنقیص و توہین لازم آئے ۳؎ یا ایسی کوئی فضیلت و ترجیح نہ بیان کرو جو اپنی رائے اور خواہش سے ہو بلکہ صرف نبوت و رسالت کے اعتبار سے جو ثابت ہو بلا تنقیص غیر درست ہے البتہ جتنی فضیلت ثابت ہے بڑھاؤ مت ۴؎ یا آپ نے تواضعاً فرمایا مقصود تنبیہ امت ہے کہ دیکھو باری تعالیٰ نے تمام انبیائے عظام کو کوئی نہ کوئی خاص فضیلت عطا کی ہے جس کی وجہ سے دوسروں پر فضیلت جزئی حاصل ہوتی ہے، دیکھو قیامت میں جب سب پر بے ہوشی طاری ہوگی تو سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا اور ہوش میں آتے ہی دیکھوں گا کہ موسیٰؑ عرش کا پایہ پکڑ کر کھڑے ہیں، اب یا تو ان کو بے ہوشی طاری ہوئی ہو اور سب سے پہلے ہوش میں آگئے ہوں یا یہ کہ ان پر بے ہوشی طاری ہی نہ ہوئی ہو، چونکہ کوہ طور پر بے ہوشی طاری ہو چکی تھی ـــــ بہرحال ہو سکتا ہے کہ اس جزئی فضیلت کی وجہ سے یہودی موسیٰؑ کی فضیلت بیان کرتا ہو مگر جزئی فضیلت سے کلی فضیلت لازم نہیں آتی۔

باب قولہ المنّ والسلوٰی

اشارہ ہے آیت کریمہ " وانزلنا علیہم المن والسلویٰ، پ ع ۱۰ ۔ تشریح سورۂ بقرہ میں گذر چکی ہے۔

(۱۶۳) حدثنا مسلم قال حدثنا شعبة عن عبد الملك عن عمرو بن حریث عن سعید بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الکمأة من المن وماءها شفاءٌ للعین

ترجمہ:۔ حضرت سعید بن زید رضؓ (احد العشرة المبشرة) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھنبی مَن میں سے ہے (یعنی نوع من المن ہے) اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے

تشریح مطابقة للترجمة فی ذکر المن ای الکمأة من المن۔
والحدیث اخرجہ البخاری ھھنا ۶۶۸ وسیاتی فی الطب ۸۵۰ واخرجہ مسلم فی الاطعمة والترمذی وغیرہ، الکمأة بفتح الکاف وسکون المیم بعدہا ہمزة مفتوحة اس کی جمع ہے الکمأ بفتح الکاف وسکون المیم ثم ہمزہ، مثل تمر وتمرة، حاشیہ بخاری ۸۵۰۔

کماۃ یعنی کھنبی کو اس مَن کی قسم بتائی گئی ہے، اس لئے کہ یہ کھنبی خود بخود پیدا ہوتی ہے اس کے لئے کسی بیج وکھاد پانی کی کوئی مشقت اٹھانی نہیں پڑتی ہے جیسے بنی اسرائیل کو مَن وسلویٰ بغیر محنت ومشقت ملتا تھا اس کو بعض علاقوں میں سانپ کی چھتری بھی کہتے ہیں (جیسے بھلمل ضلع بیگوسرائے کے علاقہ میں) یہ کھنبی بالعموم سردی کے موسم میں اگتی ہے، اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفا ہے اما بخلط بدواء آخر دا المجردہ۔

باب قولہ قل یایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملك السموٰت والارض لا الٰہ الا ہو یحیی ویمیت فآمنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ وکلماتہ واتبعوہ لعلکم تہتدون (پ ع ۱۰)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: آپ کہدیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف سے اس اللہ کا بھیجا ہوا (پیغمبر) ہوں جس کی بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین میں اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی دیتا ہے، وہی موت دیتا ہے، اسلئے اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر (بھی ایمان لاؤ) جو کہ (خود بھی) اللہ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان (نبی) کا اتباع کرو تاکہ تم راہ (راست) پر آجاؤ۔

(۱۶۴) حدثنا عبد اللہ قال حدثنا سلیمٰن بن عبد الرحمٰن وموسیٰ بن ہارون قالا حدثنا الولید بن مسلم قال حدثنا عبد اللہ بن العلاء بن زبر قال حدثنی بسر بن عبید اللہ قال حدثنی ابو ادریس الخولانیؒ قال سمعت ابو الدرداء یقول کانت بین ابی بکر وعمر محاورةٌ فاغضب ابو بکر عمر فانصرف عمر عنہ مغضبا فاتبعہ ابو بکر یسئلہ ان یستغفر لہ فلم یفعل حتی اغلق بابہٗ فی وجہہ فاقبل ابو بکر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو الدرداء ونحن عندہ فقال رسول

الله صلى الله عليه وسلم اما صاحبكم هذا فقد غامر قال وندم عمر على ما كان منه فاقبل حتى سلم وجلس الى النبى صلى الله عليه وسلم وقص على رسول الله صلى الله عليه وسلم الخبر قال ابو الدرداء وغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم وجعل ابو بكر يقول والله يا رسول الله لانا كنت اظلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هل انتم تاركو لى صاحبى هل انتم تاركو لى صاحبى انى قلت يايها الناس انى رسول الله اليكم جميعا فقلتم كذبت وقال ابو بكر صدقت قال ابو عبد الله غامر سابق بالخير۔

ترجمہ:۔ ابو ادریس خولانی نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابو الدرداء رضی سے سنا فرما رہے تھے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان بحث سی ہوگئی تھی چنانچہ حضرت ابو بکر رضی نے عمر رضی کو ناراض کردیا تو عمر رضی ان سے ناراض ہوکر ان کے پاس سے واپس پھرنے لگے اور ابو بکر رضی ان کے پیچھے چلے عمر سے معافی مانگتے ہوئے لیکن عمر رضی نے معاف نہیں کیا یہاں تک کہ ابو بکر رضی کے سامنے اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا تو حضرت ابو بکر رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچ گئے

ابو الدرداء رضی نے بیان کیا کہ ہم لوگ اس وقت آنحضور صلعم کے پاس موجود تھے حضور اکرم صلعم نے فرمایا تمہارے یہ صاحب (یعنی ابو بکر) جھگڑا میں مبتلا ہوگئے۔ ابو الدرداء نے بیان کیا کہ اور حضرت عمر رضی بھی اپنے طرز عمل پر نادم ہوئے چنانچہ آئے اور سلام کرکے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پورا واقعہ بیان کیا۔

ابو الدرداء نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم خفا ہوگئے اور حضرت ابو بکر رضی عرض کرنے لگے۔ خدا کی قسم یا رسول اللہ زیادتی میری ہی تھی، پھر حضور صلعم نے ارشاد فرمایا۔ کیا تملوگ میرے صاحب کو چھوڑنا چاہتے ہو؟ کیا تملوگ میرے صاحب کو چھوڑنا چاہتے ہو؟ دیکھو میں نے کہا تھا۔ اے لوگو بلاشبہ میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں تو تم سب نے تکذیب کی اور صرف ابو بکر نے تصدیق کی۔

ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری رح غامر کی تفسیر کرتے ہیں کہ خیر میں سبقت کی، مطلب یہ ہے کہ حدیث شریف میں جو لفظ غامر ہے اسکے معنی ہیں کہ ابو بکر نے خیر میں سبقت کی، یعنی تمام مردوں میں سب سے پہلے میری تصدیق کی، مجھ پر ایمان لایا، والفضل للمتقدم۔

تشریح مطابقته للترجمة فى قوله تعالىٰ "يا ايها الناس انى رسول الله اليكم جميعًا" والحديث مضىٰ فى مناقب ابى بكر رضى ص ۵۱۶

غامر سابق بالخیر، یہ امام بخاری رح کی تفسیر ہے اور مقصد یہ ہے کہ ارشاد نبوی صاحبکم هذا فقد غامر" کا ایک مطلب یہ بھی لیا جاسکتا ہے، اگرچہ جمہور محدثین نے نہیں لیا ہے۔

باب قوله "وخر موسىٰ صعقا فيه ابو سعيد وابو هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (وخر موسیٰ الآیۃ پ۹ ع۷) اور موسیٰ ع بے ہوش ہو کر گر پڑے
اس باب میں حضرت ابوسعید خدری اور ابوہریرہ رض کی حدیث ہے ملاحظہ ہو بخاری کے اسی صفحہ پر کتاب التفسیر کی حدیث ۱۶۱۔ اس وجہ سے اکثر نسخوں میں یہ باب نہیں ہے نیز شروح بخاری مثلاً عمدۃ القاری فتح الباری اور قسطلانی وغیرہ میں سے کسی نے یہاں اس باب کو ذکر نہیں فرمایا ہے۔

باب قوله وقولوا حطة

ارشاد الٰہی " وقولوا حطۃ " حطۃ خبر ہے مبتدا محذوف کی ای مسألتنا حطۃ۔

(۱۶۵) حدثنا اسحٰق قال اخبرنا عبدالرزاق قال اخبرنا معمر عن همام بن منبه انه سمع ابا هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قيل لبني اسرائيل ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة نغفر لكم خطاياكم فبدلوا فدخلوا يزحفون على استاههم وقالوا حبة في شعرة۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رض کا بیان ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ (بستی کے) دروازہ میں داخل ہو سجدہ کرتے ہوئے (یعنی جھکتے ہوئے) اور کہتے جاؤ حطۃ (یعنی اے اللہ ہمارے گناہوں کو جھاڑ دے، بخش دے) تو ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے۔ لیکن ان لوگوں نے بدل ڈالا اور اپنے سرینوں پر کھسکتے ہوئے داخل ہوئے اور کہنے لگے۔ " حبۃ فی شعرۃ "

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
باقی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو کتاب التفسیر کی حدیث ۶ کی تشریح۔

ص ۶۶۹ باب قوله خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلين العرف المعروف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: خذ العفو الآیۃ پ۹ ع۱۴) آپ درگذر کا طریقہ اختیار کیجئے (سرسری برتاؤ قبول کر لیا کیجئے، ان کی کرید مت کیجئے) اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایا کیجئے، عرف بمعنی معروف ہے۔

(۱۶۶) حدثنا ابو اليمان قال اخبرنا شعيب عن الزهري قال اخبرني عبيد الله بن عبد الله بن عتبة ان ابن عباس قال قدم عيينة بن حصن بن حذيفة فنزل على ابن اخيه الحر بن قيس وكان من النفر الذين يدنيهم عمر وكان القراء اصحاب مجالس عمر ومشاورته كهولا كانوا او شبانا فقال عيينة لابن اخيه يا ابن اخي لك وجه عند هذا الامير فاستاذن لي عليه قال ساستاذن لك عليه قال ابن عباس فاستاذن الحر لعيينة فاذن له عمر فلما دخل عليه قال هي يا ابن الخطاب فوالله ما تعطينا الجزل

ولا تحکم بیننا بالعدل فغضب عمر حتی ھم ان یوقع بہ فقال لہ الحر یا امیر المؤمنین ان اللہ تعالیٰ قال لنبیہ خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین وان ھذا من الجاھلین واللہ ما جاوزھا عمر حین تلاھا علیہ وکان وقافا عند کتاب اللہ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضؓ کا بیان ہے کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ نے اپنے بھتیجے حر بن قیس کے یہاں آکر قیام کیا، اور حُر ان چند مخصوص حضرات میں سے تھے جنھیں عمر فاروق رضؓ قریب رکھتے تھے (یعنی یہ مقربین میں سے تھے) اور حضرت عمر رضؓ کے اصحاب مجلس ومشورہ علماء کبار ہوتے تھے خواہ وہ عمر رسیدہ ہوں یا جوان (یعنی مشیر کے لئے عمر کی کوئی قید نہ تھی صرف قرآن حکیم سے زیادہ تعلق ہونا کافی تھا) چنانچہ عیینہ نے اپنے بھتیجے (حُر) سے کہا۔ اے بھتیجے! تمہیں اس امیر المؤمنین کے پاس تقرب حاصل ہے اسلئے میرے لئے دربار میں حاضری کے لئے اجازت حاصل کرو، حُر نے کہا میں آپ کے لئے اجازت حاصل کروں گا، ابن عباس رضؓ نے بیان کیا کہ حر نے عیینہ کے لئے اجازت طلب کی اور حضرت عمر رضؓ نے اجازت دیدی پھر جب عیینہ مجلس میں پہونچے تو کہا، سنئے اے ابن خطاب خدا کی قسم نہ تو آپ ہمیں مال دیتے ہیں اور نہ ہی ہمارے درمیان عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں، حضرت عمر فاروق رضؓ کو بڑا غصہ آیا، یہاں تک کہ اس پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمانے لگے کہ حُر نے عرض کیا۔ یا امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے "خذ العفو" الآیۃ یعنی نرمی اور درگذر کا طریقہ اختیار کیجئے، اور نیک کام کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے اور یہ (عیینہ) بھی جاہلوں میں سے ہے۔ خدا گواہ ہے جب حُر نے آیت تلاوت کی تو عمر فاروق رضؓ نے ذرا بھی زیادتی نہیں کی (یعنی فوراً ٹھہر گئے) اور حضرت عمر رضؓ کتاب الٰہی کے حکم پر بالکل رک جاتے تھے اور غصہ کافور ہو جاتا تھا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ

والحدیث ھنا ۶۶۴ وسیاتی ص ۱۰۸۳۔

تحقیق الفاظ کتابوں میں کاتب کی غلطی سے اس سند میں امام زہری رحؒ کا شیخ عبداللہ بن عبداللہ مکتوب ہے، صحیح یہ ہے قال اخبرنی عبیداللہ بضم العین ۱۲

کھولا:۔ بضم الکاف جمع کہل ادھیڑ یعنی سن نمو گذر گیا ہو اور عمر تیس سال سے متجاوز ہو۔

شبانا بضم الشین المعجمۃ وتشدید الباء جمع شاب۔ ھِیِّ بکسر الھاء وسکون الیاء کلمۃ التھدید یعنی خبردار ہو جا سن لیجئے۔ ویقال ہو ضمیر وثمہ محذوف ای ھی داھیۃ ویروی إیہ بکسر الھمزہ وسکون الیاء وکسر الھاء من اسماء الافعال۔ ما تعطینا الجزل:۔ بفتح الجیم وسکون الزاء ای ما تعطینا العطاء الکثیر۔ وکان وقافا۔ ای کان عمر رضؓ وقافا مبالغۃ فی واقف ومعناہ انہ اذا سمع کتاب اللہ یقف عندہ ولا یتجاوز عن حکمہ (عمدہ ۱۸ ص ۴۳)

(۱۶۷) حدثنا یحییٰ قال حدثنا وکیع عن ھشام عن ابیہ عن ابن الزبیر خذ العفو وامر بالعرف قال ما انزل اللہ الا فی اخلاق الناس

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ یہ آیت "خُذِ العفوَ وامُرْ بالعرف" جو اللہ نے نازل فرمائی وہ لوگوں کے اخلاق کے بارے میں ہے (مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلعم کو حکم دیا ہے کہ لوگوں کے اخلاق درست کرنے کے لئے درگذر کا طریقہ اختیار کریں۔

تشریح مطابقته للترجمة توخذ من قوله "خذ العفوَ وامر بالعرف"۔
امام بخاری رہ کا مقصد یہ ہے کہ آیت میں عفو سے قصور کو معاف کرنا، خطا سے درگذر کرنا مراد ہے، علامہ قسطلانی رہ تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں قال لما انزل اللّٰہ علی نبیه صلی اللّٰہ علیه وسلم خذ العفوَ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ما ہذا یا جبریل قال ان اللّٰہ امرک ان تعفوا عمن ظلمک الخ (قسطلانی ص ۴۱۶)

خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے آیت کا مطلب پوچھا جبریل امینؑ نے تبلایا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ جو شخص آپ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف کر دیں اور جو آپ کو کچھ نہ دے آپ اس پر بخشش کریں اور جو آپ سے قطع تعلق کرے آپ اس سے بھی ملا کریں

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا مقصد یہ ہے کہ یہ آیت "خذ العفوَ وامر بالعرف" اخلاق فاضلہ کا ایک جامع ہدایت نامہ ہے جس کے ذریعہ حق تعالیٰ نے سید الانبیاء والمرسلین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کرکے آپؐ کو تمام اولین وآخرین میں صاحب خلق عظیم کے خطاب سے نوازا "انك لعلیٰ خلق عظیم"

وقال عبد الله بن بَرّادٍ حدثنا ابواسامة قال هشام اخبرني عن ابيه عن عبد الله بن الزبير قال امر الله نبيه ان يأخذ العفو من اخلاق الناس اوكما قال

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے آپؓ نے بیان کیا کہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا ہے کہ لوگوں کے اخلاق (عادات) میں سے عفو ودرگذر اختیار کریں اوکما قال۔

علامہ عینی فرماتے ہیں۔ ہذا تعلیق اخرجه عبد اللّٰہ بن برّاد وفی التوضیح لم یرد عنه غیر ہذا التعلیق ولعله اخذه عنه مذاکرة واکثر عنه مسلم (عمدہ ص ۲۴۳/۱۸)

بخاری ص ۶۶۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورة الانفال

یہ سورت مدنی ہے ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس کی پچھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں۔

وقوله يسئلونك عن الانفال قُلِ الانفالُ لله والرسول فاتقوا الله واصلحوا ذات بينكم، قال ابن عباس الانفال المغانم وقال قتادة ريحكم الحرب يقال نافلةٌ عطيةٌ

ارشادِ خداوندی، یسئلونک عن الانفال الآیۃ (پ ۹ ع ۱۵) یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کے بارے میں دریافت

کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ غنیمتیں اللہ کی ملک ہیں (اصلاً) اور رسول کی ہیں (تبعًا) پس اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو۔ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ انفال کے معنی ہیں اموال غنیمت۔ اور قتادہؒ نے فرمایا کہ ریحکم کے معنی ہیں حرب یعنی لڑائی۔

اشارہ ہے آیت کریمہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم الآیۃ پ۱۰ ع۲) اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم کم ہمت ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

یقال نافلة عطية :- اور نافلہ بمعنی عطیہ استعمال کیا جاتا ہے، نافلہ کا لفظ اگرچہ سورۂ انفال میں نہیں ہے لیکن لفظ انفال کی مناسبت سے لایا گیا ہے کہ انفال نفل بفتح الفاء کی جمع ہے اور نافلہ بمعنی عطیہ ہے جسکے معنی اصل میں زیادتی کے ہیں اسی لئے فرض وواجب سے زائد نمازوں کو نافلہ کہتے ہیں جو لازم نہیں ہے، اسی طرح آیت کریمہ ووھبنالہ اسحٰق ویعقوب نافلۃ ہم نے اس کو عنایت کیا اسحاق نیز یعقوب کو مزید، یعنی مانگا تو بیٹا ہی تھا مگر ہم نے پوتا مزید عنایت فرمایا۔

انفال بمعنی مال غنیمت مال غنیمت کو انفال اس لئے کہتے ہیں کہ گذشتہ امتوں کے لئے مال غنیمت حلال نہیں تھا بلکہ مال غنیمت کے لئے قانون تھا کہ تمام اموال غنیمت کو ایک جگہ جمع کردیا جاتا تھا اور آسمان سے قدرتی طور پر ایک آگ (بجلی) آتی تھی اور اس کو جلا کر خاک کردیتی تھی، یہی اس جہاد کے مقبول عنداللہ ہونے کی علامت ہوتی تھی، اور اگر آسمانی بجلی نے نہیں جلایا، تو علامت ہوتی تھی کہ یہ جہاد عنداللہ مقبول نہیں اس لئے اس مال غنیمت کو بھی منحوس اور مردود سمجھا جاتا تھا اور کوئی بھی اسے استعمال نہیں کرتا تھا، صحیحین میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی ہوئی ہیں کہ جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر اور ان کی امت کو نہیں ملیں، ان ہی پانچ میں سے ایک یہ ہے کہ اُحِلَّت لی الغنائم ولم تحل لاحد قبلی یعنی میرے لئے اموال غنیمت حلال کئے گئے حالانکہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے۔

(۱۶۸) **حدثنی** محمد بن عبد الرحیم قال حدثنا سعید بن سلیمان قال حدثنا ھشیم قال اخبرنا ابو بشر عن سعید بن جبیر قال قلت لابن عباس سورۃ الانفال قال نزلت فی بدر۔

ترجمہ :- سعید ابن جبیرؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سورۂ انفال کے متعلق پوچھا تو آپ نے (یعنی ابن عباسؓ نے) فرمایا کہ سورۂ انفال غزوۂ بدر میں نازل ہوئی تھی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

شان نزول علامہ عینیؒ مسند احمد کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں عن سعد بن ابی وقاصؓ لما کان یوم بدر وقتل اخی عمیر وقتلت سعید بن العاص الخ (عمدہ ۱۸/۲۴۵) حضرت سعد

بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ جب غزوہ بدر کا معاملہ پیش آیا اور اس غزوہ میں میرے بھائی عمیر شہید ہوگئے اور میں نے ان کے بالمقابل مشرکین میں سے سعید بن العاص کو قتل کر کے اس کی تلوار لے لی اور تلوار لے کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آنحضورﷺ نے حکم دیا کہ اس کو مال غنیمت میں جمع کر دو، سعدؓ کا بیان ہے کہ میں واپس ہوا، حالانکہ میرے دل میں بھائی عمیر کے قتل اور سامان کی ضبطی کا جو صدمہ مجھکو تھا وہ صرف خدا ہی کو معلوم، یعنی میرا دل چاہتا تھا کہ یہ تلوار مجھکو مل جائے، لیکن میں حکم ماننے پر مجبور تھا، اس لئے تعمیل حکم کے لئے اموال غنیمت میں جمع کرنے کے لئے چلا مگر ابھی دور نہیں گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ انفال کی یہ آیت نازل ہوئی اور آپ نے مجھے بلوا کر یہ تلوار مجھے عنایت فرمادی۔

علامہ قسطلانی رحؒ نے ابوداؤد، نسائی کے حوالہ سے شان نزول کا ایک دوسرا واقعہ نقل کیا ہے، عن ابن عباسؓ قال لما کان یوم بدر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صنع کذا وکذا فلہ کذا وکذا الخ (قسطلانی ص۲۱۷)
حاصل یہ ہے کہ جب بدر کا موقع آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اعلان کیا کہ جو شخص کسی دشمن کو قتل کرے تو جو سامان مقتول دشمن سے حاصل ہو وہ اسی کا ہے جس نے قتل کیا، پھر نوجوان حضرات جنگ کے لئے نکلے اور بوڑھے جھنڈا لئے مرکز میں رہے، جب کامیابی نصیب ہوئی تو اموال غنیمت کی تقسیم میں کچھ جھگڑا ہوا، نوجوانوں کا کہنا تھا کہ یہ ہماری محنت کا ثمرہ و نتیجہ ہے اور بوڑھوں نے کہا کہ یہ ہماری مدد اور مشورہ کا ثمرہ ہے، ہم مرکز میں جھنڈا سنبھالے رہے اور تمہارا سہارا بنے ہوئے تھے، اگر تم لوگوں کو کوئی حادثہ پیش آتا تو ہمارے ہی پاس آکر پناہ لیتے اور ہم ہی انتظام کرتے اس لئے تمھیں کوئی فوقیت و ترجیح حاصل نہیں۔ صحابۂ کرام کا یہ جھگڑا حضور اکرم ﷺ تک پہونچا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی یسئلونک عن الانفال الآیۃ، جس نے واضح کر دیا کہ یہ مال اللہ اور اللہ کے رسول کا ہے، اللہ کے رسول ﷺ کو اختیار ہے جس طرح چاہے تقسیم کرے، تم لوگ تو باہمی تعلقات کی اصلاح کر کے مال سب پر تقسیم کرو اور اخلاص و اتفاق کا مظاہرہ کرو۔

الشوکۃ الحد

اشارہ ہے آیت کریمہ: وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّائِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ (پ۹ ع۱۵) اور (یاد کرو اس وقت کو) جب کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں (یعنی تجارتی قافلہ یا لشکر) میں سے ایک (جماعت) کا وعدہ کر رہے تھے کہ وہ (جماعت) تمہارے ہاتھ آجائیگی (یعنی مغلوب ہوجائے گی) اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح جماعت (جس میں کانٹا نہ لگے یعنی تجارتی قافلہ) تمہارے ہاتھ آئے، اس شوکۃ کی تفسیر کرتے ہیں حَدّ سے جس کے معنی ہیں "تلوار کی دھار" سزا، کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی تنبیہ ہے کہ تم نے جو صورت پسند کی وہ پست ہمتی اور آرام طلبی کی تھی اور حق تعالیٰ احقاق حق اور ابطال باطل کا اعلان عام کرنا چاہتے تھے۔

مردفین فوجا بعد فوج رَدِفَنِی وَاَرْدَفَنِی جاء بعدی

مردفین کے معنی ہیں ایک جماعت کے بعد ایک جماعت. ابو عبیدہ کی تفسیر ہے کہ ردف ثلاثی مجرد اور اَردف از باب افعال دونوں کے معنی ایک ہیں اسی جا بعدی یعنی میرے بعد آیا میرے پیچھے آیا، یہ ماخوذ ہے ردف سے، جس کے معنی ہیں پیچھے آنے والا، تابع پس مُردفین کے معنی ہوئے متبعین، بعد کو آنے والا، اشارہ ہے آیت کریمہ "اِنّی مُمِدُّکُم بِاَلفٍ مِّنَ المَلٰئِکَۃِ مُردِفِین، پ ۹ ع ۱۵) یعنی میں تمکو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آویں گے یعنی لگاتار۔ بعض قرأتوں میں مُردَفین بفتح الدال اسم مفعول کا صیغہ ہے اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کو پیچھے لگادیا گیا

ذوقوا باشروا وجربوا ولیس هذا من ذوق الفم

ذوقوا کے معنی ہیں باشروا وجربوا یعنی خود اٹھاؤ اور آزماؤ اور یہ ذوق الفم (منہ سے چکھنا) سے مشتق نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ یہاں بطور مجاز ملاقات بالاجسام مراد ہے نہ کہ حقیقی معنی منہ سے چکھنا، اسلئے یہ قید بیان کردیا کہ لیس ہذا من ذوق الفم۔

اشارہ ہے آیت کریمہ "ذٰلِکُم فَذُوقُوہُ وَاَنَّ لِلکٰفِرِینَ عَذَابَ النَّارِ پ ۹ ع ۱۶) یہ ہے تم لوگوں کی سزا پس اس کو (یعنی عقاب مذکور من ضرب الاعناق وقطع الاعضاء) چکھو (بالفعل) اور جان رکھو کہ کافروں کے لئے جہنم کا عذاب مقرر ہے۔

فیرکمه یجمعه

اشارہ ہے آیت کریمہ: "لِیَمِیزَ اللّٰہُ الخَبِیثَ مِنَ الطَّیِّبِ وَیَجعَلَ الخَبِیثَ بَعضَہٗ عَلٰی بَعضٍ فَیَرکُمَہٗ جَمِیعًا فَیَجعَلَہٗ فِی جَہَنَّمَ، پ ۹ ع ۱۸) تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک (لوگوں) کو پاک (لوگوں) سے الگ کردے اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملادے پھر اس کو جمع کردے اکٹھا پھر اس (مجموعہ پلندہ) کو جہنم میں ڈالدے کہتے ہیں کہ آیت میں یرکمہ کے معنی ہیں یجمعہ یعنی جمع کردے، ڈھیر کردے، اصل میں باب نصر سے رکم یرکم کے معنی ہیں ڈھیر کرنا، جمع کرنا اور یرکمہ کی ضمیر فریق خبیث یعنی کفار کی طرف راجع ہے۔

شرد فرق

اشارہ ہے آیت کریمہ: فَاِمَّا تَثقَفَنَّہُم فِی الحَربِ فَشَرِّد بِہِم مَّن خَلفَہُم لَعَلَّہُم یَذَّکَّرُونَ پ ۱۰ ع ۳) اگر آپ ان کو پالیں لڑائی میں تو ان کو ایسی سزا دیجئے کہ دیکھ کر ان کے پیچھلے منتشر ہوجائیں کہتے ہیں کہ آیت میں شرِّد کے معنی فرِّق ہیں یعنی ان کو متفرق اور منتشر کردیجیے، شرِّد امر کا صیغہ ہے تشرید سے، تشرید کے معنی ایسی سزا دینے کے ہیں کہ دوسرے دیکھ کر بھاگ جائیں۔

وان جنحوا طلبوا

اشارہ ہے آیت کریمہ، وَاِن جَنَحُوا لِلسَّلمِ فَاجنَح لَہَا وَتَوَکَّل عَلَی اللّٰہِ پ ۱۰ ع ۴) اور اگر وہ (کفار) صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی اس کی طرف جھک جائیے اور اللہ پر بھروسہ رکھئے۔

ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ میں جنحوا کے معنی ہیں طلبوا یعنی صلح و سلامتی طلب کریں، تو آپ بھی آمادہ ہو جائیے اور اللہ پر بھروسہ رکھئے۔

السَّلْم والسِّلْم والسلام واحد

اور مذکورہ بالا آیت میں لفظ سَلم بمعنی سلامتی و صلح آیا ہے، تو فرماتے ہیں کہ ان تینوں الفاظ کے معنی ایک ہیں یعنی امن وامان، صلح و سلامتی ۔ واضح رہے کہ قرآن حکیم کے اندر یہ تینوں الفاظ موجود ہیں۔

یثخن یغلب

اشارہ ہے آیت کریمہ ما کان لنبیٍّ ان یکون لہ اسریٰ حتی یثخن فی الارض، پ۱۰ ع۵) کسی نبی کے لئے مناسب نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں خوب خونریزی نہ کرلیں (یعنی کافروں کی)

ابو عبیدہ رہ یثخن کی تفسیر کرتے ہیں یغلب سے یعنی جب تک دشمنوں کی خونریزی اور کثرت قتل سے ملک میں غلبہ نہ حاصل کرلے اس وقت تک قیدی کافروں کو باقی رکھنا مناسب نہیں۔

وقال مجاھدٌ مُکَاءً ادخالُ اصابعھم فی افواھھم وتصدیۃً الصفیرُ

اور مجاہد رہ نے بیان کیا ہے کہ مُکَاءً کے معنی ہیں اپنی انگلیوں کو اپنے منہ میں داخل کرنا، یعنی منہ سے سیٹی بجانا۔ اور تصدیہ کے معنی ہیں تالیاں بجانا، مُکَاءً مصدر از نفر ہے سیٹی بجانا، اور تصدیہ باب تفعیل سے مصدر ہے تالیاں بجانا،

اشارہ ہے آیت کریمہ وما کان صلوتھم عند البیت الا مکاءً وتصدیۃً، پ۹ ع۱۸) اور ان کی نماز خانہ کعبہ کے پاس صرف یہ تھی سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا۔

لیُثبتوک لیحبسوک

یثبتوک کے معنی ہیں یحبسوک کے یعنی آپ کو قید کرلیں، آپ کو روک لیں۔

اشارہ ہے آیت کریمہ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک، پ۹ ع۱۸) اور جب کہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے کہ (آیا) آپ کو قید کرلیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں۔

باب قولہ اِنَّ شرَّ الدوابِّ عند اللہ الصُّمُّ البُکمُ الذین لا یعقلون قال ھم نفرٌ من بنی عبدالدار

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پ۹ ع۱۷) بیشک جانوروں میں سب سے بدتر (یعنی بدترین خلائق) اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں (حق بات کہنے سے) اور گونگے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے ہیں۔

قال ھم الخ حضرت مجاہد رہ سے شان نزول منقول ہے کہ بدترین خلائق سے مراد بنی عبدالدار کے کچھ لوگ ہیں، اس آیت میں حق تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ انسان کو جو احسن تقویم پیدا کیا گیا اور اشرف المخلوقات اور مخدوم کائنات بنایا گیا یہ سب انعامات صرف اطاعت حق میں مضمر اور منحصر ہیں، جب انسان نے حق بات سننے سمجھنے اور ماننے

سے اعراض کیا تو یہ سارے انعامات اس سے سلب ہوجاتے ہیں اور وہ جانوروں سے بھی بدتر ہوجاتا ہے۔

(۱۶۹) حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا ورقاء عن ابن ابی نجیح عن مجاهد عن ابن عباس إن شر الدواب عند الله الصم البكم الذين لا يعقلون قال هم نفر من بني عبد الدار۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ ان شر الدواب عند الله الآیہ پ ۹ ع ۱۷) بے شک جانوروں میں سب سے بدتر (یعنی بدترین خلائق) اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو بہرے ہیں (حق بات کہنے سے) اور گونگے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے ہیں) فرمایا کہ مراد عبد الدار کے کچھ لوگ ہیں۔

تشریح: مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
ورقاء مؤنث الادرق ابن عمرو۔ ابن ابی نجیح: ہو عبد اللہ واسم ابی نجیح یسار الثقفی المکی قال یحیی القطان کان قدریا (عمدہ)۔

باب قوله يا أيها الذين آمنوا استجيبوا لله وللرسول إذا دعاكم لما يحييكم واعلموا أن الله يحول بين المرء وقلبه وأنه إليه تحشرون

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ ۹ ع ۱۷) اے ایمان والو تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجا لایا کرو جب کہ رسول تمکو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف (یعنی دین کی طرف جس سے حیات جاودانی میسر ہوتی ہے) بلاتے ہوں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اسکے قلب کے درمیان، بلاشبہ اس کی طرف تم سب جمع کئے جاؤ گے

استجيبوا اجيبوا لما يحييكم يصلحكم

فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت میں استجیبوا بمعنی اجیبوا ہے یعنی قبول کرو، بجا لایا کرو، لبیک کہو۔ لما یحییکم کے معنی ہیں یصلحکم یعنی تمہاری اصلاح کرے گا جو حیات جاودانی کا سبب ہے، اور معلوم ہے کہ زندگی بخش اصلاح قرآن مجید سے ہوگی۔ بعض روایت سے جہاد مراد ہے، جو باعزت زندگی یا شہادت یعنی حیات جاودانی کا سبب ہے۔

(۱۷۰) حدثني اسحق قال اخبرنا روح قال حدثنا شعبة عن خبيب بن عبد الرحمن قال سمعت حفص بن عاصم يحدث عن ابي سعيد بن المعلى قال كنت أصلي فمر بي رسول الله صلى الله عليه وسلم فدعاني فلم آته حتى صليت ثم اتيته فقال ما منعك ان تأتي الم يقل الله يا ايها الذين آمنوا استجيبوا لله وللرسول اذا دعاكم ثم قال لأعلمنك أعظم سورة في القرآن قبل ان اخرج فذهب رسول الله صلى الله عليه وسلم ليخرج فذكرت له۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو سعید بن معلیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گذرے اور مجھے پکارا، لیکن میں (فوراً) حاضر خدمت نہ ہوسکا یہاں تک کہ میں نے نماز پوری کرلی

پھر حاضرِ خدمت ہوا تو آنحضور م نے دریافت فرمایا کہ آنے سے کس چیز نے روکا؟ (یعنی آنے میں تاخیر کیوں ہوئی؟) کیا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا ہے؟ "یاایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم" پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد سے باہر نکلنے سے پہلے قرآن کی عظیم ترین سورۃ تم کو بتاؤں گا، اس کے بعد جب حضور م باہر تشریف لے جانے لگے تو میں نے آپ کو یاد دلایا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضیٰ فی تفسیر سورۃ الفاتحہ ص۶۴۲ وسیاتی فی فضائل القرآن ص۷۴۹۔ مزید تشریح کے لئے حدیث ۱ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

❖ وقال معاذ حدثنا شعبة عن خبیب سمع حفصا سمع ابا سعید رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھذا وقال ھی الحمد للہ رب العٰلمین السبع المثانی ❖

ہذا تعلیق رواہ معاذ بن معاذ العنبری بسکون النون وفتح الباء عن شعبۃ بن الحجاج عن خبیب بن عبدالرحمن المذکور فی الحدیث الماضی عن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن ابی سعید بن المعلّی ووصلہ الحسن بن سفیان فی سندہ عن عبیداللہ بن معاذ عن ابیہ عن شعبۃ الی آخرہ، وفائدۃ ایراد ہذا التعلیق ما وقع فیہ من تصریح سماع حفص بن عاصم عن ابی سعید بن المعلّی (عمدہ ص۲۴۸/۱۸)

ترجمہ:۔ اور معاذ نے بیان کیا کہ ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی اور انھوں نے خبیب سے سنا، اور خبیب نے حفص بن عاصم سے سنا اور حفص نے حضرت ابوسعید رض سے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اس حدیث کو سنا ــــ اور ابوسعید رض نے بیان کیا کہ حضور اقدس م نے فرمایا کہ وہ سورہ الحمد للہ رب العٰلمین ہے۔ جو سبع مثانی کہلاتی ہے

❖ باب قولہ "واذ قالوا اللّٰھم ان کان ھذا ھو الحق من عندك فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم، پ ۹ ع ۱۸) ❖

اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اور (یاد کیجئے) جب کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ یا اللہ اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر (اس کے نہ ماننے کی وجہ سے) آسمان سے پتھر برسادے یا ہم پر کوئی (اور) دردناک عذاب واقع کر دیجئے۔۔۔

اوپر سے کفار کا قصہ چل رہا تھا، صحابہ کرام رض نے قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا بیان کیا تو ابوجہل اور نضر بن حارث نے اپنی پختگی دکھلانے کے لئے اور قوم کے دل میں قرآن مجید کے متعلق خلش اور شبہ پیدا کرنے کے لئے بطور عناد وتمرد یہ جملہ کہا تھا کہ اے اللہ اگر یہی قرآن آپ کی طرف سے حق ہے تو پھر ہم پر پتھر برسائیے یا کوئی دوسرا سخت عذاب نازل کر دیجئے ــــ اس کا جواب آگے آیتوں میں آرہا ہے۔

❖ قال ابن عیینۃ ما سمی اللہ مطرا فی القرآن الا عذابا وتسمیہ العرب الغیث وھو قولہ تعالیٰ ینزل الغیث من

بعد ما قنطوا ﴾

سفیان بن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مطر کا ذکر صرف عذاب ہی کے موقع پر کیا ہے اہل عرب مطر یعنی باران رحمت کو غیث کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ینزل الغیث من بعد ما قنطوا، پ۲۵ ع۴ اور وہ (اللہ تعالیٰ) وہ ذات ہے جو (بسا اوقات) لوگوں کے ناامید ہوجانے کے بعد مینہہ برساتا ہے۔

تشریح لیکن اس پر اعتراض ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں باران رحمت یعنی مینہہ کے لئے مطر کا لفظ آیا ہے کمافی القرآن ولاجناح علیکم ان کان بکم اذیً من مطر، پ۵ ع۱۲) یعنی اگر بارش کی وجہ سے تم کو تکلیف ہو تو ہتھیار رکھ دینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں، اس آیت میں مطر بمعنی بارش اور مینہہ ہی ہے، حافظ عسقلانی رح فرماتے ہیں وقال ابو عبیدۃ ان کان من العذاب فہو امطرت وان کان من الرحمۃ فہو مطرت وفیہ نظر ایضاً (فتح ص۲۳۱)

(۱۷۱) ﴿ حدثنی احمد قال حدثنا عبید اللہ بن معاذ قال حدثنا ابی قال شعبۃ عن عبد الحمید وھو ابن کُردِیدٍ صاحب الزیادی سمع انس بن مالک قال ابو جھلٍ اللّٰھُمّ ان کان ھٰذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃً من السماء اَوِ ئتنا بعذاب الیم فنزلت وما کان اللہ لیعذّبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذّبھم وھم یستغفرون وما لھم الا یعذبھم وھم یصدّون عن المسجد الحرام الآیۃ۔ ﴾

ترجمہ:۔ صاحب زیادی عبد الحمید (وہ تابعی صغیر) جو کُردید (بضم الکاف وسکون الراء) کے صاحبزادے تھے، انھوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا کہ ابوجہل نے کہا تھا اللھم ان کان الخ یعنی خدایا اگر یہ قرآن واقعی آپ کی طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دیجئے۔ تو اس پر آیت نازل ہوئی، وما کان اللہ لیعذبھم الآیۃ (یہ ابونضر اور ابوجہل کے عناد وتمرد کا جواب ہے) اللہ تعالیٰ ایسا ہرگز نہیں کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں اور (نیز) ان پر عذاب نازل کرنے والے نہیں درانحالیکہ وہ استغفار کرتے رہتے ہیں، اور ان کا کیا استحقاق ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ (بالکل ہی) سزا نہ دے حالانکہ (ان کی یہ حرکتیں مقتضی سزا کی ہیں مثلاً) وہ لوگ (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو) مسجد حرام سے روکتے ہیں

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث یاتی بعدہ ص۲۷۰ واخرجہ مسلم فی ذکر المنافقیں والکفار۔

حاصل یہ ہے کہ یہ ان کا انکار وتمرد کی وجہ سے مستحق عذاب بلاشبہ ہیں، لیکن نزول عذاب سے دو چیزیں مانع ہیں، ایک ان کے درمیان موجود رہنا پیغمبر کا۔ اور دوسرا استغفار۔ ہجرت سے قبل آنحضور صلعم کے قدم بابرکت سے عذاب اٹکا رہا تھا، ہجرت کے بعد بدر میں عذاب آیا اور ابوجہل اور نضر سب مبتلائے عذاب ہوئے

بلاشبہ ان پر قوم لوط کی طرح آسمان سے پتھر نہیں برسا لیکن ایک مٹھی سنگریزے جو حق تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کے ہاتھ سے پھینکے تھے وہ آسمانی سنگباری کا چھوٹا سا نمونہ تھا فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی۔

صفحہ ۶۷۰ باب قوله وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون

ترجمہ گذر چکا ہے۔

(۱۷۲) حدثنا محمد بن النضر قال حدثنا عبيد الله بن معاذ قال حدثنا ابي قال حدثنا شعبة عن عبد الحميد صاحب الزيادي سمع انس بن مالك قال قال ابو جهل اللهم ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب اليم فنزلت وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون وما لهم الا يعذبهم الله وهم يصدون عن المسجد الحرام الآية

ترجمہ:۔ حضرت مالک بن انس رضؓ نے بیان فرمایا کہ ابوجہل نے کہا تھا۔ اے اللہ اگر یہ قرآن واقعی آپ کی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے یا ہم پر کوئی (اور) دردناک عذاب واقع کر دیجئے تو اس پر آیت نازل ہوئی۔ وما کان اللہ لیعذبھم الآیہ۔

آیت کا ترجمہ اور حدیث شریف کی تشریح کیلئے ماسبق حدیث ۱۷۱ کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔

صفحہ ۶۷۰ باب قوله وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وقاتلوھم الآیہ پ ۹ ع ۱۹) اور (اے مسلمانو) تم ان (کفار عرب) سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ (یعنی کفر و شرک) نہ رہے، اور (اللہ کا) دین (خالص اللہ ہی کا ہو جائے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ سب کے سب مسلمان ہو جائیں یا رعایا بن کر رہیں ان کی جگہ سیادت نہ رہے۔

(۱۷۳) حدثنا الحسن بن عبد العزيز قال حدثنا عبد الله بن يحيى قال اخبرنا حيوة عن بكر بن عمرو عن بكير عن نافع عن ابن عمر ان رجلا جاءه فقال يا ابا عبد الرحمن الا تسمع ما ذكر الله في كتابه وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا الى اخر الاية، فما يمنعك ان لا تقاتل كما ذكر الله في كتابه فقال يا ابن اخي اغتر بهذه الاية ولا اقاتل احب الي من ان اغتر بهذه الاية التي يقول الله تعالى ومن يقتل مؤمنا متعمدا الى اخرها، قال فان الله يقول وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة قال ابن عمر قد فعلنا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ كان الاسلام قليلا فكان الرجل يفتن في دينه اما يقتلوه واما يوثقوه حتى كثر الاسلام فلم تكن فتنة فلما راى انه لا يوافقه فيما يريد قال فما قولك في علي وعثمان قال ابن عمر ما قولي في علي وعثمان اما عثمان فكان الله قد عفا عنه فكرهتم ان تعفوا عنه واما علي

فابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وختنہٗ واشار بیدہ وھذہ ابنتہ او بیتہ حیث ترون ﴿

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا، اسے ابوعبدالرحمٰن (کنیت ابن عمر) کیا آپ نے نہیں سنا ہے؟ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں بیان کیا ہے، وان طائفتان الآیۃ پ۲۶ ع ۱۳) یعنی اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑجائیں تو ان کے درمیان صلح کرادو، پھر اللہ کے ارشاد کے مطابق آپ کو جہاد سے مانع کیا ہے؟ (یعنی مسلمانوں کے باہمی لڑائی میں حصہ کیوں نہیں لیتے؟) اس پر ابن عمرؓ نے فرمایا، اے بھتیجے میں اس آیت وان طائفتان الخ کی تاویل کرتا ہوں اور (مسلمانوں سے) جنگ میں حصہ نہیں لیتا ہوں، میں اس کو بہتر سمجھتا ہوں اس بات سے کہ تاویل کروں اس آیت کی جو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں من یقتل مومناً الخ (وجہ ظاہر ہے کہ قتل مومن پر سخت ترین وعید ہے اور عذاب شدید ہے اسلئے میری نظر دراصل دوسری آیت پر تیز ہے) اس آنے والے رجل نے کہا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "قاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ کرچکے جبکہ اسلام کے ماننے والے (یعنی مسلمان) تھوڑے تھے، اس لئے آدمی اپنے دین کے سلسلے میں آزمائش میں مبتلا ہوجاتا تھا یا تو دشمن اس کو قتل کردیتے تھے یا قید کردیتے یہاں تک کہ اسلام کے ماننے والے بہت ہوگئے اور فتنہ باقی نہیں رہا، پھر جب اس آنے والے رجل نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ اس کے مقصد کی موافقت نہیں کررہے ہیں تو کہنے لگا اچھا تو (حضرت) علی اور (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ابن عمرؓ نے فرمایا، میری رائے علیؓ اور عثمانؓ کے بارے میں کیا ہے؟ بہرحال عثمانؓ کو اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا (جنگ احد کا فرار کما فی القرآن لقد عفا عنکم) لیکن تم کو ناگوار گذرا ان کی معافی اور رہا حضرت علیؓ کا معاملہ، رسول اللہؐ کے چچازاد بھائی اور حضورؐ کے داماد تھے، اور حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا یہ ان کی بیٹی ہے یا فرمایا (شک راوی) یہ ان کا گھر ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ فان اللہ یقول وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ۔
والحدیث مر بوجہ آخر فی تفسیر سورۃ البقرۃ ص۶۴۸ ومنا ص۶۰۔

ان رجلاجاءہ:۔ ہو حبان او علا بن عرار وقیل نافع وغیرہ، سورہ بقرہ کی روایت میں اتنا زائد ہے فی فتنۃ الزبیر۔

مامنعک الاتقاتل:۔ لا زائدہ ہے جیسا کہ گذرچکا ہے مامنعک ان لاتسجد میں لا زائدہ ہے۔

اغتر بھذہ الآیۃ:۔ دوسرا نسخہ ہے اعتبر بضم الہمزہ وفتح العین المہملۃ وتشدید الیاء التحتیۃ فی الموضعین۔

یفتن فی دینہ علی صیغۃ المجہول، فما قولک فی علی وعثمان، اس سے ظاہر ہوگیا کہ یہ سائل خوارج میں سے تھا۔

ابنتہ او بیتہ:۔ بعض روایت میں بلاشک بیتہ آیا ہے، بعض میں ابیتہٗ بہمزۃ مفتوحۃ وسکون الیاء

وضم الیاء جمع القلة فی البیت۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں، والمعتمد انہ البیت فقط لما ذکرنا من الروایات المصرحۃ بذالک وتانیث اسم الاشارۃ باعتبار البقعۃ، وفیہ بیان قربہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکانۃ ومکانا (قسطلانی ۲۲)

(۱۷۴) حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا زهیر قال حدثنا بیانٌ ان وَبُرَۃَ حدثہ قال حدثنی سعید بن جُبیرٍ قال خرج علینا او الینا ابن عمر فقال رجل کیف تری فی قتال الفتنۃ فقال وھل تدری ما الفتنۃ کان محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقاتل المشرکین وکان الدخول علیھم فتنۃً ولیس کقتالکم علی الملک ۔

ترجمہ:۔ سعید بن جبیرؓ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہمارے پاس تشریف لائے (شک راوی علینا او الینا) تو ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ (مسلمانوں کے باہمی) فتنہ کی لڑائی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو ابن عمرؓ نے فرمایا، تمکو معلوم بھی ہے کہ فتنہ کیا ہے؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین سے جنگ کرتے تھے اور ان مشرکوں کے خلاف گھروں میں گھس جانا (یعنی بیٹھ جانا) فتنہ (امتحان) تھا اور آنحضورؐ کی جنگ تمھاری سلطنت اور ملک کی خاطر جنگ کی طرح نہیں تھی۔

تشریح یہ حدیث مذکورہ بالا حدیث کا مختصر ہے لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ دُو واقعہ ہو، حضرت عبداللہ بن عمرؓ مسلمانوں کے باہمی جنگ مثلاً جنگ جمل، جنگ صفین، اور عبداللہ بن زبیرؓ کی جنگ میں نہ شریک ہوئے اور نہ شرکت کے قائل تھے بلکہ علیحدگی کو ترجیح دیتے رہے کہ قتل مومن سے بچنے کی سخت ترین تاکید ہے

باب قول اللہ یاَیُّھا النبی حرض المؤمنین علی القتال ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفا من الذین کفروا بانھم قومٌ لا یفقھون ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: یاایھا النبی الآیۃ پ ع ۵) اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیجئے (اور اس کے متعلق یہ قانون سنا دیجئے کہ) اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو (اپنے سے دس گنا عدد پر یعنی) دو سو پر غالب آجائیںگے، اور اگر تم میں سے سو آدمی ہوں گے تو ہزار پر غالب آجائینگے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے ہیں۔

تشریح عنوان تعبیر اس میں ایک خبر کا رکھا گیا ہے کہ سو مسلمان ایک ہزار کافروں پر غالب آجائیں گے مگر مقصد یہ حکم دینا ہے کہ سو مسلمانوں کو ایک ہزار کافروں کے مقابلہ سے بھاگنا جائز نہیں۔ یہ حکم ابتداء جہاد میں تھا لیکن غزوۂ بدر کے بعد حق تعالیٰ نے تخفیف کردی اور صرف دوگونہ سے مقابلہ کو لازم قرار دیا جیسا کہ اس کے متصلاً آیت ہے۔ الآن خفف اللہ عنکم الآیۃ۔ اس لئے اب دوگونہ کے مقابلہ سے گریز کرنا ناجائز و ممنوع رہ گیا۔

(۱۷۵) حدثنا علی بن عبداللہ قال حدثنا سفیان عن عمرٍو عن ابن عباس لما نزلت

ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین فکتب علیھم ان لا یفر واحد من عشرة فقال سفین غیر مرة ان لا یفر عشرون من مائتین وزاد سفیان مرة نزلت حرض المؤمنین علی القتال ان یکن منکم عشرون صابرون. قال سفین وقال ابن شبرمة واری الامر بالمعروف والنھی عن المنکر مثل ھذا۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ان یکن منکم عشرون صابرون الآیة تو مسلمانوں پر فرض قرار دیدیا گیا کہ ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلہ سے نہ بھاگے، اور سفیان نے متعدد مرتبہ یہ کہا کہ بیس مسلمان دو سو کے مقابلے سے نہ بھاگے، پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی الآن خفف اللہ الآیة یعنی اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی، اس کے بعد ضروری قرار دیا کہ ایک سو مسلمان دو سو کے مقابلے سے نہ بھاگیں، اور سفیان نے ایک مرتبہ اس اضافے کے ساتھ روایت بیان کی کہ آیت کریمہ نازل ہوئی حرض المؤمنین علی القتال ان یکن منکم عشرون صابرون۔ سفیان نے بیان کیا کہ ابن شبرمہ نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی اسی نوعیت کا حکم ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
ابن شبرمۃ بضم الشین المعجمۃ وسکون الباء وضم الراء اسمہ عبداللہ التابعی قاضی الکوفۃ (عمدہ)

باب قولہ الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا الی قولہ واللہ مع الصابرین

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ الآن خفف اللہ الآیة (پ ۱۰ ع ۵) یعنی اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے، پس (یہ حکم دیا جاتا ہے کہ) اگر تم میں سے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو (اپنے سے دوگونہ عدد پر یعنی) دو سو پر غالب آجائیں گے اور (اسی طرح) اگر تم میں کے ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آجائیں گے اور اللہ تعالیٰ صابرین (جو دل اور قدم سے ثابت رہیں ان) کے ساتھ ہیں یعنی ان کی مدد کرتے ہیں۔

(۱۷۶) حدثنا یحیی بن عبد اللہ السلمی قال اخبرنا عبد اللہ بن المبارک قال اخبرنا جریر بن حازم قال اخبرنی الزبیر بن خریت عن عکرمة عن ابن عباس قال لما نزلت ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین شق ذالک علی المسلمین حین فرض علیھم ان لا یفر واحد من عشرة فجاء التخفیف فقال الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائة صابرة یغلبوا مائتین قال فلما خفف اللہ عنھم من العدة نقص من الصبر بقدر ما خفف عنھم۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ان یکن منکم الآیة، یہ حکم مسلمانوں پر شاق و گراں گزرا جب ان پر فرض قرار دیا گیا کہ ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلے سے نہ بھاگے۔ پھر

تخفیف کا حکم آیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اب تعالیٰ نے تم پر تخفیف کردی اور معلوم کرلیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے اسلئے اب اگر تم میں سے سو ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو اپنے سے دوگونہ عدد پر یعنی) دو سو پر غالب آجائیں گے۔ ابن عباس رضی نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تعداد کے لحاظ سے تخفیف کردی تو مسلمانوں کی ثابت قدمی میں بقدر تخفیف نقصان پیدا ہوگیا۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔ شلمی بضم السین المہملۃ وفتح اللام جریر بفتح الجیم۔ ابن خریت بکسر الخاء المعجمۃ والراء المشددۃ وسکون الیاء وبالتاء المثناۃ ـــــ والحدیث اخرجہ ابوداؤد فی الجہاد۔

:- اللہ کے فضل وکرم سے اٹھارھواں پارہ تمام ہوا، فالحمد للہ علی ذلک :-

سورۃ براءۃ

بخاری صہ ۶۷۱

یہ سورہ مدنی ہے اور اس کی ایک سو انتیس ۱۲۹ آیات اور سولہ رکوعات ہیں۔ اس سورہ کو سورۃ التوبہ بھی کہا جاتا ہے

وجہ تسمیہ برارت اس کا نام اسلئے ہوا کہ اس سورت میں کفار سے برارت کا ذکر ہے، اور توبہ اس لئے کہ اس میں مسلمانوں کی توبہ قبول ہونے کا بیان ہے۔

سورہ برأت کی خصوصیت اس سورت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ مصاحف قرآن میں اس سورت کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی جاتی ہے، اس کے سوا تمام قرآنی سورتوں کے شروع میں بسم اللہ لکھی جاتی ہے، اس کی وجہ معلوم کرنے سے پہلے یہ جان لینا چاہئے کہ قرآن مجید تئیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے، ایک ہی سورت کی آیتیں مختلف اوقات میں نازل ہوئیں، حضرت جبرئیل امین جب وحی لے کر آتے تو ساتھ ہی بحکم الٰہی یہ بھی بتلاتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے بعد رکھی جائے، اسی کے مطابق رسول کریم صلعم کاتبین وحی کو ہدایت فرما کر لکھوا دیتے تھے، اور جب ایک سورت ختم ہوکر دوسری سورت شروع ہوتی تھی تو سورت شروع ہونے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوتی تھی جس سے یہ سمجھ لیا جاتا تھا کہ پہلی سورت ختم ہوگئی، اب دوسری سورت شروع ہو رہی ہے، قرآن مجید کی تمام سورتوں میں ایسا ہی ہوا۔

سورۂ توبہ نزول کے اعتبار سے بالکل آخری سورتوں میں سے ہے اس کے شروع میں عام دستور کے مطابق نہ بسم اللہ نازل ہوئی اور نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب وحی کو اس کی ہدایت فرمائی، اسی حال میں رسول اکرم کی وفات ہوگئی، جامع قرآن حضرت عثمان غنی رض نے اپنی خلافت کے عہد میں جب قرآن مجید کو کتابی صورت میں ترتیب دیا تو سب سورتوں کے خلاف سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ تھی اسلئے یہ شبہ ہوگیا کہ شاید کوئی مستقل سورت

نہ ہو بلکہ کسی دوسری سورت کا جز ہو، اب اس کی فکر ہوئی کہ اگر یہ کسی دوسری سورت کا جز ہو تو وہ کون سی سورت ہو سکتی ہے مضامین کے اعتبار سے سورۂ انفال اس کے مناسب معلوم ہوئی۔

اور حضرت عثمان رضؓ سے ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان دونوں کو قرینتین یعنی ملی ہوئی کہا جاتا تھا (مظہری) اس لئے سورۂ انفال کے بعد اس کو رکھ دیا گیا، یہ احتیاط تو اس لئے کی گئی کہ دوسری سورت کا جز ہو تو اس کے ساتھ رہنا چاہئے مگر احتمال یہ بھی تھا کہ علیحدہ مستقل سورت ہو اس لئے لکھنے میں یہ صورت اختیار کی گئی کہ سورۂ انفال کے ختم پر سورۂ توبہ کے شروع سے پہلے کچھ جگہ خالی چھوڑ دی گئی جیسے عام سورتوں میں بسم اللہ کی جگہ ہوتی ہے۔

سورۂ براءت یا سورہ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھے جانے کی یہ تحقیق خود جامع قرآن حضرت عثمانؓ سے ابوداؤد، نسائی، مسند امام احمد، ترمذی میں مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کے ایک سوال کے جواب میں منقول ہے، اس سوال میں حضرت ابن عباس رضؓ نے حضرت عثمان غنی رضؓ سے یہ بھی استفسار کیا تھا کہ قرآن مجید کی سورتوں کی جو ترتیب قائم کی گئی ہے کہ سب سے پہلے بڑی سورتیں رکھی گئیں جن میں سو آیتوں سے زیادہ ہوں جن کو اصطلاح میں مئین کہا جاتا ہے اس کے بعد وہ بڑی سورتیں رکھی گئیں جن میں سو سے کم آیات ہیں جن کو مثانی کہا جاتا ہے، اس کے بعد چھوٹی سورتیں رکھی گئی ہیں جن کو مفصلات کہا جاتا ہے، اس ترتیب کا بھی تقاضا یہ ہے کہ سورۂ توبہ کو سورۂ انفال سے پہلے رکھا جائے، کیونکہ سورۂ توبہ کی آیتیں سو سے زائد اور سورہ انفال کی سو سے کم ہیں۔

شروع کی سات طویل سورتیں جن کو سبع طوال کہا جاتا ہے اس میں بھی بجائے انفال کے سورۂ توبہ ہی زیادہ مناسب ہے، اس کے خلاف کرنے میں کیا مصلحت ہے؟ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا کہ یہ سب باتیں صحیح ہیں، لیکن قرآن کے معاملہ میں احتیاط کا مقتضی وہی ہے جو اختیار کیا گیا، کیونکہ اگر سورۂ توبہ مستقل سورت نہ ہو بلکہ سورہ انفال کا جز ہو تو یہ ظاہر ہے کہ سورۂ انفال کی آیات پہلے نازل ہوئی ہیں اور توبہ کی اس کے بعد اس لئے ان کو انفال کی آیات پر مقدم کرنا بغیر وحی کے جائز نہیں، اور وحی میں ہمیں کوئی ایسی ہدایت نہیں ملی اس لئے انفال کو مقدم اور توبہ کو مؤخر کیا گیا۔

اس تحقیق سے یہ معلوم ہو گیا سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا احتمال ہے کہ سورۂ توبہ علیحدہ سورت نہ ہو بلکہ انفال کا جز ہو، اس احتمال پر یہاں بسم اللہ لکھنا ایسا درست ہوگا جیسے کوئی شخص کسی سورت کے درمیان بسم اللہ لکھدے

اس بنا پر حضرات فقہاء نے فرمایا ہے کہ جو شخص اوپر سے سورۂ انفال کی تلاوت کرتا آیا ہو اور سورۂ توبہ شروع کر رہا ہو وہ بسم اللہ نہ پڑھے، لیکن جو شخص اس سورت کے شروع یا درمیان سے اپنی تلاوت شروع کر رہا ہے اس کو چاہئے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر شروع کرے، بعض ناواقف یہ سمجھتے ہیں کہ سورۂ توبہ کی تلاوت میں کسی

حال میں بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں یہ غلط ہے۔ (معارف ص۳۰۵ ج۴)

وَلِيجَةً كُلُّ شَيْءٍ أَدْخَلْتَهُ فِي شَيْءٍ

ولیجہ:۔ ہر وہ چیز جسے کسی دوسری چیز میں داخل کریں، یہ لفظ ولوج بمعنی دخول سے مشتق ہے یہاں مراد ہے بھیدی، اندرونی دوست۔ اشارہ ہے آیت کریمہ "ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃ، پ۱۰ ع ۸) اور جن لوگوں نے اللہ و رسول اور مؤمنین کے سوا کسی کو بھیدی (دلی دوست) نہ بنایا ہو۔

الشُّقَّةُ السَّفَرُ

یعنی شقہ سے مراد سفر ہے، اشارہ ہے آیت کریمہ لو کان عرضا قریبا وسفرا قاصدا لاتبعوک ولکن بعدت علیہم الشقۃ پ۱۰ ع ۲) اگر مال قریب ہوتا تو (یہ منافق) لوگ ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے، لیکن ان کو تو مسافت دور دراز معلوم ہونے لگی (یعنی غزوۂ تبوک میں شام کا سفر)

الخبال الفساد والخبال الموت

خبال کے معنی ہیں فساد، اور خبال کے معنی موت کے بھی ہیں۔ — علامہ عینی اور علامہ قسطلانی رح فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ بجائے الموت کے اس جگہ موتہ بضم المیم وبالہاء فی آخرہ ہونا چاہئے، الموتہ کے معنی ہیں مرگی، جنون۔

اشارہ ہے آیت کریمہ، لو خرجوا فیکم مازادوکم الا خبالا، پ۱۰ ع ۱۳) اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے توسوائے فساد و خرابی کے کچھ نہ بڑھاتے (یعنی یہ صرف فتنہ و فساد بڑھاتے

وَلَا تَفْتِنِّي لَا تُوَبِّخْنِي

اشارہ ہے آیت کریمہ، ومنہم من یقول ائذن لی ولا تفتنی، پ۱۰ ع ۱۳) اور ان منافقین متخلفین میں سے بعض وہ ہے جو کہتا ہے کہ مجھکو (غزوہ میں نہ جانے کی اور گھر رہنے کی) اجازت دیدیجئے اور مجھکو فتنہ میں نہ ڈالئے، یعنی مجھ پر زجر و توبیخ نہ کیجئے۔

كَرْهًا وَكُرْهًا وَاحِدٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ، قل انفقوا طوعا او کرھا لن یتقبل منکم پ۱۰ ع ۱۳) کہدیجئے کہ تم خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے تمہارا ہرگز قبول نہ ہوگا۔ کہتے ہیں کہ کَرْھا بفتح الکاف اور کُرْھا بضم الکاف دونوں کے ایک معنی ہیں ناخوش۔

مُدَّخَلًا يُدْخَلُونَ فِيهِ

اشارہ ہے آیت کریمہ، لو یجدون ملجأ او مغرات او مدخلا لولوا الیہ یجمحون پ۱۰ ع ۱۳)۔ اگر وہ (منافقین) کوئی جائے پناہ لیں یا (پہاڑ وغیرہ میں) غار میں گھس بیٹھنے کی جگہ تو ضرور اسی طرف پھر جاتے

دور ہوئے ۔ یجمحون کے معنی ہیں یسرعون یعنی دوڑتے ہوتے، بھاگتے ہوتے ۔

والمؤتفكات ائتفكت انقلبت بها الارض

اشارہ ہے آیت کریمہ، واصحٰب مدین والموتفکات اتتھم رسلھم بالبینٰت، پ ع ۱۵) کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں پہونچی جو ان سے پہلے ہوتے ہیں جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم) اور مدین والوں کی الٹی ہوئی بستیاں کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر واضح نشانیاں لے کر پہونچے۔ فرماتے ہیں کہ آیت میں لفظ موتفکات ائتفکت بہا الارض سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں انقلبت بہا الارض یعنی منقلب اور الٹی ہوئی بستیاں، مراد قوم لوط کی الٹی ہوئی بستیاں ہیں جن کی زمین کا تختہ الٹ دیا گیا تھا، فصار عالیہا سافلہا وامطر واحجارۃ من سجیل۔

اھوی القاہ فی ھوۃ

اھویٰ کے معنی ہیں اس کو ایک گڑھے میں ڈالدیا۔ ھوۃ کے معنی ہیں پست زمین، گڑھا ۔ علامہ عینی حافظ عسقلانی رہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ سورۂ برات میں نہیں ہے بلکہ سورۂ نجم میں ہے والموتفکۃ اھوی تو چونکہ اس سورہ میں موتفکات آیا تھا جو موتفکۃ کی جمع ہے پس استطراداً یہاں اھویٰ کا معنی بیان کردیا۔

عدن خلد عدنت بارض ای اقمت ومنہ معدن ویقال فی معدن صدق فی منبت صدق

اشارہ ہے آیت کریمہ فی جنٰت عدن پ ع ۱۵) یعنی ہمیشگی کے باغوں میں یعنی وہ جنتیں جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا فرماتے ہیں کہ عدن کے معنی ہیں خُلد یعنی ہمیشہ رہنا، اہل عرب کہتے ہیں عدنت بارض میں نے اقامت اختیار کرلی ہمیشہ کے لئے رہ گیا، اور اسی سے مشتق ہے معدن سونے چاندی وغیرہ کی کان۔ اور کہا جاتا ہے فی معدن صدق یعنی فلاں شخص سچائی کی کان میں ہے، اس کے معنی ہیں فی منبت صدق یعنی اس سرزمین میں ہے جہاں سے سچائی اگتی ہے، یہ اس کے لئے ہے جو ہمیشہ سچ بولتا ہے، گویا وہ معدن صدق ہے

الخوالف الخالف الذی خلفنی فقعد بعدی ومنہ یخلفہ فی الغابرین ویجوز ان یکون النساء من الخالفۃ وان کان جمع الذکور فانہ لم یوجد علی تقدیر جمعہ الا حرفان فارس وفوارس وھالک وھوالک

اشارہ ہے آیت کریمہ" رضوا بان یکونوا مع الخوالف وطبع اللہ علی قلوبھم فھم لایعلمون پ ع ۱۸) یعنی وہ لوگ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہوگئے اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کردی جس سے وہ (گناہ وثواب کو) جانتے ہی نہیں۔

فرماتے ہیں کہ خوالف جمع ہے خالف کی۔ خالف وہ شخص جو میرے پیچھے رہ گیا اور میرے بعد گھر بیٹھ رہا، یعنی خوالف سے مراد متخلفین ہیں جو قوم اور جماعت سے پیچھے رہ گئے، اور غزوۂ تبوک کے مجاہدین کے ساتھ نہیں گئے۔ ومنہ یخلفہ فی الغابرین۔ اور اسی لفظ سے ہے یہ دعائیہ کلمہ کہ اس مرنے والے کے باقی ماندہ

لوگوں میں خلیفہ وجانشین بنے، اس سے اشارہ ہے ارشاد نبوی کی طرف اللھم اغفر لابی سلمۃ وارفع درجتہ فی المھدیین واخلفہ فی عقبہ فی الغابرین (رواہ مسلم)

ویجوزان یکون الخ اور یہ بھی درست ہے کہ خوالف سے مراد عورتیں ہوں اور یہ خالفۃ یعنی صیغہ مؤنث کی جمع ہو، جیسے فاعلۃ کی جمع فواعل آتی ہے، (وہذا ہوالظاہر) اور اگر خوالف مذکر یعنی خالف کی جمع ہو تو شاذ ہوگی اس لئے کہ اس وزن پر مذکر کی جمع اہل عرب کے یہاں صرف دو پائے گئے ہیں، فارس کی جمع فوارس اور ہالک کی جمع ہوالک۔

علامہ عینی رہ فرماتے ہیں فیہ نظر من وجھین الخ حاصل یہ ہے کہ ایک تو پہلے تحقیق پیش کی کہ خوالف جمع خالف اب وان کان جمع الذکور الخ سے شک کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔

دوسری وجہ نظر یہ ہے کہ دو حصہ کی حصر صحیح نہیں، کیونکہ اور بھی جمع ہے جیسے سابق کی جمع سوابق اور ناکس کی جمع نواکس، اور داجن کی دواجن، شاہق کی شواہق۔

الخیرات واحدھا خیرۃ وھی الفواضل

اشارہ ہے آیت کریمہ: واولئک لھم الخیرات واولئک ھو المفلحون. (پ ۱۰ ع ۱۷) اور ان ہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں (جن لوگوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا)۔

فرماتے ہیں کہ خیرات کا واحد خیرۃ ہے (بفتح الخاء وسکون الیاء آخرہا تاء تانیث) اور اس کی تفسیر ابوعبیدہ سے منقول ہے وہی الفواضل یعنی فضائل وخوبیاں، نیکیاں اور بھلائیاں۔

مُرجون موخرون

اشارہ ہے آیت کریمہ: وآخرون مُرجون لامر اللہ اما یعذبھم واما یتوب علیھم (پ ۱۱ ع ۲) اور کچھ وہ لوگ ہیں جن کا معاملہ خدا کے حکم آنے تک ملتوی ہے کہ ان کو سزا دے گا یا ان کی توبہ قبول کرے گا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں لفظ مُرجون کے معنی ہیں جس کا معاملہ پیچھے کردیا جائے، ملتوی کردیا جائے

الشفا شفیرٌ وھو حدُّہ

اشارہ ہے آیت کریمہ: اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بنیانہ علیٰ شفا جُرُفٍ ھارٍ (پ ۱۱ ع ۲) یا وہ شخص (بہتر ہے) جس نے اپنی عمارت (یعنی مسجد) کی بنیاد کسی گھاٹی (یعنی غار) کے کنارہ پر رکھی ہو جو گرنے کو ہے، (یعنی قریب السقوط ہے) فرماتے ہیں کہ شفا کے معنی ہیں شفیر اور وہ اس کا کنارہ ہے، مطلب یہ ہے کہ وادی اور گھاٹی کا کنارہ۔

والجُرف ما تجرّف من السیول والاَودیۃ ھارٍ ھائرٌ یقال تھوّرت البیرُ اذا انھدمت وانھارت مثلہ

اشارہ ہے مذکورہ بالا آیت کی طرف یعنی علیٰ شفا جُرُفٍ ھارٍ، فرماتے ہیں کہ جرف جمع ہے جرفۃ کی جس کے معنی

ہیں وہ کنارہ جو ندی اور نالوں کی وجہ سے کھد گیا، یعنی نہر کا وہ کنارہ جس کو پانی کے بہاؤ نے کاٹ کر رکھ دیا ہو اور وہ گرنے کے قریب ہو۔

ھَارٍ دراصل ھائر ہے جس کے معنی ہیں گرنے والا، اشارہ ہے کہ قاضی وغیرہ کی تعلیل ہوئی ہے۔ محاورہ ہے جب کنواں گرجاتا ہے تو بولتے ہیں تھورت البیر، کنواں گرگیا۔ لیکن علامہ عینی رح فرماتے ہیں کہ بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ یہ اسم فاعل کا صیغہ نہیں ہے کہ قاضی کی تعلیل جاری کی جائے، بلکہ اس کی اصل ھَوِرٌ یا ھَیِرٌ ہے، پہلی صورت میں واؤ اور دوسری صورت میں یاء ماقبل فتحہ کی وجہ سے الف ہو گیا۔

وانھارت مثلہ، اور انہدام ہی کی طرح انہار کے معنی گرنے اور ڈھ پڑنے کے ہیں۔

لَاَوَّاهٌ شفقًا وفرقًا وقال الشاعر:

اذا ما قمتُ اَرحَلُھا بلیلٍ ÷ تاوّہُ آھۃَ الرجلِ الحزین

اشارہ ہے آیت کریمہ: اِنَّ ابراھیم لاَوَّاہٌ حلیمٌ پ۱۱ ع ۳) بلاشبہ حضرت ابراہیم بڑے رقیق القلب (یعنی بہت آہ کرنے والے نرم دل) اور حلیم الطبع تھے۔

فرماتے ہیں کہ اوّاہ کے معنی ہیں خدا کے خوف اور ڈر سے بہت آہ و زاری کرنے والا جیسا کہ شاعر (مثقب عبدی) کہتا ہے "جب میں رات کو اونٹنی کا کجاوہ کسنے اٹھتا ہوں تو وہ کسی غمزدہ شخص کی طرح آہ بھرنے لگتی ہے۔

باب قولہ بَرَاءَۃٌ مِّنَ اللہِ ورسولہ الی الذین عاھدتم مِّن المشرکین

اللہ تعالیٰ کا ارشاد" پ۱۰ ع ۷) اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین (کے عہد) سے دست برداری ہے جن سے تم نے (بلا تعیین مدت) عہد کر رکھا تھا۔

وقال ابن عباس اُذُنٌ یُصَدِّقُ

اشارہ ہے آیت کریمہ" ومنھم الذین یؤذون النبیّ ویقولون ھو اُذُنٌ پ۱۰ ع ۱۴) اور ان (منافقین) میں بعضے ایسے ہیں کہ نبی (صلعم) کو اپنی باتوں سے ایذا پہونچاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں (یعنی ہر ایک کی بات سن لیتے ہیں) اور یقین کر لیتے ہیں۔

تشریح منافقین آپس میں بیٹھ کر اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق بدگوئی کرتے اور جب کوئی کہتا کہ ہماری یہ باتیں پیغمبر اسلام تک پہونچ جائیں گی تو کہتے" کیا پروا ہے ان کے سامنے ہم جھوٹی تاویلیں کر کے اپنی برأت کا یقین دلا دیں گے کیونکہ وہ تو کان ہیں جو سنتے ہیں فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔

تُطَھِّرُھُمْ بھا وتزکیھم ونحوھا کثیر والزکوٰۃ الطاعۃ والاخلاص

اشارہ ہے آیت کریمہ: خذ من اموالھم صدقۃ تُطَھِّرُھم وتزکیھم بھا، پ۱۱ ع ۲) آپ ان کے مالوں میں صدقہ (جس کو یہ لائے ہیں) لے لیجئے جس کے (لینے کے) ذریعہ سے آپ ان کو (گناہ کے آثار سے)

پاک صاف کردیں گے۔

فرماتے ہیں کہ تطھرھم اور تزکیھم بہا کے ایک معنی ہیں اور اس کی مثال یعنی مترادف الفاظ قرآن مجید میں بہت ہیں۔ والزکوٰۃ یعنی اور زکوٰۃ کے معنی بندگی اور اخلاص کے ہیں۔

لا یؤتون الزکوٰۃ لا یشھدون ان لا الٰہ الا اللہ

اشارہ ہے آیت کریمہ " وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ " اور تباہی ہے ان مشرکوں کے لئے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں لا یاتون الزکوٰۃ کے معنی ہیں لا الٰہ الا اللہ کی شہادت نہیں دیتے ہیں اور زکوٰۃ کی یہ تفسیر حضرت ابن عباس رض سے منقول ہے، شاید زکوٰۃ کے یہ معنی یہاں اس لئے لئے گئے ہوں کہ کفار مخاطب بالفروع نہیں، یا اسلئے کہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ وغیرہ کی تشخیص مدینہ میں ہوئی، واللہ اعلم (فوائد عثمانی) علامہ عینی رح فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ اس سورہ یعنی سورۂ توبہ میں نہیں ہے بلکہ سورہ فصلت (حٰم سجدہ) میں ہے یہاں اس آیت کو استطراداً ذکر کیا ہے کہ اس آیت کے لفظ تزکیھم سے مناسبت ہے۔

یضاھؤن یشبّھون

اشارہ ہے آیت کریمہ: ذالک قولھم بافواھھم یضاھؤن قول الذین کفروا من قبل (پ ۱۰ ع ۱۲) یہ (ابنیت یا الوہیت مسیح) ان کے منھ کا قول ہے (جو بے حقیقت ہے) اگلے کافروں کی مشابہت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ یضاھؤن کے معنی ہیں یشبّھون یعنی مشابہت کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگلے کافروں بت پرستوں جیسی باتیں کرتے ہیں جو بت پرست لوگ اپنے دیوتاؤں کے متعلق کہا کرتے تھے

(۱۷۷) حدثنا ابو الولید قال حدثنا شعبۃ عن ابی اسحٰق قال سمعت البراءَ یقول آخر آیۃٍ نزلت یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ وآخر سورۃ نزلت براءۃ۔

ترجمہ:- حضرت براء (بن عازب رض) کا بیان ہے کہ سب سے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی تھی یستفتونک الآیۃ، اور سب سے آخر میں سورۂ براءت نازل ہوئی۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ اخر سورۃ نزلت براءۃ والحدیث مضی ص ۶۲۳ وھنا ص ۶۷۱۔

باب قولہ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھرٍ واعلموا انکم غیر معجزی اللہ وان اللہ مخزی الکافرین، سیحوا سیروا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (اے مشرکو!) تم لوگ اس سرزمین میں چار ماہ چل پھر لو اور (اس کے ساتھ) یہ (بھی) جان رکھو کہ (اس مہلت کی بدولت صرف مسلمانوں کی دست برد سے بچ سکتے ہو لیکن) تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتے (کہ اس کے قبضہ سے نکل سکو) اور (یہ بھی جان رکھو) بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کریں گے

(یعنی آخرت میں عذاب دینگے)

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں سیحوا کے معنی ہیں سیروا یعنی چل پھر لو۔

(۱۷۸) حدثنا سعید بن عفیر قال حدثنی عقیل عن ابن شهاب واخبرنی حمید بن عبد الرحمن ان ابا هريرة قال بعثنی ابو بکر فی تلك الحجة فی مؤذنین بعثهم یوم النحر یؤذنون بمنی ان لا یحج بعد العام مشرك ولا یطوف بالبیت عریان قال حمید بن عبد الرحمن ثم اردف رسول الله صلی الله علیه وسلم بعلی بن ابی طالب وامره ان یؤذن ببراءة قال ابو هريرة فاذن معنا علی یوم النحر فی اهل منی ببراءة وان لا یحج بعد العام مشرك ولا یطوف بالبیت عریان قال ابو عبد الله اذنهم اعلمهم

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رض نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رض نے اس حج کے موقع پر (جس کا آنحضور ص نے ۹ھ میں انھیں امیر بنایا تھا) مجھے بھی ان اعلان کرنے والوں میں رکھا تھا، جنھیں آپ نے یوم نحر میں اس لئے بھیجا تھا کہ اعلان کردیں کہ آئندہ سال سے کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی شخص بیت اللہ کا طواف ننگا ہوکر نہ کرے۔

حمید بن عبد الرحمن نے (بالسند السابق بیان کیا کہ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رض کو پیچھے سے بھیجا اور انھیں سورۂ برارت کے احکام کے اعلان کرنے کا حکم دیا، ابوہریرہ رض نے بیان کیا چنانچہ ہمارے ساتھ حضرت علی رض نے بھی یوم نحر ہی میں اہل منیٰ کے اندر سورہ برارت کا اعلان کیا اور اس کا کہ آئندہ سال کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگے ہوکر طواف کرے۔

قال ابو عبد الله آذنهم اعلمهم ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری رح آذنهم کی تفسیر کرتے ہیں کہ بمعنی اعلمهم ہے مقصد مطلق اعلام واعلان ہے از باب افعال ایذان مصدر سے مشتق ہے۔

تشریح مطابقته للترجمة من حيث ان هذه الترجمة من تتمة الآية التي هي اول السورة اعنی قوله تعالی "براءة من الله ورسوله" وفيه ايضا لفظ براءة (عمده ۲۶۱/۱۸)

والحديث مضى فى الصلوٰة ۵۳ وايضاً فى الحج، ايضا فى المغازى ۶۲۶ وهنا فى التفسير.

باب قوله واذان من الله ورسوله الى الناس يوم الحج الاكبر ان الله برئ من المشركين ورسوله فان تبتم فهو خير لكم وان توليتم فاعلموا انكم غير معجزى الله وبشر الذين كفروا بعذاب اليم. اذنهم اعلمهم.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کی تاریخوں میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول دست بردار ہوتے ہیں مشرکوں سے (یعنی جن مشرکوں نے خود نقض عہد کیا ہے پھر اگر تم (کفر سے) توبہ کرلو تو تمھارے لئے (دونوں جہان میں) بہتر ہے (دنیا میں تو اس لئے کہ تمھاری عہد شکنی معاف ہوجائے گی، اور قتل سے بچ جاؤ گے، اور آخرت میں ظاہر ہے کہ نجات ہوگی)

اور اگر تم نے اعراض کیا تو یہ سمجھ رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کر سکو گے (کہ کہیں نکل کر بھاگ جاؤ) اور کافروں کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔ آذنھم ای اعلمھم یعنی ان کو آگاہ کیا، ایذان سے ہے۔

(۱۷۹) حدثنا عبد اللّٰہ بن یوسف قال حدثنا اللیث حدثنی عُقیلٌ قال ابن شھاب فاخبرنی حمید بن عبد الرحمٰن ان ابا ھریرۃ قال بعثنی ابوبکر فی تلک الحجۃ فی المؤذنین بعثھم یوم النحر یؤذنون بمنیٰ ان لا یحجّ بعد العام مشرکٌ ولا یطوف بالبیت عریانٌ قال حمیدٌ ثم اردف النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعلی بن ابی طالب فامرہ ان یؤذن ببراءۃ قال ابو ھریرۃ فاذن معنا علیٌّ فی اھل منیٰ یوم النحر ببراءۃ وان لا یحجّ بعد العام مشرکٌ ولا یطوف بالبیت عُریانٌ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رض نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رض نے حج کے موقع پر (جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں امیر مقرر کیا تھا) مجھکو ان اعلان کرنے والوں میں رکھا تھا جنھیں آپ نے یوم نحر میں بھیجا تھا، منیٰ میں یہ اعلان کرنے کے لئے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی شخص بیت اللہ کا طواف ننگا ہو کر کرے۔

حمید نے بیان کیا کہ پھر پیچھے سے نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رض کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ سورۂ برارت کا اعلان کر دیں۔ حضرت ابوہریرہ رض نے بیان کیا پھر حضرت علی رض نے ہمارے ساتھ منیٰ کے میدان میں یوم نحر میں سورۂ برارت کا اعلان کیا، اور یہ کہ کوئی مشرک اس سال کے بعد حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ فامرہ ان یؤذن ببراءۃ۔
یہ حدیث حدیث سابق ۱۷۶ ہی ہے دوسری سند سے یعنی حدیث ابی ہریرہ رض۔

باب قولہ الا الذین عاھدتم من المشرکین

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ الا الذین الخ (پ ۱۰ ع ۷) مگر وہ مشرکین جن سے تم نے معاہدۂ صلح کر لیا پھر انھوں نے معاہدہ پر قائم رہنے میں کوئی کمی نہیں کی، اور نہ تمہارے کسی دشمن کی مدد کی تو تم ان کے معاہدہ کو اس کی مدت تک پورا کرو۔

(۱۸۰) حدثنا اسحٰق قال حدثنا یعقوب بن ابراھیم قال حدثنا ابی عن صالحٍ عن ابن شھابٍ اَنّ حُمید بن عبد الرحمٰن اخبرہ انّ ابا ھریرۃ اخبرہ انّ ابا بکر رض بعثہ فی الحجۃ التی امّرہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قبل حجۃ الوداع فی رھطٍ یؤذّن فی الناس الا لا یحُجّنّ بعد العام مشرکٌ ولا یطوف بالبیت عریانٌ فکان حمیدٌ یقول یوم النحر یوم الحج الاکبر من اجل حدیث ابی ھریرۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس حج کے موقع پر جس کا انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر مقرر کیا تھا حجۃ الوداع سے (ایک سال) پہلے (یعنی ۹ھ میں انھیں بھی اعلان کرنے والوں میں رکھا تھا کہ تمام لوگوں میں یہ اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی بیت اللہ کا طواف ننگا ہو کر کرے

حمید کہا کرتے تھے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم نحر حج اکبر کا دن ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل حجۃ الوداع ۔ کیونکہ اسی حج میں سورۂ برأت کی چالیس آیتوں کا اعلان ہوا تھا۔

حج اکبر سے کیا مراد ہے؟ اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے فرمایا کہ یوم الحج الاکبر سے مراد یوم عرفہ ہے، کیونکہ آنحضورؐ کا ارشاد گرامی ہے الحج عرفۃ (ابوداؤد، ترمذی)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حج اکبر سے مراد یوم النحر یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے جیسا کہ حمید بن عبدالرحمن کہا کرتے تھے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ وغیرہ نے ان سب اقوال کو جمع کرنے کے لئے فرمایا کہ حج کے پانچویں دن یعنی ۸ ذی الحجہ تا ۱۲ ذی الحجہ یوم الحج الاکبر کا مصداق ہے، جن میں عرفہ اور یوم النحر دونوں داخل ہیں اور لفظ یوم مفرد لانا اس محاورہ کے مطابق ہے جیسے غزوہ بدر کے چند ایام کو یوم الفرقان کے نام سے تعبیر کیا ہے، اور عرب کے عام جنگوں کو لفظ یوم ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے اگرچہ ان میں کتنے ہی ایام صرف ہوتے ہوں جیسے یوم بعاث یوم احد وغیرہ۔

اور چونکہ عمرہ کو حج اصغر یعنی چھوٹا حج کہا جاتا ہے، اس سے ممتاز کرنے کے لئے حج کو حج اکبر کہا گیا اس سے صاف معلوم ہوا کہ ہر سال کا حج حج اکبر ہی ہے، عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جس سال یوم عرفہ بروز جمعہ واقع ہو صرف وہی حج حج اکبر ہے، اس کی اصلیت اس کے سوا نہیں ہے کہ اتفاقی طور پر جس سال حضور اقدس ﷺ کا حجۃ الوداع ہوا ہے اس میں عرفہ بروز جمعہ ہوا تھا، یہ اپنی جگہ ایک فضیلت ضرور ہے مگر آیت کریمہ کے یوم الحج الاکبر سے اس کا تعلق نہیں۔

باب قولہ فقاتلوا ائمۃ الکفر انہم لا ایمان لہم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ فقاتلوا، الآیۃ پ ۱۰ ع ۸) یعنی کفر کے سرداروں سے جہاد کرو کیونکہ (عہد کے توڑدینے کی صورت میں) ان کی قسمیں یعنی عہود باقی نہیں رہیں

(۱۸۱) حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا یحیی قال حدثنا اسمٰعیل قال حدثنا زید بن وھب قال کنا عند حذیفۃ فقال ما بقی من اصحاب ھذہ الآیۃ الا ثلثۃ

ولا من المنافقين إلا اربعة فقال اعرابي انكم اصحاب محمد تخبرونا لا ندري فما بال هؤلاء الذين يبقرون بيوتنا ويسرقون اعلاقنا قال اولئك الفساق اجل لم يبق منهم إلا اربعة احد هو شيخ كبير لو شرب الماء البارد لما وجد برده ؑ

ترجمہ:۔ زید بن وہب (الجہنی ابو سلیمان الکوفی المخضرم) کا بیان ہے کہ ہم حضرت حذیفہ (ابن یمان) کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے فرمایا کہ اس آیت والوں میں سے (یعنی آیت فقاتلوا ائمة الکفر انهم لا ایمان لهم، جن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ان لوگوں میں سے) اب صرف تین شخص باقی رہ گئے ہیں اور منافقین میں سے صرف چار شخص باقی ہیں، اس پر ایک اعرابی نے کہا، "آپ حضرات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ہمیں ان لوگوں کے متعلق بتائیے ہمیں نہیں معلوم کہ ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا جو ہمارے گھروں میں چھید کرکے اچھی چیزیں چوری کر لیتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ لوگ بدکار و گنہ کار ہیں (یعنی چوری کرنے والے نہ کافر ہیں نہ منافق البتہ فاسق ہیں) ہاں ان منافقوں میں سے چار کے سوا اور کوئی باقی نہیں رہا ہے ان میں سے ایک تو اتنا بوڑھا ہو چکا ہے کہ اگر ٹھنڈا پانی پیتا ہے تو اس کی ٹھنڈ بھی اسے محسوس نہیں ہوتی۔

تشریح مطابقة للترجمة فی قوله "مابقی من اصحاب هذه الاٰية" وهی قوله تعالیٰ فقاتلوا ائمة الكفر الاٰية (عمو) الا اربعة قال الحافظ ابن حجر لم اقف علی تسميتهم انتهی وقد كان حذيفة صاحب رسول الله صلی الله عليه وسلم فی شان المنافقين يعرفهم دون غيره۔

انكم اصحاب محمد: بنصب اصحاب بدلا من الضمير فی انكم او منادی مضاف حذفت منه الاداة۔

تخبرونا: بسكون الخاء وفتحها مع تشديد الموحدة وفی نسخة تخبروننا بنونين علی الاصل لان النون لا تحذف الا لناصب او جازم الخ (قسطلانی)

يبقرون بالباء الموحدة والقاف من البقر وهو الشق. وفی نسخة ينقرون بالنون الساكنة۔

يسرقون اعلاقنا. بفتح الهمزة جمع علق بكسر العين المهملة وهو الشیٔ النفيس سمی بذالك لتعلق القلب به والمعنی يسرقون نفائس اموالنا. وفی بعض النسخ اغلاقنا بالمعجمة جمع غلق بفتح الغين واللام، یعنی کنجیاں چوری کرکے تالے کھولتے ہیں اور اموال چوری کرتے ہیں۔

ص ۶۷۲ : ؑ باب قوله والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها فی سبيل الله فبشرهم بعذاب اليم ؑ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد، والذين يكنزون الاٰية (پ ۱۰ ع ۱۲) اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکوٰة نہیں نکالتے) آپ انھیں ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔

(۱۸۲) ؑ حدثنا الحكم بن نافع قال اخبرنا شعيب قال حدثنا ابو الزناد ان عبد الرحمن الاعرج حدثه انه قال حدثنی ابو هريرة انه سمع رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول كنز

احدکم یوم القیامۃ شجاعا اقرع

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے بیان کیا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ تمہارا خزانہ (جس میں سے زکوٰۃ نہ دی گئی ہو) قیامت کے دن گنجے سانپ (نہایت زہریلے ناگ کی شکل اختیار کرے گا۔

تشریح: مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ یکون کنز احدکم یوم القیامۃ شجاعا اقرع "۔
والحدیث مضی فی الزکوٰۃ ص۱۸۸ مکملا و ھنا فی التفسیر ص۶۷۲۔

(۱۸۳) حدثنا قتیبۃ بن سعید قال حدثنا جریرٌ عن حُصینٍ عن زید بن وھبٍ قال مررتُ علی ابی ذرٍ بالربذۃ فقلتُ ما انزلك بھذہ الارض قال کنا بالشام فقرأتُ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم، قال معاویۃ ما ھذہ فینا ما ھذہ الا فی اھل الکتاب قال قلت انھا لفینا وفیھم۔

ترجمہ:۔ زید بن وہب رضؓ نے بیان کیا کہ میں مقام ربذہ میں حضرت ابوذر غفاری رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اس جنگل میں آپ نے کیوں قیام کو پسند کیا؟ فرمایا، ہم شام میں تھے اس وقت شام کے امیر حضرت معاویہ رضؓ تھے) میں نے یہ آیت تلاوت کی "والذین یکنزون الذھب الآیۃ" تو حضرت معاویہؓ کہنے لگے کہ یہ آیت ہم مسلمانوں کے بارے میں نہیں ہے یہ آیت تو صرف اہل کتاب کے بارے میں ہے، بیان کیا کہ میں نے عرض کیا (حضرت امیر معاویہ امیر شام سے) کہ یہ آیت ہمارے بارے میں بھی ہے اور اہل کتاب کے بارے میں بھی ہے۔

تشریح: مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ فی قولہ "فقرأت والذین یکنزون الذھب الآیۃ۔
والحدیث مضی فی کتاب الزکوٰۃ ص۱۸۹ وھناک اتم منہ۔

زید بن وھبؒ جہنی کوفی ہیں، آنحضورؐ کا زمانہ پایا تھا اور بقصد زیارت نکلے لیکن ابھی راستہ ہی میں تھے کہ آنحضورؐ کا انتقال ہوگیا، پھر زید کا انتقال ۹۶ھ میں ہوا۔

حضرت ابوذر غفاری رضؓ:۔ بہت بڑے زاہد تارک الدنیا صحابی تھے، ان کا خیال تھا کہ مال جمع نہ کیا جائے قیام شام کے زمانہ میں مذکورہ آیت کے متعلق حضرت معاویہ رضؓ سے کچھ بحث ہوگئی، چونکہ مذکورہ آیت سورہ توبہ کی ایک آیت یعنی چونتیسویں آیت کا ایک جزہے، اس آیت کا پہلا ٹکڑا احبار و رہبان یعنی اہل کتاب کے علماء ومشائخ کے حب مال کا ذکر ہے، تو حضرت معاویہ رضؓ نے سیاق کلام پر نظر کر کے فرمایا کہ اس آیت یکنزون الذھب والفضۃ الخ کا تعلق اہل کتاب سے ہے اور حضرت ابوذر غفاری رضؓ نے عموم پر نظر فرما کر فرمایا کہ سب کے لئے ہے جس نے مالی حقوق ادا نہیں کیا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضؓ کا ارشاد ہے "من کنزھا فلم یؤد زکوتھا فویل لہ الحدیث (بخاری ص۱۸۹)

بہرحال اسی مباحثہ پر حضرت معاویہ رضؓ نے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضؓ کو لکھ کر حضرت ابوذر رضؓ کو مدینہ بھیجدیا، جب یہ مدینہ پہونچے تو لوگوں نے ملاقات کے لئے بھیڑ لگادی اور یہ تنہائی پسند آدمی تھے، چنانچہ ربذہ

میں خلوت نشینی کو پسند فرمایا اور یہیں ربذہ میں ان کا انتقال ہوا۔

لاینفقونھا کی ضمیر فضّۃ کی جانب راجع ہے جس کے معنی چاندی کے ہیں، اوپر سونے اور چاندی دو چیزوں کا ذکر تھا مگر ضمیر صرف چاندی کی طرف راجع کی گئی، تفسیر مظہری میں اس کو اشارہ اس بات کا قرار دیا ہے کہ جب کسی شخص کے پاس سونا اور چاندی تھوڑا تھوڑا موجود ہو تو اعتبار چاندی کا کیا جائے گا، سونے کی قیمت بھی چاندی کے حساب میں لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

باب قولہ عزوجل یوم یُحمٰی علیھا فی نار جھنم فتکوٰی جباھُھم و جنوبھم وظھورُھم ھذا ماکنزتم لانفسکم فذوقوا ماکنتم تکنزون

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ جس روز سونے چاندی کے مکنوزات کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائیگا، پھر ان سے ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائیگا (اور ان سے کہا جائیگا) یہ وہ مال ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا سو اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

(۱۸۴) وقال احمد بن شبیب بن سعید حدثنا ابی عن یونس عن ابن شھاب عن خالد بن اسلم قال خرجنا مع عبد اللہ بن عمر فقال ھذا قبل ان تُنزلَ الزکوٰۃُ فلما اُنزلت جعلھا اللہ طھراً للاموال۔

ترجمہ:۔ خالد بن اسلم نے بیان کیا کہ ہم عبد اللہ بن عمرؓ کے ساتھ نکلے، تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ (مذکورہ آیت) زکوٰۃ کے حکم سے پہلے نازل ہوئی تھی، پھر جب زکوٰۃ کا حکم ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو مال کی پاکی وطہارت کا سبب بنا دیا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ تؤخذ من قولہ ھذا قبل ان تنزل الزکوٰۃ۔ والحدیث مضی فی کتاب الزکوٰۃ ص۱۸۸۔

اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ زکوٰۃ نکالنے کے بعد جو مال باقی رہے اس کا جمع رکھنا کوئی گناہ نہیں، نیز ابوداؤد میں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کردی جائے وہ کنزتم میں داخل نہیں۔

باب قولہ انّ عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھراً فی کتاب اللہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ حُرُمٌ ذالک الدین القیّم، القیّم ھو القائم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ بے شک مہینوں کا شمار اللہ کے نزدیک کتاب الٰہی (احکام شرعیہ) میں بارہ مہینے (قمری) ہیں (اور کچھ آج سے نہیں بلکہ) جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کئے تھے، اور ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، یہی (امر مذکور) دین مستقیم ہے۔

فرماتے ہیں کہ القیم کے معنی ہیں قائم یعنی مستقیم، درست، قالہ ابو عبیدہ۔ مطلب یہ ہے کہ سال کے مہینوں کا عدد بارہ ہونا اور چار خاص مہینے (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) کا ادب واحترام والا ہونا یہی دین

مستقیم ہے بخلاف کفارِ عرب کے کہ اپنی منشار کے مطابق مہینوں کا عدد بڑھا کر تیرہ چودہ کر دینا اور کبھی اشہر حرم کو ردّ و بدل کر دینا باطل اور بد دینی ہے۔

(۱۸۵) حدثنا عبد الله بن عبد الوهاب قال حدثنا حماد بن زيد عن ايوب عن محمد عن ابن ابی بكرة عن ابی بكرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال إنّ الزمان قد استدار كهيأته يوم خلق الله السمٰوات والارض السّنة اثنا عشر شهرا منها اربعة حرم ثلث متواليات ذوالقعدة وذوالحجة والمحرم ورجب مُضر الذی بين جمادی وشعبان۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوبکرہ رض (نفیع بن الحارث) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے خطبہ میں) فرمایا (یا ایہا الناس) زمانہ پھر اپنی پہلی سی ہیئت پر آگیا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق کی تھی، سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں تین تو لگاتار (پے درپے) ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم (چوتھا) رجب مضر جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان پڑتا ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضی فی اوائل بدء الخلق ۴۵۳ ۴۵۴ وههنا فی التفسیر ۶۷۲

تنبیہ بخاری شریف کے اکثر نسخوں میں نقل سند کی غلطی ہے جو غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ عن ابن ابی بکرۃ کے بعد عن ابی بکرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونا چاہئے جیسا کہ ۴۵۳ کی آخری حدیث میں موجود ہے، نیز شروح معتبرہ، عمدۃ القاری، فتح الباری اور ارشاد الساری سب میں اسی طرح ہے جو میں نے نقل کیا ہے۔

قولہ ان الزمان:۔ المراد بہ السنۃ یعنی حجۃ الوداع کا سال ۱۰ھ مراد ہے، مقصد یہ ہے کہ دورِ جاہلیت میں جو نسی کرتے تھے کہ اشہر حرم کو اپنی غرض و منشا کے مطابق مقدم و مؤخر آگے پیچھے کر دیا کرتے تھے سو اس سال سارے مہینے اپنی جگہ پر آگئے ہیں جو نسی سے پہلی ہیئت تھی۔

وقولہ رجب مضر: ماہ رجب کو قبیلہ مضر کی طرف نسبت اس لئے کی جاتی تھی کہ یہ قبیلہ رجب کے احترام میں سب سے آگے تھا اور یہ قبیلہ ماہ رجب کے تغیر و تبدل کو نہیں مانتا تھا۔

بین جمادی وشعبان:۔ والمراد بجمادی جمادی الآخرہ وقد یذکر ویؤنث فیقال جمادی الاول والاولیٰ وجمادی الآخر والآخرۃ ویجمع علی جمادات کحباری وحباریات وسمی بذالک لجمود الماء فیہ قلت کانہ حین وضع اولا اتفق جمود الماء فیہ والا فالمشہور تدور (عمدہ)

باب قولہ ثانی اثنین اذ هما فی الغار معنا ناصرنا السكينة فعيلة من السكون

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ثانی اثنین الآیۃ پ۱۰ ع۱۲) یعنی دو میں سے دوسرے (یعنی ایک) آپ تھے (اور دوسرے حضرت ابوبکر صدیق رض آپ کے ہمراہ تھے) جس وقت کہ دونوں غار (ثور) میں (موجود) تھے۔

معنا ای ناصرنا یعنی آیت مذکورہ میں ہے اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا تو یہاں مَعَنا کے معنی ہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے یعنی ہمارا مددگار ہے۔

السکینۃ فعیلۃ من السکون، یعنی آیت کریمہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ میں لفظ سکینۃ فعیلۃ کے وزن پر ہے اور سکون سے مشتق ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ پر سکون و اطمینان نازل فرمایا۔

(۱۸۶) حدثنا عبد اللہ بن محمد قال حدثنا حبّان قال حدثنا ھمّام قال حدثنا ثابت قال حدثنا انس قال ـــــ حدثنی ابوبکر قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار فرأیت آثار المشرکین قلت یا رسول اللہ لو ان احدھم رفع قدمہ رآنا قال ماظنک باثنین اللہ ثالثھما

ترجمہ:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے بیان فرمایا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں تھا (جب میں نے اپنی نگاہ اوپر اٹھائی) تو میں نے مشرکوں کے قدموں کو دیکھا (اور میں گھبرایا) میں نے عرض کیا "یارسول اللہ! اگر ان میں سے کسی نے اپنا قدم اٹھایا تو ہمیں دیکھ لیگا، آنحضورؐ نے فرمایا۔ ایسے دو آدمیوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہو (یعنی جن دونوں کا مددگار اللہ ہو اس کو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتا ہے۔

تشریح: مطابقتہ للترجمۃ ظاھرۃ۔
والحدیث مضی فی المناقب ص۵۱۶

(۱۸۷) حدثنا عبد اللہ بن محمد قال حدثنا ابن عیینۃ عن ابن جریج عن ابن ابی مُلیکۃ عن ابن عباس انہ قال حین وقع بینہ وبین ابن الزبیر قلت ابوہ الزبیر وأمّہ اسماء وخالتہ عائشۃ وجدّہ ابوبکر وجدّتہ صفیّۃ فقلت لسفیان اسنادہ فقال حدثنا فشغلہ انسان ولم یقل ابن جریج۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ نے بیان کیا کہ جب (بیعت کے سلسلے میں) میرے اور عبداللہ ابن زبیر کے درمیان اختلاف ہوگیا تھا تو میں نے کہا کہ ان کے (یعنی ابن زبیر رضؓ کے) والد زبیر بن عوامؓ تھے (جو عشرۂ مبشرہ میں سے تھے) اور ان کی والدہ اسماء رضؓ (حضرت ابوبکر صدیق رضؓ صاحب غار کی صاحبزادی) تھیں اور ان کی خالہ ام المومنین عائشہ رضؓ تھیں اور ان کے نانا حضرت ابوبکر رضؓ تھے (جو صاحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار ہیں) اور ان کی دادی (آنحضورؐ کی پھوپھی) صفیہ رضؓ تھیں فقلت لسفیان الخ۔ (امام بخاری رحؒ کے شیخ عبداللہ بن محمد نے بیان کیا کہ (میں نے سفیان (ابن عیینہ) سے پوچھا کہ اس روایت کی سند کیا ہے؟ تو انھوں نے کہنا شروع کیا" حدثنا (ہم سے حدیث بیان کی) لیکن ابھی اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ انھیں ایک دوسرے شخص نے مشغول کرلیا اور وہ (راوی کا نام) ابن جریج نہ بیان کرسکے

تشریح مطابقتہ للترجمۃ تو خذ ان فی ہذا الحدیث ذکر اسماء وعائشۃ فی معرض فضیلتہا المستلزمۃ لفضل ابی بکرؓ وفی الترجمۃ الاشعار بفضل ابی بکرؓ۔

قلت ابوہ الزبیر، علامہ عینیؒ کہتے ہیں القائل ہو ابن ابی ملیکۃ۔ یعد دبہذا الی آخرہ شرف ابن الزبیر وفضلہ واستحقاقہ الخلافۃ (عمدہ) علامہ قسطلانی نے بھی علامہ عینی کی تقلید میں یہی لکھا ہے، لیکن شیخ الحدیث لامع الدراری کے حاشیہ میں فرماتے ہیں، لکنہ غیر صحیح اصلاً والعجب منہما (ای العینی والقسطلانیؒ) انہما جزما فی المناقب بکونہ مقولۃ ابن عباسؓ (لامع ص ۲۰۶) نیز آنے والی روایت سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ قلت ابوہ الزبیر حضرت ابن عباسؓ کا مقولہ ہے۔ اور مطلب ہے قلت فی نفسی الخ

واقعہ عبداللہ بن زبیرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت معاویہؓ کا انتقال ہوگیا تو یزید کی بیعت سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ رک گئے اور اس پر ڈٹ گئے تو یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ کو امیر بنا کر حملہ کروا دیا اور حرہ کا مشہور واقعہ پیش آیا اس کے بعد مسلم بن عقبہ کا لشکر مکہ پر حملہ کی تیاری میں تھا کہ مسلم کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد مسلم کی جگہ شامی لشکر کا امیر حصین بن نمیر اٹھا اور اس نے کعبہ پر منجنیق پھینکا جس سے خانہ کعبہ جل گیا اور اچانک یزید کے مرنے کی خبر پہونچی تو حصین واپس شام چلا گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کردی، اسی دوران عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی خلافت کے لئے بیعت کی دعوت دی، چنانچہ حجاز، مصر، عراق، خراسان اور شام کے بہت سے لوگوں نے اطاعت کرلی، پھر شام پر مروان کا غلبہ ہوا اور ابن زبیرؓ کے امیر شام ضحاک بن قیس کو قتل کردیا، اس کے بعد مروان مصر گیا اور مصر پر بھی ۶۴ھ میں اس نے غلبہ حاصل کرلیا، ادھر ۶۵ھ میں کعبہ کی تعمیر مکمل ہوگئی، اور ۶۵ھ میں مروان کا بھی انتقال ہوگیا اور مروان کا بیٹا عبدالملک بن مروان اٹھا کوفہ میں مروانی حاکم مختار بن ابی عبید نے غلبہ حاصل کرلیا جس کی وجہ سے ابن زبیر کے لوگ کوفہ سے بھاگ نکلے، اس وقت محمد بن علی المعروف بابن حنفیہ اور عبداللہ ابن عباسؓ سیدنا حسینؓ کی شہادت کے بعد سے مکہ میں قیام فرما تھے۔ عبداللہ بن زبیر نے ان دونوں حضرات کو بیعت خلافت کی دعوت دی مگر ان دو بزرگوں نے شرط لگائی کہ جب تک ایک خلیفہ پر مسلمانوں کا اتفاق و اجتماع نہ ہوگا بیعت قبول نہیں، ان دونوں حضرات کی وجہ سے مسلمانوں کی ایک جماعت بیعت سے رک گئی، تو ابن زبیرؓ نے سختی شروع کی اور ان حضرات کو مکہ میں روک لیا، یہ خبر مختار مروانی کو پہونچی تو اس نے لشکر بھیجکر دونوں بزرگوں کو مکہ سے نکال لیا اور ان دونوں سے ابن زبیر سے جنگ کرنے کی اجازت طلب کی لیکن ان دونوں حضرات نے اجازت نہیں دی اور خود دونوں حضرات مکہ سے طائف نکل گئے اور وہیں مقیم ہوگئے، پھر ۶۸ھ میں حضرت ابن عباسؓ کا طائف ہی میں انتقال ہوگیا تو ابن حنفیہ نے طائف چھوڑ دیا، ان کے سنہ وفات میں اقوال مختلف ہیں صحیح تر قول بقول حافظ عسقلانیؒ ابن زبیر کی شہادت کے بعد ۷۳ھ کے آخر میں یا ۷۴ھ کے شروع

میں ان کا انتقال ہوا ۔ اور واقدی کے نزدیک ابن حنفیہ کا انتقال مدینہ میں ۸۱ھ میں ہوا، ایک قول ۸۳ھ کا بھی ہے واللہ اعلم ۔

حافظ عسقلانی رحمہ لکھتے ہیں کہ کیسانیہ فرقہ کا خیال ہے کہ محمد بن حنفیہ کا انتقال ہی نہیں ہوا ہے وہ زندہ ہیں اور یہی حضرت مہدی ہیں جب تک فتوحات نہ کرلیں گے اس وقت تک زندہ رہیں گے (فتح، عمدہ)

(۱۸۸) حدثنی عبد اللہ بن محمد قال حدثنی یحیی بن معین قال حدثنا حجاج قال ابن جریج قال ابن ابی ملیکۃ وکان بینھما شیٔ فغدوت علی ابن عباس فقلت اترید ان تقاتل ابن الزبیر فتحل حرم اللہ فقال معاذ اللہ ان اللہ کتب ابن الزبیر وبنی امیۃ محلین وانی واللہ لا احلہ ابدا قال قال الناس بایع لابن الزبیر فقلت واین بھذا الامر عنہ اما ابوہ فحواری النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرید الزبیر واما جدہ فصاحب الغار یرید ابا بکر وامہ فذات النطاق یرید اسماء واما خالتہ فام المؤمنین یرید عائشۃ واما عمتہ فزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرید خدیجۃ واما عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجدتہ یرید صفیۃ ثم عفیف فی الاسلام قاریٔ للقرآن واللہ ان وصلونی وصلونی من قریب وان ربونی ربنی اکفاء کرام فآثر التویتات والاسامات والحمیدات یرید ابطنا من بنی اسد بنی تویت وبنی اسامۃ وبنی اسد ان ابن ابی العاص برز یمشی القدمیۃ یعنی عبد الملک بن مروان وانہ لوی ذنبہ یعنی ابن الزبیر ۔

ترجمہ ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ ابن عباس اور ابن زبیر رضہ کے درمیان کچھ تھا (یعنی بیعت خلافت کے سلسلے میں کچھ اختلاف ہو گیا تھا) میں صبح کو ابن عباس رضہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا آپ عبد اللہ بن زبیر سے جنگ کرنا چاہتے ہیں ؟ اور کیا آپ اللہ کے حرم کی بے حرمتی کرنا چاہتے ہیں؟ اس پر ابن عباس رضہ نے فرمایا " معاذ اللہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے ابن زبیر اور بنی امیہ کے مقدر میں لکھدیا ہے کہ وہ حرم کی بے حرمتی کریں، اور میں تو خدا کی قسم اس (حرم پاک) کی کبھی بھی بے حرمتی نہیں کروں گا (یعنی میں حرم میں کسی صورت میں قتل وقتال کے لئے تیار نہیں)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضہ کا مسلک یہی تھا کہ اگر کوئی قتل وقتال کرے جب بھی دفاعی قتل جائز نہیں ۔

ابن عباس رضہ نے بیان کیا کہ لوگوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ابن زبیر سے بیعت کر لیجئے تو میں نے (لوگوں سے) کہا میں کہاں باز رہوں گا اس خلافت کے معاملہ میں ابن زبیر سے (یعنی ان کی خلافت تسلیم کرنے میں مجھے کیا تامل ہو سکتا ہے جن کے مناقب یہ ہیں) ان کے والد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری (ناصر ومعاون) حضرت زبیر بن عوام رضہ تھے، اور ان کے نانا صاحب غار حضرت ابو بکر صدیق رضہ تھے، اور ان کی والدہ صاحب نطاق

یعنی حضرت اسماء بنت ابی بکر رض تھیں اور ان کی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ رض تھیں اور ان کی پھوپھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رض تھیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ان کی دادی تھیں یعنی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب۔

(حضرت ابن عباس رض ابن زبیر کی نسبی شرافت وعظمت کے بیان سے فراغت کے بعد انکے ذاتی اوصاف حمیدہ کو شروع کر رہے ہیں)

ثم عفیف فی الاسلام الخ پھر وہ (ابن زبیر رض) خود اسلام میں پاک دامن رہے، قرآن مجید کے عالم ہیں اور خدا کی قسم اگر وہ لوگ (یعنی بنی امیہ مجھ سے اچھا برتاؤ کریں تو تعلق رکھیں گے مجھ سے بسبب قرابت کے (یعنی بنی امیہ نے اگر میرے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور نرمی برتا، تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ وہ میرے قریب کے رشتہ دار ہیں اس لئے کہ حضرت ابن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ہیں اور اس وقت ابن زبیر کے بالمقابل بنی امیہ کا حاکم عبدالملک بن مروان بن حکم تھا جو ——————

ہاشم کے حقیقی بھائی عبدشمس کا پوتا تھا، پس ابن عباس اور مروان صرف تین پشتوں میں شریک ہوجاتے ہیں اس لئے ابن عباس رض نے کہا کہ وہ یعنی بنی امیہ میرے قریبی رشتہ دار ہیں)

وان ربونی ربنی اکفاء:۔ اگر وہ مجھ پر حکومت کریں تو مجھ پر حکومت کی برابر کی عزت والے نے لیکن عبداللہ بن زبیر رض نے تو تویت اور اسامہ اور حمید کے لوگوں کو ہم پر ترجیح دی ہے، آپ (ابن عباس رض) کی مراد مختلف قبائل یعنی بنو اسد بنو اسامہ اور بنو حمید سے تھی، ادھر ابن ابی العاص (عبدالملک بن مروان) بڑی عمدگی سے چل رہا ہے (یعنی مسلسل کامیاب ترقی کر رہا ہے) اور انھوں نے یعنی ابن زبیر رض نے اپنی دم دبالی ہے (یعنی بزدل اور پسپا ہو رہا ہے

تشریح مطابقۃ للترجمۃ قولہ "صاحب الغار یرید ابا بکر رض۔

یرید ابطنا بفتح الہمزہ وسکون الباء الموحدۃ وضم الطاء جمع بطن بمعنی قبیلہ، گروہ، اور بطن کی جمع مختلف ہے، بطون البطن بطنان، لیکن ان میں البطن جو جمع قلت کا وزن ہے اس کو لاکر شاید کہ اشارہ تحقیر کی طرف ہو کہ ان معمولی لوگوں کو ابن زبیر نے مجھ پر ترجیح دے رکھی ہے اور مخصوص مشیروں میں ان لوگوں کو رکھا ہے، مذکورہ تینوں خاندان بنی تویت، بنی اسامہ اور بنی حمید ابن زبیر رض کے دادا خویلد بن اسد پر جمع ہوجاتے ہیں

یمشی القدمیۃ: بضم القاف وفتح الدال وکسر المیم وتشدید الیاء التحتیہ مشیۃ التبختر وہو مثل یرید انہ رکب معالی الامور وتقدم فی الشرف والفضل علی اصحابہ (قسطلانی ص۲۳۷) حاصل یہ ہے کہ یمشی القدمیۃ ایک مثل ہے یہ اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ میدان جنگ میں چلے اور دشمن پر حملہ کرنے میں فاتحانہ پیش قدمی کرنے والا ہو۔ چنانچہ حدیث بالا کی تشریح سے معلوم ہوچکا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے عراق پر غلبہ حاصل کرلیا یہاں تک کہ ابن زبیر کے بھائی مصعب کو قتل کیا اور آخری نوبت یہاں تک پہونچی کہ خود ابن زبیر رض بھی شہید ہوئے

(۱۸۹) حدثنا محمد بن عبید بن میمون قال حدثنی عیسی بنُ یونس عن عمر بن سعید قال اخبرنی ابن ابی ملیکة قال دخلنا علی ابن عباسٍ فقال الا تعجبون لابن الزبیر قام فی امرہ ھذا فقلتُ لَاُحاسِبنّ نفسی له ما حاسبتُھا لابی بکر ولا لعمر ولھما کانا اولی بکل خیر منه وقلت ابنُ عمة النبی صلی اللہ علیه وسلم وابن الزبیر وابن ابی بکر وابن اخی خدیجة وابن اخت عائشة فاذا ھو یتعلی عنی ولا یرید ذلک فقلتُ ما کنتُ اظن انی اعرض ھذا من نفسی فیدعه وما اُراہ یرید خیراً وان کان لابُدّ لان یربّنی بنو عمی احب الیّ من ان یربّنی غیرھم۔

ترجمہ:۔ ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ ہم ابن عباس رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؓ نے فرمایا کہ ابن زبیر پر تمھیں حیرت نہیں ہوتی؟ وہ اب خلافت کے لئے کھڑے ہوگئے ہیں تو میں نے سوچ لیا (یعنی ارادہ کرلیا) کہ ان کے لئے محنت کروں گا (اپنے نفس کو مشقت میں ڈالوں گا) جیسی محنت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضؓ کے لئے میں نے نہیں کی حالانکہ وہ دونوں ان سے ہر حیثیت سے افضل و بہتر تھے۔ (مطلب یہ ہے کہ ابن زبیر کے مناقب و فضائل خوب بیان کروں گا اور ان کی امداد میں مبالغہ کروں گا کہ حضرات شیخین کے لئے نہیں کی اور نہ ضرورت پیش آئی اس لئے کہ حضرات شیخین رضؓ کے مناقب و فضائل لوگوں پر روز روشن کی طرح آشکارا تھے۔

وقلت ابن عمة الخ اور میں نے لوگوں سے کہا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت زبیر رضؓ کے بیٹے (یعنی نواسہ) ہیں اور حضرت خدیجہ رضؓ کے بھائی کے بیٹے اور حضرت عائشہ رضؓ کی بہن کے بیٹے ہیں، لیکن (عبداللہ بن زبیر کا معاملہ میرے ساتھ کیا رہا کہ) وہ مجھ سے اونچے بننے لگے (یعنی مجھ سے غرور کرنے لگے (وہ مجھکو اپنے مصاحبوں اور خاص مشیروں میں رکھنا نہیں چاہتے، پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھ کو اس کا گمان بھی نہ تھا کہ میں تو اپنی جانب سے ایسی عاجزی اور رضامندی ظاہر کروں اور وہ چھوڑ دے اور مجھ سے خوش نہ ہو اور اب مجھے اس سے کسی خیر و بھلائی کی امید نہیں ہے اور اگر معاملہ ایسا ہی رہا (یعنی ابن زبیر اپنے طرز عمل سے الگ نہیں ہوا) تو میرے چچا زاد بھائیوں یعنی بنی امیہ کا مجھ پر حکومت کرنا مجھکو زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ مجھ پر غیر حکومت کرے۔

تشریح مطابقة للترجمة فی قوله "ابن ابی بکر" کیونکہ منقبت و فضیلت کے موقعہ پر یہ نسبت خود سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ کی غایت فضیلت و عظمت پر دال ہے جو مقصد ہے ان احادیث کے لانے کا اس آیت کریمہ کے ماتحت۔

ضروری نوٹ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو بھی مذاکرات و مشاجرات ملتے ہیں اس کے اندر مسلمانوں کو کف لسان ہی میں خیر ہے، اس لئے کہ صحابۂ کرام بہر حال نبی نہ تھے نہ فرشتہ بلکہ انسان تھے خواہ حضرت ابن عباس ہوں یا ابن زبیر رضی اللہ عنہما دونوں ہمارے لئے واجب الاحترام ہیں بس ہم تو اس طرح دعا کریں "ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم۔

صفحہ ۶۷۳ ❁ باب قوله والمؤلفة قلوبهم وقال مجاهد يتالفهم بالعطية ❁

اللہ تعالیٰ کا ارشاد والمؤلفة قلوبهم الآیہ پ ۱۰ ع ۱۴) اور وہ لوگ جن کی دل جوئی منظور ہو۔ حضرت مجاہد رح نے بیان کیا کہ آنحضور ﷺ عطیہ دیکر لوگوں کی دل جوئی فرماتے تھے۔

اشارہ ہے آیت کریمہ انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم پ ۱۰ ع ۱۴) صدقات (مفروضہ یعنی زکوٰۃ) تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات (کی تحصیل، وصول کرنے) پر متعین ہیں اور جن کی دل جوئی منظور ہو۔ الآیۃ۔

مصارف زکوٰۃ چونکہ تقسیم صدقات کے معاملہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا گیا تھا اس لئے متنبہ فرماتے ہیں کہ صدقات کی تقسیم کا طریقہ خداوند قدوس کا مقرر کیا ہوا ہے اس نے صدقات کے مصارف متعین فرما کر فہرست نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ میں دیدی ہے آپ اسی کے موافق تقسیم کرتے ہیں اور کریں گے کسی کی خواہش کے تابع نہیں ہوسکتے۔

حدیث میں آپ نے فرمایا کہ خدا نے صدقات (زکوٰۃ) کی تقسیم کو نبی یا غیر نبی کی مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ بذات خود اس کے مصارف متعین کر دیئے ہیں جو آٹھ ہیں فقراء وغیرہ۔

(۱۹۰) ❁ **حدثنا** محمد بن كثير قال اخبرنا سفين عن ابيه عن ابن ابى نعم عن ابى سعيد قال بُعث الى النبى صلى الله عليه وسلم بشیء فقسمه بين اربعة وقال اتألفهم فقال رجل ما عدلت فقال يخرج من ضئضئ هذا قوم يمرقون من الدين۔

ترجمہ ۱۔ حضرت ابو سعید خدری رض نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مال آیا (یہ مال حضرت علی رض نے یمن سے سونے کے ڈلے کی شکل میں بھیجا تھا) تو آپ نے چار آدمیوں میں اسے تقسیم کر دیا اور فرمایا کہ (یہ مال دیکر) میں ان کی دلجوئی کرتا ہوں، اس پر ایک شخص (ذوالخویصرہ) بولا کہ آپ نے انصاف نہیں کیا، آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دین سے خارج ہو جائیں گے

تشریح مطابقة للترجمة ظاهرة فى قوله " قال اتألفهم "
والحديث مر فى كتاب الانبياء ص ۴۷۱ تا ص ۴۷۲ وهنا فى التفسير ص ۶۷۳

وہ چار آدمی جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال دے کر دل جوئی فرمائی تھی یہ ہیں (۱) اقرع بالقاف والراء المهملة ابن حابس (۲) عيينه بضم العين و فتح الياء الاولى (۳) زيد بن مهلهل بضم الميم وفتح الهاء الاولى وكسر الثانية (۴) علقمه بن علاثة بضم العين المهملة وخفة اللام و بالمثلثة۔

❁ باب قوله الذين يلمزون المطوعين من المؤمنين ❁

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: الذين الخ الآیۃ پ ۱۰ ع ۱۶) یعنی یہ (منافقین) ایسے ہیں جو نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر طعن کرتے ہیں۔

يلمزون يعيبون

یعنی مذکورہ بالا آیت میں یلمزون کے معنی ہیں وہ طعن کرتے ہیں، عیب لگاتے ہیں۔

جَهدهم وجُهدهم طاقتهم

فرماتے ہیں کہ جهدهم بفتح الجیم اور جُهدهم بضم الجیم کے معنی طاقتهم کے ہیں

اشارہ ہے آیت کریمہ، والذین لایجدون الا جُهدهم فیسخرون منهم الآیۃ پ۱۰ ع ۱۶) علامہ عینی رح فرماتے ہیں جُهد کی تفسیر جو طاقت سے کی ہے وہ بضم الجیم ہے اور بفتح الجیم جهد کے معنی مشقت کے وعن الشعبی بالعکس وقیل هما لغتان (عمدہ)

آیت کریمہ کا ترجمہ حدیث شریف میں آرہا ہے

(۱۹۱) حدثنی بشر بن خالدٍ ابو محمدٍ قال اخبرنا محمد بن جعفرٍ عن شعبة عن سليمان عن ابی وائل عن ابی مسعودٍ قال لما اُمرنا بالصدقة كنا نتحامل فجاء ابو عقيل بنصف صاعٍ وجاء انسانٌ باكثر منه فقال المنافقون ان الله لغنيٌّ عن صدقة هذا وما فعل هذا الاخر الا رياءً فنزلت الذين يلمزون المطوعين من المؤمنين فى الصدقات والذين لايجدون الا جُهدهم، الاية

ترجمہ:۔ حضرت ابو مسعود انصاری رض نے بیان کیا کہ جب ہمیں صدقہ کرنے (خیرات دینے) کا حکم ہوا تو ہم بوجھ اٹھاتے (یعنی مزدوری کرتے اور مزدوری کی رقم صدقہ میں دیتے) چنانچہ ابو عقیل (اپنی مزدوری سے) آدھا صاع کھجور صدقہ لے کر آئے، اور ایک دوسرے صحابی (حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رض) اس سے زیادہ لیکر آئے اس پر منافقوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو اس (یعنی ابو عقیل رض) کے صدقہ کی کوئی ضرورت نہیں تھی، اور اس دوسرے (یعنی عبدالرحمٰن بن عوف رض) نے تو محض دکھاوے کے لئے اتنا زیادہ صدقہ دیا ہے، چنانچہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ صدقات کے بارے میں نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر طعن کرتے ہیں اور بالخصوص ان لوگوں پر جنھیں بجز محنت مزدوری کے کچھ میسر نہیں۔

تشریح | مطابقته للترجمة ظاهرة۔

(۱۹۲) حدثنا اسحٰق بن ابراهيم قال قلت لابی اسامة اَحَدَّثكم زائدة عن سليمٰن عن شقيق عن ابی مسعودٍ الانصاریؓ قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يامرنا بالصدقة فيحتال احدُنا حتى يجئ بالمد وان لاحدهم اليوم مائة الف كانه يُعرِّض بنفسه۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو مسعود انصاری رض نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ کی ترغیب دیتے تو ہم میں سے بعض صحابی محنت مزدوری کرتے اور (بڑی مشکل سے) ایک مُد (صدقہ) لے کر آتے لیکن آج ان ہی میں بعض ایسے ہیں کہ ان کے پاس لاکھ موجود ہے، غالباً اشارہ خود اپنی ذات کی طرف تھا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ توخذ من معناہ لانہ مطابق لمعنی الحدیث السابق والمطابق للمطابق للشئ مطابق لذالک الشئ یعنی مطابق کا مطابق مطابق ہوتا ہے، فافہم۔

والحدیث مضیٰ فی اوائل الزکوۃ ص۱۹۱

مائۃ الف: ان کا اسم ہونے کی بنا پر منصوب ہے اور لاحدھم خبر مقدم، لاکھ دینار یا لاکھ درہم سے مراد دولت کی کثرت وفراوانی ہے، کثرت فتوحات کی وجہ سے خود حضرت ابو مسعودرضؓ صاحب مال ودولت ہو گئے تھے۔

باب قولہ استغفر لهم او لا تستغفر لهم سبعین مرۃ

پوری آیت حدیث پاک میں آرہی ہے۔

(۱۹۳) حدثنا عبید بن اسمٰعیل عن ابی اسامۃ عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر قال لما توفی عبد اللہ بن أبی جاء ابنہ عبد اللہ بن عبد اللہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألہ ان یُعطیہ قمیصہ یُکفن فیہ اباہ فاعطاہ ثم سألہ ان یصلی علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیصلی فقام عمر فاخذ بثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ اتصلی علیہ وقد نہاک ربک ان تصلی علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما خیّرنی اللہ فقال استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعین مرۃ وسازیدہ علی السبعین قال انہ منافق قال فصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فانزل اللہ ولا تصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: استغفر لهم او لا تستغفر الآیۃ پ۱۰ ع۱۶) یعنی آپ ان منافقین کے لئے استغفار کریں یا استغفار نہ کریں (دونوں حال برابر ہیں کہ ان کو اس سے کوئی نفع نہ ہوگا ان کی مغفرت نہیں کی جائیگی) اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ (یعنی بکثرت) بھی استغفار کریں، تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی (منافق) کا انتقال ہوا تو انکے لڑکے عبد اللہ بن عبد اللہ (جو مخلص مسلمان اور صحابی تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ اپنی قمیص ان کے والد کے کفن کے لئے عنایت فرمادیں، پھر انھوں نے درخواست کی کہ آنحضورﷺ نماز جنازہ بھی پڑھا دیں، چنانچہ آنحضرتﷺ نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہو گئے تو عمر فاروقؓ اٹھے اور آپؐ کا دامن پکڑ کر عرض کیا یارسول اللہ! کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے؟ درانحالیکہ آپ کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے آپ کے رب نے منع فرمادیا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں خواہ ان کے لئے استغفار نہ کریں اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں گے جب بھی اللہ انھیں نہیں بخشے گا، اور میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار کروں گا (ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ استغفار کرنے سے معاف کردے) عمرؓ نے عرض کیا، حضور!

یہ منافق ہے۔ راوی یعنی حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔ ولا تصلِّ الخ یعنی ان (منافقین) میں سے جو کوئی مرجائے اس پر کبھی بھی نماز نہ پڑھیے اور نہ اس کی قبر پر آپ کھڑے ہوں

تشریح

مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضیٰ فی کتاب الجنائز م ۱۶۹ واخرجہ مسلم فی التوبۃ۔

عبداللہ بن ابی کا انتقال

عبداللہ بن اُبی (بضم الہمزۃ وفتح الباء الموحدہ وتشدید الیاء) ابن سلول کی وفات کا یہ واقعہ علامہ عینی وغیرہ بحوالہ واقدی نقل کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر ذی قعدہ ۹ھ کا یہ قصہ ہے اور یہ عبداللہ ابن ابی منافق بلکہ رئیس المنافقین تھا جو غزوۂ تبوک میں شریک بھی نہیں ہوا تھا، جب صحابہ کرامؓ حضورؐ کے ساتھ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف فرمائے مدینہ ہوئے تو اس منافق کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ جو مخلص اور فضلائے صحابہ میں سے تھے حاضر خدمت ہوئے اور حضورؐ سے دو درخواستیں کیں اور دونوں درخواستیں منظور ہوگئیں جیساکہ حدیث مذکور سے معلوم ہوا۔

چند اشکالات اور ان کے جوابات

یہاں ایک سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ عبداللہ بن ابی ایک ایسا منافق تھا جس کا نفاق مختلف اوقات میں ظاہر بھی ہوچکا تھا اور سب منافقوں کا سردار مانا جاتا تھا اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ امتیازی سلوک کیسے ہوا کہ اس کے کفن کے لئے اپنا کرتہ مبارک عطا فرمادیا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے دو سبب ہوسکتے ہیں، اوّل اس کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ جو مخلص صحابی تھے ان کی درخواست کو محض ان کی دلجوئی کے لئے ایسا کیا گیا۔

دوسرا سبب ایک اور بھی ہوسکتا ہے جو بخاری کی روایت حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر جب کچھ قریش سردار گرفتار کئے گئے تھے تو ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے، آپ نے دیکھا کہ ان کے بدن پر کرتے نہیں ہیں تو صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو قمیص پہنا دیا جائے حضرت عباسؓ دراز قد تھے، عبداللہ بن ابی کے سوا کسی کی قمیص ان کے بدن پر درست نہ آئی تو عبداللہ بن ابی کی قمیص لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس کو پہنایا تھا، اس کے اسی احسان کا بدلہ ادا کرنے کے لئے آنحضرت صلعم نے اپنی قمیص ان کو عطا فرمادی۔

دوسرا سوال یہاں یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے جو آنحضرت صلعم سے یہ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافق کے جنازہ کی نماز سے منع فرمایا ہے یہ کس بناء پر کہا؟ کیونکہ اس سے پہلے کسی آیت میں صراحۃً آپ کو منافق کی نماز جنازہ سے منع نہیں فرمایا گیا، اس سے ظاہر یہی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ممانعت کا مضمون اس سورہ توبہ کی آیت مذکورہ استغفر لہم الآیۃ سے سمجھا ہوگا، تو اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ آیت نماز جنازہ کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے تو آنحضرت صلعم نے اس سے ممانعت کیوں نہ قرار دی بلکہ یہ فرمایا کہ اس آیت میں مجھے اختیار دیا

گیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ درحقیقت الفاظ آیت کا ظاہری مفہوم اختیار ہی دینا ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ستر مرتبہ کا ذکر بھی اس جگہ تحدید کے لئے نہیں بلکہ کثرت بیان کرنے کے لئے ہے تو اس آیت کا حاصل اس کے ظاہری مفہوم کے اعتبار سے یہ ہوگیا کہ منافق کی مغفرت تو نہ ہوگی خواہ آپ کتنی ہی مرتبہ استغفار کرلیں لیکن اس میں صراحۃً آپ کو استغفار سے روکا بھی نہیں گیا اور قرآن حکیم کی ایک دوسری آیت سورہ یٰسین کی اس کی نظیر ہے جس میں فرمایا گیا ہے سواءٌ أأنذرتهم ام لم تنذرهم لا یؤمنون جیسا کہ اس آیت نے آپ کو انذار و تبلیغ سے منع نہیں فرمایا بلکہ دوسری آیات سے تبلیغ و دعوت کا سلسلہ ان کے لئے بھی جاری رکھنا ثابت ہے۔ بلّغ ما انزل الیك من ربك، اور انما انت منذرٌ، ولکل قوم هاد وغیرہ۔

حاصل یہ ہے کہ أأنذرتهم ام لم تنذرهم سے آپ کو اختیار دینا ہی ثابت ہوا تھا پھر مستقل دلیل سے انذار کو جاری رکھنا ثابت ہوگیا، آنحضرت ﷺ نے آیت مذکورہ سے بھی یہ تو سمجھ لیا تھا کہ اس کی مغفرت نہیں ہوگی مگر کسی دوسری آیت کے ذریعہ اب تک آپ کو استغفار کرنے سے روکا بھی نہیں گیا تھا اور آنحضرت ﷺ جانتے تھے کہ میرے قمیص یا نماز پڑھانے سے اس کی تو مغفرت نہیں ہوگی مگر اس سے دوسرے مصالح اسلامیہ حاصل ہونے کی توقع تھی کہ ان کے خاندان کے لوگ اور دوسرے کفار جب آنحضرت ﷺ کا یہ معاملہ اس کے ساتھ دیکھیں گے تو وہ اسلام کے قریب آجائیں گے اور مسلمان ہوجائیں گے، اور ممانعت صریح نماز پڑھنے کی اس وقت تک موجود نہ تھی، اس لئے آپ نے نماز پڑھ لی، اس جواب کا شاہد ایک تو وہ جملہ ہے جو صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی کی روایت سے منقول ہے کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ دعاء مغفرت کرنے سے اس کی مغفرت ہوجائیگی تو میں یہ بھی کرتا (قرطبی)

دوسرا شاہد وہ حدیث ہے جس میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرا کرتہ اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچاسکتا مگر میں نے یہ کام اس لئے کیا کہ مجھے امید ہے کہ اس عمل سے اس کی قوم کے ہزار آدمی مسلمان ہوجائیں گے، چنانچہ مغازی اور بعض کتب تفسیر میں ہے کہ اس واقعہ کو دیکھ کر خزرج قبیلہ کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہوگئے،

خلاصہ یہ ہے کہ آیت سابقہ سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ یقین تو ہوگیا تھا کہ ہمارے کسی عمل سے اس منافق کی مغفرت نہیں ہوگی مگر چونکہ ظاہر الفاظ آیت میں آپ کو اختیار دیا گیا تھا اور کسی دوسری آیت سے بھی اس کی ممانعت اب تک نہیں آئی تھی، دوسری طرف ایک کافر کے احسان سے دنیا میں نجات حاصل کرنے کا فائدہ بھی تھا اور اس معاملہ میں دوسرے کافروں کے مسلمان ہونے کی توقع تھی اس لئے آپ نے نماز پڑھانے کو ترجیح دی اور فاروق اعظم رضی نے یہ سمجھا کہ جب اس آیت سے یہ ثابت ہوگیا کہ مغفرت نہیں ہوگی تو اس کے لئے نماز جنازہ پڑھ کر دعاء مغفرت کرنا ایک فعل عبث اور کار بیکار ہے جو شان نبوت کے خلاف ہے اسی کو انھوں نے ممانعت سے تعبیر فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اس فعل کو فی نفسہ مفید نہ سمجھتے تھے مگر دوسروں کے اسلام لانے کا فائدہ پیش نظر تھا اس لئے فعل عبث نہ رہا، اس طرح نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل پر

کوئی اشکال رہتا ہے نہ فاروق اعظم رض کے قول پر (معارف القرآن بحوالہ بیان القرآن)

(۱۹۲) حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عُقیل ح وقال غیرہ حدثنی اللیث حدثنی عقیل عن ابن شهاب قال اخبرنی عبید الله بن عبد الله عن ابن عباس عن عمر بن الخطاب انه قال لما مات عبد الله بن اُبَیّ بن سلول دُعِیَ له رسول الله صلی الله علیه وسلم لیُصلی علیه فلما قام رسول الله صلی الله علیه وسلم وثبتُّ الیه فقلت یا رسول الله اتصلی علی ابن اُبی وقد قال یوم کذا وکذا قال اعدّ علیه قوله فتبسم رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال اخر عنی یا عمر فلما اکثرت علیه قال انی خیرتُ فاخترت لو اعلمُ اَنّی ان زِدتُ علی السبعین فغفر له لزدتُ علیها قال فصلی علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم انصرف فلم یمکث الا یسیرًا حتی نزلت الآیتان من براءة ولا تصل علی احد منهم مات ابدًا. الی قوله وهم فاسقون قال فعجبت بعدُ من جرأتی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم والله ورسوله اعلم۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رض نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کہا گیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں تیزی سے آپ کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ابن ابی منافق کی نماز جنازہ پڑھائیں گے؟ حالانکہ اس نے فلاں فلاں دن اور فلاں فلاں روز اس اس طرح کی باتیں۔ (اسلام کے خلاف) کی تھیں، حضرت عمر رض نے بیان کیا کہ میں اس کی کہی ہوئی باتیں ایک ایک کرکے آپ کے سامنے پیش کرنے لگا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کرکے فرمایا: عمر میرے پیچھے ہٹ جاؤ (یعنی صف میں لگ جاؤ) پھر میں نے اصرار کیا، تو آپ نے فرمایا کہ مجھے (منافقوں کے بارے میں) اختیار دیا گیا ہے اس لئے میں نے (ان کے لئے استغفار کرنے اور ان پر نماز جنازہ پڑھانے ہی کو) پسند کیا، اگر مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ اگر استغفار کروں تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیںگے تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کردوںگا۔

حضرت عمر رض نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور واپس تشریف لائے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ سورۂ برأت کی دو آیتیں نازل ہوئیں ولا تصل علی احد منهم مات ابدا سے وهم فاسقون تک، اور ان میں سے کوئی مرجائے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھیئے اور نہ (دفن وغیرہ کے واسطے) اس کی قبر پر کھڑے ہوئیے (کیونکہ انھوں نے اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں)

حضرت عمر رض نے بیان کیا کہ بعد میں مجھے آنحضور ص کے سامنے اپنی اس درجہ جرأت پر خود بھی حیرت ہوئی اور اللہ اور اس کے رسول بہتر جاننے والے ہیں۔

تشریح: مطابقة للترجمة: یہ سابق حدیث ہی ہے دوسری سند سے۔

والحدیث مضیٰ فی الجنائز م۱۶۹ واخرجہ الترمذی والنسائی فی التفسیر واخرجہ النسائی ایضاً فی الجنائز۔
وقال غیرہ : ہو عبداللہ بن صالح کاتب اللیث۔
سلول. بفتح السین المہملۃ وضم اللام وسکون الواوٓ بعدہا لام اسم ام عبداللہ وہی خزاعیۃ وعبداللہ من الخزرج احد قبیلۃ الانصار (عمدۃ)
(باقی تفصیل کے لئے حدیث سابق کی تشریح ملاحظہ فرمایئے۔

م۷۴ ✦ باب قوله ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره ✦
اللہ تعالیٰ کا ارشاد، حدیث م۱۹۳ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائے۔

(۱۹۵) ✦ حدثني ابراهيم بن المنذر قال حدثنا انس بن عياض عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر انه قال لما توفي عبد الله بن ابي جاء ابنه عبد الله بن عبد الله الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعطاه قميصه وامره ان يكفنه فيه ثم قام يصلي عليه فاخذ عمر بن الخطاب بثوبه فقال تصلي عليه وهو منافق وقد نهاك الله ان تستغفر لهم قال انما خيرني الله او قال اخبرني الله فقال استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم، فقال سازيده على سبعين قال فصلى عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وصلينا معه ثم انزل عليه ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره انهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون ✦

ترجمہ :- حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، آنحضورؐ نے ان کو اپنی قمیص عنایت فرمائی اور فرمایا کہ اس قمیص سے اسے کفن دیا جائے، پھر آپؐ اس پر نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمرؓ نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا کہ آپ اس پر نماز پڑھائیں گے؟ حالانکہ یہ منافق ہے اور اللہ تعالیٰ بھی آپ کو ان کے لئے استغفار سے منع کر چکے ہیں، آنحضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے، یا راوی نے بجائے خیّرنی اخبرنی اللہ کہا (شک راوی) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، آپ ان (منافقین) کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں (دونوں حال برابر ہیں کہ ان کو اس سے کوئی نفع نہ ہوگا، ان کی مغفرت نہیں کی جائے گی) اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ (یعنی بکثرت) بھی استغفار کریں تب بھی اللہ تعالیٰ انھیں نہیں بخشے گا، آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار کروں گا، حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ پھر آپؐ نے اس پر نماز پڑھی اور ہم لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ پڑھی اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ ولا تصل الخ یعنی ان میں سے جو کوئی مر جائے آپ اس پر کبھی بھی نماز جنازہ نہ پڑھئے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں کیونکہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ اس حال میں

مرے ہیں کہ نافرمان تھے (یعنی خاتمہ بھی کفر پر ہوا ہے)

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
مزید تشریح کے لئے حدیث ۱۹۳ کی تشریح ملاحظہ فرمائیے۔

صفحہ ۶۷۴ ❁ **باب قوله سيحلفون بالله لكم اذا انقلبتم اليهم لتعرضوا عنهم فاعرضوا عنهم انهم رجس ومأوٰهم جهنم جزاء بما كانوا يكسبون** ❁

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: سیحلفون باللہ لکم الآیۃ پ۱۱ ع۱) عنقریب وہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تاکہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو (اور ملامت وغیرہ نہ کرو) پس آپ ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیجئے بلاشبہ یہ لوگ گندے ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، ان کاموں کے بدلہ میں جو کچھ وہ (نفاق وغیرہ) کرتے تھے۔

(۱۹۶) ❁ **حدثنا** يحيى قال حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب عن عبد الرحمن بن عبد الله ان عبد الله بن كعب بن مالك قال سمعت كعب بن مالك حين تخلف عن تبوك والله ما انعم الله على من نعمة بعد اذ هدانى الله اعظم من صدقى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لا اكون كذبته فاهلك كما هلك الذين كذبوا حين انزل الوحى سيحلفون بالله لكم اذا انقلبتم اليهم الى الفاسقين. ❁

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک نے بیان کیا کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رض کے غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوسکنے کا واقعہ خود ان سے سنا، انھوں نے فرمایا۔ خدا کی قسم ہدایت کے بعد اللہ نے مجھ پر اتنا بڑا اور کوئی انعام نہیں کیا جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ بولنے کے بعد ظاہر ہوا کہ میں جھوٹ بولنے سے محفوظ رہا ورنہ میں بھی اسی طرح ہلاک ہوجاتا جس طرح دوسرے لوگ جھوٹی معذرتیں بیان کرنے والے ہلاک ہوئے تھے جس وقت وحی نازل ہوئی تھی عنقریب یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کے پاس جاؤ گے، ارشاد الٰہی فاسقین تک۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضیٰ مطولا فی المغازی ۶۳۴ وہنا مختصرا ۶۷۴

❁ **باب قوله يحلفون لكم لترضوا عنهم فان ترضوا عنهم فان الله لا يرضى عن القوم الفسقين** ❁

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: یحلفون لکم الآیۃ پ۱۱ ع۱) یعنی وہ (منافقین) تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم راضی ہوجاؤ سو (اول تو آپ دشمنان خدا سے راضی ہی کیوں ہونے لگیں لیکن بالفرض) اگر آپ ان سے راضی ہوگئے تو اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتے (اور بدون رضائے خالق کے رضائے خلق محض بے سود ہے۔
مقصد یہ بتانا ہے کہ اے نبی آپ ان سے راضی نہ ہوں، اور یہ بھی فرمادیا کہ بالفرض اگر آپ راضی بھی ہوگئے تو

ان کو کوئی فائدہ اس لئے نہیں پہونچے گا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہیں ہے، اور اللہ کیسے راضی ہو جب کہ یہ اپنے کفر و منافقت پر قائم ہیں۔

وقوله وآخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا وآخر سيئا عسى الله ان يتوب عليهم ان الله غفور رحيم

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد، وآخرون اعترفوا الآیۃ پ ۱۱ ع ۲) یعنی اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہو گئے جنھوں نے ملے جلے عمل کئے تھے کچھ بھلے (جیسے اعتراف جس کا منشاء ندامت ہے، اور یہی توبہ ہے اور جیسے اور غزوات جو پہلے ہو چکے ہیں غرض یہ کام تو اچھے کئے ہیں) اور کچھ برے (جیسے تخلف بلا عذر) اللہ سے امید ہے (یعنی ان کا وعدہ ہے) کہ ان (کے حال) پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرمائیں (یعنی توبہ قبول کریں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

(۱۹۷) حدثنا مؤمل هو ابن هشام قال حدثنا اسمٰعيل بن ابراهيم قال حدثنا عوفٌ قال حدثنا ابو رجاءٍ قال حدثنا سمرة بن جندبٍ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لنا اتاني الليلة آتيانٌ فابتعثاني فانتهينا الى مدينة مبنيّة بلبن ذهبٍ ولبن فضّةٍ فتلقانا رجالٌ شطرٌ من خلقهم كاحسن ما انت راءٍ وشطرٌ كاقبح ما انت راءٍ قالا لهم اذهبوا فقعوا في ذٰلك النهر فوقعوا فيه ثم رجعوا الينا قد ذهب ذٰلك السوء عنهم فصاروا في احسن صورةٍ قالا لي هذه جنة عدنٍ وهاذاك منزلك قالا اما القوم الذين كانوا شطرٌ منهم حسن وشطرٌ منهم قبيح فانهم خلطوا عملا صالحا وآخر سيئا تجاوز الله عنهم

ترجمہ:۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا، رات کو (خواب میں) میرے پاس دو فرشتے آئے اور مجھے اٹھا کر (یعنی جگا کر) ایک ایسے شہر میں لے گئے جو سونے اور چاندی کے اینٹوں سے بنایا گیا تھا وہاں ہمیں ایسے لوگ ملے جن کا آدھا بدن نہایت خوبصورت اتنا کہ کسی دیکھنے والے نے ایسا حسن نہ دیکھا ہوگا، اور بدن کا دوسرا نصف حصہ نہایت بدصورت تھا اتنا کہ کسی نے بھی ایسی بدصورتی نہ دیکھی ہوگی، دونوں فرشتوں نے ان لوگوں سے کہا جاؤ اور اس نہر میں غوطہ لگاؤ، چنانچہ وہ لوگ اس نہر میں غوطہ لگا آئے، پھر وہ جب ہمارے پاس دوبارہ واپس آئے تو ان کی وہ بدصورتی جاتی رہی اور اب وہ نہایت حسین و خوبصورت ہو گئے، پھر دونوں فرشتوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور یہی آپ کی منزل ہے، دونوں فرشتوں نے بتایا کہ جن لوگوں کو ابھی آپ نے دیکھا کہ جسم کا آدھا حصہ خوبصورت تھا اور آدھا بدصورت، تو یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے نیک اعمال کے ساتھ کچھ برے عمل بھی کئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا تھا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ خلطوا عملاً صالحاً وآخر سیئاً۔

والحدیث اخرجہ البخاری مختصراً ھنا ص۶۷۴ ویاتی بتمامہ فی تعبیر الرؤیا ص۱۰۴۳ تا ص۱۰۴۴۔ قال العینی رح والحدیث اخرجہ البخاری مقطعاً فی الصلوۃ، وفی الجنائز وفی البیوع، وفی الجہاد، وفی بدء الخلق، وفی صلوۃ اللیل وفی الادب وفی احادیث الانبیاء وفی التفسیر وفی التعبیر (عمدہ ص۲۷۶/۱۸)۔

مؤتمل بضم المیم وفتح الہمزہ وکسر المیم وفتحہا۔ کانوا شطر منہم القیاس کان شطر منہم حسناً وقبیحاً ولکن کان تامۃ وشطر مبتدأ وحسن خبرہ والجملۃ حال بدون الواو وہو فصیح کما فی قولہ تعالیٰ اھبطوا بعضکم لبعض عدو۔

بخاری ص۶۷۴ ❁ **باب قولہ ما کان للنبیّ والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین** ❁

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ما کان للنبی الآیۃ پ۱۱ ع۳) یعنی نبی اور دوسرے مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعاء کریں۔

(۱۹۸) ❁ **حدثنا** اسحٰق بن ابراھیم قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزھری عن سعید بن المسیب عن ابیہ قال لما حضرت اباطالب الوفاۃ دخل علیہ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم وعندہ ابوجھل وعبد اللہ بن ابی اُمیّۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای عمّ قل لا الٰہ الا اللہ احاجّ لک بھا عند اللہ فقال ابوجھل وعبد اللہ بن ابی امیۃ یا اباطالب اترغب عن ملۃ عبد المطلب فقال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم لاستغفرن لک مالم اُنہ عنک فنزلت ما کان للنبیّ والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربٰی من بعد ما تبیّن لھم انھم اصحاب الجحیم۔ ❁

ترجمہ:۔ حضرت مسیب بن حزن رضؓ نے بیان کیا کہ جب ابوطالب کے انتقال کا وقت ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت ابوطالب کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی موجود تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابوطالب سے) فرمایا، اے چچا آپ (ایک بار زبان سے) کہدیجئے لا الٰہ الا اللہ" میں اس کلمہ کو (آپ کی نجات کے لئے) اللہ کی بارگاہ میں پیش کروں گا، اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کہنے لگے، "ابوطالب! کیا آپ عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آپ کے لئے برابر مغفرت کی دعا مانگتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے روک نہ دیا جائے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ "ما کان للنبیّ الآیۃ، نبی اور ایمان والوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعاء کریں اگرچہ وہ مشرکین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب ان پر ظاہر ہو چکے کہ وہ بلاشبہ اہل دوزخ سے ہیں (یعنی خاتمہ کفر پر ہونا واضح ہو جائے تو دعاء مغفرت جائز نہیں)

تشریح:۔ مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

والحدیث مضیٰ فی کتاب الجنائز ص۱۸۱

ابوجہل عمرو بن ہشام مخزومی یہ تو غزوۂ بدر میں کفر پر مرا لیکن عبداللہ بن ابی امیہ فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوگئے، فرضی اللہ عنہ۔

ص۶۷۵ ✤ باب قوله لقد تاب الله على النبي والمهاجرين والانصار الذين اتبعوه في ساعة العسرة من بعد ما كاد يزيغ قلوب فريق منهم ثم تاب عليهم انه بهم رؤف رحيم ✤

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: لقد تاب اللہ الآیۃ پ۱۱ ع ۳) بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی پر اور مہاجرین و انصار پر توجہ فرمائی جنھوں نے تنگی کے وقت نبی کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں تزلزل ہو چلا تھا پھر (اللہ تعالیٰ نے) ان لوگوں پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر شفیق نہایت رحم کرنے والا ہے

(۱۹۹) ✤ حدثنا احمد بن صالح قال حدثني ابن وهب قال اخبرني يونس ح قال احمد وحدثنا عنبسة قال حدثنا يونس عن ابن شهاب قال اخبرني عبد الرحمن بن كعب قال اخبرني عبد الله بن كعب وكان قائد كعب من بنيه حين عمي قال سمعت كعب بن مالك في حديثه وعلى الثلاثة الذين خلفوا، قال في آخر حديثه ان من توبتي ان انخلع من مالي صدقة الى الله ورسوله فقال النبي صلى الله عليه وسلم امسك بعض مالك فهو خير لك ✤

ترجمہ:۔ عبداللہ بن کعب کا بیان ہے اور جس وقت (والد محترم کعب بن مالک رض) نابینا ہوگئے تھے تو ان کے بیٹوں میں سے یہی (عبداللہ بن کعب) ان کو راستہ میں لے کر چلتے تھے، عبداللہ بن کعب نے بیان کیا کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رض سے ان سے اس واقعہ کے سلسلے میں سنا جس کے بارے میں آیت "وعلى الثلاثة الذين خلفوا" نازل ہوئی تھی، آپ یعنی کعب بن مالک رض نے آخر میں (حضور اقدس ﷺ سے) عرض کیا تھا کہ اپنی توبہ کے قبول ہونے کی خوشی میں میں اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول کے راستے میں صدقہ کرتا ہوں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنا کچھ تھوڑا سا مال اپنے پاس ہی رہنے دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

تشریح مطابقته للترجمة تؤخذ من قوله. ان من توبتي الخ

والحدیث طرف من حدیث طویل فی قصة کعب بن مالک مضی فی کتاب المغازی وایضا ص۹۹۰۔

خلفوا کے لفظی معنی یہ ہیں کہ جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے، مراد یہ ہے کہ جن کا معاملہ مؤخر کیا گیا اور ان کے معاملے کو حکم خداوندی کے انتظار میں زیر تجویز رکھدیا گیا، یہ تینوں حضرات حضرت کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع، اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم تھے۔

مفصل تشریح کے لئے ملاحظہ فرمایئے نصر الباری شرح مغازی ص۵۰۲ تا ص۵۰۹۔

اہل بدعت کا رد اس واقعہ میں ان بدعتیوں کا رد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں

اگر آپؐ غیب داں ہوتے تو جھوٹے منافقین کا اور ان کے مخلصین کا حال خود معلوم کر لیتے، وحیٔ الٰہی کا انتظار نہ کرنا پڑتا، پس معلوم ہوا کہ بدعتیوں کا عقیدہ غلط اور گمراہ کن ہے، عالم الغیب صرف حق تعالیٰ کی ذات ہے جس کو جب چاہیں غیب کی اطلاع فرمادیں، حضرت کعب بن مالکؓ کے تین صاحبزادے تھے عبداللہ، عبدالرحمٰن اور عبیداللہ، کلھم رووا عن ابیھم کعب بن مالک (عمدہ)

مـ۶۷۵ ﴿ باب قوله وعلى الثلاثة الذين خُلّفوا حتى اذا ضاقت عليهم الارض بما رحُبت و ضاقت عليهم انفسهم وظنوا ان لا ملجأ من الله إلّا اليه ثم تاب عليهم ليتوبهم إن الله هو التوّاب الرحيم ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وعلى الثلاثة الذين الآية (پ۱۱ ع۳) اور ان تین شخصوں پر بھی (توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا یہاں تک کہ جب (ان کی پریشانی کی یہ نوبت پہونچی کہ) زمین باوجود اپنی (اتنی بڑی) فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی، اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آگئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ خدا (کی گرفت) سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اسکے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے، پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی تاکہ وہ آئندہ بھی (ایسے مواقع مصیبت ومعصیت میں اللہ کی طرف رجوع رہا کریں، بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

(۲۰۰) ﴿ حدثني محمد قال حدثنا احمد بن ابی شعیب قال حدثنا موسى بنُ اعينَ قال حدثنا اسحٰقُ بن راشدٍ ان الزهری حدثه قال اخبرنی عبد الرحمٰن بنُ عبدِ الله بن کعب بن مالك عن ابیه قال سمعتُ ابی کعبَ بن مالك وهو احد الثلاثة الذين تِيب عليهم انّه لم يتخلّف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فی غزوةٍ غزاها قطّ غير غزوتين غزوةِ العسرة وغزوة بدرٍ قال فاجمعتُ صِدقَ رسول الله صلى الله عليه وسلم ضحىً وكان قلّ ما يقدَم من سفرٍ سافره الا ضحىً وكان يبدأ بالمسجد فيركع ركعتين ونهى النبیّ صلى الله عليه وسلم عن كلامی وكلامِ صاحبیّ ولم ينه عن كلام احد من المتخلّفين غيرنا فاجتنب الناسُ كلامَنا فلبثتُ كذالك حتى طال علىّ الامر وما من شئٍ اهمُّ الیّ من ان اموتَ فلا يصلّی علیّ النبیُّ صلى الله عليه وسلم او يموتَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم فاكون من الناس بتلك المنزلة فلا يكلّمنی احد منهم ولا يُصلّی علیّ فانزل الله توبتَنا على نبيّه صلى الله عليه وسلم حتى بقی الثلثُ الآخِرُ من الليل ورسول الله صلى الله عليه وسلم عند امّ سلمة وكانت امّ سلمة محسنةً فی شانی معنيّةً فی امری فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا امّ سلمة تيب على كعبٍ قالت افلا أرسل اليه فأبشّره قال اذا يحطفكم الناس فيمنعونكم النومَ سائرَ الليلة حتى اذا صلّى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الفجر آذن بتوبة الله علينا

وكان اذا استبشر استنار وجهه حتى كانه قطعة من القمر وكنا ايها الثلثة الذين خلفوا خلفنا عن الامر الذى قبل من هؤلاء الذين اعتذروا حين انزل الله لنا التوبة فلما ذكر الذين كذبوا رسول الله صلى الله عليه وسلم من المتخلفين واعتذروا بالباطل ذكروا بشر ما ذكر به احد قال الله " يعتذرون اليكم اذا رجعتم اليهم قل لا تعتذروا لن نؤمن لكم قد نبانا الله من اخباركم وسيرى الله عملكم ورسوله۔ الآية ﴿

ترجمہ :- عبداللہ بن کعب بن مالک نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد حضرت کعب بن مالک رضؓ سے سنا وہ تین صحابہ میں سے ایک تھے جن کی توبہ قبول کی گئی تھی (حضرت کعب رضؓ نے بیان کیا کہ) وہ دو غزووں غزوہ عسرہ (یعنی غزوہ تبوک) اور غزوہ بدر کے سوا اور کسی غزوے میں کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے سے نہیں رُکے تھے، انھوں نے بیان کیا کہ چاشت کے وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کرلیا تھا (جب حضورؐ غزوہ سے واپس تشریف لائے) اور آپؐ کا سفر سے آنے میں معمول یہ تھا کہ چاشت کے وقت ہی آپ (مدینہ) پہونچتے تھے اور سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے (بہرحال) حضور اقدس ؐ نے مجھ سے اور میری طرح عذر کرنے والے دو اور صحابہ (حضرت ہلال اور مرارہ رضؓ) سے صحابہ کو بات چیت کرنے سے منع کردیا، ہمارے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ (جو بظاہر مسلمان تھے) غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے لیکن آپ ؐ نے ان میں سے کسی سے بھی بات چیت کی ممانعت نہیں کی تھی، چنانچہ لوگوں نے ہم سے بات چیت کرنا چھوڑ دیا، میں اسی حالت میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ معاملہ طویل ہوگیا ادھر میری نظر میں سب سے اہم (اندوہناک) معاملہ یہ تھا کہ کہیں (اسی عرصہ میں) اگر میں مرگیا تو آپ مجھ پر نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے یا (خدانخواستہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوجائے تو لوگوں کا یہی طرز عمل ہمیشہ کے لئے میرے ساتھ باقی رہ جائیگا، نہ مجھ سے کوئی گفتگو کرے گا اور نہ مجھ پر نماز جنازہ پڑھے گا، آخر اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ (کی مقبولیت) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل کی جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ گیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حضرت ام سلمہ رضؓ کے گھر تشریف فرما تھے حضرت ام سلمہ رضؓ کا معاملہ میرے ساتھ احسان وکرم کا تھا اور وہ میری مدد کیا کرتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " ام سلمہ! کعب کی توبہ قبول ہوگئی، انھوں نے عرض کیا، پھر میں ان کے پاس کسی کو بھیجکر یہ خوشخبری کیوں نہ پہنچا دوں؟ حضور اکرم ؐ نے فرمایا یہ خبر سنتے ہی لوگ جمع ہوجائیں گے اور ساری رات تم کو سونے نہیں دینگے، چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو اعلان فرمادیا کہ ہماری توبہ قبول ہوگئی، حضور اقدس ؐ کا حال یہ تھا کہ جب آپ کو کوئی خوشی ہوتی تو آپؐ کا چہرہ مبارک منور ہوجاتا جیسے چاند کا ایک ٹکڑا ہو اور (غزوہ میں نہ شریک ہونے والوں میں سے) ہم ہی تین آدمی تھے جو مؤخر

کردئیے گئے تھے، ہمارا معاملہ ان لوگوں سے مؤخر کردیا گیا تھا جن لوگوں نے معذرت کی تھی اور ان کی معذرت قبول بھی ہوگئی تھی جس وقت اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول ہونے کے متعلق وحی نازل فرمائی اور ان لوگوں کا تذکرہ ہوا جو لوگ غزوہ میں شریک نہیں ہوئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کذب بیانی کی، اور بے بنیاد معذرت کی تھی ان لوگوں کا ذکر اس درجہ برائی کے ساتھ کیا گیا کہ کسی کا بھی اتنی برائی کے ساتھ ذکر نہ کیا گیا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یعتذرون الیکم الخ الآیۃ، یہ لوگ تمہارے (سب کے) سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس جاؤ گے، آپ (اے پیغمبر) کہدیجئے کہ بہانے مت بناؤ ہم ہرگز تمہاری تصدیق نہیں کریں گے بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہمیں تمہاری خبر دے چکے ہیں اور عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول تمہارا عمل دیکھ لیں گے۔ الآیۃ

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ فی قولہ ﴿وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا﴾ الآیۃ۔
وہذا الحدیث قطعۃ من قصۃ کعب بن مالک وقد تقدمت بکمالہا فی المغازی فی غزوۃ تبوک۔

ص ۶۷۶ **باب قولہ یایہا الذین اٰمنوا الآیۃ** پ ۱۱ ع ۴) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

(۲۰۱) **حدثنا** یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب عن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک ان عبد اللہ بن کعب بن مالک وکان قائد کعب بن مالک قال سمعت کعب بن مالک یحدث حین تخلف عن قصۃ تبوک فو اللہ ما علم احد ابلاہ اللہ فی صدق الحدیث احسن مما ابلانی ما تعمدت منذ ذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی یومی ہذا کذبا فانزل اللہ علی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین الی قولہ " وکونوا مع الصادقین ۔

ترجمہ:۔ عبد اللہ بن کعب بن مالک نے بیان کیا اور یہ عبد اللہ حضرت کعب بن مالکؓ کو ساتھ لے کر چلتے تھے (جب آخر عمر میں حضرت کعبؓ نابینا ہوگئے تھے) عبد اللہ بن کعب کا بیان ہے کہ میں نے کعب بن مالک سے سنا وہ غزوۂ تبوک میں اپنی غیر حاضری کا قصہ بیان کر رہے تھے، فرمایا " خدا کی قسم سچ بولنے کا جتنا عمدہ پھل اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا کسی اور کو دینا میرے علم میں نہیں، جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بارے میں سچی بات کہی تھی اس وقت سے آج تک میں نے کبھی جھوٹ کا ارادہ تک نہیں کیا اور اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کی تھی لقد تاب اللہ الآیہ بیشک اللہ نے نبی پر اور مہاجرین وانصار پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی آخر آیت وکونوا مع الصادقین تک۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ تؤخذ من حیث ان اللہ فرج عن کعب وتاب علیہ بحسن صدقہ، کما فی متن الحدیث وانزل اللہ تعالیٰ ہذہ الآیۃ دامر المومنین بالتقوی والصدق (عمدہ) والحدیث مر مراً

ص ۶۷۶ **باب قولہ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم " من الرافۃ**

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ لقد جاءکم رسول الآیۃ پ ۱۱ ع ۵) یعنی لوگو! تمہارے پاس ایک ایسے رسول تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں (کہ تمکو نفع حاصل کرنا آسان ہو) جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گذرتی ہے وہ تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں اور ایمان والوں کے حق میں بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

رؤف مشتق ہے رافت سے جس کے معنی مہربانی اور شفقت کے ہیں۔

(۲۰۲) حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزہری قال اخبرنی ابن السباق ان زید بن ثابت الانصاری وکان ممن یکتب الوحی قال ارسل الیّ ابوبکر مقتل اھل الیمامۃ وعندہ عمر فقال ابوبکر ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ وانی اخشی ان یستحر القتل بالقراء فی المواطن فیذھب کثیر من القرآن الا ان تجمعوہ وانی لأری ان تجمع القرآن قال ابوبکر قلت لعمر کیف افعل شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر ھو واللہ خیر فلم یزل عمر یراجعنی فیہ حتی شرح اللہ لذالک صدری ورأیت الذی رأی عمر قال زید بن ثابت وعمر عندہ جالس لا یتکلم فقال ابوبکر انک رجل شاب عاقل ولا نتھمک کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتتبع القرآن فاجمعہ فواللہ لو کلفنی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علیّ مما امرنی بہ من جمع القرآن قلت کیف تفعلان شیئا لم یفعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابوبکر ھو واللہ خیر لم ازل اراجعہ حتی شرح اللہ صدری لابی بکر وعمر فقمت فتتبعت القرآن اجمعہ من الرقاع والاکتاف والعسب وصدور الرجال حتی وجدت من سورۃ التوبۃ اٰیتین مع خزیمۃ الانصاری لم اجدھما مع احد غیرہ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم الی اٰخرھا وکانت الصحف التی جمع فیھا القرآن عند ابی بکر حتی توفاہ اللہ ثم عند عمر حتی توفاہ اللہ ثم عند حفصۃ بنت عمر تابعہ عثمان بن عمر واللیث عن یونس عن ابن شھاب وقال اللیث حدثنی عبد الرحمن بن خالد عن ابن شھاب وقال مع ابی خزیمۃ الانصاری وقال موسی عن ابراھیم حدثنا ابن شھاب مع ابی خزیمۃ وتابعہ یعقوب بن ابراھیم عن ابیہ وقال ابو ثابت حدثنا ابراھیم وقال مع خزیمۃ او ابی خزیمۃ فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابت انصاری رض جو کاتب وحی تھے بیان کیا کہ اہل یمامہ کی جنگ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رض نے مجھ کو بلا بھیجا، ان کے پاس حضرت عمر رض بھی موجود تھے، حضرت ابوبکر رض نے فرمایا

کہ عمرؓ میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں لوگوں (یعنی مسلمانوں) کی شہادت بہت ہوئی ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ مختلف مقامات میں (کفار کے ساتھ) جنگ میں قرآن کے علماء اور قاری شہید ہونگے۔ پھر قرآن مجید کا بہت سا حصہ ضائع ہوجائیگا مگر اس صورت میں (محفوظ ہوسکتا ہے) کہ آپ قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرادیں اور میرا خیال ہے کہ آپ قرآن جمع کرادیں، ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اس پر میں نے عمرؓ سے کہا کہ میں ایسا کام کس طرح کرسکتا ہوں جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تھا، پھر عمرؓ نے کہا، خدا کی قسم یہ تو محض نیک کام ہے، چنانچہ عمرؓ اس معاملہ میں بار بار مجھ سے گفتگو کرتے رہے، آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے مجھے بھی شرح صدر عطا فرمایا اور میری بھی رائے وہی ہوگئی جو عمرؓ کی تھی، زید بن ثابت رضؓ نے بیان کیا۔ اور عمرؓ وہیں (یعنی حضرت ابوبکرؓ کے پاس) خاموش بیٹھے ہوئے تھے، پھر ابوبکرؓ نے فرمایا، تم جوان اور سمجھدار آدمی ہو اور نہ ہمیں تم پر کسی قسم کا (جھوٹ اور بھول کا) شبہ ہے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھا بھی کرتے تھے، اس لئے تم ہی قرآن مجید کو (متفرق مخطوطات سے) تلاش کرکے اسے جمع کردو، خدا کی قسم اگر ابوبکرؓ مجھ سے کسی پہاڑ کو اٹھاکر لے جانے کے متعلق کہتے تو یہ میرے لئے اتنا گراں نہیں تھا جتنا قرآن کی ترتیب وجمع کا حکم، میں نے عرض کیا کہ آپ دونوں حضرات (یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما) ایسا کام کرنے پر کس طرح آمادہ ہوگئے جسے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تھا، تو ابوبکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم یہ ایک نیک کام ہے، پھر میں ان سے اس مسئلہ پر گفتگو کرتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی شرح صدر فرمایا جس طرح ابوبکرؓ وعمرؓ کو شرح صدر فرمایا تھا، چنانچہ میں اٹھا اور میں نے کھال اور ہڈی اور کھجور کی شاخوں سے (جن پر اس دور کے مطابق قرآن مجید لکھا ہوا تھا) قرآن مجید جمع کرنا شروع کیا، اور لوگوں کے (جو حضرات قرآن مجید کے حافظ تھے) حافظہ سے بھی مدد لی یہانتک کہ سورۂ توبہ کی دو آیتیں خزیمہ انصاری رضؓ کے پاس مجھے ملیں جو ان کے علاوہ کسی کے پاس مجھے نہیں ملی تھیں (وہ دو آیتیں یہ تھیں) لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم آخر تک، یعنی ختم سورہ تک۔

پھر مصحف جس میں قرآن مجید جمع کیا گیا تھا حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہا، آپ (ابوبکرؓ) کی وفات کے بعد عمر فاروق رضؓ کے پاس محفوظ رہا، آپ کی وفات کے بعد عمر فاروق رضؓ کی صاحبزادی (ام المومنین) حفصہؓ کے پاس محفوظ رہا۔

تابعہ عثمان بن عمر الخ اس روایت میں شعیب کی متابعت عثمان بن عمر اور لیث بن سعد نے کی عن یونس عن ابن شہاب۔

وقال اللیث الخ اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن خالد نے بیان کیا، اور انھوں نے ابن شہاب سے روایت کی (مطلب یہ ہے کہ لیث بن سعد نے اپنے دو شیخ سے روایت کی ۱۔ یونس بن یزید سے اور ۲۔ دوسرے شیخ عبدالرحمٰن بن خالد سے اور کہا مع ابی خزیمۃ الانصاری یعنی سورۂ

براۃ کی آخری دو آیتیں ابوخزیمہ انصاری رض کے پاس تھیں بجائے خزیمہ کے ابوخزیمہ کہا۔

وقال موسیٰ الخ اور موسیٰ بن اسمٰعیل نے ابراہیم بن سعد سے روایت کی، انھوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا اس روایت میں بھی مع ابی خزیمۃ ہے بجائے خزیمہ کے۔

وتابعہ یعقوب الخ اور اس موسیٰ کی متابعت یعقوب بن ابراہیم نے کی ہے اپنے والد ابراہیم بن سعد سے

وقال ابوثابت الخ اور ابوثابت محمد بن عبیداللہ المدنی نے کہا کہ ہم سے ابراہیم نے بیان کیا اور کہا "مع خزیمۃ اوابی خزیمۃ (یعنی شک کے ساتھ)

والحاصل ہنا ان اصحاب ابراہیم بن سعد اختلفوا فقال بعضہم مع ابی خزیمۃ قال بعضہم مع خزیمۃ وشک بعضہم، وعن موسیٰ بن اسماعیل ان آیۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ وآیۃ الاحزاب مع خزیمۃ (عمدہ) والتحقیق کما قال الحافظ فی الفتح ان آیۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ بالکنیۃ وآیۃ الاحزاب مع خزیمۃ (قسطلانی ص۴۵۲ ج۸)

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث سیاتی فی باب جمع القرآن ص۷۴۵ وہذا الحدیث اخرجہ الترمذی والنسائی فی فضائل القرآن

قرآن مجید کی جمع وتدوین پر مفصل بحث فضائل القرآن میں آئے گی، انشاءاللہ الرحمٰن۔

سورۃ یونس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے ہندوستانی نسخوں میں "سورۃ یونس" کے بعد بسملہ ہے، قال العینی "وفی روایۃ ابی ذر البسملۃ بعد قولہ "سورۃ یونس" لیکن اکثر شروح بخاری (عمدۃ القاری، قسطلانی تیسیر الباری اور فتح الباری سب میں بسملہ مقدم ہے۔

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی، اس سورہ میں ایک سو نو آیات اور گیارہ رکوع ہیں۔

وقال ابن عباس فاختلط فنبت بالماء من کل لون

اور ابن عباس رض نے کہا۔ فاختلط، (ای فاختلط بہ نبات الارض) کے معنی ہیں پانی برسنے کی وجہ سے زمین سے ہر قسم کا سبزہ اُگا۔

اشارہ ہے آیت کریمہ "انما مثل الحیوٰۃ الدنیا کماءٍ انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض مما یاکل الناس والانعام الآیۃ پ۱۱ ع۸) بس دنیوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس (پانی) کی وجہ سے زمین کے نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلے

تشریح قال العینی "فاختلط بہ فنبت بالماء کل لون (ای کل نوع مما یاکل الناس کالحنطۃ والشعیر وسائر حبوب الارض" وہذا تعلیق وصلہ ابن جریر من طریق ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس رض

وقالوا اتخذ الله ولداً سبحانه هو الغني

ترجمۃ الباب بعینہ آیت قرآنی ہے پ۱ ع۱۴) وہ لوگ (یعنی عیسائی) کہتے ہیں کہ اللہ نے (نعوذ باللہ) ایک بیٹا بنا رکھا ہے سبحان اللہ (کیسی سخت بات کہی) وہ بے نیاز ہے (مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ بیوی بچوں سے پاک ہے ساری کائنات اس کی مخلوق اور مملوک ہے۔

امام بخاری رہ نے اس باب میں کوئی حدیث بیان نہیں فرمائی۔

وقال زید بن اسلم اَنَّ لهم قدمَ صدقٍ محمدٌ صلی الله علیه وسلم وقال مجاهدٌ خیرٌ

اور زید بن اسلم نے کہا کہ قدمَ صدقٍ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، اور مجاہد نے بیان کیا کہ بھلائی مراد ہے۔ اشارہ ہے آیت کریمہ " وبشر الذین آمنوا ان لہم قدمَ صدقٍ عند ربهم الآیۃ پ۱۱ ع ۶) آپ ایمان والوں کو یہ خوشخبری سنا دیجئے کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس بلند مرتبہ (بڑا درجہ) ہے۔

تشریح زید بن اسلم (ابو اسامہ مولی عمر بن الخطاب رض) کہتے ہیں کہ آیت کریمہ میں قدم صدق (سچا پایہ) سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ان کے لئے سفارش کریں گے۔

وقال مجاهد الخ اور امام التفسیر حضرت مجاہد رہ نے فرمایا کہ قدم صدق سے مراد بھلائی، عمل صالح ہے جو رتبہ بلند کا سبب و ذریعہ ہے۔

یقال تلك ایاتٌ یعنی هٰذهٖ اعلامُ القرانِ ومثلُه حتی اذا کنتم فی الفلكِ وجَرَینَ بهم المعنی بکم

اشارہ ہے آیت کریمہ " الر تلك آیات الکتاب الحکیم " یہ (جو آگے آتی ہیں) پُر حکمت کتاب کی آیتیں ہیں " پ۱۱ ع ۶) فرماتے ہیں " یقال الخ " کہا جاتا ہے یعنی امام ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ آیت مذکورہ میں تلك آیات بمعنی هذه آیات الکتاب ہے، مقصد یہ بتانا ہے کہ تلك جو اشارہ غائب کے لئے ہے یہاں حاضر کے لئے ہے اسی کی طرف اشارہ ہے " یعنی هذه " سے اور کتاب سے مراد قرآن شریف ہے یعنی یہ قرآن شریف کی نشانیاں ہیں۔

ومثله الخ اور اسی کے مثل ہے حتی اذا کنتم فی الفلك وجرین بهم " المعنی بکم یعنی اس آیت میں بھم سے مراد بکم ہے مطلب یہ ہے کہ اس سورۂ یونس کی مذکورہ آیت میں بھم جو غائب کے لئے ہے مراد حاضر ہے۔

دعوٰهم دعاؤهم

اشارہ ہے آیت کریمہ " دعوٰهم فیها سبحانك اللّٰهم " پ۱۱ ع ۶) اس آیت میں دعواہم بمعنی دعاؤہم ہے یعنی ان کی دعا ان کی پکار یہ ہوگی سبحانک اللّٰہم۔

اُحیط بهم دَنوا من الهَلَکَة احاطت به خطیئتُهٗ

اشارہ ہے آیت کریمہ " وظنوا انهم اُحیط بهم، پ۱۱ ع ۸) اور ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ (بری طرح) وہ گھر گئے۔

ابو عبیدہ تفسیر کرتے ہیں اُحیط بہم کی دَنوا من الهلکة یعنی ہلاکت و بربادی کے قریب آگئے جیسے احاطت به خطیئته یعنی گناہوں نے اس کو سب طرف سے گھیر لیا کما یحیط العدو، مطلب یہ ہے کہ کسی کو دشمنوں کا گھیرنا

سبب ہلاکت ہے، اسی طرح گناہوں کا سب طرف سے احاطہ کرنا اور گھیرنا باعث ہلاکت ہے۔

دُنُوا کو بضم الدال مجہول پڑھنا بھی درست ہے جو اصل میں دُنِیُوا تھا، یار کا ضمہ نقل کر کے ماقبل میں نون کو دیا، اور اجتماع ساکنین کی وجہ سے یار کو حذف کر دیا۔

بخاری صفحہ ۶۷۲ ﴿ فاتّبعَهم واَتْبَعَهم واحدٌ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ "وجاوَزْنا بِبَنِی اسرائیلَ البحرَ فاَتْبَعَهُم فِرعونُ وجنودُہ بغیاً وعَدوا الآیۃ پ ۱۱ ع ۱۴) اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا اور فرعون اور اسکے لشکر نے ان کا پیچھا کیا شرارت اور ظلم کے ارادہ سے

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں اِتّبعَهم بکسر الہمزہ وتشدید التار از باب افتعال جو حسن رح کی قرارت ہے اور اَتْبعهم بفتح الہمزہ وسکون التار جو معروف قرارت جمہور کی ہے دونوں کے معنی ایک ہیں۔

﴿ عَدواً من العدوان ﴾

اشارہ ہے آیت مذکورہ بالا کی طرف کہ آیت مذکورہ میں "عدواً" ماخوذ ہے عدوان سے جس کے معنی تعدّی اور ظلم کے ہیں۔

﴿ وقال مجاهد. لو یُعَجِّل اللّٰه للنّاس الشرَّ استعجالَهم بالخیر. قولُ الانسان لولده وماله اذا غضب اللّٰهمّ لا تبارك فیه والعَنه لقُضِیَ الیهم اَجَلُهم لأُهلِكَ مَن دُعِیَ علیه ولأماتَه ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ "ولو یعجّل اللّٰه الآیۃ، پ ۱۱ ع ۷) اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر (ان کی جلدی مچانے کے موافق) جلدی سے نقصان واقع کر دیا کرتا، جس طرح وہ فائدہ کے لئے جلدی مچاتے ہیں تو ان کی عمر ختم کر دی جائے۔

امام مجاہد رح اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں کہ اس سے مراد غصہ کے وقت آدمی کا اپنی اولاد اور اپنے مال کے متعلق یہ کہنا ہے کہ اے اللہ اس میں برکت نہ فرما اور اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے (تو بعض اوقات ان کی یہ بددعا نہیں لگتی کیونکہ ان کی تقدیر کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا تھا) اگر اللہ تعالیٰ ان کو جلد برائی اور نقصان پہونچا دے جتنی جلد کہ وہ بھلائی پہونچنے کے خواہش رکھتے ہیں تو ان کی عمر ختم کر دی جائے یعنی جن پر بددعا کی جاتی ہے وہ ہلاک ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ اس کو مار ڈالتے۔

﴿ للذین اَحسنوا الحسنیٰ مثلها حُسنیٰ وزیادةٌ مغفرة ورضوان ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ "للذین احسنوا الحسنیٰ الآیۃ، پ ۱۱ ع ۸) جن لوگوں نے نیکی کی ہے (یعنی ایمان لائے ہیں) ان کے واسطے خوبی (یعنی جنت) ہے اور زیادتی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی) اور ان کے چہروں پر نہ کدورت (غم کی) چھاوے گی اور نہ ذلت۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں "زیادة" سے مراد مجاہد نے فرمایا کہ مغفرت اور اللہ کی رضامندی ہے۔

﴿ وقال غیرُه النظر الیٰ وجهه ﴾

ان کے غیر (یعنی ابو قتادہ) نے فرمایا کہ "وزیادۃ" سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، زیارت ہے۔

الکبریاءُ المُلک

اشارہ ہے آیت کریمہ وتکون لکما الکبریاء فی الارض وما نحن لکما بمؤمنین، پ۱۱ ع۱۳) اور (اس لئے ہمارے پاس آئے ہو کہ) تم دونوں کو اس ملک میں سرداری مل جائے اور (خوب سمجھ لو کہ) ہم تم دونوں کو کبھی نہیں مانیں گے۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں الکبریاء کے معنی ہیں ملک یعنی سلطنت، ریاست وسرداری۔

باب قوله وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتبعهم فرعون وجنوده بغیا وعدوا حتی اذا ادرکه الغرق قال امنت انه لا اله الا الذی امنت به بنوا اسرائیل وانا من المسلمین

ارشاد خداوندی وجاوزنا الآیۃ، پ۱۱ ع۱۴) اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار کردیا پھر فرعون اور اس کے لشکر نے ظلم وزیادتی (کے ارادہ) سے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کہ جب اس کو غرقابی نے پکڑ لیا تو بول اٹھا کہ میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اطاعت کرنے والوں میں سے ہوں۔

فرعون اور بحر قلزم

حضرت موسیٰ چھ لاکھ سے زائد بنی اسرائیل کو لے کر طلوع آفتاب کے وقت مصر سے نکلے، فرعون کو خبر ہوئی تو ایک لشکر جرار لے کر تعاقب کیا، ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رض سے روایت نقل کی ہے کہ فرعون کے ساتھ ستر سردار (کمانڈر) تھے اور ہر سردار کے ماتحت ستر ہزار لشکر تھا، بنی اسرائیل جب بحر قلزم کے کنارے پہونچے (قلزم بضم القاف وهو بین مصر ومکۃ) تو سخت پریشان ہوئے، آگے سمندر اور پیچھے فرعون کا لشکر چلا آرہا تھا، موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرما کر "کلا ان معی ربی سیھدین" بنی اسرائیل کو تسلی دی اور حق تعالیٰ کے حکم سے دریا پر لاٹھی ماردی، سمندر کا پانی ادھر ادھر کھڑا ہو گیا اور درمیان میں خدا نے بارہ راستے خشک بنا دیئے، یہ سب پار ہو گئے، ادھر فرعون لشکر سمیت سمندر کے کنارے پہونچ گیا، خشک راستے دیکھ کر سب نے اس میں گھوڑے ڈال دیئے، جب ایک ایک کر کے تمام فوج دریا کے وسط میں پہونچی تو پانی کو حکم ملا کہ ملجائے فوراً پانی کے طبقات مل گئے اور سارے لشکر مع سامان موجوں کی نذر ہو گئے، فرعون نے دیکھا کہ اب ڈوبتا ہوں اس وقت گھبرا کر ایمان واسلام کا لفظ زبان پر لایا کہ شاید بنی اسرائیل کا خدا ایمان کا لفظ سن کر سمندر کے پانی سے نجات دیدے، اس پر خدا کا ارشاد ہوا "الآن وقد عصیت قبل" یعنی ساری عمر مخالف ہو کر گمراہی پھیلاتا اور شرارتیں کرتا رہا اب عذاب دیکھ کر ایمان لایا، اس وقت کا ایمان معتبر نہیں ہے۔

غرغرہ موت کا ایمان معتبر نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول فرماتے رہتے ہیں جب تک غرغرہ موت کا وقت نہ آجائے (ترمذی)

نُنَجِّیكَ نلقیك علی نجوۃٍ مِّن الارض وهو النشز المكانُ المرتفع

اشارہ ہے آیت کریمہ "فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک اٰیۃ" پ ۱۱ ع ۱۴) سو آج ہم تیری لاش کو (پانی میں تہ نشین ہونے سے) نجات دیں گے تاکہ تو اپنے پچھلوں کے لئے موجب عبرت ہو، فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں نُنَجِّیْکَ کے معنی ہیں ہم تجھکو نجوۃ زمین پر ڈال دینگے یعنی بلند اونچی جگہ پر جس کو سب کے سب دیکھیں گے اور عبرت حاصل کریں گے۔

(۲۰۳) حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قدم النبی صلی اللہ علیه وسلم المدینة والیهود تصوم یوم عاشوراء فقالوا هذا یوم ظهر فیه موسی علی فرعون فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم لاصحابه انتم احق بموسی منهم فصوموا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رض نے بیان کیا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، ان لوگوں نے بتایا کہ یہ وہ دن ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر غلبہ حاصل ہوا، اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم لوگ ان (یہود) سے موسیٰ ع کے زیادہ مستحق ہو (یعنی بہ نسبت یہود کے تم کو موسیٰ ع سے زیادہ تعلق ہے) اس لئے تم بھی روزہ رکھو۔

تشریح مطابقته للترجمة من حیث ان فی بعض طرقه ذاک یوم نجا اللہ فیه موسیٰ واغرق فیه فرعون، (عمدہ) یعنی اس حدیث کے بعض طرق میں اتنا زیادہ ہے کہ یہی دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اور فرعون کو غرق کردیا۔

فصوموا: پھر بعد میں آنحضور نے یہود کی مشابہت سے بچنے کے لئے یوم عاشورا کے ساتھ ایک اور روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، یعنی نویں یا گیارہویں کا روزہ رکھ لیا جائے اور یہ ضرور ذہن نشین رہے کہ رمضان المبارک کے بعد اگرچہ صوم عاشورا کی فرضیت منسوخ ہوگئی مگر تمام نفلی روزے میں افضل ترین روزہ صوم عاشورا یعنی دسویں محرم کا روزہ ہے۔

سورۃ ھود

بخاری صـ۶۷۷

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو تئیس ۱۲۳ آیتیں اور دس رکوع ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لم تثبت البسملة الا لابی ذر (عینی)۔

وقال ابو میسرۃ الاوّاہ الرحیم بالحبشیة

اور ابو میسرہ (عمرو بن شرحبیل) نے بیان کیا کہ حبشی زبان میں اوّاہ مہربان اور رحمدل کو کہتے ہیں۔ اشارہ ہے آیت کریمہ "اِنَّ ابراهیم لحلیمٌ اوّاہٌ منیبٌ" (پ ۱۲ ع ۷) بیشک ابراہیم (علیہ السلام) بڑے

بردبار رحم دل خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

وقال ابن عباس بادِیَ الرَّایِ ماظهر لنا

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بادی الرای کے معنی ہیں، جو ہم کو ظاہر ہوا یعنی جو بغیر غور و فکر کے معلوم ہو۔ اشارہ ہے آیت کریمہ "هم اراذلنا بادی الرای (پ۱۲ ع ۳) وہ لوگ ہم میں سے رذیل لوگ (پنچ قوم) ہیں سرسری نظر سے۔

بادیَ اسم فاعل کا صیغہ ہے بدوٌ بمعنی ظہور سے تو بادی کے ——— ہوئے ظاہر ظہور۔

وقال مجاهدٌ" الجودی، جَبَلٌ بالجزیرة

اور مجاہد نے بیان کیا کہ جودی جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے (جو ملک شام میں موصل کے قریب دجلہ و فرات کے درمیان ہے) اشارہ ہے آیت کریمہ "واستوت علی الجودیِّ (پ۱۲ ع ۴) اور کشتی جودی پہاڑ پر آ ٹھہری۔

وقال الحسن انك لانتَ الحليمُ يستهزءون به

اشارہ ہے آیت کریمہ "انک لانت الحلیم الرشید (پ۱۲ ع ۸) واقعی صرف تو ہی باوقار نیک چلن ہے۔

فرماتے ہیں" اور حسن (بصری) نے بیان کیا کہ انک لانت الحلیم، کفار بطور استہزاء کہہ رہے تھے، یعنی کافروں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا، بس زیادہ بزرگ نہ بنئے کیا ساری قوم میں ایک ہی بڑے عقلمند باوقار اور نیک چلن رہ گئے ہیں؟

وقال ابن عباس اَقلِعی اَمسِکی

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اقلِعی کا معنی ہے رُک جا، تھم جا۔

اشارہ ہے آیت کریمہ " وقیل یٰارضُ ابلعِی ماءَکِ ویٰسماءُ اَقلِعی (پ۱۲ ع ۴) اور حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان (برسنے سے) تھم جا۔

عَصِیبٌ شدیدٌ

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عصیب کے معنی ہیں شدیدٌ سخت، اشارہ ہے آیت کریمہ " وقال ھٰذا یومٌ عصیب پ۱۲ ع ۷) آج کا دن سخت ہے، بھاری ہے۔

لاجرمَ بلیٰ

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لاجرم کے معنی ہیں " بَلیٰ، کیوں نہیں؟ ضرور۔

اشارہ ہے آیت کریمہ " لاجرم انهم فی الآخرة هم الاخسرون پ۱۲ ع ۲) ضرور آخرت میں یہی لوگ سب سے زیادہ خسارہ میں ہوں گے۔

فراء سے منقول ہے کہ لاجرم کا اصل معنی لامحالہ، یقیناً، بعض حضرات نے کہا ہے کہ لاجرم کا معنی ہے لاصَدّ ولامَنع، یعنی کوئی رکاوٹ نہیں، کوئی ممانعت نہیں، کوئی روک نہیں سکتا، سب کا حاصل یہی ہے کہ لازمی

ہو کر رہے گا۔

وفار التنور نبع الماء قال عکرمۃ وجہ الارض

اشارہ ہے آیت کریمہ "حتی اذا جاء امرنا وفار التنور (پ ۱۲ ع ۴) یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہونچا اور تنور نے جوش مارا۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں فار التنور کے معنی ہیں پانی پھوٹ نکلا، اور عکرمہ نے بیان کیا کہ تنور سے مراد روئے زمین ہے، اس صورت میں آیت کریمہ کا ترجمہ ہوگا۔ جب ہمارا حکم آپہونچا اور سطح زمین (روئے زمین) سے ابلنا شروع ہوگیا۔

تنور کی تحقیق لفظ تنور کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے، ۱۔ سطح زمین ۲۔ روٹی پکانے کا چولہا، اہل لغت کہتے ہیں کہ یہ لفظ عبرانی یا سریانی زبان کا ہے اور مرکب ہے، تَن کے معنی ہیں دھواں، اور نور یعنی آگ، پس تنور کے معنی ہیں آگ کا چولہا ۳۔ زمین کے بلند حصہ کیلئے بھی لفظ تنور بولا جاتا ہے۔ ائمہ تفسیر میں سے بعض نے فرمایا کہ اس جگہ تنور سے مراد سطح زمین ہے کہ اس سے پانی ابلنے لگا۔ بعض نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا تنور مقام "عین وردہ" ملک شام میں تھا وہ مراد ہے اس سے پانی نکلنے لگا۔ بعض نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام کا اپنا تنور کوفہ میں تھا وہ مراد ہے، اکثر مفسرین رہ حضرت مجاہد، حسن، شعبی عبداللہ بن عباس وغیرہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور امام شعبی تو قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ یہ تنور شہر کوفہ کے ایک گوشہ میں تھا اور یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی مسجد کوفہ میں بنائی تھی اسی مسجد کے دروازہ پر یہ تنور تھا۔

حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت نوح ع سے فرمایا تھا کہ جب آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے گھر کے تنور سے پانی ابلنے لگا تو سمجھ لیں کہ طوفان آگیا (معارف بحوالہ قرطبی، مظہری بتغیر یسیر)

مفسر قرطبی نے فرمایا کہ اگرچہ تنور کے معنی میں مفسرین کے اقوال مختلف نظر آتے ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ کوئی اختلاف نہیں، جب طوفان کا پانی ابلنا شروع ہوا تو روٹی پکانے کے تنور سے بھی نکلا، سطح زمین سے بھی ابلا، ملک شام میں عین الوردہ کے تنور سے بھی نکلا جیسا کہ قرآن حکیم نے خود تصریح فرمائی ہے ففتحنا ابواب السماء بماءٍ منھمرٍ وفجرنا الارض عیونا، یعنی ہم نے آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے لئے کھول دیئے اور چشمے ہی چشمے پھوٹ پڑے۔

شعبی رہ نے اپنے بیان میں یہ بھی فرمایا کہ یہ کوفہ کی جامع مسجد، مسجد حرام اور مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے بعد چوتھی مسجد ہے جو ایک امتیازی شان رکھتی ہے (معارف)

باب الا انھم یثنون صدورھم لیستخفوا منہ الا حین یستغشون ثیابھم یعلم ما یسرون وما یعلنون انہ علیم بذات الصدور (پ ۱۲ ع ۱)

سن لو! وہ لوگ دہرا کئے دیتے ہیں اپنے سینوں کو (اور اوپر سے کپڑا لپیٹ دیتے ہیں) تاکہ خدا سے چھپا سکیں سن لو کہ وہ لوگ جس وقت اپنے کپڑے (اپنے اوپر) لپیٹتے ہیں وہ اس وقت بھی جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں (کیونکہ) بلاشبہ وہ تو دلوں کے اندر کی باتیں جانتا ہے۔

تشریح آیت کریمہ کی شان نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے، لیکن اس باب کے ذیل میں جو صحیح ترین روایت حضرت ابن عباس رض کی آرہی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض مسلمانوں پر حیا کا اس قدر حد سے زیادہ غلبہ ہوا کہ استنجار یا جماع وغیرہ ضروریات بشری کے وقت کسی حصہ بدن کو برہنہ کرنے سے شرماتے تھے کہ آسمان والا ہم کو دیکھتا ہے، برہنہ ہونا پڑتا تو غلبۂ حیا سے جھکے جاتے اور شرمگاہ کو چھپانے کے لئے سینہ کو دہرا کئے لیتے تھے، اس طرح کے آثار کبھی کبھی غایت تأدب مع اللہ اور غلبۂ حیار سے ناشی ہو سکتے ہیں اور ایسے لوگ صوفیار کی اصطلاح میں مغلوب الحال کہلاتے ہیں، چونکہ صحابہؓ کا کسی مسئلہ میں ایسا غلو اور تعمق آئندہ امت کو ضیق میں مبتلا کر سکتا تھا اس لئے قرآن نے الاحین یستغشون ثیابھم الخ سے ان کی اصلاح فرمادی یعنی اگر بوقت ضرورت بدن کھولنے میں خدا سے حیار آتی ہے اس لئے جھکے جاتے ہو تو غور کرو کہ کپڑے پہننے کی حالت میں تمھارا ظاہر و باطن کیا خدا کے سامنے نہیں ہے؟ جب انسان اس سے کسی وقت نہیں چھپ سکتا پھر ضروریات بشریہ کے متعلق اس قدر غلو سے کام لینا ٹھیک نہیں۔

❖ وقال غيره وحاق نزل يحيق ينزل ❖

اور عکرمہ کے سوا یعنی ابوعبیدہ نے کہا، حاق بمعنی نزل یعنی اتر پڑا اسی سے ہے یحیق از باب ضرب اترتا ہے۔ اشارہ ہے آیت کریمہ "وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزءون (پ۱۲ ع۱) اور جس چیز کے ساتھ یہ لوگ استہزار کر رہے تھے وہ ان کو گھیر لیگا یعنی ان پر اتر پڑے گا۔

❖ يَؤُسٌ فَعُولٌ مِن يَئِسْتُ ❖

اشارہ ہے آیت کریمہ: لَئِنْ اَذَقْنَا الانسان مِنَّا رحمةً ثم نزعنٰھا منه اِنَّه لَيَؤُسٌ كفورٌ (پ۱۲ ع۲) اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ ناامید اور ناشکرا ہو جاتا ہے فرماتے ہیں کہ آیت میں یؤس فعول کے وزن پر ہے اور یئستُ سے ماخوذ ہے بمعنی ناامید ہونا۔

❖ وقال مجاهدٌ تَبْتَئِسْ تحزن ❖

اشارہ ہے آیت کریمہ "فلا تَبْتَئِسْ بما کانوا یفعلون (پ۱۲ ع۴) پھر تو کچھ غم نہ کرو جو کچھ (کفر و ایذار اور استہزار) کر رہے ہیں۔

مجاہد رہ نے بیان کیا کہ آیت میں تَبْتَئِسْ کے معنی ہیں تحزن یعنی غم نہ کرو۔

❖ يثنون صدورهم شكٌ و امتراءٌ في الحق ليستخفوا منه من الله ان استطاعوا ❖

اشارہ ہے آیت کریمہ " اَلَا اِنّھم یثنون صدورھم لیستخفوا منه الآیۃ (پ۱۱ ع۱۷) ترجمہ گذر چکا ہے

مجاہد ہی کی تفسیر ہے کہ آیت میں یثنون صدورھم کا مطلب یہ ہے کہ حق بات میں شک و شبہ کرتے ہیں،
لیستخفوا منہ یعنی اگر ہو سکے تو اس سے یعنی اللہ سے چھپالیں۔

تشریح اس صورت میں یثنون صدورھم کی "شک و امتراء فی الحق" تفسیر نہیں ہوگی بلکہ منافقین کے فعل کی علت ہوگی یعنی آیت کریمہ میں منافقین کے خیال فاسد کی تردید ہے کہ یہ لوگ اپنی عداوت اور حضور اکرم ﷺ کی مخالفت کو اپنے نزدیک چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے دلوں میں جو حسد و بغض حق میں شک و امتراء ہے اس پر پردے ڈالتے ہیں، اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اس طرح ہمارا اصل حال کسی کو معلوم نہ ہوگا، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ کپڑوں کی تہ میں پردوں کے اندر جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پر سب کچھ روشن ہے کیونکہ انہ علیم بذات الصدور وہ تو دلوں کے پوشیدہ اسرار کو بھی جانتے ہیں، پھر کپڑوں کے پردہ سے کیا چھپ سکتا ہے۔

(۲۰۴) **حدثنا** الحسن بن محمد بن صباح قال حدثنا حجاج قال قال ابن جریج اخبرنی محمد بن عباد بن جعفر انہ سمع ابن عباس یقرأ الا انھم تثنونی صدورھم قال سألتہ عنھا فقال اناس کانوا یستحیون ان یتخلوا فیفضوا الی السماء وان یجامعوا نساءھم فیفضوا الی السماء فنزل ذالک فیھم۔

ترجمہ:- محمد بن عباد بن جعفر کا بیان ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ تلاوت کر رہے تھے " الا انھم تثنونی صدورھم" محمد بن عباد نے بیان کیا کہ میں نے ان سے (یعنی ابن عباسؓ سے) اس آیت کے متعلق پوچھا (یعنی شان نزول پوچھا) تو آپ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کچھ لوگ اس میں شرم کرنے لگے کہ آسمان کی طرف اپنا ستر کھول کر قضائے حاجت کریں (لفظی ترجمہ ہوگا "کچھ لوگ شرماتے تھے اس بات سے کہ پاخانہ پھریں اس طرح کہ آسمان کی طرف پہنچائیں) اور شرماتے تھے اس بات سے کہ اپنی بیویوں سے ستر کھول کر جماع کریں تو انھیں لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
تثنونی بفتح الفوقیۃ والنون الاولی وبینھما مثلثۃ ساکنۃ وبعد الواو ساکنۃ نون اخری مکسورۃ ثم یاء تحتیۃ، مضارع اثنونی علی وزن افعوعل یفعوعل کاخشوشن یخشوشن من الثنی وھو بناء مبالغۃ لتکریر العین، وقری بالیاء التحتیۃ فی اولہ موضع التاء الفوقیۃ وعلی الوجھین صدورھم مرفوع بہ والقراءۃ المشہورۃ بلفظ الجمع المذکر المضارع والضمیر فیہ راجع الی المنافقین وصدورھم منصوب بہ کما فی الباب باقی باب کی تشریح میں ملاحظہ فرمالیجئے۔

(۲۰۵) **حدثنی** ابراھیم بن موسیٰ قال اخبرنا ھشام عن ابن جریج واخبرنی محمد بن عباد بن جعفر ان ابن عباس قرأ الا انھم تثنونی صدورھم قلت یا ابا العباس

ماتثنونی صدورهم قال کان الرجل یجامع امرأته فیستحی او یتخلی فیستحی فنزلت الا انهم تثنونی صدورهم ﴿

ترجمہ:۔ محمد بن عباد بن جعفر نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، الا انهم تثنونی صدورهم (محمد بن عباد نے بیان کیا کہ) میں نے پوچھا اے ابوالعباس (ابن عباس کی کنیت ہے) تثنونی صدورهم کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ کچھ لوگ اپنی بیوی سے ہمبستری کرتے ہوئے حیاء محسوس کرتے اور خلاء کے لئے بیٹھتے ہوئے (یعنی ستر کھولتے ہوئے) بھی حیاء محسوس کرتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی "الا انهم تثنونی صدورهم"۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ، لانہ طریق آخر فی الحدیث المذکور۔
تثنونی علی وزن تفعوعل ای تخشوشن، واضح رہے کہ یہ باب ہمیشہ لازم آتا ہے، اس قرأت پر ترجمہ ہوگا ان کے سینے دُہرے ہو رہے تھے یعنی مارے شرم کے جھکے جارہے تھے تاکہ برہنگی آسمان کی طرف نہ ہو وہ جھک کر چھپانا چاہتے تھے، حالانکہ حق تعالیٰ کپڑوں کے اندر بھی سب کچھ دیکھتا ہے اور جانتا ہے اس سے کچھ چھپا ہوا نہیں لانہ علیم بذات الصدور۔

(۲۶) ﴿ حدثنا الحمیدیُّ قال حدثنا سفیانُ قال حدثنا عمرٌو قال قرأ ابن عباس الا انهم یثنون صدورهم لیستخفوا منه الا حین یستغشون ثیابهم ﴾

اور عمرو بن دینار کے علاوہ نے ابن عباس رضؓ سے بیان کیا کہ یستغشون، یعنی اپنے سر ڈھانپ لیتے ہیں۔

تشریح ہذا طریق آخر فی الحدیث المذکور۔

﴿ سیئ بهم ساء ظنه بقومه وضاق بهم باضیافه ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ " ولما جاءت رسلنا لوطا سیئ بهم وضاق بهم ذرعا (پ۱۲ ع۷) اور جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط (علیہ السلام) کے پاس آئے تو لوطؑ ان کے آنے کی وجہ سے مغموم ہوئے (کہ وہ بہت حسین نوجوان کی شکل میں آئے اور لوط علیہ السلام نے ان کو آدمی سمجھا اور اپنی قوم کی نامعقول حرکت کا خیال آیا) اور ان کے (آنے کے) سبب بہت تنگدل ہوئے۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں سیئ بهم کے معنی ہیں ساء ظنه بقومه یعنی حضرت لوطؑ اپنی قوم سے بدگمان ہوئے اور ان مہمانوں کی (آمد کی) وجہ سے بہت تنگدل ہوئے

تشریح امام بخاری رحؒ نے حضرت ابن عباس رضؓ کی تفسیر نقل کی اور فرمایا کہ سیئ بهم کے معنی ہیں ساء ظنه بقومه "، اس سے یہ تبلایا کہ سیئ بهم کی ضمیر کا مرجع حضرت لوطؑ کی قوم ہے اور ضاق بهم کی تفسیر میں باضیافه سے اشارہ کیا کہ اس بهم کی ضمیر کا مرجع اضیاف کرام یعنی حضرات ملائکہ ہیں ـــ چونکہ حضرات ملائکہ نہایت حسین وجمیل بے ریش نوجوانوں کی شکل میں آئے تھے، ابتداءً حضرت لوطؑ

نے نہ پہچانا کہ فرشتے ہیں بلکہ مہمان سمجھے۔ ادھر قوم کی بے حیائی اور خوئے بد معلوم تھی، یہ خیال کر کے کہ یہ بدمعاش ان مہمانوں کا پیچھا کریں گے سخت فکر مند اور تنگدل ہوئے۔

ذرعا از باب فتح مصدر کے ایک معنی طاقت کے ہیں، کہا جاتا ہے رجلٌ ضاق بالامر ذراعہ یعنی اس پر قادر نہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہو اور اس سے نکلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو کہتے ہیں ضاق فلان ذرعا بکذا۔

بقطع من اللیل بسواد

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ فاسر باھلك بقطع من اللیل ولا یلتفت منکم احدٌ (پ۱۲ ع۷)

پس آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر (یہاں سے باہر) چلے جائیے، اور تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھے۔ ــــ فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں بقطع من اللیل سے مراد رات کی سیاہی ہے اور یہ تفسیر حضرت ابن عباس رض سے منقول ہے، وقال ابو عبیدۃ ببعض من اللیل وعن قتادۃ بطائفۃ من اللیل (عمدہ)۔

وقال مجاھدٌ أُنیبُ ارجعُ

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ أُنیبُ (پ۱۲ ع۸)

اور مجھ کو جو کچھ (عمل واصلاح کی) توفیق ہو جاتی ہے، صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے (ورنہ کیا میں اور کیا میرا ارادہ) اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف (اتمام امور میں) رجوع کرتا ہوں۔

اور مجاہد نے بیان کیا کہ آیت مذکورہ میں أُنیبُ بمعنی ارجع ہے یعنی میں رجوع کرتا ہوں۔

باب قولہ وکان عرشہ علی الماء

ارشاد خداوندی۔ وکان عرشہ علی الماء (پ۱۲ ع۱) اور اس کا عرش پانی پر تھا ای قبل خلق السماء والارض۔

(۲۰۷) حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیبٌ قال حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ أنّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال قال أنفِق أُنفِقْ علیك وقال یدُ اللّٰہ ملأی لا تَغِیضُھا نفقۃٌ سحّاء اللیلَ والنھارَ وقال ارایتم ما أنفقَ منذُ خلقَ السماءَ والارضَ فانّہ لم یَغِضْ ما فی یدِہٖ وکان عرشہ علی الماء وبیدہ المیزانُ یخفضُ ویرفعُ۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (اے بندے) تو خرچ کر تو میں بھی تم پر خرچ کروں گا (تجھکو دوں گا) اور آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے (اس کا خزانہ بے انتہا ہے) رات اور دن کے مسلسل خرچ اس میں کمی پیدا نہیں کر سکتے اور فرمایا، تم نے دیکھا نہیں کہ جب سے اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے مسلسل خرچ

کئے جارہا ہے لیکن اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہوئی ہے اور (آسمان وزمین بننے سے پہلے) اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں میزان عدل ہے جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے (یعنی رزق کا ترازو اس کے ہاتھ میں ہے جس کے لئے چاہتا ہے جھکا دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے اٹھا دیتا ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث اخرجہ البخاری فی التوحید ایضا ص۱۱۰۲۔

اَنفِقْ اُنفِقْ :۔ بفتح الہمزۃ الاولیٰ وضمہا فی الثانیۃ وجزم الاول بالامر والثانی بالجواب (قسطلانی)
یخفض ویرفع من باب مراعاۃ النظیر ای یخفض من یشاء ویرفع من یشاء ویوسع الرزق علی من یشاء ویقترہ علی من یشاء۔

اعتراك افتعلت من عروتہ ای اصبتہ ومنہ یعروہ واعترانی

اشارہ ہے آیت کریمہ "ان نقول الا اعتراك بعض آلھتنا بسوء" (پ۱۲ ع ۱۵) ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے آپ کو کسی خرابی میں (مثل جنون وغیرہ کے) مبتلا کر دیا ہے (چونکہ آپ نے ان کی شان میں گستاخی کی انھوں نے باؤلا کر دیا اس لئے ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو کہ خدا ایک ہے، میں نبی ہوں،
فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں اعتراک باب افتعال سے ہے، عروتہ سے یعنی میں نے اس کو مبتلائے مصیبت کر دیا اور اسی سے ہے یعروہ اور اعترانی (مطلب یہ ہے کہ عرا یعرو از نصر باب افتعال اعتراء ہے جس کے معنی کسی شئی کی طرف قصور کرنے اور اس پر چھا جانے کے ہیں، تو اعتراک کے معنی ہوئے تجھ پر چھا گیا ہے، تجھ کو خرابی میں مبتلا کر دیا ہے، آسیب پہونچایا ہے۔

اٰخذٌ بناصیتھا ای فی ملکہ وسلطانہ

اشارہ ہے آیت کریمہ "ما من دابۃ الا ھو اٰخذٌ بناصیتھا ان ربی علی صراط مستقیم" (پ۱۲ ع ۵) جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے (یعنی سب اس کے قبضے اور اس کی حکومت میں ہیں) بلاشبہ میرا رب صراط مستقیم پر (چلنے سے ملتا) ہے۔

عنیدٌ وعنودٌ وعاندٌ واحدٌ وھو تاکید التجبر

اشارہ ہے آیت کریمہ "واتبعوا امر کل جبار عنید" (پ۱۲ ع ۵) اور وہ لوگ ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم اور سرکش تھے۔
فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں عنید اور عاند اور عنود سب کے معنی ایک ہیں یعنی سرکش مخالف اور یہ تجبر بمعنی تکبر کرنا کی تاکید ہے یعنی تکبر کا مبالغہ ہے۔

استعمرکم جعلکم عُمّاراً اعمرتہ الدار فھی عُمریٰ جعلتھا لہ

اشارہ ہے آیت کریمہ "ھو انشاکم من الارض واستعمرکم فیھا فاستغفروہ" (پ۱۲ ع ۶) اس نے تم کو

زمین سے (یعنی مٹی سے) پیدا کیا اور تم کو اسی زمین میں آباد کیا (یعنی ایجاد اور ابقاء دونوں نعمتیں عطا فرمائیں پس تم اس سے معافی مانگو)

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں استعمرکم کے معنی ہیں تمکو آباد کیا، بسایا، یعنی عمارت وغیرہ بنا کر بسنے کی قدرت دی، عرب لوگ کہتے ہیں۔ اعمرتہ الدار فھی عمریٰ، یعنی میں نے یہ گھر اس کو عمر بھر کے لئے دیدیا پس وہ عمریٰ ہے میں نے اس کو ہبہ کر دیا۔

نَكِرَهُم وَانْكَرَهُم واستنكرهم واحدٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ فلمّا رآ أيديهم لاتصل اليه نكرهم واوجس منهم خيفة (پ۱۲ ع ۷)

پھر جب دیکھا ابراہیم ؑ نے کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ کھانے تک نہیں پہونچ رہے ہیں تو متوحش ہوگئے اور دل میں ان سے خوفزدہ ہوئے ــــ فرماتے ہیں کہ ابو عبیدہ نے بیان کیا ہے کہ نکِر ثلاثی مجرد اور انکر ثلاثی مزید فیہ اور باب استفعال سے استنکر سب کے معنی ایک ہیں۔

تشریح حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ یہ تین فرشتے جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل علیہ السلام تھے (قرطبی) انھوں نے بشکل انسان آکر ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا، حضرت ابراہیمؑ نے سلام کا جواب دیا اور ان کو انسان سمجھ کر مہمان نوازی شروع کی۔ ـــــ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پہلے وہ انسان ہیں جنھوں نے دنیا میں مہمان نوازی کی رسم جاری فرمائی (قرطبی)

حضرت ابراہیمؑ کے توحش اور خوف کی وجہ حضرت ابراہیمؑ نے جب مہمانوں کے سامنے کھانا پیش کیا اور مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھایا تو ابراہیمؑ کو توحش ہوا کہ آخر یہ کون ہیں؟ کس غرض سے آئے ہیں؟ ہم کھانا پیش کرتے ہیں یہ اسے ہاتھ نہیں لگاتے، اس وقت کے دستور کے موافق جو مہمان کھانے سے انکار کرتا سمجھا جاتا تھا کہ یہ کسی اچھے خیال سے نہیں آیا، ابراہیمؑ گھبرائے کہ اگر آدمی ہیں تو کھانے سے انکار کرنا ضرور کچھ معنی رکھتا ہے اور اگر فرشتے ہیں تو نہ معلوم کس مطلب کے لئے بھیجے گئے ہیں؟ آیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی یا میری قوم کے حق میں کوئی ناخوشگوار چیز لے کر آئے، اسی حیص وبیص میں زبان سے اظہار بھی کر دیا۔ انا منکم وجلون۔ (پ۱۴ ع ۴)

حَمِيدٌ مَجِيدٌ كانّه فعيلٌ من ماجدٍ محمودٌ من حَمِدَ

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ رحمتُ اللّٰہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمیدٌ مجیدٌ (پ۱۲ ع ۷) اے گھر والو! تم پر تو اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں (نازل ہوتی رہتی) ہیں بیشک وہ (اللہ) تعریف کے لائق اور بڑا بزرگ ہے

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں حمید مجید ہے گویا فعیل کے وزن پر ہے، ماجد اسم فاعل سے جس کا معنی ہے بہت کرم کرنے والا، بہت بخشش کرنے والا، اور حمید بمعنی محمود ہے تعریف کیا ہوا، سراہا ہوا اور ماخوذ ہے حَمِدَ سے۔

﴿ سِجِّيلٌ الشديدُ الكبيرُ سِجّيل وسِجّين واللام والنون اختان وقال تميمُ بن مُقبِلٍ ﴾

﴿ ورَجلةٍ يضربون البِيضَ ضاحِيةً ٭ ضربًا تواصىٰ به الابطالُ سِجّينا ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ "وأمطرنا عليها حجارةً من سِجّيل منضودٍ (پ۱۲ ع ۷) اور ہم نے اس سرزمین پر کنکر کے پتھر برسائے جو لگاتار گر رہے تھے یعنی تابڑ توڑ۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں سجّیل کے معنی ہیں سخت اور بڑا اور یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے، سجّیل اور سجّین دونوں لغت ہے اور معنی ایک ہیں اور لام و نون دونوں بہنیں ہیں، یعنی حروف زوائد میں سے ہیں اور بہت قرابت ہے کہ ایک دوسرے سے بدل جاتی ہیں، اور بطور استشہاد تمیم بن مقبل کا ایک شعر پیش کرتے ہیں سه ورجلةٍ الخ بہت سے پیدل چلنے والے چاشت کے وقت ایسی سخت تلواریں مارتے ہیں کہ بہادر آدمی اس کی وصیت کرتے ہیں۔

تشریح ورجلةٍ واوٴ بمعنی رُبّ ہے۔ رجلةٍ بفتح الراء وسکون الجیم جمع راجل خلاف الفارس۔ بیض بکسر الباء الموحدۃ جمع ابیض بمعنی السیف، وفی نسخۃ "یضربون البَیضَ" بفتح الباء جمع بَیضۃ بمعنی خود دہسر اس صورت میں ترجمہ ہوگا، بہت سے پیدل چلنے والے چاشت کے وقت سروں پر ایسی سخت مار مارتے ہیں کہ بہادر آدمی اس کی وصیت کرتا ہے۔

تواصی مضارع ہے بحذف التاء

﴿ والىٰ مَدين اخاهم شعيبًا، الىٰ اهلِ مدينَ لأن مدين بلدٌ ومثله واسألِ القرية واسألِ العِير يعني اهلَ القرية والعِير ﴾

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ مذکورہ (پ۱۲ ع ۸) اور مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا، یعنی مدین والوں کی طرف (مقصد اشارہ کرنا ہے کہ مضاف محذوف ہے) کیونکہ مدین ایک شہر ہے، اور اسی طرح واسأل القرية اور واسأل العِير ہے یعنی مراد اہل قریہ اور اہل عیر ہے، مطلب یہ ہے کہ ان دونوں مثالوں میں بھی مضاف محذوف ہے۔ عِیر بکسر العین بمعنی قافلہ۔ مَدین غیر منصرف ہے علمیت اور عجمہ کی وجہ سے مَدین دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے، جنھوں نے اس بستی کو آباد کیا اور اپنے نام پر مَدین نام رکھا، اسی مدین کی اولاد میں سے حضرت شعیب علیہ السلام ہیں جو اپنی تقریر دلپذیر کی وجہ سے خطیب الانبیاء کے لقب سے نوازے گئے۔

﴿ وراءكم ظِهريًا، يقول لم تلتفتوا اليه ويقال اذا لم يقضِ الرجل حاجته ظهرتَ بحاجتي وجعلتني ظِهريًا وَالظِّهرِيُّ ههنا ان تاخذ معك دابةً أو وِعاءً تستظهر به ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ "قال يٰقوم أرهطي أعزّ عليكم من الله واتخذتموه وراءكم ظِهريًا (پ۱۲ ع ۸)۔ شعیب (علیہ السلام) نے فرمایا، اے میری قوم کیا میرا خاندان تم پر زیادہ زور دار (بھاری) ہے اللہ سے

(کہ تم نے خاندان کا خوف تو کیا اور اس کو (یعنی اللہ تعالیٰ کو) پس پشت ڈال دیا۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں "وراءکم ظہریا" تم نے پس پشت ڈال دیا، یعنی اس کی طرف التفات نہیں کیا (یہ تفسیر باللازم ہے، کیونکہ پس پشت ڈالنا کنایہ ہے بے توجہی سے) جب کوئی کسی کا مقصد پورا نہ کرے تو عرب لوگ کہتے ہیں "ظہرت بحاجتی وجعلتنی ظہریا" یعنی میری ضرورت کو پس پشت ڈال دیا، اور مجھ کو پیٹھ پیچھے کر دیا یعنی میری طرف توجہ نہیں کیا۔

والظھری ھھنا الخ اور ظہری یہاں اس مفہوم کے لئے آیا ہے کہ کوئی اپنے ساتھ جانور یا برتن لے تاکہ (ضرورت کے وقت) اس سے مدد حاصل کرے۔

یہ ٹکڑا ابوذر کی روایت میں نہیں ہے اور یہی صحیح ہے، علامہ قسطلانی رح فرماتے ہیں "لکن ہذا لایصح ان یفسر بہ ما فی القرآن فحذف ھھنا کما لابی ذر اوجہ (قسطلانی ص۲۰۱) لیکن اگر ھھنا سے یہ مراد ہو کہ ہمارے بول چال و محاورے میں تو کوئی حرج نہیں، لیکن آیت قرآنی کا یہ مطلب نہیں جیسا کہ علامہ قسطلانی نے تصریح کر دی۔

✤ اَرَاذِلُنَا سُقَّاطُنَا ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ "وما نراك اتبعك الا الذین ھم اراذلنا بادی الرای" (پ۱۲ ع ۳) ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع انھیں لوگوں نے کیا ہے جو ہم میں بالکل رذیل ہیں سرسری نظر سے"

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں اراذل سے مراد گرے پڑے پنچ قوم ہیں۔

✤ اِجْرامی ھو مصدرٌ من اَجرمتُ وبعضھم یقول جَرمتُ ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ "قل ان افتریتہ فعلیّ اجرامی وانا بریٔ مما تجرمون (پ۱۲ ع ۳) آپ فرمایئے کہ اگر میں نے اس (قرآن) کو خود گھڑا ہے تو مجھ پر ہے میرا گناہ اور جو جرم تم کر رہے ہو میں اس سے بری ہوں۔

فرماتے ہیں کہ اِجرام مصدر ہے اَجرمت سے یعنی باب افعال سے، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ جَرمت یعنی ثلاثی مجرد سے ہے، وہو قول ابی عبیدۃ رح۔

✤ الفُلْكُ والفَلَكُ واحدٌ وجمعٌ وھی السّفینۃ والسُّفُن ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ، "واصنع الفلک باعیننا (پ۱۲ ع۴) اور ہماری نگرانی میں کشتی تیار کر لو

فرماتے ہیں کہ فلک واحد بھی ہے اور جمع بھی، اسی کی طرف اشارہ کیا ہے وہی السفینۃ والسفن سے یعنی اگر واحد ہو تو بمعنی سفینہ ہے کشتی۔ اور اگر جمع مراد ہو تو سفن یعنی کشتیاں۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ فلک بصورت واحد بضم الفاء وسکون اللام بروزن قفل، اور اگر جمع ہو تو بضم الفاء واللام ہوگا بروزن اُسُدٌ

✤ مُجْرٖیھا مَدفعھا وھو مصدر اجریت وارسیت حبست ویقرأ مَرساھا من رَسَتْ ھی ومجراھا من جرت ھی ومُجریھا ومُرسیھا من فُعِل بھا الراسیات الثابتات ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ "وقال ارکبوا فیھا بسم اللہ مجریھا ومرسٰھا" (پ۱۲ ع ۴) اور نوح (علیہ السلام) نے فرمایا

کہ اس کشتی میں سوار ہو جاؤ، اس کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں ایک قرأت مُجرٰیھا ہے بمعنی مدفعہا یعنی مسیرہا اور یہ مجریھا اجریت کا مصدر ہے (یعنی باب افعال کا مصدر میمی ہے، کیونکہ اجریت کا مصدر باب افعال سے اجراءٌ ہے) اور ارسیتُ بمعنی جستُ ہے، مطلب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں مُرسٰاھا ارسیت بمعنی جست سے مصدر میمی ہے جس کے معنی ہیں میں نے روکا، لنگر دیا۔ — اور ایک قرأت ہے مَرْساھا بفتح المیم اور ماخوذ ہے رَسَتْ ھی سے یعنی وہ کشتی رک گئی، ٹھہر گئی اور مَجراھا جرت ھی سے ماخوذ ہے، یعنی وہ کشتی چل پڑی۔

اور ایک قرأت ہے مُجرِیھا ومُرسِیھا (بضم المیم فیہما) معنی ہوگا اس کشتی کا چلانے والا اور ٹھہرانے والا اللہ ہے، مِن فُعِل بھا، یعنی مجہول سے ماخوذ ہے، مطلب یہ ہے معنوں میں مفعول کے ہے (واضح رہے کہ حضرت حفص رحمہ وغیرہ کی قرارت ہے۔ مَجریھا ومُرسٰھا، یعنی بفتح المیم فی الاول وضم المیم فی الثانی فالفتح من الثلاثی والضم من الرباعی۔

الراسیات الثابتات راسیات کے معنی ہیں ثابتات ایک جگہ قائم وثابت رہنے والی۔ واضح رہے کہ یہ لفظ اس سورت میں نہیں ہے بلکہ سورۂ سبا میں ہے، امام بخاری رحمہ نے یہاں مُرسٰھا کی مناسبت سے ذکر کردیا ہے، کیونکہ مادہ دونوں کا ایک ہے۔

✤ باب قولہ۔ ویقول الاشھادُ ھٰؤلاء الذین کذبوا علیٰ ربھم الا لعنۃ اللہ علی الظالمین ✤

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ ویقول الآیۃ، پ۱۲ ع ۲) اور گواہ کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کی نسبت جھوٹ باتیں لگائی تھیں، سن لو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔

اشہاد شاہد کی جمع ہے جیسے صاحب کی جمع اصحاب، یہاں اشہاد سے مراد فرشتے ہیں جو اعمال کی گواہی دیں گے۔

(۲۰۸) ✤ حدثنا مسدّدٌ قال حدثنا یزید بن زُریع قال حدثنا سعیدٌ وھشامٌ قالا حدثنا قتادۃُ عن صفوان بن محرزٍ قال بینا ابنُ عمرَ یطوف اذ عرض رجل فقال یا ابا عبدالرحمٰن اوقال یا ابنَ عمر ھل سمعتَ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فی النجویٰ فقال سمعت النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یُدْنٰی المؤمنُ مِن ربہ وقال ھشامٌ یدنوا المؤمنُ حتی یضع علیہ کنفہ فیُقرِّرہ بذنوبہ تعرف ذنبَ کذا یقول اعرف ربِّ یقول اعرف مرتین فیقول سترتہا فی الدنیا واغفرھا لک الیومَ ثم تُطوٰی صحیفۃ حسناتِہ واما الآخرون او الکفارُ فیُنادیٰ علیٰ رؤس الاشھاد۔ ھٰؤلاء الذین کذبوا علیٰ ربھم وقال شیبانُ عن قتادۃَ حدثنا صفوان ✤

ترجمہ:۔ صفوان بن محرز سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ (ایک بار ایسا ہوا کہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضہ طواف کر رہے تھے، اتنے میں ایک شخص (نام نامعلوم) سامنے آیا اور پوچھا۔ اے ابو عبدالرحمٰن

یا کہا (شک راوی) اے ابن عمرؓ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کے متعلق کچھ سنا ہے ؟ (جو اللہ تعالیٰ مومنوں سے قیامت کے دن کریگا) آپؓ نے کہا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپؐ فرماتے تھے کہ مومن اپنے پروردگار کے قریب لایا جائے گا۔ اور ہشام نے کہا کہ مومن اپنے پروردگار سے قریب ہو جائے گا (مطلب ایک ہی ہے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا ایک جانب اس پر رکھے گا (یہ سایۂ رحمت سے کنایہ ہے) اور اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میں نے ان گناہوں کی دنیا میں پردہ پوشی کی اور آج بھی تمہاری مغفرت کروں گا، پھر اس کی نیکیوں کا دفتر لپیٹا جاویگا (یعنی اس کے ہاتھ میں دیا جائے گا، جیسا کہ دوسرا نسخہ ہے یُعطی الخ) لیکن دوسرے لوگ یا یہ کہا کہ کفار، تو بھرے مجمع میں اعلان کیا جائیگا ھؤلاء الذین الآیۃ۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹ باتیں لگائی تھیں، اور شیبان نے اس حدیث کو قتادہ سے نقل کیا حدثنا صفوان۔

امام بخاری نے وضاحت کردی کہ قتادہ پر تدلیس کا الزام ہے اس لئے عنعنہ معتبر نہیں ہے لیکن شیبان کے طریق میں بجائے عن صفوان کے حدثنا صفوان ہے، فلا اشکال۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث قد مضیٰ فی المظالم ۳۳۰ ۔

النجویٰ:۔ المناجاۃ التی تکون فی القیامۃ بین اللہ تعالیٰ وبین المومنین۔

کنفہ:۔ بفتح النون وھو الجانب والناحیۃ وہذا تمثیل لجعلہ تحت ظل رحمتہ یوم القیامۃ (عمدہ)

✦ باب قولہ وکذالک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وھی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید ✦

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وکذالک الآیۃ پ۱۲ ع ۹) اور آپ کے رب کی دارو گیر ایسی (سخت) ہے کہ جب وہ کسی بستی والوں پر دارو گیر کرتا ہے جب کہ وہ ظلم (و کفر) کیا کرتے ہوں، بلاشبہ اس کی دارو گیر المرسال (اور) سخت ہے

✦ الرفد المرفود العون المعین رفدتہ اعنتہ ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ، وَ اُتبعوا فی ھذہ لعنۃً وَّ یوم القیٰمۃ بئس الرِّفد المرفود (پ۱۲ ع ۹) اور اس دنیا میں بھی لعنت اس کے پیچھے لگادی گئی اور قیامت کے روز بھی برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا، فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ، الرفد المرفود کے معنی ہیں العون المعین مدد جو دی جائے (انعام جو رحمت ہو) عرب لوگ کہتے ہیں رفدتہ یعنی میں نے اس کی مدد کی، پس معلوم ہوا کہ رِفد کے معنی بخشش، انعام اور مدد کے آتے ہیں۔

✦ ترکنوا تمیلوا ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ، ولا ترکنوا الی الذین ظلموا (پ۱۲ ع ۱۰) اور (اے مسلمانو! ان) ظالموں کی طرف ریا جو ان کی مثل ہوں ان کی طرف دلی دوستی سے یا اعمال واحوال میں مشارکت ومشابہت سے) مت جھکو۔

فرماتے ہیں کہ ترکنوا بمعنی تمیلوا ہے، یعنی مائل ہو، جھکو۔

فلولا کان فھلا کان

اشارہ ہے آیت کریمہ: فلولا کان من القرون من قبلکم (پ۱۲ ع ۱۰) پھر کیوں نہ ہوئے ان جماعتوں میں سے جو تم سے پہلے تھیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں فلولا کان کے معنی ہیں ھلا کان، اور قرآن شریف میں اکثر لولا کے معنی ھلا کے ہیں۔

اُترفوا اُھلکو

اشارہ ہے آیت کریمہ: واتبع الذین ظلموا ما اترفوا فیه وکانوا مجرمین پ۱۲ ع ۱۰) اور نافرمان لوگ انھیں لذتوں کے پیچھے پڑے رہ گئے جو ان کو دی گئی تھیں اور وہ تھے مجرم لوگ۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں اُترفوا بمعنی اُھلکوا ہے یعنی ہلاک کئے گئے۔ اصل میں ترف یترف از سمع کے معنی ہیں خوش حال ہونا، آسائش سے زندگی بسر کرنا، ثلاثی مزید باب افعال سے اتراف کے معنی ہیں خوشحالی و دولت مندی سے سرکش و خراب ہونا، اور یہی باعث ہلاکت ہے، مطلب یہ ہے کہ اُترفوا کی تفسیر باللازم ہے۔

وقال ابن عباس زفیرٌ وشھیقٌ صوتٌ شدیدٌ وصوتٌ ضعیفٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ: فاما الذین شقوا ففی النار لھم فیھا زفیر وشھیق پ۱۲ ع ۹) پھر جو لوگ بدبخت ہوں گے وہ تو دوزخ میں ایسے حال میں ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ وپکار پڑی رہے گی۔

فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ زفیر زور کی آواز ہے اور شھیق پست آواز، ائمہ لغات کے مختلف اقوال ہیں، بعض فرماتے ہیں کہ زفیر گدھے کی پہلی آواز ہے اور شھیق اس کی آخری، جب کہ وہ اس کو سینہ کی طرف لوٹاتا ہے، بعض نے کہا کہ زفیر گدھے کی آواز اور شھیق خچر کی آواز، وغیرہ۔

(۲۰۹) **حدثنا** صدقة بن الفضل قال اخبرنا ابو معاویة قال حدثنا بُرید بن ابی بُردة عن ابی بردة عن ابی موسیٰ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انّ الله لیُملی للظالم حتی اذا اخذه لم یفلته قال ثم قرأ، وکذٰلك اَخذُ ربك اذا اخذ القریٰ وھی ظالمة ان اخذه الیمٌ شدیدٌ

ترجمہ:۔ حضرت ابوموسیٰ رض نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو (دنیا میں چند روز) مہلت دیتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر اس کو نہیں چھوڑتا، ابوموسیٰ رض نے بیان کیا پھر حضور ص نے یہ آیت تلاوت فرمائی، وکذٰلک الآیۃ، پ۱۲ ع ۹) ترجمہ گذر چکا ہے۔

تشریح مطابقة للترجمة ظاھرة
والحدیث اخرجه مسلم، ابن ماجہ وغیرہ۔

✽ باب قوله . واقم الصلوة طرفي النهار وزلفا من الليل ان الحسنات يذهبن السيئات ذالك ذكرى للذاكرين ، وزلفا ساعات بعد ساعات ومنه سميت المزدلفة الزلف منزلة بعد منزلة واما زلفى فمصدر من القربى ازدلفوا اجتمعوا ازلفنا جمعنا ✽

ارشاد الٰہی : واقم الصلوٰة الآیة :۔ پ۱۲ ع۱۰) اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر (یعنی اول اور آخر میں) اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیکیاں مٹا دیتی ہیں برائیوں کو یہ (کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں) ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔

زلفا :۔ بضم الزاء وفتح اللام) جمع ہے اس کا واحد زلفة ہے جیسے ظلم جمع ہے ظلمة کی۔ اس کی تفسیر کرتے ہیں ساعات بعد ساعات سے، یہاں بعدیت کا مفہوم نہیں ہے، اصل میں زلفة کے معنی ساعت، وقت اور مرتبہ و درجہ کے ہیں، اسی سے ہے مزدلفہ، چونکہ رات کی گھڑیوں میں آتے رہتے ہیں، اور زلف کے معنی ہیں منازل اس لئے اس کی تفسیر کی ہے منزلة بعد منزلة۔

زلفیٰ :۔ یہ لفظ اس سورت میں نہیں ہے بلکہ سورہ صٓ میں ہے اور مصدر ہے جیسے قربیٰ بمعنی نزدیکی۔

ازدلفوا :۔ بمعنی اجتمعوا ہے یعنی جمع ہوگئے۔ ازلفنا ہم نے جمع کیا۔

تشریح علماء تفسیر کا اس پر اتفاق ہے کہ صلوٰة سے مراد اس جگہ فرض نمازیں ہیں (قرطبی، بحرمحیط) اور اوقات صلوٰة سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک پوری پابندی اور مداومت ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ نماز کو اس کے تمام آداب کے ساتھ ادا کرنا مراد ہے، بعض نے فرمایا کہ نماز کو اس کے افضل وقت میں ادا کرنا مراد ہے، یہی تین اقوال اقم الصلوٰة کی تفسیر میں منقول ہیں اور درحقیقت یہ کوئی اختلاف نہیں یہ سبھی چیزیں اقامت صلوٰة کے مفہوم میں شامل ہیں،

اقامت صلوٰة کا حکم دینے کے بعد نماز کے اوقات کا اجمالی بیان یہ ہے کہ دن کے دونوں طرف میں اقوال مختلف ہیں، بعض سلف کے نزدیک اس میں فجر اور ظہر اور عصر تینوں نمازیں داخل ہیں، گویا دن کے دو حصے کرکے پہلے حصہ میں فجر کو اور دوسرے حصہ میں جو نصف نہار سے شروع ہو کر غروب پر ختم ہوتا ہے دونوں نمازوں یعنی ظہر اور عصر کو شمار کرلیا، اور زلفا من الليل سے مغرب اور عشاء مراد ہیں، اس صورت میں نماز کے پانچوں اوقات آگئے۔

(۲۱۰) ✽ حدثنا مسدد قال حدثنا يزيد هو ابن زريع قال حدثنا سليمان التيمي عن ابي عثمان عن ابن مسعود ان رجلا اصاب من امرأة قبلة فاتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر له ذلك فانزلت عليه "واقم الصلوة طرفي النهار وزلفا من الليل ان الحسنات يذهبن السيئات ذالك ذكرى للذاكرين قال الرجل الي هذا

قال لِمَن عمل بها من امتی ؁

ترجمہ :- حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی (اجنبی) عورت کا بوسہ لے لیا، اس کے بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے بیان کیا تو آپ پر آیت مبارکہ نازل ہوئی، نماز کو دن کے دونوں طرف اور کچھ رات کے حصے میں قائم کیجئے بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔ اس شخص نے کہا (یا رسول اللہ) کیا یہ (نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں) میرے لئے ہی ہے؟ آپ نے فرمایا، میری امت میں سے جو اس پر عمل کرے سب کے لئے ہے۔

تشریح مطابقة للترجمة ظاهرة
والحديث مضى في الصلوة ۵۷ وهنا في التفسير ۶۷۸۔

رجل اصاب الخ هو ابو اليسر (بفتح اليار) كعب بن عمرو وقيل نبهان التمار وقيل عمرو بن غزية وغيره۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ یوسف علیہ السلام

ہكذا فی النسخة الهندیة بتقدیم البسملة وایضا عمدة القاری ولكن فی بعض الشروح بتاخیر البسملة عن السورة

سورۂ یوسف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں۔

شان نزول مع وجہ تسمیہ یہود نے آزمائش کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو بتلائے کہ آل یعقوب ملک شام سے مصر کیوں منتقل ہوئے؟ اور یوسف علیہ السلام کا واقعہ کیا تھا؟ ان کے جواب میں یہ پورا قصہ نازل کیا گیا، جو حضور اقدس صلعم کا معجزہ اور آپ کی نبوت کا بڑا شاہد تھا، اور چونکہ یوسف علیہ السلام کا پورا واقعہ صرف اسی سورت میں ہے اس لئے اس سورت کا نام سورۂ یوسف ہے۔

؁ وقال فضیلٌ عن حُصینٍ عن مجاهدٍ متکا الاترنج قال فضیلٌ الاترنج بالحبشیة متکا وقال ابن عیینة عن رجل عن مجاهد مُتکا کل شیٔ قطع بالسکین ؁

اور فضیل (مشہور زاہد ابن عیاضؒ) نے حُصین (بن عبد الرحمٰن) سے روایت کیا اور انھوں نے مجاہدؒ سے کہ مجاہدؒ نے بیان کیا کہ متکا بمعنی اترنج یعنی لیموں ہے، فضیل نے بیان کیا کہ حبشی زبان میں لیموں کو مُتکا کہتے ہیں، اور سفیان بن عیینہ نے ایک صاحب (نام نامعلوم) کے واسطہ سے مجاہدؒ سے روایت کی کہ متکا ہر وہ چیز جو چھری سے کاٹی جائے۔

تشریح اشارہ ہے آیت کریمہ واعتدت لهن مُتکاً واٰتت کل واحدةٍ منهن سکینا پ۱۲ ع۱۴ اور ان (شہری عورتوں) کے لئے ایک تکیہ دار مجلس تیار کی اور (جب وہ سب آگئیں اور ان

کے سامنے مختلف قسم کے کھانے اور پھل حاضر کئے جن میں بعض چاقو سے کاٹ کر کھانے کی تھیں اس لئے) ہر ایک کو ان میں ایک ایک چاقو (بھی) دیدیا۔

متکا: بضم المیم وسکون التاء الفوقیۃ وتنوین الکاف من غیر ہمز، وہی قراءۃ ابن عباس رض وابن عمر ومجاہد رضی اللہ عنہم وغیرہ جس کے معنی بروایت فضیل، اترنج (بزیادۃ نون بعد الراء وتخفیف الجیم) کے ہیں یعنی لیموں بعض نسخہ میں اُترج بضم الہمزہ وسکون الفوقیۃ وضم الراء وتشدید الجیم ہے وہی لغتان والمعنی واحد، اور سفیان بن عیینہ کی روایت مجاہد ہی سے بواسطہ رجل ہے کہ متکا ہر وہ چیز جو کاٹ کر کھائی جائے۔ قرأت متواترہ جو جمہور کی قراءت ہے مُتَّکأً بضم المیم وتشدید التاء وفتح الکاف وبالہمزۃ المنونۃ اسم مفعول والمعنی مجلس الطعام۔ وقال الزمخشری مُتَّکأً ما یتکأ علیہ من نمارق یعنی مسند تکیہ، ہر دو تفسیر منقول ہے، چونکہ امراء اور رؤساء کے مجلس طعام میں مسند تکیہ کا دستور تھا، البتہ شریعت نے منع فرمادیا ہے۔

وقال قتادۃ لذو علم عامل بما علم

اشارہ ہے آیت کریمہ: وانہ لذو علم لما علمناہ (پ ۱۳ ع ۲) اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے اس وجہ سے کہ ان کو (یعنی یعقوب ع کو) ہم نے علم دیا تھا۔

فرماتے ہیں کہ اور قتادہ نے کہا کہ آیت میں، ذو علم کے معنی ہیں اپنے علم پر عمل کرنے والا۔

وقال ابن جُبیرٍ صواعُ مکوکُ الفارسیِّ الذی یلتقی طرفاہ کانت تشرب بہ الاعاجمُ

اشارہ ہے آیت کریمہ: قالوا نفقد صواع الملک (پ ۱۳ ع ۳) انھوں نے کہا ہم کو بادشاہی پیمانہ نہیں ملتا (یعنی وہ غائب ہے)

اور سعید بن جبیر رح نے کہا کہ آیت کریمہ میں صواع فارس والوں یعنی اہل عراق کا ایک پیمانہ ہے جس کے دونوں طرف مل جاتے ہیں اور عجمی لوگ پیتے تھے، مطلب یہ ہے کہ صواع ایک ایسا ظرف (پیمانہ) ہے جس کے نیچے کا حصہ کشادہ اور اوپر کا حصہ تنگ تھا، قال صاحب الفیض یعنی بہ ظرفا یکون واسعًا من اسفلہ وضیقا من علاہ ھٰکذا (فیض الباری ص ۱۹۳ ج ۴)

مکوک: بفتح المیم وتشدید الکاف المضمومۃ وسکون الواو وفی آخرہ کاف اُخریٰ وہو مکیال معروف لاہل العراق۔

وقال ابن عباس تُفَنِّدون تُجَہِّلون

اشارہ ہے آیت کریمہ: انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون (پ ۱۳ ع ۵) (یوسف ع کے باپ نے کہا) اگر تم لوگ مجھ کو بڑھاپے میں بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو (ایک بات کہوں کہ) مجھ کو تو یوسف کی خوشبو آتی ہے ـــــ اور حضرت ابن عباس رض نے بیان کیا کہ آیت کریمہ میں تُفندون کے معنی ہیں تجہلون یعنی تم جاہل نہ کہو۔ نقصان عقل کی طرف منسوب نہ کرو۔

✦ وقال غیرہٗ غیابۃٌ کلّ شیءٍ غیّب عنك شیئًا فھو غیابۃٌ والجبّ الرّکیّۃ التی لم تُطوَ ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ "وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ (پ۱۲ ع ۱۲) اور ان کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دو تاکہ کوئی مسافر اٹھا کر لے جائے۔

فرماتے ہیں" اور ابن عباس رض کے غیر نے (یعنی ابو عبیدہ نے) کہا کہ آیت میں غیابۃ کے معنی ہیں ہر وہ چیز جو تم سے کسی چیز کو چھپا دے، غائب کر دے تو وہ غیابہ ہے، اور جُبّ وہ کنواں ہے جس کی بندش نہ ہوئی ہو یعنی اوپر مینڈھ نہ ہو۔ غیابۃ الجب کنویں کی تاریکی۔

✦ بمؤمن لنا بمصدق لنا ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ، وترکنا یوسف عند متاعنا فاکلہ الذئب وما انت بمؤمن لنا (پ۱۲ ع ۱۲) اور یوسفؑ کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا، پھر اس کو بھیڑیا نے کھالیا، اور آپ تو ہماری بات ماننے والے نہیں ہیں یعنی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں (کیونکہ ہم سے آپ کو بدگمانی ہے)

✦ اَشُدَّہٗ قبل ان یاخذ فی النقصان یقال بلغ اَشُدَّہٗ وبلغوا اَشُدَّھم وقال بعضھم واحدھا اَشُدٌّ ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ "وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا الآیۃ (پ۱۲ ع ۱۳) اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا کیا۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں اَشُدَّہٗ سے مراد وہ عمر ہے جو نقصان وانحطاط سے پہلے ہو (تیس برس سے چالیس کے درمیان) عرب لوگ کہتے ہیں بلغ اشدہ اور بلغوا اشدّھم یعنی اپنی قوت اور جوانی پر پہونچ گیا، وقال بعضھم: اور بعض یعنی سیبویہ نے کہا کہ اَشُدّ کا واحد شَدٌّ ہے اور یہی منقول ہے، امام کسائی سے۔ وقال ابو عبیدۃ انہ لیس لہ واحد من لفظ۔

✦ والمُتّکأ ما اتّکأتَ علیہ لشراب او لحدیثٍ او لطعامٍ وابطل الذی قال الاترنج ولیس فی کلام العرب الاترنج فلمّا احتجّ علیھم بانّہ المتّکأ من نمارق فرّوا الی شرٍّ منہ فقالوا انّما ھو المُتْكُ ساکنۃ التاء وانّما المتكُ طرف البَظرِ ومن ذالك قیل لھا مَتْكاء وابن المتکاء فان کان ثَمّ اترنج فانّہ بعد المتکاء ✦

اور مُتّکأ (بتشدید التاء وبعد الکاف ہمزہ جمہور کی قرأت کے مطابق اسم مفعول) وہ چیز (یعنی وہ مسند گاؤ تکیہ) ہے جس پر بیٹھنے کے لئے یا بات کرنے کے لئے یا کھانے کے لئے ٹیک لگائے، اور غلط کہا جس نے کہا اترنج (یعنی امام بخاری رح ابو عبیدہ کی تقلید میں کہتے ہیں کہ متکا کا معنی جو مجاہد رح نے اترنج یعنی لیموں کہا ہے وہ غلط ہے) اور کلام عرب میں اترنج نہیں ہے (یعنی متکا کا معنی کلام عرب میں اترنج بالکل نہیں آیا ہے، پھر جب ان کے خلاف دلیل پیش کی گئی کہ متکا کے معنی مسند اور تکیہ کے ہیں تو وہ (یعنی قائل اترنج) اس سے بھی بدتر معنی (جو عقلاً ونقلاً بالکل غلط ہو) بیان کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ لفظ متك تا کے سکون کے ساتھ ہے

یعنی بلا تشدید ہے اور یہ غلط اس لئے ہے کہ مُتک عورت کی شرمگاہ کا کنارہ ہے (جہاں عورت کا ختنہ کرتے ہیں تو ختنہ کے بعد جو حصہ باقی رہتا ہے اس کو مُتک کہتے ہیں) اور اسی وجہ سے عورت کو کہا جاتا ہے مَتکاء (بفتح المیم) اور اسکے بیٹے کو ابن المتکاء (متکاء وابن المتکاء بفتح المیم والتخفیف والمد فیہما وہی التی لم تختتن ویقال البظراء ایضا (قس)، پھر اگر وہاں (یعنی زلیخا کی مجلس میں) لیموں رہا ہوگا تو مسند تکیہ کے بعد ہی ہوگا۔

تشریح دراصل یہاں دو قرآت ہے، ایک قرات ہے بتشدید التا وبعد الکاف ہمزہ، اور یہ قرات متواترہ جمہور کی قرات ہے۔ دوسری قرات بسکون التا بغیر ہمزہ ہے اور یہ قرات شاذہ ہے۔ امام بخاری رہ جمہور کی قرأت کے پیش نظر فرماتے ہیں کہ مُتکا کے معنی اترنج یعنی لیموں درست نہیں ہے بلکہ وہ مسند و تکیہ ہے جس پر ٹیک لگاتے ہیں جیساکہ امراء ورؤساء کی مجلس طعام میں گاؤ تکیہ کا دستور تھا، اور حضرت مجاہد رہ وغیرہ سے جو اترنج منقول ہے اس کا تعلق دوسری قرأت یعنی متکا بلا تشدید سے ہے جس کے معنی اترنج یعنی میٹھا لیموں کے ہیں، نیز طرف البظر یعنی عورت کی شرمگاہ کا کنارہ ہے۔ پس بلا تشدید تخفیف کے ساتھ متک کے دو معنی ہیں اترنج اور طرف البظر، فلا اشکال ولا تعارض

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں۔ قال الکرمانی اراد البخاری ان المتکأ فی قولہ واعتدت لہن مُتّکاً، اسم مفعول من الاتکاء ولیس ہو متکا بمعنی الاترج ولا بمعنی طرف البظر فجار فیہا بعبارۃ معجرفۃ کذا قال فوقع فی اشد مما انکرہ فانہا اسارۃ علی مثل ہذا الامام الذی لا یلیق لمن یتصدی لشرح کلامہ (فتح الباری ص۳۵۹ ج۸)

شغفہا یقال بلغ الی شغافہا وہو غلاف قلبہا اما شعفہا فمن المشعوف

اشارہ ہے آیت کریمہ ”وقال نسوۃٌ فی المدینۃ امرأتُ العزیز تُراوِدُ فتٰہا عن نفسہ قد شغفہا حُبًّا (پ۱۲ ع۱۴) اور چند عورتوں نے جو کہ شہر میں رہتی تھیں یہ بات کہی کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس سے اپنا (ناجائز) مطلب حاصل کرنے کے لئے پھسلاتی ہے (کیسی کمینہ حرکت ہے کہ غلام پر گرتی ہے) اس غلام کا عشق اس کے دل میں جگہ پکڑ گیا ہے الخ

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ”شغفہا حُبًّا“ کے معنی ہیں ”اس (زلیخا) کے دل میں یوسف کی محبت نے جگہ پکڑلی ہے، کہا جاتا ہے بلغ الی شِغافہا اور شغاف دل کا غلاف یعنی پردہ ہے، بہرحال شعفہا تو یہ مشغوف سے نکلا ہے (مطلب یہ ہے کہ ایک قرأت عین مہملہ کے ساتھ ہے جو مشعوف سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں فریفتہ شدہ یعنی یوسف نے اس کو فریفتہ کرلیا۔

تشریح شغف از فتح شغفٌ کا معنی ہے محبت کا دل کے پردوں میں اتر جانا، دل میں سما جانا۔ شغاف دل کا پردہ، حضرات محدثین رہ کے نزدیک بکسر الشین ہے، اور اہل لغت بفتح الشین کہتے ہیں، علامہ عینی رہ فرماتے ہیں ای قد شغف یوسف زلیخا یعنی بلغ حبہ الی شِغافہا بکسر الشین المعجمۃ فی ضبط المحدثین وعند اہل اللغۃ بالفتح وہو غلاف قلبہا وقیل الشغاف حبۃ القلب وقیل ہو علقۃ سوداء فی صمیمہ (عمدہ ص۳۰ ج۱۹)

اَصْبُ اَمِیْلُ

اشارہ ہے آیت کریمہ " وَاِلَّا تصرف عنی کیدھن اصبُ الیھن واکن من الجٰھلین (پ۱۲ ع۱۴) اور (اے خدا) اگر آپ ہی ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کریں تو ممکن ہے کہ میں ان کی طرف مائل ہوجاؤں فرماتے ہیں کہ آیت میں اصبُ بمعنی امیلُ ہے یعنی میں مائل ہوجاؤں گا۔

اضغاثُ احلامٍ مالا تاویل لہ

اشارہ ہے آیت کریمہ " قالوا اضغاثُ احلامٍ ومانحن بتاویل الاحلام بعٰلمین (پ۱۳ ع۱۶) وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ خیالی خواب ہیں اور ہم لوگ خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے ہیں۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں اضغاث احلام کے معنی ہیں خیالی خواب، پریشان خواب جس کی کوئی تعبیر نہیں، یعنی واقع میں جس کی کوئی حقیقت واصل نہ ہو۔ اضغاث جمع ہے ضغث کی جس کا معنی ہے مٹھی بھر گھاس لکڑیوں کا گٹھر تو چونکہ گٹھر میں ہر طرح کی بھلی بری ملی جلی لکڑیاں ہوتی ہیں، اس لئے خوابہائے پریشاں یا طرح طرح کے خیالی خواب کو اضغاث احلام کہتے ہیں۔

وَالضِغث مِلْءُ الیدِ من حشیش وما اشبہَہ ومنہ " خُذْ بِیَدِکَ ضِغْثًا لا من قولہ اضغاث احلام واحدھا ضِغثٌ

اور ضغث کا معنی ہے ہاتھ بھر لینا گھاس سے اور جو اس کے مشابہ ہو تنکے وغیرہ، اور اسی سے ہے (سورہ ص کی آیت) خذ بیدک ضغثا (پ۲۳ ع۱۳) تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو (جس میں سو سینکیں ہوں) نہ ارشاد الٰہی اضغاث احلام سے (مطلب یہ ہے کہ ضغث کا یہ معنی اضغاث احلام میں مراد نہیں ہے بلکہ اضغاث احلام میں خیالی خواب، پریشان خواب مراد ہے، جس کی کوئی تعبیر نہ ہو اور اضغاث کا واحد ضغث ہے۔

نَمِیْرُ مِنَ المِیْرَۃِ

اشارہ ہے آیت کریمہ " ھٰذہٖ بضاعتنا رُدَّت الینا ونمیرُ اھلنا پ۱۳ ع۲) یہ ہماری جمع پونجی بھی تو ہم ہی کو لوٹا دی گئی اور ہم اپنے گھر والوں کے لئے رسد (غلّہ) لائینگے۔
فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں نمیر، میرۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں غلّہ لانا۔

نزداد کیلَ بعیرٍ مایحمل بعیرٌ

اشارہ ہے آیت مذکورہ اسی کی طرف ونمیرُ اھلنا ونحفظ اخانا ونزداد کیل بعیر پ۱۳ ع۲) اور ہم گھر والوں کے لئے غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی خوب حفاظت رکھیں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ غلّہ اور زیادہ لائیں گے۔
فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں کیل بعیر سے مراد ہے کہ ایک اونٹ جو بوجھ اٹھا سکے اتنا غلّہ ہم زیادہ لائیں گے یعنی اگر ہمارے ساتھ ایک آدمی بڑھ جائے تو ایک حصہ بڑھ جائے گا۔

تشریح مجاہدؒ سے منقول ہے کہ یہاں بعیر سے مراد حمار یعنی گدھا ہے، اور مقاتل نے زبور سے نقل کیا ہے کہ عبرانی زبان میں ہر بوجھ اٹھانے والے کو بعیر کہتے ہیں، اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ یوسفؑ کے بھائی کنعان کے تھے اور کنعان میں اونٹ نہیں تھا (عمدہ، فتح، وغیرہ)

اٰوٰی اِلَیْہِ ضَمَّ اِلَیْہِ

اشارہ ہے آیت کریمہ ولما دخلوا علی یوسف اٰوٰی الیہ اخاہ پ۱۳ ع ۲) اور جب یہ لوگ (یعنی برادران یوسف) یوسفؑ کے پاس پہونچے (اور بنیامین کو پیش کرکے کہا کہ ہم آپ کے حکم کے موافق ان کو لائے ہیں) انھوں نے اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھا۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں آوٰی الیہ کے معنی ہیں ضم الیہ اپنے پاس ملالیا اپنے پاس جگہ دی

السقایۃ مکیال

اشارہ ہے آیت کریمہ: فلما جھزھم بجھازھم جعل السقایۃ فی رحل اخیہ. پ۱۳ ع ۳) پھر جب یوسفؑ نے ان کا سامان (غلہ اور روانگی کا) تیار کردیا تو پانی پینے کا برتن (کہ وہی پیمانہ غلہ دینے کا بھی تھا) اپنے بھائی کے اسباب میں رکھدیا۔

فرماتے ہیں کہ، سقایہ کے معنی ہیں پیمانہ۔

تَفْتَؤُ لَا تَزَالُ

اشارہ ہے آیت کریمہ قالو تاللہ تفتؤ تذکر یوسف حتی تکون حرضا او تکون من الھالکین (پ۱۳ ع ۴) بیٹے کہنے لگے بخدا (معلوم ہوتا ہے کہ) تم ہمیشہ ہمیشہ یوسفؑ کی یادگاری میں لگے رہوگے یہانتک کہ گھل گھل کر جاں بلب ہوجاؤگے یا یہ کہ بالکل ہی جاؤگے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں تفتؤ بمعنی لاتزال ہے یعنی تو ہمیشہ رہے گا، برابر رہیگا

تشریح از باب سمع ہے، اور افعال ناقصہ میں سے ہے اصل میں لا تفتؤ تھا چونکہ آیت کریمہ میں تاللہ تفتؤ ہے اس لئے حرف نفی حذف ہوگیا کیونکہ قسم کے ساتھ جب علامت اثبات نہیں ہوتی تو وہ نفی پر محمول ہوتی ہے

حَرَضًا محرضا یُذِیْبُكَ الْھَمُّ

اشارہ ہے آیت کریمہ مذکورہ بالا کی طرف حتی تکون حرضا او تکون من الھالکین۔ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت میں حرضا بمعنی محرضا ہے یعنی مصدر بمعنی اسم مفعول ہے جس کے معنی آتے ہیں مضمحل، بیمار، پھر اس کی تفسیر کرتے ہیں یذیبك الھم یعنی غم آپ کو گھلا دیگا۔

تحسسوا تخبروا۔

اشارہ ہے آیت کریمہ یٰبنیّ اذھبوا فتحسسوا من یوسف واخیہ پ۱۳ ع ۹) اے میرے بیٹو جاؤ

اور یوسف اور ان کے بھائی کی تلاش کرو۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں تَحَسَّسُوْا بمعنی تخبّروا ہے یعنی تم خبر لو، تَحَسُّسٌ کے معنی ہیں خبر لینا، تلاش کرنا، ٹوہ لگانا۔

مزجاةٌ قليلةٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ "وجئنا ببضاعةٍ مزجٰةٍ (پ ۱۳ ع ۴) اور ہم کچھ نکمی چیز لائے ہیں یعنی قلیل پونجی، ناقص دام لائے ہیں فرماتے ہیں کہ آیت میں مُزْجٰة کے معنی قلیل و ناقص کے ہیں۔

تشریح نکمی اور ناقص پونجی سے کیا مراد ہے؟ عکرمہ سے روایت ہے کہ قلیل اور تھوڑی مراد ہے، بعض فرماتے ہیں کہ نکمی اور ردی مراد ہے وقیل بالوں کے رسے اور چمڑا دمشک وغیرہ کچھ معمولی سامان تھے

غاشيه من عذاب الله عامّة مُجَلِّلَةٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ "افامنوان تاتيهم غاشية من عذاب الله اوتاتيهم الساعة بغتة وهم لايشعرون (پ ۱۳ ع ۶) کیا یہ لوگ نڈر ہوگئے اس سے کہ ان پر اللہ کے عذاب کی آفت چھا جائے یا ان پر اچانک قیامت آجائے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں غاشیۃ من عذاب اللہ کے معنی ہیں عامة مجللة ایسا عام و عالمگیر عذاب جو ان کو محیط ہو کسی کو نہ چھوڑے، مجللة بفتح الجیم وکسر اللام الاولی مشددة من جلل الشیٔ اذا عمه صفة لغاشية

باب قوله ويُتِمّ نِعمَتَهٗ عليك وعلٰى اٰل يعقوب كما اَتَمَّها على اَبَوَيك من قبل ابراهيمَ واسحٰق

ای ہذا باب فی قول اللہ تعالیٰ "وَيُتِمّ نعمته الآية پ ۱۲ ع ۱۱) اور اللہ تعالیٰ تم پر اور اولاد یعقوب پر اپنا انعام کامل کرے گا جیساکہ اس سے پہلے تمہارے دو باپوں (یعنی دادا اسحاق اور پردادا ابراہیم علیہما السلام) پر اپنا انعام کامل کرچکا ہے الخ

تشریح خطاب حضرت یوسف علیہ السلام کو ہے۔

(۲۱۱) حدثنا عبد الله بن محمدٍ حدثنا عبدُ الصّمدِ عن عبدالرحمٰن بن عبد الله بن دينارٍ عن ابيه عن عبد الله بن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الكريمُ بنُ الكريمِ ابنِ الكريم ابنِ الكريمِ يوسفُ بنُ يعقوبَ بنِ اسحٰق بنِ ابراهيمَ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم تھے علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

تشریح مطابقته للترجمة من حيث ان المذكور فيها هؤلاء الانبياء الاربعة عليهم السلام مطلب یہ ہے کہ حدیث شریف میں ان چاروں نبیوں کا نام ذکر کیا گیا ہے جن پر نعمت نبوت کو حق تعالیٰ نے پورا فرمایا۔ —— والحدیث مضیٰ فی کتاب الانبیاء ص ۴۷۹

اس حدیث سے حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک خاص فضیلت ثابت ہوتی ہے جو کسی کو حاصل نہیں ہے

کہ مسلسل چار پشت تک نبوت ہے، حضرت یوسفؑ نبی تھے پھر ان کے والد یعقوبؑ پھر ان کے باپ حضرت اسحٰقؑ پھر ان کے والد محترم حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سب کے سب نعمت نبوت سے نوازے گئے وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء، لیکن یہ جزئی فضیلت ہے اس سے کلی فضیلت لازم نہیں آتی۔

باب قوله لقد كان في يوسف واخوته آيات للسائلين

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ لقد کان فی یوسف الآیۃ، پ۱۳ ع ۱۲) یوسف (علیہ السلام) اور ان کے (علاتی) بھائیوں کے قصہ میں (خدا کی قدرت اور آپ کی نبوت کے) دلائل موجود ہیں ان لوگوں کے لئے جو (آپ سے ان کا قصہ) پوچھتے ہیں (کیونکہ یوسفؑ کو ایسی بے کسی اور بے بسی سے سلطنت وحکومت تک پہونچا دینا یہ خدا ہی کا کام تھا جس سے مسلمانوں کے لئے عبرت اور قوت ایمان حاصل ہوگی، اور یہود جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش کے لئے یہ قصہ پوچھا تھا ان کے لئے اس میں دلیل نبوت مل سکتی ہے۔

اسمائے گرامی برادران یوسف

روبیل (بضم الراء وسکون الواو وکسر الموحدہ بعدہا تحتانیہ ساکنۃ ثم لام وہو اکبرہم) و شمعون (بالشین المعجمۃ)، و لاوی یہوذا، دانی، نفتالی (بفاء مثناۃ) کاد، اشیر، ایساخر، ایلون، بنیامین (فتح الباری کتاب الانبیاء پ۱۴)

اور یوسفؑ سمیت بارہ بھائی ہوئے، بعض حضرات سے منقول ہے کہ سب سے بڑا بھائی یہودا تھا واللہ اعلم۔ ان میں سے ہر لڑکا صاحب اولاد ہوا، اور سب کے خاندان پھیلے اور چونکہ یعقوب علیہم السلام کا لقب اسرائیل تھا اس لئے یہ سب بارہ خاندان بنی اسرائیل کہلائے۔

ان بارہ لڑکوں میں دس بڑے لڑکے حضرت یعقوبؑ کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت لیا بنت لیان کے بطن سے تھے، ان کی وفات کے بعد یعقوبؑ نے لیا کی بہن راحیل سے نکاح کرلیا ان کے بطن سے دو لڑکے یوسف علیہ السلام اور بنیامین پیدا ہوئے، اس لئے یوسفؑ کے حقیقی بھائی صرف بنیامین تھے باقی دس بھائی علاتی یعنی باپ شریک تھے، یوسف کی والدہ راحیل کا انتقال بھی ان کے بچپن ہی میں بنیامین کی ولادت کے ساتھ ہوگیا تھا۔

(۲۱۲) حدثنی محمد قال اخبرنا عبدۃ عن عبید اللہ عن سعید بن ابی سعید عن ابی ہریرۃ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس اکرم قال اکرمہم عند اللہ اتقاہم قالوا لیس عن ہذا نسألک قال فاکرم الناس یوسف نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ قالوا لیس عن ہذا نسألک قال فعن معادن العرب تسألونی قالوا نعم فخیارکم فی الجاہلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقہوا

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ انسانوں میں کون سب سے زیادہ شریف ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو (کیونکہ ارشاد الٰہی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) لوگوں نے کہا ہم یہ نہیں پوچھتے

ہیں (یعنی ہمارے سوال کا مقصد نہیں ہے)، آپ نے فرمایا، پھر سب سے زیادہ بزرگ (خاندان کے لحاظ سے) یوسف ؑ اللہ کے نبی ہیں، اللہ کے نبی (یعقوبؑ) کے بیٹے، پیغمبر خدا اسحاق ؑ کے پوتے، پیغمبر خدا ابراہیم خلیل اللہ ؑ کے پڑپوتے، لوگوں نے عرض کیا، ہمارے سوال کا مقصد یہ بھی نہیں ہے، آپ نے فرمایا! اچھا عرب کے خانوادوں کے متعلق تم لوگ مجھ سے پوچھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا، جی ہاں، آپ نے فرمایا: جو لوگ جاہلیت کے زمانے میں شریف وبزرگ سمجھے جاتے تھے اسلام لانے کے بعد بھی وہ شریف ہیں بشرطیکہ دین کی سمجھ حاصل کرلیں۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ: حدیث پاک میں یوسف ؑ کا تذکرہ ہے، اور ان کے متعلق سوال کرنیوالوں کے لئے دلائل شرافت ہیں۔

والحدیث مضی فی کتاب الانبیاء ص۴۷۹۔

اشکال وجواب حضرت یعقوبؑ نے جو یوسف ؑ سے کہا، وکذالک یجتبیک ربک الآیۃ پ۱۲ ع ۱۱) اور اخاف ان یاکلہ الذئب، ان دونوں جملوں میں بظاہر تعارض ہے، کیونکہ پہلے جملہ سے معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب ؑ پورے جزم و وثوق کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ مستقبل میں حق تعالیٰ یوسف کو نعمت اجتباء (یعنی نبوت) سے نوازیں گے، پھر یعقوب ؑ نے نعمت اجتباء کے ظہور سے پہلے کس طرح اظہار خوف فرمایا؟ اخاف ان یاکلہ الذئب یعنی مجھے خوف ہے کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے، اس اشکال کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ اکل ذئب یعنی بھیڑیا کے کھانے کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ بھیڑیا پکڑے اور زخمی کردے، یہ ضروری نہیں ہے کہ بالکل ہلاک ہی کردے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ کا مقصد اس جملہ سے برادران یوسف کو دفع کرنا اور ہٹانا تھا تاکہ ساتھ نہ لے جائے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یعقوب ؑ کا جملہ یجتبیک ربک بطور دعا ہے، اگرچہ لفظا خبر ہے جیسے کہتے ہیں "یرحمک اللہ، رحمہ اللہ وغیرہ پس اگر بھیڑیا کا کھانا ہو بھی تو کوئی اشکال نہیں۔

چوتھا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ یعقوبؑ نے جس اجتباء وبزرگی کی خبر دی وہ یوسف ؑ کو اس واقعہ سے قبل حاصل ہوچکی تھی، مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کی طرح ممکن ہے کہ یوسف ؑ کو بھی بچپن ہی میں عزت ونبوت سے نوازا گیا ہو اگرچہ عام دستور نبوت کے لئے چالیس سال کا تھا، اس جواب پر قرینہ بھی موجود ہے، ارشاد الٰہی، واوحینا الیہ لتنبئنھم بامرھم ھذا وھم لا یشعرون (پ۱۲ ع ۱۲) اور ہم نے اس (یوسفؑ) کے پاس وحی بھیجی (جب برادران یوسف نے یوسف ؑ کو کنویں میں ڈالدیا تو یوسف کی تسلی کے لئے) کہ تم ان لوگوں کو یہ بات جتلاؤ گے (مستقبل میں) اور وہ پہچان بھی نہ سکیں گے (یعنی شاہانہ صورت میں دیکھ کر پہچان نہیں سکیں گے) اس کے علاوہ اور بھی جوابات دیئے گئے ہیں۔

تابعہ ابواسامۃ عن عبید اللہ

ابواسامہ نے اس (عبدہ) کی متابعت کی ہے عبید اللہ سے، مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کو عبدہ کے ساتھ ابواسامہ نے بھی عبید اللہ سے روایت کی ہے۔

باب قوله۔ قال بل سوّلت لكم انفسكم، سوّلت زيّنت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ یعقوبؑ نے کہا (اجی نہیں) بلکہ تمہارے لئے تمہارے دل نے ایک بات گھڑلی ہے۔
یعنی آیت مذکورہ میں سوّلت بمعنی زیّنت ہے یعنی تمہارے دلوں نے ایک من گھڑت بات کو اپنے لئے مزین کرلیا ہے اچھا سمجھ لیا ہے۔

(۲۱۳) حدثنا عبد العزيز بن عبد الله قال حدثنا ابراهيم بن سعد عن صالح عن ابن شهاب ح وحدثنا الحجاج قال حدثنا عبد الله بن عمر النُّميريُّ قال حدثنا يونسُ بن يزيدَ الأيليُّ قال سمعتُ الزهريَّ قال سمعتُ عروةَ بنَ الزبيرِ وسعيد بن المسيّبِ وعلقمةَ بنَ وقاصٍ وعبيدَ اللهِ بنَ عبد الله عن حديث عائشةَ زوجِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم حين قال لها اهلُ الافكِ ما قالوا فبرّأها الله كلٌّ حدثني طائفةً من الحديث قال النبيُّ صلى الله عليه وسلم إن كنتِ بريئةً فسيُبرّئُكِ اللهُ وإن كنتِ الممتِ بذنبٍ فاستغفري اللهَ وتوبي اليه قلت اِنّي والله لا اجد مثلاً الا ابا يوسفَ فصبرٌ جميلٌ والله المستعانُ على ما تصفون وانزل الله۔ اِنّ الذين جاءُوا بالافكِ عُصبةٌ منكم العشر الآياتِ۔

ترجمہ:۔ ابن شہاب امام زہری رحمہ نے بیان کیا کہ میں نے عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیّب اور علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہؓ کے اس واقعہ کے متعلق سنا جس میں تہمت لگانے والوں نے آپ پر تہمت لگائی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکی ظاہر کردی، ان تمام حضرات (یعنی مذکورہ چاروں حضرات عروہ وغیرہ) نے مجھ سے واقعہ کا ایک ایک حصہ بیان کیا (واقعہ بیان کرتے ہوئے انھوں نے بیان کیا کہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (عائشہؓ سے) کہ اگر تو پاک ہے تو اللہ تعالیٰ عنقریب تیری پاکی ظاہر کردے گا، اور اگر تو آلودہ ہوگئی ہے گناہ سے تو اللہ سے مغفرت طلب کر اور اس کے حضور میں توبہ کر (عائشہؓ نے بیان کیا کہ) میں نے عرض کیا، خدا کی قسم میں تو کوئی مثال نہیں پاتی ہوں سوائے یوسف کے والد (یعقوبؑ) کے پس اب صبر ہی بہتر ہے، اور آپ کی اس گفتگو پر اللہ ہی مدد فرمائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے (عائشہؓ کی براءت میں آیت) نازل کی ان الذین جاءُوا بالافك دس آیتیں۔

تشریح: مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ فصبر جمیل مقصد یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کے والد نے فصبر جمیل فرمایا تھا تو چونکہ اس حدیث میں یوسفؑ کے والد محترم کا قصہ ہے اس لئے امام بخاری رحمہ نے یہاں لایا ہے۔ والحدیث قد مضی مطولا فی باب الافک م‍۵۹۳ تا م‍۵۹۶ اور مفصل تشریح دیکھئے نصر الباری کتاب المغازی (از م‍۲۰۳ تا م‍۲۱۳)۔

(۲۱۴) حدثنا موسیٰ قال حدثنا ابو عوانة عن حُصین عن ابی وائل قال حدثنی مسروق بن الاجدع قال حدثتنی اُمّ رومانَ وھی امّ عائشة قالت بینا انا وعائشة اخذتھا الحُمّٰی فقال النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعلّ فی حدیث تحدّث قالت نعم وقعدت عائشة قالت مَثَلی ومَثَلکم کیعقوب وبنیہ "بل سوّلت لکم انفسکم امرا فصبر جمیل واللّٰہ المستعان علی ما تصفون"

ترجمہ: مسروق ابن اجدع کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رض کی والدہ ام رومان نے مجھ سے بیان کیا کہ میں اور عائشہ رض بیٹھے ہوئے تھے کہ عائشہ کو بخار چڑھ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غالباً یہ ان باتوں کی وجہ سے ہوا ہوگا جن کا چرچا ہو رہا ہے، ام رومان نے عرض کیا کہ جی ہاں، اور عائشہ رض بیٹھ گئیں، اور کہنے لگیں کہ میری اور آپ لوگوں کی مثال یعقوب اور ان کے بیٹوں جیسی ہے (یعنی یعقوب م نے بیٹوں سے فرمایا تھا۔ بَلْ سَوَّلَتْ لکم الآیۃ یعنی تمھارے لئے تمھارے دلوں نے ایک بات گھڑلی ہے بس اب صبر ہی بہتر ہے، اور آپ لوگوں کی گفتگو پر اللہ ہی مددگار ہے

تشریح: مطابقته للترجمة ظاهرة۔
والحدیث مرّ فی باب الافک مطولاً ص۵۹۳ وایضا سیاتی فی سورۃ النور ص۶۹۶۔

ص۶۸۰ ✤ باب قولہ "وراودته التی ھو فی بیتھا عن نفسہ وغلّقت الابواب وقالت ھیتَ لک" قال عکرمة ھیت لک بالحورانیة ھلمّ وقال ابن جُبیر تعالہ ✤

اللہ تعالیٰ کا ارشاد، اور جس عورت کے گھر میں وہ تھے وہ اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے پھسلانے لگی اور سارے دروازے بند کردیئے اور کہنے لگی آجاؤ۔
عکرمہ نے کہا "ھیت لک" حورانی زبان میں بمعنی ھلم ہے یعنی آجاؤ اور سعید بن جبیر نے کہا کہ بمعنی تعالہ ہے یعنی آجاؤ، مشہور قول میں اس عورت کا نام زلیخا تھا وقیل راعیل واسم سیدھا العزیز قطفیر بکسر اولہ (فتح)
ھیتَ لکَ دو لفظوں سے مرکب ہے ھیتَ اسم فعل بمعنی امر یعنی آجاؤ لکَ لام حرف جار کَ مجرور متعلق ہے محذوف سے یعنی لک اقولُ میں تجھ ہی سے کہتی ہوں آجاؤ، بعض حضرات کا قول ہے ھیت لک پورا اسم فعل ہے جیسے رُوَیدَ وغیرہ۔ جمہور کے نزدیک عربی لفظ ہے سامنے آنے کی ترغیب کے لئے بولا جاتا ہے۔

تشریح: حورانی حوران کی طرف منسوب ہے جو ملک شام میں ایک شہر یا ایک پہاڑ تھا۔ حوران بفتح الحاء المھملۃ وسکون الواو وبالراء والنون۔

(۲۱۵) ✤ حدثنی احمد بن سعید قال حدثنا بشر بن عمر قال حدثنا شعبة عن سلیمان عن ابی وائل عن ابی عبداللّٰہ بن مسعود قالت ھیت لک قال وانما نقرؤھا کما عُلّمنا ھا

مَثْوَاہُ مُقَامُہ والفیا وجدا الفوا اباءھم الفینا وعن ابن مسعود بل عجبتُ ویسخرون ✦

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی سے روایت ہے کہ زلیخا نے کہا ھَیتَ لکَ (بفتح الہاء) ابن مسعود رض نے فرمایا کہ بلاشبہ ہم اس کو پڑھتے ہیں جس طرح ہمیں اس کی تعلیم دی گئی (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی ہے)

مَثْوَاہُ بمعنی مقام ہے یعنی اس کا ٹھکانہ، اس کی جگہ اشارہ ہے آیت کریمہ وقال الذی اشتراہ من مصر لامرأتہ اکرمی مثواہ الآیۃ پ۱۲ ع ۱۳) اور اس شخص نے جس نے اس کو (یعنی یوسف کو) مصر میں خریدا تھا (یعنی عزیز) اس نے اپنی بیوی سے کہا، اس کا ٹھکانہ باعزت کرو (یعنی اس کو خاطر سے رکھو) والفیا وجدا ۲ اور اَلْفَیَا بمعنی وجدا ہے یعنی دونوں نے پایا اشارہ ہے آیت کریمہ واستبقا الباب وقدت قمیصہ من دبر والفیا سیدھا لدا الباب (پ۱۲ ع ۱۳) اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور (دوڑنے میں جوان کو پکڑنا چاہا تو) اس عورت نے ان کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا، دونوں نے اس عورت کے شوہر کو دروازے کے پاس (کھڑا) پایا۔

الفوا اباءھم اور الفیا سب اسی معنی میں ہیں انھوں نے اپنے باپ دادا کو پایا اور الفینا یعنی ہم نے پایا۔

وعن ابن مسعود الخ اور ابن مسعود رض سے روایت ہے بل عجبتُ ویسخرون" یہ آیت اس سورہ (یعنی سورہ یوسف) میں نہیں ہے بلکہ یہ آیت سورہ صافات کی ہے، پ۲۳ ع ۵)

ترجمہ آیت:- آپ تو (ان کے انکار بعث بعد الموت سے) تعجب کرتے ہیں اور یہ لوگ (انکار سے بڑھ کر) ٹھٹھا کرتے ہیں

تشریح مشہور قرأت عجبتَ بصیغہ خطاب ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے، اس آیت کریمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ آپ تو ان کافروں کی تکذیب وانکار پر تعجب کرتے ہیں اور یہ آپ کے تعجب کا تمسخر کرتے ہیں، دوسری قرارت، حمزہ کسائی اور سعید بن جبیر کی عجبتُ بصیغہ متکلم ہے۔

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ یہاں سورہ صافات کی اس آیت کا ذکر بے محل معلوم ہوتا ہے، ترجمۃ الباب سے کوئی مناسبت نہیں معلوم ہوتی ہے جیسا کہ علامہ عینی رح فرماتے ہیں " لامناسبۃ لذکرہ ھٰھنا " پھر خود ہی علامہ جواب نقل کرتے ہیں " واجاب الکرمانی بقولہ لبیان ان ابن مسعود کما یقرأ ھیتُ بضم التاء یقرأ عجبتُ بضم التاء (عمدہ)

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری رح کا مقصد اس ٹکڑے کو لانے سے یہ بتانا ہے کہ حضرت ابن مسعود رض کی قرأت جیسے ھیتَ بفتح التاء کے بجائے ھیتُ بضم التاء ہے اسی طرح عجبتُ بضم التاء بصیغہ متکلم ابن مسعود رض کی قرأت ہے، پس مناسبت ترجمہ واضح ہوگئی۔

(۲۱۶) ✦ حدثنا الحمیدیُّ قال حدثنا سفیٰنُ عن الاعمش عن مسلمٍ عن مسروق عن عبداللہ رض انّ قریشًا لمّا ابطؤا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالاسلام قال

اللّٰهُمَّ اَكْفِنِيهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ فَاَصَابَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى اَكَلُوا الْعِظَامَ حتى جعل الرجل ينظر الى السماء فيرى بينه وبينها مثل الدخان قال الله۔ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ۔ قال الله۔ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ اَفَيُكْشَفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ وقد مضى الدخان ومضت البطشة ۞

ترجمہ:- حضرت عبداللہ ابن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ قریش نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں تاخیر کی تو آپؐ نے (ان کے حق میں بددعا کی) اے اللہ سات برس کا قحط جیسے یوسفؑ کے زمانہ میں سات برس کا قحط پڑا تھا ان پر بھیجکر مجھ کو ان (کے شر سے بچا چنانچہ ان پر ایسا قحط پڑا کہ ہر چیز کو ختم کر دیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے ہڈیوں کو کھایا، یہاں تک کہ جو شخص آسمان کی طرف دیکھتا تو اپنے درمیان اور آسمان کے درمیان دھواں سا دیکھتا (یعنی شدت بھوک وکثرت فاقہ سے بینائی کمی کمزور ہوگئی کہ جب اوپر دیکھتا تو دھواں سا نظر آتا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا، فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین، پ۲۵ ع ۱۴) اب آپ (ان کے لئے) اس روز کا انتظار کیجئے کہ آسمان ایک واضح دھواں لائے جو ان سب لوگوں پر عام ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عائدون پ۲۵ ع ۱۴) ہم تھوڑی مدت کے لئے اس عذاب کو ہٹا دیتے ہیں (مگر) تم پھر اپنی اسی (پہلی) حالت (کفر) پر آجاؤ گے (اس میں عذاب سے بھی قحط کا عذاب مراد ہے، ابن مسعود رضؓ نے فرمایا) کیا قیامت کے روز ان کافروں سے عذاب کو ہٹایا جائے گا؟ (یعنی نہیں، استفہام انکاری ہے) حاصل یہ کہ دخان کا واقعہ گذر چکا (جو شدت بھوک سے پیدا ہوا) اور پکڑ بھی ہو چکی

تشریح مطابقۃ للترجمۃ من حیث ان فی الحدیث ذکر یوسف، علامہ قسطلانی رحؒ فرماتے ہیں۔ وجہ المناسبۃ بین الحدیث والترجمۃ فی قولہ فجاء ابوسفیان الخ (قسطلانی ص۱۸۷) جس کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کی دوسری روایت میں ہے جب قریش پر قحط کی سختی ہوئی تو ابوسفیان رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا کہ آپ صلہ رحمی وناطہ پروری کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم کے لوگ بھوکے مر رہے ہیں، ان کے لئے دعا کر دیجئے" آپؐ نے دعا فرمائی اور قریش کا قصور معاف کر دیا جیسے حضرت یوسفؑ نے زلیخا کا قصور معاف کر دیا تھا۔

والحدیث قد مضى فی ابواب الاستسقاء ص۱۳۷

۞ بَابُ قَوْلِهِ۔ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ" وحاش وحاشا تنزیه واستثناء حَصْحَصَ وَضَحَ ۞

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:- پھر جب ان (یعنی یوسفؑ) کے پاس قاصد پہونچا (اور عزیز مصر کا پیغام دیا تو) آپ نے فرمایا کہ (جب تک میرا اس تہمت سے بری ہونا اور بے قصور ہونا ثابت نہ ہو جائے گا میں نہ آؤں گا) تو اپنی سرکار کے

پاس لوٹ جا، پھر اس سے دریافت کر کہ (کچھ تم کو خبر ہے) ان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے (مقصد یہ تھا کہ ان کو بلا کر اس واقعہ کی جس میں مجھ کو قید کی گئی تفتیش و تحقیق کی جائے اور عورتوں کے حال سے مراد ان کا واقف ہونا یا ناواقف ہونا ہے حال یوسف سے، اور ان عورتوں کی تخصیص شاید اس لئے کی ہو کہ ان کے سامنے زلیخا نے اقرار کیا تھا ولقد راودتہ عن نفسہ فاستعصم) میرا رب ان عورتوں کے فرقہ کے فریب کو خوب جانتا ہے (یعنی اللہ کو تو معلوم ہی ہے کہ زلیخا کا مجھ پر تہمت لگانا کید تھا مگر عند الناس بھی اس کی تنقیح ہو جانا مناسب ہے، چنانچہ بادشاہ نے ان عورتوں کو حاضر کیا) کہا کہ تمھارا کیا واقعہ ہے، جب تم نے یوسف سے اپنے مطلب کی خواہش کی (یعنی ایک نے خواہش کی اور بقیہ نے اس کی مدد کی کہ اعانت فعل بھی مثل فعل کے ہے، اس وقت تم کو کیا تحقیق ہوا، شاید بادشاہ نے اس طور پر اس لئے پوچھا ہو کہ مجرم سن لے کہ بادشاہ کو اتنی بات معلوم ہے کہ کسی عورت نے ان سے اپنا مطلب پورا کرنے کی بات کی تھی، شاید اس کا نام بھی معلوم ہو اس حالت میں انکار نہ چل سکے گا، پس اس طرح شاید خود اقرار کرے) عورتوں نے جواب دیا کہ حاش للہ۔

حاش (بغیر الف بعد الشین) اور حاشا (الف کے ساتھ) معنی ہے پاکی بیان کرنا اور استثناء کرنا۔ حصحص بمعنی وضح ہے اشارہ ہے آیت کریمہ "الآن حصحص الحق" (عزیز کی بیوی کہنے لگی) اب تو حق بات سب پر ظاہر ہو ہی گئی (یعنی اب اخفاء بیکار ہے جب بات کھل گئی ہے)۔

(۲۱۷) حدثنا سعید بن تلید قال حدثنا عبد الرحمن بن القاسم عن بکر بن مضر عن عمرو بن الحارث عن یونس بن یزید عن ابن شہاب عن سعید بن المسیب و ابی سلمۃ بن عبد الرحمن عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرحم اللہ لوطا لقد کان یاوی الی رکن شدید ولو لبثت فی السجن ما لبث یوسف لاجبت الداعی ونحن احق من ابراہیم۔ اذ قال لہ اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ لوط (علیہ السلام) پر رحم فرمائے بیشک وہ مضبوط اور مستحکم پناہ حاصل کر رہے تھے، اور اگر میں اتنے دنوں تک قید خانہ میں رہ چکا ہوتا جتنے دنوں یوسف م رہے تھے تو بلانے والے کی بات رد نہ کرتا، اور ہم کو بہ نسبت ابراہیم (علیہ السلام) کے (شک ہونا) زیادہ سزاوار ہے جب اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا۔ کیا تجھ کو یقین نہیں؟ تو انھوں نے کہا کیوں نہیں یقین تو ہے پر میں چاہتا ہوں کہ مزید اطمینان قلب حاصل ہو جائے

تشریح: مطابقتہ للترجمۃ من قولہ۔ ولو لبثت فی السجن ما لبث یوسف لاجبت الداعی"
یرحم اللہ لوطا الخ اشارہ ہے آیت کریمہ قال لو ان لی بکم قوۃ او آوی الی رکن شدید (پ۱۲ ع ۷) والحدیث مر فی کتاب الانبیاء ص۱۴۲۔

ولو لبثت فی السجن الخ حضرت یوسف علیہ السلام سات برس سات مہینے اور سات یوم جیل میں رہے

وکان قد لبث سبع سنین وسبعۃ اشھر وسبعۃ ایام وسبع ساعات کما قیل (قسطلانی)
اس حدیث پاک میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوسف علیہ السلام کے غایت تحمل وصبر کی تعریف فرمائی، کہ یوسف علیہ السلام نے جیل میں ایک طویل مدت رہنے پر بھی عجلت نہیں فرمائی بلکہ چاہا کہ یہ بات مدلل ثابت ہوجائے کہ میرا قید ہونا ظلم تھا اس پر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "لاجبت الداعی" علی سبیل التواضع تھا ورنہ آپ تو سید الانبیاء سید الکائنات من کل الوجوہ ہیں۔

باب قولہ "حتی اذا استیئس الرسل"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: حتی اذا استیئس الرسل الآیۃ (پ ۱۳ ع ۲) یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہونے لگے۔

تشریح استیأس بروزن استفعل مشتق ہے یاس سے ضد رجاء۔

(۲۱۸) **حدثنا** عبد العزیز بن عبد اللہ قال حدثنا ابراھیم بن سعد عن صالح عن ابن شھاب قال اخبرنی عروۃ ابن الزبیر عن عائشۃ قالت لہ وھو یسألھا عن قول اللہ تعالیٰ "حتی اذا استیأس الرسل" قال قلت أکذبوا أم کذّبوا قالت کذّبوا قلت فقد استیقنوا ان قومھم کذّبوھم فما ھو بالظن قالت اجل لعمری لقد استیقنوا بذالک فقلت لھا وظنوا انھم قد کذبوا قالت معاذ اللہ لم تکن الرسل تظن ذالک بربھا قلت فما ھٰذہ الآیۃ قالت ھم اتباع الرسل الذین اٰمنوا بربھم وصدقوھم فطال علیھم البلاء واستاخر عنھم النصر حتی اذا استیأس الرسل ممن کذبھم من قومھم وظنت الرسل ان اتباعھم قد کذبوھم جاءھم نصر اللہ عند ذالک

ترجمہ:- امام زہری رح کہتے ہیں کہ مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ ان سے حضرت عائشہ رض نے بیان کیا، درانحالیکہ وہ (عروہ) عائشہ رض سے ارشاد خداوندی "حتی اذا استیأس الرسل" کے متعلق پوچھ رہے تھے، عروہ نے بیان کیا کہ میں نے (عائشہ رض سے) پوچھا کہ آیت کریمہ میں کُذِبوا (بلا تشدید) ہے یا کُذّبوا (تشدید کے ساتھ) ہے؟ (مطلب یہ ہے کہ آیت کریمہ "حتی اذا استیأس الرسل وظنوا انّھم قد کُذِبوا جاءھم نصرنا" میں کذبوا تخفیف کے ساتھ ہے یا ذال کی تشدید کے ساتھ کُذّبوا ہے؟) عائشہ رض نے فرمایا: تشدید کے ساتھ کذّبوا ہے، میں نے (عائشہ رض سے) کہا کہ پیغمبروں کو تو یقین تھا کہ ان کی قوم انھیں جھٹلا رہی ہے پھر ظن سے کیا مراد ہے (یعنی جب پیغمبروں کو یقین ہوچکا تھا تو قرآن پاک نے جو ظنّوا سے بیان کیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟) عائشہ رض نے فرمایا، ہاں اپنی زندگی کی قسم پیغمبروں کو اس کا یقین تھا (یعنی تم نے صحیح کہا) اس کے بعد میں نے عائشہ رض سے کہا۔ "وظنوا انھم قد کُذِبوا (یعنی میں نے کہا اگر آیت میں بلا تشدید تخفیف ذال کے ساتھ پڑھیں جس کے معنی ہیں، پیغمبروں سے جھوٹ کہا گیا (یعنی وعدۂ نصرت میں) عائشہ رض نے فرمایا؛ معاذ اللہ پیغمبروں کو اپنے پروردگار کے ساتھ اس طرح کا کوئی گمان نہیں تھا، میں

نے کہا پھر آیت کا مطلب کیا ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مراد رسولوں کے متبعین ہیں جو اپنے رب پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی لیکن جب ان پر بلاد مصیبت طویل ہوگئی اور مدد آنے پر دیر ہوگئی اتنی کہ پیغمبر اپنی قوم کے ان لوگوں سے مایوس ہوگئے (یعنی پیغمبران کے ایمان لانے سے ناامید ہوگئے) جنھوں نے ان کی تکذیب کی تھی اور پیغمبروں نے گمان کیا (یعنی خیال گذرنے لگا) کہ کہیں ان کے متبعین (یعنی مومنین) ان کی تکذیب نہ کرنے لگیں اس وقت اللہ تعالیٰ کی مدد آپہونچی۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
مزید تشریح بعد والی حدیث میں دیکھئے

(۲۱۹) حدثنا ابوالیمان قال اخبرنا شعیب عن الزہری قال اخبرنی عروۃ فقلت لعلہا کُذِبوا مخففۃً قالت معاذ اللہ نحوہ ✤

ترجمہ :- حضرت عروہ کا بیان ہے کہ میں نے (عائشہ رضی اللہ عنہا سے) کہا شاید آیت میں لفظ کذبوا تخفیف ذال کے ساتھ ہے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "معاذ اللہ" مثل حدیث مذکور۔

تشریح ہذا طریق آخر فی الحدیث المذکور
مشہور قرأت کذبوا ذال کی تخفیف کے ساتھ ہی ہے، ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ قرأت نہ پہونچی ہو اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے ظن بمعنی یقین سمجھ کر اس قرأت کا انکار کیا کہ قرأت تخفیف کی صورت میں تو معنی یہ ہوگا کہ پیغمبر جھوٹ کہے گئے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروں سے جو وعدے کئے تھے وہ غلط تھے حالانکہ قرأت تخفیف کی صورت میں مطلب یہ ہے کہ کافروں کو یہ گمان ہوا کہ پیغمبروں نے جو وعدے کئے تھے وہ غلط تھے اس پر تفصیلی تشریح کے لئے فوائد عثمانی اور معارف القرآن حضرت مفتی شفیع رحمہ اللہ دیکھئے۔

✤ سورۃ الرعد ✤

سورۂ رعد کی تفسیر کا بیان۔

سورۂ رعد مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں تینتالیس آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

✤ بسم اللہ الرحمن الرحیم ✤

✤ وقال ابن عباس کباسط کفیہ مثل المشرک الذی عبد مع اللہ الٰہاً غیرہ کمثل العطشان الذی ینظر الی خیالہ فی الماء من بعید وھو یرید ان یتناولہ ولا یقدر ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ والذین یدعون من دونہ لا یستجیبون لھم بشیءٍ الا کباسط کفیہ الی الماء لیبلغ فاہ الآیۃ پ ۱۳ ع ۸) اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ (اپنے حوائج و مصائب میں) پکارتے ہیں وہ بوجہ عدم قدرت

کے) ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کرسکتے جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہوتا ہو (اور اس کو اشارہ سے اپنی طرف بلا رہا ہو) تاکہ وہ (پانی) اس کے منھ تک (اڑکر) آجاوے اور وہ (از خود) اس کے منہ تک (کسی طرح) پہونچنے والا نہیں، فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا "کباسط کفیہ" یہ مشرک کی مثال ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کی پوجا کرتا ہے اس کی مثال اس پیاسے جیسی ہے جو پانی کا تصور کرکے دور سے اپنے ہاتھوں کو بڑھاتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو حاصل کرے لیکن اس پر قدرت نہیں ہے (یعنی نہیں لے سکتا ہے)

تشریح مشرکین جن بتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنی حاجتوں میں پکارتے ہیں وہ اس پانی کی طرح ہے جو نہ ان کی حاجت کو سنتا سمجھتا ہے اور نہ ان کی حاجت روائی کرسکتا ہے، اور نہ ہی کسی طرح کا نفع پہونچا سکتا ہے۔

✤ وقال غیرہ سخر ذلل ✤

اور حضرت ابن عباس رض کے غیر نے کہا سخر بمعنی ذلل ہے تابعدار کیا

اشارہ ہے آیت کریمہ "وسخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمّٰی (پ۱۳ ع ۷) اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگادیا ہر ایک (ان دونوں میں سے) وقت مقررہ پر چلتا رہتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آفتاب و ماہتاب کو مخلوق کے منافع و مصالح کے لئے تابعدار کیا، کام میں لگادیا جو وقت مقررہ پر چلتا رہتا ہے یعنی فناء عالم اور قیامت تک۔

✤ متجاورات متدانیات ✤

متجاورات کے معنی ہیں آپس میں قریب یعنی ملے ہوئے ہیں، اشارہ ہے آیت کریمہ "وفی الارض قطع متجاورات، الآیۃ پ۱۳ ع ۷) اور زمین میں مختلف قطعے ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے الخ

مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ملے ہوئے قطعے یعنی کھیت ہیں اس کے باوجود مختلف الاثر والخاصیت ہیں کہ کوئی قابل کاشت اور کوئی ناقابل کاشت، کوئی سخت کوئی نرم وغیرہ۔

✤ المثلات واحدها مثلۃ وھی الاشباہ والامثال وقال الا مثل ایام الذین خلوا ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ "وقد خلت من قبلھم المثلات (پ۱۳ ع ۷) حالانکہ ان سے پہلے (اور کفار پر) بہت (سی عذاب کی) نظیریں ہوچکی ہیں۔

فرماتے ہیں کہ مَثُلات بفتح المیم وضم الثلثۃ جمع ہے اس کا واحد مَثُلَۃ ہے جیسے سمرۃ و سمرات، صدقۃ اور صدقات۔ اور مثلات کے معنی ہیں اشباہ و امثال۔

وقال الا مثل ایام الذین خلوا ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اب یہ لوگ صرف ان لوگوں کے مشابہ واقعات کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں، اشارہ ہے آیت کریمہ "فھل ینتظرون الا مثل

ایام الذین خلوا من قبلھم (پ۱۱ ع ۱۵) ترجمہ گذر چکا ہے۔ مقصد یہ بتانا ہے کہ مثل کا مفہوم دونوں آیتوں میں ایک سا ہے یعنی مشابہ۔

تشریح مثلات کی یہ تفسیر ابو عبیدہ کی ہے اور قتادہ سے عقوبات منقول ہے۔ دراصل مثلہ وہ عقوبت اور سزا ہے جو دوسروں کو ارتکاب جرم سے باز رکھنے کے لئے مثال بن جائے یعنی ہلاک سزا جیسے کان، ناک کاٹ دینے کو مُثلہ بضم المیم کہتے ہیں۔

بمقدار بقدر

اشارہ ہے آیت کریمہ " وکل شئی عندہ بمقدار پ۱۳ ع ۸) اور ہر چیز اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے ہے فرماتے ہیں کہ مقدار کا معنی ہے قدر یعنی معین انداز، مقررہ اندازہ کہ نہ اس سے بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔

تشریح آیت کریمہ مذکورہ میں " عندہ بمقدار" علامہ قسطلانی فرماتے ہیں " والعندیۃ یحتمل ان یکون المراد بہا انہ تعالیٰ خصص کل حادث بوقت معین وحالۃ معینۃ بمشیۃ الازلیۃ والارادیۃ السرمدیۃ (قسطلانی ص۲۷۳)

مُعَقِّبَاتٌ مَلَائِكَةٌ حَفَظَةٌ تُعَقِّبُ الاولیٰ منہا الأخریٰ ومنہ قیل العقیب یقال عَقَّبْتُ فی اثرہ

اشارہ ہے آیت کریمہ: لہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ، پ۱۳ ع ۸) اس کے پہرے والے ہیں (باری باری آنے والے فرشتے ہیں) جو بندہ کے آگے اور پیچھے سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ کے حکم سے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں معقبات سے مراد نگہبانی کرنے والے فرشتے ہیں، ان فرشتوں میں سے پہلی جماعت کے بعد دوسری جماعت آتی ہے (یعنی روز و شب میں باری باری آنے والے فرشتے جو بحکم الٰہی انسانوں کی نگہبانی کرتے ہیں، اور اسی سے کہا گیا ہے عقیب، کہا جاتا ہے عقبت فی اثرہ میں اس کے نشان قدم پر پیچھے پیچھے آیا۔

تشریح معقبات معقبۃ کی جمع ہے اس جماعت کو جو دوسری جماعت کے پیچھے آئے، معقبۃ یا متعقبۃ کہا جاتا ہے۔ من امر اللہ میں من بمعنی بار سببیہ ہے جیسا کہ دوسری قرارت میں بامر اللہ بھی منقول ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ فرشتوں کی دو جماعتیں حفاظت کے لئے مقرر ہیں ایک رات کے لئے دوسری دن کے لئے اور یہ دونوں جماعتیں صبح اور عصر کی نمازوں میں جمع ہوتی ہیں، صبح کی نماز کے بعد رات کے محافظ رخصت ہو جاتے ہیں اور دن کا محافظ کام سنبھال لیتے ہیں، اور عصر کی نماز کے بعد یہ رخصت ہو جانے ہیں رات کے فرشتے ڈیوٹی سنبھال لیتے ہیں۔

طبری نے حضرت عثمان رضؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آدمی پر کتنے فرشتے مقرر ہیں؟ آپؐ نے فرمایا دس فرشتے رات میں اور دس فرشتے دن میں معین ہیں ایک دائیں اور ایک بائیں اور دو اس کے آگے پیچھے اور دو اس کے دونوں پہلو پر ہیں اور ایک اس کی پیشانی پر قابض ہے، پس اگر یہ بندہ تواضع اختیار کرتا ہے تو اس کو بلند کرتا ہے اور اگر تکبر کرتا ہے تو اس کو پست کرتا ہے، اور دو فرشتے اس کے دونوں ہونٹ پر جو صرف اس شخص کی حفاظت کرتے ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے اور دسواں فرشتہ سانپ سے بچاتا ہے کہ نیند کی حالت میں سانپ نہ داخل ہو (فتح الباری)

المحال العقوبة

اشارہ ہے آیت کریمہ "وھم یجادلون فی اللہ وھو شدید المحال" اور وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ سخت گرفت کرنے والا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں محال کا معنی ہے عقوبت یعنی عذاب اور یہ تفسیر ابو عبیدہ کی ہے، حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ محال کے معنی ہیں سخت قوت والا۔ نیز محال کے معنی حیلہ اور تدبیر کے بھی آتے ہیں۔

کباسط کفیہ الی الماء لیقبض علی الماء

اسی سورت کے شروع میں اس کی تفسیر و تفصیل مشرکوں کی مثال میں گذر چکی ہے، یہاں دوبارہ لانے کا مقصد فقط معنی بیان کرنا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی پرستش کرتے ہیں، پکارتے ہیں انکو کوئی فائدہ نہیں پہونچیگا، ان کا حال ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھوں کو بڑھائے تاکہ پانی پر قبضہ کرے تو اس کو کوئی فائدہ نہ ہوگا جب تک خود پانی نہ لے صرف ہاتھ بڑھانا مفید نہ ہوگا۔

رابیًا من ربا یربو

اشارہ ہے آیت کریمہ "انزل من السماء ماءً فسالت اودیةٌ بقدرھا فاحتمل السیل زبدًا رابیا، پ ۱۳ ع ۸) اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر (اس پانی سے) نالے (بھرکر) اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے پھر وہ سیلاب (کا پانی) اوپر لے آیا پھولا ہوا جھاگ۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں رابیا ربا یربو ربوًا سے مشتق ہے جس کے معنی پھولنے اور چڑھنے کے ہیں۔

او متاعٍ زبدٌ المتاع ما تمتعت بہ

اشارہ ہے آیت کریمہ "ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیة او متاع زبدٌ مثلہٗ" (یہ ٹکڑا آیت مذکورہ ہی کا ہے اور متصل ہے) اور جن چیزوں کو آگ کے اندر (رکھ کر) زیور یا اور اسباب (ظروف وغیرہ) بنانے کی غرض سے تپاتے ہیں، اس میں بھی ایسا ہی میل کچیل ہے (جو اوپر آجاتا ہے)

فرماتے ہیں کہ آیت میں متاع کے معنی ہیں جس چیز سے تو فائدہ اٹھائے (یعنی برتن وغیرہ)

جُفاءً اجفاتِ القِدرُ اذا غلت فعلاھا الزبدُ ثم تسکنُ فیذھب الزبدُ

بلا منفعة فكذالك يميز الحق من الباطل ۔

اشارہ ہے آیت کریمہ: فاما الزبد فیذھب جفاء، (پ ۱۳ ع ۸) پھر جو جھاگ ہے وہ تو سوکھ کر جاتا رہتا ہے فرماتے ہیں کہ آیت میں جُفاء کا معنی جھاگ اور پھین ہے، اجفات القدر سے ماخوذ ہے، جب ہانڈی نے جوش مارا پس جھاگ اوپر آگیا، پھر جب ہانڈی ٹھنڈی ہوتی ہے تو پھر بے فائدہ جھاگ ختم ہوجاتا ہے، اسی طرح باطل حق سے جدا ہوجاتا ہے ۔

المھاد الفراش

اشارہ ہے آیت کریمہ ۔ ومأوٰھم جھنم و بئس المھاد (پ ۱۳ ع ۸) اور ان کا ٹھکانہ (ہمیشہ کے لئے) دوزخ ہے اور وہ بری قرار گاہ ہے ۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں مِھاد بمعنی فراش ہے یعنی بچھونا، آرام گاہ ۔

یدرؤن یدفعون درأته عنی دفعته

اشارہ ہے آیت کریمہ " ویدرؤن بالحسنة السیئة اولئك لھم عقبی الدار، پ ۱۳ ع ۹) اور یہ لوگ برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں (یعنی بدسلوکی کا مقابلہ حسن سلوک سے کرتے ہیں ۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ " یدرؤن کے معنی ہیں یدفعون، درأتهٗ عنی کے معنی ہیں دفعتہٗ، یعنی میں نے اس کو دور کردیا ۔

سلام علیکم ای یقولون سلام علیکم

اشارہ ہے آیت کریمہ " والملئكة یدخلون علیھم من كل باب سلام علیكم بما صبرتم فنعم عقبی الدار، پ ۱۳ ع ۹) اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آئیں گے اور کہیں گے تم (ہر آفت اور خطرہ سے) صحیح سلامت رہوگے بدولت اس کے کہ تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے، پس اس جہان میں تمھارا انجام بہت اچھا ہے ۔

فرماتے ہیں کہ " ای یقولون سلامٌ علیکم " یعنی یہاں یقولون فعل محذوف ہے ۔

والیه متاب توبتی

اشارہ ہے آیت کریمہ " لا اله الا ھو علیه توكلت والیه متاب (پ ۱۳ ع ۱۰) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کرلیا اور اسی کے پاس مجھ کو جانا ہے ۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں " الیه متاب " کے معنی ہیں الیه توبتی یعنی اسی کی طرف میرا رجوع کرنا ہے مقصد یہ ہے کہ متاب مصدر میمی ہے بمعنی رجوع ۔

افلم ییأس لم یتبین

اشارہ ہے آیت کریمہ: افلم ییأس الذین اٰمنوا ان لو یشاء اللّٰه لھدی الناس جمیعًا، پ ۱۳ ع ۱۰، پھر

کیا ایمان والوں نے نہیں جانا اس بات کو کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تمام آدمیوں کو ہدایت کر دیتا۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں افلم یایئس کے معنی ہیں لم یتبین یعنی کیا ایمان والوں پر یہ بات ظاہر نہیں ہوئی ہے کہ اگر خدا چاہتا تو تمام آدمیوں کو ہدایت دے دیتا۔

قارعۃ داھیۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ: ولایزال الذین کفروا تصیبھم بما صنعوا قارعۃ الآیۃ پ۱۳ ع ۱۰) اور یہ (مکہ کے) کافر تو ہمیشہ (آئے دن) اسی حالت میں رہتے ہیں کہ ان کے کرتوتوں (یعنی بد اعمالیوں کے سبب کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے (کہیں قتل، کہیں قید اور کہیں شکست)
فرماتے ہیں کہ آیت میں قارعۃ کے معنی ہیں داھیۃ یعنی مہلک آفت، سخت مصیبت، قال ابو عبیدہ رح

فاملیتُ اطلتُ مِن المَلِیِّ والملاوۃِ ومنہ مَلِیًّا ویقال للواسع الطویل من الارض مَلًا مِن الارض

اشارہ ہے آیت کریمہ، فاملیتُ للذین کفروا ثم اخذتھم فکیف کان عقاب، پ۱۳ ع ۱۱) سو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر میں نے ان کو پکڑ لیا بس کیسا عذاب تھا (یعنی سخت سزا تھی)،
فرماتے ہیں کہ آیت میں املیتُ بمعنی اطلتُ ہے یعنی میں نے مہلت دراز کر دی، ڈھیل دیدی، یہ مَلِیّ (بفتح المیم وکسر اللام وتشدید الیاء التحتانیہ) اور مِلاوۃ (بکسر المیم) سے مشتق ہے اور اسی سے ماخوذ ہے مَلِیًّا یعنی حدیث جبرئیل میں لبثتُ مَلِیًّا نیز ایک جگہ قرآن پاک میں ہے واھجرنی مَلِیًّا اور کشادہ وطویل زمین یعنی صحرا وبیابان کو ملا من الارض کہا جاتا ہے۔

اشق اشد من المشقۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ: ولعذاب الآخرۃ اشق، پ۱۳ ع ۱۱) اور ان کافروں کیلئے آخرت کا عذاب بہت ہی سخت ہے
فرماتے ہیں کہ آیت میں اشق بمعنی اشد ہے، مشقت سے مشتق ہے یعنی اسم تفضیل کا صیغہ ہے

معقب مغیر

اشارہ ہے آیت کریمہ " واللہ یحکم لامعقب لحکمہ، پ۱۳ ع ۱۲) اللہ حکم کرتا ہے (جو چاہتا ہے) کوئی اس کے حکم کو پیچھے کرنے والا نہیں، یعنی بدلنے والا نہیں۔

وقال مجاھد متجاورات طیبھا خبیثھا السباخ

اشارہ ہے آیت کریمہ: وفی الارض قطع متجاورات، الآیۃ پ۱۳ ع ۷) اور زمین میں مختلف قطعے ہیں، مجاہد رح نے بیان کیا کہ عمدہ زمین اور شور ملے جلے ہیں یعنی بعض عمدہ ہیں اور بعض کھاری ردی زمین ہے، ویران ہے۔

صِنوانٌ النخلتان او اکثر فی اصلٍ واحدٍ وغیر صِنوانٍ وحدھا بماءٍ واحدٍ کصالح بنی آدم وخبیثھم ابوھم واحد

اشارہ ہے آیت کریمہ" ونخیلٌ صِنوانٌ وغیر صِنوانٍ یُسقٰی بماءٍ واحدٍ" پ۱۳ ع ۷) اور کھجور کے درخت) ہیں

جن میں بعض دوہرے ہیں (یعنی ایک جڑ سے دو تنے نکلتے ہیں) اور بعض دوہرے نہیں ہیں (یعنی جڑ سے شاخوں تک دو تنے نہیں ہوتے بلکہ اوپر تک ایک ہی تنہ چلا جاتا ہے جیسے کھجور، تاڑ) سب کو ایک پانی (بارش) سے سینچا جاتا ہے

فرماتے ہیں کہ آیت میں صنوان کا مفہوم ہے کہ ایک جڑ سے دو یا زیادہ شاخیں نکلے ہوں اور غیر صنوان سے مراد ہے کہ ایک جڑ سے ایک ہی تنہ اوپر تک چلا جاتا ہو، مطلب یہ ہے کہ یہ سارے درخت اور درختوں کے پھل ایک ہی زمین سے پیدا ہوتے ہیں، ایک ہی پانی سے سیراب کئے جاتے ہیں، مگر پھر بھی چھوٹے بڑے، میٹھے اور کڑوے کا فرق ہوتا ہے۔ یہ مثال ہے بنی آدم کے صالح اور خبیث کی کہ سب کے باپ یعنی اصل ایک ہیں۔

بخاری ۶۸۱ ❖ السحاب الثقال الذی فیہ الماء ❖

اشارہ ہے آیت کریمہ: ھوالذی یریکم البرق خوفا وطمعا وینشئ السحاب الثقال پ۱۳ ع ۸) وہی ہے جو تم کو بجلی (چمکتی ہوئی) دکھلاتا ہے، جس سے (اس کے گرنے کا) ڈر بھی ہوتا ہے اور (اس سے بارش کی) امید بھی ہوتی ہے اور اٹھاتا ہے بھاری بادل الخ

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں السحاب الثقال سے مراد وہ بادل ہے جس میں پانی بھرا ہوا ہو۔

تشریح سحاب اسم جنس ہے اس کا واحد سحابۃ ہے جس کے معنی بادل کے ہیں، خواہ اس میں پانی ہو یا نہ ہو، ثقال سحاب کی صفت ہے، سحاب ثقال کے معنی ہوئے پانی سے بوجھل بادل۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ وھو جمع سحابۃ۔ الثقال صفۃ سحاب (عمدہ) اس صورت میں اشکال ہوگا کہ الذی فیہ الماء کے بجائے التی فیھا الماء ہونا چاہئے، چنانچہ شیخ الاسلام زکریا کو اشکال ہوا۔ فرماتے ہیں۔ الانسب فیھا الماء (تحفۃ الباری)

لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ اسم جنس ہے یہ مذکر بھی آتا ہے اور مؤنث بھی، مفرد بھی استعمال ہوتا ہے اور جمع بھی، تذکیر کی مثال السحاب المسخر، اور تانیث کی مثال حتی اذا اقلت سحابا ثقالا وغیرہ۔

❖ کباسط کفیہ یدعوا لماء بلسانہ ویشیر الیہ بیدہ فلا یاتیہ ابدا ❖

(یہ ان کافروں کی مثال ہے جو بتوں کو پکارتے ہیں) ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ہاتھ پھیلا کر زبان سے پانی کو بلاتا ہے اور ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرتا ہے (کہ میرے پاس آؤ) سو پانی کبھی بھی اس کی طرف نہیں آئے گا (کیونکہ وہ نہ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے جیسے بت) اس کی تفصیل سورۂ بقرہ میں گذر چکی ہے۔

❖ سالت اودیۃ بقدرھا تملا بطن واد ❖

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا۔ پ۱۳ ع ۸) اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر نالے اپنی اپنی مقدار کے موافق بہنے لگے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں سالت اودیۃ بقدرھا کا مفہوم ہے نالہ کا پیٹ یعنی اندرونی حصہ بھر جاتا ہے اپنی اپنی مقدار کے موافق یعنی چھوٹے نالے میں کم اور بڑے نالہ میں زیادہ پانی بھر کر بہنے لگتا ہے۔

✦ زبدا رابیا زبد السیل خبث الحدید والحلیة ✦

اشارہ ہے آیت مذکورہ بالا کی طرف - ترجمہ گذر چکا ہے۔
فرماتے ہیں کہ زبدا رابیا (پھولا ہوا جھاگ، پھین) سے مراد زبد السیل ہے یعنی بہتے پانی کا جھاگ ہے اور زبد مثلہ (جو اسی آیت کا جزہے) سے مراد لوہے اور زیور کا میل ہے۔

✦ باب قولہ ، اللہ یعلم ما تحمل کل انثی وما تغیض الارحام ، غیض نقص ✦

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :- اللہ یعلم الآیۃ پ ۱۳ ع ۸) اللہ خوب جانتا ہے جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ (یعنی لڑکا ہے یا لڑکی ، نیک ہے یا بد؟) اور جو کچھ سکڑتے ہیں پیٹ اور بڑھتے ہیں (یعنی خوب جانتا ہے جو کچھ ان عورتوں کے رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے کہ کبھی ایک بچہ اور کبھی زیادہ ، کبھی جلدی پیدا ہوتا اور کبھی دیر میں۔
غیض بمعنی نقص سے اشارہ ہے آیت کریمہ "وغیض الماء" پانی کم ہوگیا ۔ چونکہ تغیض اور غیض کا مادہ ایک ہے ، اس لئے امام بخاری رہ نے یہاں لایا ہے۔

(۴۲۰) ✦ حدثنی ابراھیم بن المنذر قال حدثنا معن قال حدثنی مالک عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مفاتیح الغیب خمس لا یعلمھا الا اللہ ولا یعلم ما فی غد الا اللہ ولا یعلم ما تغیض الارحام الا اللہ ولا یعلم متی یاتی المطر احد الا اللہ ولا تدری نفس بای ارض تموت ولا یعلم متی تقوم الساعۃ الا اللہ۔ ✦

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیب کے خزانے پانچ ہیں جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا ، اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ جو عورتوں کے رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے ، اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب برسے گی اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی موت کہاں ہوگی ، اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاھرۃ
والحدیث قد مضی فی کتاب الاستسقاء ص ۱۴۱ وھنا ص ۶۸۱ ۔

علم غیب میں پانچ کا ذکر تخصیص کیلئے نہیں ہے

اس حدیث پاک میں جو پانچ چیزوں کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ان کا علم کسی مخلوق کو نہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی ان کو جانتا ہے ، یہ کوئی تخصیص کے لئے نہیں ہے ، ورنہ سورۂ نمل کی آیت کریمہ سے تضاد و تعارض ہو جائے گا ۔ "قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ" دراصل ایک سائل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ان ہی پانچ چیزوں کے متعلق دریافت کیا تھا ، اس پر سورہ لقمان کی آیت نازل ہوئی " ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا الآیۃ ، پ ۲۱ ع ۱۲

اس آیت میں ان پانچوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔

سورۃ ابراھیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۂ ابراہیم مکی ہے یعنی ہجرت سے قبل نازل ہوئی بجز ایک آیت کے "الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفراً" الآیۃ، یہ مدینہ میں ہجرت کے بعد نازل ہوئی اور بعض حضرات نے دو آیت کو مدنی فرمایا ہے۔ اس سورہ میں باون آیتیں اور سات رکوع ہیں۔ —— یہاں بسملہ صرف ابوذر کی روایت میں ہے قال العلامۃ العینی رح لم تثبت البسملۃ الا لابی ذر وحدہ۔

وجہ تسمیہ چونکہ اس سورۃ میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ذکر ہے اس لئے اس کا نام سورۂ ابراہیم ہے، رہا یہ اشکال کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ تو دوسری سورتوں میں بھی ہے جیسے سورۂ بقرہ، سورۃ الانبیاء، جواب یہ ہے کہ دراصل سورتوں کے اسماء توقیفی ہیں، فلا اشکال۔

حضرت ابراہیم ؑ دنیا کے عظیم تاریخی انسان ہیں جن کو خلیل اللہ جیسا عظیم الشان لقب سے نوازا گیا اور جن سے دو بڑے خاندان ظہور پذیر ہوئے یعنی بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل، حضرت ابراہیم ؑ کو مسلمانوں کے علاوہ یہود، نصاریٰ اور مشرکین سب ہی اپنا جدامجد تصور کرتے ہیں۔

باب قال ابن عباس ھادٍ داعٍ

حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ ھاد کے معنی داعی اور دعوت دینے والے، ہدایت کرنے والے کے ہیں۔

اشارہ ہے آیت کریمہ "انما انت منذر ولکل قوم ھاد" واضح رہے کہ یہ سورہ رعد کی ساتویں آیت کا جز ہے اس لئے اس کی تفسیر کا محل سورۂ رعد ہے، شاید کاتب کی غلطی سے سورۂ ابراہیم میں یہ عبارت آگئی ہے، قال العلامۃ العینی والظاہر ان ذکر ہذا ھنا من بعض النساخ (عمدہ)

وقال مجاھدٌ صدیدٌ قیحٌ و دمٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ "من ورائہ جھنم ویسقٰی من ماءٍ صدید، پ۱۳ ع۱۵) اس کے آگے دوزخ (کا عذاب) ہے اور پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔

اور مجاہد رح نے فرمایا ہے کہ آیت میں صدید کے معنی ہیں پیپ اور خون۔

وقال ابن عیینۃ۔ اذکروا نعمۃ اللہ علیکم ایادی اللہ عندکم وایامہ

اشارہ ہے آیت کریمہ "واذ قال موسیٰ لقومہ اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ انجٰکم من اٰل فرعون" الآیۃ پ۱۳ ع۱۳) اور اس وقت کو یاد کیجئے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جبکہ تمکو فرعون والوں سے نجات دی الخ

فرماتے ہیں، اور سفیان بن عیینہ نے کہا کہ آیت کریمہ میں نعمۃ اللہ سے مراد ہے اللہ کی وہ نعمتیں جو تمہارے پاس ہیں اور اللہ کے ایام و واقعات کو یاد کرو جن میں اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو فرعونیوں سے نجات دی۔

علامہ قسطلانی ایامہ کی تفسیر کرتے ہیں ای بوقائعہ التی وقعت علی الامم الدارجۃ " یعنی ان واقعات کو یاد کرو جو سابقہ امتوں پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے واقعات رونما ہوئے ہیں۔

ایادی ایدی کی جمع ہے جو ید بمعنی نعمت کی جمع ہے۔

✤ وقال مجاهد من كل ما سألتموه ، رغبتم إليه فيه ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ " وسخر لكم الليل والنهار وآتاكم من كل ما سألتموه، پ۱۳ ع ۱۷) اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا اور جو چیز تم نے مانگی (اور وہ تمہارے مناسب حال ہوئی) تمکو ہر چیز دی۔

اور مجاہد نے فرمایا کہ کل ما سالتموہ کا مفہوم یہ ہے کہ جن جن چیزوں کی طرف تم کو رغبت ہے تم کو دی، تم نے مانگا یا نہیں مانگا۔

صدق اللہ تعالیٰ کم من شیئ اعطانا اللہ وما سالناہ ایاہ ولا خطر لنا علی بال

الیہ فیہ سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ رغب کا صلہ الیٰ اور فی دونوں آتا ہے۔

✤ يبغونها عوجا يلتمسون لها عوجا ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ " ويصدون عن سبيل الله ويبغونها عوجا ، پ۱۳ ع ۱۳) اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں یبغونہا کے معنی ہیں یلتمسون لہا یعنی راہ خدا (دین حق) میں کجی تلاش کرتے ہیں۔

✤ وإذ تأذن ربكم أعلمكم آذنكم ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ " واذ تاذن ربکم الآیۃ پ۱۳ ع ۱۴) وہ وقت یاد کرو جب کہ تمہارے رب نے (میرے ذریعہ سے) تمکو اطلاع فرمادی کہ اگر تم شکر کروگے تو تمکو زیادہ نعمت دونگا الخ

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں تاذن بمعنی اَعلم اور آذن ہے اشارہ ہے کہ تاذن ایذان سے ماخوذ ہے جس کے معنی اعلام اور اطلاع کے ہیں۔ — یہاں تاذن کی تفسیر اعلم اور آذن سے کی صرف وضاحت مقصود ہے ورنہ ضرورت نہیں تھی صرف اعلم پر اکتفا کافی تھا چنانچہ بعض نسخہ ہے اعلم ربکم (تحفۃ الباری)

✤ ردوا أيديهم في أفواههم هذا مثل كفوا عما أمروا به ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ " جاءتهم رسلهم بالبينات فردوا أيديهم في أفواههم الآیۃ پ۱۳ ع ۱۴) ان کے پیغمبر ان کے پاس دلائل لے کر آئے تو ان لوگوں نے (جو ان میں کفار تھے) اپنے ہاتھ اپنے منہ میں دبالئے

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ردوا ایدیھم فی افواھھم، یہ ایک مثل ہے عرب کا جو معنی میں ہے کفوا

عمّا امروا بہ کے یعنی جس حق بات کا یہ لوگ حکم دیئے گئے اس سے باز رہے یعنی اللہ کے حکم کو بجا نہیں لایا اور کہنے لگے انا کفرنا بما ارسلتم بہ۔

تشریح جیسا کہ دوسری جگہ آیت ربانی ہے "واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ" پس جب اکیلے ہوتے ہیں تو غصہ سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔

بعض حضرات نے مِثل بکسر المیم فرمایا ہے اس صورت میں معنی ہوگا ردّوا ایدیھم یہ مقصد کے لحاظ سے ماخوذ ہے کفّوا عمّا امروا بہ کے۔

بعض حضرات نے افواھھم کی ضمیر کا مرجع حضرات انبیار کو قرار دیا ہے، یعنی ان کافروں نے اپنے ہاتھ پیغمبروں کے منھ پر ڈال دیئے (مطلب یہ ہے کہ انبیار کی نصیحت کو مانتے تو کیا یہ کوشش کرتے تھے کہ ان کو بات تک نہ کرنے دیں پیغمبر کے منھ پر ہاتھ رکھ دیتے۔ ــــــ ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایدی سے مراد نعمتیں ہیں یعنی نصائح جو دراصل اللہ کی نعمتیں تھیں ان کو پیغمبر کے منہ پر لوٹا دیا یعنی نہیں مانا۔

مَقَامِی حیث یُقِیمُہ اللہ بین یدیہ

اشارہ ہے آیت کریمہ "ذٰلک لِمَن خاف مَقامی وخاف وعید" پ۱۳ ع۱۵) یہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے (مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان ہو جس کی علامت خوف قیامت اور خوف وعید ہے سب کے لئے یہ وعدہ عذاب سے نجات دینے کا عام ہے)

فرماتے ہیں کہ آیت میں مقامی کا مفہوم ہے وہ مقام جہاں اللہ تعالیٰ اپنے سامنے کھڑا کرے گا، یعنی قیامت کے دن حساب و کتاب کے لئے۔

مِن وَّرائہٖ قُدّامہ جھنّم

اشارہ ہے آیت کریمہ "ومن ورائہ عذابٌ غلیظ" پ۱۳ ع۱۵) اور اسکے آگے سخت عذاب ہے۔

آیت کریمہ میں "من ورائہ" کی تفسیر کرتے ہیں قدّامہ یعنی اس کے سامنے، اسکے آگے دوزخ ہے۔

لکم تبعًا واحدھا تابعٌ مثل غَیَب وغائب

اشارہ ہے آیت کریمہ: اِنّا کُنّا لکم تبعًا فھل انتم مغنون عنّا من عذاب اللہ من شیٔ پ۱۳ ع۱۵) ہم لوگ (دنیا میں) تمھارے تابع تھے (حتی کہ دین کی جو راہ تم نے ہم کو بتلائی ہم اسی پر ہو گئے، اور آج ہم پر مصیبت ہے) تو کیا تم خدا کے عذاب کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا سکتے ہو (یعنی اگر بالکل نہ بچا سکو تو کسی قدر بھی بچا سکتے ہو)

فرماتے ہیں کہ آیت میں تبعًا جمع ہے، اس کا واحد تابع ہے جیسے غیب یعنی غائب کی جمع ہے، نیز جیسے خَدَم خادم کی جمع ہے۔

ص۶۸۱ بمُصرِخکم استصرخنی استغاثنی یستصرخہ من الصّراخ

ما شارہ ہے آیت کریمہ " فلا تلوموني ولوموا انفسكم ما انا بمصرخكم وما انتم بمصرخي. پ ۱۳ ع ۱۶) پس تم مجھ (ساری) ملامت مت کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو. نہ میں تمہارا فریاد رس ہوں اور نہ تم میرے فریاد رس ہو.

آیت کریمہ مذکورہ میں مُصرِخکم کے معنی ہیں ما انا مغیثکم یہ تفسیر ابو عبیدہ کی ہے، اہل عرب کہتے ہیں استصرخنی بمعنی استغاثنی اس نے مجھ سے فریاد رسی طلب کی، یستصرخہ ماخوذ ہے صراخ سے جس کے معنی ہیں فریاد، چیخ

و الخلال مصدر خاللته خلالا ويجوز ايضا جمع خلة وخلال

وہ دن جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی.

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں خلال مصدر ہے خاللتہ خلالا کا یعنی از مفاعلت مخالّۃ کا جیسے مقاتلۃ وقتال. اور نیز جائز ہے کہ خلّہ کی جمع ہو جیسے ظلّۃ وظلال، برمۃ وبرام، خلۃ وخلال

اجتثت استوصلت

اشارہ ہے آیت کریمہ " وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ. پ ۱۳ ع ۱۶) اور گندہ کلمہ کی (یعنی کلمۂ کفر و شرک کی) مثال ایسی ہے جیسے ایک خراب درخت ہو (مراد درخت حنظل ہے) کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جائے گا (اور) اس کو (زمین میں) کچھ ثبات نہ ہو.

فرماتے ہیں کہ اجتثت بمعنی اُستوصِلت ہے یعنی جڑ سے اکھاڑ لیا گیا. اجتثاث کے معنی ہیں اکھاڑنا.

باب قوله كشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها في السماء تؤتي اكلها كل حين

اللہ تعالیٰ کا ارشاد " كشجرة طيبة الآية پ ۱۳ ع ۱۶) اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی کلمہ طیبہ یعنی کلمۂ توحید و ایمان کی) کہ وہ مشابہ ہے ایک پاکیزہ درخت کے، مراد کھجور کا درخت ہے، جس کی جڑ (زمین کے اندر) خوب گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں جا رہی ہو اور ہر وقت (یعنی جب اس کی فصل کا وقت آجائے) اپنا پھل دیتا ہو (یعنی خوب پھلتا ہو کوئی فصل ماری نہ جاتی ہو.

اسی طرح کلمۂ توحید یعنی لا الٰہ الا اللہ کی شہادت ایک جڑ ہے، یعنی اعتقاد جو بہت مستحکم اور مضبوط ہے، دنیا کے حوادث اس کو ہلا نہیں سکتے، مومنین کاملین، صحابہ و تابعین بلکہ ہر زمانہ کے پختہ مسلمانوں کی ایسی مثالیں کچھ کم نہیں کہ ایمان کے مقابلہ میں نہ جان کی پرواکی نہ مال کی اور نہ کسی اور چیز کی.

خلاصہ اس تشبیہ کا یہ ہوا کہ جس طرح نخلہ کی جڑ زمین میں ثابت ہے اور فرع اس کی آسمان کی طرف ہے اسی طرح مومن کا ایمان تو اس کے قلب میں مضبوط ہے یعنی تصدیق جو ایمان کی جڑ ہے اور اعمال جو بمنزلہ شاخ کے ہے وہ سمار قبولیت تک پہونچتے ہیں.

(۳۲۱) **حدثني عبيد بن اسمعيل عن ابي اسامة عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر** قال كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اخبروني بشجرة تشبه او كالرجل المسلم لا يتحات ورقها ولا ولا ولا تؤتي اكلها كل حين قال ابن عمر فوقع في نفسي انها النخلة ورأيت

ابا بكر و عمر لا يتكلمان فكرهتُ ان اتكلم فلما لم يقولوا شيئا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هى النخلة فلما قمنا قلت لعمر يا ابتاه والله لقد كان فى نفسى انها النخلة فقال ما منعك ان تكلم قال لم ارکم تکلمون فکرهت ان اتکلم او اقول شيئا قال عمر لان تکون قلتها احب الى من كذا وكذا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ ہملوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے آنحضورؐ نے (حاضرین سے) دریافت فرمایا: تم لوگ ایسا درخت بتاؤ جو مشابہ ہے مسلمان کے، یا (آپ نے فرمایا کالرجل المسلم شک راوی) مرد مسلم کے مانند ہے، جس کے پتے نہیں گرتے اور نہ یہ ہوتا اور نہ یہ ہوتا (یعنی آپؐ نے اس کی تین صفتیں اور بیان فرمائیں جس کو راوی نے صرف تین مرتبہ لا کے ذکر کرنے پر اکتفار کیا، ای لا ینقطع ثمرہا ولا یعدم فیئھا ولا ینقطع نفعہا، یعنی اس کا میوہ موقوف نہیں ہوتا اس کا سایہ نہیں مٹتا، اور اس کا فائدہ معدوم نہیں ہوتا) وہ اپنا پھل ہر وقت (ہر فصل میں) دیتا ہے۔ ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن میں نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں خاموش ہیں تو میں نے (ان بزرگوں کے سامنے) بولنا مناسب نہیں سمجھا، پھر جب کسی نے کچھ جواب نہ دیا، تو آنحضورؐ نے خود ہی فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے پھر جب ہم لوگ مجلس سے اٹھے تو میں نے (والد محترم) عمرؓ سے کہا، والد صاحب! خدا کی قسم میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ کہدوں وہ کھجور کا درخت ہے، تو عمرؓ نے کہا تم کو کہنے سے کس چیز نے روکا؟ (یعنی کیوں نہیں کہا) ابن عمرؓ نے کہا" میں نے دیکھا کہ آپ حضرات کچھ نہیں بول رہے ہیں تو میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ آگے بڑھ کر کچھ بات کروں، عمرؓ نے فرمایا اگر تو نے بتادیا ہوتا (کہدیا ہوتا) تو مجھکو اس سے زیادہ خوشی ہوتی (یعنی سرخ سرخ اونٹ سے زیادہ خوشی ہوتی)

تشریح مطابقته للترجمة من حيث ان الشجرة الطيبة هى النخلة على قول الجمهور۔ والحديث مرّ فى كتاب العلم فى اربعة مواضع ص۱۴ ص۱۶ ص۲۴ ص۲۹۴ وهنا فى التفسير ص۶۸۱. وفى كتاب الادب ص۹۰۰ وفى الاطعمة ص۸۱۹ اسکے علاوہ مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی ذکر کیا ہے۔

وجہ شبہ بین المسلم والنخلة کھجور کا کوئی جز بیکار نہیں جاتا اس درخت کا ہر جز کارآمد اور نافع ہے اس کا پھل نہایت شیریں لذیذ اور مفید ہے، پھل کچا اور پختہ طرح طرح کھایا جاتا ہے، پھر پختہ ہونے پر سکھا کر سال بھر کھاتے ہیں اس کی گٹھلی چوپایوں کی غذا ہے، یہ درخت ہمیشہ ہرا بھرا رہتا ہے موسم خزاں میں بھی اس کے پتے نہیں گرتے، اس کے تنے کا مکانوں میں ستون لگاتے ہیں اس کے پتوں سے چٹائیاں اور ٹوکرے بناتے ہیں، غرض کہ یہ درخت بجمیع اجزار کارآمد اور نافع ہے اسی طرح مسلم کامل کا ہر فعل نافع ہوتا ہے ويدل عليه ما رواه المصنف فى كتاب الاطعمة ص۸۱۹ فقال النبى صلى الله عليه وسلم إن من الشجر لما بركة كبركة المسلم، الحديث۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ طلبہ کے امتحان کے لئے استاد سوال کرسکتا ہے ۲۔ اکابر و اساتذہ کی مجلس میں ادب و احترام ملحوظ رہنا چاہئے، بلاضرورت بات نہیں کرنا چاہئے ۳۔ اگر کوئی بزرگ امتحان کیلئے کوئی سوال کرے اور اس کا جواب ذہن میں آجائے تو نہایت ادب سے عرض کردینا چاہئے ۴۔ یہ ہوسکتا ہے اور ہوتا ہے کہ کوئی نکتہ اکابر علماء کے ذہن میں نہ آئے اور کسی بچہ کے ذہن میں آجائے ۵۔ علمی چیستان اس نیت سے پوچھنا کہ تلامذہ کے ذہن میں تیزی پیدا ہو یعنی علمی ذکاوت بڑھانے کے لئے پوچھنا جائز ہے، لیکن علماء کا امتحان لینے یا ان کی توہین کرنے کی نیت سے پوچھنا حرام ہے۔

مزید تفصیل و تشریح کتاب العلم میں ان شاء اللہ۔

باب قوله يُثَبِّتُ اللّٰهُ الذين آمنوا بالقول الثابت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ یثبت اللہ الآیۃ (پ ۱۳ ع ۱۶) اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس مضبوط بات (یعنی کلمہ طیبہ ثابت الاصل کی برکت) سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی برکت سے مرتے دم تک ایمان پر قائم رہتا ہے اور آخرت یعنی برزخ میں بھی بتائید ربانی اس کلمہ پر قائم رہے گا، اور لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیگا۔

(۴۲۲) حدثنا ابوالولید قال حدثنا شعبة قال اخبرنی علقمة بن مرثد قال سمعت سعد بن عبيدة عن البراء بن عازب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال المسلم اذا سُئل فی القبر يشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله فذلك قوله يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فی الحيوٰة الدنيا وفی الآخرة

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ شہادت دیتا ہے یعنی کہتا ہے اشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول اللہ، پس یہی مفہوم ہے ارشاد الٰہی یثبت اللہ الذین آمنوا، الآیۃ کا۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة۔
والحدیث مر فی الجنائز ص۱۸۳ وههنا فی التفسیر ص۶۸۲

کتاب الجنائز ص۱۸۳ کی ایک حدیث ہے کہ آیت کا نزول عذاب قبر کے سلسلے میں ہوا ہے۔

باب قوله الم تر الى الذين بدلوا نعمة الله كفرًا، الم تعلم كقوله الم تر كيف، الم تر الى الذين خرجوا، البوار الهلاك بار يبور بورًا قومًا بورًا هالكين

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: الم تر الی الذین الآیۃ، پ ۱۳ ع ۱۷) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کے معاوضہ میں کفر کیا (یعنی نعمت خداوندی کے شکر کے بجائے کفر کیا)۔

الم تر یعنی الم تعلم ایسا ہی ہے جیسے الم تر کیف فعل ربک، الم تر الی الذین خرجوا، وہذا قول ابی عبیدۃ علامہ عینی رح فرماتے ہیں، قلت ہذہ الکلمۃ تقال عند التعجب من الشئ وعند تنبیہ المخاطب کقولہ الم تر الی الذین خرجوا

من دیارہم، الم ترالی الذین او توا نصیباً من الکتٰب ۔

البوار بمعنی ہلاک ہے، یہ بار یبور بوراً سے ماخوذ ہے، اور مصدر ہے اشارہ ہے، واحلوا قومھم دار البوار" اسی سے ہے قوماً بوراً بمعنی ہلاک ہونے والے، بائر کی جمع ہے جیسے حائر حور کی جمع ہے، اور یہ لفظ سورہ فرقان کا ہے وکانوا قوماً بوراً پ۱۸ ع ۱۷) لیکن مادّہ کی مناسبت سے امام بخاری رہ نے یہاں ذکر کردیا۔

(۲۲۲) حدثنا علی بن عبداللہ قال حدثنا سفیٰن عن عمرو عن عطاء سمع ابن عباس الم تر الی الذین بدّلوا نعمۃ اللہ کفراً قال ھم کفار اھل مکۃ ◆

ترجمہ:۔ عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے، انھوں نے حضرت ابن عباس رض سے سنا کہ آیت کریمہ میں الذین بدلوا نعمۃ اللہ سے مراد کفار مکہ ہیں۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مرّ فی کتاب المغازی دیکھو نصر الباری کتاب المغازی غزوۂ بدر۔

بخاری ص ۶۸۲ ۔

سُوْرَۃُ الحِجْر

سورۂ حجر مکہ میں نازل ہوئی اس کی ننانوے آیات اور چھ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ حجر ایک بستی کا نام ہے جو مدینہ منورہ اور شام کے درمیان واقع ہے، اس بستی میں قوم ثمود آباد تھی تو چونکہ اس سورت میں اس بستی کا ذکر ہے اس لئے یہ سورہ اس نام سے موسوم ہوئی۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے نصر الباری کتاب المغازی ص ۴۹۱ ۔

◆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ◆

◆ وقال مجاھد صراط علیّ مستقیمٌ الحق یرجع الی اللہ وعلیہ طریقہ ◆

اور مجاہد رہ نے فرمایا کہ آیت کریمہ صراط علیّ مستقیم پ۱۴ ع ۳) کے معنی ہیں وہ حق جو اللہ تعالیٰ تک پہونچتا ہے۔ اور اسی راہ حق پر چل رہا ہو یعنی اس راستہ پر چل کر اللہ تعالیٰ کا مقرب ہوجاتا ہے۔

◆ وقال ابن عباس لعمرک لعیشک ◆

اشارہ ہے آیت کریمہ " لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون (پ۱۴ ع ۵) آپ کے جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔

ابن عباس رض نے فرمایا کہ آیت مذکورہ میں لعمرک بمعنی لعیشک ہے یعنی آپ کے جان کی قسم الخ

◆ قومٌ منکرون انکرھم لوطٌ ◆

اشارہ ہے آیت کریمہ " فلما جاء اٰل لوط المرسلون قال انکم قوم منکرون ۔ پ۱۴ ع ۴) پھر جب فرشتے خاندان لوط (علیہ السلام) کے پاس آئے (تو چونکہ فرشتے بشکل بشر تھے اس لئے) کہنے لگے تم لوگ تو اجنبی معلوم

معلوم ہوتے ہو، یعنی آیت مذکورہ میں قوم منکرون کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان فرشتوں کو اجنبی سمجھا۔

وقال غیرہ کتاب معلوم اجل

اشارہ ہے آیت کریمہ، وما اھلکنا من قریۃ الا ولھا کتاب معلوم (پ۱۴ ع ۱) اور ہم نے جتنی بستیاں (کفر کی وجہ سے) ہلاک کی ہیں ان سب کے لئے ایک معین وقت لکھا ہوا ہوتا رہا ہے۔

اور ابن عباس رضہ کے غیر نے یعنی ابو عبیدہ رہ نے کہا کہ آیت میں کتاب سے مراد اجل یعنی مدت ہے پس کتاب معلوم کے معنی ہوئے مقررہ مدت۔

لوما تاتینا ھلا تاتینا

اشارہ ہے آیت کریمہ:- لوما تاتینا بالملئکۃ ان کنت من الصدقین پ۱۴ ع ۱) اگر تم (نبوت کے دعوے میں) سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتے۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں، لوما، بمعنی ھلا ہے، یعنی لو یہاں تخصیص کے لئے ہے۔

شیع امم والاولیاء ایضا شیع

اشارہ ہے آیت کریمہ:- ولقد ارسلنا من قبلك فی شیع الاولین پ۱۴ ع ۱) اور ہم نے آپ سے پہلے بھی پیغمبروں کو اگلے فرقوں میں (امتوں میں) بھیجا تھا۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں شیع کے معنی ہیں اُمَمٌ یعنی امتیں، اُمَم، امت کی جمع ہے اور نیز اولیاء پر بھی شیع کا اطلاق ہوتا ہے۔ شیع جمع ہے شیعۃ کی جس کے معنی ہیں فرقہ، نیز مددگار کے بھی آتے ہیں، مقصد یہ ہے کہ ہم نے ہر فرقہ اور ہر گروہ کے اندر رسول بھیجے ہیں۔ — نیز شیعہ ایک فرقہ ہے فرق ضالہ میں سے۔

آیت میں لفظ الی کے بجائے فی شیع الاولین فرماکر اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ ہر گروہ کا رسول اسی گروہ کے لوگوں میں سے بھیجا گیا تاکہ لوگوں کو اس پر اعتماد کرنا آسان ہو اور یہ بھی ان کی طبائع اور مزاج سے واقف ہو کر ان کی اصلاح کے لئے مناسب پروگرام بنا سکے

وقال ابن عباس یھرعون مسرعین

قال العلامۃ العینی رہ ہذا لیس من ہذہ السورۃ وانما ہو من سورۃ ہود الخ مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ یُھرعون اس سورہ حجر کا نہیں ہے بلکہ سورۂ ہود کا ہے۔

اشارہ ہے آیت کریمہ وجاءہٗ قومہ یُھرعون الیہ، پ۱۲ ع ۷) ای جاء لوطا قومہ۔

یہاں غالباً کاتب کی غلطی سے درج ہوا ہے۔

ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ آیت مذکورہ میں یُھرعون کے معنی تیز چلتے ہوئے دوڑتے ہوئے۔

للمتوسمین للناظرین

اشارہ ہے آیت کریمہ: اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِلْمُتَوَسِّمِیْنَ، پ۱۴ ع۴) بلاشبہ اس واقعہ میں بہت سی نشانیاں ہیں اہل بصیرت کے لئے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں متوسّمین کے معنی ہیں للناظرین کے یعنی دیکھنے والوں کے لئے، توسّم کے معنی ہیں علامات دیکھ کر شناخت کرلینا مادہ وسم ہے۔

✦ سُکِّرَتْ غُشِّیَتْ ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ: اِنَّمَا سُکِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ" پ۱۴ ع۱) ہماری نظربندی کردی گئی بلکہ ہم لوگوں پر جادو کر رکھا ہے۔

فرماتے ہیں کہ سُکِّرَتْ بمعنی غُشِّیَتْ ہے یعنی پردہ ڈال دیا گیا، نظربندی کردی گئی۔

✦ بُرُوْجًا مَنَازِلَ لِلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ: وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَاءِ بُرُوْجًا وَّزَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ" پ۱۴ ع۲) اور البتہ ہم نے آسمان میں بُرج بنائے ہیں اور اس کو دیکھنے والوں کے لئے مزین کردیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں بروج سے مراد سورج اور چاند کی منزلیں ہیں اور ائمہ تفسیر حضرت مجاہد اور قتادہ وغیرہ نے بروج کی تفسیر نجوم سے کی ہے یعنی بڑے ستارے مراد ہیں۔

✦ لَوَاقِحَ مَلَاقِحَ مُلْقِحَةً ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ: وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً، پ۱۴ ع۲) اور ہم ہی بوجھل ہواؤں کو بھیجتے ہیں پھر ہم ہی آسمان سے پانی برساتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں لواقح بمعنی ملاقح ہے جو ملقحۃ کی جمع ہے۔

لواقح:- لاقحۃ کی جمع ہے بمعنی باردار، وہ ہوائیں جو پانی سے بھرے ہوئے بادل کو بطور حمل کے اٹھاتی ہیں اور یہی معنی ہے ملاقح کا جو ملحقۃ کی جمع ہے۔

✦ حَمَاٍ جَمَاعَةُ حَمَاةٍ وَهُوَ الطِّیْنُ الْمُتَغَیِّرُ وَالْمَسْنُوْنُ الْمَصْبُوْبُ ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ: "لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ" پ۱۴ ع۳) میں ایسا نہیں کہ ایک ایسے بشر کو سجدہ کروں جس کو آپ نے پیدا کیا ہے کھنکھناتی ہوئی مٹی سے جو سڑے ہوئے گارے کی بنی ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں حَمَا جمع ہے حَمَاةٍ (بفتح الحاء وسکون المیم) جس کے معنی ہیں متغیر مٹی، بدبودار کیچڑ اور مسنون کے معنی ہیں مصبوب یعنی قالب میں ڈھالی گئی، قالہ ابو عبیدۃ۔ وعن ابن عباس رضی المسنون التراب المبتل المنتن، صلصال کے معنی کیچڑ وہ خشک مٹی جو بجنے لگے، کھنکھنانے لگے۔

✦ تَوْجَلْ تَخَفْ ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ "قالوا لا توجل انا نبشرك بغلم علیم" پ۱۴ ع ۴) انھوں نے کہا کہ آپ خائف نہوں کیونکہ ہم (فرشتے ہیں منجانب اللہ ایک بشارت لے کر آئے ہیں اور) آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا فرماتے ہیں کہ توجل بمعنی تخف ہے یعنی آیت مذکورہ میں لا توجل کے معنی ہیں خائف نہ ہو، مت ڈرو۔

دابر آخر

اشارہ ہے آیت کریمہ، وقضینا الیہ ذالك الامر ان دابر ھؤلاء مقطوع مصبحین، پ۱۴، ع ۵) اور ہم نے ان فرشتوں کے واسطے سے لوط (علیہ السلام) کے پاس یہ حکم بھیجا (یعنی وحی بھیجی) کہ صبح ہوتے ہی ان کی جڑ کٹ جائے گی۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں دابر کے معنی آخر کے ہیں، یعنی جڑ، بنیاد۔ دابر اسم فاعل کا صیغہ ہے ہر چیز کے آخر اور تابع کے معنی میں مستعمل ہے۔

الامام کل ما ائتممت واھتدیت بہ

اشارہ ہے آیت کریمہ "وانھما لبامام مبین" پ۱۴ ع ۵) اور یہ دونوں (قوم کی) بستیاں صاف سڑک پر واقع ہیں فرماتے ہیں کہ امام ہر وہ چیز ہے جس کی تو پیروی کرے اور جس کے ذریعہ راہ پائے۔ امام بروزن فعال اسم ہے بمعنی مقتدا، رہنما، ہر وہ چیز جس کی اقتدا اور پیروی کی جائے، قصد کیا جائے تو چونکہ راستہ بھی رہنما ہے اس لئے ایک معنی امام کے راستہ ہیں، مبین، کھلا ہوا، مطلب یہ ہے کہ قوم لوط اور اصحاب ایکہ کھلے راستے پر واقع ہیں جو حجاز سے شام کی طرف جاتا ہے۔

الصیحۃ الھلکۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ، فاخذتھم الصیحۃ مصبحین، پ۱۴ ع ۶) پس ان کو صبح کے وقت چنگھاڑ (سخت آواز) نے آپکڑا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں صیحہ کے معنی ہیں ہلاکت۔

باب قولہ الا من استرق السمع فاتبعہ شھاب مبین

اللہ تعالیٰ کا ارشاد "الا من استرق الآیۃ" اس سے قبل کی آیت ہے وحفظنٰھا من کل شیطٰن رجیم، الا من استرق السمع الآیۃ پ۱۴ ع ۲) اور ہم نے آسمان کو ہر شیطان مردود سے محفوظ رکھا مگر جو کوئی چوری چھپے سن بھاگے تو اس کے پیچھے چمکتا ہوا انگارہ پڑا۔

شیاطین سے آسمانوں کی حفاظت

یعنی آسمانوں پر شیاطین کا کچھ عمل دخل نہیں چلتا، بلکہ بعثت محمدی صلعم کے وقت سے تو ان کا گذر بھی وہاں نہیں ہوسکتا اسا انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ایک شیطانی سلسلہ قائم کرکے آسمان کے قریب پہونچیں اور عالم ملکوت سے نزدیک ہوکر اخبار غیبیہ کی اطلاعات حاصل کریں، اس پر بھی فرشتوں کے پہرے بٹھادئے گئے ہیں کہ جب

شیاطین ایسی کوشش کریں تو اوپر سے آتش باری کی جائے۔

نصوص قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکوینی امور کے متعلق آسمانوں پر جب کسی فیصلہ کا اعلان ہوتا ہے اور خداوند قدوس اس سلسلہ میں فرشتوں کی طرف وحی بھیجتا ہے تو وہ اعلان ایک خاص کیفیت کے ساتھ اوپر سے نیچے کو درجہ بدرجہ پہنچتا ہے آخر سماء دنیا پر۔ اور بخاری کی ایک روایت کے موافق "عنان" (بادل) میں فرشتے اس کا مذاکرہ کرتے ہیں، شیاطین کی کوشش ہوتی ہے کہ ان معاملات کے متعلق غیبی معلومات حاصل کریں اسی طرح جیسے آج کوئی پیغام بذریعہ وائرلیس، ٹیلیفون جارہا ہوا سے بعض لوگ راستہ میں جذب کرنے کی تدبیر کرتے ہیں، ناگہاں اوپر سے بم کا گولہ (شہاب ثاقب) پھٹتا ہے اور ان غیبی معلومات کی چوری کرنے والوں کو مجروح یا ہلاک کر کے جھنجوڑتا ہے، اسی دوا دوش اور ہنگامہ دار وگیر میں جو ایک آدھ بات شیطان کو ہاتھ لگ جاتی ہے وہ ہلاک ہونے سے پیشتر بڑی عجلت کے ساتھ دوسرے شیاطین کو اور وہ شیاطین اپنے دوست انسانوں کو پہونچانے کی کوشش کرتے ہیں، کاہن لوگ اسی ادھوری بات میں سیکڑوں جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر عوام کو غیبی خبریں بتلاتے ہیں، جب وہ ایک آدھی سماوی بات سچی نکلتی ہے تو ان کے معتقدین اسے ان کی سچائی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور جو سینکڑوں بنائی ہوئی خبریں جھوٹ ثابت ہوتی ہیں ان سے اغماض وتغافل برتا جاتا ہے، قرآن وحدیث نے یہ واقعات بیان کر کے متنبہ کردیا کہ کسی ادنی سے ادنی اور چھوٹی سے چھوٹی سچائی کا سرچشمہ بھی وہی عالم ملکوت ہے شیاطین الجن والانس کے خزانہ میں بجز افتراء وکذب کوئی چیز نہیں، نیز یہ آسمانی انتظامات اس قدر مکمل ہیں کہ کسی شیطان کی مجال نہیں کہ وہاں قدم رکھ سکے یا باوجود انتہائی جدوجہد کے وہاں کے انتظامات اور فیصلوں پر معتدبہ دسترس حاصل کرلے۔ باقی جو ایک آدھ جملہ ادھر ادھر کا فرشتوں سے سن بھاگتا ہے، حق تعالیٰ نے ارادہ نہیں کیا کہ اس کی قطعاً بندش کردی جائے، وہ چاہتا تو اس سے بھی روک دیتا مگر یہ بات اس کے حکمت کے موافق نہ تھی، آخر شیاطین الجن والانس کو جن کی بابت اسے معلوم ہے کہ کبھی اغواء واضلال سے باز نہ آئیں گے اتنی طویل مہلت اور مغویانہ اسباب ووسائل پر دسترس دینے میں کچھ نہ کچھ حکمت تو سب کو ماننی پڑے گی، اسی طرح کی حکمت یہاں بھی سمجھ لو۔

تنبیہ شیاطین ہمیشہ شہابوں کے ذریعہ سے ہلاک ہوتے رہتے ہیں، مگر جس طرح قطب جنوبی اور ہمالیہ کی بلند تر چوٹی کی تحقیق کرنے والے مرتے رہتے ہیں، اور دوسرے ان کا یہ انجام دیکھ کر اس مہم کو ترک نہیں کرتے اسی پر شیاطین کی مسلسل جدوجہد کو قیاس کرلو۔

یہ واضح رہے کہ قرآن وحدیث نے یہ نہیں بتلایا کہ شہب کا وجود صرف رجم شیاطین ہی کے لئے ہوتا ہے، ممکن ہے ان کے وجود سے اور بہت سے مصالح وابستہ ہوں، اور حسب ضرورت یہ کام بھی لیا جاتا ہو، واللہ اعلم (فوائد عثمانی)

(۳۲) حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیٰن عن عمرو عن عکرمۃ عن ابی ہریرۃ یبلغ بہ النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قضی اللہ الامر فی السماء ضربت الملائکۃ باجنحتہا خضعانًا لقولہ کالسلسلۃ علی صفوان قال علیؒ وقال غیرہ صفوان ینفذہم ذالک فاذا فزع عن قلوبہم قالوا ماذا قال ربکم قالوا للذی قال الحق وھو العلی الکبیر فیسمعہا مسترقوا السمع ومسترقوا السمع ھکذا واحد فوق اٰخر ووصف سفیٰن بیدہ وفرج بین اصابع یدہ الیمنٰی نصبہا بعضہا فوق بعض فربما ادرک الشہاب المستمع قبل ان یرمی بہا الی صاحبہ فیحرقہ وربما لم یدرکہ حتی یرمی بہا الی الذی یلیہ الی الذی ھو اسفل منہ حتی یلقوھا الی الارض وربما قال سفیٰن حتی تنتھی الی الارض فتلقی الی فم الساحر فیکذب معہا مائۃ کذبۃ فیصدق فیقولون الم یخبرنا یوم کذا وکذا یکون کذا وکذا فوجدناہ حقا للکلمۃ التی سمعت من السماء ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی حکم فرماتے ہیں تو فرشتے عاجزی سے اپنے پر مارتے ہیں ارشاد خداوندی کے لئے جیسے چکنے پتھر پر زنجیر کی آواز ہو (یعنی وہ ارشاد خداوندی فرشتے اس طرح سنتے ہیں جیسے پتھر پر لوہے کی زنجیر کھینچنے اور چلانے سے آواز پیدا ہوتی ہے) اور علی (یعنی علی بن عبداللہ المدینی شیخ بخاری رح) نے بیان کیا کہ سفیان بن عیینہ کے غیر نے کہا صفوان ینفذھم ذالک ،مطلب یہ ہے کہ سفیان کے غیر نے علی صفوان کے بعد اس جملہ کا اضافہ کیا ہے اور صفوان کے فاء کو نصب کہا ہے یعنی) اللہ تعالیٰ اس حکم کو فرشتوں تک پہونچا دیتے ہیں (یعنی فرشتوں کو سنا دیتے ہیں) پھر ان فرشتوں کے دلوں سے خوف زائل ہوتا ہے تو کہتے ہیں (یعنی دور والے فرشتے مقربین سے پوچھتے ہیں جیسے جبرئیل میکائیل علیہما السلام) پروردگار نے کیا حکم صادر فرمایا کہتے ہیں (یعنی نزدیک والے فرشتے جواباً کہتے ہیں) ان فرشتوں سے جنھوں نے پوچھا، پروردگار نے حق فرمایا اور وہ بزرگ و برتر ہیں، پس چوری چھپے سننے والے (شیاطین) ان باتوں کو سن لیتے ہیں، اور یہ چوری چھپے سننے والے شیاطین اس طرح رہتے ہیں ایک کے اوپر دوسرا (یعنی بالکل لائن لگا کر ایک پر ایک رہتے ہیں کہ فرشتوں کی باہم باتوں میں سے ایک آدھ بات جو بھی ہاتھ لگی فوراً آگے اور دوسرے تک پہونچایا اس نے تیسرے تک یہاں تک کہ زمین کے کاہن تک)

ووصف سفیٰن الخ اور سفیان نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں کھول کر ایک پر ایک کر کے بتلایا، (یعنی شیطانوں کے سننے کی کیفیت بیان کرنے کے لئے انگلیوں کے ذریعہ بیان کیا، اور یہ جملہ معترضہ ہے) پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرشتے خبر پا کر شہاب ثاقب (آگ کا شعلہ) پھینکتے ہیں، وہ بات سننے والے کو جلا ڈالتا ہے، قبل اس کے کہ وہ اپنے نیچے والے کو وہ بات پہونچائے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ شعلہ اس

تک نہیں پہونچتا، اور وہ اپنے نیچے والے (شیطان) کو وہ بات پہونچا دیتا ہے وہ اس سے نیچے والے کو یہاں تک کہ وہ ان باتوں کو زمین تک پہونچا دیتے ہیں، اور کبھی سفیان نے یوں کہا "حتی تنتھی الی الارض" یعنی زمین تک بات آپہونچتی ہے، پھر وہ بات نجومی کے منہ پر ڈالی جاتی ہے، وہ ایک بات میں (اپنی طرف سے) سو باتیں جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے، کوئی کوئی بات اس کی سچ نکلتی ہے تو لوگ کہنے لگتے ہیں، دیکھو اس نجومی نے فلاں دن یہ بات نہیں بتائی تھی کہ آئندہ ایسا ایسا ہوگا، سو ہم نے اس کو صحیح پایا، یہ اس بات کی وجہ سے ہوتی ہے جو آسمان سے چوری چھپے سنی گئی تھی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث اخرجہ البخاری فی سورۃ السبا ۷۰۱ وفی التوحید ۱۱۱۵، ایضا اخرجہ ابوداؤد والترمذی وغیرہ رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ۔

یبلغ بہ النبی: سند کے اندر جو کہا گیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث مرفوع ہے موقوف نہیں، لیکن سمعتُ نہیں کہا اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ واسطہ کا احتمال ہے، نیز یہ بھی احتمال ہے کہ راوی کو حدیث کے تحمل کی کیفیت یاد نہ رہا ہو

مسترقوا السمع۔ اول فاعل ہے یسمعھا کا، جو دراصل مسترقون تھا نون جمع اضافت کی وجہ سے ساقط ہوگئی اور دوسرا مسترقوا السمع مبتدا ہے اور اس کی خبر ھٰکذا ہے جس کی تفسیر واحد فوق اخرہ سے کی گئی ہے۔ **علی فم الساحر** ساحر سے مراد یہاں نجومی کاہن ہے۔ **للکلمۃ التی** ای لاجل الکلمۃ التی سمعت من السماء جعلوا کل اخبارہ حقا۔

(۲۲۵) **حدثنا** علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفین حدثنا عمرو عن عکرمۃ عن ابی ھریرۃ اذا قضی اللہ الامر وزاد والکاھن قال وحدثنا سفین فقال قال عمرو سمعت عکرمۃ قال حدثنا ابو ھریرۃ قال اذا قضی اللہ الامر وقال علی فم الساحر قلت لسفین أأنت سمعت عمرًا قال سمعت عکرمۃ قال سمعت ابا ھریرۃ قال نعم قلت لسفین ان انسانا روی عنک عن عمرو عن عکرمۃ عن ابی ھریرۃ ویرفعہ انہ قرأ فزّع قال سفین ھٰکذا قرأ عمرو فلا ادری سمعہ ھکذا ام لا قال سفین وھی قراءتنا۔

ترجمہ۔ (پہلی سند بعینہ حدیث سابق یعنی ۲۲۴ کی سند ہے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ میرے شیخ علی بن عبد اللہ المدینی نے ایک مرتبہ علی فم الساحر کے بعد لفظ کاھن کا اضافہ کیا۔

قال وحدثنا سفین الخ۔ قال کے قائل امام بخاری رحمہ اللہ ہیں اور فاعل شیخ علی بن عبد اللہ المدینی ہیں، یعنی علی بن عبد اللہ المدینی نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، چنانچہ سفیان نے کہا۔ **قال عمرو سمعت عکرمۃ قال حدثنا ابو ھریرۃ**" مقصد یہ ہے کہ اسناد سابق بطریق عنعنہ تھا عن عمرو عن عکرمۃ عن

ابی ھریرۃ اور یہاں بطریق سماع اور تحدیث ہے۔

حدثنا ابو ھریرۃ :۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے بیان کیا اذا قضی اللہ الامر الحدیث وقال علی فم الساحر یعنی ایک مرتبہ کاہن کا اضافہ نہیں کیا بلکہ حدیث سابق کی طرح علی فم الساحر پر اکتفا کیا۔ لیکن حدیث سابق میں بطریق عنعنہ تھا اس میں تحدیث اور سماع کی تصریح ہے

قلت لسفیٰن الخ:۔ علی بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان سے پوچھا کہ کیا آپ نے عمرو بن دینار سے خود سنا کہ انھوں نے کہا "سمعت عکرمہ اور عکرمہ نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضؓ سے سنا؟ سفیان نے کہا ہاں"

قلت لسفیٰن :۔ علی بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے سفیان سے کہا کہ ایک آدمی (نام نامعلوم) نے تو آپ سے روایت کی ہے عن عمرو عن عکرمۃ عن ابی ھریرۃ رضؓ اور ابوہریرہ رضؓ اس کو مرفوع کرتے تھے، یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک سند پہنچاتے تھے کہ آنحضور ﷺ نے فزّع (بضم الفاء وبالزای المشددۃ المکسورۃ والعین المہملۃ) پڑھا، سفیان نے کہا اسی طرح عمرو بن دینار نے پڑھا (یعنی ہم نے اسی طرح پڑھتے سنا) اب میں نہیں جانتا کہ انھوں نے اس طرح (عکرمہ سے) سنا یا نہیں؟ سفیان نے بیان کیا کہ ہماری بھی قرأت یہی ہے۔

تشریح

مطابقت تو ظاہر ہے کہ حدیث سابق ہی کی کچھ تشریح ہے۔
مشہور قرأت بالزای والعین المہملۃ فزّع ہی ہے جس کا ترجمہ ہوگا جب گھبراہٹ جاتی رہی دوسری قرأت فرّغ راء مہملہ سے ہے، اس صورت میں ترجمہ ہوگا جب فراغت ہوتی ہے، یعنی حق تعالیٰ کا ارشاد ختم ہو چکتا ہے، واضح رہے کہ یہ لفظ سورۂ سبا میں ہے مزید تفصیل اپنے مقام پر آئے گی ان شاء اللہ۔

علامہ عینی رحؒ فرماتے ہیں۔ قال الکرمانی کیف جازت القراءۃ اذا لم تکن مسموعۃ، یعنی علامہ کرمانی کہتے ہیں کہ جب سماع کا یقین نہ ہو تو قرأت کیونکر جائز ہوگی؟ پھر خود ہی علامہ عینی جواب دیتے ہیں کہ قلت لعل مذہبہ جواز القراءۃ بدون السماع اذا کان المعنی صحیحا، یعنی شاید سفیان کا مذہب یہ ہو کہ قرأت بدون سماع بھی درست ہے بشرطیکہ معنی میں فساد نہ آئے۔ واللہ اعلم۔

باب قولہ ولقد کذب اصحاب الحجر المرسلین

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ ولقد کذب الآیۃ پ۱۴ ع ۱۵) اور بلاشبہ حجر والوں نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔

(۲۲۶) حدثنی ابراھیم بن المنذر قال حدثنا معنٌ قال حدثنی مالک عن عبداللہ بن دینار عن عبداللہ بن عمر اَنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصحاب الحجر لا تدخلوا علی ھٰؤلاء القوم الا ان تکونوا باکین فان لم تکونوا باکین فلا تدخلوا علیھم ان یُّصیبکم مثلُ ما اصابھم

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر والوں کے متعلق فرمایا (یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب تبوک کے سفر میں قوم ثمود کی بستی حجر پہونچے

تو آپ نے صحابہ سے یہ فرمایا) تم لوگ اس معذب قوم کی بستی (اجڑے دیار) میں مت داخل ہو، لیکن اگر گذرنا ہی پڑ گیا ہے تو (اللہ کے خوف سے) روتے ہوئے گذر جاؤ، کہیں تم پر وہی عذاب آجائے جو ان پر آیا تھا

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث مرفی کتاب الصلوۃ ص۶۲ وھنا فی التفسیر ص۶۸۲۔

باقی تشریح کے لئے شروع سورہ ملاحظہ فرمائیے۔

باب قولہ " ولقد اتیناک سبعًا من المثانی والقرآن العظیم "

اللہ تعالیٰ کا ارشاد " ولقد اتیناک سبعًا الآیۃ پ۱۴ ع۶) اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا۔

(۲۱۷) **حدثنی** محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبۃ عن خبیب بن عبدالرحمٰن عن حفص بن عاصم عن ابی سعید بن المعلی قال مر بی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا اصلی فدعانی فلم آتہ حتی صلیت ثم اتیت فقال ما منعک ان تاتی فقلت کنت اصلی فقال الم یقل اللہ " یا ایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول " ثم قال الا اعلمک اعظم سورۃ فی القرآن قبل ان اخرج من المسجد فذھب النبی صلی اللہ علیہ لیخرج من المسجد فذکرتہ فقال " الحمد للہ رب العٰلمین ھی السبع المثانی والقرآن العظیم الذی اوتیتہ "۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید بن معلی رض کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گذرے اس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا، آنحضور ص نے مجھے بلایا، لیکن میں حاضر خدمت نہیں ہو سکا، بلکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے دریافت فرمایا، آنے سے تجھ کو کس چیز نے روکا؟ (یعنی میرے بلانے پر فوراً کیوں نہیں آیا؟) میں نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا، اس پر آپ نے فرمایا، کیا اللہ نے (سورۂ انفال میں) تم لوگوں کو حکم نہیں دیا ہے کہ اے ایمان والو جب اللہ اور اس کے رسول تمھیں بلائیں تو لبیک کہو، پھر آپ نے ارشاد فرمایا، کیوں نہ آج میں تمھیں مسجد سے نکلنے سے قبل قرآن کی عظیم ترین سورت بتاؤں، پھر آپ (بتانے سے پہلے) مسجد سے باہر تشریف لے جانے کے لئے اٹھے تو میں نے آپ کو یاد دلایا تو آپ نے ارشاد فرمایا " الحمد للہ رب العالمین" یہی وہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
باقی تشریحات کے لئے نصر الباری کتاب التفسیر کی پہلی حدیث یعنی سورہ فاتحہ کی تشریح دیکھئے۔

(۲۱۸) **حدثنا** آدم قال حدثنا ابن ابی ذئب قال حدثنا سعید المقبری عن ابی

هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم امُّ القرآن هي السبع المثاني والقرآن العظيم ؏

ترجمہ :۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ام القرآن (یعنی سورۂ فاتحہ) ہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة۔

والحديث اخرجه ابوداؤد في الصلوٰة والترمذي في التفسير۔

امّ القرآن ۔ کلام اضافی مبتدا (یعنی مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتداء ہے

هي السبع المثاني ۔ مبتدا اور خبر سے جملہ ہو کر خبر ہے۔ السبع المثانی، ہی الفاتحہ، وجہ تسمیہ کیلئے سورۂ فاتحہ کی تشریح ملاحظہ فرمایئے۔ — قال العلامة العيني " وفيه الرد على ابن سيرين في قوله " لا تقولوا ام القرآن انما هي فاتحة الكتاب وامّ الكتاب هو اللوح المحفوظ ۔ (عمدہ)

؏ باب قوله " الذين جعلوا القرآن عِضِين " المقتسمين الذين حلفوا ومنه لأُقسم اى اقسم وتقرأ لَأُقْسِمُ " قَاسَمَهُمَا " حلف لهما ولم يحلفا له وقال مجاهد تقاسموا تحالفوا (عمدہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد " الذين جعلوا، الآیۃ پ۱۴ ع ۶) جنھوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر رکھے ہیں (چنانچہ کوئی اسے جادو، کوئی شاعری، کوئی اگلوں کے افسانے اور کوئی خود ساختہ بتاتا ہے)

اشارہ ہے آیت کریمہ " وقل اِنّي انا النذير المبين كما انزلنا على المقتسمين الذين جعلوا القرآن عضين، پ۱۴ ع ۶) آپ کہدیجئے کہ میں کھلم کھلا (تم کو خدا کے عذاب سے) ڈرانے والا ہوں، (اور خدا کی طرف سے تم کو یہ مضمون پہونچاتا ہوں کہ وہ عذاب جس سے ہمارا نبی ڈراتا ہے ہم تم پر کسی وقت ضرور نازل کریں گے) جیسا ہم نے ان لوگوں پر (عذاب) نازل کیا ہے جنھوں نے قرآن کے (احکام الٰہی کے) حصے کر رکھے تھے۔

عِضِين ۔ جمع ہے یعنی ٹکڑے ٹکڑے پارہ، پارہ، اس کا واحد عضة ہے، جو اصل میں عِضوة تھا یعنی ناقص واوی لام کلمہ کا واؤ حذف ہو گیا ہے، تعضیۃ کے معنی تجزیہ و تفریق کے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں المقتسمين سے مراد وہ کافر لوگ ہیں جنھوں نے قسم کھائی تھی (یعنی اصحاب حجر، حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کفار نے قسم کھائی تھی کہ رات کے اندھیرے میں صالح علیہ السلام اور ان کے متعلقین پر چھاپہ ماریں اور سب کو ہلاک کردیں جیسا کہ سورۂ نمل میں آیت خداوندی ہے " قالوا تقاسموا بالله لَنُبَيِّتَنَّهُ وَاهله، الآیۃ (پ۱۹ ع ۱۹)

ومنه لأقسم ۔ اور اسی مقتسمین سے ماخوذ ہے لا اقسم ای اقسم یعنی میں قسم کھاتا ہوں، (اشارہ اس طرف ہے کہ سورۂ بلد میں لا اقسم میں لا زائدہ ہے)

وتقرأ لاُقسم:۔ اور ایک قرأت یعنی ابن کثیر کی قرأت لا نافیہ نہیں ہے بلکہ لام تاکید ہے ۔

قاسمھما حلف لھما الخ یعنی اسی قسم کے معنی میں ہے آیت کریمہ وقاسمھما انی لکما من النصحین، پ ۸ ع ۹) اور ان دونوں (آدم وحوا علیہما السلام) کے سامنے قسم کھائی کہ یقین جانئے میں آپ دونوں کا دل سے، خیر خواہ ہوں ۔

فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت میں قاسمھما کے معنی ہیں حلف لہما یعنی شیطان نے ان دونوں کے سامنے قسم کھائی ولم یحلفالہ اور آدم وحوا نے قسم نہیں کھائی تھی ۔ امام بخاری نے لم یحلفا لہ سے اشارہ کیا ہے کہ یہاں قاسم جو باب مفاعلت سے ہے وہ بغیر مشارکت ہے یعنی قسم ایک طرف سے ہے ۔

وقال مجاھد الخ اور حضرت مجاہد نے فرمایا کہ آیت (سورۂ نمل) تقاسموا باللہ کے معنی ہیں تحالفوا باللہ یعنی ان کافروں نے اللہ کی قسم کھائی کہ رات کو حضرت صالح اور ان کے متعلقین پر حملہ کردیں الخ

تشریح امام بخاری رح نے المقتسمین کی تفسیر الذین حلفوا سے کر کے اشارہ کیا ہے کہ مقتسمین ماخوذ ہے قسم بمعنی حلف سے، علامہ قسطلانی رح کہتے ہیں، "ولعل المؤلف اعتمد فی ہذا القول علی مارواہ الطبری عن مجاہد ان المراد بقولہ المقتسمین قوم صالح الذین تقاسموا علی اہلاکہ (قسطلانی)

لیکن جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں آیت کریمہ میں مقتسمین قسمت سے ماخوذ ہے، یعنی اقسام مصدر سے جس کے معنی تقسیم کرنے اور بانٹ لینے کے ہیں، پھر اس آیت کے معنی کئی طرح سے کئے گئے ہیں، بعض نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہود ونصاری مراد ہیں، جنھوں نے قرآن کو تقسیم کر رکھا تھا کہ جو مضمون قرآنی ان کے آراء واہواء کے موافق ہوا مانا اور جو موافق نہ ہوا نہ مانا ۔ اور بعض حضرات نے مقتسمین سے مراد اگلے زمانہ کے یہود ونصاری لے کر لفظ قرآن سے کتب سابقہ مراد لیا ہے، یعنی انھوں نے تحریف کر کے اپنی کتابوں کو پارہ پارہ کردیا، اور بعض حضرات نے کہا کہ مقتسمین سے مراد مشرکین ہیں ۔ جو بطور استہزاء قرآن پاک کی تقسیم کرتے تھے جب کہ قرآن پاک کی سورتوں کے نام سنتے تو ہنس کر آپس میں کہتے "بقرہ، مائدہ میں لوں گا، عنکبوت تم کو دوں گا ۔ وغیرہ

مزید تفصیل حدیث سے ہوگی ۔

(۲۲۹) **حدثنی** یعقوب بن ابراھیم قال حدثنا ھشیم قال اخبرنا ابو بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس الذین جعلوا القرآن عضین "قال ھم اھل الکتاب جزؤہ اجزاء فآمنوا ببعضہ وکفروا ببعضہ ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ الذین جعلوا القرآن عضین یعنی جنھوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر رکھے ہیں مراد اہل کتاب (یہود) ہیں جنھوں نے قرآن شریف کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے، (یعنی تقسیم کردیئے ہیں) کہ کچھ کو مانا (جو تورات کے موافق ملا) اور کچھ کو نہ مانا (جو محرف تورات کے خلاف سمجھا ۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
ھشیم بضم الاولی مصغرا، ابوبشر بکسر الباء وسکون الشین اسمہ جعفر۔

(۲۳) حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ عن الاعمش عن ابی ظبیان عن ابن عباس "کما انزلنا علی المقتسمین" قال اٰمنوا ببعض وکفروا ببعض الیہود والنصاریٰ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ "کما انزلنا علی المقتسمین" میں مقتسمین سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں جنھوں نے کچھ کو مانا اور کچھ کو نہ مانا۔

تشریح علامہ قسطلانی رحؒ فرماتے ہیں "وعن ابن عباس رضؓ ایضا المقتسمین الذین اقتسموا طرق مکۃ یصدون الناس عن الایمان برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ (قسطلانی)

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ مقتسمین سے مراد مشرکین مکہ میں سے چند شریر اور سرکش ہیں جنھوں نے ایام حج میں مکہ کے راستے بانٹ رکھے تھے اور ہر ایک کو ایک ایک راستہ پر بٹھادیا تاکہ ہر آنے والے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے روکے، چنانچہ جب کوئی حاجی آتا تو یہ بدمعاش کہتا کہ ہم میں جو مدعی نبوت ہے اس سے دھوکا نہ کھانا، وہ تو جادوگر ہے، کوئی کہتا وہ شاعر ہے، اور کوئی کہتا کہ وہ مجنون ہے، ان سب کے اصل لیڈر ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل وغیرہ تھے جو حضرت جبرئیل ؑ کے اشارے سے ہلاک کردیئے گئے ۔۔۔۔ بہرحال ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوگیا کہ آیت مذکورہ بالا میں مقتسمین قسمت سے ماخوذ ہے جس کے معنی تقسیم کرنے اور بانٹنے کے ہیں نہ کہ قسم سے فتدبر۔

باب قولہ "واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین" قال سالم الموت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: واعبد ربک الآیۃ، (پ۱۴ ع۶) اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔ یعنی مرتے دم تک ذکر وعبادت میں مشغول رہئے۔

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ آیت میں یقین سے مراد موت ہے

تنبیہ قال سالم یہ سالم کون ہیں؟ علامہ عینی رحؒ فرماتے ہیں ھو ابن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رحؒ (عمدہ ص۱۹/۱۴) قسطلانی رحؒ یہی فرماتے ہیں ص۴۸۶/۸، ایضا تیسیر القاری ص۴۱/۳، تیسیر القاری پارہ ص۱۹ ص۱۹۹۔ میں نے ایک اردو ترجمہ دیکھا جس میں کہیں کہیں معمولی تشریح بھی ہے، لکھا ہے کہ یہ سالم بن معقل ہیں، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ نے ان کو آزاد کیا تھا، فارس اصطرخ کے رہنے والے تھے وغیرہ ۔۔۔۔ یہ ترجمہ غالباً کسی غیر مقلد کا ہے جو ادارہ نور الایمان اجمیری گیٹ دہلی سے شائع ہوئی ہے اس میں بکثرت غلطیاں ہیں۔

سورۃ النحل

بخاری شریف ص۶۸۳

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک ۱۲۸ سو اٹھائیس آیتیں اور ۱۶ سولہ رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ اس سورہ کا نام سورۂ نحل اس مناسبت سے رکھا گیا ہے کہ اس میں نحل یعنی شہد کی مکھیوں کا ذکر قدرت کی عجیب وغریب صنعت کے بیان کے سلسلے میں ہوا ہے ۔ اس سورہ کا دوسرا نام سورۂ نعم بھی ہے (قرطبی)، نِعَم بکسر النون نعمت کی جمع ہے اس لئے کہ اس سورہ میں خاص طور پر اللہ جل شانہ کی عظیم نعمتوں کا ذکر ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لم تثبت البسملۃ الا فی روایۃ ابی ذر۔

روح القدس جبرئیل نزل بہ الروح الامین

اشارہ ہے آیت کریمہ "قُلْ نَزَّلَہٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ الآیۃ پ۱۴ ع ۲۰) آپ فرما دیجئے کہ (یہ کلام میرا بنایا ہوا نہیں بلکہ اس کو) روح القدس نے (پاک فرشتہ یعنی حضرت جبرئیل ؑ نے) آپ کے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ (بلاشبہ) اتارا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں روح القدس سے مراد جبرئیل ؑ ہیں استشہاد کے لئے یعنی بطور تائید کے سورہ شعراء کی آیت لایا ہے نزل بہ الروح الامین، پ۱۹ ع ۱۵) اس کو امانت دار فرشتہ یعنی جبرئیل ؑ لے کر آئے ہیں، اس سے ان حضرات کی تردید بھی ہوگئی جنھوں نے کہا ہے کہ روح القدس وہ کلمہ ہے جس سے حضرت عیسیٰ ؑ مردوں کو جلاتے تھے (تحفۃ الباری)

فی ضَیْقٍ یقال امرٌ ضَیْقٌ وضَیِّقٌ مثل ھَیْنٍ وھَیِّنٍ ولَیْنٍ ولَیِّنٍ ومَیْتٍ ومَیِّتٍ

اشارہ ہے آیت کریمہ "ولا تَکُ فی ضَیْقٍ مِمَّا یَمْکُرُوْنَ، پ۱۴ ع ۲۲) اور جو کچھ یہ لوگ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے آپ تنگدل نہ ہوں۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ مذکورہ کے لفظ ضیق میں دو لغت ہے، عرب کے لوگ کہتے ہیں امرٌ ضیقٌ یعنی بسکون الیاء بلا تشدید، اور ضَیِّق بتشدید الیاء، پھر تین مثالیں دی گئیں کہ ان سب میں دونوں لغت درست ہے

وقال ابن عباس فی تقلبھم اختلافھم

اشارہ ہے آیت کریمہ "اَوْ یَاْخُذَھُمْ فِی تَقَلُّبِھِمْ الآیۃ، پ۱۴ ع ۱۲) یا ان کو چلتے پھرتے (کسی آفت میں) پکڑلے اور حضرت ابن عباس رضہ نے بیان کیا کہ آیت کریمہ میں فی تقلبھم کے معنی ہیں فی اختلافھم، یعنی ان کے سفر وحضر میں ان کے رات اور دن میں اللہ تعالیٰ پکڑلے۔ ابن جریج سے منقول ہے کہ تقلبھم کا معنی ہے فی اقبالھم وادبارھم، یعنی ان کے آنے جانے، چلتے پھرتے، نیز بعض نے کہا فی اسفارھم مفہوم ومراد سب کا قریب قریب ہے۔

وقال مجاھد تمید تکفأ

اشارہ ہے آیت کریمہ "وَاَلْقیٰ فی الارضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ الآیۃ۔ پ۱۴ ع ۸) اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھدئے تاکہ وہ (زمین) تمکو لے کر ڈگمگانے (ہلنے) نہ لگے۔

اور مجاہد نے کہا کہ آیت میں تمید بمعنی تکفا ہے یعنی لڑکھڑانے لگے، ڈگمگانے لگے، رواسی جمع ہے راسیۃ کی جس کا معنی ہے پہاڑ، بوجھ۔ تمید، ماد یمید میدا کے معنی ہیں مضطرب ہونا، ادھر اُدھر ہلنا۔ وروی الطبری من حدیث علی باسناد حسن موقوفا قال لما خلق اللہ الارض قمصت (ای تحرکت) قال فارسی اللہ فیہا الجبال وہو عند احمد والترمذی من حدیث انس مرفوع (فتح) مطلب یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو زمین جنبش کرنے لگی، پس اللہ تعالیٰ نے اس میں پہاڑوں کے بوجھ ڈالدیئے ؎

زمیں از تپ ولرزہ آمد ستوہ ٭ فروکوفت بر دامنش میخ کوہ

✤ مُفرَطون مَنسِیّون ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ " انّ لہم النار وانہم مفرطون، پ۱۴ ع۱۴) بلاشبہ ان کے لئے قیامت کے دن دوزخ ہے، اور بے شک وہ لوگ (دوزخ میں) سب سے پہلے بھیجے جائیں گے۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں مُفرطون بمعنی مَنسِیّون ہے یعنی بھلا دیئے گئے جہنم میں، وقیل مفرطون ای مرکون فی النار منسیون فیہا، خلاصہ یہ ہے کہ افراط سے اسم مفعول ہے، سب سے آگے بھیجے ہوئے ومنہ انا فرطکم علی الحوض، و ہذا کلہ علی قراءۃ الجمہور ۔۔ جمہور کی قرأت ہے بتخفیف الراء وفتحہا اور نافع کی قرأت بکسر الراء، اور ایک قرأت بکسر الراء المشددۃ ای مقصرون فی اداء الواجب مبالغون فی الاساءۃ

✤ وقال غیرہ فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ، ھذا مقدم ومؤخر وذالک ان الاستعاذۃ قبل القراءۃ ومعناھا الاعتصام باللہ ✤

اور مجاہد کے غیر یعنی ابو عبیدہ نے کہا آیت کریمہ " فاذا قرأت القرآن الآیۃ پ۱۴ ع ۱۹) یعنی جب آپ قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔

ابو عبیدہ رہ آیت کریمہ مذکورہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ آیت میں بظاہر تقدیم وتاخیر ہے کیونکہ استعاذہ قرآن پڑھنے سے پہلے ہونا چاہئے (نہ کہ بعد میں) اور استعاذہ کے معنی ہیں اللہ کو مضبوط پکڑنا، اللہ کی مہربانی سے شیطان کے وساوس وشر سے محفوظ رہنا۔

تشریح جمہور علماء کہتے ہیں کہ آیت کریمہ " فاذا قرأت القرآن کے معنی ہیں اذا اردت القرآن یعنی جب قرآن کی تلاوت کا ارادہ کرو تو استعاذہ کرلو کیونکہ قرب نعل پر فعل کا اطلاق بکثرت آتا ہے جیسے داؤد ظاہری رہ وغیرہ ظاہر آیات پر عمل کرکے کہتے ہیں کہ استعاذہ بعد القراءۃ ہے۔

مسئلہ:۔ تلاوت قرآن سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا جمہور علماء کے نزدیک فرض، واجب نہیں ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا اور ترک کرنا دونوں ثابت ہے، اس لئے تلاوت قرآن سے پہلے تعوذ سنت ہے۔ علامہ قسطلانی رہ فرماتے ہیں " والجمہور علی ان الامر بہا للاستحباب والخطاب للرسول والمراد منہ الکل لان الرسول اذا کان محتاجا للاستعاذۃ

عند القراءة فغيره اولیٰ (قسطلانی)

مسئلہ:۔ تلاوت قرآن نماز میں یا خارج نماز دونوں صورتوں میں تلاوت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا سنت ہے۔

مسئلہ:۔ نماز میں تعوذ عند الاحناف صرف پہلی رکعت میں پڑھنی چاہیے اور عند الشوافع ہر رکعت کے شروع میں پڑھنا مستحب ہے (معارف)

شاکلته ناحیته

یہ لفظ اس سورہ یعنی سورہ نحل میں نہیں ہے، بلکہ آئندہ سورہ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے اور وہاں ہی اس کی تشریح ہوگی انشاء اللہ، علامہ عینی رہ نے عمدۃ القاری میں اس مقام پر اس کو ذکر ہی نہیں فرمایا ہے، علامہ قسطلانی نے ذکر کر کے فرمایا۔ وذکر ہذا ہنا لعلہ من ناسخ (قسطلانی)

قصد السبیل البیان

اشارہ ہے آیت کریمہ "وعلی اللہ قصد السبیل ومنہا جائر ولو شاء لہدٰکم اجمعین، پ۱۴ ع ۷) اور سیدھا راستہ اللہ تک پہونچتا ہے اور بعضے رستے (جو کہ دین کے خلاف ہیں) ٹیڑھے بھی ہیں اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو (منزل) مقصود تک پہونچا دیتا (مگر اسی کو پہونچاتے ہیں جو صراط مستقیم کا طالب بھی ہو۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں قصد السبیل کے معنی ہیں ہدایت وضلالت کا بیان کرنا اللہ ہی پر ہے وقیل القصد الطریق المستقیم (عمدہ)

الدفء ما استدفأت به

اشارہ ہے آیت کریمہ "والانعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تاکلون، پ۱۴ ع ۷) اور اسی نے چوپایوں کو بنایا، ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے (جانوروں کے بال اور کھال سے انسان کے پوستین اور کپڑے بنتے ہیں) اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں بعضے کو کھاتے بھی ہو، (جو کھانے کے لائق ہیں)

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں دِفْءٌ کے معنی ہیں ہر وہ چیز جس سے گرمی حاصل ہو یعنی جاڑے کا سامان

تریحون بالعشی وتسرحون بالغداۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ "ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون، پ۱۴ ع ۷) اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جب کہ شام کے وقت (جنگل سے گھر) لاتے ہو اور جبکہ صبح کے وقت (گھر سے جنگل کو) چھوڑ دیتے ہو۔

فرماتے ہیں کہ تریحون کے معنی ہیں چرا کر شام کو لاتے ہو، اور تسرحون کے معنی ہیں صبح کو چرانے لے جاتے ہو۔

بشق يعني المشقة

اشارہ ہے آیت کریمہ " وتحمل اثقالكم الى بلد لم تكونوا بالغيه الا بشق الانفس، پ۱۴ ع ۷)یہ آیت گذشتہ آیت سے پیوستہ ہے) اور وہ تمہارے بوجھ بھی (لادکر) ایسے شہر کو لیجاتے ہیں، جہاں تم بدون جان کو محنت (مشقت) میں ڈالے ہوئے نہیں پہونچ سکتے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں بشق سے مراد ہے مشقت و محنت سے تکلیف شدید اٹھاکر۔

على تخوف تنقص

اشارہ ہے آیت کریمہ " اویاخذهم على تخوف الآية پ۱۴ ع ۱۲) یا ان کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑلے (جیسے قحط دوبارپڑے اور بتدریج خاتمہ ہوجائے مطلب یہ ہے کہ نڈر نہ ہونا چاہئے خدا کو سب قدرت ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں تخوف کے معنی تنقص کے ہیں، جس کے معنی ہیں بتدریج گھٹانا، کم کرنا، اور یہی تفسیر حضرت ابن عباس رض اور مجاہد وغیرہ ائمہ تفسیر سے منقول ہے، اور یہی تفسیر حکیم الامت حضرت تھانوی رح نے کی ہے، جیساکہ ترجمہ " گھٹاتے گھٹاتے " سے ظاہر ہے۔

تشریح لفظ تخوف جو اس آیت میں آیا ہے بظاہر خوف سے مشتق ہے جس کے معنی ڈرانے اور خوف دلانے کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ ہلاکت اور عذاب نازل کرنے سے پہلے ایسے علامات و آثار نمایاں کرے کہ خوف و پریشانی پیدا ہو پھر ہلاک ہوجائیں، یا یہ مطلب ہو کہ ایک جماعت کو عذاب میں پکڑا جائے تاکہ دوسری جماعت ڈر جائے، اسی طرح دوسری جماعت کو عذاب میں پکڑا جائے جس سے تیسری جماعت ڈر جائے یوں ہی ڈراتے ڈراتے سب کا خاتمہ ہوجائے۔

الانعام لعبرة وهي تؤنث وتذكر وكذالك النعم الانعام جماعة النعم

اشارہ ہے آیت کریمہ ؛ وان لكم فى الانعام لعبرة نسقيكم مما فى بطونه الآية پ۱۴ ع ۱۵) اور (نیز) تمہارے لئے مواشی میں بھی غور درکار ہے (دیکھو) ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون (کا مادہ) ہے، اس کے درمیان میں سے (دودھ کا مادہ کہ ایک حصہ خون کا ہے بعد ہضم کے جدا کر کے تھن کے مزاج سے ان کا رنگ بدل کر اس کو) صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے والا دودھ (بناکر) ہم تمکو پینے کو دیتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ فى الانعام لعبرة، میں لفظ انعام مؤنث بھی آتا ہے اور مذکر بھی، اسی طرح لفظ نعم بھی یعنی مذکر و مؤنث دونوں طرح آتا ہے اور انعام نعم کی جمع ہے۔

تشریح انعام نعم کی جمع ہے، مؤنث بھی آتا ہے کما فى التنزيل العظيم، والانعام خلقها لكم، پ۱۴ ع ۱) اور مذکر بھی آتا ہے جیساکہ یہاں نسقيكم مما فى بطونه، کی ضمیر مذکر انعام کی طرف راجع ہے، اور اسی کو سورۂ مومنین میں فرمایا گیا نسقيكم مما فى بطونها، اسی لئے بعض ائمہ نحو نے لکھا ہے کہ لفظ انعام اسم جمع ہے، نیز محاورات عرب بکثرت ایسا ملتا ہے کہ ایک لفظ ہے مگر معنی کا لحاظ کر کے ضمیر مؤنث لاتے اور

جب لفظ کی رعایت ملحوظ ہوتی تو ضمیر مذکر لاتے ہیں۔

✽ سرابیل قمص تقیکم الحر واما سرابیل تقیکم باسکم فانھا الدروع ✽

اشارہ ہے آیت کریمہ، وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر وسرابیل تقیکم باسکم. الآیۃ پ۱۴ ع ۱۷) اور تمہارے لئے ایسے کرتے بنائے جو گرمی سے تمہاری حفاظت کریں اور ایسے کرتے (بھی) جو تمہاری آپس کی لڑائی (میں زخم لگنے) سے تمہاری حفاظت کریں۔

فرماتے ہیں کہ سرابیل کے معنی ہیں قمص یعنی کرتے (سرابیل جمع ہے سربال کی بمعنی کرتہ اور قمیص کی جمع ہے قمص بضمتین) تقیکم الحر جو تم کو گرمی سے بچاتے ہیں۔ واما سرابیل الخ لیکن وہ سرابیل جو لڑائی سے بچاتے ہیں وہ زرہیں ہیں۔ مقصد یہ بتانا ہے کہ سرابیل کا اطلاق ہر اس چیز پر آتا ہے جو بدن میں استعمال ہو، خواہ کرتہ پائجامہ ہو یا زرہ یعنی جنگی لباس ہو۔

✽ دخلا بینکم کل شیٔ لم یصح فھو دخل ✽

اشارہ ہے آیت کریمہ" ولا تتخذوا ایمانکم دخلا بینکم الآیۃ، پ۱۴ ع ۱۹) تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ مت بناؤ۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ مذکورہ میں دخلا بینکم سے مراد ہر وہ چیز ہے جو درست نہ ہو اور یہی تفسیر جو امام بخاری رہ نے نقل کی ہے، ابو عبیدہ رح کی ہے ـــــ دراصل دخل یدخل کا مصدر ہے، ہر وہ ملاوٹ جو فساد کے لئے ہو، دخل ہے اسی لئے بعض حضرات نے اس کی تفسیر خیانت سے کی ہے، الغرض دغا، فساد، خیانت سب دخل ہے۔

✽ وقال ابن عباس حفدۃ من ولد الرجل ✽

اشارہ ہے آیت کریمہ" واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا وجعل لکم من ازواجکم بنین وحفدۃ الآیۃ، پ۱۴ ع ۱۶) اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیویاں بنائیں اور (پھر) تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے پیدا کئے۔

فرماتے ہیں کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ آیت میں حفدۃ وہ شخص ہے جو مرد کی اولاد ہے یعنی بیٹے اور پوتے۔ حفدۃ حافد کی جمع ہے جو اسم فاعل کا صیغہ ہے ہر وہ شخص جو خوشی سے دوڑتے ہوئے خدمت کے لئے حاضر ہو، خواہ رشتہ دار ہو یا خادم حافد کہلاتا ہے یہاں پوتے مراد ہیں۔

✽ السکر ما حرم من ثمرتھا والرزق الحسن ما احل اللہ ✽

اشارہ ہے آیت کریمہ" ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا. الآیۃ، پ۱۴ ع ۱۵) اور (نیز) کھجور اور انگوروں کے پھلوں سے تم لوگ نشہ کی چیز اور عمدہ کھانے کی چیزیں بناتے ہو۔ الخ

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں سکر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو ان انگوروں اور کھجور کے پھلوں سے حرام ہو (یعنی نشہ آور چیز)

اور رزق حسن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا۔

وقال ابن عُیینۃ عن صدقۃ انکاثا ھی خرقاء کانت اذا ابرمت غزلہا نقضتہ

اور سفیان بن عیینہ نے صدقہ ابو الہذیل سے نقل کیا " انکاثا " کی تفسیر میں کہ اس میں ایک پاگل عورت کا ذکر ہے جس کا نام خرقاء تھا (یہ مکہ میں رہتی تھی) یہ عورت اپنے کاتے ہوئے سوت کو جب مضبوط کر لیتی تو پھر اسکو توڑ دیتی اشارہ ہے آیت کریمہ " ولا تکونوا کالتی نقضت غزلہا من بعد قوۃ انکاثا ۔ الآیۃ ، پ ۱۴ ع ۱۹) اور تم اس عورت (دیوانی) کے مشابہ مت بنو جس نے اپنے کاتے ہوئے سوت کو محنت کے بعد بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالا۔

تشریح مکہ میں ایک دیوانی عورت تھی جس کا نام خرقاء تھا، صبح سے دوپہر تک یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سوت کاتتی پھر شام کو سارے کاتے ہوئے سوت کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی۔

یہاں آیت کریمہ میں اس شخص کی مثال بیان کی گئی جو اپنا عہد توڑ ڈالے۔

انکاثا ۔ ٹکڑے ٹکڑے ، جمع ہے نِکث کی نصب بنا بر حال کے ہے ۔ غزلہا سے یا پھر نقضت بمعنی صیرت ہے اور انکاثا مفعول ثانی ہے ، نقضت کا ، خرقاء دراصل اخرق کی تانیث ہے اخرق صفت کا صیغہ ہے ، جس کا معنی ہے احمق ، بیوقوف ، شاید اسی وجہ سے اس پاگل عورت کو خرقاء کہنے لگے ورنہ دراصل اس کا نام ریطہ تھا۔

وقال ابن مسعود الامّۃ مُعلِّم الخیر والقانت المطیع

اشارہ ہے آیت کریمہ " انّ ابراھیم کان اُمّۃ قانتا للہ حنیفا ، الآیۃ ، پ ۱۴ ع ۲۲) بیشک ابراہیم (علیہ السلام) بڑے مقتدا اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے سب سے ایک طرف ہو کر الخ

حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا کہ آیت میں امّۃ کا مفہوم ہے خیر کی تعلیم دینے والا ، اچھی باتیں سکھانے والا اور قانت کے معنی ہیں مطیع یعنی فرمانبردار۔

باب قولہ ومنکم من یُرَدُّ الی ارذل العُمُر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد " ومنکم من یرد ، الآیۃ ، پ ۱۴ ع ۱۵) اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو ناکارہ عمر تک پہونچ جاتے ہیں ، ارذل العمر یعنی ناکارہ عمر میں اقوال مختلف ہیں ، قال قتادۃ تسعون سنۃ ، وعن علی خمس وسبعون سنۃ وعن مقاتل الحرم وعن ابن عباس معناہ یرد الی اسفل العمر وعن عکرمۃ من قرأ القرآن لم یرد الی ارذل العمر ورویٰ ابن مردویۃ فی تفسیرہ من حدیث انس رض مائۃ سنۃ

(۲۳) حدثنا موسیٰ بن اسماعیل قال حدثنا ھارون بن موسیٰ ابو عبد اللہ الاعورُ عن شعیب عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یدعوا اعوذبک من البخل والکسل وارذل العمرِ وعذاب القبر وفتنۃ الدجّال وفتنۃ المحیاء والممات

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے " اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بخیلی سے اور (نیک کام میں) سستی سے اور ارذل العمر سے (یعنی نکمی زندگی سے)

اور قبر کے عذاب سے اور دجال کے فتنہ سے اور زندگی اور موت کے فتنے سے ۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "وارذل العمر"

ارذل العمر، نکمی عمر سے خرافت عقل مراد ہے یعنی جس میں انسان بہت بوڑھا ہو کر فاسد العقل اور بے عقل ہوجاتا ہے، وروی ابن مردویۃ من حدیث انس رض انہ مائۃ سنۃ (فتح، قس) علامہ قسطلانی رح نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں ۱ پچھتر ۲ اسی ۳ نوے، وغیرہ، دراصل ہر آدمی کی قوت وطاقت پر منحصر ہے کوئی خاص میعاد مقرر نہیں کی جاسکتی ۔

زندگی کا فتنہ یہ ہے کہ انسان دنیا میں ایسا مشغول ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوجائے، فرائض اور احکام شریعت کو ادا نہ کرے، موت کا فتنہ سکرات کے وقت سے شروع ہوتا ہے اس وقت شیطان آدمی کا ایمان بگاڑنا چاہتا ہے، دوسری حدیث میں دعا آئی ہے "اعوذبک ان یتخبطنی الشیطان عند الموت"، ـــ مزید تفصیل وتشریح کتاب الدعوات میں آئے گی ان شاء اللہ الرحمٰن ۔

وانا افقر عباد اللہ الرحمٰن المدعو بمحمد عثمان غفر اللہ الرحمٰن

سورۃ بنی اسرائیل

بخاری ص۶۸۳

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو گیارہ آیتیں ہیں اور بارہ رکوع ۔

وجہ تسمیہ اس سورت میں بنی اسرائیل کے عروج وزوال سے متعلق بہت سے واقعات بیان کئے گئے ہیں، نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو احکام دیئے گئے تھے ان کی بھی تفصیل ہے، ان ہی وجوہ کی بناء پر اس سورہ کو سورۃ بنی اسرائیل سے موسوم کیا گیا ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۴۲) **حدثنا** ادمُ قال حدثنا شعبۃ عن ابی اسحٰقَ قال سمعتُ عبدَالرحمٰن بن یزیدَ قال سمعت ابن مسعودٍ قال فی بنی اسرائیلَ والکھفِ ومریمَ اِنّھنّ من العِتاقِ الاُوَلِ وھُنّ من تلادی ۔

ترجمہ ۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رض نے سورہ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف اور سورۂ مریم کے متعلق فرمایا کہ یہ اول درجہ کی عمدہ سورتوں میں سے ہیں اور میری پرانی یاد کی ہوئی ہیں ۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "فی بنی اسرائیل"

والحدیث اخرجہ البخاری فی فضائل القرآن ص۷۴۷ وھنا فی التفسیر ص۶۸۳ ۔

عتاق بکسر العین جمع عتیق بمعنی نہایت عمدہ، یرید تفضیل ہٰذہ السورۃ لما تضمن مفتتح کل منھا بامر غریب وقع فی العالم خارقا للعادۃ وھو الاسراء وقصۃ اصحاب الکھف وقصۃ مریم ونحوہا (عمدہ) نیز عتیق کے معنی قدیم کے

کے ہیں علامہ سیوطی رہ فرماتے ہیں کہ یہاں دونوں معنی درست ہیں اُوَل بضم ہمزہ وتخفیف اللام صیغہ صفت ہے از نصر وضرب تلد المال خاندان میں پرانے زمانے سے مال کا ہونا صفت کا صیغہ تالد تلید اور تِلاد آتا ہے مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ یہ سورتیں میرے محفوظات قدیمہ میں سے ہیں ۔

وقال ابن عباس فسینغضون یهزون وقال غیرہ نغضت سنك ای تحرکت

اشارہ ہے آیت کریمہ ۔ قل الذی فطرکم اول مرۃ فسینغضون الیك رؤسهم الآیۃ ، پ۱۵ ع ۵) آپ فرمادیجئے کہ وہ وہ ہے جس نے تم کو اول بار میں پیدا کیا تھا پھر آپ کے آگے اپنے سر ہلا ہلا کر کہیں گے الخ

حضرت ابن عباس رض نے کہا کہ آیت میں فسینغضون بمعنی یهزون ہے یعنی اپنے سر ہلائیں گے مطلب یہ ہے کہ بطور استبعاد اپنا سر ہلاتے ہیں یعنی دوبارہ زندہ ہونے کو بعید تر سمجھتے ہیں یا بطور استہزا سر ہلاتے ہیں ۔

اور حضرت ابن عباس رض کے غیر نے یعنی ابو عبیدہ وغیرہ نے کہا ہے کہ نغضت سنك ای تحرکت سنک یعنی تیرا دانت ہل گیا ، دراصل از باب افعال انغاض کے معنی ہیں ہلانا اسی سے جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے ۔

وقضینا الی بنی اسرائیل اخبرناهم انهم سیفسدون والقضاء علی وجوہ وقضی ربك امر ربك ومنه الحکم ان ربك یقضی بینهم ومنه الخلق فقضاهن سبع سموات

اشارہ ہے آیت کریمہ ۔ وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتب لتفسدن فی الارض الآیۃ ، پ۱۵ ع ۱) فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ قضینا الی بنی اسرائیل کے معنی ہیں اخبرناهم ہم نے بنی اسرائیل کو خبر کر دی تھی مطلع کر دیا تھا کہ وہ فساد کریں گے ۔

اور لفظ قضا کے کئی معانی آئے ہیں ۱ حکم دینا ، وقضی ربك یعنی تیرے رب نے حکم دیا ۲ اور اسی سے ہے فیصلہ کرنا جیسے ان ربك یقضی بینهم ای یحکم بینهم ۳ بمعنی الخلق یعنی پیدا کرنے کے معنی میں جیسے فقضاهن سبع سموات ای خلقهن ۔ ان معانی کے علاوہ بھی آئے ہیں مثلاً بمعنی فراغت جیسے فاذا قضیتم مناسککم ای اذا فرغتم وغیرہ ۔

نفیرا من ینفر معه

اشارہ ہے آیت کریمہ :- وجعلناکم اکثر نفیرا ، پ۱۵ ع ۱) اور ہم نے تم کو بڑی جماعت والا بنا دیا ۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں نفیر کے معنی ہیں وہ لوگ جو آدمی کیساتھ کوچ کرے یعنی دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلے ۔

ولیتبروا یدمروا ما علوا

اشارہ ہے آیت کریمہ " ولیتبروا ما علوا تتبیرا ، پ۱۵ ع ۱) اور جہاں غالب ہوں اسی کو خراب و برباد کریں ۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں یتبروا بمعنی یدمروا ہے یعنی ہلاک و ستیاناس کر دیں ۔

حصیرا محبسا محصرا

اشارہ ہے آیت کریمہ " وجعلنا جهنم للکفرین حصیرا ، پ۱۵ ع ۱) اور ہم نے جہنم کو کافروں کا جیل خانہ بنا رکھا ہے

فرماتے ہیں کہ آیت میں حصیر کے معنی ہیں محبس (بکسر الباء الموحدہ) یعنی قید کرنے اور روکنے کی جگہ صیغہ ظرف از باب ضرب۔ محصراً بفتح المیم والصاد ایضا صیغہ ظرف از نصر ینصر، گھیرنے اور روکنے کی جگہ یعنی قید خانہ جیل خانہ کہ ہمیشہ اسی جیل خانہ میں رہیں گے نکلنا ممکن نہ ہوگا۔

فحق وجب

اشارہ ہے آیت کریمہ " فحق علیھا القول فدمرناھا تدمیرا، پ۱۵ ع ۲) پس ان پر (یعنی اس بستی والوں پر) حجت تمام ہوجاتی ہے پھر ہم اس بستی کو غارت (برباد) کر ڈالتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں حق بمعنی وجب ہے یعنی ثابت ہوا، تمام ہوا، اور بعض نے تفسیر کی ہے وجب علیھا العذاب۔

میسورا لینا

اشارہ ہے آیت کریمہ: فقل لھم قولاً میسوراً، پ۱۵ ع ۳) تو ان سے نرمی سے بات کہو۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں میسور کے معنی ہیں لین یعنی نرم، ملائم۔

بخاری ص۶۸۴ خِطأً اِثما وھو اسمٌ من خَطِئتُ والخطأ مفتوحٌ مصدرہ من الاثم خَطِئتُ بمعنی اخطأتُ

اشارہ ہے آیت کریمہ: ان قتلھم کان خِطأ کبیرا، پ۱۵ ع ۴) بیشک ان کا قتل کرنا بڑا (بھاری) گناہ ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ مذکورہ میں خِطا بمعنی اِثم ہے یعنی گناہ اور یہ یعنی بکسر الخاء اسم ہے خطئتُ سے بروزن سمعت، اور خطا بفتح الخاء مصدر ہے اس کا یعنی گناہ کرنا۔ خطئت بمعنی اخطات یعنی ثلاثی مجرد اور مزید دونوں ہم معنی ہیں۔

تشریح واضح رہے کہ یہ تفسیر ابو عبیدہ رح کی ہے، امام بخاری رح نے اسی کو لے لیا ہے، لیکن جمہور اہل لغت کی تحقیق اس کے برعکس ہے یعنی خِطا بکسر الخاء مصدر ہے باب سمع یسمع سے، خِطا اور خِطأۃ اور خطا بفتح الخاء اسم ہے بمعنی گناہ، نیز خطئت یعنی ثلاثی مجرد اور اخطات ثلاثی مزید کو بمعنی واحد کہا ہے، لیکن علامہ قسطلانی رح لکھتے ہیں " قولہ خطئت بمعنی اخطات خلاف قول اہل اللغۃ خطئ اثم وتعمد الذنب واخطا اذا لم یتعمد (قس)

لن تخرق لن تقطع

اشارہ ہے آیت کریمہ " ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا ــ پ۱۵ ع ۴) اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل (کیونکہ) تو زمین پر زور سے پاؤں رکھ کر) نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (اپنے بدن کو تان کر) پہاڑوں کی بلندی کو پہونچ سکتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں لن تخرق کا معنی ہے لن تقطع، یعنی تو زمین کو قطع نہیں کرسکے گا، طے نہیں کرسکے گا

کیونکہ زمین بہت بڑی ہے، عرب کہتے ہیں فلان اخرق من فلان یعنی فلاں نے فلاں سے زیادہ سفر کیا ہے۔

واذھم نجوی مصدر من ناجیت فوصفھم بھا والمعنی یتناجون

اشارہ ہے آیت کریمہ " نحن اعلم بما یستمعون بہ اذ یستمعون الیك واذھم نجوی الآیۃ. پ۱۵ ع ۵) ہم خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ قرآن سنتے ہیں اور جس وقت یہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور جب آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں نجوی مصدر ہے ناجیت سے پس ان (مشرکوں) کی اس نجوی یعنی سرگوشی کے ساتھ صفت بیان کی اور معنی یہ ہے کہ باہم سرگوشی کرتے ہیں، یعنی آپ کے متعلق کوئی کہتا ہے کہ آپ مجنوں ہیں اور کوئی ساحر اور کوئی کاہن کہتا ہے۔

رفاتا حطاما

اشارہ ہے آیت کریمہ " وقالوا ءاذا کنا عظاما ورفاتا الآیۃ. پ۱۵ ع ۵) یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم (مرکر) ہڈیاں اور (ہڈیوں کا بھی) چورا (یعنی ریزہ ریزہ) ہوجاویں گے الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں رفاتا بمعنی حطاما یعنی ٹکڑا ٹکڑا، یہ ابو عبیدہ کی تفسیر ہے اور حضرت مجاہدؒ سے منقول ہے کہ رفات بمعنی مٹی ہے۔

واستفزز استخف بخیلك الفرسان والرجل والرجالۃ واحدھا راجل مثل صاحب وصحب وتاجر وتجر

اشارہ ہے آیت کریمہ " واستفزز من استطعت منھم بصوتك واجلب علیھم بخیلك ورجلك الآیۃ. پ۱۵ ع ۷) اور ان میں سے جس پر تیرا قابو چلے اپنی آواز سے (یعنی وسوسہ سے) ڈگمگا دے (پھسلا دے) اور ان پر اپنے سوار اور پیادے (سب کو) لے آ، مطلب یہ ہے کہ تیرا سارا لشکر مل کر گمراہ کرنے میں خوب زور لگا دے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں استفزز کے معنی ہیں استخف یعنی ہلکا کردے راہ راست کے استقامت سے ڈگمگا دے، قالہ ابو عبیدہ۔ بخیلك کے معنی ہیں فرسان یعنی اپنے سواروں سے اور رجلك اپنے پیادے سے، اور رجل اور رجالہ جمع ہے اس کا واحد راجل ہے، جیسے صاحب اور صحب، اور تاجر اور تجر۔ مطلب یہ ہے کہ صاحب کی جمع صحب بفتح الصاد وسکون الحاء ہے، اور تاجر کی جمع ہے تجر بفتح التاء وسکون الجیم، اسی طرح راجل کی جمع رجل بفتح الراء وسکون الجیم ہے

تشریح استفزز، فزّ سے ماخوذ ہے از نصر، معنی ہے جدا ہونا، استفزاز کے معنی مضطرب کردینا، ڈگمگا دینا، استقامت سے ہلکا کردینا اور استفزز صیغہ امر تحدید کے لئے ہے کہ اولاد آدم کے ڈگمگانے اور راہ حق سے پھسلانے میں اپنی ساری طاقت خرچ کردے جو تجھ کو ہوسکے۔

✽ حاصِبًا الرِّيحُ العاصفُ والحاصبُ ايضا ما ترمى به الريحُ ومنه حصَبُ جهنّم يُرمىٰ به فى جهنّم وهو حصبها ويقال حصَب فى الارض ذهَبَ والحصَبُ مشتق من الحصباء والحِجارة ✽

اشارہ ہے آیت کریمہ "(وَيُرْسِلَ عليكم حاصِبًا ثُمّ لا تجدوا لكم وكيلا، پ۱۵ ع) یا تم پر کوئی ایسی سخت ہوا آندھی بھیجدے جو کنکر پتھر برسانے لگے (جیسا کہ قوم عاد ایسے ہی ہوا کے طوفان سے ہلاک کی گئی تھی) پھر تم کسی کو اپنا کارساز نہ پاؤ (یعنی خدا کے سوا)

فرماتے ہیں کہ آیت میں حاصبا کے معنی تیز چلنے والی ہوا، آندھی، اور حاصب اس کنکر اور ریت کو بھی کہتے ہیں جس کو ہوا پھینکے، یعنی اڑا کر لائے یعنی سخت آندھی، ومنہ حصب جہنم اور اسی کے مفہوم سے ماخوذ ہے حصب جہنم (دوزخ کا ایندھن (سورۂ انبیاء) جس کو جہنم میں ڈالدیا جائے گا، وہ دوزخ کا حصب یعنی ایندھن ہے۔

ویقال الخ اور عرب لوگ کہتے ہیں حصب فی الارض، یعنی زمین میں گیا گھس گیا، اور حصب مشتق ہے حصباء اور حجارہ سے، جس کے معنی ہیں سنگریزے پتھر ــــ واضح رہے کہ یہاں اشتقاق سے اصطلاحی اشتقاق مراد نہیں ہے جیسا کہ فعل کا اشتقاق مصدر سے ہوتا ہے بلکہ یہاں مراد صرف مناسبت ہے۔

✽ تارةً مرّةً وجماعته تِيَرَةٌ وتاراتٌ ✽

اشارہ ہے آیت کریمہ "اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فيه تارةً اُخرىٰ الآية پ۱۵ ع)، یا تم اس سے بے فکر ہوگئے کہ خدا تعالیٰ پھر تمکو دریا ہی میں دوبارہ لیجاوے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں تارۃ بمعنی مرّۃ ہے یعنی دفعہ ہر تبہ تارۃ اخری دوسری مرتبہ، دفعہ اس کی جمع تیرۃ اور تارات ہے۔

✽ لَاَحْتَنِكَنَّ لَاَسْتَاصِلَنَّهُمْ يقال احتنك فلانٌ ما عند فلانٍ من علم استقصاه ✽

اشارہ ہے آیت کریمہ "لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلىٰ يوم القيٰمة لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ اِلَّا قليلا پ۱۵ ع)، اگر آپ نے (میری درخواست کے مطابق) مجھکو قیامت کے زمانے تک (موت سے) مہلت دیدی تو میں (بھی) بجز قدر قلیل لوگوں کے (جو مخلصین ہوں گے باقی) اس کی تمام اولاد کو اپنے قابو میں کرلوں گا (یعنی گمراہ کردوں گا)

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں "لَاَحْتَنِكَنَّ کے معنی لَاَسْتَاصِلَنَّهُمْ یعنی ان کا استیصال کردوں گا۔

یقال الخ عرب لوگ کہتے ہیں احتنك فلانٌ الخ یعنی فلاں شخص نے اپنے قابو میں کرلیا، اس علم کو جو فلاں کے پاس تھا، یعنی اس کے انتہا کو پہنچا، احاطہ کرلیا کہ کوئی بات باقی نہ رہی۔

✽ طائره حظّه ✽

اشارہ ہے آیت کریمہ "وَكُلَّ انسانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فى عُنُقِهٖ الآية، پ۱۵ ع ۲) اور ہم نے ہر (عمل کرنے والے) انسان کا عمل (نیک ہو یا بد) اس کے گلے کا ہار بنا رکھا ہے (یعنی ہر شخص کا عمل اس کے ساتھ لازم وملازم ہے

فرماتے ہیں کہ آیت میں طائرہ بمعنی حظّہ ہے یعنی اس کا حصہ، اس کی قسمت ونصیب۔ حضرت ابن عباسؓ سے

طائر کی تفسیر عمل منقول ہے (تیسیر القاری) راغب اصفہانی لکھتے ہیں جو انسان سے صادر ہو خیر ہو یا شر۔

بخاری صفہ ۶۸۴ ❖ قال ابن عباس کل سلطان فی القرآن فھو حجۃ ❖

حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں لفظ سلطان بمعنی حجت اور دلیل ہے۔ اس سورہ میں سلطان کا لفظ تین جگہ آیا ہے ۱۔ پ۱۵ ع ۹، واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔ ۲۔ پ۱۵ ع ۴۔ فقد جعلنا لولیہ سلطانا۔ ۳۔ پ۱۵ ع ۷، لیس لک علیھم سلطٰن۔

❖ ولی من الذل لم یحالف احدًا ❖

اشارہ ہے آیت کریمہ " ولم یکن لہ ولی من الذل، الآیہ پ۱۵ ع ۱۲) اور نہ کمزوری کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ولی من الذل کا مفہوم ہے لم یحالف احدًا ای لم یوال احدا من اجل مذلۃ بہ لیدفعھا بموالاتہ، مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے کسی سے دوستی نہیں کی کہ ذلت وکمزوری کے وقت بوجہ دوستی مدافعت کرے کیونکہ وہ کسی کا محتاج نہیں، ساری کائنات اس کی محتاج ہے، وہ ساری کمزوریوں اور نقائص سے منزہ اور پاک ہے اس لئے اس کو کسی کے مدد کی قطعًا ضرورت نہیں۔

❖ باب قولہ " اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام ❖

اللہ تعالیٰ کا ارشاد " سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام (الآیۃ پ۱۵ ع۱) وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو شب کے وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک لے گیا۔

تشریح اس آیت مبارکہ میں واقعہ معراج کا بیان ہے جو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خصوصی اعزاز اور امتیازی معجزہ ہے۔

تحقیق الفاظ سبحان مصدر ہے بمعنی تسبیح یعنی پاکی بیان کرنا، نصب نیز مفرد کی طرف اضافت اس کو لازم ہیں خواہ وہ مفرد اسم ظاہر ہو جیسے سبحان اللہ (اللہ پاک ہے) اور سبحٰن الذی اسریٰ وہ ذات پاک ہے جو لے گیا) یا اسم ضمیر ہو جیسے سبحٰنہ ان یکون لہ ولد، اس کے لائق نہیں کہ اس کے اولاد ہو، اور سبحٰنک لاعلم لنا وغیرہ۔

علامہ عینی رح فرماتے ہیں: سبحان علم للتسبیح، یعنی سبحان تسبیح کا علم ہے، بہر حال مطلب یہ ہے کہ اس کی ذات نقص وقصور اور ہر قسم کے ضعف وعجز سے پاک ہے، جو بات ہمارے خیال میں بے انتہا عجیب معلوم ہو اور ہماری ناقص عقلیں اسے بعید مستبعد سمجھیں خدا کی قدرت ومشیت کے سامنے وہ کچھ بھی مشکل نہیں۔

اسریٰ: وہ رات کو لے گیا، اسراء سے ماضی ہے اس کے بعد لیلا کے لفظ سے صراحۃً بھی اس مفہوم کو واضح کر دیا اور لفظ لیلاً کے نکرہ لانے سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اس تمام واقعہ میں پوری رات بھی

صرف نہیں ہوا بلکہ رات کا ایک حصہ صرف ہوا، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر جس کا ذکر اس آیت میں ہے اس کو اسراء کہتے ہیں، اور یہاں سے جو سفر آسمانوں کی طرف ہوا اسی کا نام معراج ہے، اور بسا اوقات دونوں سفروں کے مجموعہ کو ایک ہی لفظ معراج سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

اسراء اس آیت کی نص قطعی سے ثابت ہے اور معراج کا ذکر سورۂ نجم کی آیات میں ہے، اس سفر کی غرض کیا تھی؟ اسی آیت میں آگے اشارہ ہے لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيَاتِنَا تاکہ ہم ان کو اپنے عجائبات قدرت دکھلائیں

مختصر واقعہ معراج یہ واقعہ کب ہوا؟ یعنی آپ کو کس سال معراج ہوئی؟ علماء کے اقوال مختلف ہیں لیکن اس بات پر جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت خدیجہ رضؓ کی وفات کے بعد اور بیعت عقبہ سے پہلے معراج ہوئی، راجح قول یہ ہے کہ سنہ ۱۱ نبوی میں سفر طائف سے واپسی کے بعد ہوئی، رہا یہ سوال کہ کس مہینہ میں؟ تو اس میں بھی اقوال مختلف ہیں، مشہور عام طور پر یہ ہے کہ ماہ رجب کی ستائیسویں شب معراج ہے، معراج کے احادیث تقریباً تیس صحابہؓ سے منقول ہیں، جن میں معراج و اسراء کے واقعات بسط و تفصیل سے بیان ہوئے ہیں، جمہور سلف و خلف کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت بیداری میں بجسدہ شریف معراج ہوئی۔

(۲۳۳) **حدثنا** عبدان قال حدثنا عبد الله قال اخبرنا یونس ح وحدثنا احمد بن صالح قال حدثنا عنبسة قال حدثنا یونس عن ابن شهاب قال ابن المسیب قال ابو هریرة اُتی رسول الله صلی الله علیه وسلم لیلة اُسری به بایلیاء بقدحین من خمرٍ ولبنٍ فنظر الیهما فاخذ اللبن قال جبرئیل الحمد لله الذی هداك للفطرة لو اخذت الخمر غوت امتك

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے بیان کیا کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس لیجائے گئے (یعنی معراج کی رات) آپ کے سامنے دو پیالے پیش کئے گئے ایک شراب کا دوسرا دودھ کا، آنحضورؐ نے دونوں کو دیکھا پھر دودھ کا پیالہ لے لیا۔ اس پر جبرئیلؑ نے کہا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے آپ کو فطرت سلیمہ کی طرف ہدایت کی (یعنی اس فطرت اسلام کی ہدایت جس پر حق تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا) اگر آپ شراب کا پیالہ لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة
والحدیث اخرجه البخاری ص۸۳۶، ایضاً ص۸۳۸۔

چند اشکال مع جواب ۱؎ فان قلت مر فی حدیث المعراج ص۵۴۹ انه ثلاثة اقداح والثالث فیه عسل، قلت لا منافاة بینهما۔

اشکال ۲؎: بعض نحویوں نے لکھا ہے کہ کلمہ لو کے جواب میں لام کا ذکر کرنا واجب ہے لیکن اصح ترین قول یہ ہے کہ حذف لام جائز و درست ہے اور فصحاء کے کلام میں پایا جاتا ہے وفی القرآن الحکیم اَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ یَشَاءُ

الله اَطْعَمَهُ، پ۲۳ ع ۲) ایضا قال رَبِّ لو شِئْتَ اَهْلَكْتَهُم من قبل، پ۹ ع ۹)

اشکال ۱۳ : بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیالے سدرۃ المنتہی کے بعد پیش کئے گئے۔

جواب :۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ عجب نہیں کہ یہ پیالے دو مرتبہ پیش کئے گئے ہوں، ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہی پر اور اختیار کی تصویب کی تاکید مزید مقصود ہو، واللہ اعلم، زرقانی ج۴ سیرت مصطفیٰ۔

(۲۴۴) حدثنا احمد بن صالح قال حدثنا ابن وهب قال اخبرني يونس عن ابن شهاب قال ابو سلمة سمعت جابر بن عبد الله قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول لما كذبني قريش قمت في الحجر فجلى الله لي بيت المقدس فطفقت اخبرهم عن اٰياته وانا انظر اليه زاد يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا ابن اخي ابن شهاب عن عمه لما كذبني قريش حين اُسري بي الى بيت المقدس نحوه۔

ترجمہ :۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب قریش نے مجھکو (واقعہ معراج کے سلسلے میں) جھٹلایا تو میں (کعبہ کے) مقام حجر میں کھڑا ہوا تھا پس اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بیت المقدس کو ظاہر کر دیا میں اسے دیکھ دیکھ کر ایک ایک علامت بیان کرنے لگا۔
یعقوب بن ابراہیم نے اپنی روایت میں یہ زیادہ کیا کہ ہم سے ابن شہاب کے بھتیجے نے بیان کیا انھوں نے اپنے چچا ابن شہاب سے پھر یہی حدیث بیان کی اس میں اتنا زیادہ ہے کہ جب مجھکو رات کے وقت بیت المقدس کی طرف لے جایا گیا، الخ

نحوہ : ای نحو الحدیث السابق یعنی حدیث احمد صالح۔

تشریح

مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث اخرجہ البخاری ۵۴۸ عن یحیی بن بکیر عن اللیث واخرجہ مسلم فی الایمان۔

قمت فی الحِجر :۔ بکسر الحاء المھملۃ وسکون الجیم، حجر سے مراد یہاں حطیم کعبہ ہے۔

شب معراج میں آسمانوں سے واپسی بیت المقدس

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی آسمانوں سے ہوئی تو بیت المقدس میں اترے اور وہاں سے براق پر سوار ہو کر علی الصباح مکہ مکرمہ پہونچے، صبح کے بعد آپ نے یہ واقعہ قریش کے سامنے بیان فرمایا، خود حضور اقدس ؐ کا ارشاد ہے کہ میں خوب سمجھ رہا تھا کہ لوگ اس واقعہ کو سن کر میری تکذیب کرینگے اس لئے میں مغموم ایک کنارے بیٹھا کہ دشمن خدا ابوجہل فرعون مکہ میرے پاس پہونچا، اور اس نے مجھ سے بطور استہزاء کہا: کیا کوئی نئی چیز؟ کوئی نئی خبر؟ آپ نے فرمایا، ہاں" ابوجہل نے پوچھا۔ وہ کیا؟ آپ نے فرمایا، آج رات مجھکو معراج ہوئی، ابوجہل نے کہا، کہاں تک؟ فرمایا بیت المقدس تک، ابوجہل نے کہا پھر آپ نے ہمارے

درمیان مکہ میں صبح کی (یعنی اتنے لمبے سفر سے صبح سے قبل مکہ پہونچ بھی گئے) ابوجہل نے کہا، اگر میں آپ کی قوم یعنی قریش مکہ کو بلا کر جمع کر دوں تو آپ سب کے سامنے بیان کریں گے؟ ارشاد فرمایا: ضرور، چنانچہ ابوجہل نے سب کو بلایا کہ اے کعب بن لوئی کے گروہ آجاؤ، جب سارے لوگ جمع ہو گئے تو ابوجہل نے کہا، بیان کیجئے جو آپ نے مجھ سے بیان کیا، حضورؐ کا ارشاد ہے قمت فی الحجر میں حطیم کعبہ میں کھڑا ہو گیا اور واقعہ بیان کیا تو لوگ حیران ہو گئے، کسی نے تعجب سے تالیاں بجائیں، کسی نے مارے تعجب کے سر پر ہاتھ رکھ لیا کہ ایک ہی رات میں بیت المقدس جا کر واپس آگئے؟

حاضرین مجلس میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو بیت المقدس دیکھے ہوئے تھے انھوں نے بطور امتحان بیت المقدس کی علامتیں دریافت کرنا شروع کر دیں، ایک روایت میں ہے کہ یہ شخص جس نے علامتیں دریافت کی وہ مطعم بن عدی تھا

فجلی اللہ الخ حق تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کی نظروں کے سامنے کر دیا، آپؐ دیکھ دیکھ کر سارے سوالات کے جوابات دیتے حتی کہ جب کوئی بات پوچھنے سے باقی نہ رہی تو یہ کہا کہ اچھا اب کوئی راستہ کا واقعہ بتلایئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ راستہ میں فلاں جگہ مجھکو ایک تجارتی قافلہ ملا جو شام سے مکہ واپس آرہا تھا، اس کا ایک اونٹ گم ہو گیا جو بعد میں مل گیا انشاء اللہ تعالیٰ تین دن کے بعد وہ قافلہ مکہ پہونچ جائے گا، چنانچہ تیسرے دن وہ قافلہ مکہ میں داخل ہوا، اور اونٹ کے گم ہونے کا واقعہ بھی بیان کیا، ولید بن مغیرہ نے یہ سن کر کہا کہ یہ جادوگر ہے، لوگوں نے کہا ولید سچ کہتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ قریش کے کچھ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہونچے اور ان سے کہا کہ تمھارے یہ رسول تو کہتے ہیں کہ وہ رات کو بیت المقدس سے ہو آئے ہیں جہاں قافلہ ایک مہینہ میں جاتا ہے اور ایک مہینہ میں آتا ہے، حضرت صدیقؓ نے فرمایا: اگر واقعی حضور اقدسؐ فرماتے ہیں تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں میں تو ان کی اس سے بھی بڑی بات کی تصدیق کرتا ہوں، وہ فرماتے ہیں کہ آسمان کا فرشتہ میرے پاس وحی لاتا ہے اور میں اس کو قبول کرتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت صدیقؓ حضور اقدس صلعم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا آپ نے ایسا فرمایا ہے، حضورؐ نے فرمایا "ہاں" صدیقؓ نے فرمایا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں یا رسول اللہؐ آپ جو کچھ فرماتے ہیں سچ ہے، اسی روز حضرت ابوبکرؓ کو صدیق کا خطاب ملا۔

قاصفا ریح تقصف کل شئ

اشارہ ہے آیت کریمہ "فیرسل علیکم قاصفا من الریح فیغرقکم، الآیہ، پ۱۵ ع،) پھر تم پر ہوا کا طوفان بھیجدے پھر تم کو تمھارے کفر کے سبب غرق کر دے الخ

باب قولہ تعالیٰ ولقد کرمنا بنی آدم، کرمنا واکرمنا واحد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد، ولقد کرمنا بنی الآیۃ پ۱۵ ع ۷) اور ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی الخ

انسان کی فضیلت اکثر مخلوقات پر

انسان کی فضیلت اور فوقیت کن صفات اور کن وجوہ کی بنا پر ہے؛ حضرت ابن عباس رضہ سے منقول ہے کہ عقل وشعور یعنی انسان کو عقل وشعور میں خاص امتیاز بخشا گیا ہے جس کے ذریعہ وہ تمام کائنات سے اپنے کام نکالتا ہے، حضرت ضحاک سے منقول ہے کہ نطق وگویائی، مطلب یہ ہے کہ انسان کو نطق وگویائی اور افہام وتفہیم کا جو ملکہ عطا ہوا ہے وہ دوسرے حیوان میں نہیں کہ انسان تقریر وتحریر اور اشارات کے ذریعہ اپنے دل کی بات دوسروں تک پہونچا دیتا ہے، حضرت عطاء سے منقول ہے تعدیل قامت یعنی اعتدال قد وقامت میں انسان تمام حیوانات سے ممتاز ہے، وعن یمان بحسن الصورت وعن محمد بن جریر بتسلیطہم علی غیرہم من الخلق وتسخیر سائر الخلق لہم ومن ابن عباس کل شئی یاکل بفیہ الا ابن آدم یاکل بیدہ (عمدہ ص۲۳)

کرمنا واکرمنا واحدٌ۔ فرماتے ہیں کہ دونوں کے معنی ایک ہیں مقصد یہ ہے کہ دونوں متعدی ہے اگرچہ کرمنا بالتشدید میں مبالغہ زیادہ ہے بمقابلہ اکرمنا کے۔

ضِعفَ الحیٰوۃ عذاب الحیٰوۃ وضِعفَ المماتِ عذاب المماتِ

اشارہ ہے آیت کریمہ، وَلولا ان ثبتنٰک لقد کِدتَّ ترکنُ الیہم شیئًا قلیلًا اِذًا لَّاَذقنٰک ضِعفَ الحیٰوۃ وضِعفَ المماتِ ثمَّ لاتجد لک علینا نصیرا، پ۱۵ ع۸) اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا (یعنی معصوم نہ کیا ہوتا) تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہونچتے (اور) اگر ایسا ہو جاتا (کہ آپ کا کچھ میلان ان کی بات کی طرف ہوتا) تو ہم آپ کو حالت حیات میں بھی اور بعد موت کے بھی دوہرا عذاب چکھاتے، پھر آپ ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار بھی نہ پاتے۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ضعف الحیٰوۃ کے معنی ہیں عذاب الحیٰوۃ اور ضعف الممات کے معنی ہیں عذاب الممات

تشریح

علامہ قسطلانی رح کہتے ہیں " وکان اصل الکلام عذابا ضعفا فی الحیٰوۃ وعذابا ضعفا فی الممات بمعنی مضاعفا ثم حذف الموصوف واقیمت الصفۃ مقامہ ثم اضیفت الصفۃ اضافۃ الموصوف فقیل ضعف الحیٰوۃ وضعف الممات کما لو قیل لاذقناک الیم الحیٰوۃ والیم الممات فی قولہ ولولا ان ثبتناک تصریح بانہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہم باجابتہم مع قوۃ الداعی الیہا وفیہ تخویف لامتہ لئلا یرکن احد من المسلمین الی احد من المشرکین فافہم واعمل (قسطلانی)

حاصل یہ ہے کہ ضعف الحیٰوۃ کی اصل عبارت ہوگی عذابا ضعفا فی الحیٰوۃ " تو عذابا موصوف کو حذف کر کے ضعفا صفت کو موصوف کے قائم مقام کر دیا گیا، پھر اس کی اضافت کر دی گئی مانند اضافت موصوف کے الخ

خِلافَک وَخَلفَک سواءٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ، وَاِذًا لَّا یلبثون خلفک اِلّا قلیلًا، پ۱۵ ع۸) اور اس وقت وہ بھی آپ کے بعد

بہت کم ٹھہرنے پائیں گے (چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہجرت کے ایک سال بعد دوسرے ہی سال جنگ بدر میں ہلاک ہوئے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں خِلافَكَ بکسر الخاء اور خلفک بفتح الخاء دونوں برابر ہیں یعنی دونوں قرأتیں ہیں، اور دونوں کے معنی ایک ہیں۔

ونای تباعد

اشارہ ہے آیت کریمہ " واذا انعمنا علی الانسان اعرض ونا بجانبہ، الآیۃ، پ۱۵ ع ۹) اور جب انسان (یعنی کافر) کو نعمت عطا کرتے ہیں تو (ہم سے اور ہمارے احکام سے) منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں نای بمعنی تباعَدَ ہے یعنی دور ہوا، لیکن آیت میں چونکہ متعدی بالباء ہے اس لئے ترجمہ ہوگا اس نے اپنے پہلو کو دور کرلیا، کروٹ پھیر لی، پہلو پھیر لی۔

شاکلتہ ناحیتہ وھی من شکلہ

اشارہ ہے آیت کریمہ " قل کل یّعمَل علی شاکلتہ، الآیۃ، پ۱۵ ع ۹) آپ فرمادیجئے کہ (مؤمنین اور کفار اور اخیار و اشرار میں سے) ہر شخص اپنے طریقہ پر کام کررہا ہے

فرماتے ہیں کہ آیت میں شاکلتہ بمعنی ناحیتہ ہے یعنی راستہ، طریقہ، اور یہ ماخوذ ہے شَکل سے جس کے معنی ہیں قصد و ارادہ، مثل و نظیر، شاکلتہ کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ مراد مذہب ہے جو اس کے مثل و مشابہ ہے ہدایت و ضلالت میں اور اس تفسیر کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آگے ارشاد الٰہی ہے فربکم اعلم بمن ھو اھدی سبیلا (آیت مذکورہ بالا کا جزء ثانی)

حاصل سب کا یہ ہے کہ ہر انسان کی اپنے ماحول کے اعتبار سے ایک عادت اور طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے جس کے تابع رہتا ہے، اس میں انسان کو اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ برے ماحول اور بری صحبت سے پرہیز کرے۔

صَرَّفنا وَجَّھنا

اشارہ ہے آیت کریمہ " ولقد صرّفنا للناس فی ھذا القرآن من کل مَثَل، الآیۃ، پ۱۵ ع ۱۰) اور ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اس قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں صرّفنا بمعنی وجّھنا ہے، یعنی ہم نے سامنے لایا ہے، ہم نے بیان کیا ہے۔

قبیلا معاینۃً ومقابلۃً وقیل القابلۃ لانھا مقابلتھا وتقبل ولدھا

اشارہ ہے آیت کریمہ " او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا، پ۱۵ ع ۱۰) یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے لا کھڑا کردیں (کہ ہم کھلم کھلا دیکھ لیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت قبیلا کے معنی ہیں آنکھوں کے سامنے، روبرو، اور یہ ابو عبیدہ کی تفسیر ہے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے ماخوذ ہے قابلۃ یعنی دائی، جنائی، بچہ جنانے والی دائی، کیونکہ بچہ جناتے وقت جننے والی عورت کے مقابل اور سامنے ہوتی ہے اور اسکے بچہ کی دایہ گیری کرتی ہے سنبھالتی ہے۔

خشیۃ الانفاق انفق الرجل املق و نفق الشئ ذھب

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ اذاً لامسکتم خشیۃ الانفاق وکان الانسان قتورا، پ۱۵ ع۱۱) (اگر تم لوگ میرے رب کے خزانوں کے مالک ہوجاؤ) تواس صورت میں تم (اس کے) خرچ ہوجانے کے اندیشے سے ضرور ہاتھ روک لیتے، کبھی کسی کو نہ دیتے حالانکہ یہ چیز کسی کو دینے سے گھٹتی بھی نہیں) اور آدمی ہے بڑا تنگ دل

فرماتے ہیں کہ آیت میں خشیۃ الانفاق کے معنی خشیۃ الاملاق ہے یعنی افلاس، کہتے ہیں انفق الرجل یعنی شخص مفلس ہوگیا اور بولتے ہیں نفق الشئ جب کوئی چیز ختم ہوجائے۔

قتورا مقترا

اشارہ ہے آیت مذکورہ ہی کی طرف۔ فرماتے ہیں کہ قتور جو صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی اسم فاعل مقتر ہے یعنی بخیل کنجوس، وہو قول ابی عبیدۃ رہ، قتر از نصر اور قتر از تفعیل نان نفقہ میں کوتاہی و کمی کرنا، بخل و کنجوسی کرنا۔

للاذقان مجتمع اللحیین والواحد ذقن

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ یخرون للاذقان سجدا، پ۱۵ ع۱۲) تو ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں،

فرماتے ہیں کہ آیت میں اذقان کے معنی ہیں دونوں جبڑے ملنے کی جگہ اور واحد ذقن بفتح الذال والقاف ہے جس کا معنی ہے ٹھڈی۔

مجتمع اللحیین :۔ اسم مکان بضم المیم الاولیٰ و فتح الثانیۃ ای محل اجتماع اللحیین بفتح اللام وقد تکسر تثنیۃ لحی وہو العظم الذی علیہ الاسنان (قسطلانی)

وقال مجاھد موفورا وافرا

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ فان جھنم جزاؤکم جزاءً موفورا، پ۱۵ ع،) تم سب کی سزا جہنم ہے پوری سزا۔

فرماتے ہیں، اور مجاہد رہ نے کہا کہ آیت میں موفور یعنی اسم مفعول بمعنی وافر اسم فاعل ہے، مطلب یہ ہے کہ جیسے اسم فاعل بمعنی اسم مفعول آتا ہے "فی عیشۃ راضیۃ" تو یہاں اسم مفعول بمعنی اسم فاعل ہے۔

تبیعا ثائرا وقال ابن عباس نصیرا

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ ثم لاتجدوا لکم علینا بہ تبیعا، پ۱۵ ع،) پھر اس بات پر (یعنی غرق کردینے پر) کوئی ہمارا پیچھا کرنے والا بھی تم کو نہ ملے (جو ہم سے تمہارا بدلہ لے سکے)

فرماتے ہیں کہ آیت میں تبیعا بمعنی ثائر ہے یعنی بدلہ لینے والا، ثائر از فتح معنی آتا ہے خون کا بدلہ لینا، خون کا مطالبہ کرنا اور ہر اس شخص کو جو بدلہ کا طالب ہو اس کو تبیع اور تابع بمعنی پیچھا کرنے والا کہا جاتا ہے وہذا ایضا تفسیر مجاہد رہ، اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ تبیعا بمعنی نصیرا ہے۔ اس صورت میں معنی ہوگا، تم کو کوئی مددگار نہ ملے۔

خبت طفئت

اشارہ ہے آیت کریمہ "کلما خبت زدناھم سعیرا، پ۱۵ ع ۱۱) وہ (یعنی دوزخ کی آگ) جب ذرا دھیمی ہونے لگے گی اسی وقت ہم ان کے لئے اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں خبت بمعنی طفئت ہے یعنی بجھنے لگے گی، از سمع آگ کا بجھنا، دھیما ہونا۔

بخاری ص۶۸۴ ✦ وقال ابن عباس لا تبذر لا تنفق فی الباطل ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ "ولا تبذر تبذیرا، پ۱۵ ع ۳) اور (مال کو) بے موقع مت اڑانا الخ

فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لاتبذر کے معنی ہیں لا تنفق فی الباطل یعنی بے ہودہ جگہ۔ ناجائز کاموں میں مال کو مت خرچ کرو۔

✦ ابتغاء رحمۃ رزق ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ "وَاِمَّا تعرضنّ عنھم ابتغاء رحمۃٍ من ربّک الآیۃ، پ۱۵ ع ۳) اور اگر کسی وقت تمہارے پاس مساکین وغیرہ کو دینے کے لئے مال نہ ہو اور اس لئے) تمکو اس رزق کے انتظار میں جس کی اپنے پروردگار سے توقع ہو (اس کے نہ آنے تک) ان سے پہلوتہی (اعراض) کرنا پڑے الخ۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں رحمۃ بمعنی رزق ہے۔

✦ مثبورا ملعونا ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ "وَاِنّی لاظنک یفرعون مثبورا، پ۱۵ ع ۱۲) اور میرے خیال میں تو اے فرعون ضرور ملعون ہے یعنی شامت زدہ ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں مثبور بمعنی ملعون ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہے، وقال مجاہد ھالکا ولاریب ان الملعون ہالک

✦ لاتقف لا تقل ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ "ولاتقفُ مالیس لک بہ علم، الآیہ پ۱۵ ع ۴)، اور جس بات کی تجھکو تحقیق نہ ہو اس پر عمل مت کیا کر۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں لاتقف کے معنی ہیں لاتقل یعنی مت کہو اٹکل سے جس کا تجھکو علم نہیں، اصل قفا یقفو اقفوا از نصر کا معنی ہے پیچھے چلنا، پیروی کرنا، اندھی تقلید کرنا۔

✦ فجاسوا تیمموا ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ "فجاسوا خِلٰل الدّیار وکان وعدًا مفعولا پ۱۵ ع۱) پھر وہ (تمہارے) گھروں میں گھس پڑیں گے (اور تم کو قتل وقید اور غارت کردیں گے، اور یہ (وعدہ سزا) ایک وعدہ ہے جو ضرور ہوکر رہے گا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں جاسوا بمعنی تیمموا ہے یعنی قصد کیا، مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے قتل وغارت کشت وخون کا بخت نصر نے قصد کیا الخ از نصر جوسٌ کے معنی ہیں لوٹ مار کے لئے گھس پڑنا۔

یُزجی الفلک یجری الفلک

اشارہ ہے آیت کریمہ "ربکم الذی یُزجی لکم الفلک فی البحر الآیۃ پ۱۵ ع ۷) تمہارا رب ایسا (منعم) ہے کہ تمہارے (نفع کے) لئے کشتی کو دریا میں چلاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں یُزجی (از ازجاء) بمعنی یجری ہے از اجراء جس کے معنی ہیں چلانا، جاری کرنا۔

یخرون للاذقان للوجوہ

اشارہ ہے آیت کریمہ "یخرون للاذقان یبکون الآیۃ، پ۱۵ ع ۱۲) اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے۔

فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ چہروں کے بل گرتے ہیں (سجدہ میں)

باب قولہ واذا اردنا ان نُّھلک قریۃً اَمَرنا مُترفیھا الآیۃ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:- واذا اردنا الآیۃ، پ۱۵ ع ۲) اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو (کسی رسول کی معرفت) اس (بستی) کے خوش عیش (یعنی امیر و رئیس) لوگوں کو (ایمان واطاعت کا) حکم دیتے ہیں، پھر (جب) وہ لوگ بدکاری (نافرمانی) کرنے لگتے ہیں، تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے، پھر اس بستی کو ہم غارت (تباہ) کر ڈالتے ہیں

(۲۳۵) حدثنا علی بن عبداللہ قال حدثنا سفیٰن اخبرنا منصور عن ابی وائل عن عبداللہ قال کنا نقول للحیّ اذا کثروا فی الجاھلیۃ اَمِرَ بنو فلان حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیٰن وقال اَمَرَ

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب زمانہ جاہلیت میں کسی قبیلے کے لوگ بہت ہو جاتے تو ہم کہتے اَمِرَ بنو فلان یعنی فلاں خاندان بہت بڑھ گیا ــ ہم سے حمیدی (عبداللہ بن زبیر حمیدی) نے بیان کیا کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا (یعنی بسند) وقال اَمَرَ، مطلب یہ ہے کہ امام بخاری کے شیخ علی بن عبداللہ المدینی نے اَمِرَ بکسر المیم اور دوسرے شیخ حضرت حمیدی نے اَمَرَ بفتح المیم بیان کیا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ تؤخذ من قولہ امر فانہ بفتح المیم وکسرہا کما جاءت القراآت المذکورۃ فی الآیۃ المذکورۃ مبنیۃ علی الاختلاف فی معنی امر الذی ہو الماضی والاختلاف فی بابہ (عمدہ)

خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ میں "امرنا مترفیھا" کے امرنا میں مختلف قرآت ہے جمہور کی قرآت بفتح المیم ہے اس صورت میں امر یامر از نصر ہوگا جس کے معنی حکم دینا اور اسی کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے دوسری قرآت بکسر المیم امِرنا ہے، اس صورت میں باب سمع سے ہوگا، جس کا معنی ہے بہت ہونا، یہی قرآت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے اس قرآت پر معنی ہوگا "جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو وہاں خوش عیش رئیسوں کی تعداد بڑھا دیتے ہیں۔ ایک اور چوتھی قرآت ہے میم کے تشدید کے ساتھ، امّرنا اس صورت میں معنی ہوگا "ہم وہاں کے خوش عیش لوگوں کو قوم کا حاکم بنا دیتے ہیں

باب قولہ ذریۃ من حملنا مع نوح انہ کان عبدا شکورا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد : ذُرِّیَّةَ الآیة، (پ۱۵ ع۱) اے ان لوگوں کی نسل جن کو ہم نے نوح (علیہ السلام) کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا بیشک وہ شکر گذار بندہ تھے۔

تشریح ذریۃ بنصب ذریۃ علی الاختصاص او علی البدل من وکیلا ای لاتتخذوا من دونی وکیلا، ذریۃ من حملنا مع نوح (قسطلانی) وقرئ ذریۃ بالرفع بدلا من واو تتخذوا، وقرأ زید بن ثابتؓ ذریۃ بکسر الذال وروی عنہ انہ فسرہا بولد الولد (عمدہ) قولہ انہ کان عبدا شکورا، قال المفسرون کان نوح علیہ السلام اذا لبس ثوبا او اکل طعاما او شرب شرابا قال الحمد للہ فسمی عبدا شکورا (عمدہ)

(۲۳۶) حدثنا محمد بن مقاتل قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا ابو حیان التیمیُّ عن ابی زُرعۃ بن عمرو بن جریر عن ابی ہریرۃ قال اُتی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلحم فرفع الیہ الذراعُ وکانت تعجبُہ فنہس نہسۃً ثم قال انا سید الناس یوم القیٰمۃ وہل تدرون مِمَّ ذالک یجمع الناسُ الاوّلین والاٰخرین فی صعیدٍ واحدٍ یسمعہم الداعی وینفذہم البصرُ وتدنوا الشمسُ فیبلغ الناسَ من الغمّ والکرب ما لایطیقون ولایحتملون فیقول الناسُ الا ترون ما قد بلغکم الاتنظرون من یشفع لکم الی ربکم فیقول بعضُ الناس لبعضٍ علیکم باٰدم فیاتون اٰدمَ فیقولون لہ انتَ ابو البشر خلقک اللہ بیدہ ونفخ فیک من روحہ وامر الملائکۃ فسجدوا لک اشفع لنا الی ربک الاتری الی ما نحن فیہ الاتری الی ما قد بلغنا فیقول اٰدم ان ربی قد غضِب الیوم غضبا لم یغضب قبلہ مثلہ ولن یغضب بعدہ مثلہٗ وانہ قد نہانی عن الشجرۃ فعصَیتُہ نفسی نفسی نفسی اذہبوا الی غیری اذہبوا الی نوحٍ فیاتون نوحا فیقولون یا نوحُ انکَ انت اوّل الرسل الی اہل الارض وقد سماک اللہ عبدا شکورا اشفع لنا الی ربک الاتری الی ما نحن فیہ فیقول ان ربی قد غضب الیوم غضبا لم یغضب قبلہ مثلہ ولن یغضبَ بعدہ مثلہ وانہ قد کانت لی دعوۃ دعوتُہا علی قومی نفسی نفسی نفسی اذہبوا الی غیری اذہبوا الی ابراہیم فیاتون ابراہیم فیقولون یا ابراہیم انت نبی اللہ وخلیلہ من اہل الارض اشفع لنا الی ربک الاتری الی ما نحن فیہ فیقول لہم ان ربی قد غضب الیوم غضبا لم یغضب قبلہ مثلہ ولن یغضب بعدہ مثلہ وانی قد کنت کذبتُ ثلاث کذباتٍ فذکرہن ابو حیان فی الحدیث نفسی نفسی اذہبوا الی غیری اذہبوا الی موسیٰ فیقولون یا موسیٰ انت رسول اللہ فضّلک اللہ برسالتہ وبکلامہ علی الناس اشفع لنا الی ربک الاتری الی ما نحن فیہ فیقول ان ربی قد غضب الیوم غضبا لم یغضب قبلہ مثلہ ولن یغضب بعدہ مثلہ وانی قد قتلتُ نفسا لم اُومر بقتلہا نفسی نفسی نفسی اذہبوا الی غیری اذہبوا الی

عیسیٰ فیاتون عیسیٰ فیقولون یا عیسیٰ انت رسول اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ وکلمت الناس فی المھد صبیًا اشفع لنا الیٰ ربک الا تریٰ الی ما نحن فیہ فیقول عیسیٰ ان ربی قد غضب الیوم غضبا لم یغضب قبلہ مثلہ ولن یغضب بعدہ مثلہ ولم یذکر ذنبا نفسی نفسی نفسی اذھبوا الیٰ غیری اذھبوا الیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیاتون محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم فیقولون یا محمد انت رسول اللہ وخاتم الانبیاء وقد غفر اللہ لک ماتقدم من ذنبک وما تأخر اشفع لنا الی ربک الا تریٰ الی ما نحن فیہ فانطلق فاٰتی تحت العرش فاقع ساجدا لربی ثم یفتح اللہ علیّ من محامدہ وحسن الثناء علیہ شیئًا لم یفتحہ علیٰ احد قبلی ثم یقال یا محمد ارفع رأسک سل تعطہ واشفع تشفع فارفع راسی فاقول امتی یارب امتی یارب امتی یارب فیقال یا محمد ادخل من امتک من لاحساب علیھم من الباب الایمن من ابواب الجنۃ وھم شرکاء الناس فیما سوی ذالک من الابواب ثم قال والذی نفسی بیدہ ان مابین المصراعین من مصاریع الجنۃ کما بین مکۃ وحمیر او کما بین مکۃ وبصری۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا اور دست کا حصہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا وہ آپ کو بہت پسند تھا، آپؐ نے اس دست کا گوشت دانتوں سے نوچا (یعنی دانت سے کاٹ کر تناول فرمایا) پھر آپؐ نے فرمایا، قیامت کے روز میں لوگوں کا سردار ہونگا اور کیا تم جانتے ہو یہ کس وجہ سے ہوگا؟ یعنی میں جو سردار ہونے کو کہہ رہا ہوں اس کا سبب کیا ہے؟) سارے لوگ اگلے پچھلے ایک چٹیل میدان میں جمع کئے جائینگے (وہ میدان ایسا ہموار ہوگا) کہ پکارنے والا ان سب کو اپنی آواز سنا سکے گا اور نگاہ سب کو دیکھ سکے گی، سورج بالکل قریب ہو جائے گا، چنانچہ لوگوں کو رنج وغم پہونچے گا کہ طاقت سے باہر اور وہ برداشت نہ کرسکیں گے، آخر (مجبور ہوکر) آپس میں کہیں گے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ کیا نوبت پہونچی ہے؟ کیا تم نہیں دیکھو گے (نہیں تلاش کروگے) ایسی ذات کو جو پروردگار کے پاس تمہاری سفارش کرے، پھر بعض لوگ بعض سے کہیں گے کہ آدم علیہ السلام کے پاس چلنا چاہیئے، چنانچہ سب لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے، آپ سب انسانوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور اپنی طرف سے خصوصیت کے ساتھ آپ میں روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا (کہ آپ کو سجدہ کریں) چنانچہ انھوں نے آپ کو سجدہ کیا، اب آپ اپنے پروردگار سے ہمارے لئے سفارش کیجئے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس تکلیف میں ہیں، آپ اس حالت کو بھی دیکھ رہے ہیں جو ہمیں پہونچی ہے (کہ بھوکے پیاسے اور پیشانی سے پاؤں تک پسینہ میں شرابور)

اس پر آدم علیہ السلام کہیں گے کہ میرا رب آج انتہائی غضبناک ہے (جلال میں ہے) اس سے پہلے اتنا غضبناک وہ کبھی نہیں ہوا تھا اور نہ آج کے بعد اتنا غضبناک ہوگا، اور پروردگار نے مجھے بھی ایک درخت (کے کھانے) سے منع کیا تھا، لیکن میں نے اس کی نافرمانی کی نفسی نفسی نفسی (یعنی مجھے خود اپنی فکر ہے) تم لوگ تو کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، چنانچہ سب لوگ نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے نوح آپ سب سے پہلے رسول ہیں اہل زمین کی طرف، آپ کو اللہ تعالیٰ نے عبد شکور (یعنی سورۂ بنی اسرائیل میں شکر گذار بندہ) کا خطاب دیا ہے، آپ اپنے رب کے حضور ہمارے لئے سفارش کر دیجئے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس تکلیف میں مبتلا ہیں، حضرت نوح ؑ بھی کہیں گے کہ میرا رب اتنا غضبناک ہوا ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضبناک نہیں ہوا تھا، اور نہ آج کے بعد اتنا غضبناک ہوگا، اور مجھے ایک دعاء کی قبولیت کا یقین دلایا گیا تھا جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کرلی تھی (یعنی رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا) جس کی وجہ سے معدودے چند افراد کشتی والے کے علاوہ سب ہلاک ہو گئے، مجھ کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چھوڑ دینا چاہئے تھا) نفسی نفسی نفسی میرے سوا اور کسی کے پاس جاؤ، ہاں حضرت ابراہیم ؑ کے پاس جاؤ، چنانچہ سب لوگ ابراہیم ؑ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے ابراہیم ؑ آپ اللہ کے نبی اور اللہ کے خلیل ہیں (یعنی اپنے دور کے اہل ارض میں منتخب اللہ تعالیٰ کے جانی دوست ہیں) آپ پروردگار کے پاس ہماری سفارش کیجئے آپ دیکھ رہے کہ ہم لوگ کس تکلیف میں ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام بھی کہیں گے ،، آج میرا رب غضبناک ہے اتنا غضبناک نہ وہ پہلے ہوا تھا اور نہ آج کے بعد ہوگا، اور میں نے (دنیا میں ایک خطا کی تھی) تین جھوٹ بولے تھے، ابو حیان (راوی) نے اپنی حدیث میں ان تینوں کا ذکر کیا ہے۔ نفسی نفسی نفسی میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں موسیٰ ؑ کے پاس جاؤ چنانچہ سب لوگ موسیٰ ؑ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے موسیٰ ؑ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے رسالت اور اپنے کلام کے ذریعہ (اپنے دور کے) تمام لوگوں پر آپ کو فضیلت دی، آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار کے پاس سفارش کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس تکلیف میں گرفتار ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے آج اللہ تعالیٰ بہت غضبناک ہے، اتنا غضبناک کہ نہ وہ پہلے ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی ہوگا، میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، حالانکہ اللہ کی طرف سے اس کے قتل کا حکم نہیں ملا تھا، نفسی نفسی نفسی میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں عیسیٰ ؑ کے پاس جاؤ، سب لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے اے عیسیٰ ؑ آپ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم ؑ پر ڈالا تھا اور اللہ کی طرف سے روح ہیں آپ نے گود میں رہ کر (بطور خرق عادت کے) بچپن میں لوگوں سے باتیں کی تھیں، اپنے رب کے پاس ہمارے لئے سفارش کیجئے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم لوگ کس تکلیف میں ہیں، عیسیٰ ؑ بھی کہیں گے کہ میرا رب اتنا غضبناک ہے کہ نہ اس سے پہلے غضبناک ہوا تھا اور نہ اس کے بعد ہوگا اور (راوی نے) کوئی قصور نہیں

بیان کیا (جیسے اور انبیاء کی لغزشیں بیان کیں، لیکن نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فرمائیں گے "اللہ کے سوا میں معبود ٹھہرایا گیا، مجھکو لوگوں نے ابن اللہ کہا تھا اس لئے میں خود ڈرتا ہوں) نفسی نفسی میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ حضور اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے محمدؐ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اور اللہ نے آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف کردی ہیں آپ اپنے پروردگار کے پاس ہمارے لئے سفارش کر دیجئے، آپ خود ملاحظہ فرماسکتے ہیں کہ ہم لوگ کس تکلیف میں ہیں، حضورؐ نے فرمایا کہ میں چلونگا اور عرش کے تلے پہونچ کر اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر اللہ تعالیٰ اپنی تعریف اور حسن ثناء کی وہ باتیں میرے دل میں ڈال دیگا (سکھلا دیگا) کہ مجھ سے پہلے وہ محامد کسی کو نہیں بتائے تھے پھر کہا جائے گا اے محمد (م) اپنا سر اٹھائیے، مانگئے آپ کو دیا جائے گا، سفارش کیجئے آپ کی سفارش قبول کی جائے گی تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا "میری امت اے میرے رب، میری امت اے میرے رب، میری امت اے میرے رب، کہا جائے گا" اے محمد اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب نہیں ہے جنت کے داہنے دروازے سے داخل کر لیجئے۔ اور یہ لوگ اس کے سوا باقی دروازوں میں بھی لوگوں کے شریک ہیں (مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو اختیار ہے کہ جس دروازہ سے چاہیں داخل ہو سکتے ہیں) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنت کے دروازے کے دونوں کناروں میں (یعنی جنت کے پھاٹک کے دونوں پٹوں میں) اتنا فاصلہ ہے جیسے مکہ اور حمیر کے درمیان ہے۔ یا جتنا مکہ اور بصریٰ کے درمیان۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "عبدا شکورا"۔
والحدیث قد مضی مختصرا فی کتاب الانبیاء ۴۷۰ وضافی التفسیر ۶۸۴ تا ۶۸۵۔

قال انا سید الناس الخ اعلاما لامتہ بقدرہ عند اللہ لیومنوا بہ (حاشیہ بحوالہ قسطلانی)

فی صعید واحد الخ اس پر یہ اشکال کہ اتنی بڑی زمین جو موجودہ دنیا کی زمین سے سیکڑوں گنا بڑی ہوگی تو لوگوں تک نہ آواز پہونچ سکتی ہے اور نہ نگاہ۔

جواب:۔ آفتاب ہم سے کروڑوں میل دور ہے، اسی طرح ثوابت اربوں میل دور ہیں مگر ہماری نگاہ پہونچتی ہے، رہا سننے کا معاملہ تو اگر داعی فرشتہ ہو تو کیا اشکال ہے؟

انک انت اول الرسل :۔ یہاں قابل غور دو مسئلے ہیں، ایک ہے اول الرسل، اور دوسرا مسئلہ ہے الی اھل الارض۔

ازالۂ شبہات حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام تھے مثلاً حضرت آدم، حضرت شیث اور حضرت ادریس علیہم السلام، اور ان حضرات کے پاس بھی حق تعالیٰ کی طرف

سے وحی آتی رہی، پس حضرت نوح ؑ کو اول الرسل کہنا کس طرح درست ہوگا؟

جواب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے رسول ہیں جیسا کہ حدیث مذکور میں اس کی تصریح ہے پس معلوم ہوا کہ نوح علیہ السلام سے پہلے انبیاء تو تھے لیکن رسول نہ تھے، حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے رسول ہیں دوسرا اشکال:- "الیٰ اھل الارض" سے ہے اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح ؑ کی بعثت عام تھی۔ جواب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں روئے زمین پر صرف ان ہی کی قوم تھی اس لئے اتفاقی عموم ہوگیا تھا، حقیقی عموم نہ تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت توحید و احکام سب میں تمام اقوام عالم کے لئے عام ہے۔ ۲۔ اگر حقیقۃً نوح ؑ کی بعثت کو اس زمانہ کے تمام لوگوں کے لئے عام مان لی جائے تو بھی حضور اقدس ؐ کی بعثت عامہ میں کوئی فرق نہیں آتا اس لئے کہ آپؐ کی بعثت عام ہے مکان کے لحاظ سے بھی اور زمان کے لحاظ سے بھی قیامت تک کے لئے، توحید میں بھی اور احکام میں بھی اور یہ عموم کسی کو حاصل نہیں۔

۳۔ علامہ عینی رہ کی اپنی تحقیق یہ ہے کہ طوفان کے وقت حضرت نوح ؑ کے ساتھ صرف مومنین تھے کشتی والوں کے علاوہ سب ہلاک ہوگئے بعد طوفان جتنے مومنین تھے وہ زمین پر آگئے، لیکن کسی کے اولاد نہ ہوئی سب کے سب لاولد دنیا سے رخصت ہوگئے، صرف نوح ؑ کے تین بیٹے حام، سام اور یافث کی نسلیں چلیں اور انھیں سے دنیا آباد ہوئی، پس چونکہ موجودہ دنیا کے جدامجد نوح ؑ ہیں اور ان کے بعد تمام انبیاء انھیں کی نسل سے ہیں اسی وجہ سے آپ کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ فلا اشکال۔

حمیر: بکسر الحاء المہملۃ وسکون المیم وفتح الیاء ای صنعاء لانہا بلد حمیر وہو بالیمن بُصریٰ بضم الباء مدینۃ بالشام

بخاری ۶۸۵ ❁ باب قولہ وآتینا داؤد زبورا ❁

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:- وَآتَینا داؤد الآیۃ (پ۵ ع۶) اور ہم نے داؤد ؑ کو زبور عطا کی۔

زبور:- بروزن رسول وہ آسمانی کتاب جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، زبور ماخوذ ہے زبر سے جس کے معنی لکھنے کے آتے ہیں، علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔ کتابا مزبورا" ای مکتوبا الخ یعنی زبور وہ کتاب ہے جو حضرت داؤد ؑ پر نازل ہوئی یہ کتاب ایک سو پچاس سورتوں پر مشتمل ہے، ان میں حلال و حرام، حکم و احکام نہیں ہیں بلکہ تمام تر تسبیح و تقدیس، تحمید و تمجید اور حق تعالیٰ کی ثناء کے بارے میں ہیں، ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، زبور رمضان کی بارہ تاریخ کو نازل ہوئی (معارف القرآن ج۲)

(۲۴۷) ❁ حدثنی اسحٰق بن نصر قال حدثنا عبدالرزاق عن معمر عن ھمام عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خُفِّفَ علی داؤد القراءۃُ فکان یامر بدابتہ لتُسرَج فکان یقرأ قبل ان یَفرُغ یعنی القرآن۔ ❁

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داؤد (ع) پر پڑھنا (یعنی زبور کی تلاوت) آسان کردیا گیا تھا، چنانچہ وہ اپنے جانور پر زین کسنے کا حکم دیتے پھر زین کسے جانے سے پہلے ہی پڑھ چکتے یعنی اللہ کی کتاب۔

تشریح مطابقة للترجمة فی قوله القراءة لان معناه قراءة الزبور۔
والحدیث مضی فی کتاب الانبیاء ص۴۸۵۔

خفف :- بضم الخاء بصیغة المجهول۔ القراءة زبور کی تلاوت، تورات کا پڑھنا اس لئے کہ زبور میں احکام نہیں تھے احکام کے لئے تورات ہی پر اعتماد تھا، زبور میں تو کچھ مواعظ ونصائح تھے اور کچھ دعاء وتسبیح، کمامر۔ ابتدأه، اس روایت میں بصیغۂ مفرد ہے اور کتاب الانبیاء میں بصیغۂ جمع بدوابہ ہے پس دابۃ بصورت مفرد جنس مراد ہے۔ لتسرج از اسراج بمعنی زین کسنا۔

باب قوله قل ادعوا الذین زعمتم من دونه فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :- قل ادعوا الذین الخ الآیۃ پ۱۵ ع ۵) آپ (ان لوگوں) سے فرما دیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا (معبود) قرار دے رہے ہو (جیسے فرشتے اور جنات) ذرا ان کو (اپنی تکلیف جیسے مرض، قحط دور کرنے کے لئے) پکارو تو سہی سو وہ نہ تم سے تکلیف کو دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس کے بدل ڈالنے کا (مثلاً اپنے قحط کو دوسروں کی طرف پھیر دیں۔

(۲۱۸) حدثنی عمرو بن علی قال حدثنا یحیی قال حدثنا سفیان حدثنی سلیمن عن ابراھیم عن ابی معمر عن عبد اللہ الی ربھم الوسیلة قال کان ناس من الانس یعبدون ناسا من الجن فاسلم الجن وتمسك ھؤلاء بدینھم زاد الاشجعی عن سفین عن الاعمش قل ادعوا الذین زعمتم۔

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے آیت کریمہ "الی ربھم الوسیلة" کی تفسیر کے متعلق روایت ہے، آپ نے بیان کیا کہ کچھ لوگ جنوں کی پرستش کیا کرتے تھے، پھر ایسا ہوا کہ وہ جن مسلمان ہوگیا اور یہ لوگ (یعنی مشرکین) ان کے دین (یعنی دین جاہلیت) کو پکڑے رہے (یعنی شرک پر بدستور قائم رہے) عبید اللہ اشجعی نے اس حدیث کو سفیان ثوری رح سے روایت کیا اور ان سے اعمش نے بیان کیا اس میں یوں ہے کہ اس آیت قل ادعوا الذین زعمتم کا شان نزول یہ ہے آخر تک۔

تشریح مطابقة للترجمة فی زیادة الاشجعی ای قل ادعوا الذین زعمتم، والحدیث سیاتی متصلاً عن بشر بن خالد ص۶۸۵ حدیث ۲۳۹۔

تمسك ھؤلاء بدینھم :- وہ لوگ جو جنات (یعنی بھوت، جن، دیو) کو پوجتے تھے جب جنات مسلمان ہوگئے اس وقت بھی یہ لوگ ان کی پرستش پر قائم رہے حالانکہ وہ جنات ان سے راضی نہیں تھے

کیونکہ وہ اب خود خدا تک وسیلہ ڈھونڈھنے لگے اور ان پوجاریوں کو جنات کے مسلمان ہونے کا علم نہیں۔
ایک روایت میں ہے کہ مراد وہ مشرکین ہیں جو فرشتوں کو پوجتے ہیں نیز وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کو پوجتے تھے۔

اشکال وجواب روایت میں ہے "یعبدون ناسا من الجن" حالانکہ ناس ضد جن ہے جس سے انسان کے افراد مراد ہوتے ہیں خواہ کافر ہو یا مسلمان، بوڑھا ہو یا جوان، دانا ہو یا نادان جیسا کہ متعدد آیات سے بھی معلوم ہوتا ہے "شیاطین الانس والجن" ایضاً من الجنۃ والناس وغیرہ، علامہ عینیؒ جواب دیتے ہیں کہ ناس سے مراد طائفہ ہے۔
جواب ۲: علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ روایت میں ناسٌ من الانس یعبدون ناسا من الجن بطور مشاکلہ ہے جیسے تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک علی ما تقرر فی علم البدیع۔

باب قولہ اولٰئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ الآیۃ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اولٰئک الآیۃ پ۱۵ ع ۶) یہ لوگ جن کو مشرکین (اپنی حاجت روائی یا مشکل کشائی کے لئے) پکار رہے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف (پہونچنے کا) ذریعہ ڈھونڈھ رہے ہیں الخ۔

(۴۳۹) **حدثنا** بشر بن خالد قال اخبرنا محمد بن جعفر عن شعبۃ عن سلیمٰن عن ابراھیم عن ابی معمر عن عبد اللہ فی ھذہ الآیۃ "الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ" قال کان ناسٌ من الجن کانوا یُعبَدون فاسلموا۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اس آیت کریمہ کے بارے میں الذین یدعون الی ربھم الوسیلۃ، ابن مسعودؓ نے فرمایا، کچھ جن ایسے تھے جن کی پرستش کی جاتی تھی پھر وہ جن مسلمان ہو گئے۔

تشریح ہذا طریق آخر فی الحدیث المذکور قبلہ اوردہ مختصرا عن بشر بن خالد
یعبدون: بضم الیاء علی صیغۃ المجہول۔

علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ فی الباب اولٰئک مبتدا ہے اور موصول نعت ہے یا بیان یا بدل ہے اور مراد اولٰئک سے وہ انبیاء علیہم السلام ہیں جن کو اللہ کے سوا لوگ پوجتے تھے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یبتغون الی ربھم الوسیلۃ خبر ہے۔

باب قولہ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وما جعلنا الآیۃ پ۱۵ ع ۶) اور ہم نے (شب معراج میں) جو تماشا (بحالت بیداری) آپ کو دکھلایا تھا اور جس درخت کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے (یعنی زقوم جو طعام کفار ہے) ہم نے ان دونوں چیزوں کو ان کے لئے موجب گمراہی قرار دیا (یعنی ان لوگوں نے ان دونوں امر کو سنکر تکذیب کی تو اس بناء

کی کہ ایک رات کی قلیل مدت میں ملک شام جانا اور پھر آسمان پر جانا ان کے نزدیک ممکن نہ تھا اور شجرہ زقوم کی تکذیب اس بناپر کی کہ اس کو دوزخ کے اندر بتلایا جاتا ہے، آگ میں کوئی درخت کیسے رہ سکتا ہے اگر ہو بھی جل جائے گا، حالانکہ نہ ایک رات میں اتنا طویل سفر کرنا عقلاً محال ہے نہ آسمان پر جانا ناممکن ہے اور آگ کے اندر درخت کا وجود ان کی سمجھ میں نہ آیا حالانکہ کوئی محال بات نہیں کہ کسی درخت کا مزاج ہی اللہ تعالیٰ ایسا بنادیں کہ وہ پانی کے بجائے آگ سے پرورش پائے۔

تشریح رؤیا سے آیت میں کیا مراد ہے؟ جمہور کا قول تو گذر چکا ہے کہ معراج مراد ہے مفسرین کی ایک جماعت سے یہ بھی منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم جب مکہ میں تھے یعنی ہجرت سے قبل ایک خواب دیکھا تھا کہ میں مکہ چھوڑ کر ایک نئے شہر میں سکونت پذیر ہوا ہوں وہاں سے میرے دین کو ترقی ہوئی، اور عالم میں آفتاب کے نور کی طرح بہت جلد پھیل گیا، چونکہ یہ خواب مکہ میں مشہور ہو گیا تھا اس پر قریش مکہ تمسخر کرتے تھے، یہی ان کے حق میں فتنہ یعنی گمراہی کا باعث ہو گیا جس کو خدا نے سچا کر دیا۔

(۲۴۹) **حدثنا** علی بن عبد اللّٰہ قال حدثنا سفین عن عمرو عن عکرمة عن ابن عباس وماجعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنة للناس، قال ھی رؤیاء عین اُریھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیلة اُسری بہ والشجرة الملعونة شجرة الزقوم۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ آیت کریمہ وماجعلنا الرؤیا التی" الآیة، آپ نے فرمایا ہے کہ آنکھ کا دیکھنا مراد ہے (بیداری میں نہ کہ خواب میں) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں دکھایا گیا، اور شجرۂ ملعونہ سے مراد (جو قرآن میں پ ۲۳ ع ۶) شجرۃ الزقوم ہے یعنی تھوہر کا درخت ہے۔

تشریح مطابقة للترجمة ظاھرة
والحدیث سیاتی ص ۹۷۸ وھنا فی التفسیر ص ۶۸۶

والشجرة الملعونة :۔ بالنصب عطف علی الرؤیا تقدیرہ "وماجعلنا الرؤیا التی اریناک والشجرة الملعونة فی القرآن الا فتنة للناس"، یعنی وہ رؤیا جو ہم نے آپ کو دکھایا اور اس شجرہ ملعونہ کو بھی جو قرآن میں ہے ہم نے ان کے لئے آزمائش کی چیز کر دیا۔ ۱۲

علامہ عینی رح نے ابن مردویہ کے حوالہ سے روایت نقل کی ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رض نے مروان سے کہا، "اشھد انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لک ولابیک ولجدک انکم الشجرة الملعونة فی القرآن، وروی ابن ابی حاتم من حدیث عبداللہ بن عمر وان الشجرة الملعونة فی القرآن الحکم بن ابی العاص وولدہ (عمدہ ج ۱۹ ص ۳۰) زقوم جہنم کے ایک درخت کا نام ہے، تھوہر جو دوزخیوں کی غذا بنے گا جب اس کو کھائیں گے

گلے میں پھنسنے کا ایک عذاب یہ بھی ہوگا مشرکوں کو اس پر تعجب آیا تھا کہ آگ میں کیونکر درخت اُگے گا، انھوں نے حق تعالیٰ کی قدرت میں غور نہیں کیا تھا، سمندی ایک کیڑا ہے جو آگ میں اس طرح عیش کرتا ہے جیسے انسان ہوا میں مچھلی پانی میں، دیکھو شتر مرغ گرم لوہے کے ٹکڑے نگل لیتا ہے اور اس کو مطلق تکلیف نہیں ہوتی وغیرہ من العجائبات۔

✽ باب قوله ان قرآن الفجر كان مشهودا۔ قال مجاهد صلوة الفجر ✽

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ان قرآن الفجر، پ۱۵ ع۹) بیشک صبح کی نماز (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے مجاہدؒ نے بیان کیا ہے کہ آیت میں قرآن فجر سے مراد نماز فجر ہے، کیونکہ بغیر قرآن نماز درست نہیں۔

کان مشهودا:۔ انسان کی حفاظت اور اس کے اعمال کو لکھنے والے فرشتے دن کے الگ اور رات کے الگ ہیں، صبح کی نماز میں دونوں جماعتیں فرشتوں کی جمع ہوتی ہیں رات کے فرشتے اپنا کام ختم کر کے اور دن کے فرشتے اپنا کام سنبھالنے کے لئے مجتمع ہو جاتے ہیں، اسی طرح شام کو عصر کی نماز میں دونوں جماعتیں جمع ہوتی ہیں اور ظاہر ہے کہ فرشتوں کا اجتماع باعث برکات ہے۔

(۲۴۱) ✽ حدثنی عبد الله بن محمد قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزهری عن ابی سلمة وابن المسيب عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال فضل صلوة الجميع علی صلوة الواحد خمس وعشرون درجة وتجتمع ملائكة الليل وملائكة النهار فی صلوة الصبح يقول ابو هريرة اقرؤا ان شئتم وقرآن الفجر ان قرآن الفجر كان مشهودا ✽

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تنہا نماز پڑھنے کے مقابلے میں نماز جماعت کی فضیلت پچیس گنا زیادہ ہے اور صبح کی نماز میں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے (ڈیوٹی بدلتے ہوئے) اکٹھے ہو جاتے ہیں حضرت ابو ہریرہ فرماتے تھے اگر تمھارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھو وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشهودا۔ ــــــ ترجمہ گذر چکا ہے

✽ باب قوله عسیٰ ان يبعثك ربك مقاما محمودا ✽

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ عسیٰ اَن يَّبعثك الخ الآية پ۱۵ ع۹) امید ہے (یعنی وعدہ ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا، مقام محمود سے مراد شفاعت کبریٰ کا مقام ہے جو محشر میں تمام بنی آدم کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگا

(۲۴۲) ✽ حدثنی اسمٰعيل بن ابان قال حدثنا ابو الاحوص عن آدم بن علی قال سمعت ابن عمر يقول ان الناس يصيرون يوم القيٰمة جثًی كل امة تتبع نبيها يقولون يا فلان اشفع حتی تنتهی الشفاعة الی النبی صلی الله عليه وسلم فذالك يوم يبعثه الله المقام المحمود ✽

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ کا بیان ہے کہ قیامت کے روز لوگوں کے گروہ گروہ ہو جائینگے

اور ہر گروہ اپنے نبی کے پیچھے لگ جائیگا اور سب کہیں گے (اپنے نبی سے) اے حضور ہماری سفارش کیجیے مگر سب معذرت کریں گے، یہاں تک کہ (یعنی اخیر میں) سفارش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچے گی (یعنی سارے لوگ سفارش کے لئے حضور پر نور م کی خدمت میں حاضر ہوں گے) پس یہی وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ حضور اقدس م کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ (یعنی منصب شفاعت)

(۲۲۳) حدثنا علی بن عیاش قال حدثنا شعیب بن ابی حمزۃ عن محمد بن المنکدر عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال حین یسمع النداء اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ آت محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ حلت لہ شفاعتی یوم القیمۃ رواہ حمزۃ بن عبد اللہ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان سنکر یہ دعا پڑھے اللھم رب ھذہ الدعوۃ تا آخر اے اللہ اس کامل پکار کے رب اور قائم ہونیوالی نماز کے رب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور اس مقام محمود پر کھڑا کیجئو جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے، تو اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت نصیب ہوگی، اس حدیث کو حمزہ بن عبد اللہ نے بھی اپنے والد (عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا ہے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

تشریح مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ مقاما محمودا۔
والحدیث مضی فی کتاب الاذان ص۸۶۔

اذان کے بعد یہ دعا پڑھتے وقت ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے جیسے دعاء عند القبور کیلئے ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئے۔ علامہ عینی رہ نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے کہ دو وقت دعا قبول ہوتی ہے، ایک اذان کے وقت دوسرے جب جہاد کے لئے صفیں آراستہ ہوں (انوار الباری ج۶۸/۱۳)

باب قولہ وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا، یزھق یھلک

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وقل جاء الحق الآیہ پ۱۵ ع ۹) اور آپ کہہ دیجئے کہ (بس اب دین حق غالب ہونے کو) آیا اور باطل گیا گذرا ہوا بلاشبہ باطل تھا ہی مٹنے والا، یزھق بمعنی یہلک اشارہ ہے کہ زہق از باب فتح آتا ہے زہوقا کے معنی ہیں ہلاک ہونا نیست و نابود ہونا۔

(۲۲۴) حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان عن ابن ابی نجیح عن مجاھد عن ابی معمر عن عبد اللہ بن مسعود قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ وحول البیت ستون و ثلث مائۃ نصب فجعل یطعنھا بعود فی یدہ ویقول جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید۔

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح

مکہ کے دن) مکہ میں داخل ہوئے اس وقت بیت اللہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت تھے، آنحضور ایک چھڑی سے جو آپ کے دست مبارک میں تھی مارتے جاتے اور فرماتے جاتے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا جاء الحق ومایبدئ الباطل ومایعید، حق آگیا اور باطل گیا گذرا اور باطل تو نہ کسی چیز کو شروع کرسکتا ہے اور نہ لوٹا سکتا ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث قدمر ۳۳۶، ایضا فی المغازی ۶۱۴ وھنا فی التفسیر ۶۸۶۔

مطلب یہ ہیکہ دین حق آگیا اور باطل یعنی بت پرستی کا خاتمہ ہوگیا دین حق آگیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا۔

باب قولہ ویسئلونک عن الروح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ ویسئلونک الآیۃ، پ ۱۵ ع ۱۰) ترجمہ حدیث کے تحت آرہا ہے۔

(۲۲۵) حدثنا عمر بن حفص بن غیاث قال حدثنا ابی قال حدثنا الاعمش قال حدثنی ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ قال بینا انا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حرث وھو متکئ علی عسیب اذ مر الیھود فقال بعضھم لبعض سلوہ عن الروح فقال ما رابکم الیہ و قال بعضھم لا یستقبلکم بشیئ تکرھونہ فقالوا سلوہ فسالوہ عن الروح فامسک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یرد علیھم شیئا فعلمت انہ یوحی الیہ فقمت مقامی فلما نزل الوحی قال ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کھیت (یعنی غیر آباد جگہ) میں تھا اور حضور اقدس کھجور کی چھڑی پر ٹیک لگائے ہوئے تھے کچھ یہود اس طرف سے گذرے ان میں سے کسی یہودی نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا کہ ان سے روح کے متعلق پوچھو، اس پر ان میں سے کسی نے کہا، تمہارا ان کی طرف کیا خیال ہے (یعنی جب تم پیغمبر ہی نہیں مانتے تو پھر کیوں پوچھتے ہو؟) اور بعضوں نے کہا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سامنے ایسی بات لے آویں جو تم کو ناگوار گذرے، پھر سب نے کہا اچھا پوچھو، چنانچہ ان لوگوں نے حضور سے روح کے متعلق پوچھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے (تھوڑی دیر تک) اور ان لوگوں کو کوئی جواب نہیں دیا، میں سمجھ گیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے، پھر میں اپنی جگہ کھڑا رہا، پس جب وحی نازل ہو چکی تو آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں کہدیجئے کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے اور تمہیں علم تو تھوڑا ہی دیا گیا ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث اخرجہ البخاری فی العلم ۲۴ وفی التوحید ۱۱۱۱ وھنا فی التفسیر ۶۸۶

روح انسانی کیا چیز ہے اس کی ماہیت وحقیقت کیا ہے؟ یہ سوال صحیحین کی روایت کے مطابق یہود مدینہ نے آنحضرت ﷺ کے آزمانے کو کیا تھا جیسا کہ بخاری کتاب العلم ص۲۴ میں خرب المدینۃ (مدینہ کے کھنڈروں میں) کی تصریح ہے، اور سیر کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں قریش نے یہود کے مشورہ سے یہ سوال کیا تھا، اسی لئے آیت کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے، ممکن ہے نزول مکرر ہوا ہو، واللہ اعلم۔

روح عالم امر کی چیز ہے ارشاد خداوندی ہے الا لہ الخلق والامر سورہ اعراف۔ اس آیت میں اَمر کو خَلق کے مقابل رکھا ہے جس سے اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ خدا کے یہاں دو مد بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں، ایک خَلق دوسرا اَمر۔ دونوں میں کیا فرق ہے؟ اس کو ہم سیاق آیت سے بسہولت سمجھ سکتے ہیں پہلے فرمایا اِنَّ رَبَّکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام (سورہ اعراف) یہ تو خلق ہوا درمیان میں استواء علی العرش کا ذکر کرکے جو شان حکمرانی کو ظاہر کرتا ہے فرمایا یُغشی اللیل النہارَ یطلبہ حثیثا والشمسَ والقمرَ والنجوم مسخراتٍ بامرہٖ (اعراف) یعنی ان مخلوقات کو ایک معین ومحکم نظام پر چلاتے رہنا جسے تعریف وتدبیر کہہ سکتے ہیں، یہ امر ہوا اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت ومن الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن (طلاق ع۲) گویا دنیا کی مثال ایک بڑے کارخانہ کی سمجھو جس میں مختلف قسم کی مشینیں لگی ہوئی ہوں کوئی کپڑا بن رہی ہے کوئی آٹا پیس رہی ہے، کوئی کتاب چھاپ رہی ہے کوئی شہر میں روشنی پہنچا رہی ہے، کسی سے پنکھے چل رہے ہیں وغیر ذالک، ہر ایک مشین میں بہت سے کل پرزے ہیں جو مشین کی غرض وغایت کا لحاظ کرکے ایک معین انداز سے ڈھالے اور لگائے جاتے ہیں اور پھر سب پرزے جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جاتا ہے، جب تمام مشینیں فٹ ہو کر کھڑی ہو جاتی ہیں تب الیکٹرک (بجلی) کے خزانہ سے ہر مشین کی طرف جدا جدا کرنٹ چھوڑ دیا جاتا ہے، آن واحد میں ساکن وخاموش مشینیں اپنی اپنی ساخت کے موافق گھومنے اور کام کرنے لگ جاتی ہیں، بجلی ہر مشین اور ہر پرزہ کو اس کی مخصوص ساخت اور غرض کے مطابق گھماتی ہے حتیٰ کہ جو قلیل وکثیر کہربائیہ روشنی کے لیمپوں اور قمقموں میں پہونچتی ہے وہاں پہونچکر ان ہی قمقموں کی ھیئات اور رنگ اختیار کر لیتی ہے، اس مثال میں یہ بات واضح ہوگئی کہ مشین کا ڈھانچہ تیار کرنا اسکے کل پرزوں کا ٹھیک اندازہ پر رکھنا پھر فٹ کرنا ایک سلسلہ کے کام ہیں جس کی تکمیل کے بعد مشین کو چالو کرنے کے لئے ایک دوسری چیز (بجلی یا اسٹیم) اس کے خزانہ سے لانے کی ضرورت ہے، اسی طرح سمجھ لو حق تعالیٰ نے اول آسمان وزمین کی تمام مشینیں بنائیں جس کو خَلق کہتے ہیں ہر چھوٹا بڑا پرزہ ٹھیک اندازہ کے موافق تیار کیا جسے تقدیر کہا گیا، فقدرہ تقدیرا، سب کل پرزوں کو جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جسے تصویر کہتے ہیں خلقنا کم ثم صورنا کم (اعراف ع۲) یہ سب افعال خلق کے مد میں تھے، اب ضرورت تھی کہ جس مشین کو جس کام میں لگانا ہے لگا دیا جائے، آخر مشین کو چالو کرنے کے لئے امر الٰہی کی بجلی چھوڑ دی گئی یعنی حکم ہوا

"چل" فوراً چلنے لگی، اسی امر الٰہی کو فرمایا انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون (سورہ یٰسین ع ۵) دوسری جگہ نہایت وضاحت کے ساتھ اَمر "کُن" کو خلق جسد پر مرتب کرتے ہوئے ارشاد ہوا خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون (آل عمران رکوع ۲) بلکہ تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں کن فیکون کا مضمون جتنے مواضع میں آیا ہے عموماً خلق وابداع کے ذکر کے بعد آیا ہے جس سے خیال گذرتا ہے کہ کلمۂ کن کا خطاب خلق کے بعد تدبیر و تصریف کے لئے ہوتا ہوگا، واللہ اعلم، بہرحال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں اَمر کے معنی حکم کے ہیں اور وہ حکم بھی ہے جسے لفظ کُن سے تعبیر کیا گیا ہے، اور کُن جنس کلام سے ہے جو حق تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے جس طرح ہم اس کی تمامی صفات (مثلاً حیات، سمع، بصر وغیرہ) کو بلاکیف تسلیم کرتے ہیں کلام اللہ اور کلمۃ اللہ کے متعلق بھی یہ ہی مسلک رکھنا چاہئے، بس خلاصہ یہ ہوا کہ روح کا مبدأ حق تعالیٰ کی صفت کلام ہے جو صفت علم کے ماتحت ہے (ماخوذ از فوائد عثمانی)

باب قوله ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:- ولا تجهر الآیۃ (پ ۱۵ ع ۱۲) اور آپ اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھئے اور نہ بالکل آہستہ

(۲۴۶) حدثنا يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا هشيم قال حدثنا ابو بشر عن سعيد بن جبير عن ابن عباس فى قوله تعالىٰ ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها، قال و نزلت ورسول الله صلى الله عليه وسلم مختف بمكة كان اذا صلى باصحابه رفع صوته بالقرآن فاذا سمع المشركون سبوا القرآن ومن انزله ومن جاء به فقال الله تعالىٰ لنبيه صلى الله عليه وسلم ولا تجهر بصلاتك اى بقراءتك فيسمع المشركون فيسبوا القرآن ولا تخافت بها عن اصحابك فلا تسمعهم، وابتغ بين ذلك سبيلا،،

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے ارشاد باری تعالیٰ ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها کے بارے میں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں (کافروں کے خوف سے) چھپے رہتے۔ آپ جب اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تو بلند آواز سے قرآن پڑھتے، مشرکین مکہ جب قرآن سنتے تو خود قرآن کو اور قرآن نازل کرنے والے کو اور اس کو جو قرآن لے کر آیا، یعنی جبریل ؑ یا حضور اقدس ؐ کو، سب کو برا کہتے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا (یعنی حکم دیا) لا تجهر بصلاتك یعنی اپنی قرأت خوب جہر کے ساتھ نہ کیجئے کہ مشرکین سنیں اور قرآن کو برا کہیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھئے کہ اپنے اصحاب (یعنی مقتدیوں) کو نہ سنا سکیں بلکہ درمیانی آواز سے پڑھئے۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة

آیت کریمہ مذکورہ فی الباب کے سبب نزول میں ایک قول تو وہ ہے جو حضرت ابن عباس رضؓ سے اس حدیث میں مذکور ہوا کہ حضور اقدس ؐ نماز میں بلند آواز سے تلاوت قرآن فرماتے تو مشرکین تمسخر و استہزاء کرتے

اور قرآن مجید اور جبرئیل امین اور خود حق تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ باتیں کہتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی لا تجھر بصلاتک الآیۃ جس میں آپ کو جہر و اخفاء میں میانہ روی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی کہ ضرورت تو اس کے آواز سے پوری ہو جاتی ہے ــــ اس کے علاوہ بھی سبب نزول میں اقوال ہیں۔

(۲۴۷) حدثنی طلق بن غنام قال حدثنا زائدۃ عن هشام عن ابیه عن عائشة ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها قالت انزل ذالك فی الدعاء

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آیت کریمہ ولا تجہر الآیۃ دعاء کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

اشکال و جواب بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض ہے، لیکن جواب ظاہر ہے (۱) اطلاق الجزء علی الکل کے قبیل سے ہے کیونکہ دعاء جزء نماز ہے۔ (۲) ممکن ہے کہ دو مرتبہ نزول ہوا ہو ایک مرتبہ نماز کے متعلق اور دوسری مرتبہ دعاء کے متعلق (۳) ہر ایک نے اپنے علم کے مطابق شان نزول کو بیان فرمایا وغیرہ۔

سورۃ الکہف

بخاری شریف ۶۸۶

سورۂ کہف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو دس آیتیں ہیں اور بارہ رکوع۔

سورۂ کہف کی خصوصیات اور فضائل مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مسند احمد میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ جس شخص نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں حفظ کرلیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا اور کتب مذکورہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ہی سے ایک دوسری روایت میں یہی مضمون سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں یاد کرنے کے متعلق منقول ہے، حافظ ضیاء الدین مقدسی نے اپنی کتاب مختارہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لے وہ آٹھ روز تک ہر فتنہ سے معصوم رہے گا اور اگر دجال نکل آئے تو یہ اس کے فتنہ سے بھی معصوم رہے گا (ماخوذ معارف بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

شان نزول امام ابن جریر طبری نے بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا چرچا ہوا اور قریش مکہ اس سے پریشان ہوئے تو قریش مکہ نے اپنے دو آدمی نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ طیبہ کے علماء یہود کے پاس بھیجا کہ وہ لوگ کتب سابقہ تورات و انجیل کے عالم ہیں وہ آپ کے بارے میں کیا کہتے ہیں، علماء یہود نے ان کو بتلایا کہ تم لوگ ان سے تین سوالات کرو اگر انھوں نے ان کا جواب صحیح دیدیا تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے نبی و رسول ہیں اور اگر یہ نہ کرسکے تو یہ سمجھ لو کہ یہ بات بنانے والے ہیں رسول نہیں ہیں، ایک تو ان سے ان نوجوانوں کا حال دریافت کرو جو قدیم زمانے میں اپنے شہر سے نکل گئے تھے ان کا کیا واقعہ ہے؟ کیونکہ یہ واقعہ عجیبہ ہے

دوسرے ان سے اس شخص کا حال پوچھو جس نے دنیا کی مشرق و مغرب اور تمام زمین کا سفر کیا، اس کا کیا واقعہ ہے؟
تیسرے ان سے روح کے متعلق سوال کرو کہ وہ کیا چیز ہے؟

یہ دونوں قریش مکہ مکرمہ واپس آئے اور اپنی برادری کے لوگوں سے کہا کہ ہم ایک فیصلہ کن صورت حال لے کر آئے ہیں اور علمائے یہود کا پورا قصہ سنادیا پھر یہ لوگ رسول اللہ کی خدمت میں یہ سوالات لے کر حاضر ہوئے، آپ نے سنکر فرمایا کہ میں اس کا جواب کل دوں گا مگر آپ اس وقت انشاء اللہ کہنا بھول گئے، یہ لوگ لوٹ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحیٔ الہٰی کے انتظار میں رہے کہ ان سوالات کا جواب وحی سے تبلا دیا جائیگا مگر وعدے کے مطابق اگلے دن تک کوئی وحی نہیں آئی بلکہ پندرہ دن اسی حال پر گذر گئے کہ نہ جبرئیل امین آئے اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی، قریش مکہ نے مذاق اڑانا شروع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے سخت رنج وغم پہونچا، پندرہ دن کے بعد جبرئیل امین سورۂ کہف لے کر نازل ہوئے (جس میں تاخیر وحی کا سبب بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ آئندہ جب کسی کام کے کرنے کا وعدہ کیا جائے تو انشاء اللہ کہنا چاہئے۔ اس واقعہ میں چونکہ ایسا نہ ہوا اس پر تنبیہ کرنے کے لئے وحی میں تاخیر ہوئی، اس سورہ میں اس معاملہ کے متعلق یہ آیتیں آگے آئیں گی ولا تقولن لشیٔ انی فاعلٌ ذالک غدا الا ان یشاء اللہ اور اس سورہ میں نوجوانوں کا واقعہ بھی پورا تبلادیا گیا ہے جن کو اصحاب کہف کہا جاتا ہے، اور مشرق و مغرب کے سفر کرنے والے ذی القرنین کے واقعہ کا بھی مفصل بیان آگیا، اور روح کے سوال کا جواب بھی (قرطبی، مظہری بحوالہ ابن جریر)

مگر روح کے سوال کا جواب اجمال کے ساتھ دینا مقتضائے حکمت تھا اس کو سورۂ بنی اسرائیل کے آخر میں علیحدہ کر کے بیان کر دیا گیا اور اسی سبب سے سورہ کہف کو سورۂ بنی اسرائیل کے بعد رکھا گیا ہے (کذا ذکرہ السیوطی) (معارف القرآن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقال مجاهدٌ تقرضهم تتركهم

اور مجاہد نے بیان کیا کہ تقرضهم کے معنی ہیں تترکهم یعنی ان کو چھوڑ دیتی ہے، ان سے کترا جاتی ہے اشارہ ہے آیت کریمہ "واذا غربت تقرضهم ذات الشمال وهم فی فجوة منه، پ۱۵ ع ۱۴) اور جب وہ (دھوپ) چھپتی ہے تو (غار کے) بائیں طرف کو کترا جاتی ہے (یعنی دھوپ ان کو چھوڑ دیتی ہے تاکہ ان کو دھوپ کی تپش سے تکلیف نہ پہونچے۔

وكان له ثمرٌ ذهبٌ وفضةٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ "وفجرنا خلالهما نهراً وكان له ثمر الآية، پ۱۵ ع ۱۷) اور ان دونوں (باغوں) کے درمیان نہر چلا رکھی تھی اور اس شخص کے پاس اور بھی مالداری کا سامان تھا۔ الخ
فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں "وکان له ثمر" کے معنی ہیں سونا اور چاندی یعنی مال۔

وقال غیرہ جماعۃ الثمر

اور مجاہد کے غیر (یعنی ابن عباس رض) نے کہا ثُمُر بضمتین ثمر بفتح الثاء کی جمع ہے۔

تشریح آیت کریمہ "وکان لہ ثمر" میں ایک قرأت بفتح الثاء والمیم ہے اور یہی قرأت جمہور کی ہے، اور دوسری قرأت بضم الثاء والمیم ہے جس کے معنی اموال یعنی سونا چاندی کے ہیں، مجاہد؟ سے منقول ہے کہ قرآن میں ثمر بالضم بمعنی مال ہے اور بالفتح بمعنی پھل ہے۔ بعض حضرات نے تفصیل کی ہے کہ ثمرۃ کی جمع ثمار ہے اور ثمر بضمتین ہے پس ثمر بالضم جمع الجمع ہے۔

باخعٌ مُهلِك

اشارہ ہے آیت کریمہ فلعلك باخعٌ نفسك علیٰ آثارهم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفا " پ۱۵ ع۱۳) شاید کہ آپ (اے نبی) ان کے پیچھے اپنی جان کو ہلاک کر دینے والے ہیں غم سے اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآن) پر ایمان نہ لائے الخ۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں باخع بمعنی مہلك یعنی ہلاک کرنے والا ہے۔

اسفا ندما

اشارہ آیت مذکورہ ہی کی طرف ہے کہ اسفا بمعنی ندما ہے اور یہ تفسیر ابو عبیدہ کی ہے، لیکن حضرت قتادہ سے منقول ہے کہ آیت میں اسفا بمعنی حزنا یعنی غم ہے۔

الکھفُ الفتحُ فی الجبَل

اشارہ ہے آیت کریمہ ام حسبت ان اصحٰب الکھف والرقیم کانوا من اٰیٰتنا عجبا۔ پ۱۵ ع ۱۳) کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور رقیم والے (یہ دونوں ایک ہی جماعت کے لقب ہیں) ہماری عجائبات (قدرت) میں سے کچھ تعجب کی چیز تھے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں الکھف کے معنی ہیں پہاڑ میں کھوہ، غار۔

والرّقیم الکتاب مرقومٌ مکتوب من الرّقم

اشارہ ہے آیت کریمہ مذکورہ ہی کی طرف، فرماتے ہیں کہ الرقیم بمعنی الکتاب یعنی لکھا ہوا ہے، مرقوم اسم مفعول ہے رقم سے جس کے معنی لکھنے کے ہیں، آیت میں رقیم سے کیا مراد ہے؟ مفسرین کے اقوال مختلف ہیں، حضرت سعید بن جبیر رح سے منقول ہے کہ رقیم سے مراد پتھر کی ایک تختی ہے جس پر بادشاہ وقت نے اصحاب کہف کے نام کندہ کر کے غار کے دروازہ پر لگا دیا تھا اسی وجہ سے اصحاب کہف کو اصحاب الرقیم بھی کہا جاتا ہے۔

وقیل الرقیم اسم الجبل او الوادی الذی فیہ کہفہم او اسم قریتہم او کلبہم وقیل غیر ذالک وقیل مکانہم بین غضبان وایلۃ دون فلسطین وقیل غیر ذالک مما فیہ تباین وتخالف ولم ینبئنا اللہ ولا رسولہ عن ذالک فی ای الارض ہو اذ لا فائدۃ لنا فیہ ولا غرض شرعی (قسطلانی)

ربطنا علی قلوبھم الھمنا ھم صبرا

اشارہ ہے آیت کریمہ " وربطنا علیٰ قلوبھم اذ قاموا. الآیۃ. پ۱۵ ع ۱۴) اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے جبکہ وہ کھڑے ہوئے (یعنی پختہ ارادہ کرکے اٹھے اور آپس میں یا مخالف بادشاہ کے روبرو کہنے لگے الخ فرماتے ہیں کہ آیت میں ربطنا علیٰ قلوبھم کے معنی ہیں "ہم نے ان پر صبر کا الہام کیا ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا.

لولا ان ربطنا علیٰ قلبھا

یہ لفظ اگرچہ سورۂ قصص کا ہے مگر ربط علی القلب کا مفہوم وہاں بھی صبر کے ہیں اسلئے امام نے یہاں ذکر کیا ہے.

شططا افراطا

اشارہ ہے آیت کریمہ " لن ندعوا من دونہ الٰھا لقد قلنا اذا شططا، پ۱۵ ع ۱۴) ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت نہ کریں گے (کیونکہ اگر خدانخواستہ ہم نے ایسا کیا) تو اس صورت میں ہم نے یقیناً بڑی بیجا بات کہی. فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں شططا کے معنی ہیں افراط یعنی حد سے تجاوز کرنا، بے جا اور غلط کہنا.

الوصید الفناء جمعہ وصائد ووصد ویقال الوصید الباب مؤصدۃ مطبقۃ اصد الباب واوصد

اشارہ ہے آیت کریمہ " وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید الآیۃ پ۱۵ ع ۱۵) اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے (بیٹھا) تھا.

فرماتے ہیں کہ آیت میں وصید کے معنی ہیں فِنا (بکسر الفاء) گھر کا صحن، دہلیز، اس کی جمع وصائد بروزن مساجد اور وُصُد (بضمتین) ہے اور کہا جاتا ہے کہ وصید یعنی دروازہ بھی ہے اور موصدہ کے معنی ہیں بند کیا ہوا دروازہ (یہ لفظ یہاں وصید کی مناسبت سے لایا ہے ورنہ تو یہ پارہ ۳۰ سورہ ہمزہ کا ہے) اصد الباب اور اوصد الباب کے معنی ہیں دروازہ بند کر دیا.

بعثناھم احییناھم

اشارہ ہے آیت کریمہ " ثم بعثنٰھم لنعلم ای الحزبین احصیٰ لما لبثوا امدا، پ۱۵ ع ۱۴) پھر ہم نے ان کو (نیند سے) اٹھایا تاکہ ہم (ظاہری طور پر بھی) معلوم کرلیں کہ (غار میں رہنے کی مدت میں بحث واختلاف کرنے والوں میں سے) کون سا گروہ ان کے رہنے کی مدت سے زیادہ واقف تھا الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں بعثنا کے معنی ہیں ہم نے ان کو زندہ کیا، یہ تفسیر ابو عبیدہ کی ہے اور مراد یہ ہے کہ نیند سے اٹھایا، بیدار کیا، اذ النوم اخو الموت ــــ نیز آگے پندرھویں رکوع میں ہے وکذالک بعثناھم لیتساءلوا بینھم الآیۃ، پ۱۵ ع ۱۵) اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا (یعنی طویل نیند سے جگایا) تاکہ وہ آپس میں پوچھ پاچھ کریں

ازکیٰ اکثر ویقال احل ویقال اکثر ریعا

اشارہ ہے آیت کریمہ " فلینظر ایھا ازکیٰ طعاما الآیۃ، پ۱۵ ع ۱۵) پھر (شہر پہونچکر) دیکھے (یعنی تحقیق کرے) کہ کون سا کھانا حلال ہے الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں ازکی بمعنی اکثر ہے یعنی جو شہر والوں کی اکثر خوراک ہے، ویقال احل اور کہا جاتا ہے یعنی حضرت ابن عباس رضؓ اور سعید بن جبیرؒ سے ازکیٰ کی تفسیر احل منقول ہے یعنی جو حلال تر کھانا ہو وہ لائے وہذا اولیٰ لان مقصودہم انما ہو الحلال سواء کان کثیرًا او قلیلا الخ چونکہ قوم کی اکثریت بت پرست تھی جو بکثرت اپنے بتوں کے نام ذبح کیا کرتی تھی اور شہر میں بکثرت یہی حرام گوشت بکتا تھا اس لئے ازکیٰ کہنے کی ضرورت پڑی مسلمانوں کا ذبیحہ لاوے۔

ویقال اکثر ریعًا، اور بعض نے کہا کہ ازکیٰ کے معنی ہیں جو کھانا زیادہ ستھرا ہو، خوب پک کر بڑھ گیا ہو۔

قال ابن عباس اکلہا

اشارہ ہے آیت کریمہ "کلتا الجنتین اٰتت اکلہا ولم تظلم منہ شیئًا" الآیۃ پ۱۵ ع ۱۷) اور دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے تھے اور اس میں سے کچھ کمی نہیں کیا۔

ولم تظلم لم تنقص

اشارہ آیت مذکورہ ہی کی طرف ہے کہ آیت میں لم تظلم کے معنی ہیں کچھ کمی نہیں کی، گھٹایا نہیں

تنبیہ شرح بخاری مثلاً فتح الباری، عمدۃ القاری اور قسطلانی میں اسی طرح ہے کہ اکلہا ولم تظلم لم تنقص، لیکن تیسیر القاری شرح بخاری میں ہے اکلہا ثمرہا یعنی حضرت ابن عباس رضؓ نے کہا کہ اکلہا کے معنی ہیں اس کا پھل، ولم تظلم الخ اور اس میں سے کچھ کمی نہیں کی، گھٹایا نہیں۔

وقال سعید عن ابن عباس الرَّقیمُ اللوحُ من رصاصٍ کتب عاملُہم اسماءَہم ثم طرحہ فی خزانتہٖ

اور سعید بن جبیرؒ نے حضرت ابن عباس رضؓ سے نقل کیا ہے کہ رقیم سیسے کی ایک تختی ہے جس پر ان کے حاکم نے اصحاب کہف کے نام لکھ کر اپنے خزانہ میں ڈال دیا تھا۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ "لا یوجد ہذا فی کثیر من النسخ الخ (عمدہ) مطلب یہ ہے کہ یہ ٹکڑا یہاں اکثر نسخوں میں نہیں ہے، چونکہ اس کا محل اوپر تھا جہاں الرقیم الکتاب مرقوم الخ ہے، شاید کاتب کی غلطی سے یہاں نقل ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

فضرب اللہ علیٰ اٰذانہم فناموا

اشارہ ہے آیت کریمہ "فضربنا علیٰ اٰذانہم فی الکہف سنین عددًا" پ۱۵ ع ۱۳) پس ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر سالہاسال تک نیند کا پردہ ڈال دیا الخ

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ضربنا علیٰ اٰذانہم کے معنی ہیں، اللہ نے ان کے کانوں پر پردہ ڈال دیا پس وہ سو گئے دراصل غفلت کی نیند کو ان الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ نیند کے وقت سب سے پہلے آنکھ بند ہوتی ہے مگر کان اپنا کام کرتے رہتے ہیں، آواز سنائی دیتی ہے، جب نیند مکمل اور غالب ہو جاتی ہے تو کان بھی اپنا

کام چھوڑ دیتے ہیں۔

وقال غیرہ وألتُ تَئِلُ تَنجو وقال مجاھد موئلا محرِزًا

اشارہ ہے آیت کریمہ بَل لَّهُم مَّوعِدٌ لَّن يَجِدُوا مِن دُونِهِ مَوْئِلًا، پ۱۵ ع ۲۰) بلکہ ان کے (عذاب کے) واسطے ایک معین وقت (ٹھہرا رکھا ہے (یعنی روز قیامت) کہ اس سے اس طرف (یعنی پہلے) کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتے۔

اور ابن عباس رض کے غیر نے کہا کہ آیت کریمہ میں موئلا اسم ظرف ہے وَأَل يَئِلُ از باب ضرب یضرب بمعنی تنجو یعنی نجات پانے کے ہیں پس موئل کے معنی ہوئے پناہ کی جگہ۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ موئل کے معنی ہیں محرز (بفتح المیم وسکون الحاء وکسر الراء) یعنی حفاظت کی جگہ، محفوظ مقام۔

لا یستطیعون سمعا لا یعقلون

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ الذین کانت أعینهم فی غطاء عن ذکری وکانوا لا یستطیعون سمعا، پ۱۶ ع ۲) جن لوگوں کی آنکھوں پر (دنیا میں) ہماری یاد سے (یعنی دین حق کے دیکھنے سے) پردہ پڑا ہوا تھا اور (جس طرح یہ حق کو دیکھتے نہ تھے، اسی طرح اس کو) وہ سن بھی نہ سکتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ لا یستطیعون سمعًا کے معنی ہیں عقل نہیں رکھتے ہیں کہ غور وفکر کرکے ایمان لے آئیں (یہ تفسیر باللازم ہے کیونکہ عقل کے یہی دو آلے ہیں سمع اور بصر، جب آنکھوں پر پردہ اور کان بہرے ہوں تو عقل کیا کام کرے گی؟ یا یوں سمجھا جائے کہ اعینهم سے عقل کی آنکھیں مراد ہیں۔

بخاری ص۶۸۷ باب قوله وکان الانسان اکثر شیء جدلا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ وکان الانسان الآیۃ، پ۱۵ ع ۲۰) اور آدمی جھگڑنے میں سب سے بڑھ کر ہے۔

(۲۴۸) حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا یعقوب بن ابراهیم بن سعد قال حدثنا ابی عن صالح عن ابن شهاب قال اخبرنی علی بن حسین ان حسین بن علی اخبره عن علی رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرقه وفاطمة وقال الا تصلیان

ترجمہ:۔ حضرت علی رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے (یعنی حضرت علی رض کے) اور فاطمہ رض کے پاس تشریف لائے اور فرمایا "کیا تم دونوں تہجد کی نماز نہیں پڑھتے؟"

تشریح امام بخاری رح نے اس حدیث کو یہاں مختصراً ذکر کرکے اس مفصل حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو امام نے کتاب التہجد ص۱۵۲ پر ذکر کیا ہے، امام نے اپنی دقت نظر اور باریک بینی سے متعدد مقامات پر ایسا کیا ہے کہ اصل ترجمۃ الباب سے مناسبت جس ٹکڑے کو ہے وہ مفصل کی طرف اشارہ کرکے چھوڑ دیا ہے، جس میں ہے کہ میں نے (یعنی حضرت علی رض نے) عرض کیا کہ ہماری جانیں تو اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں جب ہم کو اللہ تعالیٰ اٹھانا چاہتے ہیں تو ہم اٹھتے ہیں یعنی ہم تو صرف اتنی ہی نماز پڑھ سکتے ہیں جتنی ہماری تقدیر

میں ہے۔ یہ سنکر حضور لوٹ گئے اور کچھ جواب نہ فرمایا، پھر میں نے سنا کہ لوٹتے ہوئے آپ اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے۔ "وکان الانسان اکثر شئی جدلا"۔ اور ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت اسی سے ہے۔

رجما بالغیب لم یستبن

اشارہ ہے آیت کریمہ "ویقولون خمسۃ سادسھم کلبھم رجما بالغیب۔ الآیۃ، پ۱۵ ع ۱۵) اور بعضے کہیں گے کہ وہ (اصحاب کہف) پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے (یہ لوگ) بے تحقیق بات کو ہانک رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں رجما بالغیب کے معنی ہیں "ظاہر نہیں ہوا" ان کو کچھ علم نہیں کہ اصحاب کہف کتنے تھے صرف بن دیکھے پتھر چلانا ہے، صرف خیال وگمان پر بات پھینکنا ہے، اٹکل پچو۔ علامہ قسطلانی "فرماتے ہیں کہ "قد حکی ثلاثۃ اقوال فی اختلاف الناس فی عدہم فمنہم من قال ثلاثۃ رابعہم کلبہم قیل دھو قول الیہود، وقیل ہو قول السید من نصاری نجران وکان یعقوبیاً، وقال النصاری او العاقب منہم خمسۃ سادسہم کلبہم وقد اتبع ہذین القولین بقولہ رجما بالغیب، وقال المسلمون باخبار الرسول سبعۃ وثامنہم کلبہم۔ ورجما یجوز کونہ مفعولا من اجلہ وکونہ فی موضع الحال ای ظانین (قسطلانی)

فرطا ندما

اشارہ ہے آیت کریمہ "واتبع ھواہ وکان امرہ فرطا، پ۱۵ ع ۱۶) اور وہ نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا یہ حال (یعنی اتباع ہوی) سے گذر گیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں فرطا کے معنی ہیں ندما یعنی ندامت، شرمندگی اور بعض نے ہلاکت اور ضائع کہا ہے اس کے اصل معنی ہیں حد سے تجاوز کرنا۔

سرادقہا مثل السرادق والحجرۃ التی تطیف بالفساطیط

اشارہ ہے آیت کریمہ "انا اعتدنا للظلمین نارا احاط بھم سرادقہا الآیۃ، پ۱۵ ع۱۶) بیشک ہم نے ایسے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں ان کو گھیرے ہوں گی۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں سرادقہا مثل السرادق، سرادق یعنی شامیانہ کی طرح ہے اور اس حجرہ کی طرح ہے جس کو خیموں سے گھیر دے ــــــ دراصل سرادق ہر وہ چیز جو کسی شئی کا احاطہ کئے ہوئے ہو خواہ چہار دیواری ہو یا شامیانہ یا خیمہ وہ سرادق ہے جمع سرادقات۔

یحاورہ من المحاورۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ "وکان لہ ثمر فقال لصاحبہ وھو یحاورہ الآیۃ، پ۱۵ ع ۱۷) اور اس شخص کے پاس اور بھی مالداری کا سامان تھا سو (ایک دن) اپنے ساتھی سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں یحاورہ محاورۃ سے مشتق ہے یعنی گفتگو کرنا۔

لٰکِنَّا هو الله ربی ای لٰکن انا هو الله ربی ثم حذف الالف وادغم احد النونین فی الاخریٰ

اشارہ ہے آیت کریمہ، لکنا هو الله ربی ولا اُشرك بربی احدا، الآیۃ پ۱۵ ع ۱۷) لیکن میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ (یعنی) اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔
فرماتے ہیں کہ لکنا هو الله ربی اصل میں لٰکن انا هو الله ربی تھا پھر اَنا کا ہمزہ حذف کرکے نون کو نون میں ادغام کردیا لکنا ہوگیا۔

زَلَقًا لا یثبت فیه قدمٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ" فتصبح صعیدا زلقا، پ۱۵ ع ۱۷) کہ وہ باغ ایک صاف میدان ہو کر رہ جائے۔
فرماتے ہیں کہ زلقا ایسا صاف چکنا کہ جس پر قدم نہ ٹھہرے بلکہ پھسل جائے۔

هُنالك الولایة مصدر الولیّ

اشارہ ہے آیت کریمہ" وما کان منتصرا هنالك الولایة لله الحق الآیۃ، پ۱۵ ع ۱۷) ایسے موقع پر مدد کرنا تو اللہ برحق ہی کا کام ہے (یعنی کسی اور کو کوئی قدرت حاصل نہیں ہے)۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں ولایۃ ولی کا مصدر ہے جس کے معنی نصرت اور مدد کے آتے ہیں

عُقبا عاقبة وعُقبیٰ واحدٌ وهی الآخرةُ

اشارہ ہے آیت کریمہ (یعنی آیت مذکورہ سے پیوستہ هو خیر ثوابا وخیر عُقبا، پ۱۵ ع ۱۷) اس کا ثواب سب سے اچھا ہے اور اس کا نتیجہ سب سے اچھا ہے۔
فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں عقبا (بسکون القاف اور دوسری قرأت بضم القاف بھی ہے) بمعنی عاقبت ہے
پھر فرماتے ہیں کہ عاقبت اور عقبیٰ اور عقبۃ سب کے معنی ایک ہیں یعنی آخرت، انجام۔

قِبَلًا وقُبُلًا وقَبَلًا استینافا

اشارہ ہے آیت کریمہ" اَوْ یاتیهم العذاب قبلا الآیۃ، پ۱۵ ع ۱۸) یا یہ کہ عذاب ان کے روبرو آکھڑا ہو (مطلب یہ ہے کہ ان کے حالات سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ عذاب ہی کا انتظار ہے ورنہ اور سب حجتیں تو تمام ہو چکیں)
فرماتے ہیں کہ آیت میں قبلا بضمتین اور قِبَلا بکسر القاف وفتح الباء اسی طرح بفتحتین تینوں کے معنی ایک ہیں، استیناف، استقبال یعنی سامنے آنا، مقصد یہ ہے کہ ہر قرأت پر معنی ایک ہیں وقیل قبلا بضمتین اصناف العذاب وغیرہ (وانتصابه علی الحال من الضمیر او العذاب (قس)

لِیُدحِضوا لِیُزیلوا الدَّحضُ الزَّلَقُ

اشارہ ہے آیت کریمہ" ویجادل الذین کفروا بالباطل لیدحضوا به الحق، الآیۃ، پ۱۵ ع ۲۰) اور کافر لوگ ناحق کی باتیں پکڑ پکڑ کر جھگڑے نکالتے ہیں، تاکہ اس کے ذریعہ حق بات کو بچلادیں (زائل کردیں)

فرماتے ہیں کہ آیت میں لیدحضوا کے معنی ہیں تاکہ زائل کردیں، اس کا مادہ دحض ہے جس کے معنی ہیں از فتح پھسلنا از افعال یدحضوا پھلا دیں، زائل کردیں۔

بخاری ۶۸۷ ﴿ باب قوله • وَاِذ قال موسیٰ لِفتٰهُ لاٰ اَبرَحُ حتّٰی اَبلُغَ مَجمَعَ البَحرَین او اَمضِیَ حُقُبًا زمانا طویلا وجمعه احقاب ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ واذقال موسیٰ الآیۃ پ۱۵ ع ۲۱) اور وہ وقت یاد کرو جبکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے خادم (یوشع بن نون) سے فرمایا کہ میں (اس سفر میں) برابر چلتا رہوں گا یہاں تک کہ اس موقع پر پہونچ جاؤں جہاں دو دریا آپس میں ملے ہیں یا یوں ہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا۔

تشریح اس سفر کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں وعظ فرمایا تو کسی نے پوچھا کہ اس وقت آدمیوں میں سب سے بڑا عالم کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا "میں" اور یہ فرمانا صحیح تھا اس لئے کہ آپ اولوالعزم نبی تھے آپ کے برابر دوسرے کو یہ علم نہیں تھا لیکن ظاہراً لفظ مطلق تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آپ کو احتیاط فی الکلام کی تعلیم دی جائے، غرض ارشاد ہوا کہ ایک ہمارا بندہ مجمع البحرین میں تم سے زیادہ علم رکھتا ہے، مطلب یہ تھا کہ بعض علوم میں وہ زیادہ ہے گو ان علوم کو قرب الٰہی میں دخل نہ ہو جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا، لیکن اس بنا پر جواب میں مطلقاً اپنے آپ کو تو اعلم کہنا نہ چاہئے تھا، غرض موسیٰ علیہ السلام ان سے ملنے کے مشتاق ہوئے اور پوچھا کہ ان تک پہونچنے کی کیا صورت ہے؟ ارشاد ہوا کہ ایک بے جان مچھلی اپنے ساتھ لے کر سفر کرو، جہاں وہ مچھلی گم ہوجائے وہ شخص وہیں ہے۔ حقبا کے معنی ہیں زمانہ، اس کی جمع احقاب آتی ہے، بعضوں نے کہا ایک حقب اسّی سال کا ہوتا ہے، وغیرہ۔

(۲۴۹) ﴿ حدثنا الحمیدیُّ قال حدثنا سفیانُ قال حدثنا عمرو بن دینار قال اخبرنی سعید بن جُبَیرٍ قال قلتُ لابن عباسٍ اِنَّ نوفا البِکالیَّ یزعم اَنَّ موسیٰ صاحبُ الخضر لیس هو موسیٰ صاحبُ بنی اسرائیل فقال ابنُ عباسٍ کذب عدوُّ اللّٰه حدثنی اُبَیُّ بن کعب انّه سمع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول اِنَّ موسیٰ قام خطیبًا فی بنی اسرائیلَ فسُئِلَ ایُّ الناسِ اَعلمُ فقال انا فعتب اللّٰه علیه اِذ لم یَرُدَّ العلمَ الیه فاوحی اللّٰه الیه اِنَّ لی عبدًا بمجمع البحرینِ هو اعلمُ منك قال موسیٰ یاربِّ فکیف لی به قال تاخذُ معك حوتًا فتجعلُه فی مِکتَلٍ فحیثُ ما فقدتَ الحوتَ فهو ثَمَّ فاخذ حوتا فجعله فی مِکتلٍ ثمّ انطلق وانطلق معه یوشع بن نونٍ حتی اذا اتیا الصخرةَ وضعا رؤسَهما فناما واضطرب الحوتُ فی المکتل فخرج منه فسقط فی البحر فاتخذ سبیله فی البحر سَرَبًا وامسك اللّٰه عن الحوتِ جِریةَ الماءِ فصار علیه مثل الطاق فلمّا استیقظ نسی صاحبه اَن یُخبرِه بالحوت فانطلقا بقیّةَ یومهما ولیلتهما حتی اذا

کان من الغد قال موسیٰ لفتاہ اٰتنا غداءنا لقینا من سفرنا ھذا نصبا۔ قال ولم یجد موسیٰ النصب حتی جاوز المکان الذی امر اللہ بہ فقال لہ فتاہ ارأیت اذ اوینا الی الصخرۃ فانی نسیت الحوت وما انسانیہ الا الشیطان ان اذکرہ واتخذ سبیلہ فی البحر عجبا قال فکان للحوت سربا ولموسیٰ ولفتاہ عجبا فقال موسیٰ ذالک ما کنا نبغ فارتدا علیٰ اٰثارھما قصصا۔ قال رجعا یقصان اٰثارھما حتی انتہیا الی الصخرۃ فاذا رجل مسجی ثوبا فسلم علیہ موسیٰ فقال الخضر وانی بارضک السلام قال انا موسیٰ قال موسیٰ بنی اسرائیل قال نعم اتیتک لتعلمنی مما علمت رشدا قال انک لن تستطیع معی صبرا، یا موسیٰ انی علیٰ علم من علم اللہ علمنیہ لا تعلمہ انت وانت علیٰ علم من علم اللہ علمک اللہ لا اعلمہ فقال موسیٰ ستجدنی ان شاء اللہ صابرا ولا اعصی لک امرا فقال لہ الخضر فان اتبعتنی فلا تسألنی عن شیء حتی احدث لک منہ ذکرا فانطلقا یمشیان علیٰ ساحل البحر فمرت سفینۃ فکلموھم ان یحملوھم فعرفوا الخضر فحملوہ بغیر نول فلما رکبا فی السفینۃ لم یفجأ الا والخضر قد قلع لوحا من الواح السفینۃ بالقدوم فقال لہ موسیٰ قوم حملونا بغیر نول عمدت الی سفینتہم فخرقتہا لتغرق اھلہا لقد جئت شیئا امرا قال الم اقل انک لن تستطیع معی صبرا قال لا تؤاخذنی بما نسیت ولا ترھقنی من امری عسرا، قال وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت الاولیٰ من موسیٰ نسیانا قال وجاء عصفور فوقع علیٰ حرف السفینۃ فنقر فی البحر نقرۃ فقال لہ الخضر ما علمی وعلمک من علم اللہ الا مثل ما نقص ھذا العصفور من ھذا البحر ثم خرجا من السفینۃ فبینا ھما یمشیان علی الساحل اذ بصر الخضر غلاما یلعب مع الغلمان فاخذ الخضر راسہ بیدہ فاقتلعہ بیدہ فقتلہ فقال لہ موسیٰ اقتلت نفسا زاکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئا نکرا قال الم اقل لک انک لن تستطیع معی صبرا۔ قال وھذا اشد من الاولیٰ قال ان سألتک عن شیء بعدھا فلا تصاحبنی قد بلغت من لدنی عذرا فانطلقا حتی اذا اتیا اھل قریۃ استطعما اھلہا فابوا ان یضیفوھما فوجدا فیہا جدارا یرید ان ینقض قال مائل فقام الخضر فاقامہ بیدہ فقال موسیٰ قوم اتیناھم فلم یطعمونا ولم یضیفونا، لو شئت لاتخذت علیہ اجرا قال ھذا فراق بینی وبینک، الیٰ قولہ ذالک تاویل ما لم تستطع علیہ صبرا، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وددنا ان موسیٰ کان صبر حتی یقص اللہ علینا من خبرھما قال سعید بن جبیر فکان ابن عباس یقرأ وکان امامہم ملک یاخذ کل سفینۃ صالحۃ غصبا وکان یقرأ واما الغلام فکان کافرا

وکان ابواہ مؤمنین

ترجمہ:- سعید بن جبیرؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ نوف بکالی کہتے ہیں کہ موسیٰ (علیہ السلام) خضر (علیہ السلام) کے ساتھی (یعنی جو موسیٰؑ خضر سے ملے تھے) وہ بنی اسرائیل کے صاحب (رسول) نہ تھے (بلکہ وہ دوسرے شخص تھے، یعنی موسیٰ بن میشا حضرت یوسفؑ کے پوتا تھے) ابن عباسؓ نے فرمایا، دشمن خدا نے غلط کہا مجھ سے ابی بن کعب (صحابی رسول) نے بیان کیا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ موسیٰ بنی اسرائیل کو وعظ سنانے کے لئے کھڑے ہوئے تو ان سے پوچھا گیا سب لوگوں میں بڑا عالم کون ہے؟ موسیٰؑ نے کہا، میں بڑا عالم ہوں، اس پر اللہ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انھوں نے علم کو اللہ تعالیٰ پر محول نہیں کیا (یعنی انھوں نے یوں نہیں کہا "اللہ اعلم") پھر اللہ نے ان پر وحی بھیجی کہ میرا ایک بندہ ہے دو سمندروں کے سنگم پر (یعنی جہاں فارس اور روم کے دو سمندر ملتے ہیں) جو تجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے، موسیٰؑ نے عرض کیا اے رب میں اس تک کیسے پہونچوں؟ حکم ہوا اپنے ساتھ ایک مچھلی لے لو اور اسے ایک تھیلے میں رکھ لو، بس جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے (زندہ ہو کر دریا میں کود جائے) وہ بندہ وہیں ملیگا، چنانچہ آپ نے ایک مچھلی لی اور تھیلے میں رکھ کر روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ یوشع بن نون (آپ کے خادم) بھی چلے جب یہ دونوں حضرات صخرہ کے پاس (مجمع البحرین کے نزدیک) پہونچے تو دونوں سر رکھ کر سو گئے، ادھر مچھلی زنبیل (تھیلے) میں پھڑپھڑائی اور تھیلے سے نکل بھاگی (مسلم کی روایت میں ہے کہ مچھلی پانی میں پھڑکی، اس میں کوئی تعارض نہیں ہے، اس لئے کہ مچھلی ایک مرتبہ تھیلے میں پھڑپھڑائی، پھر نکل کر پانی میں پھڑکی) اور دریا میں اس نے سرنگ بنا کر اپنا راستہ بنایا اور اللہ نے پانی کی روانی کو روک دی (جہاں یہ مچھلی گئی تھی) چنانچہ وہ ایک طاق سا ہو گیا، پھر جب موسیٰ بیدار ہوئے تو ان کے خادم (یوشع بن نون) مچھلی کے متعلق بتانا بھول گئے اس لئے دن اور رات کا جو حصہ باقی تھا دونوں چلتے رہے، یہاں تک کہ جب صبح ہوئی (یعنی دوسرے دن) موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا "ہمارا ناشتہ لاؤ، ہم تو اپنے اس سفر سے تھک گئے" آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ اس وقت تک نہیں تھکے جب تک وہ اس مقام سے آگے نہ بڑھ گئے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا اب ان کے خادم نے ان سے کہا "کیا آپ نے نہیں دیکھا جب ہم چٹان کے پاس تھے تو (وہاں مچھلی کا عجیب قصہ گذرا) میں اس کا ذکر کرنا بھول گیا، اور شیطان ہی نے مجھ کو یاد رہنے نہیں دیا، اس نے تو عجیب طریقہ سے اپنا راستہ سمندر میں بنا لیا تھا، آنحضرتؐ نے فرمایا مچھلی نے تو اپنا رستہ لیا اور حضرت موسیٰؑ اور ان کے خادم (مچھلی کا جو نشان اب تک پانی میں موجود تھا) دیکھ کر تعجب ہوا، موسیٰؑ نے کہا، وہی جگہ تو تھی جس کی تلاش میں ہم تھے، چنانچہ دونوں حضرات کھوج لگاتے ہوئے اپنے پاؤں کے نشان پر لوٹے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں حضرات اپنے قدموں کے نشانات ڈھونڈھتے ہوئے لوٹے۔

یہاں تک کہ پھر اسی چٹان (صخرہ) کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ ایک صاحب (حضرت خضر علیہ السلام) کپڑے میں لپٹے ہوئے موجود ہیں (یعنی چادر اوڑھ کر سوتے ہیں) پھر موسیٰ ؑ نے انھیں سلام کیا اس پر خضر ؑ نے اٹھکر کہا، میرے سرزمین میں سلام کہاں سے آگیا؟ (یعنی تم کون ہو؟) موسیٰ ؑ نے کہا، میں موسیٰ ہوں، خضر نے کہا، بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ آپ نے فرمایا، جی ہاں، میں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ جو ہدایت کا علم آپ کے پاس ہے وہ مجھے بھی سکھادیں، خضر ؑ نے فرمایا، موسیٰ! آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا، اے موسیٰ بات یہ ہے کہ اللہ نے ایک (قسم کا) علم مجھکو دیا ہے جو تمکو نہیں ہے اسی طرح آپ کو اللہ کی طرف سے ایک (قسم کا) علم ملا ہے جس کو میں نہیں جانتا، تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا، اس پر خضر ؑ نے موسیٰ سے کہا اگر آپ میرے ساتھ چلیں تو کسی چیز کے متعلق سوال نہ کریں یہاں تک کہ میں خود آپ کو اس کے متعلق بتادونگا اب دونوں روانہ ہوتے، اور سمندر کے کنارے کنارے دونوں چلنے لگے اتنے میں ایک کشتی گذری ان لوگوں نے کشتی والوں سے بات کی کہ انھیں بھی سوار کریں، پھر کشتی والوں نے حضرت خضر ؑ کو پہچان لیا اور کسی کرایہ کے بغیر انھیں سوار کرلیا، جب دونوں حضرات کشتی میں بیٹھ گئے تو کچھ دیر نہ گذری کہ خضر ؑ نے کلہاڑے سے کشتی کا ایک تختہ نکال ڈالا (جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا) تو موسیٰ ؑ نے خضر سے کہا، ان لوگوں نے ہمیں بغیر کسی کرایہ کے سوار کرلیا اور آپ نے ان ہی کی کشتی چیر ڈالی تاکہ سارے کشتی والے ڈوب جائیں، بلاشبہ آپ نے یہ بڑا ناگوار کام کیا، خضر نے کہا، کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کرسکیں گے، موسیٰ ؑ نے فرمایا جو بات میں بھول گیا تھا آپ اس پر مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے اور میرے اس معاملہ (متابعت) میں زیادہ تنگی نہ ڈالئے۔ ابی ابن کعب ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پہلی مرتبہ کا اعتراض موسیٰ ؑ کا بھول کر ہی تھا، فرمایا کہ اتنے میں ایک چڑیا آئی اور اس نے کشتی کے ایک کنارے بیٹھ کر سمندر میں ایک مرتبہ چونچ ماری تو خضر ؑ نے موسیٰ ؑ سے کہا کہ میرا علم اور آپ کا علم اللہ کے علم کے سامنے بس اتنا ہی ہے جتنا اس چڑیا نے اس سمندر سے کم کیا ہے، پھر دونوں حضرات کشتی سے اتر گئے ابھی وہ دونوں ساحل سمندر پر چل ہی رہے تھے کہ خضر ؑ نے ایک بچہ کو دیکھا جو دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، خضر ؑ نے اس بچہ کا سر اپنے ہاتھ سے پکڑا اور اسے اپنے ہاتھ سے اکھاڑ کر اس کی جان لے لی، اس پر موسیٰ ؑ نے فرمایا، آپ نے ایک بے گناہ جان کو بغیر کسی جان کے بدلے (یعنی ناحق) قتل کردیا، یہ آپ نے بڑا ناپسندیدہ کام کیا۔ خضر ؑ نے کہا۔ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کرسکیں گے، سفیان بن عیینہ راوی نے کہا یہ پہلے کلام سے زیادہ سخت ہے (کیونکہ اس میں ایک نسبت خطاب "لک" زائد ہے) موسیٰ ؑ نے کہا (یعنی معذرت کی) کہ اگر میں نے اس کے بعد پھر آپ سے کچھ بھی سوال کیا تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھئے گا، بلاشبہ آپ بار بار میرا عذر سن چکے ہیں (اس کے بعد میرے لئے بھی عذر کا کوئی موقع نہ رہے گا) پھر دونوں روانہ ہوئے، یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہونچے اور ان سے کھانا

مانگا ان لوگوں نے مہمان بنانے (کھانا کھلانے) سے انکار کیا، پھر دونوں نے دیکھا کہ اس گاؤں میں ایک دیوار ہے جو بس گرنا ہی چاہتی ہے، ینقض کی تفسیر کی ہے کہ بمعنی مائل ہے، یعنی دیوار جھک رہی تھی، خضرؑ کھڑے ہو گئے اور دیوار اپنے ہاتھ سے سیدھی کردی، تو موسیٰؑ نے کہا، یہ لوگ ایسے ہیں کہ ہم ان لوگوں کے یہاں آئے مگر ان لوگوں نے نہ ہم کو کھانا کھلایا اور نہ ہماری ضیافت کی (یعنی کسی طرح کی مہمان نوازی نہیں کی، حالانکہ دستور زمانہ کے مطابق مہمان نوازی اخلاقی فرض تھا) اگر آپ چاہتے تو دیوار کے اس سیدھا کرنے پر اجرت لے سکتے تھے، خضرؑ نے کہا، بس یہ وقت ہے میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا۔ ارشاد الٰہی ذالک تاویل ما لم تستطع علیہ صبرا تک (یعنی اب ان تین چیزوں کی حقیقت تبلاتے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم تو چاہتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام نے صبر کیا ہوتا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے اور واقعات ہم سے بیان کرتا ۔۔۔ سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ عبداللہ ابن عباس رضؓ اس آیت کی تلاوت کرتے تھے (جس میں خضرؑ نے اپنے کاموں کی وجہ بیان کی ہے، وکان امامھم ملك یاخذ کل سفینة صالحة غصبا۔ (مطلب یہ ہے کہ وراءھم ملك کی جگہ امامھم ملك پڑھتے تھے، نیز صالحة کے لفظ کا اضافہ کرتے تھے، نیز حضرت ابن عباس رضؓ پڑھتے تھے واما الغلام فکان کافرا وکان ابواہ مومنین، وہذہ قراۃ شاذۃ لمخالفتہا المصحف العثمانی لکنہا کالتفسیر (قسطلانی) مصحف عثمانی کی مشہور قرأت ہے واما الغلام فکان ابواہ مومنین ۔ الآیة ۔

تشریح مطابقتہ للترجمة ظاہرۃ ۔
باقی تشریح آئندہ باب و حدیث کے تحت ہو گی، انشاء اللہ۔

بخاری ۶۸۸ باب قوله، فلما بلغ مجمع بینهما نسیا حوتهما فاتخذ سبیله فی البحر سربا، مذهبا یسرب یسلك ومنه وسارب بالنهار

اللہ تعالیٰ کا ارشاد، فلما بلغا الآیة ۱۵ ع ۲۱) پس جب (چلتے چلتے) دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کے موقع پر پہونچے تو دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے اور مچھلی نے (اس کے قبل زندہ ہو کر) دریا میں اپنا رستہ بنا لیا سرنگ بنا کر الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں سربا (بفتحتین) بمعنی مذہبا ہے یعنی راستہ، چلنے کی جگہ، سرب یسرب از نصر کے معنی ہیں سلک یسلک اور اسی سے ہے وسارب بالنهار (پ ۱۳ ع ۸) دن کو گلیوں میں پھرنے والا چلنے والا۔

(۲۵۰) حدثنا ابراهیم بن موسیٰ قال اخبرنا هشام بن یوسف ان ابن جریج اخبرهم قال اخبرنی یعلی بن مسلم وعمرو بن دینار عن سعید بن جبیر یزید احدهما علی صاحبه وغیرهما قد سمعته یحدثه عن سعید قال انا لعند ابن عباس فی بیته اذ قال سلونی قلت

أی اباعباس جعلنی اللہ فداءک بالکوفۃ رجل قاصّ یقال لہ نوف یزعم انہ لیس بموسیٰ بنی اسرائیل اما عمرو فقال لی قال قد کذب عدو اللہ واما یعلی فقال لی قال ابن عباس حدثنی اُبَیّ بن کعب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ رسول اللہ علیہ السلام قال ذکّر الناس یوما حتی اذا فاضت العیون ورقّت القلوب ولّی فادرکہ رجل فقال ای رسولَ اللہ ھل فی الارض احدٌ اعلم منک قال لا فعتب علیہ اذ لم یَرُدَّ العلمَ الی اللہ قیل بلیٰ قال ای ربّ فاین قال بمجمع البحرین قال ای ربّ اجعل لی عَلَمًا اعلم ذالک منہ فقال لی عمرو قال حیث یفارقک الحوتُ وقال لی یعلی قال خذ نونًا میتا حیث یُنفخ فیہ الروحُ فاخذ حوتا فجعلہ فی مکتل فقال لفتاہ لا اُکلّفک الا ان تُخبرَنی بحیث یفارقک الحوتُ قال ما کلّفتَ کثیرا فذالک قولہ جل ذکرہ ’’ واذ قال موسیٰ لفتاہ ‘‘ یوشع بن نون لیست عن سعیدٍ قال فبینما ھو فی ظلّ صخرۃٍ فی مکانٍ ثریانَ اذ تضرّب الحوتُ وموسیٰ نائمٌ قال فتاہ لا اوقظہ حتی اذا استیقظ نسِیَ ان یُخبرہ وتضرّب الحوتُ حتی دخل البحر فامسک اللہ عنہ جِریۃَ البحر حتی کان اثرہ فی حجرٍ قال لی عمرو ھکذا کان اثرہ فی حجرٍ وحلّق بین ابھامیہ واللتین تلیانھما لقد لقینا من سفرنا ھذا نصبا ’’ قال قد قطع اللہ عنک النصب لیست ھذہ عن سعیدٍ اخبرہ فرجعا فوجدا خضرًا قال لی عثمان بن ابی سلیمان علی طِنفسۃٍ خضراء علی کبد البحر قال سعید بن جبیر مُسجّیً بثوبہ قد جعل طرفہ تحتَ رجلیہ وطرفہ تحت رأسہ فسلّم علیہ موسیٰ فکشف عن وجھہ وقال ھل بارضی من سلامٍ مَن انت قال انا موسیٰ قال موسیٰ بنی اسرائیل قال نعم قال فما شانک قال جئتُ لتُعلّمنی مما عُلّمتَ رشدا قال اما یکفیک ان التوراۃ بیدیک وانّ الوحیَ یاتیک یاموسیٰ انّ لی علمًا لاینبغی لک ان تعلمہ وانّ لک علمًا لاینبغی لی ان اَعلَمہ فاخذ طائرٌ بمنقارہ من البحر وقال واللہ ما علمی وعلمُک فی جنبِ علم اللہ الا کما اخذ ھذا الطائرُ بمنقارہ من البحر وقال واللہ ما علمی وعلمُک فی جنب علم اللہ الا کما اخذ ھذا الطائرُ بمنقارہ من البحر حتی اذا رکبا فی السفینۃ وجد معابرَ صغارًا تحمل اھلَ ھذا الساحل الی اھل ھذا الساحل الآخر عرفوہ فقالوا عبدُ اللہ الصالحُ قال قلنا لسعید خضرٌ قال لا نحملہ باجرٍ فخرقھا ووتّد فیھا وتدًا قال موسیٰ اَخرقتَھا لتُغرقَ اھلھا لقد جئتَ شیئا اِمرا ’’ قال مجاھدٌ منکرًا ’’ قال الم اقل انک لن تستطیع معی صبرا کانت الاولیٰ نسیانا والوسطیٰ شرطا والثالثۃ عمدًا قال لا تواخذنی بما نسیتُ ولا ترھقنی من اَمری عُسرا لقیا غلاما فقتلہ قال یعلی قال سعیدٌ وجد غلمانا یلعبون فاخذ غلاما کافرا ظریفا فاضجعہ ثم ذبحہ بالسکّین قال اقتلتَ نفسا زکیۃً بغیر نفس

لو تعمل بالحنث وكان ابن عباس يقرأها زكية زاكية مسلمة كقولك غلاما زكيا فانطلقا فوجدا جدارا يريد ان ينقض فاقامه قال سعيد بيده هكذا ورفع يده فاستقام قال يعلى حسبت ان سعيدا قال فمسحه بيديه فاستقام لو شئت لاتخذت عليه اجرا قال سعيد اجرا نا كله وكان وراءهم وكان امامهم قرأها ابن عباس امامهم ملك يزعمون عن غير سعيد انه هدد بن بدد والغلام المقتول اسمه يزعمون جيسور ملك يأخذ كل سفينة غصبا فاردت اذا هي مرت به ان يدعها لعيبها فاذا جاوزوا اصلحوها فانتفعوا بها ومنهم من يقول سدوها بقارورة ومنهم من يقول بالقار كان ابواه مؤمنين وكان كافرا فخشينا ان يرهقهما طغيانا وكفرا ان يحملهما حبه على ان يتابعاه على دينه فاردنا ان يبدلهما ربهما خيرا منه زكوة واقرب رحما لقوله اقتلت نفسا زكية واقرب رحما هما به ارحم منهما بالاول الذى قتل خضر وزعم غير سعيد انهما ابدلا جارية واما داود بن ابى عاصم فقال عن غير واحد انها جارية -

ترجمہ:- ابن جریج کا بیان ہے کہ مجھ سے یعلی بن مسلم اور عمرو بن دینار (دونوں) نے بیان کیا سعید بن جبیر کے واسطہ سے، ان دونوں میں سے ایک اپنے ساتھی سے کچھ الفاظ زیادہ کہے تھے۔ ابن جریج کا بیان ہے کہ ان دونوں (یعلی بن مسلم اور عمرو بن دینار) کے علاوہ (یعنی عثمان بن ابی سلیمان) سے بھی سنا کہ وہ سعید بن جبیر سے حدیث بیان کرتے تھے کہ سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ ہم لوگ حضرت ابن عباس رضؓ کے پاس انکے گھر حاضر تھے جس وقت کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا، مجھ سے کچھ پوچھو، میں نے عرض کیا، اے ابو عباس (کنیت عبداللہ بن عباس) اللہ آپ پر مجھے قربان کرے کوفہ میں ایک واعظ شخص ہے جس کو نوف بکالی کہا جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ وہ موسیٰ جو خضر سے ملے تھے وہ بنی اسرائیل کے مشہور پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں تھے (ابن جریج نے بیان کیا کہ) عمرو بن دینار نے روایت اس طرح بیان کی ابن عباس رضؓ نے کہا، "دشمن خدا نے غلط کہا"۔ اور یعلی بن مسلم نے اپنی روایت میں مجھ سے اس طرح بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے کہا کہ مجھ سے حضرت ابی ابن کعبؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام جو اللہ کے رسول تھے ایک دن آپ نے لوگوں (بنی اسرائیل) کو ایسا وعظ فرمایا کہ لوگوں کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور دل پسیج گئے تو آپ (یعنی موسیٰ ع) واپس جانے کے لئے مڑ گئے (یعنی وعظ ختم کر دیا کہ لوگوں پر مزید رقت نہ طاری ہو جائے) ایک شخص (نام نامعلوم) ان سے جا کر ملا اور پوچھا، اے اللہ کے رسول! کیا دنیا میں آپ سے زیادہ علم والا بھی کوئی ہے،؟ آپ نے فرمایا "نہیں"۔ اس پر اللہ نے موسیٰ ع پر عتاب فرمایا، کیونکہ موسیٰ ع نے علم کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی (مطلب یہ ہے کہ موسیٰ ع کو چاہئے تھا کہ فرماتے مجھے کیا معلوم یہ تو اللہ ہی جانتا ہے) موسیٰ ع سے کہا گیا، ہاں تم سے زیادہ علم رکھنے والا ہے، موسیٰ ع نے عرض کیا، اے پروردگار

کہاں ہے؟ فرمایا۔ جہاں دو سمندر (فارس اور روم کے) ملتے ہیں، موسیٰؑ نے عرض کیا اے پروردگار میرے لئے کوئی ایسی نشانی بتلا دیجئے کہ میں اس علامت سے اس مطلوب کو پہچان لوں (یعنی ان تک پہونچ جاؤں) (ابن جریج کہتے ہیں) اب عمرو بن دینار نے اپنی روایت میں مجھ سے اس طرح بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جہاں تم سے تمھاری مچھلی جدا ہو جائے (یعنی جہاں مچھلی تھیلے سے چلدے وہیں وہ ملیں گے) اور یعلی نے مجھ سے اس طرح بیان کیا کہ اللہ نے فرمایا کہ ایک مردہ مچھلی (یعنی بھونی ہوئی مچھلی) ساتھ لے لو جہاں اس مچھلی میں جان پڑجائے (وہیں وہ ملیں گے) چنانچہ موسیٰؑ نے ایک مچھلی لے لی اور اسے تھیلے میں رکھ لیا اور اپنے خادم (یوشع) سے کہا کہ تمہیں صرف اتنی تکلیف دیتا ہوں کہ جہاں یہ مچھلی (تھیلے سے نکل کر) چلدے تو مجھے خبر کر دینا۔ خادم نے کہا، آپ نے تو کوئی بڑی تکلیف نہیں دی (یعنی میں ضرور خبر دوں گا) بس یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "واذ قال موسیٰ لفتاہ" سے وہ نئی (رفیق سفر) یوشع بن نون تھے، سعید بن جبیر (راوی حدیث) نے اپنی روایت میں یوشع کا نام نہیں لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اثناء میں کہ حضرت موسیٰؑ ایک چٹان کے سایہ میں ٹھہرے تھے جہاں نمی وتری تھی اتنے میں مچھلی تڑپی اور حضرت موسیٰؑ سو رہے تھے تو خادم نے سوچا کہ میں موسیٰؑ کو بیدار نہیں کروں گا (یعنی جب حضرت خود بیدار ہوں گے تو واقعہ عجیبہ کا ذکر کردوں گا) لیکن جب حضرت موسیٰؑ بیدار ہوئے تو خادم مچھلی کا حال بیان کرنا بھول گیا اور مچھلی تڑپ کر دریا میں چلی گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کی جگہ پانی کے بہاؤ کو روک دیا اور مچھلی کا نشان پتھر پر بن گیا، ابن جریج کہتے ہیں کہ عمرو بن دینار نے مجھ سے اسی طرح بیان کیا کہ اس کا نشان پتھر پر بن گیا، اور آپ نے اپنے دونوں انگوٹھوں اور ان دونوں انگلیوں کو جو ابہامین کے متصل ہیں یعنی شہادت کی انگلیوں کو ملا کر حلقہ بنایا (اس کی کیفیت اور صورت دکھلانے کیلئے) بیدار ہونے کے بعد دونوں باقی دن اور باقی رات چلتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، تو حضرت موسیٰؑ نے کہا "ہم تو اس سفر سے تھک گئے، خادم نے کہا" اللہ نے آپ کی تھکن کو دور کر دیا ہے۔ ابن جبیر کہتے ہیں کہ یہ مکڑا (یعنی قد قطع اللہ عنک النصب) سعید بن جبیر کی روایت میں نہیں ہے، خادم حضرت یوشع نے موسیٰؑ کو واقعہ بتایا یعنی مچھلی کا تڑپ کر تھیلے سے نکل جانے کا، جو حضرت خضرؑ سے ملاقات کی علامت تھی یوشع نے بیان کیا، پھر دونوں حضرات واپس لوٹے اور دونوں نے خضرؑ کو پایا، ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھ سے عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم نے بیان کیا کہ حضرت خضرؑ دریا کے بیچ میں ایک چھوٹے سے سبز فرش پر تشریف فرما تھے، سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ وہ اپنے کپڑے سے تمام جسم لپیٹے ہوئے تھے، کپڑے کا ایک کنارہ اپنے دونوں پاؤں کے نیچے اور دوسرا کنارہ سر کے نیچے کر رکھا تھا، حضرت موسیٰؑ نے ان کو سلام کیا تو خضرؑ نے اپنا چہرہ کھولا اور کہا "میری اس سرزمین میں اور سلام؟ آپ کون ہیں؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا میں موسیٰ ہوں، پوچھا موسیٰ بنی اسرائیل؟ فرمایا ہاں، کہا کیا حال ہے؟ (یعنی آپ کیوں آئے ہیں؟) فرمایا میں اس لئے آیا ہوں کہ جو علم ہدایت کا آپ کو حاصل ہے وہ مجھے بھی سکھا دیں، خضرؑ نے کہا کیا آپ کے لئے

یہ کافی نہیں کہ توریت آپ کے ہاتھوں میں ہے اور آپ پر وحی نازل ہوتی ہے، اے موسیٰؑ مجھے جو علم حاصل ہے اس کا
پورا سیکھنا آپ کے لئے مناسب نہیں ہے، اسی طرح آپ کو جو علم حاصل ہے اس کا پورا سیکھنا میرے لئے مناسب
نہیں ہے، اس عرصہ میں ایک چڑیا نے اپنی چونچ سے دریا کا پانی لیا، تو خضرؑ نے فرمایا، خدا کی قسم میرا علم اور آپ
کا علم اللہ کے علم کے مقابلے میں اس سے زیادہ نہیں ہے، جتنا اس چڑیا نے دریا سے اپنی چونچ میں لیا، جب
دونوں ایک کشتی میں سوار ہوئے (یعنی سوار ہونے کا ارادہ کیا) تو چھوٹی چھوٹی کشتیاں دیکھیں جو اس
ساحل کے لوگوں کو دوسرے ساحل تک لیجاتی تھیں، کشتی والوں نے خضرؑ کو پہچان لیا کہنے لگے، یہ اللہ کے
نیک بندے ہیں، یعلی بن مسلم نے بیان کیا کہ ہم نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ وہ خضرؑ تھے؟ (یعنی جن کو کشتی
والوں نے پہچانا اور نیک بندہ کہا وہ خضرؑ تھے؟) تو انھوں نے کہا، ہاں، کشتی والوں نے کہا ہم ان سے
کرایہ نہیں لیں گے (اور مفت سوار کر لیا) لیکن خضرؑ نے اس کشتی کو پھاڑ دیا، اور اس میں ایک میخ ٹھونک
دی (یعنی اس میں ایک سوراخ کردیا اور پانی بند کرنے کے لئے کیل گاڑدی (تاکہ پانی کشتی میں نہ آئے) موسیٰؑ
نے کہا کیا آپ نے اسے اس لئے پھاڑ ڈالا ہے کہ اس کے مسافروں کو ڈبا دیں؟ بلاشبہ آپ نے ایک بڑا
ناگوار کام کیا ہے۔ مجاہدؒ نے آیت میں امرا کا ترجمہ منکرا کیا ہے (یعنی اوپرا اور تعجب خیز کام کیا ہے)۔
خضرؑ نے کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔ پہلا سوال (حضرت موسیٰؑ کا)
تو بھولنے کی وجہ سے تھا (حیث قال لا تؤاخذنی بما نسیت) اور دوسرا سوال بطور شرط تھا (حیث
قال ان سألتك عن شئ بعدها الخ اور تیسرا سوال قصدًا (حیث قال لو شئت لاتخذت علیہ اجرا) موسیٰؑ
نے کہا جو میں بھول گیا اس پر مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے، اور میرے اس معاملہ (متابعت) میں تنگی نہ ڈالئے، پھر
انھیں ایک بچہ ملا تو حضرت خضرؑ نے اسے قتل کردیا، یعلیٰ نے بیان کیا سعید بن جبیر نے کہا کہ حضرت خضرؑ
کو چند بچے ملے جو کھیل رہے تھے، آپ نے ان میں سے ایک بچہ کو پکڑا جو کافر اور چالاک تھا، چنانچہ اسے
لٹایا اور چھری سے ذبح کردیا، موسیٰؑ نے فرمایا آپ نے ایک بے گناہ کو بغیر جان کے بدلے قتل کردیا،
جس نے کوئی گناہ نہیں کیا، اور حضرت ابن عباسؓ آیت میں زکیۃ کی جگہ زاکیۃ پڑھتے تھے یعنی
مسلمۃ جیسے غلاما زکیا میں ہے، پھر دونوں (موسیٰ اور خضرؑ) آگے بڑھے تو ایک دیوار نظر پڑی جو بس
گرنے ہی والی تھی، خضرؑ نے اسے ٹھیک کردیا، سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ حضرت خضرؑ نے دیوار پر
اپنے ہاتھوں کو پھیرا تو دیوار سیدھی ہوگئی، موسیٰؑ نے خضرؑ سے کہا اگر آپ چاہتے تو اس پر اجرت
لے سکتے تھے، سعید بن جبیر نے تشریح کی کہ اجرت جسے ہم کھا سکتے، اور (یہ جو قرآن میں ہے) وکان
وراءهم کا معنی ہے وکان امامهم یعنی ان کے آگے حضرت ابن عباسؓ نے اس کو پڑھا ہے وکان
امامهم ملك (وهذه قراءة شاذة)، ابن جریج نے بیان کیا کہ راویوں نے سعید بن جبیر کے سوا
اوروں سے نقل کیا کہ وہ بادشاہ (جو کشتیوں کو ناحق لے لیتا تھا) ہدد بن بدد تھا (بضم الهاء وفتح الدال الاولی

وبُدد بضم الباء الموحدہ وفتح الدال الاولیٰ) اور غلام مقتول (یعنی جس بچہ کو خضرؑ نے قتل کیا تھا) اس کا نام جیسور (بفتح الجیم وسکون الیاء) بیان کرتے ہیں۔ وہ بادشاہ ہر (نئی کشتی اور اچھی) کشتی کو زبردستی چھین لیا کرتا تھا اس لئے میں نے چاہا کہ جب یہ کشتی اس کے سامنے سے گذرے تو اس کے اس عیب کی وجہ سے (جو میں نے اس میں کردیا ہے) اس کو چھوڑ دے، پھر جب کشتی والے اس بادشاہ کے حدود سے گذر جائیں گے تو خود اس کو درست کرلیں گے اور اس سے فائدہ حاصل کرتے رہیں گے۔

ومنھم من یقول الخ اور بعض راوی کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے کشتی کو قارورہ یعنی سیسہ لگا کر جوڑا تھا (مطلب یہ ہے کہ کشتی کی مخروق جگہ سیسہ لگا کر کشتی کو درست کیا تھا) اور بعض کہتے ہیں کہ تارکول سے جوڑا تھا جیسا کہ آج کل اکثر کشتی پر تارکول لگاتے ہیں تاکہ تختوں کے شگاف سے پانی اندر نہ آسکے)

کان ابواہ مؤمنین (اور جس بچہ کو قتل کردیا تھا) اس کے والدین مومن تھے، اور وہ بچہ (اللہ کی تقدیر میں) کافر تھا اس لئے ہمیں خوف ہوا کہ یہ بچہ کبھی (بڑا ہوکر) والدین کو شرارت وکفر میں نہ مبتلا کردے کہ لڑکے کی محبت اس کے دین کی اتباع پر مجبور کردے، اس لئے ہم نے چاہا کہ اللہ اس کے بدلے میں انھیں لڑکا دے جو پاک وصاف ہو (کفر وسرکشی سے) اور قریب تر ہو رحمت ومحبت میں (یعنی مقتول لڑکا سے والدین کو اس نعم البدل سے زیادہ محبت ہو) حضرت خضرؑ نے پاک وصاف لڑکا اس لئے کہا کہ موسیٰؑ نے بھی ان پر یہی اعتراض کیا تھا کہ تونے ایک پاک (معصوم) جان کا خون کیا۔ اقرب رحما کا مطلب یہ ہے کہ اس دوسرے یعنی نعم البدل پر والدین اس پہلے لڑکے جس کو خضرؑ نے قتل کیا تھا زیادہ مہربان ہولنگے، سعید بن جبیر کے علاوہ دوسروں نے بیان کیا کہ والدین کو اس لڑکے کے بدلے ایک لڑکی ملی، داؤد بن عاصم نے کئی راویوں سے نقل کیا کہ وہ لڑکی تھی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ فی قولہ "اذا استیقظ نسی ان یخبرہ وتضرب الحوت الخ"

امام بخاریؒ نے حضرت موسیٰ وحضرت خضر علیہما السلام کی حدیث بارہ ۱۲ جگہ لایا ہے کہیں مختصر اور کہیں مفصل، ملاحظہ ہو کتاب العلم ۳ جگہ ص۱۷، ص۲۰، ص۲۳، ص۲۴۔ فی الاجارات ص۳۰۲ ص۵، کتاب الشروط ص۳۷۷ ص۷۶ وص۷ دو جگہ، کتاب الانبیاء مختصرا ص۴۸۱، مطولا ص۴۸۲، ص۸، وص۹، وص۱۰، ۳ جگہ کتاب التفسیر ص۶۸۷ تا ص۶۸۸، تا ص۶۸۹، ایضا ص۶۹۰۔ ص۱۱ کتاب الایمان والنذور ص۹۸۶ مختصرا ص۱۲ فی التوحید مختصرا ص۱۱۱۴ ایضا مسلم شریف وغیرہ۔

تحقیق الفاظ اباعباس: ابوعباس حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کی کنیت ہے۔ رجل قاص بتشدید الصاد المہملۃ بمعنی واعظ۔ یقال لہ نوف بفتح النون وسکون الواو وبالفاء ماقبل کی حدیث یعنی حدیث ص۲۴۹ میں ہے ان نوفا البکالی بکالی بکسر الباء الموحدہ وتخفیف الکاف، ویقال ایضا بفتح الباء وتشدید الکاف قال الکرمانی وفیہ نظر (عمدہ) منسوب الی بکال بطن من حمیر یعنی

حمیر کی ایک شاخ بکال کی طرف منسوب تھے، حضرت نوف بکالی بن فضالہ (بفتح الفاء المعجمۃ) دمشق کے بہت بڑے عالم فاضل تابعی تھے، کعب احبار کے ربیب یعنی کعب احبار کی زوجہ کے بیٹے تھے (قس)

قدکذب عدواللہ:۔ اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ نوف بکالی مسلمان تھے پھر عدو اللہ یعنی دشمن خدا کہنا مجازا ہے یعنی صرف غلطی پر زجر وتنبیہ مقصود ہے، حقیقی مفہوم مراد نہیں۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نوف بکالی کے مسلمان ہونے میں شک وشبہ ہورہا ہو اس پر قرینہ یہ ہے کہ حر بن قیس رضی اللہ عنہ کا قول بھی صحیح نہیں تھا مگر حضرت ابن عباس نے حر بن قیس کے لئے ایسے الفاظ استعمال نہیں فرمائے۔

لیس ھو موسی بنی اسرائیل الخ نوف بکالی کہتے تھے کہ یہ موسیٰ کلیم اللہ بنی اسرائیل کے پیغمبر نہیں ہیں بلکہ موسیٰ بن میشا (بکسر المیم) حضرت یوسف علیہ السلام کے پوتے تھے۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ

علیہ السلام بن عمران حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے لاوی کی نسل سے ہیں حضرت موسیٰ کے والد عمران نے ایک سو ستائیس سال کی عمر پائی جب ان کی عمر ستر سال کی ہوئی تو حضرت موسیٰ ؑ کی ولادت ہوئی، موسیٰ ؑ نے ایک سو ساٹھ سال کی عمر پاکر میدان تیہ میں وصال فرمایا، حضرت موسیٰ ؑ کے تعاقب میں جو فرعون غرق سمندر ہوا وہ ولید بن مصعب بن ریان تھا، موسیٰ ؑ کا اصل تلفظ عبرانی زبان میں موشی تھا، عبرانی زبان میں مو پانی کو کہتے ہیں اور شی کے معنی درخت، عربی میں شین کو سین سے بدل دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ نام حضرت آسیہ زوجہ فرعون نے رکھا تھا، چونکہ حضرت آسیہ کو ایک درخت کے پاس پانی میں ملا تھا اس لئے موسیٰ نام رکھ دیا۔

یوشع بن نون:۔ یہ حضرت موسیٰ ؑ کے خادم اور تلمیذ تھے حضرت موسیٰ ؑ کے بعد ان کو نبوت عطا ہوئی اور انھوں نے ہی بیت المقدس فتح فرماکر جبارین کا قلع قمع کیا۔ حضرت موسیٰ ؑ کے بعد ستائیس سال بنی اسرائیل کے مقتدا رہے پھر ایک سو سولہ سال کی عمر پاکر جبل ابراہیم میں دفن ہوئے (صاوی)

خضر:۔ اس میں تین لغت ہے ۱۔ بفتح الخاء وکسر الضاد خَضِر، ۲۔ بکسر الخاء وسکون الضاد علی وزن سِفر خِضر ۳۔ بفتح الخاء خَضر، حاشیہ بخاری ۱؍۲۲۔

بہر صورت لغت کے لحاظ سے یہ صفت کا صیغہ ہے جس کے معنی سبزہ زار اور ہرے ہونے کے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے نام خضر اس لئے پڑا کہ وہ ایک چٹیل سفید زمین پر بیٹھے (جہاں سبزی کا نام نہ تھا) وہاں سبزہ لہلہانے لگا (بخاری ۴۸۲)

حضرت خضر ؑ کی نبوت

اصلی نام بلیا (بفتح الباء الموحدہ وسکون اللام ثم تحتانیہ) تھا اور ابو العباس کنیت تھی، ان کے متعلق بہت اختلاف ہے، اولاً تو اس میں اختلاف ہے کہ انسان ہیں یا فرشتہ؟ بعض کہتے ہیں کہ فرشتہ تھے، پھر اس میں اختلاف ہے کہ نبی تھے یا ولی؟ راجح قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نبی تھے، چنانچہ قرآن حکیم کی یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔

فاراد ربک ان یبلغا اشدھما و یستخرجا کنزھما رحمۃ من ربک وما فعلتہ عن امری (پ ۱۶ ع ۱)

پھر آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی (کی عمر) کو پہونچ جائیں اور آپ کے رب کی مدد سے اپنے دفینے یہ دونوں بچے نکال لیں اور یہ کام میں نے اپنے جی سے نہیں کیا۔

مطلب صاف ہے کہ میں نے یہ سارے کام اللہ کے حکم سے کئے ہیں، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خضر علیہ السلام اللہ کے نبی اور پیغمبر تھے ان کو بذریعہ وحی الٰہی بعض خاص احکام دہ دیئے گئے تھے جو ظاہر شریعت کے خلاف تھے انھوں نے جو کچھ کیا اس استثنائی حکم کے تحت کیا جو ان کے لئے بذریعہ وحی الٰہی واجب الاتباع تھا۔

کسی ولی کو ظاہر شریعت کی خلاف ورزی جائز نہیں

یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ بہت سے جاہل غلط کار تصوف کو بدنام کرنے والے صوفی جو کہنے لگے کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور ہے، بہت سی چیزیں شریعت میں حرام ہوتی ہیں مگر طریقت میں جائز ہے، اس لئے کسی ولی کو صریح گناہ کبیرہ میں مبتلا دیکھ کر بھی اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کھلا ہوا زندقہ اور باطل ہے، حضرت خضرؑ پر کسی دنیا کے ولی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا اور نہ ظاہر شریعت کے خلاف اسکے کسی فعل کو جائز کہا جاسکتا ہے۔

حیات خضرؑ

قرآن کریم میں جو واقعہ حضرت خضرؑ کا مذکور ہے اس کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ خضرؑ اس واقعہ کے بعد وفات پاگئے یا زندہ رہے؟ کسی حدیث میں بھی اس کے متعلق کوئی صریح بات مذکور نہیں، بعض روایات و آثار سے ان کا اب تک زندہ ہونا معلوم ہوتا ہے، اور بعض روایات سے اسکے خلاف مستفاد ہوتا ہے، اس لئے اس معاملے میں ہمیشہ سے علماء کی رائیں مختلف رہی ہیں، چنانچہ اکثر محدثین و فقہاء وفات کے قائل ہیں، نیز امام بخاریؒ بھی حیاتِ خضر کا انکار کرنے والوں میں ہیں۔

اور تمام اولیاء عظام و صوفیاء کرام حیاتِ خضر کے قائل ہیں اور اپنا شاہدہ بیان کرتے ہیں، چونکہ یہ معاملہ تکوینی ہے لہٰذا اس میں صوفیاء کرام کا قول معتبر ہوگا جیسے کہ امور تشریعیہ میں محدثین و فقہاء کا قول راجح ہوتا ہے ؎ ہر کسے را بہر کارے ساختند۔

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ اما در تفقہ پس دریں جا محمد بن حسن شیبانی می پایند و در تصوف جنید و شبلیؒ می یابند۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ دریں جا جنید و شبلی بکار نہ آیند دریں جا محمد بن حسن و شافعیؒ می بایند۔

علاوہ ازیں اکثر علماء امت حیات خضر کے قائل ہیں، چنانچہ فیض الباری میں ہے "واحسن ما یستدل بہ علی حیاتہ ما فی الاصابۃ باسناد جید (فیض الباری) یعنی سب سے بہتر استدلال حضرت خضرؑ کی حیات اصابہ کا

اثر ہے جو اسناد جید کے ساتھ نقل ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبد العزیز رہ مسجد سے نکلے اور چلتے ہوئے ایک شخص سے بات کرتے رہے جس کو لوگوں نے دیکھا مگر پہچانا نہیں اور کچھ دیر کے بعد نظروں سے غائب ہوگیا پھر لوگوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رہ سے پوچھا کہ وہ کون تھے؟ تو آپ نے فرمایا، خضرؑ تھے، اور یہ مسلم بات ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رہ جلیل القدر تابعی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان کا مرتبہ بلاشبہ امام بخاری اور حافظ عسقلانی رحمہما اللہ وغیرہ سے بہت بلند ہے، اس کے علاوہ اولیاء امت میں خضرؑ سے ملاقات کے واقعات بے شمار منقول ہیں، محدثین کرام جو خضرؑ کی حیات کو تسلیم نہیں کرتے ان کا بڑا استدلال اس حدیث سے ہے جو بخاری شریف جلد اول کتاب العلم میں نیز مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رہ سے منقول ہے۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ ارأیتکم لیلتکم ھٰذہ فان علیٰ کیا تم اپنی آج کی رات کو دیکھ رہے ہو اس رات سے رأس مائة سنة لایبقیٰ ممن ھو علی سو سال گذرنے پر کوئی شخص ان میں سے زندہ نہ رہے گا، ظھر الارض احدًا (بخاری ص۲۲) جو آج زمین کے اوپر ہے۔

جواب صاف ہے کہ حدیث مذکور حیات خضرؑ کے اس لئے خلاف نہیں ہے کہ ممکن ہے کہ ارشاد نبوی کے وقت خضرؑ زمین پر نہ ہوں بلکہ سمندر اور دریا پر ہوں ۲ حضرت خضرؑ نظروں سے غائب ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وہ لوگ ہوں جنھیں عام طور پر صحابہ جانتے پہچانتے ہوں ۳ علی ظھر الارض میں ارض سے ممکن ہے کہ خاص مدینہ کی زمین مراد ہو ۴ اگر علی وجہ الارض سے بالکل عام مراد ہو تو نظروں سے غائب حضرات مستثنیٰ ہوں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ارشاد کے وقت بھی باحیات تھے اور آج تک باحیات ہیں مگر چونکہ آسمان پر ہیں اس لئے اس حدیث سے حضرت عیسیٰؑ اور فرشتے اور جنات مستثنیٰ رہے اسی طرح حضرت خضرؑ چونکہ ارشاد گرامی کے وقت علی وجہ الارض نہ تھے اس لئے داخل حدیث بھی نہ ہوں گے

کیا علم الاسرار علم الشریعت پر افضل ہے؟

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رہ کلید مثنوی میں فرماتے ہیں کہ علم باطن کا علم شرع سے افضل ہونا اس قصہ سے ثابت نہیں ہوتا دو وجہ سے، اول یہ کہ علم باطن خود ایک شعبہ ہے علم شریعت کا کیونکہ علم شریعت نام ہے اصلاح ظاہر و باطن کے طریقہ جاننے کا، اصلاح ظاہر یہ کہ اقوال و افعال درست کرے، اصلاح باطن یہ کہ عقائد و اخلاق درست کرے، سو یہ سب شریعت نے مفصل طور پر تبلایا ہے سو جزء کس طرح کل سے افضل ہو سکتا ہے؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ میں حضرت خضرؑ کو جو بعض امور بعیدہ خفیہ کی اطلاع ہوگئی تھی، یہ سرے سے وہ علم باطن ہی نہیں جس میں گفتگو ہے بلکہ چند واقعات جزئیہ و حالات کونیہ ہیں جن کا انکشاف ان کو ہوگیا تھا جس کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ جو چیزیں زماناً یا مکاناً بعید تھیں وہ آپ کے علم میں قریب ہوگئیں مثلاً بادشاہ مکاناً بعید تھا، بچہ کا کفر زماناً بعید تھا، خزانہ زماناً بعید و محجوب تھا، سو دور کی چیز کا نزدیک معلوم ہونا

علم باطن نہیں، بخلاف علم موسیٰ ؑ کے کہ وہ علوم شرعیہ و معارف الٰہیہ ہیں کہ ظاہر و باطن سب اس کے شعبے ہیں۔
غرض علم خضری کسی طرح علم موسوی سے فائق نہیں، رہا موسیٰ ؑ کا ان کے پاس بھیجا جانا وہ صرف اس بنا پر تھا کہ حضرت موسیٰ ؑ نے سائل کے جواب میں "انا اعلم" فرمایا تھا جو باعتبار قصد علوم الٰہیہ کے صحیح تھا مگر چونکہ لفظاً کل علوم کو شامل تھا اس لئے تنبیہ فرمائی گئی کہ بعض علوم گو وہ آپ کے علوم سے کم درجہ کے ہوں دوسرے کو دیئے گئے ہیں اور آپ کو نہیں ملے اس لئے جواب میں آپ کو قید لگانا چاہئے تھا یا اللہ کے حوالہ کر کے واللہ اعلم کہنا چاہئے۔ (انعام الباری)

باب قولہ فلما جاوزا قال لفتاہ آتنا غداءنا لقد لقینا من سفرنا ھذا نصبا، الیٰ قولہ عجبا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد "فلما جاوزا الآیۃ پ۱۵ ع۲۱) پھر جب دونوں (وہاں سے) آگے بڑھے (اور دور نکل گئے) تو موسیٰ ؑ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ ہم کو تو اس سفر (یعنی آج کی منزل) میں بڑی تکلیف پہونچی (اور اس کے قبل کی منزلوں میں نہیں تھکے تھے جس کی وجہ ظاہرا موقع مقصود سے آگے بڑھ آنا تھا) خادم نے کہا کہ لیجئے، دیکھئے (عجیب بات ہوئی) جب ہم اس پتھر کے قریب ٹھہرے تھے (اور سو گئے تھے) اس وقت اس مچھلی کا ایک قصہ ہوا اور میرا ارادہ آپ سے ذکر کرنے کا ہوا لیکن میں کسی دوسرے دھیان میں لگ گیا) سو میں اس مچھلی (کے تذکرہ) کو بھول گیا اور مجھ کو شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کو ذکر کرتا اور (وہ قصہ یہ ہوا کہ) اس مچھلی نے (زندہ ہونے کے بعد) دریا میں عجیب طور پر اپنی راہ لی (ایک عجیب طور پر تو خود زندہ ہو جانا ہے، دوسرا عجیب طور پر کہ وہ مچھلی دریا میں جہاں کو گذری تھی وہاں کا پانی بطور خرق عادت کے اسی طرح سرنگ کے طور پر ہو گیا تھا غالباً پھر مل گیا ہوگا۔

صُنعًا عملًا

اشارہ ہے آیت کریمہ "وھم یحسبون انھم یحسنون صُنعا، پ۱۶ ع ۳) اور وہ (بوجہ جہالت کے) اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں صنعا بمعنی عمل ہے۔

حِوَلًا تحولًا

اشارہ ہے آیت کریمہ خٰلدین فیھا لا یبغون عنھا حِوَلا، پ۱۶ ع ۳) اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے (نہ ان کو کوئی نکالے گا) اور نہ وہ وہاں سے کہیں اور جانا چاہیں گے۔ (مقصد یہ بتلانا ہے کہ جنت کا یہ مقام اہل جنت کے لئے لازوال دائمی نعمت ہے، کیونکہ حق تعالیٰ نے یہ حکم جاری فرما دیا ہے کہ جو شخص جنت میں داخل ہو گیا وہ وہاں سے کبھی نکالا نہ جائے گا۔)
لیکن یہاں یہ شبہ و خطرہ کسی کے دل میں گذر سکتا تھا کہ انسان کی فطری عادت ہے کہ ایک جگہ رہتے رہتے اکتا جاتا ہے وہاں سے باہر دوسرے مقامات پر جانے کی خواہش ہوتی ہے اگر جنت سے باہر کہیں جانے کی

اجازت نہ ہوئی تو ایک قید محسوس ہونے لگے گی، اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا کہ جنت کو دوسرے مقامات پر قیاس کرنا جہالت ہے جو شخص جنت میں چلا گیا پھر جو کچھ دنیا میں دیکھا اور برتا تھا جنت کی نعمتوں اور دلکش فضاؤں کے سامنے اس کو وہ سب چیزیں لغو معلوم ہوں گی اور یہاں سے باہر جانے کا کبھی کسی کے دل میں خیال بھی نہ آویگا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں حِوَلاً بمعنی تحوّلاً ہے یعنی پھر جانا۔

قال ذالك ماكنا نبغ فارتدا على آثارهما قصصا

موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا، یہی تو وہ چیز تھی جو ہم چاہتے تھے چنانچہ وہ دونوں الٹے پاؤں واپس لوٹے۔

إمْرًا ونكرا داهية

اشارہ ہے آیت کریمہ "لقد جئت شيئا إمْرًا، اور آیت کریمہ لقد جئت شيئا نكرا، پ۱۵ ع ۲۲)۔

فرماتے ہیں کہ إمرا اور نكرا دونوں بمعنی داهية کے ہیں یعنی بڑا معاملہ، عجیب بات۔

يَنْقَضّ ينقاض كما تنقاض السِّنُّ

اشارہ ہے آیت کریمہ، فوجدا فيها جدارا يريد ان ينقضّ، الآية، پ۱۶ ع ۱) ان دونوں کو وہاں ایک دیوار ملی جو گرا ہی چاہتی تھی۔

فرماتے ہیں کہ ينقض اور ينقاض دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی گرنے کے معنی ہیں جیسے کہتے ہیں تنقاض السن یعنی دانت گر رہا ہے۔

لتخِذتَ واتخذتَ واحد

اشارہ ہے آیت کریمہ؛ قال لو شئت لتخذت عليه أجرا، پ۱۶، ع ۱) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ چاہتے تو اس (کام) پر اجرت ہی لے لیتے (کہ اس وقت کام بھی چلتا اور ان کی بد خلقی کی اصلاح بھی ہوتی)

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں لتخذت میں ایک قرأت لتَخِذْتَ ہے اور تخذت از باب سمع یسمع اور اتخذت از باب افتعال دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی لینا۔

رُحْما من الرُّحم وهي اشدّ مبالغة من الرحمة ويُظنّ انه من الرّحيم وتدعىٰ مكّة أُمّ الرُّحم اى الرحمة تنزل بها

اشارہ ہے آیت کریمہ" خيرا منه زكوٰة واقرب رُحما، پ۱۶ ع ۱) جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور قریب تر ہو محبت میں

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں رُحما (بضم الراء ماخوذ ہے رُحم (بضم الراء) سے (بمعنی رحمت و شفقت) اور اس میں رحمت سے زیادہ مبالغہ ہے، اور خیال کیا جاتا ہے کہ (یعنی کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ) یہ رحیم سے ماخوذ ہے، مکہ کو ام رحمت اس لئے کہتے ہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی رہتی ہے۔

(۲۵۱) **حدثنا** قتيبة بن سعيد قال حدثني سفيان بن عُيينة عن عمرو بن دينار عن

سعید بن جبیر قال قلت لابن عباس ان نوفا البکالی یزعم ان موسی بنی اسرائیل لیس بموسیٰ الخضر فقال کذب عدو اللہ حدثنا ابی بن کعب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قام موسیٰ خطیبا فی بنی اسرائیل فقیل لہ ای الناس اعلم قال انا فعتب اللہ علیہ اذ لم یرد العلم الیہ واوحی الیہ بلیٰ عبد من عبادی بمجمع البحرین ھو اعلم منک قال ای رب کیف السبیل الیہ قال تاخذ حوتا فی مکتل فحیث ما فقدت الحوت فاتبعہ قال فخرج موسیٰ ومعہ فتاہ یوشع بن نون ومعھما الحوت حتی انتھیا الی الصخرۃ فنزلا عندھا فوضع موسیٰ راسہ فنام قال سفیٰن وفی حدیث غیر عمرو قال وفی اصل الصخرۃ عین یقال لہ الحیٰوۃ لا یصیب من مائھا شئ الا حیی فاصاب الحوت من ماء تلک العین قال فتحرک وانسل من المکتل فدخل البحر فلما استیقظ موسیٰ قال لفتاہ اٰتنا غداءنا الآیۃ قال ولم یجد النصب حتی جاوزما امر بہ قال لہ فتاہ یوشع بن نون ارأیت اذ اوینا الی الصخرۃ فانی نسیت الحوت الآیۃ قال فرجعا یقصان فی اٰثارھما فوجدا فی البحر کالطاق ممر الحوت فکان للفتی عجبا وللحوت سربا قال فلما انتھیا الی الصخرۃ اذھما برجل مسجی بثوب فسلم علیہ موسیٰ قال وانی بارضک السلام فقال انا موسیٰ قال موسیٰ بنی اسرائیل قال نعم قال ھل اتبعک علی ان تعلمنی مما علمت رشدا قال لہ الخضر یا موسیٰ انک علی علم من علم اللہ علمکہ اللہ لا اعلمہ وانا علی علم من علم اللہ علمنیہ اللہ لا تعلمہ قال بلی اتبعک قال فان اتبعتنی فلا تسالنی عن شئ حتی احدث لک منہ ذکرا فانطلقا یمشیان علی الساحل فمرت بھما سفینۃ فعرف الخضر فحملوھم فی سفینتھم بغیر نول یقول بغیر اجر فرکبا السفینۃ قال ووقع عصفور علی حرف السفینۃ فغمس منقارہ البحر فقال الخضر لموسیٰ ما علمک وعلمی وعلم الخلائق فی علم اللہ الا مقدار ما غمس ھذا العصفور منقارہ قال فلم یفجا موسیٰ اذ عمد الخضر الی قدوم فخرق السفینۃ فقال لہ موسیٰ قوم حملونا بغیر نول عمدت الی سفینتھم فخرقتھا لتغرق اھلھا لقد جئت الآیۃ فانطلقا اذا ھما بغلام یلعب مع الغلمان فاخذ الخضر براسہ فقطعہ قال لہ موسیٰ اقتلت نفسا زکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئا نکرا قال الم اقل لک انک لن تستطیع معی صبرا الی قولہ فابوا ان یضیفوھما فوجدا فیھا جدارا یرید ان ینقض فقال بیدہ ھکذا فاقامہ فقال لہ موسیٰ انا دخلنا ھذہ القریۃ فلم یضیفونا ولم یطعمونا لو شئت لاتخذت علیہ اجرا قال ھذا فراق بینی وبینک سانبئک بتاویل ما لم تستطع علیہ صبرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وددنا ان موسیٰ صبر حتی یقص علینا من امرھما قال ابن عباس یقرأ وکان امامھم ملک یاخذ کل سفینۃ صالحۃ غصبا واما الغلام فکان کافرا

ترجمہ:۔ حضرت سعید بن جبیرؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضؓ سے عرض کیا، نوف بکالی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے پیغمبر (موسیٰ بن عمران) تھے وہ موسیٰ نہیں تھے جو خضرؑ سے ملے تھے (بلکہ وہ دوسرے موسیٰ بن میشا تھے) حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا: دشمن خدا نے غلط بات کہی ہے ہم سے حضرت ابی بن کعبؓ نے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ ؑ بنی اسرائیل کو وعظ سنانے کیلئے کھڑے ہوئے تو آپ ؑ سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ موسیٰ ؑ نے فرمایا، میں ہوں" اللہ تعالیٰ نے اس پر عتاب کیا کیونکہ انھوں نے علم کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی تھی اور اللہ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ ہاں میرے بندوں میں سے ایک بندہ مجمع البحرین (دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ) پر ہے اور وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے، موسیٰ ؑ نے عرض کیا: اے پروردگار، ان تک پہونچنے کا راستہ کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک مچھلی تھیلے میں ساتھ لے لو پھر جہاں وہ مچھلی گم ہوجائے وہیں انھیں تلاش کرو، آنحضور ؐ نے فرمایا کہ موسیٰ ؑ نکل پڑے اور آپ کے ساتھ آپ کے خادم یوشع بن نون بھی تھے اور ان دونوں کے ساتھ مچھلی بھی تھی، یہاں تک کہ دونوں چٹان (مجمع البحرین کے پاس) تک پہونچے تو دونوں حضرات چٹان کے پاس ٹھہر گئے فرمایا کہ موسیٰ ؑ اپنا سر رکھ کر سو گئے۔ سفیان نے کہا اور عمرو بن دینار کے سوا (قتادہ) کی روایت میں یوں ہے کہ اس چٹان کی جڑ میں ایک چشمہ تھا جسے حیات (یعنی زندگی کا چشمہ) کہا جاتا تھا جس چیز پر (یعنی جس مردے پر) بھی اس کا پانی پڑ جاتا وہ زندہ ہوجاتی تھی چنانچہ اس چشمہ (حیات) کا پانی اس مچھلی پر پڑ گیا، فرمایا کہ وہ مچھلی حرکت کرنے لگی اور تھیلے (زنبیل) سے نکل کر دریا میں داخل ہوگئی، پھر جب حضرت موسیٰ ؑ بیدار ہوئے تو اپنے خادم (رفیق سفر یوشع ؑ) سے فرمایا، ہمارا ناشتہ لاؤ الآیۃ فرمایا کہ سفر میں موسیٰ ؑ کو اس وقت تک کوئی تھکن محسوس نہیں ہوئی جب تک وہ متعینہ جگہ سے آگے نہیں بڑھ گئے، رفیق سفر یوشع بن نون نے اس پر کہا، دیکھئے جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے تو میں مچھلی کے متعلق کہنا بھول گیا الآیۃ فرمایا کہ پھر دونوں حضرات الٹے پاؤں واپس لوٹے دیکھا کہ جہاں مچھلی پانی میں گری تھی وہاں اس کے گذرنے کی جگہ طاق کی سی صورت بنی ہوئی ہے یوشع بن نون کو (اس خرق عادت سے) تعجب ہوا اور مچھلی کو راستہ ملا فرمایا کہ جب دونوں حضرات چٹان کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ ایک بزرگ کپڑے میں لپٹے ہوئے وہاں موجود ہیں، حضرت موسیٰ ؑ نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے (یعنی خضرؑ نے) فرمایا کہ تمھاری اس سرزمین میں سلام کہاں سے آگیا؟ آپ نے فرمایا۔ میں موسیٰ ہوں" پوچھا بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ فرمایا کہ جی ہاں، موسیٰ ؑ نے فرمایا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تاکہ جو ہدایت کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے وہ آپ مجھے بھی سکھا دیں، حضرت خضرؑ نے جواب دیا اے موسیٰ ؑ آپ کو اللہ کی طرف سے ایسا علم (یعنی شریعت کا علم) حاصل ہے جو میں نہیں جانتا، اور اسی طرح مجھے اللہ کی طرف سے ایسا علم (علم اسرار) حاصل ہے جو آپ نہیں جانتے، حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا، لیکن میں آپ کے ساتھ ضرور رہوں گا، اس پر خضرؑ نے کہا اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا ہی ہے تو پھر مجھ سے کسی چیز کے متعلق نہ پوچھئے گا میں خود آپ کو بتا دوں گا، چنانچہ دونوں حضرات دریا کے

کنارے کنارے روانہ ہوئے پھر ان کے قریب سے ایک کشتی گذری تو کشتی والوں نے خضرؑ کو پہچان لیا اور اپنی کشتی میں ان کو بغیر کرایہ کے چڑھا لیا۔ یقول بغیر اجر راوی نول کی تفسیر کرتے ہیں آجر سے یعنی بلا اجرت، بغیر کرایہ دونوں (حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام) کشتی میں سوار ہو گئے (چونکہ خادم یعنی حضرت یوشع بن نون تابع تھے اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا گیا) فرمایا کہ اس عرصہ میں ایک چڑیا کشتی کے کنارے آ بیٹھی اور اس نے اپنی چونچ کو دریا میں ڈالا تو خضرؑ نے موسیٰؑ سے فرمایا کہ آپ کا اور میرا علم اور تمام مخلوقات کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں اس سے زیادہ نہیں ہے جتنا اس چڑیا نے اپنی چونچ میں دریا کا پانی لیا ہے، فرمایا کہ موسیٰؑ کو ابھی کچھ دیر نہیں گذری تھی کہ حضرت خضرؑ نے کلہاڑی اٹھایا اور کشتی کو پھاڑ ڈالا، حضرت موسیٰؑ نے خضرؑ سے کہا" ایسے لوگ جنھوں نے ہمیں بغیر کسی کرایہ کے کشتی میں سوار کر لیا آپ نے ان لوگوں کی کشتی کا قصد کر کے ان کی کشتی ہی بیر ڈالی تاکہ اس کے مسافروں کو ڈوبا دو، بلا شبہ آپ نے بڑا نامناسب کام کیا ہے، الآیہ پھر دونوں حضرات چلے تو دیکھا کہ ایک بچہ جو بہت سے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا حضرت خضرؑ نے اس کا سر پکڑا اور کاٹ ڈالا، حضرت موسیٰ نے خضر سے کہا آپ نے ایک بے گناہ جان کو بغیر جان کے بدلے قتل کر دیا، یہ آپ نے بڑا ناپسندیدہ کام کیا، خضر نے فرمایا" میں نے آپ سے پہلے ہی نہیں کہدیا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے" تا ارشاد خداوندی، پس اس بستی والوں نے ان کی میزبانی سے انکار کر دیا، پھر اسی بستی میں انھیں ایک دیوار نظر پڑی جو بس گرنے ہی والی تھی، حضرت خضرؑ نے اپنا ہاتھ یوں اس پر پھیرا اور اسے سیدھا کر دیا، اس پر موسیٰؑ نے خضرؑ سے فرمایا: ہم اس بستی میں آئے تو ان لوگوں نے ہماری میزبانی نہیں کی اور ہمیں کھانا نہیں دیا، اگر آپ چاہتے تو اس پر اجرت لے سکتے تھے۔ خضرؑ نے فرمایا، یہ وقت ہماری اور آپ کی علیحدگی کا ہے اب میں آپ کو ان کاموں کی وجہ بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کاش موسیٰؑ صبر کرتے تو دونوں حضرات کے اور عجیب واقعات ہم سے بیان کئے جاتے سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ ابن عباسؓ " وکان وراء هم " کے بجائے " وكان امامهم ملك ياخذ كل سفينة صالحة غصبا" قرأت کرتے تھے اور وہ بچہ (جسے قتل کیا گیا تھا) کافر تھا (یعنی مشیت الٰہی میں اور اسکے والدین مومن تھے)

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
باقی تشریحات کے لئے حدیث سابق ۲۵۰ کی تشریح ملاحظہ فرمائیے۔

باب قوله " قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا "

ارشاد خداوندی " قل هل الآیۃ پ ۱۶ ع ۳) آپ (ان سے) کہئے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارے میں ہیں۔

(۲۵۲) **حدثنی** محمد بن بشار قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا شعبة عن

عمرو عن مصعب قال سألت ابی "قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا" هم الحرورية قال لا هم اليهود والنصارى اما اليهود فكذبوا محمدا صلى الله عليه وسلم واما النصارى فكفروا بالجنة وقالوا لا طعام فيها ولا شراب والحرورية الذين ينقضون عهد الله من بعد ميثاقه وكان سعد يسميهم الفاسقين ❁

ترجمہ :- مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سعد بن ابی وقاص رض سے پوچھا کہ آیت کریمہ میں الاخسرین اعمالا سے کون لوگ مراد ہیں؟ کیا ان سے حروری (خارجی لوگ) مراد ہیں؟ حضرت سعد رض نے فرمایا نہیں اس سے یہاں یہود و نصاریٰ مراد ہیں، یہود نے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی (اس وجہ سے ان کے سارے اعمال صالحہ برباد ہوگئے) اور نصاریٰ نے جنت کا انکار کیا اور کہا کہ اس میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ملے گی، اور حروریہ (خوارج) وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے عہد و میثاق کو توڑا، حضرت سعد بن ابی وقاص رض انھیں فاسق کہا کرتے تھے (یعنی کافر نہیں کہتے تھے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

حروریۃ :- بفتح الحاء المہملۃ وضم الراء الاولیٰ وکسر الثانیۃ بینہما واو ساکنۃ والمثناۃ التحتیۃ مشددۃ بعدہا تاء تانیث نسبۃ الی حروراء قریۃ بقرب الکوفۃ (ازقس) یعنی حروراء کوفہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے جہاں پہلے پہل خارج جمع ہوئے اور حضرت علی رض سے مقابلہ کے لئے خروج کیا تھا

عبدالرزاق نے حضرت علی رض سے روایت کی ہے کہ ابن کوا جو خارجیوں کا رئیس تھا حضرت علی رض سے پوچھنے لگا کہ الاخسرین اعمالا کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ حروراء والے کمبخت اس میں داخل ہیں۔

لا طعام ولا شراب :- نصاریٰ کا یہ قول کہ جنت میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ملے گی بلکہ صرف روحانی لذتیں ہوں گی یہ سراسر غلط اور باطل ہے، ارشاد الٰہی ہے لهم فيها ما يشتهون الآية دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے وزوجنٰهم بحور عين جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل جنت کو جنت میں ساری نعمتیں حاصل ہوں گی خواہ جسمانی ہوں یا روحانی، حتی کہ حور و غلمان بھی ملیں گے ہاں نصاریٰ بلا شبہ محروم رہیں گے جو الوہیت و ابنیت کے مرتکب ہیں۔

بخاری ۲۹۶ ❁ باب اولئك الذين كفروا بايات ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم الآية ❁

باب بالتنوین ای ہذا باب فی تفسیر قولہ تعالیٰ اولئك الذين الآية، پ۱۶ ع ۳)

یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیتوں کا اور اس سے ملنے کا (یعنی قیامت کا) انکار کیا، پس انکے سارے (نیک) اعمال برباد ہوگئے فلا نقیم لھم یوم القیمۃ وزنا وہذا ہو المراد لما سیوردہ من الحدیث۔

(۲۵۳) ❁ حدثنا محمد بن عبد الله قال حدثنا سعيد بن ابی مريم قال اخبرنا المغيرة قال حدثنی ابو الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انه

لیاتی الرجل العظیم السمین یوم القیٰمۃ لایزن عند اللہ جناح بعوضۃٍ وقال اقرؤا فلا نقیم لھم یوم القیٰمۃ وزنا۔ وعن یحیی بن بُکیر عن المغیرۃ بن عبد الرحمٰن عن ابی الزناد مثلہ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک آدمی قدآور موٹا تازہ (یعنی دنیا کا امیر عزت دار) آئے گا جو اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے برابر بھی وزن دار نہ ہوگا اور فرمایا (اگر اس کی تصدیق کرنا چاہو تو یہ آیت) پڑھو فلا نقیم الآیۃ پس قیامت کے دن ہم ان (کے نیک اعمال) کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے (بلکہ ان کی سزا جہنم ہے)

تشریح مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ اقرؤا الی آخرہ لانہا فی الآیۃ التی ہی الترجمۃ۔

کٓھٰیٰعٓصٓ

بخاری ص۶۹۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک نسخہ ہے "سورۃ کٓھٰیٰعٓصٓ" اور ایک نسخہ ہے "باب سورۃ مریم" اور یہ سورہ مشہور ہے سورہ مریم ہی سے۔

سورۂ مریم مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھانوے آیات اور چھ رکوع ہیں۔

وقال ابن عباس "اسمع بھم وابصر" اللہ یقولہ وھم الیوم لایسمعون ولایبصرون فی ضلال مُّبینٍ یعنی قولہ اسمع بھم وابصر الکفار یومئذ اسمع شی وابصرہ

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ اسمع بھم وابصر یوم یاتوننا لکن الظٰلمون الیوم فی ضلال مبین. پ۱۶ ع ۵) جس روز یہ لوگ (حساب وجزاء کے لئے) ہمارے پاس آویں گے (اس روز) کیسے کچھ شنوا اور بینا ہو جائیں گے لیکن یہ ظالم آج (دنیا میں کیسی) صریح غلطی میں (مبتلا ہو رہے) ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں حضرت ابن عباس رضؓ نے کہا اسمع بھم وابصر، یہ اللہ فرماتا ہے کہ آج (یعنی دنیا میں) وہ لوگ (یعنی کافر لوگ) نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں بلکہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کا قول اسمع بھم وابصر، سے مراد کافر لوگ ہیں کہ قیامت کے دن خوب سنتے اور خوب دیکھتے ہوں گے (مگر اس وقت کا سننا، دیکھنا کچھ فائدہ نہ دے گا۔

تشریح ہمارے ہندوستانی نسخوں میں ابصر بھم واسمع ہے لیکن قرآن مجید میں اسمع بھم وابصر ہے اسلئے میں نے اسی نسخہ کو اختیار کیا ہے چنانچہ یہ نسخہ حاشیہ پر موجود ہے۔

اسمع بھم: افعال تعجب میں سے ہے افعل بھم کے وزن پر کیا خوب سنتے ہیں الخ

لَاَرْجُمَنَّکَ لَاَشْتِمَنَّکَ

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ یا ابراھیم لئن لم تنتہ لارجمنک واھجرنی ملیا، پ۱۶ ع ۶) اے ابراہیم

اگر تم (ان بتوں کی مذمت سے اور مجھکو ان کی عبادت سے منع کرنے سے) باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو مار پتھر کے سنگسار کردوں گا اور مجھ سے دور ہو ایک مدت کیلئے (یعنی زندگی بھر کے لئے)

فرماتے ہیں کہ آیت میں لأرجمنك کے معنی ہیں لاشتمنك (بکسر التاء) یعنی میں تجھ پر گالیوں کا پتھراؤ کروں گا یہ تفسیر مقاتل اور ضحاک وغیرہ کی ہے، حضرت ابن عباس رضہ سے منقول ہے لارجمنك بمعنی لاضربنك ہے۔

✦ وَرِئْيًا مَنْظَرًا ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ "وکم اھلکنا قبلھم من قرن ھم احسن اثاثا ورئیا. پ ۱۶ ع ۸) اور (یہ نہیں دیکھتے کہ) ہم نے ان سے پہلے بہت سے ایسے ایسے گروہ ہلاک کئے ہیں جو سامان اور نمود میں (کہیں زیادہ) اچھے تھے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں رئیا بمعنی منظر ہے یعنی نمود، دکھلاوا، ظاہری خوبی۔

✦ وقال ابن عیینہ تؤزھم تزعجھم الی المعاصی ازعاجا ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ: الم تر انا ارسلنا الشیطین علی الکفرین تؤزھم ازا، پ ۱۶ ع ۹) (آپ جو ان کی گمراہی سے غم کرتے ہیں تو) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر (ابتلاءً) چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو (کفر و ضلال پر) خوب ابھارتے (اور اکساتے) رہتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ تؤز کے معنی ہیں شیاطین ان کو گناہوں پر خوب ابھارتے (اکساتے) رہتے ہیں

تشریح عربی لغت میں ازّ، ھزّ، فزّ اور حضّ سب ایک معنی میں ہیں یعنی کسی کام کے لئے ابھارنا آمادہ کرنا، خفت و شدت اور کمی و زیادتی کے لحاظ سے ان میں باہمی فرق ہے لفظ ازّ کے معنی ہیں پوری قوت اور تدبیر و تحریک کے ذریعہ کسی شخص کو کسی کام کے لئے آمادہ بلکہ مجبور کردینے کے ہیں، آیت کا مطلب یہ ہے یہ شیاطین ان کو اعمال بد پر ابھارتے رہتے ہیں اور ان کی خوبیاں ان کے دل پر مسلط کردیتے ہیں خرابیوں پر نظر نہیں ہونے دیتے۔

✦ وقال مجاھد اِدًّا عِوَجًا ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ: لقد جئتم شیئا ادا، پ ۱۶ ع ۹) بیشک تم آپھنسے ہو بھاری چیز میں (یعنی اللہ تعالی کے لئے اولاد تجویز کرکے ایسا گستاخانہ اور بے ہودہ بات کہی ہے جس سے آسمان زمین پہاڑ ٹکڑے ہوجائیں۔

اور مجاہدؒ نے بیان کیا ہے کہ آیت میں اِدًّا کے معنی عِوَجًا (بکسر العین و فتح الواو) ہے، کج، ٹیڑھی بات یعنی غلط اور بیہودہ بات۔

یہاں ایک نسخہ ہے "وقال مجاھد لُدًّا عوجا، لُدًّ باللام المضمومۃ بدل الہمزۃ المکسورۃ جمع ہے اَلَدّ کی بمعنی سخت جھگڑالو، وہ شخص جس کو کوئی راستی پر نہ لاسکے۔ اس نسخہ پر اشارہ ہوگا، آیت کریمہ لتبشر بہ المتقین وتنذر بہ قوما لدا، پ ۱۶ ع ۹) ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں اس لئے آسان کیا ہے) کہ آپ اس سے متقیوں کو خوشخبری سنادیں اور (نیز) اس سے جھگڑالو آدمیوں کو خوف دلادیں۔

عوجًا جمع ہے اعوج کی بمعنی ٹیڑھا، بدخلق از باب سمع ٹیڑھا ہونا۔

قال ابن عباس وِرۡدًا عطاشًا

اشارہ ہے آیت کریمہ، ونسوق المجرمین الی جھنم وِردا، پ۱۶ ع ۹) اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے، حضرت ابن عباس رض نے بیان فرمایا کہ آیت میں وِردا کے معنی ہیں پیاسے اور یہ وارد کی جمع ہے بمعنی پیاسا۔

اثاثا مالا

اثاثا بمعنی مالا ہے یعنی گھر کا ساز وسامان، مال واسباب، آیت گذر چکی ہے۔

اِدًّا قولا عظیما

اِدّا کے معنی ہیں بڑی بات، تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔

رکزا صوتا

اشارہ ہے آیت کریمہ او تسمع لھم رکزا، پ۱۶ ع ۹) یا ان (میں سے کسی) کی کوئی آہستہ آواز سنتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ آیت میں رکزا کے معنی ہیں صوت یعنی بھنک، آہستہ آواز

عِتِیًّا بُکِیًّا جماعۃ باک

یہ مقام قابل غور ہے کیونکہ احقر نے شروح معتبرہ میں اس مقام پر مذکورہ الفاظ عِتِیًّا الخ نہیں پایا بلکہ شروح معتبرہ مثلاً عمدۃ القاری، فتح الباری، قسطلانی، تحفۃ الباری وغیرہ میں بجائے عِتِیًّا کے "غیا خسرانا" ہے۔

امام بخاری رح نے عِتِیًّا بُکِیًّا سے دو آیتوں کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ عِتِیًّا سے اشارہ ہے وقد بلغت من الکبر عتیا، پ۱۶ ع ۴) اور میں بڑھاپے کی انتہائی درجہ کو پہونچ چکا ہوں۔ عتیا دراصل عتا یعتو کا مصدر ہے عُتُوٌّ اور عِتِیٌّ جس کے اصل معنی ہیں تاثر کو قبول نہ کرنا، حد سے باہر ہونا، تاج المصادر کے حوالہ سے لغات القرآن نے اس کا ترجمہ لکھا ہے "بغایت پیری رسیدن حاصل یہ کہ بوڑھاپے کے اس انتہائی درجہ کو پہونچ جانا کہ اعضاء قابو میں نہ رہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے، شروح معتبرہ مشہور کا نسخہ ہے "غیا خسرانا"۔ اس صورت میں اشارہ ہوگا آیت کریمہ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا، پ۱۶ ع ۷) اور ان لوگوں نے خواہشات (نفسانی) کی پیروی کی پس عنقریب (یعنی آخرت میں) خرابی دیکھیں گے۔

فرماتے ہیں کہ غیا بمعنی خسران ہے یعنی گھاٹا، حضرت ابن عباس رض سے منقول ہے کہ غیّ جہنم کے ایک غار کا نام ہے جس سے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے (قس) حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے منقول ہے کہ غیّ جہنم کا ایک غار ہے جو بہت گہرا ہے۔ بُکِیًّا باکی کی جمع ہے، اشارہ ہے آیت کریمہ "خروا سجدا وبکیا، پ۱۶ ع ۷) گر جاتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے۔

صِلِیًّا صَلِیَ یَصۡلیٰ

فرماتے ہیں صلیا مصدر ہے صلی یصلی یعنی از باب سمع، آگ میں داخل ہونا۔

اشارہ ہے آیت کریمہ: ای الفریقین خیر مقاما واحسن ندیا، (پ۱۶ ع ۸) دونوں فریقین میں مکان کس کا اچھا ہے اور محفل کس کی اچھی ہے؟

فرماتے ہیں آیت میں ندی اور نادی ایک ہے بمعنی مجلس، محفل اس کی جمع اندیۃ آتی ہے بمعنی مجالس۔

وقال مجاهد فليمدد فليدعه

اشارہ ہے آیت کریمہ: قل من کان فی الضلالة فليمدد له الرحمن مدا، (پ۱۶ ع ۸) آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ گمراہی میں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ڈھیل دیتا چلا جارہا ہے۔

مجاہدؒ نے فرمایا کہ آیت میں فلیمدد کے معنی ہیں فلیدعہ یعنی اس کو چھوڑ دیتا ہے، ڈھیل اور مہلت دیتا ہے، یہاں صیغہ امر بمعنی خبر ہے۔

باب قوله وانذرهم يوم الحسرة

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وانذرهم الآية۔ (پ۱۶ ع ۵) آپ ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیے الخ

(۲۵۴) حدثنا عمر بن حفص بن غياث قال حدثنا ابي قال حدثنا الاعمش قال حدثنا ابو صالح عن ابي سعيد الخدري قال قال النبي صلى الله عليه وسلم يؤتى بالموت كهيئة كبش املح فينادي مناد يا اهل الجنة فيشرئبون وينظرون فيقول هل تعرفون هذا فيقولون نعم هذا الموت وكلهم قد راه ثم ينادي يا اهل النار فيشرئبون وينظرون فيقول هل تعرفون هذا فيقولون نعم هذا الموت وكلهم قد راه فيذبح ثم يقول يا اهل الجنة خلود فلا موت ويا اهل النار خلود فلا موت ثم قرأ: وانذرهم يوم الحسرة اذ قضي الامر وهم في غفلة، وهؤلاء في غفلة اهل الدنيا وهم لا يؤمنون۔

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدری (سعد بن مالکؓ) نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے روز موت ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لائی جائے گی، ایک آواز دینے والا (فرشتہ) آواز دیگا کہ اے جنت والو! پس وہ گردن اٹھائینگے اور دیکھیں گے، آواز دینے والا فرشتہ کہیگا، کیا تم لوگ اس (مینڈھے) کو پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے۔ ہاں یہ موت ہے اور سب کے سب اس کو دیکھ چکے ہیں پھر (فرشتہ) آواز دے گا اے دوزخ والو! یہ لوگ بھی گردن اٹھاکر دیکھیں گے (خوش ہوں گے کہ شاید دوزخ سے نکلنے کا حکم دیا جاتا ہے) تو فرشتہ کہیگا۔ کیا تم لوگ اس (مینڈھے) کو پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے ہاں یہ موت ہے، سب نے اس کو دیکھا ہے پھر وہ مینڈھا ذبح کردیا جائے گا پھر آواز دینے والا فرشتہ کہے گا اے جنت والو اب تمہارے لئے ہمیشگی ہے، اب موت کبھی نہیں آئے گی (یعنی ابد الآباد جنت میں رہو گے) اور اے جہنم والو تمہارے لئے بھی ہمیشگی ہے تم پر بھی موت کبھی نہیں آئے گی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ آپ ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جبکہ (جنت و دوزخ کا) اخیر فیصلہ کردیا جائے گا اور وہ لوگ (آج دنیا میں) غفلت میں

(پڑے) ہیں اور یہ لوگ یعنی دنیا والے غفلت میں پڑے ہیں ایمان نہیں لاتے۔

تشریح

مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

وہذا الحدیث اخرجہ مسلم فی صفۃ النار والترمذی والنسائی فی التفسیر۔

یشرئبون (بفتح التحتیۃ وسکون الشین المعجمۃ وفتح الراء وبعد الہمزۃ المکسورۃ موحدۃ مشددۃ فواو ساکنۃ فنون آخرہ ای یمدون اعناقہم ویرفعون رؤسہم (قس) یشرئبون بروزن یقشعرون مشتق ہے اشرء باب سے اشرأب یشرئب اشرء باباً گردن اٹھا کر دیکھنا۔ خلود ابدالآبدین ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا، اگر مصدر مانا جائے تو بطور مبالغہ ہوگا جیسے رجل عدل یا خالد صیغہ صفت کی جمع ہو۔ املح اسم تفضیل، سفید وسیاہ رنگ والا قال العینی رح والحکمۃ فی کون الکبش الملح ابیض واسود ان البیاض من جہۃ الجنۃ والسواد من جہۃ النار (عمدہ)

اشکال وجواب

یہاں اشکال یہ ہے کہ موت عرض ہے تو اس کو مینڈھے کی شکل میں ہونا پھر اس کو ذبح کرنا کس طرح ہوگا۔؟

جواب ۱:- اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے عالم آخرت میں مجسم بشکل مینڈھا کر دینگے جیسے اور اعمال خواہ وہ نیک ہوں یا بد اجسام کی صورت میں نمودار ہوں گے؛

۲:- عالم آخرت کے کسی معاملہ کو یا کسی چیز کو عالم دنیا پر قیاس کرنا ہی غلط ہے جبکہ اس دنیا میں جن باتوں کو محال اور ناممکن کہا جاتا تھا آج صرف ممکن بلکہ مشاہدہ کیا جارہا ہے

۳:- حق تعالیٰ موت کو ختم کرنے کے لئے ایک مینڈھا ظاہر فرما کر سب کے ذہن میں یہ علم ڈال دیں گے کہ یہ موت ہے جو ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا اب موت کسی کے پاس نہ آئے گی خواہ مؤمن ہو یا کافر۔ واللہ اعلم۔

کافروں کا عذاب دائمی اور ابدی ہے

تمام اہل سنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ اہل ایمان کا ثواب اور کافروں کا عذاب دائمی اور ابدی ہے، اہل ایمان ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور کافر ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، اہل ایمان کا ثواب اور کافروں کا عذاب کبھی ختم نہ ہوگا، اور فرقہ جہمیہ کا مذہب یہ ہے کہ چند روز کے بعد جنت اور جہنم فنا ہوجائیں گے۔

علامہ ابن تیمیہ حنبلی رح اور ان کے شاگرد خاص علامہ ابن قیم کا مذہب یہ ہے کہ جنت کا ثواب تو دائمی ہے اہل ایمان تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے (جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے) مگر دوزخ کا عذاب دائمی نہیں صرف ایک مدت دراز تک کافروں پر عذاب رہے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے خلود سے تعبیر کیا ہے مگر ایک عرصہ کے بعد خدا کے رحم وکرم سے، عذاب ختم ہوجائے گا (جیسا کہ فرقہ جہمیہ کا مذہب ہے۔

ابن تیمیہ کا یہ قول سراسر شاذ ہے اور اہل سنت والجماعت کے اجماع کے بالکل خلاف ہے بلکہ صریح آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے خلاف ہے جیسا کہ اس حدیث سے بھی واضح ہے، غرض یہ کہ ثواب اور عقاب کے بارے میں ابن تیمیہ کا یہ قول اور یہ مسلک نصف سنی ہے اور نصف جہمی ہے جو صراحۃً نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔

بعض آیات میں صراحۃً کافروں کے متعلق خالدین فیہا کے ساتھ ابداً کی تصریح ہے

۱۔ ان الذین کفروا وظلموا لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم طریقا الا طریق جھنم خلدین فیھا ابدا، پ ۶ ع ۳) ۲۔ ان اللہ لعن الکافرین واعد لھم سعیرا خلدین فیھا ابدا، پ ۲۲ ع ۵)

۳۔ ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم خلدین فیھا ابدا) پ ۲۹ ع ۱۲)

حافظ عسقلانی فتح الباری ۳۶۳/۱۱ میں کافروں کے دائمی عذاب کی حدیثوں کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ امام قرطبی یہ فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں اس امر کی تصریح ہے کہ کافروں کے خلود فی النار کی کوئی حد اور نہایت نہیں اور کفار دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، نہ ان کو موت آئے گی اور نہ نفع وراحت کی کوئی زندگی ہوگی جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے والذین کفروا لھم نار جہنم لا یقضیٰ علیھم فیموتوا ولا یخفف عنھم من عذابھا پ ۲۲ ع ۱۲) وایضا۔ کلما ارادوا ان یخرجوا منھا من غم اعیدوا فیھا۔ پ ۱۷ ع ۹)

اس کے بعد امام قرطبی فرماتے ہیں کہ جس شخص نے یہ زعم کیا کہ کافر دوزخ سے نکال لیے جائیں گے اور دوزخ بالکل خالی رہ جائے گی یا یہ گمان کیا کہ دوزخ ہی سرے سے زائل اور فنا ہوجائے گی تو ایسے قائل نے اس دین اور شریعت سے خروج کیا جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے اور اس قائل نے اس چیز سے بھی خروج کیا کہ جس پر تمام اہل سنت کا اجماع ہو چکا ہے، امام قرطبی کا کلام ختم ہوا۔

حافظ عسقلانی رح فرماتے ہیں کہ جہمیہ کا قول تو یہ ہے کہ جہنم چند روز کے بعد بالکل فنا ہوجائے گی اس لئے کہ وہ حادث ہے اور ہر حادث فانی ہے، اور بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ دوزخ فنا تو نہیں ہوگی مگر کچھ مدت کے بعد اس کا عذاب ختم ہوجائے گا اور دوزخی لوگ اس سے نکل جائیں گے اور بعض متاخرین (یعنی ابن تیمیہ) کا میلان اسی طرف ہے۔

وھو مذھب ردی مردود علی قائلہ وقد اطنب السبکی الکبیر فی بیان وھائہ فاجاد (فتح الباری کتاب الرقاق فی باب صفۃ الجنۃ والنار ۳۶۳/۱۱)

اور یہ مذہب نہایت ردی اور مردود ہے اور شیخ تقی الدین سبکی کبیر نے اس قول کے فساد اور خرابی کے بیان میں تفصیل سے کلام کیا ہے اور نہایت عمدہ طریق سے اس کو رد کیا ہے۔

اور ابن حزم رح نے بھی جنت وجہنم کے ثواب وعقاب کے دائمی ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ امت محمدیہ کے تمام فرقے اس پر متفق ہیں کہ جنت اور جہنم اور ان کا ثواب اور عقاب کبھی ختم نہ ہوگا دیکھو ملل ونحل ۸۳/۴۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ جن لوگوں کا یہ خیال خام ہے کہ دوزخ کا عذاب دائمی نہیں ایک عرصہ کے بعد خدا تعالیٰ کے رحم وکرم سے یہ عذاب ختم ہوجائے گا وہ اس آیت قال النار مثوٰکم خلدین فیھا الا ما شاء اللہ، پ ۸ ع ۲) میں جو لفظ الا ما شاء اللہ آیا ہے اس سے استدلال

کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ النار مثوٰیکم خلدین فیھا سے استثناء ہے، معلوم ہوا کہ کافروں کا عذاب دائمی نہیں۔

جواب جواب یہ ہے کہ یہ استدلال بالکل غلط ہے الا ماشاء اللہ کا لفظ محض اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اختیار اور قدرت کے بیان کرنے کے لئے بڑھایا گیا ہے کہ معلوم ہوجائے کہ کافروں کا دائمی عذاب اللہ کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہے وہ جب چاہے ختم کر سکتا ہے، یہ استثناء محض اظہار قدرت ومشیت کے لئے ہے نہ کہ اخبار کے لئے۔ یعنی اس خبر دینے کے لئے نہیں کہ کافروں کا عذاب چند روز کے لئے ختم ہوجائیگا تاکہ کافر امید لگا کر بیٹھ جائیں کہ چند روز کے بعد یہ مصیبت ختم ہوجائے گی، قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہے کہ شعیب علیہ السلام نے کافروں کے جواب میں یہ فرمایا "وما یکون لنا نعود فیھا الا ان یشاء اللہ ربنا" کہ ہمارا کفر وشرک کی طرف جانا ناممکن اور محال ہے مگر جو اللہ چاہے سو اس استثناء سے معاذ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام کے کفر وشرک کا امکان بیان کرنا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کو تبلانا مقصود ہے کہ ایمان اور ہدایت سب اس کے اختیار میں ہے، اسی طرح اس آیت میں سمجھو کہ اس استثناء سے محض اظہار قدرت ومشیت مقصود ہے معاذ اللہ یہ خبر دینا مقصود نہیں کہ یہ عذاب دوزخ چند روزہ تکلیف ہے بعد چندے یہ مصیبت ختم ہوجائیگی، خدا تعالیٰ نے اپنے کلام کی بے شمار آیتوں میں اس بات کی قطعی خبر دیدی ہے کہ کافروں کا عذاب کبھی ختم نہ ہوگا اور نہ اس میں تخفیف ہوگی بلکہ دن بدن اس میں زیادتی ہوتی جائے گی۔

حضرت شاہ عبدالقادر رہ نے الا ماشاء اللہ کی یہی تفسیر اختیار کی ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں، اور علامہ آلوسی رہ نے بھی اسی تفسیر کو اختیار فرمایا ہے۔

دوسرے جوابات حضرت ابن عباس رض اور دیگر علماء تفسیر سے یہ منقول ہے کہ اس آیت میں لفظ ما بمعنی مَن ہے، اور اس سے عصاۃ مومنین مراد ہیں یعنی جن اہل ایمان کو اللہ چاہےگا وہ نار میں داخل ہی نہ ہوں گے، یا داخل ہونے کے بعد حق تعالیٰ کی رحمت سے یا نبی یا فرشتہ کی شفاعت سے دوزخ سے نکال لیے جائیں گے سو ایسے لوگ النار مثوٰیکم خلدین فیھا کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

یا یوں کہا جائے کہ شروع آیت میں خطاب تمام مجرمین کو ہے خواہ وہ کفر وشرک کے مجرم ہوں یا ارتکاب کبیرہ کے مجرم ہوں ابتداء دونوں طرح کے مجرم دوزخ میں داخل کیے جائیں گے بعد چندے عصاۃ مومنین یعنی گنہگار مسلمان تو دوزخ سے نکال لئے جائیں گے اور کفار ہمیشہ کے لئے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا حکم ہوگا اور یہی مطلب اس کا ہے، جو بعض صحابہ سے نقل کیا جاتا ہے کہ دوزخ پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کوئی اس میں نہ رہے گا، سو بالفرض والتقدیر اگر یہ قول صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ موحدین اور اہل ایمان میں سے کوئی شخص دوزخ میں باقی نہیں رہے گا جیسا کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ جس دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نکال لیا جائے گا اور صرف کفار جہنم میں باقی رہ جائیں گے، دیکھو فتح الباری ص ۳۶۳ ج ۱۱ - وکتاب

الملل والنحل لابن حزم ص۶ ج۳)

بخاری ص۶۹۱ ✽ باب قوله وما نتنزل الا بامر ربك له ما بين ايدينا وما خلفنا ✽
ای ہذا باب فی قول اللہ عز وجل۔ وما نتنزل الآیہ۔ پ۱۶ ع۷) ترجمہ حدیث کے ذیل میں آرہا ہے۔

(۲۵۵) ✽ حدثنا ابونعیم قال حدثنا عمر بن ذر قال سمعت ابی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لجبرئیل ما یمنعك ان تزورنا اکثر مما تزورنا فنزلت۔ وما نتنزل الا بامر ربك له ما بين ايدينا وما خلفنا۔ ✽

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی نے بیان کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل ع سے فرمایا۔ آپ جتنا ہماری ملاقات کو آیا کرتے ہیں اس سے زیادہ ملنے کے لئے آپ کیوں نہیں آیا کرتے ہیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی وما نتنزل الا بامر ربك الآیۃ ہم (یعنی فرشتے) بدون آپ کے رب کے حکم کے نہیں آسکتے، اسی کی ملک ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ ہمارے درمیان میں ہیں (مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جبرئیل ع کو جواب سکھلایا کہ تم یہ جواب دو، پس یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جبرئیل ع کی طرف سے)

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مر فی بدء الخلق ص۴۵۷ وھنا فی التفسیر ص۶۹۱۔

علامہ عینی رح فرماتے ہیں۔ قال عکرمۃ والضحاک وقتادۃ ومقاتل والکلبی احتبس جبرئیل علیہ السلام عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین سألہ قومہ عن قصۃ اصحاب الکہف وذی القرنین والروح ولم یدر ما یجیبہم الخ (عمدۃ ص۵۳ ج۱۹) یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کفار قریش نے اصحاب کہف اور ذوالقرنین اور روح کے متعلق پوچھا تو حضور اقدس وحی الٰہی کے انتظار میں رہے حتی کہ جبرئیل ع چالیس روز تک نہیں آئے (فی روایۃ بارہ شب وقیل ۱۵ روز) آپ ع منقبض تھے آخر جبرئیل ع تشریف لائے تو آپ نے جبرئیل سے فرمایا۔ جتنا تم آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ تو جبرئیل ع نے فرمایا۔ ہم فرشتے عبد مامور ہیں بدون حکم الٰہی ایک پر نہیں ہلا سکتے، ہمارا چڑھنا اترنا سب اس کے حکم کے تابع ہے وہ جس وقت اپنی حکمت کاملہ سے مناسب جانے ہمکو نیچے اترنے کا حکم دے کیونکہ ہر زمانہ (ماضی، حال، مستقبل) اور ہر مکان (آسمان، زمین اور ان کے درمیان کا علم اسی کو ہے اور وہ ہی ہر چیز کا مالک وقابض ہے وہ ہی جانتا ہے کہ فرشتہ کو پیغمبر کے پاس کس وقت بھیجنا چاہئے، مقرب ترین فرشتہ اور معزز ترین پیغمبر کو بھی یہ اختیار نہیں کہ جب چاہے کہیں چلا جائے یا کسی کو اپنے پاس بلا لے، خدا کا ہر کام برمحل اور بروقت ہے، بھول چوک یا نسیان وغفلت کی اس کی بارگاہ میں رسائی نہیں، مطلب یہ ہے کہ جبرئیل ع کا جلد یا بدیر آنا بھی اس کی حکمت ومصلحت کے تابع ہے۔

ما بین ایدینا الخ ہمارے آگے پیچھے کہا آسمان وزمین کو، اترتے ہوئے زمین آگے اور آسمان پیچھے چڑھتے ہوئے وہ پیچھے یہ آگے۔ اور اگر آگے پیچھے سے تقدم وتاخر زمانی مراد ہو تو زمانہ مستقبل آگے آنے والا اور زمانہ ماضی پیچھے

گذر چکا ہے، اور زمانۂ حال دونوں کے بیچ میں واقع ہے۔

علامہ عینی رہ نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ مابین ایدینا سے مراد آخرت ہے اور وما خلفنا سے مراد دنیا ہے، اور مابین ذالک سے مراد مابین النفختین ہے (عمدہ)۔

باب قوله افرأيت الذى كفر بآياتنا وقال لأوتين مالا وولدا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:- افرایت الذی الآیۃ پ۱۶ ع ۸) ترجمہ آرہا ہے۔

(۱۵۶) حدثنا الحميدى قال حدثنا سفيان عن الاعمش عن ابى الضحى عن مسروق قال سمعت خبابا قال جئت العاص بن وائل السهمى اتقاضاه حقا لى عنده فقال لا أعطيك حتى تكفر بمحمد صلى الله عليه وسلم فقلت لا حتى تموت ثم تبعث قال وانى لميت ثم مبعوث قلت نعم قال ان لى هناك مالا وولدا فاقضيكه فنزلت هذه الاية أفرأيت الذى كفر بآياتنا وقال لأوتين مالا وولدا، رواه الثورى وشعبة وحفص وابو معاوية ووكيع عن الاعمش

ترجمہ:- مسروق بن اجدع نے بیان کیا کہ میں نے حضرت خباب بن ارت رض سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ میں عاص بن وائل سہمی کے یہاں اپنا حق (جو اس پر باقی تھا) تقاضا کرنے کے لئے پہونچا تو کہنے لگا، میں تجھکو اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر (انکار) نہیں کروگے۔ میں نے کہا، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کبھی نہیں کروں گا یہانتک کہ تم مرنے کے بعد پھر زندہ کئے جاؤ، کہنے لگا کیا مرنے کے بعد پھر مجھے زندہ کیا جائے گا؟ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگا کہ پھر تو میرے پاس وہاں بھی مال و اولاد ہوگی بس میں تیرا قرضہ ادا کردوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی افرأیت الذی کفر الآیۃ بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے (آخرت میں) مال اور اولاد مل کر رہیں گے تو کیا یہ غیب پر مطلع ہوگیا ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ لے لیا ہے الخ اس حدیث کو سفیان ثوری، شعبہ، حفص، ابومعاویہ نے اور وکیع نے بھی اعمش سے روایت کی ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث مر فی البیوع ۲۸۰ تا ۲۸۱

عاص بن وائل حضرت عمرو بن العاص رض کا والد ہے ایک نسخہ عاصی (بالیاء) بن وائل ہے یہ عاصی کافر تھا اور معزز سردار سمجھا جاتا تھا، ہجرت سے پہلے پچاسی سال کی عمر پاکر مکہ میں مرا جس کا واقعہ یہ ہوا کر یہ اپنے گدھے پر سوار ہوکر طائف جارہا تھا، گدھے نے اس کو کانٹے پر ڈالدیا جس سے اس کے پاؤں میں کانٹے چبھے اور پاؤں سوج گیا جو موت کا باعث ہوا۔ (فتح)

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ عاصی نے چونکہ تلوار چھوڑ کر عصا یعنی لاٹھی رکھتا تھا اس لئے عاصی کہلانے لگا، حضرت خباب بن ارت رض مکہ میں لوہار تھے عاص بن وائل سہمی نے حضرت خباب رض سے تلوار بنوائی تھی جس کی

اُجرت کے تقاضا کیلئے عاص بن وائل کے پاس گئے تھے، جس پر عاص نے یہ بات کہی تھی جیسا کہ حدیث آرہی ہے

❁ باب قوله اطّلع الغيب ام اتخذ الرحمٰن عهدا الآية قال موثقا ❁

ای ہذا بابٌ فی قول اللہ تعالیٰ اَطّلعَ الغیبَ الآیۃ، پ۱۶ ع ۸۔ ترجمہ آرہا ہے۔

(۲۵۷) حدثنا ❁ محمد بن كثير قال اخبرنا سفيان عن الاعمش عن ابی الضحیٰ عن مسروق عن خبّاب قال كنتُ قينا بمكة فعملتُ للعاص بن وائل سيفا فجئتُ اتقاضاه فقال لا اُعطيك حتى تكفر بمحمّد قلت لا اكفر بمحمّد صلى الله عليه وسلم حتى يميتك الله ثم يحييك قال اذا اماتنی الله ثم بعثنی ولی مالٌ وولدٌ فانزل الله افرأيت الذی كفر باياتنا وقال لأوتين مالا وّولدا اطّلع الغيبَ ام اتخذ عند الرحمٰن عهدا. قال موثقا لم يقل الاشجعی عن سفيان سيفا ولا موثقا. ❁

ترجمہ:- حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مکہ میں لوہار تھا اور میں نے عاص بن وائل سہمی کی ایک تلوار بنائی تھی (اور میری اجرت باقی تھی) اس لئے میں تقاضا کرنے اس کے پاس آیا تو کہنے لگا کہ میں اس وقت تک تجھ کو نہیں دوں گا جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہیں کروگے، میں نے کہا میں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کی نبوت) کا انکار نہیں کروں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تجھے ماردے اور پھر زندہ کردے، وہ کہنے لگا جب اللہ تعالیٰ مجھے مار کر دوبارہ زندہ کرے گا تو میرے پاس اس وقت بھی مال واولاد ہوگی (یعنی اسی وقت تم اپنی اجرت مجھ سے لے لینا)، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کا انکار کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ مجھے (آخرت میں) مال واولاد مل کر رہیں گے تو کیا یہ غیب پر مطلع ہوگیا ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ لے لیا ہے الخ

قال موثقا الخ بیان کیا کہ آیت میں عھدا کا معنی ہے مَوثقًا یعنی مضبوط اقرار، وعدہ، عبداللہ بن عبدالرحمٰن اشجعی (بہمزہ مفتوحہ فشین معجمۃ ساکنۃ فجیم مفتوحۃ فعین مہملۃ مکسورۃ) نے بھی اس حدیث کو سفیان ثوری سے روایت کیا ہے لیکن اشجعی کی روایت میں نہ تلوار بنانے کا ذکر ہے اور نہ عہد کی تفسیر موثقا مذکور ہے

تشریح ہذا طریق آخر فی الحدیث المذکور۔

وقد اخرج ہذا الحدیث من اربع طرق وترجم لکل حدیث آیۃ من الآیات الاربعۃ المذکورۃ اشارۃ الی ان ہذہ الآیات کلہا فی قصۃ العاص بن وائل الخ (عمدہ ص۱۹/۵۴)

❁ باب قوله كلّا سنكتب ما يقول ونمدُّ له من العذاب مدّا ❁

ای ہذا بابٌ فی قولہ تعالیٰ کلّا، الآیۃ پ۱۶ ع ۸)۔ ترجمہ آرہا ہے

(۲۵۸) حدثنا ❁ بشر بن خالد قال حدثنا محمّد بن جعفر عن شعبة عن سليمٰن سمعت

ابا الضحیٰ یحدث عن مسروق عن خباب قال کنتُ قینا فی الجاھلیۃ وکان لی دینٌ علی العاص بن وائل قال فاتاہ یتقاضاہ فقال لا أعطیك حتی تکفر بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم فقال واللہ لاأکفر حتی یمیتك اللہ ثم یبعثك قال فذرنی حتی اموت ثم أبعث فسوف اوتی مالاً وولدا فأقضیك فنزلت ھذہ الاٰیۃ افرأیت الذی کفر باٰیاتنا وقال لأوتین مالاً وولدا۔

ترجمہ گذر چکا ہے اور آرہا ہے۔

باب قولہ "ونرثہ مایقول ویاتینا فردا" وقال ابن عباس لجبال ھدًّا ھدما

ای ہذا باب فی قول اللہ تعالیٰ "ونرثہ الآیۃ پ۱۶ ع۸) آیت کا ترجمہ آرہا ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ آیت کریمہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا، پ۱۶ ع۹) میں ھدا بمعنی ھدما ہے یعنی شکستہ ہو کر، ڈھے کر، آیت کریمہ کا ترجمہ۔ اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔

(۲۵۹) **حدثنا** یحییٰ قال حدثنا وکیع عن الاعمش عن ابی الضحیٰ عن مسروق عن خباب قال کنتُ رجلاً قینا وکان لی علی العاص بن وائل دینٌ فاتیتہ اتقاضاہ فقال لا أقضیك حتی تکفر بمحمد قال قلتُ لن اکفر بہ حتی تموت ثم تبعث قال وانی لمبعوث من بعد الموت فسوف اقضیك اذا رجعتُ الی مال وولد قال فنزلت افرأیت الذی کفر باٰیاتنا وقال لأوتین مالاً وّولدا اطلع الغیب ام اتخذ عند الرحمٰن عھدا کلا سنکتب ما یقول ونمد لہ من العذاب مدا ونرثہ ما یقول ویاتینا فردا

ترجمہ:- حضرت خباب رضؓ نے بیان کیا کہ میں پہلے لوہار تھا اور عاص بن وائل پر میرا قرض تھا، میں اس کے پاس تقاضا کرنے پہونچا تو اس نے کہا، جب تک تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار نہیں کروگے تمہارا قرض نہیں دوں گا میں نے کہا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز انکار نہیں کروں گا یہاں تک کہ تم مرو گے پھر زندہ کیے جاؤگے۔ اس نے کہا، کیا موت کے بعد میں پھر زندہ کیا جاؤں گا؟ پھر تو مجھے مال اور اولاد بھی مل جائیں گے اور تیرا قرض بھی ادا کردوں گا، حضرت خباب رضؓ نے بیان کیا کہ اس پر آیت نازل ہوئی۔ افرأیت الذی کفر الآیۃ، بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے (آخرت میں) مال اور اولاد مل کر رہیں گے تو کیا یہ غیب پر آگاہ ہوگیا ہے، یا اس نے اللہ سے کوئی وعدہ لے لیا ہے، ہرگز نہیں، البتہ ہم اس کا کہا ہوا بھی لکھ لیتے ہیں اور اس کے لئے عذاب بڑھاتے ہی چلے جائیں گے اور اس کی کہی ہوئی کے مالک ہم ہی ہوں گے اور وہ ہمارے پاس اکیلا آئے گا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
وہذا طریق رابع فی الحدیث المذکور۔

امام بخاری رحؒ نے حضرت خباب بن ارت رضؓ کی حدیث کو چار باب میں چار طریق سے لایا ہے، حالانکہ واقعہ

ایک ہی ہے مگر امام کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ چاروں آیات ایک ہی واقعہ کے متعلق ہیں۔
اور یہ حدیث ۲۵۶ کی تشریح میں معلوم ہو چکا ہے کہ عاص بن وائل کافر تھا، قیامت اور حشر و نشر کا منکر تھا اس نے ٹھٹھے کی راہ سے حضرت خباب رضؓ سے یہ گفتگو کی تھی، چنانچہ اس زمانہ میں بھی عاص کے پیروکار ملحد موجود ہیں، کہتے ہیں کہ ایک ملحد کسی کا بکرا چرا کر کاٹ کر کھا گیا، ایک شخص نے اس کو نصیحت کی کہ قیامت کے دن یہ بکرا تجھے دینا پڑے گا، وہ کہنے لگا "میں مکر جاؤں گا" اس نے کہا: تو مکرے گا کیسے؟ وہ بکرا خود آکر گواہی دیگا ملحد نے کہا، پھر جھگڑا ہی کیا رہے گا، میں بکرے کا کان پکڑ کر مالک کے حوالہ کر دوں گا کہ لے اپنا بکرا اور میرا پیچھا چھوڑ (تیسیر الباری)

بخاری ۶۹۲ ✤ طٰہٰ ✤ ای سورۃ طٰہٰ

سورۂ طٰہٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو پینتیس آیات اور آٹھ رکوع ہیں۔

✤ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ✤

✤ قال ابن جبیر بالنبطیۃ طٰہٰ یا رجل ✤

ابن جبیر (یعنی سعید بن جبیرؒ) نے بیان کیا کہ طٰہٰ کے معنی نبطی زبان میں یا رجل ہے، یعنی اے مرد، اے شخص اور مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہی منقول ہے حضرت مجاہد، عکرمہ وغیرہ سے۔
علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ نبطیہ منسوب ہے نبط (بفتح النون والباء الموحدہ) کی طرف یہ ایک قوم تھی جو عراق عرب اور عراق عجم کے درمیان آباد تھی، پھر اس کا استعمال بمعنی کاشتکار ہونے لگا۔ ابن الانباری نے کہا ہے کہ یہ لغت لغت قریش کے موافق ہے، کیونکہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں خطاب نہیں فرمایا ہے۔
واضح رہے کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے، علامہ سیوطیؒ نے الاتقان فی علوم القرآن میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے اور صحیح یہی ہے کہ لغت قریش کے علاوہ الفاظ بھی قرآن حکیم میں موجود ہیں اگرچہ اقل قلیل ہیں۔ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ خلیل (نحوی) سے منقول ہے کہ جس نے طٰہٰ موقوفاً پڑھا تو بمعنی یا رجل ہے، اور جس نے اس کو دو حرف کے ساتھ طٰہٰ پڑھا ہے تو اس کے معنی ہیں طأ الارض یعنی اپنے پاؤں کو زمین پر رکھئے، اور ھا ارض سے کنایہ ہے، چنانچہ حضرت انس رضؓ سے ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں ایک پیر پر کھڑے ہوتے اور دوسرا پاؤں اٹھائے رکھتے تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ طٰہٰ، ای طأ الارض، اعتمد علی الارض بقدمک (عمدہ قس)
نیز ایک قول یہ ہے کہ طٰہٰ سورہ کا نام ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حروف مقطعات میں سے ہیں جو سورتوں کی ابتداء میں آتے ہیں اور دراصل یہ سِرّ ہے بین اللہ و رسولہ ہے، واللہ اعلم۔

یقال کل مالم ینطق بحرف اوفیہ تَمتَمَۃ او فأفاۃ فھی عُقدۃ

کہا جاتا ہے کہ جس کی زبان سے کوئی حرف نہ نکلے یعنی لکنت ہو، رک رک کر بات کرے یا بولتے وقت زبان سے تاتا یا فافا کی سی آواز نکلتی ہو مطلب یہ ہے کہ اٹک اٹک کر بات کرے پس یہ عقدہ ہے یعنی لکنت ہے۔

اشارہ ہے آیت کریمہ کی طرف، وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّن لِّسَانِی، (پ۱۶ ع ۱۱) اور میری زبان سے لکنت ہٹا دیجئے۔

علامہ قسطلانی رہ فرماتے ہیں وقدکان فی لسانہ رُتَّۃٌ وسببھا کما روی الخ قسطلانی م یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی اور اس لکنت کی وجہ جیسا کہ مروی ہے کہ ایک دن فرعون نے حضرت موسیٰ م کو گود میں لیا (قصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ م دودھ پینے کے زمانے میں تو اپنی والدہ ہی کے پاس رہے اور دربار فرعون سے وظیفہ ملتا رہا جب دودھ چھڑایا گیا تو فرعون اور اس کی بیوی حضرت آسیہ نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا اور موسیٰ م کی والدہ سے موسیٰ م کو لے کر اپنے یہاں پالنے لگے، اسی عرصہ میں ایک روز فرعون نے موسیٰ م کو گود میں لیا) حضرت موسیٰ م نے فرعون کی ڈاڑھی پکڑلی اور منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا، فرعون کو غصہ آیا اور قتل کرنے کا ارادہ کرلیا، بیوی آسیہ نے کہا کہ شاہا! آپ بچے کی حرکت پر خیال کرتے ہیں اور اگر آپ چاہیں تو تجربہ کرلیں کہ اس کو کسی بھلے برے کا امتیاز نہیں، فرعون کو تجربہ کرانے کے لئے ایک طشت میں آگ کے انگارے اور دوسرے میں یاقوت و جواہر لاکر موسیٰ م کے سامنے رکھ دیئے (خیال یہ تھا کہ بچہ ہے، بچوں کی عادت کے مطابق آگ کے انگارے کو روشن و خوبصورت سمجھ کر اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا، جواہرات کی رونق، بچوں کی نظر میں ایسی نہیں ہوتی کہ اس طرف توجہ دیں اس سے فرعون کو تجربہ ہوجائے گا کہ اس نے جو کچھ کیا وہ بچپن کی نادانی سے کیا مگر یہاں تو کوئی عام بچہ نہیں تھا، خداتعالیٰ کا ہونے والا رسول تھا جن کی فطرت اوّل پیدائش سے ہی غیر معمولی ہوتی ہے، موسیٰ م نے آگ کے بجائے جواہرات پر ہاتھ ڈالنا چاہا مگر جبرئیل امین نے ان کا ہاتھ آگ کے طشت میں ڈال دیا) اور انھوں نے آگ کا انگارہ اٹھا کر منھ میں رکھ لیا جس سے زبان جل گئی اور فرعون کو یقین آگیا کہ موسیٰ م کا یہ عمل کسی شرارت سے نہیں، بچپن کی بے خبری کے سبب سے تھا، اسی واقعہ سے موسیٰ م کی زبان میں لکنت کی سی کیفیت ہوگئی جس کو قرآن میں عقدہ کہا گیا ہے اور اسی کو کھولنے کی دعا حضرت موسیٰ م نے مانگی۔ واحلل عقدۃ من لسانی و یفقھوا قولی، الآیۃ۔

ازری ظھری

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ ھٰرُونَ اَخِی اشْدُدْ بِہٖ اَزْرِی، (پ۱۶ ع ۱۱) یعنی ہارون کو جو میرے بھائی ہیں ان کے ذریعہ میری پیٹھ (یعنی میری قوت) کو مستحکم کردیجئے، فرماتے ہیں کہ ازری بمعنی ظھری یعنی پیٹھ ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا بمعنی قوت ہے۔

فیُسحِتکم یُھلِککم

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ لاتفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب الآیۃ، (پ۱۶ ع ۱۲) اللہ پر جھوٹ افترا مت کرو کبھی خداتعالیٰ

تم کو کسی سزا سے نیست ونابود ہی کر دے، یعنی بالکل ہلاک کر دے، ایک قرأت بفتح الیاء (تیسیر القاری)

المُثلیٰ تانیث الامثل یقول بدینکم یقال خذ المثلیٰ خُذ الامثلَ

اشارہ ہے آیت کریمہ، قالوا اِن ھٰذٰن لَسٰحِرانِ یرِیدان ان یُخرِجٰکم مِن اَرضِکم بسحرھما ویذھبا بطریقتکم المثلیٰ، پ ۱۶ ع ۱۲) کہنے لگے کہ بیشک یہ دونوں (موسیٰ وہارون ؑ) جادوگر ہیں، ان دونوں کا مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو (کے زور) سے تم کو تمہاری سرزمین سے نکال باہر کریں، اور تمہارے عمدہ طریقہ زندگی (یعنی تمہارے دین) کا خاتمہ کردیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں مُثلیٰ امثل (اسم تفضیل) کا مؤنث ہے بمعنی افضل، بہتر، بطریقتکم المثلیٰ تمہارے عمدہ اور بہتر طریقہ یعنی تمہارے دین کو، بولتے ہیں، خذ المثلی خذ الامثل یعنی افضل اور بہتر کو اختیار کرے اس سے مقصود تاکید مزید ہے کہ امثل بمعنی افضل اور مثلیٰ بمعنی فضلیٰ اور عمدہ کے آتا ہے اسی سے ہے اماثل بزرگ لوگ اکابر

ثمّ ائتوا صَفًا یقال ھل اتیت الصّفّ الیوم یعنی المصلّی الذی یصلّی فیہ

اشارہ ہے آیت کریمہ "فاجمعوا کیدکم ثمّ ائتوا صَفًّا الآیۃ، پ ۱۶ ع ۱۲) (فرعون نے حضرت موسیٰ ؑ کی دعوت وتبلیغ سن کر اپنی قوم سے کہا) پس مقرر کرلو اپنی تدبیر اور قطار باندھ کر (مقابلہ میں) آؤ۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ثمّ ائتوا صفا (پھر آؤ قطار باندھ کر) کہا جاتا ہے کیا تم آج صف میں آئے تھے یعنی اس مصلّی (عیدگاہ) میں جہاں نماز پڑھی جاتی ہے، مطلب یہ ہے کہ یہاں صف بمعنی عیدگاہ ہے۔

فاوجَسَ اضمر خوفا فذھبتِ الواو من خیفۃ لکسرۃ الخاء

اشارہ ہے آیت کریمہ "فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسیٰ، پ ۱۶ ع ۱۲) پس موسیٰ ؑ نے اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا

فرماتے ہیں کہ آیت میں اوجس بمعنی اضمر ہے یعنی دل میں پوشیدہ آواز پایا، گھبراہٹ محسوس کیا۔ خیفۃ اصل میں خِوفۃ تھا واؤ کسرۂ ماقبل یعنی خاء پر کسرہ کی وجہ سے یاء سے بدل گئی۔

تنبیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں کا یہ منظر دیکھ کر کہ جادوگروں کی رسیاں اور لاٹھیاں بھی سانپ معلوم ہوتی ہیں اور میرا عصا بھی سانپ بن جائے گا تو دیکھنے والے سحر ومعجزہ میں حق وباطل میں تمیز نہ کرسکیں اور بے وقوفی سے شک میں مبتلا ہو جائیں ایسی صورت میں حق کا غلبہ واضح نہ ہوگا، موسیٰ ؑ کو خوف اسی قبیل کا تھا جیسا کہ آگے جواب سے ظاہر ہوتا ہے۔

فی جذوع ای علی جذوع النخل

اشارہ ہے آیت کریمہ، ولَاُصَلِّبَنّکم فی جذوع النخل، الآیۃ، پ ۱۶ ع ۱۲) اور تم سب کو کھجور کے تنوں پر سولی دیتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ آیت میں فی جذوع النخل کے اندر فی بمعنی علیٰ ہے

خطبُک بالک

اشارہ ہے آیت کریمہ "قال فما خطبُکَ یٰسامری، پ ۱۶ ع ۱۴) موسیٰ ؑ نے کہا اے سامری تیرا کیا حال ہے، یعنی تونے

یہ کام کیوں کیا؟ فرماتے ہیں کہ آیت میں خطبک بمعنی بالک ہے یعنی حال، معاملہ۔

مِسَاس مصدر ماسّہ مِسَاسًا

اشارہ ہے آیت کریمۃ قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ أَن تَقُولَ لَا مِسَاسَ الآیۃ (پ ۱۶ ع ۱۴) موسیٰ ؑ نے کہا تو دور ہو جا (ہم سے) بس تیرے لئے اس (دنیوی) زندگی میں یہ سزا (تجویز کی گئی) ہے کہ تو یہ کہتا پھریگا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا (یعنی از خود کہتا رہ کہ میں بائیکاٹ ہوں میں اچھوت ہوں مجھے ہاتھ نہ لگانا)

فرماتے ہیں کہ آیت میں مساس مصدر ہے ماسہ مساسا کا مطلب یہ ہے کہ از باب مفاعلت مماسۃ ومساسا مصدر ہے یہاں صرف صیغہ پر اکتفا فرمایا ہے اور معنی نہیں بتلایا۔

سامری کی سزا میں ایک لطیفہ روح المعانی میں بحوالہ بحر محیط نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے سخی اور لوگوں کی خدمت کرنے کی وجہ سے قتل کی سزا سے منع فرمادیا (معارف القرآن بحوالہ بیان)

لَنَنْسِفَنَّهُ لَنُذَرِّيَنَّهُ

اشارہ ہے آیت کریمہ " لَنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا، (پ ۱۶ ع ۱۴) ہم (تیرے معبود باطل بچھڑے کو) جلادینگے، پھر اس کی راکھ کو دریا میں بکھیر کر بہادیں گے (تاکہ اس کا نام ونشان نہ رہے)۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں لننسفنہ کے معنی ہیں ہم اسکو بکھیر دیں گے۔

قَاعًا يَعْلُوهُ الْمَاءُ وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِي مِنَ الْأَرْضِ

اشارہ ہے آیت کریمہ " فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا (پ ۱۶ ع ۱۵) پھر زمین کو میدان ہموار کردیگا الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں قاعا کے معنی ہیں ایسی زمین جس کے اوپر پانی چڑھ آتے اور صفصف برابر وہموار زمین۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ أَوْزَارًا أَثْقَالًا

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ وَلَٰكِنَّا حُمِّلْنَا أَوْزَارًا مِّن زِينَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنَاهَا، الآیۃ، (پ ۱۶ ع ۱۴) ولیکن قوم (قبط) کے زیور میں سے ہم پر بوجھ لد رہا تھا سو ہم نے اس کو (سامری کے کہنے سے آگ میں) ڈالدیا الخ اور مجاہدؒ نے بیان کیا کہ آیت کریمہ میں اوزار بمعنی اثقال ہے یعنی بوجھ یہ جمع ہے وزر کی بمعنی بوجھ۔

مِن زِينَةِ الْقَوْمِ الْحُلِيِّ الَّذِي اسْتَعَارُوا مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ

اشارہ ہے آیت مذکورہ بالا ہی کی طرف۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ بالا کے اندر زینۃ القوم سے مراد وہ زیور ہے جو بنی اسرائیل نے قوم فرعون سے مانگ کر لیا تھا (یعنی بنی اسرائیل نے عید کا بہانہ کر کے قبطیوں سے زیورات مستعار لئے تھے۔

فَقَذَفْتُهَا فَأَلْقَيْتُهَا

آیت مذکورہ بالا میں فقذفنہا ہے جس کے معنی ہیں فالقیناها، چنانچہ ایک نسخہ اسی طرح ہے جیسا کہ حاشیہ

میں موجود ہے، ہمارے نسخہ کے متن میں واحد متکلم کا صیغہ ہے اس لئے اس کی تفسیر کی ہے فالقیتہا یعنی میں نے اس کو ڈالدیا۔

الفی صنع

اشارہ ہے آیت کریمہ، فقذ فنٰھا فکذٰلک القی السامری، (پ ۱۶ ع ۱۳) ہم نے اس کو ڈال دیا، پھر اسی طرح سامری نے (بھی اپنے ساتھ کا زیور) ڈالدیا۔ ــــــ فرماتے ہیں کہ القیٰ بمعنی صنع ہے یعنی سامری نے کیا اسی طرح یعنی بنی اسرائیل نے جس طرح آگ میں ڈال دیا اسی طرح سامری نے بھی ڈالدیا۔

سامری کون تھا؟ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ آل فرعون کا قبطی آدمی تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے پڑوس میں رہتا تھا، موسیٰ ع پر ایمان لے آیا اور جب بنی اسرائیل کو لے کر موسیٰ ع مصر سے نکلے تو یہ بھی ساتھ ہولیا، بعض نے کہا کہ یہ بنی اسرائیل ہی کے ایک قبیلہ سامرہ کا رئیس تھا اور قبیلہ سامرہ ملک شام میں معروف ہے، حضرت سعید بن جبیر رہ نے فرمایا کہ یہ فارسی شخص کرمان کا رہنے والا تھا۔ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ یہ ایک ایسی قوم کا آدمی تھا جو گائے کی پرستش کرنے والی تھی یہ کسی طرح مصر پہونچ گیا اور بظاہر دین بنی اسرائیل میں داخل ہوگیا مگر اس کے دل میں نفاق تھا (قرطبی)، حاشیہ قرطبی میں ہے کہ یہ شخص ہندوستان کا ہندو تھا جو گائے کی عبادت کرتے ہیں انتہی۔ موسیٰ ع پر ایمان لے آیا پھر اپنے کفر کی طرف لوٹ گیا یا پہلے ہی سے منافقانہ طور پر ایمان کا اظہار کیا، واللہ اعلم۔

مشہور یہ ہے کہ سامری موسیٰ ابن ظفر تھا، ابن جریر نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ سامری پیدا ہوا تو فرعون کی طرف سے تمام اسرائیلی لڑکوں کے قتل کا حکم جاری تھا، اس کی والدہ کو خوف ہوا کہ فرعونی سپاہ اس کو قتل کردیں گے، تو بچہ کو اپنے سامنے قتل ہونا دیکھنے کی مصیبت سے یہ بہتر سمجھا کہ اس کو جنگل کے ایک غار میں رکھ کر اوپر سے بند کر دیا (کبھی کبھی اس کی خبر گیری کرتی ہوگی) ادھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو اس کی حفاظت اور غذا دینے پر مامور کر دیا، وہ اپنی ایک انگلی پر شہد، ایک پر مکھن، ایک پر دودھ لاتے اور اس بچہ کو چٹا دیتے تھے یہاں تک کہ یہ غار ہی میں پل کر بڑا ہوگیا، اور اس کا انجام یہ ہوا کہ کفر میں مبتلا ہوا اور بنی اسرائیل کو مبتلا کیا، پھر قہر الٰہی میں گرفتار ہوا، اسی مضمون کو کسی شاعر نے دو شعروں میں اس طرح ضبط کیا ہے (از روح المعانی)

اذا المرء لم یخلق سعیدا تحیرت ٭ عقول مربیہ وخاب المؤمل

فموسی الذی ربّاہ جبریل کافر ٭ وموسی الذی ربّاہ فرعون مرسل

ترجمہ۔ جب کوئی شخص اصل پیدائش میں نیک بخت نہ ہو اس کے پرورش کرنے والوں کی عقلیں بھی حیران رہ جاتی ہیں اور اس سے امید کرنے والا محروم ہوجاتا ہے، دیکھو جس موسیٰ ع کو جبرئیل امین نے پالا تھا وہ تو کافر ہوگیا، اور جس موسیٰ ع کو فرعون لعین نے پالا تھا وہ خدا کا رسول بن گیا (معارف)

فنسی موسیٰ ھم یقولونہ اخطأ الربّ لا یرجع الیھم قولا العجل

اشارہ ہے آیت کریمہ، فقالوا ھذا الٰھکم والٰہ موسیٰ فنسی افلا یرون الا یرجع الیھم قولا الآیۃ پ ۱۶ ع ۱۴ پس سامری اور اس کے تابعدار لوگ کہنے لگے کہ تمہارا اور موسیٰ کا بھی معبود تو یہ ہے (اس کی عبادت کرو)

موسیٰؑ تو بھول گئے (کہ طور پر خدا کی طلب میں گئے ہیں، حق تعالیٰ اُن کی احمقانہ جسارت پر فرماتے ہیں کہ) کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے ہیں کہ وہ (بواسطہ یا بلا واسطہ) نہ تو ان کے کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ان کے کسی ضرر یا نفع پر قدرت رکھتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں فنسی موسیٰ کے معنی ہیں اخطأ یعنی موسیٰؑ چوک گئے، خطا کر گئے اپنے رب سے یعنی اس بچھڑا سے، ھُم ای السامری واتباعہ. لایرجع الخ ای لایرجع الیھم کلاماً و لایرد علیھم جواباً۔

✤ ھَمْساً حِسّ الاقدام ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ: وخشعت الاصواتُ للرحمٰن فلا تسمع الاھَمْساً، پ۱۶ ع ۱۵) اور (مارے ہیبت کے) تمام آوازیں اللہ تعالیٰ کے سامنے دب جاویں گی سو (اے مخاطب) تو بجز پاؤں کی آہٹ کے (کہ میدان حشر کی طرف چپکے چپکے چل رہے ہوں گے) اور کچھ (آواز) نہ سنے گا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں ھمسا کے معنی ہیں، قدموں کی آہٹ، سرسراہٹ۔

✤ حَشَرْتَنِی اعمیٰ عن حجتی وقد کنتُ بصیرا فی الدنیا ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ: قال ربِّ لِمَ حشرتنی اعمیٰ وقد کنت بصیرا فی الدنیا، پ۱۶ ع ۱۶) وہ (تعجب سے) کہیگا کہ اے میرے رب آپ نے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اٹھایا، میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں اعمیٰ کے معنی ہیں، حجت و دلیل سے اندھا، یعنی دنیا میں تو مجھ کو دلیل و حجت بزعم خود معلوم ہوتی تھی یہاں تو نے بالکل اندھا کر کے کیوں اٹھایا کہ کسی حجت کی طرف رسائی نہیں ہوتی۔ یہی منقول ہے مجاہدؒ سے اعمیٰ عن الحجۃ۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے اعمیٰ البصر، مطلب یہ ہے کہ آنکھوں سے اندھا کر کے محشر کی طرف لایا جائیگا اور دل کا بھی اندھا ہوگا کہ کسی حجت کی طرف رستہ نہ پائے گا یہ ابتداء حشر کا ذکر ہے پھر آنکھیں کھول دی جائیں گی تا احوال محشر و دوزخ کا معائنہ کرے۔

✤ وقال ابن عیینۃ اَمْثَلُھُم طریقۃً اعدلُھُم ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ: اذ یقول اَمْثَلُھم طریقۃً الآیۃ، پ۱۶ ع ۱۴) جب ان سب میں کا زیادہ صاحب الرائے یوں کہتا ہوگا کہ نہیں تم تو ایک ہی روز (قبر میں) رہے ہو۔

اور سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ آیت میں امثلھم کے معنی ہیں اعدلھم یعنی عقل و دانش کے اعتبار سے افضل و صاحب الرائے، اور سعید بن جبیرؒ سے منقول ہے، اوفاھم عقلاً یعنی امثل کے معنی ہیں عقل و دانش میں کامل تر۔

✤ وقال ابن عباس ھَضْماً لایُظلم فیُھْضَمُ من حسناتہ ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ: فلا یخٰف ظلما ولا ھَضْما، پ۱۶ ع ۱۵) پس نہ زیادتی کا اندیشہ ہوگا اور نہ کمی کا۔

اور حضرت ابن عباس رضؓ نے کہا کہ آیت میں ھضما کا معنی ہے اس پر ظلم نہیں کیا جائیگا کہ اس کی نیکیوں میں کمی کر دی جائے۔

✤ عِوَجاً وادیاً ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ لاتری فیہا عوجا ولا امتا، پ۱۶ ع ۱۵) کہ جس میں تو نہ ناہمواری دیکھے گا اور نہ کوئی بلندی۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں عوج کے معنی ہیں نالہ، اور امتا کے معنی ہیں بلندی یعنی پہاڑ، ٹیلہ، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین کو بالکل ہموار کردیں گے۔

سیرتہا حالتہا الاولیٰ

اشارہ ہے آیت کریمہ، سَنُعِیْدُھا سیرتَہا الاُولیٰ، پ۱۶ ع ۱۰) ہم ابھی اس کو اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے
فرماتے ہیں کہ سیرتہا الاولیٰ کے معنی ہیں پہلی حالت۔

النہیٰ التقیٰ

اشارہ ہے آیت کریمہ، ان فی ذالک لآیاتٍ لِاُولی النہیٰ، پ۱۶ ع ۱۲) بلاشبہ اس میں عقل رکھنے والوں کے لئے کافی دلائل ہیں۔
فرماتے ہیں کہ نہیٰ کے معنی ہیں تقیٰ، پرہیزگاری، دراصل یہ جمع ہے نُہیہ کی جس کے معنی ہیں عقل کے چونکہ یہی پرہیزگاری قبائح اور فضائح سے اور جملہ محظورات ومحرمات سے بچاتی ہے اس لئے عقل کو نہی کہتے ہیں۔

ضنکا، الشقاء

اشارہ ہے آیت کریمہ، ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃً ضنکا، الآیۃ، پ۱۶ ع ۱۶) اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کیلئے قیامت سے پہلے دنیا اور قبر میں تنگی کا جینا ہوگا۔
فرماتے ہیں کہ ضنکا کے معنی ہیں بدبختی، قال ابن عباس رض وقال الثعلبی ضنکا ضیقا یستوی فیہ الذکر والانثی والواحد والجمع، والواحد والجمع. وفی روایۃ الضنک عذاب القبر۔

ھویٰ شقیَ

اشارہ ہے آیت کریمہ، ومَن یحلل علیہ غضبی فقد ھویٰ پ۱۶ ع ۱۳) اور جس شخص پر میرا غضب واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گذرا ہوا یعنی بدبخت ہوا۔ یعنی ھویٰ کے معنی بدبخت ہوا

المقدس المبارک طُویٰ اسم الوادی

اشارہ ہے آیت کریمہ، انک بالواد المقدس طُویٰ، پ۱۶ ع ۱۰) تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو۔
فرماتے ہیں کہ مقدس کے معنی ہیں مبارک یعنی پاک، بابرکت، اور طویٰ اس وادی کا نام تھا۔

بملکنا بامرنا

اشارہ ہے آیت کریمہ، قالوا ما اخلفنا موعدک بمَلْکنا، الآیۃ پ۱۶ ع ۱۳) وہ کہنے لگے کہ ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اس کو اپنے اختیار سے خلاف نہیں کیا۔
فرماتے ہیں کہ بملکنا کا معنی ہے اپنے حکم سے، اپنے اختیار سے، علامہ عینی رہ فرماتے ہیں۔ ہذا علی کسر المیم الخ علامہ قسطلانی رہ فرماتے ہیں کہ بکسر المیم ابن کثیر اور ابن عامر وغیرہ کی قرأت ہے اور حضرت عاصم ونافع کی قرأت

بفتح المیم ہے اور حمزہ اور کسائی کی قرأت بضم المیم ہے اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے بقدر تنا۔

مکانا سُوًی مَنصَفٌ بینھم

اشارہ ہے آیت کریمہ "لا نُخلِفُہ نحن ولا انت مکانا سُوًی، پ۱۶ ع ۱۲) جس (وعدہ) کو نہ ہم خلاف کریں اور نہ تم کسی ہموار میدان میں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں مکانا سُوًی کے معنی ہیں ایسی جگہ جو برابر ہو فریقین کے درمیان) مَنصَفٌ بینہم ان کے یعنی فریقین کے درمیان نصفا نصف ہو، مسافت برابر ہو، جس کی دونوں طرفیں برابر ہو وہ سوی ہے سین کے کسرہ اور ضمہ دونوں صحیح ہیں۔

یَبَسًا یابسًا

اشارہ ہے آیت کریمہ، فاضرب لھم طریقا فی البحر یَبَسًا۔ الآیۃ پ۱۶ ع ۱۳) پھر ان (بنی اسرائیل) کے لئے دریا میں (عصا مار کر) خشک راستہ بنا دے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں یَبَسًا جو طریق کی صفت ہے بمعنی یابسا یعنی خشک کہ پانی اور کیچڑ نہ رہے۔

علی قدرٍ موعِدٍ

اشارہ ہے آیت کریمہ: ثم جئتَ علی قدرٍ یٰموسیٰ، پ۱۶ ع ۱۱) پھر ایک معین وقت پر جو میرے علم میں تمھاری نبوت اور ہم کلامی کے لئے مقدر تھا (تم یہاں) آئے اے موسیٰ الخ۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں علی قدر کے معنی ہیں علی موعد یعنی اس معین وقت پر جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے مقدر کیا تھا

لا تَنِیا لا تَضعُفا

اشارہ ہے آیت کریمہ، ولا تَنِیا فی ذِکری، پ۱۶ ع ۱۱) اور تم دونوں میری یادگاری میں سستی مت کرنا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں لا تنیا کے معنی ہیں لا تضعفا، دراصل ونٰی ینی ونیا از ضرب کے معنی ہیں سست ہونا، کوتاہی کرنا

باب قولہ واصطنعتُکَ لنفسی

ارشاد خداوندی: پ۱۶ ع ۱۱) اور میں نے تمکو اپنے (نبی اور رسول بنانے کے) لئے منتخب کیا۔

(۲۶۰) حدثنی الصلت بن محمدٍ قال حدثنا مَهدیُّ بن میمونٍ قال حدثنا محمد بن سیرینَ عن ابی ھریرۃ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال التقیٰ اٰدمُ وموسیٰ فقال موسیٰ لاٰدمَ انت الذی اَشقیتَ الناسَ واخرجتَھم من الجنۃ قال لہ اٰدمُ انت الذی اصطفاکَ اللّٰہ برسالتہ واصطفاکَ لنفسہ وانزل علیک التوراۃ قال نعم قال فوجدتَھا کتب علیَّ قبل ان یخلقنی قال نعم فحجَّ اٰدمُ موسیٰ" الیمُّ البحرُ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدم اور موسیٰ علیہما السلام دونوں میں ملاقات ہوئی، تو موسیٰ ع نے آدم ع سے کہا، آپ ہی ہیں جس نے انسان کو مشقت (مصیبت)

میں ڈالا اور انھیں جنت سے نکالا؟ آدمؑ نے موسیٰؑ کو جواب دیا کہ آپ وہی ہیں جن کو اللہ نے اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا اور اپنے لئے منتخب کیا اور آپ پر توریت نازل کی، موسیٰؑ نے کہا جی ہاں" آدمؑ نے کہا پھر تو آپ نے اس تورات میں پایا ہی ہوگا (پڑھا ہوگا) کہ میری پیدائش سے پہلے ہی یہ معاملہ میری تقدیر میں لکھ دیا گیا تھا، موسیٰؑ نے کہا جی ہاں، چنانچہ حضرت آدمؑ حضرت موسیٰؑ پر غالب آگئے۔

الیم کے معنی ہیں سمندر۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ توخذ من قولہ انت الذی اصطفاک اللہ برسالتہ واصطفاک لنفسہ۔
والحدیث قد مضی فی کتاب الانبیاء ص۴۸۴ وصنا ص۶۹۲ وسیاتی ص۶۹۳ ایضاً فی کتاب القدر ص۹۷۹۔

حضرت موسیٰؑ کی یہ بحث حضرت آدمؑ سے کہاں ہوئی؟

چونکہ حضرت موسیٰؑ حضرت آدمؑ کے معاصر نہیں تھے اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں پیغمبروں کا مباحثہ کہاں ہوا؟ اس کا جواب بچند وجوہ منقول ہے۔

۱ ممکن ہے یہ ملاقات اور بحث موسیٰؑ کے زمانے میں ہوئی ہو، اس طور پر کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو زندہ کردیا ہو، اس کی تائید حضرت عمر فاروق رضؓ کی ایک روایت سے ہوتی ہے: "وفی حدیث عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان موسیٰؑ قال یا رب ارنا الذی اخرجنا ونفسہ من الجنۃ فاراہ آدم علیہ السلام الخ (عمدہ ص۱۹/۶۰)

۲ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے لئے حضرت آدمؑ کی قبر کھول دی گئی ہو اور آپ کی روح حاضر کردی گئی ہو پھر ملاقات پر یہ بحث ہوئی ہو۔

۳ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ گفتگو حضرت موسیٰؑ نے خواب میں کی ہو، ورؤیا الانبیاء وحی۔

۴ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ملاقات حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد عالم برزخ میں ہوئی ہو۔

۵ بعض حضرات سے یہ بھی منقول ہے کہ اب تک یہ معاملہ وقوع میں نہیں آیا، آخرت میں وقوع پذیر ہوگا، محقق الوقوع ہونے کی وجہ سے لفظ ماضی سے تعبیر کردی گئی

۶ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان دونوں حضرات کے درمیان یہ معاملہ لیلۃ المعراج میں پیش آیا ہو۔ وغیرہ۔ واللہ اعلم۔

ایک اشکال مع جواب

اشکال یہ ہے کہ جس طرح حضرت آدمؑ اپنے قصور کو تقدیر کا حوالہ دے کر بچ گئے تو ہر گنہ گار یہ کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ مجھ سے گناہ صادر ہوا وہ تقدیری معاملہ ہے اس میں میرا کیا قصور ہے۔؟

جواب:۔ یہ مباحثہ اس دار التکلیف دنیا میں نہیں ہوا ہے جہاں اوامر و نواہی سے قطع نظر کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ عالم علوی عالم ارواح کا واقعہ ہے جہاں بندہ مکلف بالشرع نہیں ہے اس لئے دار التکلیف کے احکام کو عالم ارواح پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

۲ حافظ ابن تیمیہ نے کہا کہ موسیٰؑ نے آدمؑ کو اس مصیبت کی بنا پر ملامت کیا تھا جو مصیبت آدمؑ کو خروج عن

الجنة کی وجہ سے ذریت کو پہونچی، اب آدم ؑ نے اس مصیبت کے معاملہ کو تقدیر الٰہی کے حوالہ کیا، لہٰذا مصائب کو تقدیر الٰہی کے حوالہ کرنے سے یہ عذر نہیں چلے گا کہ معاصی کا حوالہ بھی تقدیر الٰہی پر کیا جائے کیونکہ فعل معاصی میں بندہ کا اختیار رہے بخلاف امر تکوینی کے۔

ایک اور سوال وجواب

اگر یہ سوال کیا جائے کہ مباحثہ میں آدم ؑ حضرت موسیٰ ؑ پر کیسے غالب آئے؟ جواب ۱۔ کسی بھی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ تقدیری معاملے میں کسی پر اعتراض وملامت کرے، پس جب موسیٰ ؑ نے بغیر اذن شارع حضرت آدم ؑ کو ملامت کرنا شروع کیا تو یہ ملامت تقدیر پر ہوئی اس لئے آدم ؑ نے تقدیر کا حوالہ دیکر موسیٰ کو خاموش کردیا۔

۲۔ آدم ؑ نے توبہ کرلیا اور توبہ کی قبولیت بھی ہوگئی پھر توبہ کے بعد پرانے قصور پر ملامت درست نہیں۔

۳۔ آدم ؑ باپ ہیں اور موسیٰ ؑ اولاد، اولاد کو باپ پر اعتراض کا حق نہیں وغیرہ۔

بخاری ص ۶۹۲ ❁ باب قوله واوحينا الى موسىٰ ان اسر بعبادى فاضرب لهم طريقا فى البحر يبسًا لا تخاف دركا ولا تخشىٰ فاتبعهم فرعون بجنوده فغشيهم من اليم ما غشيهم واضل فرعون قومه وما هدىٰ ❁

ارشاد الٰہی، ولقد اوحینا الی موسیٰ ... تا ... وما ھدیٰ، پ ۱۶ ع ۱۳) اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارے (ان) بندوں کو (یعنی بنی اسرائیل کو مصر سے) راتوں رات (باہر) لے جاؤ پھر (راہ میں جو دریا ملیگا تو) ان کیلئے دریا میں (عصا مار کر) خشک راستہ بنادینا (یعنی عصا مارتا کہ اس سے خشک راستہ بن جاویگا) نہ تو تمکو کسی کے آپکڑنے کا اندیشہ ہوگا (کیونکہ اہل تعاقب کامیاب نہ ہوں گے گرچہ تعاقب کریں گے) اور نہ کسی قسم کا خوف ہوگا (بلکہ امن اور اطمینان سے پار ہوجاؤ گے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام موافق حکم کے ان کو شباشب نکال لے گئے اور صبح مصر میں خبر مشہور ہوئی) پس فرعون اپنے لشکروں کو لے کر ان کے پیچھے چلا (اور بنی اسرائیل موافق وعدۂ الٰہیہ کے دریا سے پار ہوگئے، اور ہنوز وہ دریائی راستے اسی طرح اپنی حالت پر تھے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے واترك البحر رهوًا انهم جند مغرقون، پ ۲۵ ع ۱۴) فرعونیوں نے جلدی میں کچھ آگا پیچھا سوچا نہیں ان راستوں پر ہولئے جب سب اندر آگئے) تو (اس وقت چاروں طرف سے) دریا (کا پانی سمٹ کر) ان پر جیسا ملنے کو تھا آملا (اور سب غرق ہوکر رہ گئے) اور فرعون نے اپنی قوم کو بری راہ پر لگایا اور نیک راہ ان کو نہ بتلائی الخ

(۲۶۱) ❁ حدثنی ❁ يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا روح قال حدثنا شعبة قال حدثنا ابوبشر عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال لما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة واليهود تصوم يوم عاشوراء فسألهم فقالوا هذا اليوم الذى ظهر فيه موسىٰ علىٰ فرعون فقال النبى صلى الله عليه وسلم نحن اولىٰ بموسىٰ منهم فصوموه ❁

ترجمہ، حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ منورہ تشریف لائے ان دنوں یہود عاشورہ کے دن روزہ رکھا کرتے تھے تو آنحضرت ﷺ نے یہودیوں سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ (اس روز روزہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ) اس روز حضرت موسیٰ ؑ نے فرعون پر غلبہ پایا تھا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ہم ان کے مقابلے میں حضرت موسیٰ ؑ کے زیادہ حقدار ہیں تم لوگ بھی اس دن روزہ رکھو۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ تؤخذ من مضمون الترجمۃ، مطلب یہ ہے کہ ترجمہ میں غشیھم من الیم ماغشیھم ہے اور حدیث پاک میں الیوم الذی ظھر فیہ موسیٰ یہ غلبہ غرق فرعون کا دن ہے۔

ایک اشکال مع جواب اشکال یہ ہوتا ہے کہ صوم عاشورا کے متعلق آپ ﷺ نے یہود کی خبر پر کس طرح اعتماد فرمایا۔؟

جواب ۱:- یہودیوں میں جو حضرات مسلمان ہو گئے تھے ان کی تائید پر۔

۲:- یا وحی الٰہی کے ذریعہ اس خبر کی تصدیق معلوم ہو گئی وغیرہ۔

بخاری ۶۹۳:- **باب قولہ فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقیٰ**

ارشاد خداوندی، پ ۱۶ ع ۱۶) پوری آیت اس طرح ہے فقلنا یا ٰادم ان ھذا عدو لک ولزوجک فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقیٰ، پھر ہم نے (آدم سے) کہا اے آدم یہ (ابلیس) بلاشبہ تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے، سو کہیں تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوادے (یعنی اس کے کہنے سے کوئی ایسا کام مت کر بیٹھنا کہ جنت سے باہر کئے جاؤ)

تشریح فلا یخرجنکما، ای فلا یکونن سببا لاخراجکما، فتشقیٰ اسند الیٰ آدم الشقا وحدہ دون حوا، بعد اشتراکھما فی الخروج لان فی ضمن شقاء الرجل وھو قیم اھلہ شقاءھم فاختصر الکلام باسنادہ الیہ دونھا ولان المراد بالشقاء التعب فی طلب المعاش الذی ھو وظیفۃ الرجال (قسطلانی)

(۲۶۲) **حدثنا** قتیبۃ بن سعید قال حدثنا ایوب بن النجار عن یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حاج موسیٰ آدم فقال لہ انت الذی اخرجت الناس من الجنۃ بذنبک واشقیتھم قال قال آدم یا موسیٰ انت الذی اصطفاک اللہ برسالاتہ وبکلامہ اتلومنی علیٰ امر کتبہ اللہ علیّ قبل ان یخلقنی او قدرہ علیّ قبل ان یخلقنی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحج آدم موسیٰ

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ ؑ نے حضرت آدم ؑ سے بحث کی اور ان سے کہا کہ آپ ہی نے اپنی غلطی کے نتیجہ میں انسانوں کو جنت سے نکالا، اور مشقت میں ڈالا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آدم ؑ نے (موسیٰ سے) کہا اے موسیٰ آپ کو اللہ نے اپنی رسالت کیلئے منتخب فرمایا اور ہم کلامی کا شرف بخشا کیا آپ ایک ایسے کام پر مجھے ملامت کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی پہلے میرے لئے لکھدیا تھا یا میرے لئے مقدر کر دیا تھا (شک راوی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم ؑ بحث میں حضرت موسیٰ ؑ پر غالب آگئے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ توخذ من قولہ "واتقیتہم"۔
باقی تشریح کیلئے حدیث ۲۱۰ کی تشریح ملاحظہ فرمایئے۔

بخاری شریف ۶۹۳

سورۃ الانبیاء

سورۂ انبیاء مکی ہے اس کی ایک سو بارہ ۱۱۲ آیتیں ہیں اور سات رکوع ہیں۔

(۲۶۳) حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبۃ عن ابی اسحٰق قال سمعت عبد الرحمن بن یزید عن عبد اللّٰہ قال بنی اسرائیل والکھفُ و مریمُ وطٰہ والانبیاءُ ھن من العتاق الاُوَل وھن من تلادی۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ سورۂ بنی اسرائیل اور سورہ کہف، سورہ مریم، سورہ طٰہ اور سورۂ انبیاء اول درجہ کی عمدہ سورتوں میں سے ہیں، اور یہ سورتیں میری پرانی یاد کی ہوئی ہیں۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضٰی فی تفسیر بنی اسرائیل ص ۶۸۳

بنی اسرائیل: فیہ حذف مضاف تقدیرہ سورۃ بنی اسرائیل، والکھف: یجوز فیہ الرفع والجر اما الرفع فعلی تقدیرہ انہ خبر مبتدا محذوف تقدیرہ والثانی الکھفُ واما الجر فعلی العطف علی لفظ بنی اسرائیل لانہ مجرور بالاضافۃ التقدیریۃ وعلی ہذا الکلام فی الباقی۔

باقی تشریح کیلئے دیکھو حدیث ۲۳۲ کی تشریح۔

وقال قتادۃ جذاذا قطعھن

اشارہ ہے آیت کریمہ، فجعلھم جذاذا الا کبیرا لھم، الآیۃ پ ۱۷ ع ۵) چنانچہ انھوں نے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا بجز ایک بڑے بت کے۔ اور قتادہ نے بیان کیا کہ جذاذا کا معنی ہے ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ دراصل جَذَّ یجذُّ از نصر جذا کا معنی ہے کاٹنا، توڑنا، علامہ عینی رح فرماتے ہیں کہ جُذاذ جمع ہے جَذِیذ کی کخفاف جمع خفیف، وقرأ الکسائی بکسر الجیم، واضح رہے کہ جَذِیذ کی جمع جذاذ بضم الجیم اور جِذاذ بکسر الجیم دونوں ہے (مصباح)

وقال الحسن فی فلکٍ مثل فلکۃِ المغزل یسبحون یدورون

اشارہ ہے آیت کریمہ، کُلٌّ فی فلکٍ یسبحون، پ ۱۷ ع ۳) ہر ایک (آفتاب و ماہتاب) اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں اور حسن بصری رح نے آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ہر ایک اپنے دائرے میں گھومتے ہیں جیسے چرخہ کا تکلہ گھومتا ہے، یسبحون بمعنی یدورون ہے یعنی گھومتے ہیں۔

فلک کی تحقیق

فلک دراصل ہر دائرے اور گول چیز کو کہا جاتا ہے، اسی وجہ سے چرخے میں جو گول چمڑا لگا ہوتا ہے اس کو فلکۃ المغزل یعنی چرخہ کا تکلہ، چرخے کا دمڑکا کہتے ہیں، اور اسی وجہ سے آسمان کو بھی فلک کہا جاتا ہے، یہاں مراد شمس و قمر کی وہ مداریں ہیں جن پر وہ حرکت کرتے ہیں، الفاظ قرآن میں اس کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ مداریں آسمان کے اندر ہیں یا باہر فضا میں، حالیہ (دور جدید کی) تحقیقات نے واضح کر دیا ہے کہ یہ مداریں خلار اور فضار میں آسمان سے بہت نیچے ہیں۔

اس آیت کے ظاہر سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ آفتاب بھی ایک مدار پر حرکت کرتا ہے، جدید فلاسفہ پہلے اس آیت کے منکر تھے، اب وہ بھی اس کے قائل ہو گئے ہیں، مزید تفصیلات کی یہ جگہ نہیں ہے واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (معارف القرآن ۲۹۴)

* قال ابن عباس نفشت رعت *

اشارہ ہے آیت کریمہ " اذ نفشت فیہ غنم القوم الآیۃ، پ۱۷ ع ۶) جبکہ اس (کھیت) میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت جا پڑیں (اور اس کو چر گئیں)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت میں نفشت بمعنی رعت ہے یعنی بکریاں رات کو چر گئیں۔

* یصحبون یمنعون *

اشارہ ہے آیت کریمہ " ولا ہم منا یصحبون، پ۱۷ ع ۴) اور نہ ہمارے مقابلے میں کوئی ان کا ساتھ دے سکتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ یصحبون کا معنی ہے روکے جائیں گے (یعنی نہ کوئی ان کو ہمارے عذاب سے بچائے گا۔

* امتکم امۃ واحدۃ قال دینکم دین واحد *

اشارہ ہے آیت کریمہ: ان ہذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاعبدون، پ۱۷ ع ۶) یہ تمہارا طریقہ ہے (جس میں کسی نبی اور کسی شریعت کو اختلاف نہیں ہوا) اور (حاصل اس طریقہ کا یہ ہے کہ) میں تمہارا رب ہوں، پس تم میری عبادت کیا کرو۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں امۃ کے معنی دین کے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم سب کا دین ایک دین ہے، ہر وہ جماعت جو ایک دین پر ہو اسے امت کہا جاتا ہے۔

* وقال عکرمۃ حصب حطب بالحبشیۃ *

اشارہ ہے آیت کریمہ: انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم انتم لہا واردون، پ۱۷ ع ۷) بلاشبہ تم اور جس کو تم خدا کے سوا پوج رہے ہو سب جہنم میں جھونکے جاؤ گے (اور) تم سب اس میں داخل ہو گے (اس میں وہ انبیار اور فرشتے داخل نہیں ہو سکتے جن کو دنیا میں بعض مشرکین نے خدا اور معبود بنا لیا تھا کیونکہ ان میں ایک مانع شرعی موجود ہے کہ وہ اس کے مستحق نہیں اور نہ اس کا اس میں کوئی قصور ہے)

* وقال غیرہ احسوا توقعوہ من احسست *

اشارہ ہے آیت کریمہ: فلما احسوا بأسنا اذا ہم منہا یرکضون، پ۱۷ ع ۲) تو جب ان ظالموں

نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو اس بستی سے بھاگنے لگے (تاکہ عذاب سے بچ جائیں)
اور غیر عکرمہ (ابو عبیدہ معمر بن مثنی) نے کہا کہ آیت میں احسّوا کے معنی ہیں توقعوا یعنی جب ہمارے عذاب کی توقع آہٹ پائی۔ یہ لفظ احسستُ یعنی احساس مصدر سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں محسوس کرنا حواس خمسہ ظاہرہ سے معلوم کرنا جیسے آنکھ سے دیکھ کر، کان سے سنکر وغیرہ۔

❁ خامدین ھامدین ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ، حتی جعلنٰھم حصیدا خامدین، پ۱۷ع۲) یہاں تک کہ ہم نے ان کو ایسا (نیست و نابود) کر دیا جس طرح کھیتی کٹ گئی ہو یا آگ بجھ گئی ہو۔
فرماتے ہیں کہ خامدین بمعنی ھامدین ہے، یعنی مرا ہوا، بجھا ہوا، وکذا فسرہ ابو عبیدہ رح۔

❁ حَصِیدٌ مستاصَلٌ یقع علی الواحد والاثنین والجمیع ❁

اشارہ ہے آیت مذکورہ ہی کی طرف، جعلنٰھم حصیدًا، الآیۃ۔ فرماتے ہیں کہ حصید کے معنی ہیں جڑسے کٹا ہوا، یہ لفظ واحد تثنیہ اور جمع سب کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

❁ لایَسْتَحْسِرون لا یَعْیُون ومنه حسِیرٌ وحسرتُ بعیری ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ، لایستکبرون عن عبادته ولا یستحسرون، پ۱۷ع۲) وہ نہ ان کی عبادت سے سرتابی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔
فرماتے ہیں کہ لایستحسرون کے معنی ہیں لایعیون، یعنی تھکتے نہیں ہیں اور اسی سے ہے حَسِیر تھکا ہوا، اور حسرتُ بعیری، میں نے اپنے اونٹ کو تھکا دیا۔

❁ عمیقٌ بعیدٌ ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ، یاتین من کل فج عمیق، پ۱۷ع۱۱) چلے آئیں ہر دور دراز راستوں سے۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں عمیق بمعنی بعید ہے اور فجّ کے معنی ہیں درّہ، دو پہاڑوں کے درمیان کا راستہ۔

نوٹ یہ لفظ اس سورت (یعنی سورۂ انبیاء) میں نہیں ہے بلکہ آنے والی سورت سورۂ حج کا ہے، غالبًا کاتب نے غلطی سے اس کو سورۂ انبیاء میں لکھ دیا ہے۔

بعض حضرات نے یہاں ناکام توجیہ کی کوشش کی ہے کہ اس سورہ میں لفظ فجاجا ہے، جو فج کی جمع ہے، بس اس ادنیٰ مناسبت سے یہاں ذکر کر دیا گیا۔ علامہ عینی رح اس توجیہ سے خوش نہیں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ فیہ ما فیہ۔

❁ نُکِسُوا رُدُّوا ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ، ثم نُکِسُوا علی رؤسھم، پ۱۷ع۵) پھر (شرمندگی کے مارے) اپنے سروں کو جھکا لیا
فرماتے ہیں کہ آیت میں نُکِسُوا بمعنی رُدُّوا (ماضی مجہول) ہے یعنی کفر کی طرف لوٹا دیئے گئے،

یہی تفسیر جلالین میں علامہ محلی رونے کی ہے، دراصل نکسؔ کے معنی ہیں اوندھا کردینا، اور ایک قرأت بتشدید الکاف ہے

صَنعَۃَ لَبُوسٍ الدُّروع

اشارہ ہے آیت کریمہ، وعلّمناہ صنعۃ لبوسٍ لّکم لتحصنکم من بأسکم الآیۃ پ۱۷ ع۶) اور ہم نے ان کو یعنی داؤد کو زرہ (بنانے) کی صنعت تم لوگوں کے (نفع کے) واسطے سکھلائی تاکہ وہ (زرہ) تم کو (لڑائی میں) ایک دوسرے کی زد سے بچائے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں صنعۃ لبوس کے معنی ہیں زرہیں بنانا۔ لبوس جمع ہے لبسؔ کی جس کا معنی ہے لباس، لوہے کی زرہ، یہاں آخری معنی مراد ہے اسی سے اس کی تفسیر کی گئی ہے دُروع سے لوہے کی بنی ہوئی زرہیں

تَقَطَّعُوا اَمرَھُم اِختَلَفُوا

اشارہ ہے آیت کریمہ، وتقطعوا امرھم بینھم کلٌّ الینا راجعون، پ۱۷ ع۶) اور ان لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کرلیا (مگر اس کی سزا دیکھیں گے کیونکہ) سب ہمارے پاس آنے والے ہیں، فرماتے ہیں کہ تقطعوا امرھم کے معنی ہیں اختلاف پیدا کرلیا، جدا جدا طریقہ اختیار کرلیا۔

الحَسِیسُ والحِسُّ والجَرسُ والھَمسُ واحد وھو من الصوت الخفیّ

اشارہ ہے آیت کریمہ، لایسمعون حسیسھا الآیۃ، پ۱۷ ع۷) وہ لوگ (اہل جنت) اس کی (یعنی دوزخیوں کی) آہٹ بھی نہ سنیں گے۔

فرماتے ہیں حسیس اور حس اور جرس اور ہمس ان سب کے معانی ایک ہیں، یعنی پست آواز۔

آذَنَّاکَ اَعلَمنَاکَ آذَنتُکُم اِذَا اَعلَمتَہٗ فَاَنتَ وھو علٰی سواءٍ لم تَغدِر

اشارہ ہے آیت کریمہ، قالوا آذنّاک ما منّا من شھید، پ۲۵ ع۱) وہ کہیں گے کہ (اب تو) ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ ہم میں کوئی (اس عقیدہ کا) مدعی نہیں (یعنی اپنی غلطی کے مقر ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں آذنّاک کا معنی ہے ہم نے تجھ کو اطلاع دیدی، خبر کردی، آذنتکم میں نے تم کو خبر کردی، عرب آذنتکم اس وقت بولتے ہیں جب تو اس کو اطلاع دیدے پس تو اور وہ یعنی مخاطب برابر ہوگئے اور تو نے اس سے کوئی دغا نہیں کی۔

واضح رہے کہ آذنّاک کا لفظ اس سورت میں نہیں ہے بلکہ سورہ حم سجدہ کا ہے لیکن یہاں استطرادًا لایا ہے چونکہ اس سورت میں، فان تولوا فقل آذنتکم علی سواءٍ الآیۃ، پ۱۷ ع۷) پھر بھی یہ لوگ (اس کے قبول کرنے سے سرتابی کریں) تو آپ (بطور اتمام حجت) فرما دیجئے میں تمکو واضح اطلاع کرچکا ہوں

وقال مجاھدٌ لعلکم تُسألون تُفھَمُون

اشارہ ہے آیت کریمہ: لاترکضوا وارجعوا الٰی ما اُترفتم فیہ ومسٰکنکم لعلکم تسئلون، پ۱۷ ع۲) بھاگو مت اور اپنے سامان عیش اور اپنے مکانات کی طرف واپس چلو شاید تم سے کوئی پوچھے پاچھے (کہ تم پر کیا

گذری، مقصود اس سے بطور تعریض کے ان کی احمقانہ جسارت پر تنبیہ ہے کہ جس سامان اور مکان پر تم کو ناز تھا اب نہ وہ سامان رہا نہ مکان، نہ کسی دوست ہمدرد کا نام و نشان رہا۔

اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ لعلکم تسئلون کے معنی ہیں تفہمون، یعنی شاید تم سمجھو۔

ارتضی رضی

اشارہ ہے آیت کریمہ: یعلم مابین ایدیھم وما خلفھم ولا یشفعون الا لمن ارتضی وھم من خشیتہ مشفقون، (پ ع ۲) اللہ تعالیٰ ان کے اگلے پچھلے احوال کو (خوب) جانتا ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کی جس کیلئے (شفاعت کرنے کی) اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ ارتضی کا معنی ہے راضی ہوا، پسند کیا۔

التماثیل الاصنام

اشارہ ہے آیت کریمہ: ما ھٰذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون۔ پ ع ۵) کیا (واہیات) مورتیں ہیں جن (کی عبادت) پر تم جمے بیٹھے ہو (یعنی یہ مورتیاں ہرگز قابل عبادت نہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں تماثیل کے معنی ہیں بت، مورتیں۔

السجل الصحیفۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ: یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب، الآیۃ پ ع ۷) جس روز ہم (نفخہ اولیٰ کے بعد) آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضامین کا کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ سجل کے معنی ہیں صحیفہ، نوشتہ۔

باب قولہ کما بدأنا اول خلق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ پ ع ۷) ترجمہ و تشریح حدیث شریف میں آرہی ہے۔

(۴۶۱) حدثنا سلیمٰن بن حرب قال حدثنا شعبۃ عن المغیرۃ بن النعمان شیخ من النخع عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انکم محشورون الی اللہ عزوجل حفاۃ عراۃ غرلا کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین۔ ثم ان اول من یکسی یوم القیٰمۃ ابراھیم الا انہ یجاء برجال من امتی فیوخذ بھم ذات الشمال فاقول یارب اصحابی فیقال لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح۔ وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم۔ الی قولہ شھید فیقال ان ھٰؤلاء لم یزالوا مرتدین الی اعقابھم منذ فارقتھم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور فرمایا کہ تم سب قیامت کے دن ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور جمع کئے جاؤ گے (اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے، ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرنے کے وقت (ہر چیز کی) ابتدا کی تھی، اسی طرح (آسانی سے) اس کو دوبارہ پیدا کردینگے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے، ہم ضرور (اس کو پورا) کریں گے۔ پھر سب سے پہلے قیامت کے روز حضرت ابراہیم ؑ کو کپڑے پہنائے جائیں گے، سن لو میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے، پھر انھیں بائیں جانب (یعنی دوزخیوں میں) لے جایا جائے گا، تو میں عرض کروں گا "اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھ والے ہیں، ارشاد ہوگا، آپ کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کرتوت کئے ہیں اس وقت میں وہی کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے (عیسیٰ ؑ) نے کہا وکنت علیھم شھیدا۔ الآیۃ پ ۷ ع ۶) میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں (موجود) رہا (بس اس وقت تک کا حال تو میں نے مشاہدہ کیا ہے اس کے متعلق بیان کرسکتا ہوں) پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھا لیا (یعنی اول بار میں تو زندہ آسمان کی طرف اور دوسری بار میں وفات کے طور پر) تو (اس وقت صرف) آپ اُن (کے احوال) پر مطلع رہے الخ ارشاد ہوگا (یعنی مجھ سے کہا جائے گا) یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل اسلام سے پھر گئے تھے جب آپ ان سے جدا ہوئے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضیٰ فی کتاب الانبیاء ص ۴۷۳ وایضاً فی تفسیر المائدہ ص ۶۶۵ وھھنا ص ۶۹۳ وفی الرقاق ص ۹۶۶۔

الفاظ کی تحقیق شیخ بالجر بدلا من سابقہ، النخع بفتح النون والخاء المعجمۃ وبالعین المہملۃ وہی قبیلۃ کبیرۃ من مذحج واسم النخع جسر بن عمرو قیل لہ النخع لانہ انتخع عن قومہ ای بعد عنہم ونزلوا فی الاسلام الکوفۃ (عمدہ ص ۶۵/۱۹) حفاۃ۔ بضم الحاء جمع حافٍ از سمع حفا ننگے پاؤں چلنا، عراۃ بضم العین ننگے بدن والا، عاری کی جمع۔ غرلا بضم الغین المعجمۃ جمع اغرل، غیر مختون۔

اصحابی سے مراد کون لوگ ہیں اس حدیث میں اصحابی سے مراد عرب کے چند گنوار لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد مرتد ہوگئے تھے۔

روافض بدبخت گمراہ ہیں روافض بدبخت اس حدیث کا مطلب یہ نکالتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بجز چند صحابہ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گمراہ اور مرتد ہوگئے تھے، صرف یہ حضرات حضرت جابر بن عبد اللہ، ابوذر غفاری، مقداد بن اسود، اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اسلام پر قائم رہے، معاذ اللہ یہ روافض بدبخت ہیں، صحابۂ کرام رضہ سب کے سب اسلام پر قائم رہے اور اسلام کی اشاعت کرتے رہے، بالخصوص عشرۂ مبشرہ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی اور قرآن شریف ان بزرگوں کے فضائل سے بھرا ہوا ہے، نیز احادیث صحیحہ ان کے مناقب وفضائل میں ناطق وشاہد ہیں، اخص الخصوص حضرات شیخین ابوبکر وعمر فاروق رضی اللہ عنہما، جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیر اور وزیر رہے، ان کی تکفیر بے دین ہی کرسکتا ہے۔ اہل ایمان کے لئے ممکن نہیں۔

بخاری شریف ص ۶۹۳

سورۃ الحجّ

سورۂ حج مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھہتر آیتیں ہیں اور دس رکوع۔

خصوصیات سورت اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں، علامہ قسطلانی رح فرماتے ہیں، سورۃ الحج مکیہ الا ہذان خصمان الی تمام ثلاث آیات او اربع الی قولہ عذاب الحریق وثمان وسبعون آیۃ (قسطلانی سورۃ الحج) علامہ عینی رح حدیث نقل کرتے ہیں، عن ابن عباس وابن الزبیر رضی اللہ عنہما انہما قالا نزلت سورۃ الحج بالمدینۃ وقال مقاتل بعضہا مکی وقال ہبۃ بن سلامۃ ہی من اعاجیب سور القرآن لان فیہا مکیا ومدنیا وسفریا وحضریا وحربیا وسلمیا ولیلیا ونہاریا (عمدہ) یعنی حضرت ابن عباس اور ابن زبیر رض فرماتے ہیں کہ سورۂ حج مدینہ میں نازل ہوئی اور مقاتل سے منقول ہے کہ بعض آیتیں مکی بھی ہیں اور ہبۃ بن سلامۃ نے فرمایا ہے کہ اس سورت کے عجائب میں سے یہ بات ہے کہ اس کی آیات کا نزول بعض کا رات میں بعض کا دن میں، بعض کا سفر میں بعض کا حضر میں، بعض کا مکہ میں، بعض کا مدینہ میں بعض کا جنگ وجہاد کے وقت، اور بعض کا صلح وامن کی حالت میں ہوا ہے اور اس میں بعض آیتیں ناسخ ہیں اور بعض منسوخ۔

وقال ابن عیینۃ المخبتین المطمئنین

اشارہ ہے آیت کریمہ، وبشر المخبتین، (پ ۱۷ ع ۱۲) اور آپ خوشخبری سنا دیجئے ان لوگوں کو جو احکام الٰہیہ کے سامنے) گردن جھکاتے ہیں۔

اور سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ آیت میں مخبتین کے معنی ہیں مطمئنین، یعنی اللہ کی تقدیر وقضاء پر راحت وکلفت، فراخی وتنگی ہر حال میں مطمئن وراضی رہتے ہیں۔ وقال ابن عباس رض المتواضعین الخاشعین، وقال عمرو بن اوس ہم الذین لا یظلمون واذا ظلموا لم ینتصروا (قسطلانی) یعنی عمرو بن اوس فرماتے ہیں کہ مخبتین وہ لوگ ہیں جو لوگوں پر ظلم نہیں کرتے اور اگر کوئی ان پر ظلم کرے تو اس سے بدلہ نہیں لیتے۔

وقال ابن عباس فی اُمنیتہ اذا حدث القی الشیطان فی حدیثہ فیُبطِلُ اللّٰہُ ما یُلقی الشیطان ویُحْکِمُ آیاتہ ویقال اُمنیتُہٗ قراءتہ اِلّا اَمانِیَّ یقرؤن ولا یکتبون

اشارہ ہے آیت کریمہ، وَمَا ارسلنا من قبلك من رسولٍ ولا نبیٍّ اِلّا اذا تمنّٰی القی الشیطٰنُ فی امنیتہ فینسخ اللّٰہ ما یلقی الشیطٰن ثم یُحکِمُ اٰیاتہ، الآیۃ، پ ۱۷ ع ۱۴) اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ جو شیطان کے اغواء سے آپ سے مجادلہ کرتے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ) ہم نے آپ کے قبل کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے (اللہ کے احکام میں سے) کچھ پڑھا تب ہی شیطان نے اس کے پڑھنے میں (کفار کے قلوب میں) شبہ (اور اعتراض) ڈالا اور کفار ان ہی شبہات اور

اعتراضات کو پیش کر کے انبیاء سے مجادلہ کیا کرتے جیساکہ دوسری آیت میں ارشاد ہے وکذالک جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا وان الشیٰطین لیوحون الی اولیاءھم لیجادلوکم) پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو (جوابات قاطعہ ودلائل واضحہ سے) نیست ونابود کر دیتا ہے (جیساکہ ظاہر ہے کہ جواب صحیح کے بعد اعتراض دفع ہوجاتا ہے) پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات (کے مضامین) کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے (گو وہ فی نفسہا بھی مستحکم تھیں، لیکن اعتراضات کے جواب سے اس استحکام کا زیادہ ظہور ہوگیا)۔

وقال ابن عباس الخ اور حضرت ابن عباس رضؓ نے آیت کریمہ " اذا تمنیٰ القی الشیطٰن فی امنیتہ کی تفسیر میں فرمایا۔ اذا حدث القی الشیطٰن فی حدیثہ الخ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کلام کرتے ہیں، یعنی آیات کی تلاوت کرتے ہیں (اللہ کا پیغام سناتے ہیں) تو شیطان آپ کی تلاوت میں اپنی طرف سے کچھ ملانے کی کوشش کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے بات کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو محکم اور ثابت رکھتا ہے۔

ویقال امنیتہ قراءتہ :۔ اور کہا جاتا ہے کہ اُمنیّۃ کے معنی قراَت (تلاوت) کے ہیں اور امام بخاریؒ نے اس کے استشہاد میں سورۂ بقرہ کی آیت پیش کیا ہے ومنھم اُمیّون لایعلمون الکتاب الا امانیّ الآیۃ پ۱ ع۹) فرماتے ہیں کہ اس آیت میں الا امانیّ کے معنی ہیں الا مایقرؤن ولایکتبون یعنی مگر پڑھتے ہیں لیکن لکھتے نہیں ہیں۔

غرانیق العلیٰ کے نام سے بے بنیاد کہانی

جمہور مفسرین کے نزدیک امانیّ کے معنی ہیں ٹھہرائے ہوئے خیالات، آرزوئیں۔ ابن ابی حاتم اور طبری وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ عن ابن عباس رضؓ قال قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ النجم فلما بلغ۔ افرأیتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخری " القی الشیطان علی لسانہ ـــ تلک الغرانیق العُلیٰ ۞ وان شفاعتھن لترتجیٰ ـــ فقال المشرکون ماذکرالھتنا بخیر قبل الیوم فسجد وسجدوا فنزلت ھذہ الآیۃ (عمدہ ۶۶/۱۹)

خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں سورۂ والنجم کی تلاوت فرمائی، تو جب آپؐ اس آیت پر پہونچے " افرأیتم اللات والعزیٰ ومنات الثالثۃ الاخریٰ تو شیطان نے آپؐ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ ڈالدیئے۔ تلک الغرانیق العُلیٰ ۞ وان شفاعتھن لترتجیٰ۔ تو جو مشرکین مجلس میں موجود تھے، یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ آج سے پہلے تو آنحضورؐ نے ہمارے معبودوں کی تعریف نہیں کی، پس جب حضورؐ نے سجدہ کیا تو سارے مشرکین سجدہ میں شریک ہوگئے، علامہ عینیؒ طبری کی مذکورہ روایت نقل کر کے فرماتے ہیں " وقال ابن العربی ذکر الطبری ذالک روایات۔

کثیرۃ باطلۃ لا اصل لہا. وقال عیاض ہذا الحدیث لم یخرجہ احد من اہل الصحۃ ولا رواۃ ثقۃ بسند سلیم متصل مع ضعف نقلتہ واضطراب روایاتہ وانقطاع اسنادہ الخ حضرات محدثین ومحققین رحمہم اللہ نے اس بے بنیاد کہانی کی شدت سے تردید کی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالقادر اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ نبی کو ایک حکم یا خبر اللہ کی طرف سے آتی ہے اس میں ہرگز ذرہ بھر تفاوت نہیں ہو سکتا، اور ایک اپنے دل کا خیال (اور رائے کا اجتہاد) ہے وہ کبھی ٹھیک پڑتا ہے کبھی نہیں جیسے حضرت صلعم نے خواب میں دیکھا (اور نبی کا خواب وحی ہوتا ہے) کہ آپ مدینہ سے مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ کیا، خیال میں آیا کہ شاید امسال ایسا ہوگا (چنانچہ عمرہ کی نیت سے سفر شروع کیا لیکن درمیان میں احرام کھولنا پڑا) اور اگلے سال خواب کی تعبیر پوری ہوئی، پھر اللہ تعالیٰ تبلا دیتا ہے کہ جتنا حکم یا وعدہ تھا اس میں سر مو تفاوت نہیں ہاں نبی کے ذاتی خیال واجتہاد میں تفاوت ہو سکتا ہے گو نبی اصل پیشین گوئی کے ساتھ ملا کر اپنے ذاتی خیال کی اشاعت نہیں کرتا بلکہ دونوں کو الگ رکھتا ہے باقی اس صورت میں القاء کی نسبت شیطان کی طرف ایسی ہوگی جیسی وما انسانیہ الا الشیطان ان اذکرہ میں انساء کی نسبت اس کی طرف کی گئی ہے، واللہ اعلم۔

احقر کے نزدیک (یعنی حضرت علامہؒ کے نزدیک) بہترین اور سہل ترین تفسیر وہ ہے جس کی مختصر اصل سلف سے منقول ہے یعنی تمنی کو بمعنی قرأت وتلاوت یا تحدیث کے اور امنیتہ کو بمعنی متلو یا حدیث کے لیا جائے مطلب یہ ہے کہ قدیم سے یہ عادت رہی ہے کہ جب کوئی نبی یا رسول کوئی بات بیان کرتا یا اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا تو شیطان اس بیان کی ہوئی بات یا آیت میں طرح طرح کے شبہات ڈال دیتا یعنی بعض باتوں کے متعلق بہت لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کر کے شکوک وشبہات پیدا کر دیتا ہے، مثلاً نبی نے آیت حُرِّمَتْ علیکم المیتۃ الخ پڑھ کر سنائی، شیطان نے شبہ ڈالا کہ دیکھو اپنا مارا ہوا تو حلال اور اللہ کا مارا ہوا حرام کہتے ہیں یا آپ نے انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم پڑھا، اس نے شبہ ڈالا کہ وما تعبدون منہ دون اللہ میں حضرت مسیح وعزیر اور ملائکۃ اللہ بھی شامل ہیں، یا آپ نے حضرت مسیح کے متعلق پڑھا کلمۃ اللہ القاہا الی مریم وروح منہ شیطان نے سمجھایا کہ اس سے حضرت مسیح کی ابنیت والوہیت ثابت ہوتی ہے، اس القاء شیطانی کے ابطال ورد میں پیغمبر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وہ آیات سناتے ہیں جو بالکل صاف اور محکم ہوں اور ایسی پکی باتیں تبلاتے ہیں جن کو سنکر شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہ رہے۔ (فوائد عثمانی ۳۴۵)

رسول اور نبی کا فرق

اس آیت کریمہ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اور نبی دو الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں، کیونکہ عطف مغایرت پر دلالت کرتا ہے، ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ اس میں اقوال مختلف ہیں، مشہور اور واضح یہ ہے کہ نبی تو اس شخص کو کہتے ہیں جس کو اللہ کی طرف سے منصب نبوت قوم کی اصلاح کے لئے عطا ہوا ہو اور اس کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آتی ہو خواہ اس کی کوئی مستقل

کتاب اور شریعت دی جائے یا کسی پہلے نبی ہی کی کتاب اور شریعت کی تبلیغ کیلئے مامور ہو پہلے کی مثال حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور دوسرے کی مثال حضرت ہارونؑ کی ہے جو حضرت موسیٰؑ کی کتاب تورات اور ان ہی شریعت کی تبلیغ و تعلیم کے لئے مامور تھے۔

اور رسول وہ ہے جس کو مستقل شریعت اور کتاب ملی ہو، اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے مگر ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں یہ تقسیم انسانوں کے لئے ہے فرشتہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر آتا ہے اس کو رسول کہنا اس کے منافی نہیں۔ (معارف القرآن)

وقال مجاهدٌ مَشِيد بالقصة

اشارہ ہے آیت کریمہ "وبئرٍ مُعَطَّلَةٍ و قصرٍ مَشِيد، پ۱۷ ع ۱۳) اور بہت سے بیکار کنویں (جو پہلے آباد تھے) اور بہت سے پختہ قلعی چونے کے محل (جواب شکستہ ہو گئے یہ سب ان بستیوں کے ساتھ تباہ ہوئے")
اور مجاہد نے بیان کیا کہ مشید کے معنی ہیں چونا سے مضبوط کیا ہوا، پلاستر و قلعی کیا ہوا۔

وقال غيره يسطون يفرطون من السَّطوة ويقال يسطون يبطشون

اشارہ ہے آیت کریمہ: واذا تُتلى عليهم اٰيٰتُنا بيّنٰتٍ تعرف فی وجوه الذين كفروا المنكر يكادون يسطون بالذين يتلون عليهم اٰيٰتنا، الآیہ، پ۱۷ ع ۱۲) اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو کہ خوب واضح ہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تم کافروں کے چہروں میں (بوجہ ناگواری باطنی کے) برے آثار دیکھتے ہو (جیسے چہرے پر بل پڑجانا، ناک چڑھ جانا، تیور بدل جانا اور ان آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ) قریب ہے کہ ان لوگوں پر حملہ کر بیٹھیں جو ہماری آیتیں ان کے سامنے پڑھ رہے ہیں۔
اور مجاہدؒ کے غیر (ابو عبیدہ) نے کہا یسطون کے معنی ہیں یفرطون یعنی زیادتی کر بیٹھیں، حملہ کر بیٹھیں یسطون مشتق ہے سطوۃ سے بمعنی حملہ کرنا بعضوں نے کہا کہ یسطون کا معنی ہے یبطشون سخت پکڑیں۔

وهدوا الى الطيّب من القول اُلهموا الى القراٰن

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ وهدوا الى الطيّب من القول الآیۃ، پ۱۷ ع ۱۰) اور کلمہ طیب کی ہدایت ہو گئی تھی، فرماتے ہیں کہ آیت میں طیّب من القول سے مراد قرآن ہے، یعنی قرآن کی طرف الہام کئے گئے، حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ کلمہ طیب سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے۔

قال ابن عباس بسَبَبٍ بحَبْلٍ الى سقف البيت

اشارہ ہے آیت کریمہ؛ فليمدد بسَبَبٍ الى السّماء، الآیۃ پ۱۷ ع ۹) پس چاہئے کہ آسمان تک ایک رسی تان لے ـــــ فرماتے ہیں کہ آیت میں سَبَب کی تفسیر ابن عباسؓ نے کی ہے، بحبل الی سقف البیت سے یعنی رسی جو چھت تک لگی ہو۔

تذهل تشغل

اشارہ ہے آیت کریمہ "یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ الآیۃ پ۱۷ ع ۸) جس روز تم لوگ اس (زلزلۂ قیامت) کو دیکھو گے اس روز تمام دودھ پلانے والیاں (ہیبت و دہشت کی وجہ سے) اپنے دودھ پیتے (بچہ) کو بھول جاوے گی۔ الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں تذھل بمعنی تشتغل ہے یعنی بھول جائے گی، مشتق ہے ذہول سے جس کے معنی کسی شئی میں اس طرح مشغول ہونے کے ہیں کہ غم اور بھول پیدا ہو جائے۔

باب قولہ "وتری الناس سکاری"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ پ۱۷ ع ۸) اور تم دیکھو گے لوگوں کو نشہ میں مست الخ

یہ آیت حدیث پاک میں آرہی ہے۔

(۲۵) حدثنا عمر بن حفص قال حدثنا ابی قال حدثنا الاعمش قال حدثنا ابو صالح عن ابی سعید الخدری قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ یوم القیامۃ یا آدمُ یقول لبیک ربنا وسعدیک فینادی بصوتٍ اِنّ اللہ یامرک ان تُخرج من ذریتک بعثاً الی النار قال یا رب وما بعثُ النار قال من کل الفٍ اُراہ قال تسعَ مائۃٍ وتسعۃ وتسعین فحینئذٍ تضع الحاملُ حملها ویشیب الولیدُ وتری الناس سکاری وماھم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید فشق ذالک علی الناس حتی تغیرت وجوھھم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یاجوج وماجوج تسعَ مائۃٍ وتسعۃ وتسعین ومنکم واحدٌ ثم انتم فی الناس کالشعرۃ السوداء فی جنب الثور الابیض او کالشعرۃ البیضاء فی جنب الثور الاسود وانی لارجوان تکونوا رُبعَ اھل الجنۃ فکبرنا ثم قال ثلث اھل الجنۃ فکبرنا ثم قال شطر اھل الجنۃ فکبرنا وقال ابواسامۃ عن الاعمش تری الناس سُکاری وماھم بسُکاری قال من کلّ الف تسع مائۃ وتسعۃ وتسعین وقال جریر وعیسیٰ بن یونس وابومعاویۃ سَکْرَیٰ وماھم بسکریٰ

ترجمہ:۔ حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (آدم ؑ سے) فرمائے گا، اے آدم! وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب میں حاضر ہوں فرمانبرداری کے لئے، پروردگار آواز سے پکارے گا (یا فرشتہ پروردگار عالم کی طرف سے آواز دیگا) کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے دوزخ کا جتھا نکالو (یعنی اپنی اولاد و نسل میں سے ان لوگوں کو نکالو جو جہنم کے مستحق ہیں) آدم ؑ عرض کریں گے اے پروردگار جہنم کے جتھا کی کیا تعداد ہوگی؟ حکم ہوگا (راوی نے کہا میں سمجھتا ہوں) ہر ہزار آدمیوں میں سے نوسو ننانوے ۹۹۹ (گویا ہزار میں ایک جنتی ہوگا) یہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ حاملہ عورت کا حمل گر جائے گا، اور بچہ (فکر کے مارے) بوڑھا ہو جائے گا (یعنی جو بچپن میں مرا ہو) اور تو قیامت کے دن لوگوں کو ایسا دیکھے گا جیسے وہ نشہ میں متوالے ہو رہے ہیں، حالانکہ ان کو نشہ نہ ہوگا لیکن اللہ

کا عذاب ہے ہی سخت (یعنی محض دہشت اور خوف کی وجہ سے یہ کیفیت ہو گی) یہ حدیث مجلس میں موجود صحابہ پر سخت گذری، ان کے چہروں کا رنگ (مارے خوف کے) بدل گیا اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی تسلی کے لئے فرمایا (کہ تم اتنا کیوں ڈرتے ہو) نوسو ننانوے افراد یاجوج ماجوج (اور ان کی طرح دوسرے کفار ومشرکین) کے ہوں گے (جو جہنم میں ڈالے جائیں گے) اور تم میں سے ایک ہو گا (یعنی ہزار میں سے ایک تم میں سے ہو گا جو جنت میں لے جایا جائے گا) غرض تم لوگ محشر میں دوسرے لوگوں کی نسبت (یعنی اہل دوزخ کی نسبت) ایسے ہوگے جیسے سفید بیل کے جسم پر ایک سیاہ بال ہوتا ہے، یا بالکل سیاہ بیل کے جسم پر ایک بال سفید ہوتا ہے اور مجھکو یہ امید ہے کہ تم لوگ (یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اہل ایمان) سارے جنتیوں کے ایک چوتھائی ہوگے (باقی تین حصوں میں اور سب امتیں ہوں گی) یہ سن کر ہم نے اللہ اکبر کہا پھر آپ نے فرمایا تم اہل جنت کے ایک تہائی ہوگے پھر ہم نے (مارے خوشی کے بطور شکر اللہ اکبر کہا، پھر آپ نے فرمایا کہ تم اہل جنت کے آدھے ہوگے، ہم نے پھر اللہ اکبر کہا، ابو اسامہ نے اعمش سے (اعمش نے صالح سے اور انھوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے) یوں روایت کی " وتری الناس سُکارٰی وماھو بسُکارٰی (جیسے مشہور قرأت ہے) اور کہا کہ ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے ۹۹۹ نکالو (ان کی روایت حفص بن غیاث کے موافق ہے) اور جریر بن عبد الحمید اور عیسٰی بن یونس اور ابو معاویہ نے (عن الاعمش باسنادہ) یوں قرأت کی ہے۔ وتری الناس سَکرٰی وماھو بسکرٰی (یعنی بصیغہ مفرد، یہی قرأت حمزہ اور کسائی کی ہے (قسطلانی)

تشریح

مطابقته للترجمة ظاہرة۔

والحدیث مضی فی الانبیاء ص۴۷۲ وہنا فی التفسیر ص۶۹۳ تا ص۶۹۴۔

ایک سوال وجواب

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیت کریمہ " وتری الناس سکارٰی الآیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے احوال وشدائد سے سب پر گھبراہٹ ہو گی اور اتنی شدید ہو گی کہ سب مدہوش نظر آئیں گے، حالانکہ سورۂ انبیاء میں ارشاد خداوندی ہے لا یحزنھم الفزع الاکبر الآیۃ

جواب۱:- کچھ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس خوف سے مستثنیٰ ہوں گے، فلا اشکال۔

جواب۲:- اگر یہ گھبراہٹ سب کو عام ہو تو نیک بندوں کیلئے گھبراہٹ کا زمانہ انتہائی قلیل ہو گا اسلئے وہ کالعدم ہے مزید تفصیل کتاب الرقاق میں آئے گی ان شاء اللہ۔

❋ باب قوله، وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ عَلٰى حَرْفٍ " شكٍّ فَاِنْ اَصَابَهُ خَيْرُ ن اطْمَاَنَّ بِهِ فَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ن انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ " الى قوله هو الضلال البعيد ❋

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :- ومن الناس الآیۃ پ۱۷ ع ۹) اور بعض آدمی اللہ کی عبادت (ایسے طور پر) کرتا ہے (جیسے کوئی کسی چیز کے) کنارے پر (کھڑا ہو اور موقع پاکر چلدینے پر تیار ہو) پھر اگر اس کو کوئی (دنیوی) نفع پہونچ گیا تو اس کی وجہ سے (ظاہری) قرار پالیا اور اگر اس پر کچھ آزمائش ہو گئی تو منہ اٹھاکر (کفر کی طرف) چلدیا (جس سے) دنیا

وآخرت دونوں کو کھو بیٹھا یہی ہے کھلا نقصان (دنیا کا نقصان تو دنیاوی آزمائش جو کسی مصیبت سے ہوتی وہ ظاہر ہی ہے اور آخرت کا نقصان یہ ہوا کہ اسلام اور) خدا کو چھوڑ کر اس چیز کی عبادت کرنے لگا جو (اس قدر عاجز اور بے بس ہے کہ نہ اس کو نقصان پہونچا سکتی ہے نہ نفع پہونچا سکتی ہے (یعنی اس کی عبادت نہ کرو تو کوئی نقصان پہونچانے کی اور کرو تو نفع پہونچانے کی کوئی قدرت نہیں، ظاہر ہے کہ قادر مطلق کو چھوڑ کر ایسی بے بس چیز کو اختیار کرنا خسارہ ہی خسارہ ہے) یہ انتہا درجہ کی گمراہی ہے۔

حدیث شریف سے مزید وضاحت ہوگی۔

(۲۶۶) حدثنی ابراهیم بن الحارث قال حدثنا یحیی بن ابی بکیر قال حدثنا اسرائیل عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال " ومن الناس من یعبد الله علی حرف " کان الرجل یقدم المدینة فان ولدت امرأته غلاما ونتجت خیله قال هذا دین صالح وان لم تلد امرأته ولم تنتج خیله قال هذا دین سوء

ترجمہ: حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے آپ نے آیت کریمہ " ومن الناس من یعبد الله علی حرف " کی تفسیر میں فرمایا کہ بعض لوگ مدینہ آتے (اور اپنے اسلام کا اظہار کرتے) اس کے بعد اگر اس کی بیوی کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا اور اس کی گھوڑی کبھی بچہ دیتی تو وہ کہتے کہ یہ دین (اسلام) بڑا اچھا دین ہے، لیکن اگر ان کے لڑکا نہ پیدا ہوتا اور گھوڑی کبھی کوئی بچہ نہ دیتی تو کہتے یہ تو برا دین ہے (یعنی منحوس ہے) اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة۔

شان نزول حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلعم ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں مقیم ہوگئے تو بعض ایسے لوگ بھی آکر مسلمان ہوجاتے تھے جن کے دل میں ایمان کی پختگی نہیں تھی اگر اسلام لانے کے بعد اس کی اولاد اور مال میں ترقی ہوگئی تو کہتا تھا کہ یہ دین اچھا ہے اور اگر اس کے خلاف ہوا تو کہتا تھا کہ برا دین ہے ایسے لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ یہ لوگ ایمان کے ایک کنارہ پر کھڑے ہیں اگر ان کو ایمان کے بعد دنیوی راحت اور مال وسامان ملا تو اسلام پر جم گئے اور اگر وہ بطور آزمائش کسی تکلیف و پریشانی میں مبتلا ہوئے تو دین سے پھر گئے۔

باب قوله هٰذان خصمان اختصموا فی ربهم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ هٰذان الآیہ پ۱۷ ع ۹) یہ دو فریق ہیں (ایک مومن دوسرا کافر) جنہوں نے اپنے پروردگار کے بارے میں جھگڑا کیا۔

(۲۶۷) حدثنا حجاج بن منهال قال حدثنا هشیم قال اخبرنا ابو هاشم عن ابی مجلز عن قیس بن عباد عن ابی ذر انه کان یقسم فیها ان هذه الآیة۔ هٰذان خصمان اختصموا فی

ربّهم نزلت فی حمزة وصاحبیه وعتبة وصاحبیه یوم برزوا فی یوم بدر رواه سفیٰن عن ابی هاشم وقال عثمان عن جریر عن منصور عن ابی هاشم عن ابی مجلز قوله ؁

ترجمہ :- حضرت ابوذر (جندب بن جنادہ رضؓ) سے روایت ہے وہ قسم کھاکر بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت هذان خصمان اختصموا فی ربّهم" حضرت حمزہ رضؓ اور آپ کے دونوں ساتھیوں (حضرت علی رضؓ اور حضرت عبیدہ بن حارث مسلمانوں کی طرف سے اور مشرکین کی طرف سے) عقبہ اور اس کے دونوں ساتھیوں (شیبہ اور ولید بن عتبہ) کے بارے میں نازل ہوئی تھی جس دن یہ لوگ غزوۂ بدر میں مقابلہ کیلئے نکلے، اس حدیث کو سفیان ثوری نے بھی ابوہاشم سے روایت کی ہے اور عثمان بن ابی شیبہ نے اس حدیث کو جریر سے انھوں نے منصور سے، انھوں نے ابوہاشم سے انھوں نے ابومجلز سے ابومجلز کا قول نقل کیا (مقصد یہ ہے کہ ثوری اور ہشیم نے اس کو ابوذر رضؓ تک پہونچایا اور دونوں ثقہ اور حافظ ہیں، بخلاف عثمان بن ابی شیبہ شیخ بخاری کے کہ انھوں نے ابومجلز کا قول موقوفاً نقل کیا ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاھرۃ۔
والحدیث مر فی المغازی ص۵۶۵۔

(۲۶۶) **حدثنا** حجاج بن منهال قال حدثنا معتمر بن سلیمان قال سمعت ابی قال حدثنا ابومجلز عن قیس بن عباد عن علی بن ابی طالب قال انا اوّل من یجثو بین یدی الرحمن للخصومة یوم القیمة قال قیسٌ وفیهم نزلت هذان خصمان اختصموا فی ربّهم قال هم الذین بارزوا یوم بدر علیٌّ وحمزةُ وعبیدةُ وشیبةُ بن ربیعةَ وعتبةُ بن ربیعةَ والولیدُ بن عتبةَ ؁

ترجمہ :- حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ میں پہلا شخص ہونگا جو خدائے رحمٰن کے سامنے قیامت کے دن فیصلہ کیلئے دوزانو ہو کر بیٹھے گا (یعنی سب سے پہلے خدا کے سامنے دوزانو بیٹھ کر اپنا مقدمہ پیش کروں گا) اور قیس بن عباد نے بیان کیا کہ ان ہی حضرات کے بارے میں آیت هذان خصمان اختصموا فی ربّهم" نازل ہوئی جو بدر کے دن مقابلہ کے لئے نکلے تھے یعنی حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہ رضؓ (مسلمانوں کی طرف سے) اور شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ (کافروں کی طرف سے)

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مر فی المغازی ص۵۶۵ وهنا فی التفسیر ص۶۹۴
مزید تشریح کیلئے نصر الباری کتاب المغازی ملاحظہ فرمائے۔

؁ سورة المؤمنین ؁ (بخاری شریف ص۶۹۴)

سورۂ مؤمنون مکی سورت ہے اس میں ایک سو اٹھارہ آیات ہیں اور چھ رکوع

ایک نسخہ ہے "سورۃ المومنون" کما فی الحاشیہ۔

وقال ابن عیینۃ سبع طرائق سبع سمٰوٰت

اشارہ ہے آیت کریمہ "ولقد خلقنا فوقکم سبع طرائق الآیۃ پ۱۸ ع۱) اور ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے (جن میں ملائکہ کے آمد و رفت کے لئے راہیں ہیں)

اور سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ سبع طرائق سے ساتوں آسمان مراد ہیں۔

لہا سابقون" سبقت لہم السعادۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ، اولئک یسارعون فی الخیرات وھم لہا سابقون، پ۱۸ ع۴) یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور وہ ان کی طرف سبقت کر رہے ہیں۔

حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں لہا سابقون کے معنی ہیں سبقت لہم السعادۃ یعنی ان کے لئے سعادت سبقت کر چکی ہے (ان کی قسمت میں سعادت لکھدی گئی ہے جس کی وجہ سے یہ نیکیوں کی طرف دوڑتے ہیں۔

قلوبہم وجلۃ خائفین

اشارہ ہے آیت کریمہ، والذین یؤتون ما آتوا وقلوبہم وجلۃ انہم الی ربہم راجعون، پ۱۸ ع۴) اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور (باوجود اللہ کی راہ میں دینے اور خرچ کرنے کے) ان کے دل اس سے خوفزدہ رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں وجلۃ کے معنی ہیں خائفین یعنی خوفزدہ، ڈرانے والے

تشریح حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ میں نے اس آیت کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ کام کرکے ڈرنے والے لوگ وہ ہیں جو زنا کرتے یا چوری کرتے ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں؟ حضور اقدس م نے فرمایا۔ نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں، صدقات دیتے ہیں اس کے باوجود اس بات سے ڈرتے ہیں کہ شاید ہمارے یہ اعمال (ہماری کسی کوتاہی کے سبب قبول نہ ہوں ایسے ہی لوگ نیک کاموں میں مسارعت کیا کرتے ہیں، رواہ الترمذی وابن ماجہ وغیرہ۔

قال ابن عباس ھیہات ھیہات بعید بعید

اشارہ ہے آیت کریمہ، ھیہات ھیہات لما توعدون، پ۱۸ ع۳) بعید بہت ہی بعید ہے وہ بات جو تم سے کہی جاتی ہے، حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ آیت میں ھیہات کے معنی بعید کے ہیں۔

فسئل العادین الملائکۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ " قالوا لبثنا یوما او بعض یوم فسئل العادین، پ۱۸ ع۶) وہ جواب دیں گے کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے ہونگے (اور سچ یہ ہے کہ ہمکو یاد نہیں) سو گننے والوں سے (یعنی فرشتوں سے)

پوچھ لیجئے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں فسئل العادین کے معنی ہیں گننے والے فرشتوں سے پوچھ لو (جو اعمال کا حساب رکھتے ہیں)

تشریح عدٌّ مصدر کا معنی ہے شمار کرنا، گننا اس کا اسم فاعل ہے عادٌّ اور اس کی جمع بحالت نصب ہے، عادّین جو اصل میں عادِدین تھا دو حرف ایک ہی جنس کے جمع ہو گئے اس لئے ایک کا ادغام دوسرے میں کر دیا گیا عادّین ہو گیا۔

لناکبون لعادلون

اشارہ ہے آیت کریمہ- وان الذین لایومنون بالاخرۃ عن الصراط لناکبون۔ (پ۱۸ ع۴) اور ان لوگوں کی جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ حالت ہے کہ اس (سیدھے) رستہ سے ہٹے جاتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں ناکبون کے معنی ہیں عادلون یعنی پھر جانے والے، اعراض کرنے والے۔

کالحون عابسون

اشارہ ہے آیت کریمہ، تلفح وجوھھم النار وھم فیھا کالحون۔ (پ۱۸ ع۶)، ان کے چہروں کو (اس جہنم کی) آگ جھلس دیگی اور اس (جہنم) میں ان کے منہ بگڑے (بدشکل ہوں گے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں کالحون کے معنی ہیں عابسون، یعنی ترش رو، بدشکل۔

من سلالۃ الولد والنطفۃ السلالۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ- ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین، (پ۱۸ ع۱) اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ (یعنی غذا) سے بنایا (یعنی اول مٹی ہوتی ہے پھر اس سے بذریعہ نباتات کے غذا حاصل ہوتی ہے، ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ سلالہ سے مراد ولد ہے اور نطفہ سلالہ ہے۔

تشریح من سلالۃ الولد- اس میں الولد مبتدا ہے اور من سلالۃ خبر یعنی ولد سلالہ ہے، سُلالہ کے معنی ہیں نچوڑی ہوئی چیز، نچوڑ، خلاصہ، یہ مشتق ہے سَلٌّ سے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو کسی چیز سے نچوڑنے اور کھینچنے کے، مطلب آیت کریمہ کا یہ ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا مٹی کے خلاصہ یعنی نچوڑی ہوئی چیز (ست) سے اور نطفہ سلالہ ہے یعنی خلاصہ اور نچوڑا ہوا ہے مٹی کا بواسطہ نباتات و غلہ کے۔

والجنۃ والجنون واحد

اشارہ ہے آیت کریمہ- أم یقولون بہ جنۃ، (پ۱۸ ع۴) یا یہ لوگ (نعوذ باللہ) آپ کی نسبت جنون کے قائل ہیں ــ فرماتے ہیں کہ جنۃٌ اور جنون دونوں کے معنی ایک ہیں۔

والغثاء الزبد وما ارتفع عن الماء ومالا ینتفع بہ

اشارہ ہے آیت کریمہ، فجعلنٰھم غثاء فبعدا للقوم الظٰلمین، (پ۱۸ ع۳) پھر ہم نے ان کو خس و خاشاک (کی طرح پامال) کر دیا، سو خدا کی مار کافر لوگوں پر۔

فرماتے ہیں کہ غثاء کے معنی ہیں جھاگ یعنی وہ چیز جو پانی کے اوپر اٹھ جاتی ہے اور جس سے کوئی نفع نہیں ہوتا۔

بخاری شریف ص۶۹۴

سورۃ النور

سورۂ نور مدنی ہے اس میں چونسٹھ ۶۴ آیات اور نو ۹ رکوع ہیں۔

من خلاله من بين اضعاف السحاب

اشارہ ہے آیت کریمہ: فتری الودق یخرج من خلاله، الآیۃ، پ۱۸ ع ۱۲) پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس (بادل) کے بیچ سے نکل کر آتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں من خلاله کے معنی ہیں بادل کے پردوں کے درمیان سے خلال جمع ہے خلل کی جس کا معنی ہے درمیان، وسط۔ اضعاف جمع ہے ضعف کی، اضعاف الکتاب، کتاب کے سطور کا فاصلہ الاضعاف من الجسد، اعضاء جسم یا ہڈیاں، یہاں اضعاف بمعنی سحاب ہے یعنی بادل کے پردے۔

سنا برقه الضياء

اشارہ ہے آیت کریمہ: یکاد سنا برقه یذهب بالابصار، پ۱۸ ع ۱۲) اس بادل کی بجلی کی چمک کی یہ حالت ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نے اب بینائی کو اچک لیا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں سنا برقه کے معنی ہیں ضیاء یعنی روشنی۔

مذعنين يقال للمستخذي مذعن

اشارہ ہے آیت کریمہ وان یکن لهم الحق یأتوا الیه مذعنین، پ۱۸ ع ۱۲) اور اگر ان کا حق ہو (کسی پر) تو آپ کے پاس چلے آتے ہیں فرمانبردار ہو کر۔

فرماتے ہیں کہ مستخذی کو مذعن کہا جاتا ہے، اشارہ ہے آیت میں مذعنین جمع ہے مذعن کی جس کے معنی ہیں تابعدار، فرمانبردار، اطاعت گذار

اشتاتا وشتى وشتات وشت واحد

اشارہ ہے آیت کریمہ: لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا، الآیۃ، پ۱۸ ع ۱۲) تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔

فرماتے ہیں کہ اشتات اور شتی (بتشدید التاء) اور شتات (بتخفیف التاء) اور شت (بتشدید التاء) چاروں کے معنی ایک ہیں ـــ واضح رہے کہ اشتات جمع ہے شت کی بمعنی متفرق۔

تشریح جمیعا حال ہے تاکلوا کے فاعل سے اور اشتاتا اسی پر عطف ہے اکثر مفسرین کا رجحان ہے کہ آیت کریمہ قبیلہ کنانہ کی ایک شاخ بنی لیث بن عمرو کے بارے میں نازل ہوئی یہ لوگ تنہا نہیں کھاتے تھے بلکہ مہمان وغیرہ کا انتظار کرتے تھے کبھی ایسا ہوتا تھا

کہ صبح سے شام تک کھانا آگے رکھا رہتا تھا لیکن جب تک کوئی ساتھ کھانے والا نہ ہوتا کھانا نہیں کھاتے۔
آیت کریمہ نے اجازت دی کہ تنہا کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں (قسطلانی)

وقال سعد بن عیاض الثمالی المشکوٰۃ الکوّۃ بلسان الحبشۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ: مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح، الآیۃ پ۱۸ ع۱۱) اس کے نور (ہدایت) کی حالت عجیبہ ایسی ہے جیسے (فرض کرو) ایک طاق ہے (اور) اس میں ایک چراغ (رکھا) ہے الخ
اور سعد بن عیاض ثمالی نے کہا کہ مشکوٰۃ کے معنی روشندان یعنی طاق ہیں، حبشہ کی زبان میں، واضح رہے کہ لفظ طاق جس میں چراغ رکھا جاتا ہے اس کو اردو، ہندی اور فارسی سب میں طاق کہتے ہیں۔

سعد بن عیاض ثمالی علامہ عینی رہ فرماتے ہیں، "سعد بن عیاض من التابعین من اصحاب ابن مسعود رض (عمدہ) وقال الحافظ الثمالی بضم المثلثۃ وتخفیف المیم نسبۃ الی ثمالۃ قبیلۃ من الازد وہو کوفی تابعی وزعم بعضہم ان لہ صحبۃ ولم یثبت الخ (فتح الباری)

وقال ابن عباس سورۃ انزلناھا بیّنّاھا

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ سورۃٌ انزلناھا وفرضناھا، الآیۃ پ۱۸ ع ۷) یہ ایک سورت ہے جس (کے الفاظ) کو (بھی) ہم (ہی) نے نازل کیا ہے، اور اس کے معانی (یعنی احکام) کو (بھی) ہم (ہی) نے مقرر کیا ہے۔
اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ آیت میں انزلناھا بمعنی بیّنّاھا ہے یعنی ہم نے سورہ کو کھول کر بیان کیا
حافظ عسقلانی رہ فرماتے ہیں، "قال عیاض (ای قاضی عیاض رہ) کذا فی النسخ والصواب انزلناھا وفرضناھا بیّنّاھا فبیّنّاھا تفسیر فرضناھا الخ (فتح الباری)

وقال غیرہ سُمّی القرآن لجماعۃ السُّوَر وسُمّیت السورۃ لانہا مقطوعۃٌ من الاُخریٰ فلمّا قُرِن بعضُہا الیٰ بعض سُمّی قرآنا

اور حضرت ابن عباس رض کے غیر (یعنی ابو عبیدہ) نے کہا کہ قرآن نام اس لئے ہے کہ یہ سورتوں کا مجموعہ ہے اور سورۃ کو اس وجہ سے سورۃ کہتے ہیں کہ وہ دوسری سورت سے علیحدہ ہوتی ہے، پھر جب ایک سورہ کو دوسری کے ساتھ جمع کر دی جائے تو اس کا نام قرآن ہو جاتا ہے۔

وقولہ تعالیٰ اِنّ علینا جمعَہ وقراٰنہ تالیفَ بعضِہ الیٰ بعضٍ فاذا قرأناہ فاتّبع قراٰنہ فاذا جمعناہ والّفناہ فاتّبع قراٰنہ ای ماجُمِع فیہ فاعمل بما امرکَ وانتہِ عمّا نہاکَ اللّٰہ ویقال لیس لِشعرہٖ قراٰنٌ ای تالیف وسُمّی الفرقان لانہ یُفرّق بین الحق والباطل ویقال للمرأۃ ما قرأت بِسلاً قطّ ای لم تجمع فی بطنہا ولداً۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اِنّ علینا جمعہ وقراٰنہ، پ۲۹ سورہ قیامہ) اور ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کرنا اور تالیف ہے یعنی اس کے بعض ٹکڑے کو بعض سے جوڑنا اور ملانا (مقصد یہ ہے کہ قرآن جو قرنگ سے

مشتق ہے جس کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملا کر جمع کرنا یعنی قرآن یہاں بمعنی تلاوت سے نہیں ہے) فاذا قرأناہ، پھر جب ہم اس کو جوڑ دیں اور ملا دیں تو اس مجموعہ کی اتباع کیجئے یعنی اس کے مجموعہ پر عمل کیجئے اور جن سے اللہ نے منع کیا اس سے باز رہئے، اور عرب لوگ کہتے ہیں لیس لشعرہ قرآن یعنی اس کے شعروں کا قرآن نہیں ہے یعنی تالیف (مجموعہ) نہیں ہے۔ اور قرآن کا نام فرقان اس لئے ہے کہ وہ حق و باطل کے درمیان امتیاز کرتا ہے، اور عورت کے حق میں بولتے ہیں ما قرأت بسلاً قط یعنی اس نے اپنے پیٹ میں بچہ کبھی نہیں رکھا (ظاہر ہے کہ قرء بمعنی تلاوت اور پڑھنے کے نہیں ہو سکتا بلکہ صرف جمع کرنے کے معنی ہیں)

تشریح یفرق بضم الیاء التحتانیۃ وفتح الراء وتشدید الراء مکسورۃ (قس) بسلاً بفتح السین المھملۃ منونا من غیر ہمز وہی الجلدۃ الرقیقۃ التی یکون فیھا الولد (قس) والحاصل ان القرآن عندہ مشتق من قرأ بمعنی جمع لامن قرأ بمعنی تلا (قس) ✤ وقال فرضناھا انزلنا فیھا فرائض مختلفۃ ومن قرأ فرضناھا یقول فرضنا علیکم وعلی من بعدکم ✤ اشارہ ہے آیت کریمہ سورۃ انزلناھا وفرضناھا الآیۃ پ۱۸ ع۷) فرماتے ہیں کہ اس لفظ "فرضناھا" میں دو قرأت ہے، ایک بتشدید الراء ہے، اس قرأت پر معنی ہوگا ہم نے اس سورت میں مختلف فرائض (احکام) نازل کئے اور جس نے پڑھا (یعنی دوسری قرأت جو جمہور کی ہے بتخفیف الراء) فرضناھا وہ کہتے ہیں (یعنی ترجمہ کرتے ہیں) ہم نے تم پر اور جو لوگ قیامت تک تمہارے بعد آئیں گے ان پر فرض کیا (یعنی قطعی احکام مقرر کیا)

✤ قال مجاھدٌ اوالطفل الذین لم یظھروا، لم یدروا لما بھم من الصغر ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ اوالطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء، الآیۃ پ۱۸ ع۱۰) یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ابھی واقف نہیں ہوئے (یعنی ایسا نابالغ بچہ جنھیں شہوت کی کچھ خبر نہیں ان سے پردہ نہیں)

حضرت مجاہدؒ نے فرمایا "اوالطفل الذین لم یظھروا کی تفسیر میں کہ مراد وہ کم سن بچے ہیں جو کم سنی کی وجہ سے عورتوں کے پردہ کی چیزوں کو نہیں سمجھتے ـــــ اور شعبیؒ نے کہا اولی الاربۃ سے مراد وہ مرد ہے جس کو عورتوں کی ضرورت نہ ہو، اور مجاہدؒ سے منقول ہے المخنث الذی لا تقوم ذکرہ (قسطلانی)

✤ باب قولہ "والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداءُ الا انفسھم فشھادۃ احدھم اربعُ شھادات باللہ انہ لمن الصادقین ✤

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جو لوگ اپنی بیویوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں، اور ان کے پاس بجز اپنے (ہی دعویٰ کے) اور کوئی گواہ نہ ہو (جو عدد میں چار ہونے ضروری ہیں) تو ان کی شہادت یہ ہے کہ وہ (مرد) چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہدے کہ میں بلاشبہ سچا ہوں، پ۱۸ ع۷)

(۲۶۹) ✤ حدثنا اسحٰق قال حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا الاوزاعیُّ قال حدثنی الزھریُّ عن سھل بن سعدٍ ان عویمرا اتی عاصم بن عدیٍّ وکان سیدَ بنی عجلان فقال کیف

تقولون فی رجل وجد مع امرأته رجلاً أيقتله فتقتلونه ام كيف يصنع سل لی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ذالك فاتی عاصم النبی صلی الله علیه وسلم فقال یارسول الله فكره رسول الله صلی الله علیه وسلم المسائل فسأله عویمر فقال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم كره المسائل وعابها قال عویمر والله لا انتهی حتی اسأل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ذالك فجاء عویمر فقال یارسول الله رجل وجد مع امرأته رجلا ايقتله فتقتلونه ام كيف يصنع فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم قد انزل الله القرآن فيك وفی صاحبتك فامرهما رسول الله صلی الله علیه وسلم بالملاعنة بما سمی الله فی كتابه فلاعنها ثم قال یارسول الله ان حبستها فقد ظلمتها فطلقها فكانت سنة لمن كان بعدهما فی المتلاعنين ثم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انظروا فان جاءت به اسحم ادعج العينين عظيم الاليتين خدلج الساقين فلا احسب عويمرا الا قد صدق عليها وان جاءت به احيمر كانه وحرة فلا احسب عويمرا الا قد كذب عليها فجاءت به علی النعت الذی نعت رسول الله صلی الله علیه وسلم من تصديق عويمر فكان بعد ينسب الی امه ۔

ترجمہ :۔ حضرت سہل بن سعد رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عویمرؓ حضرت عاصم بن عدی کے پاس آئے اور عاصمؓ بنی عجلان کے سردار تھے، عویمرؓ نے کہا (عاصمؓ سے) آپ حضرات کیا فرماتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پائے (جو اس سے صحبت کر رہا ہو) کیا وہ اسے قتل کر دے؟ لیکن تم لوگ پھر اس کو (قصاص میں) قتل کر دوگے، آخر ایسی صورت میں انسان کیا طریقہ اختیار کرے؟، آپ (اے عاصم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھ کر مجھے بتایئے، چنانچہ حضرت عاصمؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا! یارسول اللہ، (اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو پائے تو اسے قتل کر دے؟ آپ کیا فرماتے ہیں؟ شوہر ایسی صورت میں کیا کرے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسائل (میں بلا ضرورت سوال وجواب) کو ناپسند فرمایا اور عیب سمجھا (کیونکہ یہ ایک فرضی سوال ہے، جس میں مسلمانوں کی بے آبروئی اور مسلمان عورتوں کی رسوائی ہے، جب عویمرؓ نے حضرت عاصم سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ حضور اقدسؐ نے اس سوال کو ناپسند فرمایا ہے) عویمر نے کہا، واللہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھوں گا، چنانچہ عویمرؓ خود حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو دیکھتا ہے، کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ لیکن پھر آپ (قصاص میں) اس کو قتل کرینگے ایسی صورت میں اس کو کیا کرنا چاہیئے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں قرآن کی آیت نازل کی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم

کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق دونوں کو لعان کا حکم دیا، اور عویمر رض نے اپنی بیوی سے لعان کیا، پھر انھوں نے کہا یا رسول اللہ اگر میں اپنی بیوی کو رد کے رکھوں تو میں ظالم ہوں گا اس لئے عویمر نے اسے طلاق دے دی پھر ان دونوں کے بعد والوں کے لئے لعان کرنے والے زوجین کے درمیان فرقت (جدائی) کا طریقہ جاری ہو گیا (یعنی ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کیلئے حرام ہو گئے) پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھتے رہو اگر اس عورت کے کالا، بہت کالی پتلیوں والا، بھاری سرین والا، موٹی پنڈلیوں والا بچہ پیدا ہو تب تو میں سمجھوں گا کہ عویمر رض نے غلط الزام نہیں لگایا ہے، اور اگر سرخ گرگٹ کی طرح (یعنی عویمر کے رنگ پر) پیدا ہو تو میرا خیال ہے کہ عویمر نے اپنی عورت پر جھوٹ الزام لگایا ہے، اس کے بعد اس عورت کے جو بچہ پیدا ہوا تو وہ ان ہی صفات کے مطابق تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا، جس سے عویمر رض کی تصدیق ہوتی تھی، چنانچہ اس لڑکے کا نسب اس کی ماں کی طرف رکھا گیا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ توخذ من ظاہر الحدیث۔
والحدیث اخرجہ البخاری فی الطلاق ص۷۹۹ تا ص۸۰۰ وفی الاعتصام ص۱۰۸۵ وفی الاحکام ص۱۰۶۲ وفی المحاربین ص۱۰۱۳ واخرجہ مسلم فی اللعان وابوداؤد وغیرہ۔

لعان کے معنی اور اسکے احکام

لعان اور ملاعنت کے معنی ایک دوسرے پر لعنت اور غضب الٰہی کی بد دعا کرنے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں میاں اور بیوی دونوں کو چند خاص قسمیں دینے کو لعان کہا جاتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ جب کوئی شوہر اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے یا اپنے بچے کو کہے کہ یہ میرے نطفہ سے نہیں ہے اور یہ عورت جس پر یہ الزام لگایا گیا ہے اس کو جھوٹا بتلادے اور اس کا مطالبہ کرے کہ مجھ پر جھوٹی تہمت لگائی گئی ہے اس لئے شوہر پر تہمت زنا کی سزا اسی کوڑے جاری کی جاوے تو اس وقت شوہر سے مطالبہ کیا جائے گا کہ الزام زنا پر چار گواہ پیش کرے، اگر اس نے گواہ پیش کر دیئے تو عورت پر حد زنا لگائی جائے گی، اور اگر وہ چار گواہ نہ لاسکا تو ان دونوں میں لعان کرایا جاویگا یعنی اول مرد سے کہا جائے گا کہ وہ چار مرتبہ ان الفاظ سے جو قرآن شریف میں مذکور ہیں یہ شہادت دے یعنی قسم کھائے کہ میں اس الزام میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اگر شوہر ان الفاظ کے کہنے سے رکے تو اس کو قید کر دیا جائیگا کہ یا تو اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرو یا مذکورہ الفاظ کے ساتھ پانچ مرتبہ یہ قسمیں کھاؤ، اور جب تک ان دونوں میں سے کوئی کام نہ کرے اس کو قید رکھا جائے گا اور اگر اس نے اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کر لیا تو اس پر حد قذف یعنی تہمت زنا کی شرعی سزا جاری ہوگی، اور اگر الفاظ مذکورہ کے ساتھ پانچ مرتبہ قسمیں کھالیں تو پھر اسکے بعد عورت سے ان الفاظ میں پانچ قسمیں لی جائیں گی جو قرآن شریف میں عورت کے لئے مذکور ہیں، اگر وہ قسم کھانے سے انکار کرے تو اس وقت تک قید رکھا جائیگا جب تک وہ یا تو شوہر کی تصدیق کرے

اور اپنے جرم زنا کا اقرار کرے تو اس پر حد زنا جاری کردی جائے، اور یا پھر الفاظ مذکورہ کے ساتھ پانچ قسمیں کھالے، اگر وہ الفاظ مذکورہ سے قسمیں کھانے پر راضی ہو جاوے اور قسمیں کھالے تو اب لعان پورا ہو گیا، جس کے نتیجہ میں دنیا کی سزا سے دونوں بچ گئے، آخرت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہی ہے کہ ان میں سے کون جھوٹا ہے، جھوٹے کو آخرت میں سزا ملے گی، لیکن دنیا میں بھی جب دو میاں بیوی میں لعان کا معاملہ ہو گیا تو یہ ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتے ہیں، شوہر کو چاہئے کہ اس کو طلاق دے کر آزاد کردے جیسا کہ حضرت عویمر رض نے لعان کے بعد طلاق دیدی) اور اگر شوہر طلاق نہ دے تو حاکم ان دونوں میں تفریق کرسکتا ہے جو بحکم طلاق ہوگی، یہ احناف رح کے نزدیک ہے حضرات شوافع ومالکیہ کے نزدیک لعان فسخ نکاح ہے اس میں نہ شوہر کو طلاق دینے کی ضرورت ہے اور نہ تفریق قاضی کی (معارف القرآن)

بہرحال اب ان دونوں کا آپس میں دوبارہ نکاح بھی کبھی نہیں ہو سکتا ہے، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لعان کے بعد اس حمل سے جو بچہ پیدا ہو وہ اس کے شوہر کی طرف منسوب نہیں ہوگا بلکہ اس کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جائے گی، حضور اقدس صلعم نے عویمر عجلانی اور ہلال بن امیہ دونوں کے معاملات میں یہی فیصلہ فرمایا۔

حل الفاظ فکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسائل۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کے وجوہات یہ تھے ۱ اس میں مسلمان مرد وعورت کی بے آبروئی اور رسوائی ہے۔ ۲ مسلمانوں کی پردہ دری اور فواحش کی اشاعت ہے ۳ یہود اور منافقین کو مذاق اڑانے اور تعریض کرنے کے مواد فراہم کرنا ہے۔ اسحم۔ بفتح الہمزة وسکون السین وفتح الحاء المہملة وآخرہ میم ای اسود، ادعج العینین بالعین المہملة والجیم ای شدید سواد الحدقة عظیم الالیتین بفتح الہمزة ای العجز۔ خدلج الساقین۔ بفتح الخاء المعجمة وفتح الدال المہملة وفتح اللام المشددہ آخرہ جیم ای عظیمہا، وحرة۔ بفتح الواو والحاء المہملة والراء وہی دویبة حمراء یعنی سرخ چھوٹا سا جانور ہے چھپکلی کے مانند، یہاں تشبیہ سرخ اور چھوٹا ہونے میں ہے، اہل لغت نے لکھا ہے کہ وحرہ ایسا زہریلا جانور ہے کہ جس کھانے پر گذرتا ہے زہریلا کردیتا ہے۔

بخاری ص۶۹۵ ✽ باب قوله والخامسة أنَّ لعنة الله عليه ان كان من الكاذبين ✽

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ والخامسةُ، الآیة، (پ۱۸ ع۷) اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں۔

تشریح یہ اس سورت کی ساتویں آیت ہے اور سابقہ آیت والذین یرمون … تا … انہ لمن الصادقین چھٹی آیت سے پیوستہ ہے، جس کا مطلب یہ تھا کہ الزام لگانے والا شوہر عدالت میں کھڑا ہو کر چار مرتبہ تو اس طرح کہے، میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی پر جو الزام لگایا ہے اس میں میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ کہے گا " مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں اپنے اس الزام دینے میں جھوٹا ہوں

(۲۷۰) ✽ حدثني سليمان بن داؤد ابو الربيع قال حدثنا فُليحٌ عن الزهري عن سهل

بن سعد ان رجلا اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ ارأیت رجلا رأی مع امرأته رجلا ایقتله فتقتلونه ام کیف یفعل فانزل اللہ فیهما ما ذکر فی القرآن من التلاعن فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد قضی فیك و فی امرأتك قال فتلاعنا وانا شاهد عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ففارقها فکانت سنة ان یفرق بین المتلاعنین وکانت حاملا فانکر حملها وکان ابنها یدعی الیها ثم جرت السنة فی المیراث ان یرثها وترث منه ما فرض اللہ لها۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب (حضرت عویمر عجلانیؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ! ایسے شخص کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے جس نے اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو دیکھا ہو تو وہ اس کو قتل کردے؟ پھر آپ (قصاص میں) اس (قاتل) کو قتل کردیں گے یا پھر وہ کیا کرے؟ انھیں دونوں (حضرت عویمر عجلانی اور ان کی زوجہ خولہ) کے متعلق اللہ نے وہ آیات نازل کیں جو قرآن میں لعان کے متعلق مذکور ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمھارے اور تمھارے بیوی کے بارے میں فیصلہ کیا جاچکا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا ہے) حضرت سہلؓ نے بیان کیا کہ پھر دونوں میاں بیوی نے لعان کیا اور میں اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، پھر آپؐ نے دونوں میں جدائی کرادی اور دو لعان کرنے والوں میں یہی طریقہ جاری ہوگیا کہ ان میں جدائی کرادی جائے۔ ان کی بیوی حاملہ تھی لیکن عویمرؓ نے اس حمل کا بھی انکار کردیا (کہ میرا حمل نہیں ہے، چنانچہ جب بچہ پیدا ہوا تو) اس عورت کے بچہ کو ماں ہی کی طرف منسوب کیا جانے لگا، میراث کا یہ طریقہ مقرر ہوا کہ بیٹیاں ماں کا وارث ہوتی ہیں اور ماں اللہ کے مقرر کئے ہوئے حصے کے مطابق بیٹے کی وارث ہوتی ہے۔

تشریح: مطابقته للترجمة ظاهرة توخذ من قوله "فانزل اللہ فیهما ما ذکر فی القرآن"۔ اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ لعان ہوچکنے کے بعد اس حمل سے جو بچہ پیدا ہو وہ اس کے شوہر کی طرف منسوب نہیں ہوگا بلکہ اس بچہ کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جائے گی۔

باب قوله ویدرأ عنها العذاب ان تشهد اربع شهادات باللہ انه لمن الکاذبین

اللہ تعالیٰ کا ارشاد، ویدرأ عنها الآیة (پ ع،) اور اس عورت سے سزا (یعنی حبس یا حد زنا) اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ قسم کھاکر کہے کہ بے شک یہ مرد جھوٹا ہے۔

(۲۷۱) حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا ابن ابی عدی عن هشام بن حسان قال حدثنا عکرمة عن ابن عباس ان هلال بن امیة قذف امرأته عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم بشریك بن سحماء فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم البینة او حد فی ظهرك

فقال یا رسول اللہ اذا رأی احدنا علی امرأتہ رجلا ینطلق یلتمس البیّنۃ فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول البیّنۃ والّا حدٌّ فی ظهرك فقال هلال والذی بعثك بالحق انی لصادق فلینزلنّ اللہ ما یبرّئ ظهری من الحد فنزل جبریل وانزل علیه "والذین یرمون ازواجهم" فقرأ حتی بلغ "ان کان من الصادقین" فانصرف النبی صلی اللہ علیه وسلم فارسل الیها فجاء هلال فشهد والنبی صلی اللہ علیه وسلم یقول ان اللہ یعلم انّ احدکما کاذبٌ فهل منکما تائب ثم قامت فشهدت فلما کانت عند الخامسة وقّفوها وقالوا انها موجبة قال ابن عباس فتلکّأتْ ونکصتْ حتی ظننّا انها ترجع ثم قالت لا افضح قومی سائر الیوم فمضت وقال النبی صلی اللہ علیه وسلم ابصروها فان جاءت به اکحلَ العینین سابغَ الألیتین خدلّج الساقین فهو لشریك بن سحماء فجاءت به کذالك فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم لولا مامضی من کتاب اللہ لکان لی ولها شانٌ ۞

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت ہلال بن امیہ رضؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی (خولہ بنت عاصم) پر شریک بن سحمار کے ساتھ تہمت لگائی (اور یہ خولہ حاملہ تھی) تو آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ہلال سے) تم (چار) گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائیگی انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ہم میں سے کوئی اپنی بیوی پر کسی غیر مرد کو مبتلا دیکھے تو کیا وہ ایسی حالت میں گواہ تلاش کرنے جائے گا؟ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی، اس پر ہلال نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ (یعنی نبوت دے کر) بھیجا ہے میں بلاشبہ سچا ہوں، اور اللہ تعالیٰ ضرور کوئی ایسا حکم نازل فرمائیں گے جس کے ذریعہ میری پیٹھ کو حد قذف سے بری کردے گا، اتنے میں حضرت جبریلؑ تشریف لائے اور حضور پر نور م پر یہ آیت نازل فرمائی "والذین یرمون ازواجهم ... تا ... ان کان من الصادقین" (جس میں ایسی صورت میں لعان کا حکم ہے) پھر حضور م (ان آیات کے نازل ہونے کے بعد) لوٹے اور ہلال کی زوجہ خولہ کو بلا بھیجا، پھر حضرت ہلال آئے اور آیت کے مطابق چار مرتبہ شہادت دی (یعنی چار مرتبہ قسم کھائی کہ میں اپنے الزام میں بالکل سچا ہوں) اور آنحضرت م اس موقعہ پر فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے، تو کیا تم دونوں میں سے کوئی ہے جو (اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ڈر سے) توبہ کرے، اس کے بعد عورت کھڑی ہوئی اور انھوں نے بھی شہادت دی (یعنی چار مرتبہ قسم کھائی) پھر جب پانچویں پر پہونچی تو لوگوں نے اس عورت کو (بحکم حضور م) ٹھہرایا (یعنی سمجھایا کہ دیکھو یہ آخری شہادت ہے اور خدا کا عذاب لوگوں کی سزا یعنی حد زنا سے سخت تر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچی بات کہو) اور لوگوں نے کہا کہ یہ پانچویں شہادت (اگر جھوٹی ہو تو) موجب عذاب ہے، حضرت ابن عباس رضؓ نے بیان کیا کہ اس پر وہ عورت ہچکچائی اور رک گئی ہم نے سمجھا کہ اب وہ اپنا بیان واپس لے لے گی، لیکن یہ کہتے ہوئے کہ میں زندگی

بھر کیلئے اپنی قوم کو رسوا نہیں کروں گی پانچویں بار بھی قسم کھالی، آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دیکھنا اگر بچہ خوب سیاہ آنکھوں والا بھاری سرین، موٹی پنڈلیوں والا پیدا ہو تو وہ شریک بن سحماء ہی کا ہوگا، چنانچہ بچہ اسی شکل وصورت کا پیدا ہوا، آنحضرت ص نے فرمایا اگر کتاب اللہ کا حکم نہ آچکا ہوتا تو میں اس عورت پر حکم کرتا یعنی سزاء رجم دیتا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ توخذ من الآیۃ وہی "والذین یرمون ازواجہم" والحدیث قد مضیٰ فی الشہادت ص۳۶۷۔

لکان لی ولہا شان:- علامہ عینی رح فرماتے ہیں اس سے مراد رجم (سنگسار) ہے یعنی اگر شریعت نے عورت سے رجم کو ساقط نہ کیا ہوتا تو میں بمقتضائے مشابہت اس کو سنگسار کر دیتا۔

ھلال بن امیۃ:- بضم الہمزہ وفتح المیم وتشدید الیاء الواقفی بکسر القاف وبالفاء الانصاری وہو احد الثلاثۃ الذین تخلفوا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ تبوک وتیب علیہم۔

شریک بن سحماء:- وہو اسم امہ واما ابوہ فہو عبدۃ ھند الحرۃ العجلانی وہو ابن عم عاصم بن عدی (عمدہ)

ازالۂ شبہات پہلا شبہ یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ میں رجم کرتا اگر بغیر چار گواہوں کے یا اقرار جرم کے رجم کیسے درست ہوتا۔؟

جواب یہ ہے کہ یہ معاملہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ہوسکتا ہے کہ آپ کو وحی سے یہ معلوم ہوگیا ہو کہ اس عورت نے زنا کیا ہے۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ حدیث سابق میں آیت لعان کا تعلق عویمر عجلانی سے معلوم ہوا اور اس حدیث یعنی حدیث ص۲۷۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت لعان کا تعلق حضرت ہلال بن امیہ سے ہے۔

جواب:- حافظ ابن حجر اور شیخ الاسلام نووی رح نے دونوں میں تطبیق کی یہ صورت بیان کی ہے کہ آیات لعان کا نزول تو دراصل ہلال بن امیہ کے بارے میں ہوا ہے اس کے بعد عویمر رض کو ایسا ہی واقعہ پیش آگیا اور انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، ان کو ہلال بن امیۃ کا معاملہ سابقہ معلوم نہ ہوگا تو حضور ص نے ان کو بتلایا کہ تمھارے معاملے کا فیصلہ یہ ہے، اور قرینہ اس کا یہ ہے کہ ہلال بن امیۃ کے واقعہ میں تو الفاظ حدیث کے یہ ہیں فنزل جبرئیل، اور عویمر رض کے واقعہ میں الفاظ یہ ہیں قد انزل اللہ فیک جس کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے واقعہ جیسے ایک واقعہ میں اس کا حکم نازل فرمادیا ہے (واللہ اعلم

(معارف القرآن بحوالہ مظہری)

نوٹ لعان صرف قذف ازواج کے ساتھ مخصوص ہے، عام محصنات کے قذف کا وہی حکم ہے کہ حد یا رجم۔

(بخاری ص۶۹۶) ❖ **باب قولہ والخامسۃ اَنّ غضب اللہ علیہا ان کان من الصّادقین** ❖

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:- پ۱۸ ع ۷) اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر وہ مرد سچا ہے

(۲۷۲) حدثنا مقدم بن محمد بن یحییٰ قال حدثنا عمی القاسم بن یحییٰ عن عبید اللہ وقد سمع منہ عن نافع عن ابن عمر ان رجلا رمی امرأتہ فانتفی من ولدھا فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامر بھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتلاعنا کما قال اللہ ثم قضی بالولد للمرأۃ وفرق بین المتلاعنین

ترجمہ:- حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب (عویمر عجلانیؓ) نے اپنی بیوی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک غیر مرد کے ساتھ تہمت لگائی اور اس کے بچہ کو کہا کہ یہ میرا نطفہ نہیں ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دونوں (میاں بیوی) نے اللہ کے فرمان کے مطابق لعان کیا، اس کے بعد آنحضورؐ نے بچہ کے متعلق فیصلہ کیا کہ وہ عورت ہی کا ہوگا اور لعان کرنے والے دونوں میاں بیوی میں جدائی کرادی۔

تشریح:- مطابقتہ للترجمۃ توخذ من قولہ فتلاعنا کما قال اللہ"

صرف لعان سے عورت دوسرا نکاح نہیں کرسکتی ہے

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں "وفرق بین المتلاعنین" احتج بہ ابو حنیفہؒ ان بمجرد اللعان لایحصل التفریق ولابد من حکم حاکم وھو حجۃ علی من یقول تحصل الفرقۃ بمجرد اللعان (عمدہ ص ۷۹/۱۹)

اس حدیث سے صاف اور بصراحت معلوم ہوتاہے کہ عورت کو دوسرے شخص سے نکاح کرنا امام اعظمؒ کے نزدیک جب جائز ہوگا جب کہ مرد طلاق دیدے یا زبان سے کہدے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا جیسا کہ حدیث ۲۷۱ میں بالتصریح مذکور ہے فطلقھا، یعنی لعان کے بعد حضرت عویمرؓ نے عورت کو طلاق دیدی، البتہ اگر مرد طلاق نہ دے تو حاکم قاضی ان دونوں میں تفریق کا حکم کردیگا وہ بھی بحکم طلاق ہوجائیگا جیساکہ اس حدیث یعنی ۲۷۲ میں صاف ہے "وفرق بین المتلاعنین" یعنی حضور اقدسؐ نے دونوں میں جدائی کروادی۔

بہر حال تفریق کے بعد عدت طلاق تین حیض پورے ہونے کے بعد عورت آزاد ہوگی اور دوسرے شخص سے نکاح کرسکے گی۔

بخاری ص ۶۹۶ باب قولہ عزوجل " ان الذین جاؤا بالافک عصبۃ منکم لاتحسبوہ شرا لکم بل ھو خیر لکم لکل امریٔ منھم ما اکتسب من الاثم والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم افاک کذاب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:- پ ۱۸ ع ۸) بیشک جن لوگوں نے (حضرت عائشہ صدیقہؓ پر) تہمت لگائی ہے وہ تم میں سے ایک (چھوٹا سا) گروہ ہے تم اسے اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں (باعتبار انجام کے) بہتر ہی ہے ان میں سے ہر شخص کو جتنا کسی نے کچھ کیا تھا گناہ ہوا اور ان میں سے جس نے سب سے بڑھ کر حصہ لیا (یعنی عبد اللہ بن ابی) اس کے لئے سزا بھی سب سے بڑھ کر سخت ہے۔

افاک کے معنی ہیں کذاب یعنی جھوٹا۔

تشریح یہاں سے ان آیات مبارکہ کی ابتداء ہے جو دس آیات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تہمت وبہتان کے سلسلے میں نازل ہوئی تھیں یعنی آیت ۱۱ تا ۲۰۔

(۲۴۳) ❁ **حدثنا** ابونعیم قال حدثنا سفیان عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة والذی تولی کبره قالت عبد الله بن ابی ❁

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ شخص جس نے سب سے بڑھ کر حصہ لیا تھا عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہ عبداللہ بن ابی (منافق) تھا۔

یعنی اس جھوٹ وبہتان کا بنانے والا اور اسے مشتہر کرنے والا یہی منافق عبداللہ بن ابی تھا۔

❁ ولولا اذ سمعتموه قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بهذا سبحٰنک هٰذا بهتان عظیم۔ لولا جاءوا علیه باربعة شهداء فاذ لم یاتوا بالشهداء فاولٰئک عند الله هم الکٰذبون ❁

اور تم نے جب اس (بات) کو سنا تھا تو کیوں نہ کہدیا تھا کہ ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا، سبحان اللہ یہ تو ایک بہتان عظیم ہے۔ یہ (بہتان لگانے والے) لوگ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟ سو جب یہ لوگ گواہ نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

تشریح یہاں نسخوں کا اختلاف ہے ہمارے ہندوستانی نسخوں میں اسی طرح ہے جو میں نے نقل کیا ہے، نیز بخاری شریف دو عظیم شروح میں سے ایک شرح فتح الباری میں بھی اسی ہندی نسخہ کے مطابق ہے، لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ یہ نظم قرآن کے موافق نہیں ہے بخلاف اس کے بخاری کی دوسری عظیم شرح عمدۃ القاری میں اس کے خلاف ہے۔

(۲۴۴) ❁ **حدثنا** یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن یونس عن ابن شهاب قال اخبرنی عروة بن الزبیر وسعید بن المسیب وعلقمة بن وقاص وعبید الله بن عبدالله بن عتبة بن مسعود عن حدیث عائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم حین قال لها اهل الافک ما قالوا فبرأها الله مما قالوا وکل حدثنی طائفة من الحدیث وبعض حدیثهم یصدق بعضا وان کان بعضهم اوعی له من بعض الذی حدثنی عروة عن عائشة ان عائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اراد ان یخرج اقرع بین ازواجه فایتهن خرج سهمها خرج بها رسول الله صلی الله علیه وسلم معه قالت عائشة فاقرع بیننا فی غزوة غزاها فخرج سهمی فخرجت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم بعد ما نزل الحجاب فانا احمل فی هودجی وانزل فیه فسرنا حتی اذا فرغ رسول الله صلی الله علیه وسلم من غزوته

تلك وقفل ودنونا من المدينة قافلين آذن ليلة بالرحيل فقمت حين آذنوا بالرحيل فمشيت حتى جاوزت الجيش فلما قضيت شانى اقبلت الى رحلى فاذا عقد لى من جزع ظفار قد انقطع فالتمست عقدى وحبسنى ابتغاؤه واقبل الرهط الذين كانوا يرحلون لى فاحتملوا هودجى فرحلوه على بعيرى الذى كنت ركبت وهم يحسبون انى فيه وكان النساء اذ ذاك خفافا لم يثقلهن اللحم انما تاكل العلقة من الطعام فلم يستنكر القوم خفة الهودج حين رفعوه وكنت جارية حديثة السن فبعثوا الجمل وساروا فوجدت عقدى بعدما استمر الجيش فجئت منازلهم وليس بها داع ولا مجيب فاممت منزلى الذى كنت به وظننت انهم سيفقدونى فيرجعون الى فبينا انا جالسة فى منزلى غلبتنى عينى فنمت وكان صفوان بن المعطل السلمى ثم الذكوانى من وراء الجيش فادلج فاصبح عند منزلى فرأى سواد انسان نائم فاتانى فعرفنى حين رآنى وكان يرانى قبل الحجاب فاستيقظت باسترجاعه حين عرفنى فخمرت وجهى بجلبابى والله ما يكلمنى كلمة ولا سمعت منه كلمة غير استرجاعه حتى اناخ راحلته فوطئ على يديها فركبتها فانطلق يقود لى الراحلة حتى اتينا الجيش بعدما نزلوا موغرين فى نحر الظهيرة فهلك من هلك وكان الذى تولى الافك عبد الله بن ابى ابن سلول فقدمنا المدينة فاشتكيت حين قدمت شهرا والناس يفيضون فى قول اصحاب الافك لا اشعر بشئ من ذالك وهو يريبنى فى وجعى انى لا اعرف من رسول الله صلى الله عليه وسلم اللطف الذى كنت ارى منه حين اشتكى انما يدخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فيسلم ثم يقول كيف تيكم ثم ينصرف فذاك الذى يريبنى ولا اشعر بالشر حتى خرجت بعدما نقهت فخرجت معى ام مسطح قبل المناصع وهو متبرزنا وكنا لا نخرج الا ليلا الى ليل وذالك قبل ان تتخذ الكنف قريبا من بيوتنا وامرنا امر العرب الاول فى التبرز قبل الغائط فكنا نتاذى بالكنف ان نتخذها عند بيوتنا فانطلقت انا وام مسطح وهى ابنة ابى رهم بن عبد مناف وامها بنت صخر بن عامر خالة ابى بكر الصديق وابنها مسطح بن اثاثة فاقبلت انا وام مسطح قبل بيتى قد فرغنا من شاننا فعثرت ام مسطح فى مرطها فقالت تعس مسطح فقلت لها بئس ما قلت اتسبين رجلا شهد بدرا قالت اى هنتاه اولم تسمعى ما قال قلت وما قال قالت كذا وكذا فاخبرتنى بقول اهل الافك فازددت مرضا على مرضى فلما رجعت الى بيتى ودخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال كيف تيكم فقلت اتاذن لى ان آتى ابوى قالت وانا حينئذ اريد ان استيقن الخبر من قبلهما قالت فاذن لى رسول الله صلى الله عليه وسلم فجئت ابوى فقلت لامى يا امتاه ما يتحدث الناس قالت يا بنية هونى عليك فوالله

لقلّ ما كانت امرأةٌ قط وضيئةٌ عند رجل يحبّها ولها ضرائر الا كثّرن عليها قالت فقلت سبحان الله أوَلقد تحدث الناسُ بهذا قالت فبكيتُ تلك الليلةَ حتى اصبحتُ لا يرقأ لي دمع ولا اكتحل بنوم حتى اصبحت ابكي فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم عليّ بن ابي طالبٍ وأُسامة بن زيد حين استلبث الوحيُ يستامرهما في فراق اهله قالت فاما اسامة بن زيد فاشار على رسول الله صلى الله عليه وسلم بالذي يعلم من براءة اهله وبالذي يعلم في نفسه من الوُدِّ فقال يارسول الله اهلك وما نعلم الا خيرا واما علي بن ابي طالب فقال يارسول الله لم يضيّق الله عليك والنساء سواها كثير وان تسأل الجارية تصدُقك قالت فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم بريرةَ فقال اي بريرةُ هل رأيتِ من شئٍ يَريبك قالت بريرةُ لا والذي بعثك بالحق ان رأيت عليها امرا أغمِصه عليها اكثر من انها جارية حديثة السن تنام عن عجين اهلها فتاتي الداجن فتاكله فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستعذر يومئذٍ من عبد الله بن ابيّ ابن سلولَ قالت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على المنبر يامعشر المسلمين من يعذرني من رجل قد بلغني اذاه في اهل بيتي فوالله ما علمت من اهلي الا خيرا ولقد ذكروا رجلا ما علمت عليه الا خيرا وما كان يدخل على اهلي الا معي فقام سعد بن معاذ الانصاري فقال يارسول الله انا اعذرك منه ان كان من الاوس ضربتُ عنقه وان كان من اخواننا من الخزرج امرتنا ففعلنا امرك قالت فقام سعد بن عبادة وهو سيّد الخزرج وكان قبل ذالك رجلا صالحا ولكن احتملته الحميّة فقال لسعدٍ كذبتَ لعمرُ الله لا تقتله ولا تقدر على قتله فقام اسيد بن حُضير وهو ابن عمّ سعد بن عبادةَ كذبتَ لعمر الله لنقتُلَنّهُ فانك منافق تجادل عن المنافقين فثار الحيّان الاوسُ والخزرجُ حتى همّوا ان يقتتلوا ورسول الله صلى الله عليه وسلم قائم على المنبر فلم يزل رسول الله صلى الله عليه وسلم يخفّضهم حتى سكتوا وسكت قالت فمكثت يومي ذلك لا يرقأ لي دمع ولا اكتحل بنوم قالت فاصبح ابواي عندي وقد بكيتُ ليلتين ويوما لا اكتحل بنوم ولا يرقأ لي دمع يظنان ان البكاء فالق كبدي فبينما هما جالسان عندي وانا ابكي فاستأذنت على امرأةٌ من الانصار فاذنتُ لها فجلست تبكي معي قالت فبينا نحن على ذلك دخل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فسلّمَ ثم جلس قالت ولم يجلس عندي منذ قيل لي ما قيل قبلها وقد لبث شهرا لا يوحى اليه في شاني قالت فتشهد رسول الله صلى الله عليه وسلم حين جلس ثم قال اما بعدُ يا عائشةُ فانه قد بلغني عنكِ كذا وكذا فان كنتِ بريئةً فسيُبرّئُكِ الله وان كنتِ ألممتِ بذنب فاستغفري الله وتوبي

الیہ فان العبد اذا اعترف بذنبہ ثم تاب الی اللہ تاب اللہ علیہ قالت فلما قضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقالتہ قلص دمعی حتی ما احس منہ قطرۃً فقلت لابی اَجِب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما قال قال واللہ ما ادری ما اقول لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت لِامی اجیبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت ما ادری ما اقول لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت فقلت وانا جاریۃ حدیثۃ السِّن لا اقرأ کثیرا من القرآن انی واللہ لقد علمت لقد سمعتم ھذا الحدیث حتی استقر فی انفسکم وصدقتم بہ فلئن قلت لکم اِنی بریئۃ واللہ یعلم اَنی بریئۃ لاتصدقونی بذالک ولئن اعترفت لکم بامرٍ واللہ یعلم اَنی بریئۃ لتُصَدِّقُنی واللہ ما اجدُ لکم مثلا الا قول ابی یوسف قال فصبرٌ جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون قالت ثم تحولتُ فاضطجعتُ علی فراشی قالت وانا حینئذٍ اعلم انی بریئۃ وان اللہ مُبَرِّئی ببراءتی ولکن واللہ ماکنتُ اظن ان اللہ ینزِل فی شانی وحیًا یُتلی ولشانی فی نفسی کان احقر من ان یتکلم اللہ فیَّ بامرٍ یتلی ولکن کنت ارجوا ان یریٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم رؤیا یبرّئنی اللہ بھا قالت فواللہ ما قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا خرج احد من البیت حتی انزل علیہ فاخذہ ما کان یاخذہ من البرحاء حتی انہ لَیَتَحَدَّرُ منہ مثل الجُمان من العَرَق وھو فی یومٍ شاتٍ من ثقل القول الذی ینزل علیہ قالت فلما سُرِّیَ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرّی عنہ وھو یضحک فکانت اول کلمۃ تکلم بھا یا عائشۃُ اَمّا اللہ فقد بَرَّأَکِ فقالت اُمّی قومی الیہ قالت فقلتُ واللہ لا اقوم الیہ ولا احمد الا اللہ وانزل اللہ۔ اِنّ الذین جاءُوا بالافکِ عُصْبَۃٌ مِّنکم۔ العشر الآیات کلّھا فلما انزل اللہ ھذا فی براءتی قال ابوبکرن الصدیقُ وکان یُنفِق علی مِسطحِ بن اُثاثۃ لقرابتہ منہ وفقرہ وَاللہ لا اُنفِقُ علی مسطح شیئًا ابدًا بعد الذی قال لعائشۃ ما قال فانزل اللہ۔ ولا یاتلِ اولوا الفضلِ منکم والسعۃِ اَن یُؤتوا اولی القربی والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللہ وَلیعفوا ولیَصْفحوا الا تحبّون ان یغفرَ اللہ لکم واللہ غفورٌ رّحیم قال ابوبکر بلی واللہ انی اُحبُّ ان یغفر اللہ لی فرجع الی مسطحِ النفقۃ التی کان ینفق علیہ وقال واللہ لا اَنزِعھا منہ ابدا قالت عائشۃ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسأل زینب ابنۃَ جحش عن امری فقال یا زینبُ ماذا علمتِ ورأیتِ فقالت یارسول اللہ احمی سمعی وبصری ما علمت الا خیرا قالت وھی التی کانت تُسامینی من ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعصمھا اللہ

بالورع وطفقت اختہا حمنۃ تحارب لہا فہلکت فیمن ہلک من اصحاب الافک ۔

ترجمہ:۔ ابن شہاب (امام زہری محمد بن مسلم) نے بیان کیا کہ مجھ سے عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود (رحمہم اللہ) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رض کا واقعہ بیان کیا جب کہ تہمت لگانے والوں نے آپ کے متعلق افواہ اڑائی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس تہمت سے پاک قرار دیا تھا، ان تمام حضرات (یعنی مذکورہ چاروں حضرات) نے حدیث کا ایک ایک ٹکڑا بیان کیا اور ان حضرات میں سے بعض کا بیان بعض دوسرے کے بیان کی تصدیق کرتا ہے اگرچہ ان میں سے بعض حضرات کو بعض دوسرے کے مقابلہ میں حدیث زیادہ بہتر طریقہ پر محفوظ تھی (یعنی اختلاف حفظ کے باوجود سب کا بیان یکساں ومتحد تھا) عروہ بن زبیر نے مجھ سے حضرت عائشہ رض کے حوالہ سے اس طرح بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج میں کسی کو اپنے ساتھ لے جانے کیلئے قرعہ اندازی کرتے، جن کا نام نکل جاتا انھیں اپنے ساتھ لے جاتے، آپ نے بیان کیا کہ ایک غزوہ (غزوۂ بنی المصطلق) کے موقع پر ہمارے درمیان (یعنی معمول کے مطابق اپنے ازواج مطہرات کے درمیان) قرعہ ڈالا تو میرا نام نکلا پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئی یہ واقعہ پردہ کے حکم کے نازل ہونے کے بعد کا ہے، مجھے ہودج سمیت اونٹ پر چڑھا دیا جاتا تھا اور اسی طرح (یعنی ہودج سمیت اونٹ پر سے) اتار لیا جاتا تھا، یوں ہمارا سفر جاری رہا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس غزوہ سے فارغ ہو کر واپس لوٹے اور ہم مدینہ کے قریب پہونچ گئے تو ایک رات کوچ کا حکم ہوا تو جس وقت کوچ کا اعلان ہوا میں اٹھی اور (قضاء حاجت کیلئے) چل پڑی، یہاں تک کہ لشکر کے پڑاؤ سے دور نکل گئی، اور قضاء حاجت کے بعد اپنے کجاوہ کے پاس آئی تو دیکھا کہ میرا ظفار کی موتیوں کا بنا ہوا ہار کہیں (راستہ میں) گر گیا ہے، میں اپنا ہار تلاش کرنے لگی اور اس میں اتنا محو ہو گئی کہ کوچ کا خیال ہی نہ رہا، اتنے میں جو لوگ میرے ہودج کو سوار کیا کرتے تھے آئے اور میرے ہودج کو اٹھا کر اس اونٹ پر رکھ دیا جو میری سواری کے لئے تھا، انھوں نے یہی سمجھا کہ میں اس میں بیٹھی ہوئی ہوں، ان دنوں عورتیں بہت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں، گوشت سے ان کا جسم بھاری نہیں ہوتا تھا، کیونکہ کھانے پینے کو بہت کم ملتا تھا، یہی وجہ تھی کہ جب لوگوں نے ہودج کو اٹھایا تو اسکے ہلکے پن میں انھیں کوئی اجنبیت نہیں محسوس ہوئی اور میں اس وقت یوں بھی کم عمر لڑکی تھی، چنانچہ ان لوگوں نے اس اونٹ کو اٹھایا اور چل پڑے، مجھے ہار اس وقت ملا جب لشکر گذر چکا تھا، میں جب لشکر کے ٹھکانوں پر (پڑاؤ پر) پہونچی تو وہاں نہ کوئی پکارنے والا تھا اور نہ کوئی جواب دینے والا، میں نے اپنی جگہ کا قصد کیا جہاں میں تھی، (یعنی میں وہاں جا کر بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی تھی) مجھے یقین تھا کہ جلد ہی انھیں میرے نہ ہونے کا علم ہو جائے گا اور پھر وہ لوگ مجھے تلاش کرنے کے لئے یہاں آئیں گے

میں اپنی اسی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی، اور میں سو گئی، صفوان بن معطل سلمی ثم ذکوانی لشکر کے پیچھے پیچھے (گرے پڑے کی خبر گیری کے لئے) مقرر تھے، وہ رات کے آخری حصہ میں آرہے تھے جب میرے مقام پر پہونچے تو صبح ہو چکی تھی، انھوں نے (دور سے) ایک انسانی سایہ دیکھا کہ پڑا ہوا ہے وہ میرے قریب آتے اور مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے، پردہ کے حکم سے پہلے انھوں نے مجھے دیکھا تھا، جب وہ مجھے پہچان گئے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون پڑھنے لگے، میں ان کی آواز پر جاگ گئی اور اپنا چہرہ اپنی چادر سے چھپا لیا، خدا کی قسم اس کے بعد انھوں نے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور نہ میں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون کے سوا ان کی زبان سے کوئی کلمہ سنا، اس کے بعد انھوں نے اپنا اونٹ بٹھادیا اور اس کے پاؤں کو اپنے پاؤں سے دبائے رکھا (تاکہ میں سوار ہوسکوں) چنانچہ میں اس پر سوار ہوگئی، پھر وہ (خود پیدل) اونٹ کو آگے سے کھینچتے ہوئے چلے، ہم لشکر سے اس وقت ملے جب وہ بھری دوپہر میں (دھوپ سے بچنے کے لئے) پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے، اس کے بعد جسے ہلاک ہونا تھا ہلاک ہوا۔ اس تہمت میں پیش پیش عبداللہ ابن ابی ابن سلول (منافق) تھا، میں مدینہ پہونچ کر بیمار پڑگئی، اور ایک مہینہ تک بیمار رہی اس عرصہ میں لوگوں میں تہمت لگانے والوں کی باتوں کا چرچا ہوتا رہا، لیکن مجھے اس تہمت کے متعلق کوئی خبر نہ ہوئی، صرف ایک معاملہ سے مجھے شبہ سا ہوتا تھا کہ میں اپنی اس بیماری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس لطف ومحبت کا اظہار نہیں دیکھتی تھی، جو سابقہ علالت کے دنوں میں دیکھ چکی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاتے اور سلام کرتے، صرف اتنا پوچھ لیتے کہ کیا حال ہے؟ اور پھر واپس چلے جاتے، آنحضور ﷺ کے اس طرز عمل سے مجھے شبہ ہوتا تھا لیکن طوفان بد کی مجھ کو کوئی خبر نہیں، ایک دن بیماری سے افاقہ کے بعد جبکہ کمزوری باقی تھی تو میں باہر نکلی، اور میرے ساتھ ام مسطح بھی نکلی ہم مناصع کی طرف گئے، قضاء حاجت کے لئے ہم لوگ وہیں جایا کرتے تھے اور قضاء حاجت کے لئے ہم لوگ صرف رات ہی کو جایا کرتے تھے، اور یہ (مناصع کی طرف جانا) اس سے قبل کی بات ہے کہ ہمارے گھروں کے قریب بیت الخلاء بنائے جائیں، اس وقت تک ہم قدیم عرب کے دستور کے مطابق قضاء حاجت کے لئے آبادی سے دور جایا کرتے تھے اس سے ہمیں تکلیف ہوتی تھی کہ بیت الخلاء ہمارے گھروں کے قریب بنائے جائیں، خیر میں اور ام مسطح قضاء حاجت کیلئے روانہ ہوئے وہ (ام مسطح) ابو رہم بن عبد مناف کی صاحبزادی تھیں اور اس کی ماں — (رائطہ نامی) صخر بن عامر کی بیٹی تھیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خالہ تھیں ان کے صاحبزادے حضرت مسطح رضؓ ہیں، پھر میں اور ام مسطح (دونوں) قضاء حاجت کے بعد جب گھر واپس آنے لگے تو ام مسطح کا پاؤں ان ہی کی چادر میں الجھ کر پھسل گیا، اس پر ان (ام مسطح رضؓ) کی زبان سے نکلا "مسطح برباد ہو"، تو میں نے کہا آپ نے بری بات کہی کیا آپ ایک ایسے شخص کو برا کہتی ہیں جو غزوہ بدر میں شریک رہا ہے؟ انھوں نے کہا واہ اس کی بکواس آپ نے نہیں سنی؟ میں نے پوچھا انھوں نے کیا کہا ہے؟ پھر انھوں نے مجھے تہمت لگانے

والوں کی باتیں بتائیں، میں پہلے سے بیمار تھی ہی ان باتوں کو سنکر میرا مرض اور بڑھ گیا، پھر جب میں گھر پہونچی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے تو آپ نے سلام کیا اور دریافت فرمایا کہ طبیعت کیسی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ کیا آنحضور مجھے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت دیں گے؟ آپ نے بیان کیا کہ میرا مقصد والدین کے یہاں جانے سے صرف یہ تھا کہ اس خبر کی حقیقت ان سے پوری طرح معلوم ہوجائے گی، آنحضرت ؐ نے مجھے جانے کی اجازت دیدی اور میں اپنے والدین کے گھر آگئی۔ میں نے والدہ سے پوچھا کہ یہ لوگ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا بیٹی صبر کرو کم ہی کوئی ایسی حسین وجمیل عورت کسی ایسے مرد کے نکاح میں ہوگی جو اس سے محبت رکھتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں اور پھر بھی وہ اس طرح اسے نیچا دکھانے کی کوشش نہ کریں، بیان کیا کہ اس پر میں نے کہا سبحان اللہ، کیا اس طرح کا چرچا لوگوں نے کر دیا؟ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں رونے لگی، اور رات بھر روتی رہی صبح ہوگئی لیکن میرے آنسو نہیں تھمتے تھے اور نہ نیند کا آنکھوں میں نام ونشان تھا، صبح ہوگئی اور میں روتے جارہی تھی، اس عرصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالبؓ اور اُسامہ بن زیدؓ کو بلایا، کیونکہ اس معاملہ میں آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی، آپؐ ان سے میرے چھوڑ دینے کے لئے مشورہ لینا چاہتے تھے، حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ اُسامہ بن زیدؓ نے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی کے مطابق مشورہ دیا جس کا انھیں علم تھا کہ آپ کی اہلیہ (یعنی خود عائشہؓ) اس تہمت سے بری ہیں، اس کے علاوہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آنحضور ؐ کو ان سے کتنا تعلق خاطر ہے، اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی اہلیہ کے بارے میں خیر وبھلائی کے سوا اور ہمیں کسی چیز کا علم نہیں البتہ حضرت علیؓ نے (آپ کے غم وفکر کو دیکھکر آپ کی تسلی کیلئے) کہا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی ہے عورتیں ان کے سوا اور بھی بہت ہیں اور اگر آپ خادمہ (بریرہؓ) سے دریافت فرمائیں تو آپ کو سچ سچ حالت بتادے گی، حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہؓ کو بلایا اور دریافت فرمایا، بریرہ! کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تجھ کو شبہ گذرا ہو؟ بریرہؓ نے عرض کیا، نہیں، حضور قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جس پر میں عیب لگا سکوں ہاں ایک بات ضرور ہے کہ وہ کم عمر لڑکی ہیں اپنے گھر والوں کے آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے اتنے میں بکری آتی ہے اور کھا جاتی ہے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اسی روز آپؐ نے عبداللہ ابن ابی بن سلول کے مقابل مدد چاہی، عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہوکر فرمایا۔ اے مسلمانوں کے گروہ ایک ایسے شخص کے بارے میں کون میری مدد کرتا ہے جس کی اذیت رسانی اب میرے گھر تک پہونچ گئی ہے، خدا کی قسم میں اپنی اہلیہ کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا ہوں، اور یہ لوگ جس مرد کا نام لے رہے ہیں ان کے بارے میں بھی خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتا، وہ جب بھی میرے گھر میں گئے ہیں تو میرے ساتھ ہی گئے ہیں، اس پر حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ قبیلہ

اوس کے سردار) اٹھے اور کہا، یا رسول اللہ میں اس شخص کے مقابل میں آپ کی مدد کروں گا اگر وہ شخص قبیلۂ اوس سے تعلق رکھتا ہے تو میں اس کی گردن اڑادوں گا، اور اگر وہ ہمارے بھائیوں یعنی قبیلۂ خزرج کا ہے تو آپ ہمیں حکم دیں ہم حکم کی تعمیل کریں گے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے بعد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے وہ قبیلۂ خزرج کے سردار تھے، اس سے پہلے وہ مرد صالح تھے، لیکن آج ان پر (قومی) حمیت غالب آگئی تھی، (عبداللہ بن ابی ابن سلول منافق ان ہی کے قبیلہ یعنی قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتا تھا) انھوں نے سعد بن معاذ سے کہا اللہ کی قسم تم نے جھوٹ کہا ہے، تم اسے قتل نہیں کرسکتے، تم میں اس کے قتل کی طاقت بھی نہیں ہے، پھر حضرت اُسید بن حضیر کھڑے ہوئے، اور آپ (اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے، آپ نے سعد بن عبادہ سے کہا، خدا کی قسم تم جھوٹے ہو ہم اسے ضرور قتل کریں گے تم منافق ہو منافقوں کی طرفداری میں لڑتے ہو، اتنے میں دونوں قبیلے اٹھ کھڑے ہوئے اور نوبت آپس ہی میں قتل و قتال تک پہونچ گئی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے تھے، آپ لوگوں کو خاموش کرنے لگے، آخر سب لوگ چپ ہوگئے، اور آنحضور بھی خاموش ہوگئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، میں اس دن بھی برابر روتی رہی نہ آنسو تھمتا تھا اور نہ نیند آتی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب (دوسری) صبح ہوئی تو میرے والدین میرے پاس ہی موجود تھے، دو راتیں اور ایک دن مجھے مسلسل روتے ہوئے گذر گیا تھا، اس عرصہ میں نہ مجھے نیند آتی تھی اور نہ آنسو تھمتے تھے، والدین سوچنے لگے کہ روتے روتے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ابھی وہ دونوں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں روئے جارہی تھی کہ قبیلہ انصار کی ایک خاتون نے اندر آنے کی اجازت چاہی میں نے انھیں اندر آنے کی اجازت دیدی، پھر وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگیں، ہم لوگ اس حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے، آپ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب سے مجھ پر تہمت لگائی گئی تھی اس وقت سے اب تک آنحضرت میرے پاس نہیں بیٹھے تھے، آپ نے ایک مہینہ تک اس معاملہ میں انتظار کیا، آپ پر میرے معاملہ میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی، عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بیٹھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا پھر فرمایا، امابعد! اے عائشہ تمھارے بارے میں مجھے اس اس طرح کی خبریں پہونچی ہیں پس اگر تم بری ہو تو اللہ تعالیٰ تمھاری برارت خود کردیگا، لیکن اگر تم سے غلطی سے کوئی گناہ ہوگیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرلیتا ہے پھر اللہ سے توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گفتگو ختم کرچکے تو یکبارگی میرے آنسو اس طرح خشک ہوگئے جیسے ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا ہو، میں نے اپنے والد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے انھوں نے فرمایا خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں کیا کہوں، پھر میں نے اپنی

والدہ سے کہا کہ آنحضور ﷺ کی باتوں کا میری طرف سے آپ جواب دیجئے، انھوں نے بھی یہی کہا کہ خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عرض کروں، عائشہؓ نے بیان کیا کہ پھر میں خود ہی بولی میں اس وقت نوعمر لڑکی تھی، میں نے بہت زیادہ قرآن بھی نہیں پڑھا تھا (میں نے عرض کیا) خدا کی قسم میں یہ تو جانتی ہوں کہ ان افواہوں کے متعلق جو کچھ آپ لوگوں نے سنا ہے وہ آپ لوگوں کے دلوں میں جم گیا ہے اور آپ لوگ اسے صحیح سمجھنے لگے ہیں اب اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میں ان تہمتوں سے بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں واقعی بری ہوں تو آپ لوگ میری بات کا یقین نہیں کریں گے۔ لیکن اگر میں تہمت کا اقرار کرلوں حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میں قطعاً اس سے بری اور پاک ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق کرنے لگیں گے، خدا کی قسم میرے پاس آپ لوگوں کے لئے کوئی مثال نہیں ہے سوائے یوسفؑ کے والد (یعقوب علیہ السلام) کے اس ارشاد کے کہ انھوں نے فرمایا تھا فصبر جمیل الخ اب صبر ہی بہتر ہے اور تم جو کچھ بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی مدد کرے گا، حضرت عائشہؓ نے بیان کیا پھر میں نے اپنا رخ دوسری طرف کرلیا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی، بیان فرمایا کہ مجھے پورا یقین تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری برأت ضرور کرے گا، لیکن خدا کی قسم مجھے اس کا وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسی وحی نازل فرمائے گا کہ جس کی تلاوت کی جائے گی، میں اپنی حیثیت اس سے بہت کم تر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں وحی متلو (قرآن مجید کی آیت) نازل فرمائیں البتہ مجھے اس کی توقع ضرور تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خواب دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ اسکے ذریعہ میری برأت کردیں گے، حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اپنی مجلس میں تشریف فرما تھے، گھر والوں میں سے بھی کوئی باہر نہ نکلا تھا کہ آپؐ پر وحی کا نزول شروع ہوا اور وہی کیفیت آپ پر طاری ہوئی جو وحی کے نازل ہوتے ہوئے طاری ہوتی تھی یعنی آپ پسینے پسینے ہوگئے اور پسینہ موتیوں کی طرح آپؐ کے جسم اطہر سے ڈھلنے لگا حالانکہ سردی کے دن تھے، یہ کیفیت آپؐ پر اس وحی کی شدت کی وجہ سے طاری ہوتی تھی جو آپؐ پر نازل ہوتی تھی، عائشہ نے بیان کیا کہ پھر جب آنحضور ﷺ کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ تبسم فرمارہے تھے اور سب سے پہلا کلمہ جو آپؐ کی زبان مبارک سے نکلا یہ تھا کہ عائشہ! اللہ نے تمھیں بری قرار دیا ہے، میری والدہ نے فرمایا کہ آنحضور ﷺ کے سامنے (آپؐ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے) کھڑی ہوجا، حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ میں نے کہا خدا کی قسم میں آپ کے سامنے کھڑی نہیں ہوں گی اور اللہ پاک کے سوا اور کسی کی تعریف نہیں کروں گی اللہ تعالیٰ نے جو آیت نازل کی تھی وہ یہ تھی ان الذین جاؤا بالافک الآیۃ بیشک جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے وہ تم میں سے ایک چھوٹا سا گروہ ہے، مکمل دس آیتوں تک جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں میری برأت میں نازل کردیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ جو مسطح بن اثاثہؓ کے اخراجات ان سے قرابت اور ان کی محتاجی کی وجہ سے خود اٹھایا کرتے تھے آپ نے ان کے متعلق فرمایا، خدا کی قسم اب میں مسطح پر کبھی کچھ بھی خرچ نہیں کروں گا اسکے

بعد کہ اس نے عائشہؓ کے حق میں کہا (یعنی اس نے عائشہؓ پر کیسی تہمت لگائی اور قرابت کا کچھ بھی خیال نہیں کیا)، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، ولا یأتل او لوا الفضل منکم الآیۃ اور جو لوگ تم میں سے بزرگی اور وسعت والے ہیں وہ قرابت والوں کو اور مسکینوں کو اور اللہ کے راستہ میں ہجرت کرنے والوں کو مدد دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں چاہئے کہ معاف کرتے رہیں اور درگذر کرتے رہیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کرتا رہے، بے شک اللہ بڑا مغفرت والا بڑا رحمت والا ہے، ابوبکرؓ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم میری تو یہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادیں، چنانچہ مسطحؓ کو پھر وہ تمام اخراجات دینے لگے جو پہلے دیا کرتے تھے اور فرمایا کہ خدا کی قسم اب کبھی ان کا خرچ بند نہیں کروں گا، حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (طوفان کے زمانہ میں) ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ سے بھی میرے معاملہ میں پوچھا تھا آپ نے دریافت فرمایا، زینب تم کو کیا معلوم ہے؟ تم نے بھی کبھی کوئی چیز دیکھی ہے؟ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ میں اپنے کان اور آنکھ کو محفوظ رکھتی ہوں (کہ خلاف واقعہ نسبت کروں) میں ان کے متعلق خیر کے سوا کچھ نہیں جانتی ہوں، حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ ازواج مطہرات میں وہی ایک تھیں جو میرا مقابلہ کرتی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی پرہیزگاری کی وجہ سے انھیں تہمت لگانے سے محفوظ رکھا لیکن ان کی بہن حمنہ ان کے لئے لڑی اور تہمت لگانے والوں کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوئیں۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

والحدیث اخرجہ البخاری مطولا ومختصرا فی عدۃ مواضع مختصرا ص۳۵۹، مفصلا ص۳۶۳ تا ص۳۶۵، ایضا مفصلاً فی المغازی ص۵۹۳ وھنا فی التفسیر ص۶۹۶۔

نوٹ حدیث الافک کے بعض الفاظ کی تشریح نصر الباری کتاب المغازی میں گذر چکی ہے، کتاب المغازی کی حدیث ۱۶۶ کی تشریح ملاحظہ فرمایئے، البتہ بعض الفاظ کی تشریح یہاں کی جارہی ہے۔

احمل فی ھودجی وانزل فیہ:۔ بضم ہمزہ احمل وانزل مع التخفیف مبنیا للمفعول فیہما۔

العلقۃ:۔ بضم العین وسکون اللام وبالقاف (قس) **وظننت انھم سیفقدونی** بکسر القاف ونون واحدۃ والظن ہنا بمعنی العلم لان نقدہم ایاہا محقق قطعا وہو معلوم عندہا وفی نسخۃ سیفقدونی بفتح القاف ولابی ذر۔ **سیفقدوننی**:۔ بنونین لعدم الناصب والجازم والاولی لغۃ (قس) **صفوان بن المعطل**:۔ بتشدید الطاء المفتوحۃ۔ **السُّلَمی**:۔ بضم السین وفتح اللام۔ **ثم الذکوانی**:۔ بفتح الذال المعجمۃ الصحابی الفاضل، (قس) **فادلج**:۔ بسکون الدال المہملۃ ای سار من اول اللیل وبتشدیدہا من آخرہ وحینئذ فالذی ہنا ینبغی ان یکون بالتشدید لانہ کان فی آخر اللیل لکن التخفیف ہو الذی رویناہ (قس) **موغرین** بضم المیم وکسر الغین المعجمۃ والراء المہملۃ ای نازلین فی وقت الوغرۃ بفتح الواو وسکون الغین المعجمۃ شدۃ الحر وقت کون الشمس فی کبد السماء (قس)، حاصل یہ ہے کہ لفظ موغرین ایغار از باب افعال اسم فاعل کا صیغہ ہے، ایغار کے

کے معنی ہیں گرمی کے وقت میں داخل ہونا یہ دَغرہ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں گرمی کی بھڑک۔
نقهت بفتح النون والقاف ويجوز كسرها اى افقت من مرض ولم تكمل لى الصحة۔

اشکال وجواب وان تسال الجارية جاریہ سے مراد حضرت بریرہ رضہ کے لینے میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت بریرہ رضہ کو خریدنے اور آزاد کرنے کا واقعہ فتح مکہ کے بعد ۹ھ یا ۱۰ھ کا ہے اور واقعہ افک ۶ھ یا ۵ھ کا ہے، علامہ ابن قیم نے صاف انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ جاریہ سے بریرہ مراد لینا بعض راویوں کا وہم ہے اور ابن قیم کی تقلید میں زرکشی نے کہا کہ جاریہ سے بریرہ مراد لینا بعض راویوں کا مدرج ہے لیکن صحیح اور بہتر وہ جواب ہے جو شیخ تقی الدین سبکی نے دیا ہے کہ بریرہ کو خریدنے سے پہلے بھی وہ حضرت عائشہ رضہ کی خدمت کیا کرتی تھی، وهذا اولى من دعوى الادراج وتغليط الحفاظ (قسطلانی)
باقی واقعہ کی تفصیل مرتب انداز پر نصر الباری کتاب المغازی صفحہ ۱۹۲ میں ملاحظہ فرمائیے۔

بخاری شریف صفحہ ۶۹۸ ﴿ باب قوله ولولا فضل الله عليكم ورحمته فى الدنيا والاخرة لمسكم فى ما افضتم فيه عذاب عظيم ﴾

تشریح اس آیت میں خاص کر ان مسلمانوں کو خطاب فرمایا ہے جو طوفان وتہمت کے چرچا کرنے والے منافقوں کے افواہ سے متأثر ہو کر شریک طوفان ہو گئے تھے، پھر نزول آیات کے بعد تائب ہوئے مثلاً حضرت حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم۔ دنیا میں ان بزرگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل یہ ہوا کہ توبہ کی مہلت ملی اور آخرت کا فضل وکرم یہ کہ توبہ کی توفیق دی اور توبہ قبول بھی کر لیا۔

﴿ وقال مجاهد تلقونه يرويه بعضكم عن بعض تفيضون تقولون ﴾
اور مجاہد نے فرمایا کہ تلقونه کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے بعض بعض سے اس بات کو نقل کرنے لگے، اور تفیضون بمعنی تقولون ہے۔

تشریح تلقون:۔ صیغہ جمع مذکر حاضر اصل میں تتلقون تھا ایک تاء حذف ہو گئی، یہ تلقی سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کا اخذ کرنا، تلقین پانا۔ تفیضون یہ لفظ بقول علامہ عینی رحمہ سورۂ یونس کا ہے وهو قوله تعالى ولا تعملون من عمل الا كنا عليكم شهودا اذ تفيضون فيه (پ ۱۱ ع ۱۲) تم جو کام بھی کرتے ہو ہم کو سب کی خبر رہتی ہے جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو۔ وانما ذكر... امام البخاری) ههنا استطرادا لقوله "فيما افضتم فيه" فان كلا منهما من الافاضة وهو الاكثار فى القول۔

(۲۷۵) ﴿ حدثنا محمد بن كثير قال اخبرنا سليمن عن حصين عن ابى وائل عن مسروق عن ام رومان ام عائشة انها قالت لما رميت عائشة خرت مغشيا عليها ﴾

ترجمہ:۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضہ کی والدہ ام رومان رضہ نے بیان کیا کہ جب عائشہ پر تہمت

لگائی گئی تو بے ہوش ہو کے گر پڑی تھیں۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ لما رمیت عائشۃ الخ اس لئے کہ ترجمۃ الباب میں فیما افضتم سے یہی افک اور تہمت مراد ہے۔

ایک اعتراض اور جواب علامہ قسطلانی رحمہ فرماتے ہیں کہ خطیب نے اس روایت پر اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے کیونکہ حضرت ام رومان رض کی وفات آنحضرت صلعم کی زندگی میں ۶ھ میں ہوگئی، اور مسروق کی عمر اس وقت چھ سال تھی، علامہ عینی رحمہ نے بھی اس کو نقل فرمایا ہے اور مزید تائید میں لکھا ہے "فنزل قبرها واستغفر لها (عمدہ ۸۶/۱۹)

علامہ قسطلانی رحمہ جواب نقل فرماتے ہیں کہ ام رومان کی وفات ۶ھ میں نقل کرنے والے علی بن زید بن جدعان ہیں جو خود ضعیف ہیں صحیح یہ ہے کہ مسروق رحمہ نے ام رومان سے ــــــ حضرت عمر فاروق رض کے دور خلافت میں سنا ہے، ابراہیم حربی جو حافظ حدیث ہیں انھوں نے کہا ہے کہ مسروق کا سماع ام رومان سے ثابت ہے ابونعیم اصبہانی کہتے ہیں، عاشت ام رومان بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم دھرًا (قسطلانی)

باب قولہ اذ تلقونہ بالسنتکم وتقولون بافواھکم مالیس لکم بہ علم وتحسبونہ ھینا وھو عند اللہ عظیم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:- اذ تلقونہ الآیۃ (پ ۱۸ ع ۸) (عذاب عظیم کے مستحق تو اس وقت ہوتے) جب تم اس (جھوٹ یعنی تہمت) کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے، اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی تمھیں کوئی تحقیق نہ تھی اور تم اس کو ہلکی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی۔

(۲۷۴) **حدثنا** ابراهيم بن موسیٰ قال حدثنا هشام ان ابن جریج اخبرهم قال ابن ابی ملیکۃ سمعت عائشۃ تقرأ اذ تَلِقونہ بالسنتکم۔

ترجمہ:- ابن ابی ملیکۃ (یعنی عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی ملیکۃ) نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رض سے سنا وہ (مذکورہ بالا آیت کو پڑھ رہی تھیں۔ اذ تَلِقونہ بالسنتکم الآیۃ (یعنی بکسر اللام اور تخفیف قاف سے)

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاهرۃ۔
والحدیث فی المغازی ص ۵۹۶۔

اس صورت میں معنی ہوگا، تم جھوٹ بولنے لگے اپنی زبانوں سے "مشہور قرأت تلقّونہ بفتح اللام وتشدید القاف ہے تلقّی سے

پوری تفصیل کے لئے نصر الباری کتاب المغازی حدیث ۱۷۹ کی تشریحات ملاحظہ فرمائیے۔

باب قوله ولو لا اذ سمعتموه قلتم ما يكون لنا ان نتكلم بهذا سبحانك هذا بهتان عظيم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد : پیوستہ از آیت سابقہ (پ ۱۸ ع ۸) اور تم نے جب اس (بات) کو (اول) سنا تھا تو کیوں نہ کہدیا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ایسی بات منہ سے بھی نکالیں، معاذ اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے۔

(۲۷۷) حدثنا محمد بن المثنیٰ قال حدثنا يحيیٰ عن عمر بن سعيد بن ابی حسين قال حدثنی ابن ابی مليكة قال استاذن ابن عباس قبل موتها علی عائشة وهی مغلوبة قال اخشیٰ ان يثنی علیَّ فقيل ابن عم رسول الله صلی الله عليه وسلم ومن وجوه المسلمين قالت ائذنوا له فقال كيف تجدينك قالت بخير ان اتقيت قال فانت بخير ان شاء الله زوجة رسول الله صلی الله عليه وسلم ولم ينكح بكرا غيرك ونزل عذرك من السماء ودخل ابن الزبير خلافه فقالت دخل ابن عباس فاثنیٰ علیَّ ووددت انی كنت نسيا منسيا

ترجمہ :- ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رض کی وفات سے تھوڑی دیر پہلے جبکہ وہ نزع کی حالت میں تھیں، ابن عباس رض نے آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہی، حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ میری تعریف نہ کرنے لگیں، کسی نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور خود بھی عزت دار ہیں (اسلئے آپ کو اجازت دیدینی چاہیئے) اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر انہیں اندر بلا لو، حضرت ابن عباس رض نے آپ سے پوچھا آپ کس حال میں ہیں؟ آپ نے فرمایا "اگر میں اہل تقویٰ میں سے ہوں تو خیریت ہے (یعنی اگر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی ہوں تو سب اچھا ہی اچھا ہے) ابن عباس رض نے کہا انشاء اللہ آپ اچھی ہی رہیں گی (یعنی خاتمہ بخیر ہی ہوگا) آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں اور آپ کے سوا آنحضرت ص نے کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا، اور آپ کی براءت (قرآن مجید میں) آسمان سے نازل ہوئی اور ابن عباس کے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی خدمت میں ابن زبیر رض حاضر ہوئے، حضرت صدیقہ نے ان سے فرمایا کہ ابھی ابن عباس آئے تھے اور میری تعریف کی، میں تو چاہتی ہوں کہ میں بھولی بسری گمنام ہوتی۔

تشریح مطابقته للترجمة تؤخذ من قوله "ونزل عذرك من السماء"
والحديث سياتی فی النكاح صلاے وہنا فی التفسير ص۶۹۸ تا ص۶۹۹

وهی مغلوبة جملة حالية ای مغلوبة من كرب الموت - فقيل ابن عم رسول الله صلی الله عليه وسلم ای هو ابن عم رسول الله صلعم وانما قال ذالک لانه فهم منها انها تمنعه فدخل عليها بهذا القائل فی الاذن له بالدخول وذكرها منزلته وهذا القائل هو عبد الله بن عبد الرحمن بن ابی بكر الصديق رض والذی استاذن هو ذكوان مولیٰ عائشة ونزل عذرك من السماء اشارة الی قصة الافك - خلافه ای دخل عبد الله بن الزبير علی عائشة بعده متخالفين ذاہبا وآئیا ای وافق رجوعه مجيئه (عمدہ) نیز یہ بھی درست ہے کہ خلاف کو خلف بمعنی پیچھے سے ماخوذ مانا جائے

جیسا کہ صاحب تیسیر القاری نے کہا ہے اس صورت میں آسان ہوگیا، خلافہ ای بعدہ،

نسیا منسیا:۔ بفتح النون مقصد یہ ہے کہ کوئی میرا ذکر ہی نہ کرتا، اولیاء عظام تو گمنامی ہی پسند فرماتے ہیں شہرت اور ناموری کے خواہاں نہیں ہوتے البتہ اگر حق تعالیٰ ہی ان کو نامور اور مشہور کردے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت اور عظمت ڈالدے تو مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ سمجھ کر خاموش رہتے ہیں۔

ایک شبہ اور جواب اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جیسے کسی واقعہ کا صدق بغیر دلیل کے معلوم نہیں ہوتا اسلئے اس کا زبان سے نکالنا اور چرچا کرنا ناجائز قرار پایا، اسی طرح کسی کلام کا کاذب ہونا بھی تو بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتا کہ اس کو بہتان عظیم قرار دیا جائے

جواب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو گناہوں سے پاک وصاف سمجھنا اصل شرعی ہے، جو دلیل سے ثابت ہے اس کے خلاف جو بات بغیر دلیل کے اس کو جھوٹا سمجھنے کیلئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں، صرف اتنا کافی ہے کہ ایک مومن مسلمان پر بغیر کسی دلیل شرعی کے الزام لگایا گیا ہے لہذا یہ بہتان ہے (معارف)

(۲۷۸) ﴿ حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا عبد الوھاب بن عبد المجید قال حدثنا ابن عون عن القاسم ان ابن عباس استاذن علی عائشۃ ؓ نحوہ ولم یذکر نسیا منسیا ﴾

ترجمہ:۔ قاسم (بن محمد بن ابی بکر الصدیق ؓ) سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس ؓ نے حضرت عائشہ ؓ کے پاس آنے کی اجازت چاہی، مذکورہ بالا حدیث کی طرح اس میں نسیا منسیا کا ذکر نہیں ہے

تشریح حدیث مذکور کے اندر دوسری سند ہے، ابن عون عبد اللہ بن عون، والقاسم ہو القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق ؓ۔

﴿ باب قولہ یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا الآیۃ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (پ۱۸ ع۸) اللہ تمکو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت مت کرنا

(۲۷۹) ﴿ حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا سفیان عن الاعمش عن ابی الضحیٰ عن مسروق عن عائشۃ قالت جاء حسان بن ثابت یستاذن علیھا قلت اتاذنین لھذا قالت اولیس قد اصابہ عذاب عظیم قال سفیٰن تعنی ذھاب بصرہ فقال حصان رزان ما تزن بریبۃ وتصبح غرثیٰ من لحوم الغوافل قالت لکن انت ﴾

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ حسان بن ثابت ؓ نے حضرت عائشہ ؓ کے پاس (یعنی میرے پاس) آنے کی اجازت چاہی (مسروق جو کہتے ہیں قلت) میں نے عرض کیا کہ آپ انھیں بھی اجازت دیتی ہیں؟ (حالانکہ انھوں نے بھی آپ پر تہمت لگانے والوں کا ساتھ دیا تھا) اس پر عائشہ ؓ نے فرمایا: کیا انھیں اس کی ایک بڑی سزا نہیں مل چکی ہے؟ سفیان نے کہا کہ آپ (حضرت عائشہ ؓ) ان کے نابینا ہوجانے کی طرف اشارہ تھا (حضرت حسان جو مشہور شاعر تھے آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے) پھر حسان نے یہ شعر پڑھا

سه حصان رزان الخ یعنی پاک دامن اور عقلمند ہیں کسی شک وشبہ سے متہم نہیں کی جاسکتی ہیں، آپ غافل اور پاک دامن عورتوں کا گوشت کھانے سے کامل پرہیز کرتی ہیں، حضرت عائشہ رض نے فرمایا لیکن تم؟ (ایسے نہیں ہو کیونکہ تہمت لگانے والوں کے ساتھ شریک ہو کر غیبت کر کے لوگوں کا گوشت کھانے سے بچ نہ سکے)

تشریح مطابقة للترجمة تؤخذ من قوله " انا ذنبين لهذا " يفهم بالتامل (عمدہ)
والحديث قد مضى فى المغازى ۵۹۵ وههنا فى التفسير ۶۹۹

ملاحظہ فرمایئے نصر الباری کتاب المغازی کی حدیث ۱۸۱ کی تشریحات۔
حضرت حسان کے شعر کا ترجمہ علامہ وحید الزماں نے شعر میں اس طرح کیا ہے ؎
عاقلہ ہے پاکدامن پاک ہے ہر عیب سے وہ نیک بخت ؞ صبح کرتی ہے وہ بھوکی بے گنہ کا گوشت کھاتی نہیں

باب قوله " ويبين الله لكم الآيات والله عليم حكيم "

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (آیت مذکورہ پ۱۸ ع ۸) اور اللہ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے اور اللہ بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔

(۲۸۰) حدثنى محمد بن بشار قال حدثنا ابن ابى عدى قال انبأنا شعبة عن الاعمش عن ابى الضحى عن مسروق قال دخل حسان بن ثابت على عائشة فشبب وقال

حصان رزان ما تزن بريبة ؞ وتصبح غرثى من لحوم الغوافل

قالت لست كذلك قلت تدعين مثل هذا يدخل عليك وقد انزل الله " والذى تولى كبره منهم له عذاب عظيم " فقالت اى عذاب اشد من العمى، وقالت وقد كان يرد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

ترجمہ مسروق رہ نے بیان کیا کہ حضرت حسان بن ثابت رض حضرت عائشہ رض کے پاس آئے اور یہ شعر پڑھا:۔ ترجمہ: عفیفہ اور بڑی عقلمند ہیں آپ کے متعلق کسی کو شبہ بھی نہیں گذر سکتا آپ غافل اور پاک دامن عورتوں کا گوشت کھانے سے کامل پرہیز کرتی ہیں، اردو شعر میں ترجمہ از علامہ وحید الزماں (تیسیر الباری)
عاقلہ ہے پاک دامن پاک ہے ہر عیب سے وہ نیک بخت ؞ صبح کرتی ہے وہ بھوکی بے گنہ کا گوشت وہ کھاتی نہیں
اس پر عائشہ رض نے فرمایا، لیکن اے حسان تو ایسا نہیں ہے، بعد میں میں نے عرض کیا کہ آپ ایسے شخص کو اپنے پاس آنے دیتی ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو یہ آیت بھی نازل کر چکا ہے " والذى تولى الآية، اور جس نے ان میں سے سب بڑھ کر حصہ لیا اس کے لئے عذاب عظیم ہے، حضرت عائشہ رض نے فرمایا، نابینا ہو جانے سے بڑھ کر اور کیا عذاب ہوگا، پھر آپ نے فرمایا کہ حسان رض رسول اللہ صلعم کی طرف سے کفار کی ہجو کا جواب دیا کرتے تھے

تشریح ہذا طریق آخر فى الحديث المذكور فى الباب الذى قبلہ۔
قلت تدعين الخ القائل ہو مسروق رہ تدعين اى تتركين مثل ہذا يعنى حسان يدخل عليك

وقد خاض فی الافک ۱/۶

ام المومنین حضرت صدیقہ رض کا مقصد

حضرت عائشہ کا مقصد یہ تھا کہ اگر حسان رض نے منافقین کے چکموں میں آکر ایک غلطی کرلی لیکن دوسری خوبیاں اور نیکیاں ایسی ہیں کہ یہ غلطی قابل درگذر ہے، حضرت حسان رض کافروں کا ہجو کرتے تھے اور کافروں کے ہجو کا اپنے اشعار میں ایسا جواب دیتے کہ کفار تلملا جاتے، ایک حدیث میں ہے کہ آنحضور ص نے حسان سے فرمایا کہ روح القدس تیری مدد پر ہے جب تک تو اللہ اور رسول کی طرف سے کافروں کا رد کرے، کتاب المغازی حدیث ۱۴۶ میں عروہ کی روایت گذر چکی ہے کہ حضرت عائشہ رض ناپسند کرتی تھیں کہ ان کے سامنے حسان کو برا بھلا کہا جائے اور فرماتی تھیں کہ وہ حسان ہی ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

فان ابی و والدہ وعرضی ✽ لعرض محمد منکم وقاء

بخاری ص ۶۹۹ ✽ باب قوله إن الذين يحبون ان تشيع الفاحشة في الذين آمنوا لهم عذاب اليم في الدنيا والآخرة والله يعلم وانتم لا تعلمون ولولا فضل الله عليكم ورحمته وان الله رؤف رحيم، ولا يأتل اولوا الفضل منكم والسعة ان يؤتوا اولي القربى والمسكين والمهجرين في سبيل الله وليعفوا وليصفحوا الا تحبون ان يغفر الله لكم والله غفور رحيم ✽

اللہ تعالیٰ کا ارشاد، ان الذین الآیۃ پ ۱۸ ع ۲) یقیناً جو لوگ چاہتے ہیں کہ مومنین کے درمیان بے حیائی کا چرچا رہے ان کیلئے دنیا و آخرت میں سزائے دردناک ہے اور اللہ علم رکھتا ہے، اور تم علم نہیں رکھتے، اگر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو یہ بات نہیں ہوتی کہ اللہ بڑا شفیق بڑا رحیم ہے (تو تم بھی نہ بچتے) اور جو لوگ تم میں سے بزرگی والے اور وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت اور مسکینوں کو اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں بلکہ ان کو چاہیئے کہ معاف کرتے رہیں اور درگذر کرتے رہیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کرتا ہے بے شک اللہ بڑا رحمت والا ہے۔

(۲۸۱) ✽ قال ابو اسامة عن هشام بن عروة قال اخبرني ابي عن عائشة قالت لما ذكر من شأني الذي ذكر وما علمت به قام رسول الله صلى الله عليه وسلم فيّ خطيبا فتشهد فحمد الله واثنى عليه بما هو اهله ثم قال اما بعد اشيروا علي في اناس ابنوا اهلي وايم الله ما علمت على اهلي من سوء وابنوهم بمن والله ما علمت عليه من سوء قط ولا يدخل بيتي قط الا وانا حاضر ولا غبت في سفر الا غاب معي فقام سعد بن معاذ فقال ائذن لي يا رسول الله ان نضرب اعناقهم وقام رجل من بني الخزرج وكانت ام حسان بن ثابت من رهط ذلك الرجل فقال كذبت اما والله ان لو كانوا من الاوس

ما احببت أن تضرب اعناقهم حتى كادت تكون بين الاوس والخزرج شرٌ فى المسجد وما علمتُ فلما كان مساءُ ذلك اليوم خرجت لبعض حاجتى ومعى امّ مسطح فعثرت فقالت تعس مسطحٌ فقلت اى أمّ تسبّين ابنك وسكتت ثم عثرت ثانية فقالت تعس مسطح فقلت لها تسبين ابنك ثم عثرت الثالثة فقالت تعس مسطح فانتهرتها فقالت والله ما اسُبّه الا فيك فقلت فى اى شانى قالت فبقرت لى الحديث فقلت وقد كان هذا قالت نعم والله فرجعت الى بيتى كان الذى خرجت له لا اجد منه قليلا ولا كثيرا ووُعكتُ فقلت لرسول الله صلى الله عليه وسلم أرسلنى الى بيت ابى فارسل معى الغلام فدخلت الدار فوجدت امّ رومان فى السّفل وابابكر فوق البيت يقرأ فقالت امّى ما جاء بك يا بنيّة فاخبرتُها وذكرت لها الحديث واذا هو لم يبلغ منها مثل ما بلغ منّى فقالت يا بنيّة خفّفى عليك الشان فانّه والله لقلّ ما كانت امرأة حسناء عند رجل يحبّها لها ضرائر الا حسدنها وقيل فيها واذا هو لم يبلغ منها ما بلغ منى قلت وقد علم به ابى قالت نعم قلت ورسول الله صلى الله عليه وسلم قالت نعم ورسول الله صلى الله عليه وسلم واستعبرت وبكيت فسمع ابوبكر صوتى وهو فوق البيت يقرأ فنزل فقال لامّى ما شانها قالت بلغها الذى ذكر من شانها ففاضت عيناه قال اقسمت عليكِ اى بنيّة إلا رجعتِ الى بيتك فرجعتُ ولقد جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم بيتى فسأل عنّى خادمتى فقالت لا والله ما علمت عليها عيبًا الا انها كانت ترقد حتى تدخل الشاة فتاكل خميرها او عجينها وانتهرها بعض اصحابه فقال اصدُقى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى اسقطوا لها به فقالت سبحان الله والله ما علمت عليها الا ما يعلم الصائغ على تبر الذهب الاحمر وبلغ الامر الى ذالك الرجل الذى قيل له ــــــ فقال سبحان الله والله ماكشفت كنف انثى قط قالت عائشة فقتل شهيدا فى سبيل الله قالت واصبح ابواى عندى فلم يزالا حتى دخل علىّ رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد صلى العصر ثم دخل وقد اكتنفنى ابواى عن يمينى وعن شمالى فحمد الله واثنى عليه ثم قال اما بعد يا عائشة ان كنتِ قارفتِ سوءً او ظلمتِ فتوبى الى الله فان الله يقبل التوبة عن عباده قالت وقد جاءت امرأة من الانصار فهى جالسةٌ بالباب فقلت الا تستحى من هذه المرأة ان تذكر شيئا فوعظ رسول الله صلى الله عليه وسلم فالتفتّ الى ابى فقلت اجِبْه قال فما ذا اقول فالتفتّ الى امّى فقلت اجيبيه فقالت أقول ماذا فلمّا لم يجيباه تشهدتُ فحمدتُ الله واثنيت عليه بما هو اهله

ثم قلت اما بعد فواللہ لئن قلت لکم انی لم افعل واللہ یشہد انی لصادقۃ ما ذاک بنافعی عندکم لقد تکلمتم واشربتہ قلوبکم وان قلت انی فعلت واللہ یعلم انی لم افعل لتقولن قد باءت اعترفت بہ علی نفسہا وانی واللہ ما اجد لی ولکم مثلا والتمست اسم یعقوب فلم اقدر علیہ الا ابا یوسف حین قال فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔ وانزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ساعتہ فسکتنا فرفع عنہ وانی لاتبین السرور فی وجہہ وھو یمسح جبینہ ویقول البشری یا عائشۃ فقد انزل اللہ براءتک قالت وکنت اشد ما کنت غضبا فقال لی ابوای قومی الیہ فقلت لا واللہ لا اقوم الیہ ولا احمدہ ولا احمدکما ولکن احمد اللہ الذی انزل براءتی لقد سمعتموہ فما انکرتموہ ولا غیرتموہ وکانت عائشۃ تقول اما زینب ابنۃ جحش فعصمہا اللہ بدینہا فلم تقل الا خیرا واما اختہا حمنۃ فہلکت فیمن ھلک وکان الذی یتکلم فیہ مسطح وحسان بن ثابت والمنافق عبد اللہ بن ابی وھو الذی کان یستوشیہ ویجمعہ وھو الذی تولی کبرہ منہم ھو وحمنۃ قالت فحلف ابوبکر ان لا ینفع مسطحا بنافعۃ ابدا فانزل اللہ ولا یاتل اولوا الفضل منکم الی اخر الایۃ یعنی ابابکر والسعۃ ان یؤتوا اولی القربی والمساکین یعنی مسطحا الی قولہ۔ الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم حتی قال ابوبکر بلی واللہ یا ربنا انا لنحب ان تغفر لنا وعاد لہ بما کان یصنع ◆

ترجمہ: حضرت عائشہ رض نے بیان کیا کہ جب میرے بارے میں بیان کیا گیا جو چرچا کیا گیا (یعنی تہمت واتہام کا تذکرہ کیا گیا) درانحالیکہ مجھ کو اس تہمت کا (اس وقت) کوئی علم نہیں ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے معاملہ میں خطبہ دینے کے لئے (منبر پر) کھڑے ہوئے، چنانچہ آپ نے شہادت (یعنی اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمدا عبدہ ورسولہ) کے بعد اللہ کی حمد وثنا اس کی شان کے مطابق بیان فرمائی پھر فرمایا اما بعد، تم لوگ مجھے ایسے لوگوں کے بارے میں مشورہ دو جن لوگوں نے میری اہلیہ پر تہمت لگائی ہے اور اللہ کی قسم میں نے اپنی اہلیہ میں کوئی برائی نہیں دیکھی ہے اور لوگوں نے تہمت بھی ایسے شخص (صفوان بن معطل رض) کے ساتھ لگائی ہے کہ اللہ کی قسم ان میں بھی میں نے کبھی کوئی برائی نہیں دیکھی، وہ میرے گھر میں جب بھی داخل ہوا تو میری موجودگی ہی میں داخل ہوا، اور اگر میں کبھی سفر کی وجہ سے مدینہ میں نہیں ہوتا تو وہ بھی نہیں ہوتا، وہ تو میرے ساتھ ہی رہتا ہے، اس کے بعد سعد بن معاذ رض کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم ایسے لوگوں کی گردنیں اڑا دیں، اسکے بعد قبیلہ خزرج کے ایک صاحب (سعد بن عبادہ رض) کھڑے ہوئے اور حسان بن ثابت رض کی والدہ (فریعہ بضم الفاء وفتح الراء بنت خالد) اس شخص کی قوم (قبیلہ خزرج) تھی انھوں نے کھڑے ہو کر (سعد بن معاذ رض سے) کہا تم جھوٹے ہو سن لو خدا کی قسم اگر وہ لوگ (تہمت لگانے والے) قبیلہ اوس (یعنی تمہارے قبیلے) کے ہوتے تو تم کبھی

انھیں قتل کرنا پسند نہیں کرتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مسجد ہی میں اوس وخزرج کے قبائل میں باہم فساد ہو جائیگا اور مجھکو اس کا کوئی علم نہیں، اسی دن کی رات میں میں قضاء حاجت کیلئے نکلی اور میرے ساتھ ام مسطح رض بھی تھیں وہ (راستے میں) پھسل گئیں (یعنی اپنی چادر میں الجھ کر گر گئیں، اور ان کی زبان سے نکلا مسطح کو خدا غارت کرے، میں نے کہا۔ آپ اپنے بیٹے کو کوستی ہیں؟ وہ خاموش رہیں پھر دوبارہ وہ پھسلیں اور ان کی زبان سے وہی الفاظ نکلے کہ مسطح کو خدا غارت کرے، میں نے پھر ان سے کہا کہ اپنے بیٹے کو کوستی ہو؟ پھر وہ تیسری مرتبہ پھسلیں اور تعس مسطح کہا تو میں نے انھیں ٹوکا (کہ یہ کیا بات ہے؟) اس پر انھوں نے بتایا خدا کی قسم میں تو آپ ہی کی وجہ سے اسے کوستی ہوں، میں نے کہا کہ میرے کس معاملہ میں آپ کوس رہی ہیں؟ حضرت عائشہ رض نے بیان کیا کہ اب انھوں نے سارا قصہ (طوفان کا) بیان کیا، میں نے پوچھا کیا واقعی ایسا ہوا؟ انھوں نے کہا ہاں، ہاں خدا کی قسم پھر اپنے گھر آگئی، لیکن (اس دہشت ناک واقعہ کو سن کر رنج وغم کا یہ عالم تھا کہ) مجھے کچھ خبر نہیں کہ کس کام کے لئے باہر گئی تھی اور کہاں سے آئی ہوں، ذرہ برابر بھی مجھے اس کا احساس نہیں رہا، اور مجھے بخار چڑھ گیا، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ مجھے ذرا میرے والد کے گھر پہونچوا دیجئے، آنحضور نے میرے ساتھ ایک بچہ کر دیا، میں گھر پہونچی تو میں نے دیکھا کہ ام رومان (والدہ) نیچے کے حصہ میں ہیں اور (والد محترم) ابو بکر رض بالاخانہ میں تلاوت کر رہے ہیں، والدہ نے پوچھا بیٹی! اس وقت کیسے آگئیں؟ میں نے وجہ بتائی اور واقعہ کی تفصیلات سنائیں، ان باتوں سے جتنا غم مجھکو تھا ایسا محسوس ہوا کہ ان کو اتنا غم نہیں ہے، انھوں نے فرمایا "بیٹی! اپنے تئیں سنبھال (یعنی اتنا غم مت کر) کم ہی ایسی خوبصورت عورت کسی ایسے مرد کے نکاح میں ہوگی جو اس سے محبت رکھتا ہو اور اس کو سوکنیں بھی ہوں اور وہ اس سے حسد نہ کریں اور اس میں سو عیب نہ نکالیں اس تہمت سے وہ اس درجہ بالکل متاثر نہیں معلوم ہوتی تھیں جتنا میں متاثر تھی، میں نے پوچھا والد کے علم میں بھی یہ باتیں آگئی ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں، میں نے پوچھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے؟ - انھوں نے بتایا۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں سب کچھ ہے، میں یہ سنکر آنسو بہانے اور رونے لگی، تو ابو بکر رض نے بھی میری آواز سن لی، وہ گھر کے بالائی حصہ میں تلاوت کر رہے تھے وہ اتر آئے اور میری والدہ سے پوچھا کہ اسے کیا ہوگیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ وہ تمام باتیں اسے بھی معلوم ہوگئی ہیں جو اس کے متعلق کہی جارہی ہیں، ان کی بھی آنکھیں بھر آئیں، اور فرمایا: بیٹی، تمھیں قسم دیتا ہوں، اپنے گھر واپس چلی جاؤ، چنانچہ میں واپس چلی آئی (جب میں اپنے والدین کے گھر آگئی تھی تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے تھے، اور میری خادمہ (بریرہ رض) سے پوچھا تھا تو انھوں نے کہا تھا۔ نہیں خدا کی قسم میں ان کے اندر کوئی عیب نہیں جانتی البتہ ایسا ہو جایا کرتا تھا کم عمری کی غفلت کی وجہ سے) کہ (آٹا گوندھتے ہوئے) سو جایا کرتیں اور بکری آکر ان کا گوندھا ہوا آٹا کھا جاتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ (یعنی حضرت علی رض) نے ڈانٹ کر ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچ سچ اور صحیح بتادے یہاں تک کہ صحابہ نے بریرہ رض سے اس واقعہ افک کی تصریح کر کے پوچھا تو انھوں نے کہا سبحان اللہ میں تو عائشہ رض کو اس طرح جانتی ہوں جس طرح سنار کھرے سونے کو جانتا ہے، اس تہمت کی خبر جب ان صاحب کو معلوم ہوئی جن کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی (یعنی حضرت صفوان رض) تو انھوں نے کہا سبحان اللہ، اللہ کی قسم میں نے آج تک کسی (غیر) عورت کا کپڑا نہیں کھولا۔ حضرت عائشہ رض نے بیان کیا کہ پھر انھوں نے اللہ کے راستہ میں شہادت پائی۔ بیان کیا کہ صبح کے وقت میرے والدین میرے پاس آگئے اور میرے پاس ہی رہے آخر عصر کی نماز سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لائے میرے والدین مجھے دائیں اور بائیں طرف سے پکڑے ہوئے تھے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا اما بعد! اے عائشہ اگر تم نے واقعی کوئی برا کام کیا ہے اور اپنے اوپر ظلم کیا ہے تو پھر اللہ سے توبہ کرو کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، حضرت عائشہ رض نے بیان کیا کہ ایک انصاری خاتون بھی آگئی تھیں اور دروازے پر بیٹھی ہوئی تھیں، میں نے عرض کیا کہ آپ اس خاتون کا بھی لحاظ نہیں فرماتے؟ کہیں یہ (اپنی سمجھ کے مطابق الٹی سیدھی) کوئی بات باہر کہدیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے نصیحت فرمائی اسکے بعد میں اپنے والد کی طرف متوجہ ہوئی اور ان سے عرض کیا کہ آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں انھوں نے فرمایا کہ میں کیا کہوں؟ پھر میں اپنی والدہ کی طرف متوجہ ہوئی اور ان سے عرض کیا کہ آپ ہی حضور ؐ کا جواب دیجئے، انھوں نے بھی یہی کہا کہ میں کیا کہوں؟ پھر جب ان دونوں نے کچھ جواب نہیں دیا تو (لاچار ہو کر) میں نے شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کی حمد وثنا کی اور کہا اما بعد! اللہ کی قسم اگر میں آپ لوگوں سے یہ کہوں کہ میں نے (ایسا برا کام) نہیں کیا، اور اللہ عزوجل گواہ ہے کہ میں (اپنے اس دعوے میں) سچی ہوں تو آپ لوگوں کے خیال کو بدلنے میں میری یہ بات مجھے کوئی نفع نہیں پہونچائے گی، کیونکہ یہ بات آپ لوگوں کے دلوں میں رچ بس گئی ہے اور اگر میں یہ کہدوں کہ میں نے یہ کام کیا ہے، حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میں نے قطعاً ایسا نہیں کیا ہے تو آپ لوگ کہیں گے کہ اس نے تو جرم کا خود اقرار کر لیا ہے اب تو خدا کی قسم میں اپنی مثال اور آپ لوگوں کی مثال وہی پاتی ہوں جو یوسف ؑ کے والد کی تھی کہ انھوں نے فرمایا تھا "بس صبر ہی اچھا ہے اور تم لوگ جو کچھ بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی مدد کرے"، میں نے ذہن پر بہت زور دیا کہ یعقوب علیہ السلام کا نام یاد آجائے لیکن نہیں یاد آیا۔ اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول شروع ہو گیا اور ہم سب خاموش ہو گئے پھر آپ ؐ سے یہ کیفیت ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ مسرت وخوشی آپ کے چہرۂ انور سے ظاہر ہے، آنحضور ؐ نے اپنی پیشانی (پسینہ سے) صاف کرتے ہوئے فرمایا، عائشہ! تمھیں بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے تمھاری برأت نازل کر دی ہے، حضرت عائشہ رض نے بیان کیا کہ اس وقت مجھے بڑا غصہ آرہا تھا، میرے والدین نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے سامنے کھڑی ہوجا (یعنی سامنے جاکر حضور اقدس ﷺ کا شکریہ ادا کر) میں نے کہا کہ خدا کی قسم میں آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑی نہیں ہوں گی اور نہ آنحضور ﷺ کا شکریہ ادا کروں گی اور نہ آپ لوگوں کا شکریہ ادا کروں گی میں تو صرف اس خدائے پاک کا شکر ادا کروں گی، جس نے میری برأت نازل کی ہے، آپ لوگوں نے تو یہ افواہ سنی اور اس کا انکار بھی نہ کر سکے اور نہ ہی اس کے ختم کرنے کی کوشش کی، حضرت عائشہ رض فرماتی تھیں کہ زینب بنت جحش رض (ام المؤمنین) کو اللہ تعالیٰ نے ان کی دینداری اور تقویٰ کی وجہ سے اس تہمت میں پڑنے سے محفوظ رکھا انھوں نے (میری بابت) خیر کے سوا اور کوئی بات نہیں کہی، البتہ ان کی بہن حمنہ رض ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہوئیں (یعنی اس طوفان وتہمت میں حصہ لینے کی وجہ سے جن لوگوں پر تہمت کی حد حدِ قذف جاری ہوئی ان میں حضرت حمنہ بھی تھی) اس افواہ کو پھیلانے میں مسطح اور حسان رضی اللہ عنہما اور منافق عبداللہ بن ابی نے حصہ لیا تھا، اور یہی (عبداللہ بن ابی) ہے جو اس کو کھود کرید کر پوچھتا اور اس پر حاشیہ چڑھاتا اور یہی (منافق) اس طوفان کا بانی مبانی تھا، والذی تولی کبرہ سے وہ منافق اور حضرت حمنہ مراد ہیں، حضرت عائشہ رض نے بیان کیا کہ پھر حضرت ابوبکر رض نے قسم کھائی کہ مسطح کو کوئی فائدہ آئندہ کبھی وہ نہیں پہونچائیں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ ولا یأتل الآیۃ اور جو لوگ تم میں بزرگی والے اور وسعت والے ہیں مراد حضرت ابوبکر رض ہیں وہ قرابت والوں اور مسکینوں کو (یعنی حضرت مسطح رض) کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں تا ارشاد الٰہی الا تحبون ان یغفر اللہ الآیۃ کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کرتا رہے بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے یہاں تک کہ ابوبکر رض نے کہا ہاں خدا کی قسم اے ہمارے رب ہم تو اس کے خواہشمند ہیں کہ آپ ہماری مغفرت فرمادیں، پھر حضرت ابوبکر رض پہلے کی طرح مسطح رض کو اخراجات دینے لگے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ فی آخر الحدیث ولا یأتل اولو الفضل منکم الخ

والحدیث مر مرارا ملاحظہ فرمایئے حدیث الافک نصر الباری کتاب المغازی حدیث ۱۴۶

ابنو بہمزۃ موحدۃ مخففۃ، وعکت بضم الواو وسکون الکاف ای صرت محمومۃ، خفضی بخاء معجمۃ مفتوحۃ وفاء مشددۃ نضاد معجمۃ مسکورتین وفی نسخۃ خفضی بفاء ثانیۃ بدل الضاد۔ شہید افی سبیل اللہ فی غزوۃ ارمینیۃ سنۃ تسع عشرۃ فی خلافۃ عمر کما قالہ ابن اسحاق (قسطلانی، عمدہ)۔

بخاری صفحہ ۷۰۰ باب قولہ ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن " وقال احمد بن شبیب حدثنا ابی عن یونس قال ابن شہاب عن عروۃ عن عائشۃ قالت یرحم اللہ نساء المہاجرات الاُوَل لما انزل اللہ " ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن " شققن مروطھن فاختمرن بہ ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پ۱۸ ع ۱۰) اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں (تاکہ سینہ اور گلا نظر نہ آئے) اور احمد بن شبیب نے بیان کیا انھوں نے کہا ہم سے ہمارے والد شبیب بن سعید نے بیان کیا انھوں نے

یونس بن یزید نے ان سے ابن شہاب نے بیان کیا ان سے حضرت عائشہ رضی نے فرمایا کہ اللہ ان عورتوں پر رحم کرے جنھوں نے پہلی ہجرت کی تھی جب اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن نازل فرمائی تو انھوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر ان کے دوپٹے بنالئے۔

تشریح مطابقة للترجمة ظاهرة۔

احمد بن شبیب امام بخاری رح کے شیوخ میں سے ہیں، شاید یہ روایت امام بخاری نے ان سے نہیں سنی اس لئے اخبرنا یا حدثنا احمد بن شبیب نہیں کہا بلکہ تعلیقاً ذکر فرمایا، لیکن ابن منذر نے اس کو وصل کیا ہے، قال حدثنا محمد بن علی بن زید الصائغ عن احمد بن شبیب الخ چنانچہ حافظ عسقلانی رح نے اس پر شمار نمبر لگایا ہے۔ شبیب بفتح الشین المعجمة وکسر الباء الموحدة۔ جیوبھن جیوب جیب کی جمع ہے جس کے معنی ہیں گریبان، سینہ یہاں جیوب کے چھپانے سے مراد سینہ کا چھپانا ہے۔ خمر خمار کی جمع ہے دوپٹہ، اوڑھنی۔ مروط مرط بکسر المیم کی جمع بمعنی چادر۔ فاختمرن بہ ای غطین وجوھھن بالمروط التی شققنہا۔

(۲۸۲) حدثنا ابو نعیم قال حدثنا ابراهیم بن نافع عن الحسن بن مسلم عن صفیة بنت شیبة ان عائشة کانت تقول لما نزلت هذه الأیة "ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن" اخذن ازرهن فشققنها من قبل الحواشی فاختمرن بها

ترجمہ:- حضرت عائشہ رض بیان کرتی تھیں کہ جب یہ آیت ہوئی۔ "ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن" تو (حضرات انصار کی عورتوں نے سنتے ہی) اپنی چادروں کے کنارے پھاڑ کر ان کی اوڑھنیاں بنالیں۔

تشریح مطابقة للترجمة ظاهرة۔

زمانہ جاہلیت میں عورتیں دوپٹہ سر پر ڈال کر اس کے دونوں کنارے پشت پر چھوڑ دیتی تھیں جس سے گریبان گلا اور سینہ سب کھلے رہتے تھے اس لئے عورتوں کو گریبان اور سینہ وغیرہ ڈھانکنے کا حکم دیا گیا۔

ایک سوال اور جواب حافظ عسقلانی رح نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ رض کے نزدیک زنان قریش یعنی مہاجرات کا اور ان کے فضائل کا تذکرہ کیا گیا تو حضرت عائشہ رض نے فرمایا ان نساء قریش لفضلاء ولکنی واللہ ما رأیت افضل من نساء الانصار اشد تصدیقا بکتاب اللہ والایمان بالتنزیل لقد انزلت سورة النور "ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن"، فانقلب رجالهن الیهن یتلون الیهن ما انزل فیها ما منهن امرأة الا قامت الی مرطها فاصبحن یصلین الصبح معتجرات کان علی رؤسهن الغربان (فتح) یعنی حضرت عائشہ رض نے فرمایا بلاشبہ قریش کی عورتیں فاضلہ ہیں لیکن خدا کی قسم میں نے قرآن پاک کی تصدیق میں انصار کی عورتوں سے زیادہ سخت نہیں دیکھی کہ جب سورۂ نور کی یہ آیت ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن نازل ہوئی اور مردوں نے انھیں پڑھ کر سنایا تو فوراً اس پر عمل کیا۔

پھر حافظ خود ہی جواب دیتے ہیں ویمکن الجمع بین الروایتین بان نساء الانصار بادرن الی ذالک .

بخاری ۷۰۳

الفرقان

سورۃ الفرقان مکیۃ وھی سبع وسبعون آیۃ وست رکوعات ــ والفرقان الفارق بین الحلال والحرام

قال ابن عباس هباءً منثوراً ماتسفی به الریح

اشارہ ہے آیت کریمہ، وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰه هباءً منثورا، پ۱۹ ع ۱) اور ہم (اس روز) ان کے (یعنی کفار کے) ان (نیک) کاموں کی طرف جو کہ وہ (دنیا میں) کرچکے تھے متوجہ ہوں گے، سو ان کو (علانیہ طور پر) ایسا (بیکار) کردیں گے جیسے پریشان غبار (کہ کسی کام نہیں آتا) اسی طرح ان کافروں کے اعمال پر کچھ ثواب نہ ہوگا۔

حضرت ابن عباس رض نے فرمایا هباءً منثورا کے معنی وہ چیز جو ہوا اڑا کر لائے (یعنی گرد وغبار) حضرت مجاہد، وعکرمہ اور حسن بصری رح سے منقول ہے کہ گرد وغبار کے وہ باریک ذرات جو سورج کے رخ پر کواڑ کے سوراخوں سے نظر آتے ہیں لیکن نہ ہاتھ سے چھو سکتے ہیں اور نہ سایہ میں دیکھ سکتے ہیں (عمدہ)

مدّ الظلّ ما بین طلوع الفجر الی طلوع الشمس

اشارہ ہے آیت کریمہ " الم تر الی ربك كيف مدّ الظل ولو شاء لجعله ساكنا ثم جعلنا الشمس عليه دليلا ، پ ۱۹ ع ۴) (اے مخاطب) کیا تو نے اپنے پروردگار پر نظر نہیں کی کہ اس نے سایہ کو کس طرح پھیلایا اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ایک حالت پر ٹھہرا ہوا رکھتا (اور یہ سایہ آفتاب کے طلوع ہونے سے بھی زائل نہ ہوتا) پھر ہم نے آفتاب کو اس (سایہ کی درازی اور کمی) پر ایک علامت مقرر کی۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں الظل سے مراد وہ سایہ ہے جو طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔

تشریح صبح سے طلوع آفتاب تک سب جگہ سایہ رہتا ہے اور یہی اطیب الاحوال وخوشترین وقت ہے فان الظلمۃ الخالصۃ تنفر الطبع وتسد النظر وشعاع الشمس یسخن الجو ویبہر البصر ولذالک وصف بہ الجنۃ فقال وظل ممدود (قسطلانی)

ساكنا دائما عليه دليلا طلوع الشمس

اشارہ ہے آیت کریمہ مذکورہ ہی کی طرف، ولو شاء لجعله ساكنا، فرماتے ہیں ساکنا کے معنی ہیں دائما یعنی اگر اللہ چاہتا تو اس سایہ کو ہمیشہ رکھتا کہ نہ سورج نکلتا نہ سایہ زائل ہوتا اور دلیلا سے مراد سورج کا نکلنا ہے یعنی سایہ کے حصول پر طلوع آفتاب علامت و دلیل ہے لولا الشمس ما عرف الظل ولولا النور ما عرف الظلمۃ۔ (عمدہ)

خلفۃ من فاته من اللیل عمل ادركه بالنهار او فاته بالنهار ادركه بالليل

اشارہ ہے آیت کریمہ: وھوالذی جعل اللیل والنہار خِلفۃً، الآیۃ پ۱۹ ع۴) اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنادیا۔

فرماتے ہیں کہ خِلفۃً سے مطلب ہے کہ جس کا رات کا کوئی عمل نہ ہوسکا تو وہ دن کو پورا کرے اور جس نے دن کو کوئی عمل فوت کردیا تو رات کو پورا کرے۔

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری رات کی نماز فوت ہوگئی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات کی فوت شدہ کو دن میں پورا کرلو اس لئے کہ لان اللہ تعالیٰ جعل اللیل والنہار خلفۃ (قسطلانی)

بخاری ۷۰۱ ✤ وقال الحسن هَبْ لنا من اَزْوَاجِنا، فی طاعۃ اللہ وما شئی اقرّ لِعَیْنِ المؤمن من ان یرٰی حبیبہ فی طاعۃ اللہ ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ: والذین یقولون ربنا هَبْ لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اَعْیُن واجعلنا للمتقین اماما، پ۱۹ ع۴) اور وہ لوگ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما (یعنی ان کو دیندار بنادے کہ ان کی دینداری دیکھ کر راحت اور سرور ہو) اور ہم کو متقیوں (پرہیزگاروں) کا سردار بنادے۔

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آیت میں قرۃ اعین کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت میں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوں، مومن کی آنکھ کی ٹھنڈک اس سے زیادہ کسی بات میں نہیں ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں دیکھے۔

✤ وقال ابن عباس ثُبورا وَیْلا ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ: دَعَوا هُنالِكَ ثُبُورًا، پ۱۸ ع۱) تو (یہ منکرین قیامت) وہاں (یعنی دوزخ میں) موت کو پکاریں گے۔

فرماتے ہیں، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ثبورا کے معنی ہیں ویلا یعنی موت، ہلاکت۔

✤ وقال غیرہ السَّعیرُ مذکر والتَّسَعُّرُ والاضطرامُ التوقد الشدید ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ" واعتدنا لمن کذب بالساعۃ سعیرا، پ۱۸ ع۱۷) اور ہم نے ایسے شخص (کی سزا) کے لئے جو کہ قیامت کو جھوٹا سمجھے دوزخ تیار کر رکھی ہے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غیر (یعنی ابو عبیدہ رحمہ اللہ) نے کہا کہ سعیر کا لفظ مذکر ہے اور تسعّر اور اضطرام کے معنی ہیں آگ کا بھڑکنا، خوب مشتعل ہونا۔

✤ تُملٰی علیہ تُقرأ علیہ من اَمْلَیتُ واملَلتُ ✤

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ وقالوا اساطیر الاولین اکتتبہا فھی تملٰی علیہ بُکرۃ واَصیلا، پ۱۸ ع۱۶) اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) اگلے لوگوں کی بے سند کہانیاں ہیں (جیسے رستم واسفندیار کے قصے) جن کو

اس شخص (پیغمبر) نے لکھوا لیا ہے پھر وہی اس کو صبح وشام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں (تاکہ یاد رہیں پھر وہی یاد کئے ہوئے مضامین مجمع میں بیان کر کے خدا کی طرف منسوب کر دئے جاتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں تملیٰ علیہ کے معنی ہیں تقرأ علیہ یعنی اس پر پڑھ کر سنائے جاتے ہیں، یہ املیت اور املات سے ماخوذ ہے اور املاء اور املال دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی لکھنا اور لکھوانا جیساکہ سورۂ بقرہ میں ہے فَلْيُمْلِلِ الذين عليه الحق۔

❁ الرّس المعدن وجمعه رساس ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ: وعاداً وّ ثمودَ اصحب الرّس وقرونا بين ذٰلك كثيرا (پ ۱۹ ع ۲) اور ہم نے عاد اور ثمود اور اصحاب الرس اور ان کے بیچ بیچ میں بہت سی امتوں کو ہلاک کیا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں الرّس بمعنی معدن ہے یعنی کان اس کی جمع رساس ہے، ابو عبیدہؒ سے یہی منقول ہے دراصل رَس ایسے کنویں کو کہتے ہیں جس کی کوٹھی پختہ نہ تعمیر کی جائے یعنی کچا کنواں۔

اصحاب الرس کون تھے؟ قرآن مجید اور کسی صحیح حدیث میں ان کی تفصیل نہیں ملتی ہے، راجح یہ ہے کہ قوم ثمود کے کچھ باقی ماندہ لوگ تھے جو کسی کنویں پر آباد تھے۔

❁ ما يعبأ يقال ما عبأت به شيئاً لا يعتد به ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ: قل ما يَعْبَأُ بكم ربي لولا دعاؤكم الآية (پ ۱۹ ع ۴) آپ کہدیجئے کہ میرا پروردگار تمہاری پرواہ ذرا بھی نہ کرے گا اگر تم عبادت نہ کرو گے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں ما يَعْبَؤُ عرب لوگ کہتے ہیں ما عبأت به شيئاً یعنی میں نے اس کی کچھ پرواہ نہیں کی، اس کی کوئی گنتی نہیں، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

❁ غراما هلاكا ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ: اِنّ عذابها كان غراما (پ ۱۹ ع ۴) بے شک اس (جہنم) کا عذاب پوری تباہی ہے

فرماتے ہیں کہ آیت میں غراما کے معنی ہیں ہلاکت، تباہی۔

❁ وقال مجاهد وعَتَوا طغوا ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ: لقد استكبروا في انفسهم وعَتَوا عُتُوّا كبيرا (پ ۱۹ ع ۱) یہ لوگ اپنے دلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں اور یہ لوگ حد انسانیت سے بہت دور نکل گئے ہیں۔

مجاہدؒ نے بیان کیا کہ آیت میں عَتَوا بمعنی طغوا ہے یعنی انھوں نے سرکشی کی سرتابی میں حد سے گذر گئے۔

❁ وقال ابن عُيينة عاتية عتت على الخزّان ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ: واما عادٌ فاهلكوا بريح صرصرٍ عاتيةٍ (پ ۲۹ ع ۵) اور عاد جو تھے سو وہ ایک تیز وتند ہوا سے ہلاک کئے گئے۔

(سفیان بن عیینہ نے کہا کہ آیت میں عاتیہ کے معنی ہیں ایسی ہوا جس نے خزانہ دار فرشتوں سے سرکشی کی امام بخاری رہ نے یہاں سورۂ فرقان میں استطراداً ذکر کیا ہے، عتوا کی مناسبت سے چونکہ دونوں کا مادہ ایک ہے۔

تشریح عاتیۃ عتوٌ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے یہاں آیت میں باد صرصر کی صفت ہے جو قوم عاد پر ان کی سرکشی کی پاداش میں بصورت عذاب بھیجی گئی تھی، پس عاتیۃ کے معنی ہیں سرکشی کرنے والی ہوا، ایسی تیز و تند ہوا جس پر کسی مخلوق کا قابو نہ چلتا تھا حتیٰ کہ فرشتے جو ہوا کے انتظام پر مسلط ہیں ان کے ہاتھوں سے نکلی جاتی تھی گویا وہ فرشتگان ہوا سے سرکشی کر رہی تھی۔

بخاری ص۷۰۷ ✤ باب قوله الذين يحشرون على وجوههم الى جهنم اولئك شرٌّ مكانا واضل سبيلا ✤
اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ پ۱۹ ع ۱) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے چہروں کے بل پر جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے (یعنی گھسیٹ کر) یہ لوگ جگہ کے حساب سے بدترین ہیں اور طریقہ میں بھی بہت گمراہ ہیں

(۲۸۳) ✤ حدثنا عبد الله بن محمد قال حدثنا يونس بن محمد البغدادی قال حدثنا شيبان عن قتادة قال حدثنا انس بن مالك ان رجلا قال يا نبی الله يحشر الكافر على وجهه يوم القيمة قال اليس الذی امشاه على الرجلين فی الدنيا قادرًا على ان يمشيه على وجهه يوم القيمة قال قتادة بلى وعزة ربنا۔ ✤

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک رضی کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے پوچھا اے اللہ کے نبی کافر قیامت کے دن چہرہ کے بل کس طرح چلائے جائیں گے (یہاں حرف استفہام محذوف ہے جیسا کہ حاکم نے انسؓ کی روایت نقل کی ہے "کیف یحشر الکافر")، آنحضرت ص نے فرمایا جس پروردگار نے دنیا میں دو پاؤں پر چلایا ہے کیا وہ اس کو قیامت کے دن منہ کے بل چلانے پر قادر نہیں ہے، قتادہ نے کہا یقیناً ہمارے رب کی عزت کی قسم یونہی ہوگا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث اخرجہ البخاری فی الرقاق ص۹۶۶، وههنا فی التفسیر ص۷۰۷ واخرجہ مسلم فی التوبۃ۔

✤ باب قوله والذين لا يدعون مع الله الٰها اٰخر ولا يقتلون النفس التی حرم الله الا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلك يلق اثاما، الاثام العقوبة ✤
اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ پ۱۹ ع۴) اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے (پرستش نہیں کرتے) اور جس (انسان) کی جان اللہ نے حرام قرار دیا ہے اسے وہ قتل نہیں کرتے مگر ہاں حق پر اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسا کرے گا اسے سزا سے سابقہ پڑے گا، اثام بمعنی عقوبت یعنی سزا ہے۔

(۲۸۴) ✤ حدثنا مسددٌ قال حدثنا يحيى عن سفيان قال حدثنی منصورٌ وسليمن

عن ابی وائل عن ابی میسرۃ عن عبد اللہ قال وحدثنی واصل عن ابی وائل عن عبد اللہ قال سألت او سُئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الذنب عند اللہ اکبر قال ان تجعل للہ ندا وھو خلقک قلت ثم ایّ قال ثم ان تقتل ولدک خشیۃ ان یطعم معک قلت ثم ایّ قال ان تزانی بحلیلۃ جارک قال ونزلت ھذہ الآیۃ تصدیقا لقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا یا آپؐ نے یہ فرمایا شک راوی کو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ کہ تم اللہ کا کسی کو شریک ٹھہراؤ، حالانکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے، میں نے پوچھا اس کے بعد کونسا؟ فرمایا اس کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہاری روزی میں شریک ہوگی، میں نے پوچھا اس کے بعد کون سا؟ فرمایا اس کے بعد یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو، ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ یہ آیت آنحضورؐ کی تصدیق کے لئے نازل ہوئی کہ:" اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے اور جس (انسان) کی جان کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر ہاں حق پر۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضی فی اوائل تفسیر سورۃ البقرۃ ص۴۳ کتاب التفسیر کی حدیث کی تشریح دیکھئے

(۲۸۵) **حدثنا** ابراھیم بن موسیٰ قال اخبرنا ھشام بن یوسف ان ابن جریج اخبرھم قال اخبرنی القاسم بن ابی بزۃ انہ سأل سعید بن جبیر ھل لمن قتل مؤمنا متعمدا من توبۃ فقرأت علیہ ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ۔ فقال سعید قرأتھا علی ابن عباس کما قرأتھا علیّ فقال ھذہ مکیۃ نسختھا آیۃ مدنیۃ التی فی سورۃ النساء ۔

ترجمہ:۔ قاسم بن ابی بزہ کا بیان ہے کہ انھوں نے (یعنی قاسم نے) سعید بن جبیرؓ سے پوچھا اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کردے تو کیا اس کی توبہ اس گناہ سے قبول ہو سکتی ہے؟ انھوں نے فرمایا نہیں" ابن ابی بزہ نے بیان کیا کہ) پھر میں نے اس پر یہ آیت پڑھی ولا یقتلون النفس الآیۃ جس کے آخر میں متصلا ہے الا من تاب الآیۃ) تو سعید بن جبیر نے کہا میں نے بھی یہ آیت حضرت ابن عباسؓ کے سامنے پڑھی تھی جیسا کہ تو نے میرے سامنے پڑھی تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تھا کہ یہ آیت (فرقان کی) مکی آیت ہے اس کو سورۂ نساء کی مدنی آیت نے منسوخ کردیا ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
بزۃ بفتح الباء وتشدید الزاء واسم ابی بزۃ نافع بن یسار

حضرت ابن عباسؓ کا یہ ارشاد مسلک جمہور کے خلاف ہے ممکن ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بطور تغلیظ

وتشدید سد باب کیلئے فرمایا ہو یا استحلال پر محمول کرکے فرمایا ہو ورنہ توبہ سے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

(۲۸۶) حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة عن المغيرة بن النعمان عن سعيد بن جبير قال اختلف اهل الكوفة فى قتل المومن فرحلت فيه الى ابن عباس فقال نزلت فى اخر ما نزل ولم ينسخها شئ۔

ترجمہ:۔ سعید بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ کا قتل مؤمن متعمداً کے مسئلے میں اختلاف ہوا (کہ اس کے قاتل کی توبہ قبول ہوسکتی ہے یا نہیں؟) تو میں سفر کرکے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہونچا، تو انھوں نے فرمایا کہ (سورۂ نساء کی آیت من قتل مومنا متعمداً فجزاءہ جہنم) اس سلسلہ میں سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے اور اس کو کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا ہے

تشریح: ہذا طریق آخر عن سعید بن جبیرؒ
والحدیث مر فی تفسیر سورۃ النساء، ملاحظہ ہو حدیث ۱۴۱ کی تشریح۔

(۲۸۷) حدثنا آدم قال حدثنا شعبة قال حدثنا منصور عن سعيد بن جبير سألت ابن عباس عن قوله تعالى فجزاءه جهنم. قال لا توبة له وعن قوله جل ذكره ولا يدعون مع الله الها اخر قال كانت هذه فى الجاهلية.

ترجمہ:۔ سعید بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فجزاءہ جہنم کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی، اور میں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ولا یدعون مع اللہ الٰہا اخر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حکم جاہلیت میں تھا (مطلب یہ ہے کہ کفر و شرک کے زمانہ میں قتل کیا پھر اسلام لائے ہوں تو اس کا حکم اس آیت میں بتایا گیا کہ اس کی توبہ مقبول ہوگی لیکن اگر کوئی مسلمان مسلمان کو قصداً ناحق قتل کرے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی سزا جہنم ہے جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ خیال کہ مسلمان کا ناحق قاتل کی سزا جہنم ہے جمہور علمائے اسلام کے خلاف ہے جمہور کے نزدیک ایسا گنہ گار مقتول کے ورثہ کو دیت دے اور توبہ کرے تو توبہ مقبول ہوگی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ممکن ہے کہ بطور زجر و توبیخ ہو۔

بخاری ص۷۰۳ باب قوله يضاعف له العذاب يوم القيمة ويخلد فيه مهانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ ۱۹ ع ۴) قیامت کے روز اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل ہوکر رہے گا۔

تشریح:۔ مهانا: اسم مفعول ذلیل کیا ہوا از اہانۃ۔

(۲۸۸) حدثنا سعد بن حفص قال حدثنا شيبان عن منصور عن سعيد بن جبير قال قال

ابن ابزی سئل ابن عباس عن قوله تعالیٰ " ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم وقوله " والذین لا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق حتی بلغ " الا من تاب " فسألته فقال لما نزلت قال اهل مكة فقد عدلنا باللہ وقتلنا النفس التی حرم اللہ الا بالحق واتینا الفواحش فانزل اللہ " الا من تاب وآمن وعمل عملا صالحا الی قوله غفورا رحیما ؏

ترجمہ :- سعید بن جبیرؒ نے بیان کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیؓ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباسؓ سے آیت " ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤه جهنم اور سورۂ فرقان کی آیت والذین لا یقتلون الآیۃ اور جس انسان کی جان مارنے کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر ہاں حق کے ساتھ الا من تاب تک، میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اہل مکہ نے کہا کہ پھر تو ہم نے اللہ کے ساتھ شریک بھی ٹھہرایا ہے اور ناحق ایسے قتل بھی کئے ہیں جنھیں اللہ نے حرام قرار دیا تھا، اور ہم نے بدکاریوں کا بھی ارتکاب کیا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "الا من تاب وآمن وعمل عملا صالحا تا ارشاد الٰہی غفورا رحیما، یعنی مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیگا اور اللہ تو ہے ہی غفور رحیم

تشریح مطابقة للترجمة تؤخذ من تمام الآیۃ التی ہی الترجمة
ابن ابزی. بفتح الهمزہ وسکون الباء الموحدہ وبزای مقصور واسمہ عبدالرحمٰن وہو من صغار الصحابة رضی اللہ عنہ

؏ باب قوله الا من تاب وآمن وعمل عملا صالحا فاولئك یبدل اللہ سیأتهم حسنات وكان اللہ غفورا رحیما ؏

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :- (پ ۱۹ ع ۴) مگر ہاں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرتا رہے تو ایسے لوگوں کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیگا (یعنی بدیوں کو مٹا کر توبہ اور عمل صالح کی برکت سے ان کی تعداد کے مناسب نیکیاں ثبت فرمائے گا) اور اللہ تو ہے بڑا مغفرت والا اور نہایت رحم والا۔

(۲۸۹) **حدثنا** ؏ عبدان اخبرنا ابی عن شعبة عن منصور عن سعید بن جبیر قال امرنی عبدالرحمٰن بن ابزی ان اسأل ابن عباس عن هاتین الآیتین " ومن یقتل مؤمنا متعمدا فسألته، فقال لم ینسخها شیء وعن " والذین لا یدعون مع اللہ الٰها آخر قال نزلت فی اهل الشرك -

ترجمہ سعید بن جبیرؒ نے بیان کیا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن ابزیؓ نے حکم دیا کہ میں حضرت ابن عباسؓ سے دو آیتوں کے بارے میں پوچھوں یعنی ومن یقتل مؤمنا متعمدا چنانچہ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ آیت کسی چیز سے بھی منسوخ نہیں ہوئی ہے، (اور دوسری آیت جس کے متعلق

پوچھنے کا حکم دیا تھا وہ یہ تھی) اور والذین لایدعون مع اللہ الٰھاً آخر آپ نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

تشریح ہٰذا طریق آخر فی حدیث ابن ابزیؓ

حضرت ابن عباسؓ کا خیال تھا کہ الا من تاب و آمن الآیۃ کا تعلق ان مسلمانوں سے نہیں ہے جو کسی مسلمان کا عمداً خون کریں، یہ آیت صرف کافروں اور مشرکوں کے ایمان لانے سے متعلق ہے یہ حضرت ابن عباسؓ کا خیال اور فتویٰ تھا مگر جمہور امت نے ایسے قاتل کے بارے میں توبہ و استغفار کی گنجائش بتائی ہے لقولہ تعالیٰ ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذٰلک لمن یشاء (سورۂ نساء، پ۵ ع۴)

بخاری ص۲۰۳ ❊ **باب قولہ "فسوف یکون لزاما" ھلکۃ** ❊

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ فقد کذبتم فسوف یکون لزاما، پ۱۹ ع۴) تم تو (احکام الٰہیہ کو جھوٹا سمجھتے ہو تو عنقریب یہ (جھوٹا سمجھنا تمہارے لئے وبال جان ہو کر رہے گا۔ —— یعنی کافر جو حق کو جھٹلا چکے یہ تکذیب عنقریب انکے لئے وبال جان بنے گی اس کی سزا سے چھٹکارا نہ ہوگا آخرت کی ابدی ہلاکت تو ہے ہی دنیا میں بھی ہلاکت آئی جیسے غزوۂ بدر۔

(۲۹۰) ❊ **حدثنا** عمر بن حفص بن غیاث قال حدثنا ابی قال حدثنا الاعمش قال حدثنا مسلمؒ عن مسروق قال قال عبد اللہ خمسٌ قد مضین الدخانُ والقمرُ والرومُ والبطشۃ واللزامُ فسوف یکون لزاما ھلاکا ❊

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ (قیامت کی) پانچ علامتیں گذر چکی ہیں، دھواں جس کا سورۂ دخان میں فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین، پ۲۵ ع۱۴) چاند یعنی شق القمر چاند کا پھٹنا، جس کا ذکر سورۂ قمر میں ہے اقتربت الساعۃ وانشق القمر، پ۲۷ ع۸) روم (جس کا ذکر سورۂ روم میں ہے غلبت الروم پ۲۱ ع۴) بطشہ (جس کا ذکر سورۂ دخان میں ہے یوم نبطش البطشۃ الکبریٰ انا منتقمون پ۲۵ ع۱۴) لزام جس کا ذکر اس سورہ میں ہے فسوف یکون لزاما، پ۱۹ ع۴)

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مرّ فی کتاب الاستسقاء ص۱۳۹۔

پانچوں علامتیں علامات قیامت میں سے ہیں، حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ علامتیں ہو چکیں، دخان یعنی دھواں سے مراد وہ دھواں ہے جو قریش مکہ کو بھوک کی شدت کی وجہ سے دھواں سا محسوس ہوتا تھا لیکن حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کہتے ہیں کہ قیامت کے قریب ایک دھواں اٹھے گا جو تمام لوگوں کو گھیر لیگا، نیک آدمی کو اس کا اثر خفیف پہونچے گا جس سے زکام سا ہو جائے گا اور کافر و منافق کے دماغ میں گھس کر بے ہوش کر دیگا اکثر مفسرین کا رجحان یہی ہے اور مفصل حدیث سورۂ روم میں آرہی ہے۔

دوسری علامت شق القمر کا معجزہ ہے جو ہجرت سے پہلے ہوا تھا، تیسری علامت آیۃ الروم ہے یعنی آیۂ غلبت الروم الآیۃ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ واقعہ گذر چکا۔ چوتھی علامت بطشہ ہے اور پانچویں علامت لزام ان دونوں کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ یوم نبطش البطشۃ الکبریٰ میں جو بطشہ ہے اس پکڑ سے مراد غزوۂ بدر کے روز جو کفار کا قتل ہے اور فسوف یکون لزاما سے مراد کفار کا قید و گرفتار ہونا ہے، جمہور علماء کے نزدیک بطشہ سے مراد کفار کو جہنم میں پکڑ کر ڈالنا ہے واللہ اعلم۔

سورۃ الشعراء

بخاری ص۷۰۲

سورۃ الشعراء مکیۃ وہی مائتان وسبع وعشرون آیۃ واحد عشر رکوعا۔

وقال مجاهدٌ تعبثون تبنون

اشارہ ہے آیت کریمہ "اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ آيَةً تَعْبَثُوْنَ، پ۱۹ ع۱۱) کیا تم ہر اونچے مقام پر ایک یادگار (عمارت) بناتے ہو جس کو محض فضول بناتے ہو یعنی بلاضرورت عبث کام کرتے ہو) اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ آیت میں تعبثون بمعنی تبنون ہے (یعنی بلاضرورت اونچے اونچے منارے بناتے ہو جس سے کوئی فائدہ نہیں عبث خرچ کرتے ہو۔

هَضِيمٌ يَتَفَتَّتُ إِذَا مُسَّ

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ، پ۱۹ ع۱۲) (کیا تم کو ان ہی چیزوں میں بے فکری سے رہنے دیا جائے گا جو دنیا میں موجود ہیں یعنی) باغوں میں اور چشموں میں اور کھیتوں میں اور ان کھجوروں میں جن کے گچھے خوب گوندھے ہوئے ہیں (بہت پھل والے کھجور۔

مجاہدؒ نے بیان کیا کہ آیت میں ھضیم کے معنی ہیں وہ چیز جو چھونے سے ریزہ ریزہ ہو جائے۔

مُسَحَّرِيْنَ الْمَسْحُوْرِيْنَ

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ قالوا انما انت من المسحرین، پ۱۹ ع۱۲) لوگوں نے کہا کہ تم پر کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ مسحرین بمعنی مسحورین ہے جس پر جادو کر دیا گیا ہو۔

اللَّيْكَةُ وَالْأَيْكَةُ جمع ايكةٍ وهي جمع شجر

اشارہ ہے آیت کریمہ: کذب اصحٰب لئیکۃ المرسلین، پ۱۹ ع۱۳) اصحاب الایکہ نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔

فرماتے ہیں کہ لیکہ (بفتح اللام جو نافع وغیرہ کی قرأت ہے) اور ایکہ بفتح الہمزہ جو جمہور کی قرأت ہے) ایکہ کی جمع ہے اور ایکہ شجر کی جمع ہے یعنی درختوں کے جھنڈ، جنگل۔

ایکہ اور اصحاب ایکہ کی تحقیق علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ کذا فی النسخ وہو غیر صحیح والصواب ان یقال کے

وَالْلَّيْكَةِ والأيكة مفرد أيك او يقال جمعها ايك" یعنی بخاری کے نسخوں میں اسی طرح ہے اور یہ صحیح نہیں اس طرح کہنا درست ہے کہ لیکہ اور ایکہ آیک کا مفرد ہے یا یوں کہا جائے کہ اس کی جمع ایک ہے (عمدہ ص۹۹/۱۹)

خلاصہ یہ ہے کہ ایکہ کے معنی ہیں بَنْ، جنگل، اصحاب ایکہ، جنگل کے رہنے والے، ایک کے لوگ۔ اس میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ مدین کے پاس گھنے درختوں کا ایک جنگل تھا اس لئے اصحاب ایکہ اصحاب مدین ہی کا لقب ہے، ان لوگوں میں شرک وبت پرستی کے علاوہ ڈنڈی مارنے اور کم تولنے کا بڑا رواج تھا ان ہی خرابیوں کی اصلاح کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے لیکن انھوں نے ایک نہ سنی بالآخر عذاب الٰہی سے ہلاک ہوئے، اکثر مفسرین کی تحقیق یہ ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب ایکہ دو جدا گانہ قومیں تھیں اور دونوں کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے، تفصیل کے لئے دیکھئے لغات القرآن ص۱۱۸/۱)

✦ يوم الظُّلَّةِ اظلال العذاب ایاهم ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ فکذبوہ فاخذھم عذاب یوم الظلۃ، الآیۃ پ۱۹ ع۱۴) سو ان لوگوں نے ان (شعیبؑ) کو جھٹلایا پھر ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے آپکڑا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں یوم الظلۃ کے معنی ہیں ان لوگوں کو عذاب کا سایہ کرنا یعنی یوم الظلۃ سے مراد وہ دن ہے جس میں عذاب نے ان پر سایہ کیا تھا۔

خدا کا مجرم اپنے پاؤں چل کر آتا ہے اسے وارنٹ کی ضرورت نہیں

عذاب یوم الظلۃ جس کا ذکر اس آیت میں آیا ہے اس کا واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کی قوم پر سخت گرمی مسلط فرمائی کہ نہ مکان کے اندر چین آتا نہ باہر، پھر ان کے قریبی جنگل میں ایک گہرا بادل بھیج دیا جس کے نیچے ٹھنڈی ہوا تھی، ساری قوم گرمی سے پریشان تھی سب دوڑ دوڑ کر اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے جب ساری قوم بادل کے نیچے آگئی تو اس بادل نے ان پر پانی کے بجائے آگ برسادی جس سے سب بھسم ہو کر رہ گئے۔ (معارف)

✦ موزون معلوم ✦

موزون کے معنی معلوم۔ وزنٌ سے اسم مفعول ہے، ہانچی ہوئی چیز یعنی معلوم ومعین۔

یہ لفظ اس سورت میں نہیں ہے بلکہ سورہ حجر میں ہے دیکھو پ۱۴ ع۲) وانبتنا فیها من کل شیئٍ موزون، شاید کہ کاتب نے غلطی سے یہاں لکھ دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

✦ كالطَّوْدِ كالجَبَل ✦

اشارہ ہے آیت کریمہ" فکان کل فرقٍ کالطود العظیم، پ۱۹ ع۸) چنانچہ ہر حصہ بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں طود کے معنی پہاڑ کے ہیں بعض نسخہ میں ہے کالطود الجبل کما فی الحاشیہ۔

لشرذمة طائفة قليلة

اشارہ ہے آیت کریمہ اِنَّ هٰؤلاء لشِرذِمَة قليلون، پ۱۹ ع ۸) یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہے
فرماتے ہیں کہ آیت میں شرذمة کے معنی ہیں چھوٹا گروہ۔

في الساجدين المصلين

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ الذی یَرٰكَ حین تقوم وتقلُّبَكَ فی السّٰجدین، پ۱۹ ع ۱۵) (خدائے رحیم پر توکل رکھئے) جو آپ کو اس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب آپ (نماز کیلئے) کھڑے ہوتے ہیں اور نمازیوں میں آپ کی نقل وحرکت کو دیکھتا ہے
فرماتے ہیں کہ آیت میں ساجدین بمعنی مصلین ہے۔

وقال ابن عباس لعلكم تخلدون كانكم

اشارہ ہے آیت کریمہ: وتتخذون مصانِعَ لعلکم تخلدون، پ۱۹ ع ۱۱) تم بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے دنیا میں تمکو ہمیشہ رہنا ہے۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں لعلکم تخلدون کے معنی ہیں کانکم تخلدون جیسے کہ تم ہمیشہ رہوگے مطلب یہ ہے کہ لعل یہاں تشبیہ کے لئے ہے

الرّيع اليفاعُ من الارض وجمعه رِيَعَةٌ وارياع واحده الريعة

اشارہ ہے آیت کریمہ: اتبنون بکل ریع آیة تعبثون، پ۱۹ ع ۱۱) کیا تم ہر اونچے مقام پر ایک یادگار (عمارت) بناتے ہو جس کو محض فضول بناتے ہو۔
فرماتے ہیں کہ ریع کے معنی ہیں بلند زمین، اونچا مقام جیسے ٹیلہ اور راس (ریع) کی جمع رِیَعَةٌ بکسر الراء و فتح الیاء والعین جیسے قِرَدَة جمع ہے قِردٌ کی اور اَریاع کے علاوہ رُیوعٌ بھی آتی ہے۔

مَصَانِع كُلّ بناءٍ فهو مصنعة

اشارہ ہے آیت کریمہ: وتتخذون مصانِعَ لعلکم تخلدون، پ۱۹ ع ۱۱) ترجمہ گذر چکا ہے۔
فرماتے ہیں کہ ہر طرح کی عمارت مصنعة ہے مطلب یہ ہے کہ مصانع جمع ہے مصنعة کی جسکے معنی ہیں محل۔

فَرِهين مَرِحين فارهين بمعناه ويقال فارهين حاذقين

اشارہ ہے آیت کریمہ وتنحتون من الجبال بیوتا فَرِهین، پ۱۹ ع ۲) تم پہاڑوں کو تراش تراش کر اترائے ہوئے (فخریہ) مکانات بناتے ہو۔
فرماتے ہیں کہ فَرِهین کے معنی ہیں مَرِحین یعنی اترانے والا، غرور کے ساتھ خوش ہونے والا، اور فارہین کا بھی یہی معنی ہے، اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ فارہین کے معنی ہیں حاذقین یعنی ماہر، تجربہ کار۔

تعثوا هو اشدّ الفساد وعاث يعيث عيثا

اشارہ ہے آیت کریمہ؛ ولا تعثوا فی الارض مفسدین، پ۱۹ ع۱۴) اور تم سرزمین میں فساد مت مچایا کرو۔

فرماتے ہیں کہ تعثوا کے (مصدر کے) معنی ہیں سخت فساد مچانا اور یہی معنی ہیں عاث یعیث عیثا کے۔

تشریح امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ نہیں ہے کہ تعثوا عاث یعیث سے مشتق ہے کیونکہ تعثوا از باب سمع عثی یعثی عثیا وعثیا نیز از باب نصر عثا یعثو عثوا سے ماخوذ ہے جو معتل اللام یعنی ناقص ہے اور عاث یعیث از باب ضرب ہے جو معتل العین یعنی اجوف ہے، امام کا مقصد فقط یہ ہے کہ دونوں کے معنی فساد مچانے، کفر پھیلانے کے ہیں۔ فمن لہ ادنی ملکۃ من التصریف یفہم ہذا۔

الجبلۃ الخلق جبل خلق ومنہ جبلا وجبلا وجبلا یعنی الخلق قالہ ابن عباس

اشارہ ہے آیت کریمہ؛ واتقوا الذی خلقکم والجبلۃ الاولین، پ۱۹ ع۱۴) اور اس (خدائے قادر) سے ڈرو جس نے تم کو اور تمام اگلی مخلوقات کو پیدا کیا۔

فرماتے ہیں کہ جبلۃ کے معنی خلق یعنی خلائق کے ہیں، جبل (بضم الجیم وکسر الموحدہ) بمعنی خلق (مجہول) استعمال ہوتا ہے یعنی پیدا کیا گیا، ومنہ الخ اور اسی سے ماخوذ ہے جبلا بضم الجیم والموحدہ اور جبلا بکسرہما جبلا بضم الجیم وسکون الموحدۃ یعنی یہ تینوں بمعنی خلق یعنی خلقت ہے

اشارہ ہے سورۂ یٰسین کی آیت کی طرف ولقد اضل منکم جبلا کثیرا الآیۃ پ۲۳ ع۴) وہ (یعنی شیطان) تم میں ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا ہے

بخاری ص۷۰۲ **باب قولہ ولا تخزنی یوم یبعثون**

اللہ تعالیٰ کا ارشاد، پ۱۹ ع۹) اور جس روز سب زندہ ہو کر اٹھیں گے اس روز مجھ کو رسوا نہ کرنا، الخ

اعتراض وجواب اعتراض یہ ہے کہ حضرت ابراہیم تو پہلے ہی دعا کر چکے تھے واجعلنی من ورثۃ جنۃ النعیم، پ۱۹ ع۹) یہ دعا کافی تھی کہ اہل جنت کو رسوائی کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے، نیز ارشاد خداوندی ہے ان الخزی الیوم والسوء علی الکافرین اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسوائی کافروں کے لئے ہے پھر مومن اور وہ بھی معصوم پیغمبر کیسے خائف ہوگا۔

جواب:۔ رسوائی کلی مشکک ہے حسنات الابرار سیئات المقربین پس ہر ایک کی رسوائی اسکے شایان شان ہوگی

(۲۹۱) وقال ابراہیم بن طہمان عن ابن ابی ذئب عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابیہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ابراہیم رأی اباہ یوم القیمۃ علیہ الغبرۃ والقترۃ، الغبرۃ ہی القترۃ

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے والد (آزر) کو قیامت کے دن دیکھیں گے کہ اس پر گرد و غبار اور سیاہی ہے (یعنی مارے غم کے بے رونقی ہے) امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غبرۃ اور قترۃ کا ایک ہی مفہوم ہے

تشریح مطابقتہ للترجمۃ : یہی حدیث کتاب الانبیاء ص۴۷۳ میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کی سیاہی و بدرونقی دیکھنے کے بعد پروردگار سے عرض کریں گے یارب انک وعدتنی ان لاتخزنی یوم یبعثون الخ یعنی خدایا میں نے تجھ سے دنیا میں دعا کی تھی کہ حشر کے دن مجھ کو رسوا نہ کیجئو اور تو نے وعدہ فرما لیا تھا، اب باپ کی ذلت و رسوائی سے بڑھ کر کون سی رسوائی ہوگی الخ

(۲۹۲) **حدثنا** اسمٰعیل قال حدثنا اخی عن ابن ابی ذئب عن سعید المقبری عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یلقی ابراھیم اباہ فیقول یارب انک وعدتنی ان لاتخزنی یوم یبعثون فیقول اللہ انی حرمت الجنۃ علی الکافرین۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے والد سے (قیامت کے دن) جب ملیں گے تو اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے اے پروردگار آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ مجھے اس دن رسوا نہیں کریں گے جب سب اٹھائے جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ جواب دیں گے کہ میں نے جنت کو کافروں پر حرام کردیا ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ، ہذا طریق آخر عن سعید عن ابی ہریرۃ بلا واسطہ ابیہ معلوم ہوا کہ سعید مقبری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بواسطہ اپنے والد ابوسعید مقبری سے حدیث سنی ہے اسی طرح بلاواسطہ بھی سماع حاصل ہے

والحدیث قد مضیٰ فی کتاب الانبیاء ص۴۷۳ وھٰنا فی التفسیر ص۷۰۲۔

آزر داخل جہنم ہوگا مگر حق تعالیٰ حضرت ابراہیم کو رسوائی سے بچانے کے لئے آزر کی صورت مسخ کرکے جہنم رسید کریں گے تاکہ عام طور پر اس کی پہچان ہوکر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے لئے رسوائی و شرمندگی کا سبب نہ ہو۔

باب قولہ وانذر عشیرتک الاقربین واخفض جناحک الین جانبک

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ پ۱۹ ع۱۵) اور آپ (سب سے پہلے) اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرائیے (اور جو مسلمانوں میں داخل ہوکر آپ کی راہ پر چلے) تو آپ اسکے ساتھ مشفقانہ فروتنی سے پیش آئیے۔

واخفض جناحک یعنی اپنا بازو نرم رکھیے۔

(۲۹۳) **حدثنا** عمر بن حفص بن غیاث قال حدثنا ابی قال حدثنا الاعمش قال حدثنی عمرو بن مرۃ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما نزلت "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ" صعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الصفا فجعل ینادی یا بنی فہر یا بنی عدی لبطون قریش حتی اجتمعوا فجعل الرجل اذا لم یستطع ان یخرج ارسل رسولا لینظر ما ھو فجاء ابولھب وقریش فقال ارأیتکم لو اخبرتکم ان خیلا بالوادی ترید ان تغیر علیکم

اکنتم مصدِّقِیَّ قالوا نعم ما جرّبنا علیک الاصدقا قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید فقال ابولھب تبالک سائر الیوم الھذا جمعتنا فنزلت تبت یدا ابی لھب وتب ما اغنی عنہ مالہ وما کسب۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضؓ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت " وانذر عشیرتک الاقربین " نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر چڑھ گئے اور آواز دینے لگے اے بنی فہر اور قریش کے دوسرے قبائل کو (مثلاً اے بنی عبد مناف اے بنی عبد المطلب) اس آواز پر سب جمع ہوگئے اگر کوئی کسی وجہ سے نہ آسکا تو اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا تاکہ معلوم ہو کہ کیا بات ہے؟ ابولہب خود آیا اور قریش کے دوسرے لوگ بھی آئے، پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم لوگوں کا کیا خیال ہے (یعنی مجھے بتاؤ) اگر میں تمھیں یہ خبر دوں کہ وادی میں پہاڑ کے پیچھے) ایک لشکر ہے اور وہ تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات سچ مانوگے سب نے کہا کہ ہاں، (ہم آپ کی تصدیق کریں گے) ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا پایا ہے، آنحضورؐ نے فرمایا تو پھر سنو میں تمھیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمھارے سامنے ہے یہ سنکر ابولہب بولا تجھ پر سارے دن تباہی نازل ہو کیا تم نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا، اس پر یہ سورت نازل ہوئی، تبت یدا ابی لھب " الآیۃ یعنی ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ برباد ہوگیا نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضی فی کتاب الانبیاء مختصراً ص۵۰۰

فھر بکسر الفاء وسکون الہاء، (رأیتکم ای اخبرونی، مُصدّقیَّ بتشدید الدال المکسورۃ والتحیۃ المفتوحۃ واصلہ مصدّقین لی فلما اضیف الی یاء المتکلم سقطت النون وادغمت یاء الجمع فی یاء المتکلم، ومرادہ بذلک تقریرہم بانہم یعلمون صدقہ اذا اخبر عن شئ غائب (قس)

(۴۹۲) حدثنا ابوالیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال اخبرنی سعید بن المسیب وابوسلمۃ بن عبدالرحمان ان اباھریرۃ قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین انزل اللہ وانذر عشیرتک الاقربین۔ قال یا معشر قریش او کلمۃً نحوھا اشتروا انفسکم لا اغنی عنکم من اللہ شیئا یا بنی عبد مناف لا اغنی عنکم من اللہ شیئا یا عباس بن عبد المطلب لا اغنی عنک من اللہ شیئا ویا صفیۃ عمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا اغنی من اللہ شیئا ویا فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سلینی ما شئت من مالی لا اغنی عنک من اللہ شیئا تابعہ اصبغ عن ابن وھب عن یونس عن ابن شہاب۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت " وانذر عشیرتک الاقربین " نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے اے جماعت قریش یا اسی طرح کا اور کوئی کلمہ

آپ نے فرمایا (شک راوی) تم اپنی جان کو خرید لو (یعنی عذاب الٰہی سے اپنی جانوں کو بچاؤ، ایمان لاؤ (اسلموا تسلموا من العذاب) اگر تم شرک وکفر سے باز نہ آئے تو) میں اللہ کی بارگاہ میں تمھارے کام نہیں آؤں گا، اے بنی عبد مناف میں اللہ کے سامنے تمھارے کام نہ آؤں گا، اے عباس بن عبد المطلب اللہ کی بارگاہ میں میں تمھارے کچھ کام نہ آسکوں گا، اے صفیہ (رسول اللہ کی پھوپھی) میں اللہ کے یہاں تمھیں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکوں گا، اے فاطمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی میرے مال میں سے جو چاہے مجھ سے مانگ لو لیکن اللہ کی بارگاہ میں میں تمھیں کوئی فائدہ نہ پہونچا سکوں گا، اس روایت کی متابعت اصبغ نے ابن وہب سے انھوں نے یونس سے اور انھوں نے ابن شہاب سے کی ہے، اسی متابعت کا ذکر کتاب الوصایا میں گذر چکا ہے

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مر فی کتاب الوصایا ص۳۸۵ وہنا فی التفسیر ص۷۰۲۔

کافر کو خاندانی تعلق سے قیامت میں کوئی فائدہ نہیں پہونچیگا اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر خاتمہ کفر پر ہوا تو خاندانی تعلق سے قیامت میں کوئی فائدہ نہیں پہونچے گا، یہاں تک کہ پیغمبر کی اولاد اور بیوی بھی اگر مومن نہیں تو ان کی پیغمبری سے ان کو قیامت میں کوئی فائدہ نہیں پہونچے گا، جیسا کہ حضرت نوح ؑ کے بیٹے اور لوط ؑ کی بیوی اور حضرت ابراہیم ؑ کے والد کا معاملہ ہے۔

سورۃ النمل

بخاری ص۷۰۲

سورۂ نمل مکی ہے اور اس سورۃ میں ترانوے آیات اور سات رکوع ہیں۔

الخبء ما خبأت

اشارہ ہے آیت کریمہ اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الآیۃ پ۱۹ ع ۱۷) کہ اس خدا کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو باہر لاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ خَبْءٌ کے معنی پوشیدہ چیز، چھپی ہوئی چیز یعنی مصدر بمعنی اسم مفعول مخبوءٌ ہے

لاقبل لهم لا طاقة

اشارہ ہے آیت کریمہ اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا الآیۃ، پ۱۹ ع ۱۱) ان لوگوں کے پاس لوٹ جاؤ (اگر وہ اب بھی ایمان لے آویں تو درست ورنہ) ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا مقابلہ ان سے نہ ہوسکے گا۔

فرماتے ہیں کہ لاقبل لہم کے معنی ہیں لا طاقۃ لہم۔

الصرح کل ملاط اتخذ من القواریر والصرح القصر وجماعۃ صروح

اشارہ ہے آیت کریمہ، وقیل لها ادخلي الصرح الآیۃ پ۱۹ ع ۱۸) بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو الخ فرماتے ہیں کہ صرح ہر وہ گارا ہے جو شیشوں سے بنایا جائے اور صرح کے معنی محل بھی ہے اس کی جمع صروح ہے

تشریح علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ملاط بالمیم المکسورۃ الذی یوضع بین مسافتی البنیان، یعنی ملاط ہر وہ گارہ (مٹی) ہے جو عمارت کے دو اینٹ کے درمیان رکھا جاتا ہے، دوسرا نسخہ ہے بلاط بالموحدۃ المفتوحۃ بمعنی شاہی محل۔

وقال ابن عباس ولها عرش عظیم سریر کریم حسن الصنعۃ وغلاء الثمن

اشارہ ہے آیت کریمہ " ولها عرش عظیم " پ۱۹ ع ۱۷) اور اس (بلقیس) کے پاس ایک بڑا تخت ہے اور حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ عرش عظیم کا معنی ہے کہ اس کا تخت نہایت عمدہ اچھی کاریگری اور بیش قیمت ہے۔

مسلمین طائعین

اشارہ ہے آیت کریمہ؛ قال یایها الملؤا ایکم یاتینی بعرشها قبل ان یاتونی مسلمین، پ۱۹ ع ۱۸) سلیمان (علیہ السلام) نے فرمایا: اے درباریو، تم میں کوئی ایسا ہے جو اس (بلقیس) کا تخت پہلے اس کے کہ وہ لوگ مطیع ہو کر میرے پاس آویں حاضر کر دے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں مسلمین کے معنی ہیں طائعین یعنی مطیع وتابعدار۔

ردف اقترب

اشارہ ہے آیت کریمہ، قل عسی ان یکون ردف لکم بعض الذی تستعجلون، پ۲۰ ع ۲) آپ کہدیجئے کہ عجب نہیں کہ جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو اس میں سے کچھ تمھارے قریب آپہنچا ہو، فرماتے ہیں کہ آیت میں ردف بمعنی اقترب ہے یعنی قریب آپہونچا۔

جامدۃ قائمۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ، وتری الجبال تحسبها جامدۃ الآیۃ پ۲۰ ع ۳) اور تو پہاڑوں کو ایسی حالت میں دیکھ رہا ہے جس سے تجھ کو خیال ہوتا ہے کہ یہ جم رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جامدۃ کے معنی ہیں قائمۃ یعنی ہمیشہ قائم رہیں گے، کبھی جنبش نہ کریں گے، حالانکہ قیامت کے روز یہ روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اڑتے پھریں گے۔

اوزعنی اجعلنی

اشارہ ہے ارشاد الٰہی وقال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ، الآیۃ پ۱۹ ع ۱۷) اور کہنے لگے (سلیمانؑ) کہ اے میرے رب مجھ کو اس پر ہمیشگی دیجئے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں۔

فرماتے ہیں کہ اوزعنی بمعنی اجعلنی ہے یعنی مجھ کو کر دے مجھے جمادے، امر ہے ازا فعال جس کے معنی ہیں کسی چیز پر جما دینے کے۔

وقال مجاهد نكروا غيروا

اشارہ ہے آیت کریمہ، قال نکروا لها عرشها، پ۱۹ ع ۱۸) سلیمان (علیہ السلام) نے حکم دیا کہ اس (بلقیس) کے لئے اس کے تخت کی صورت بدل دو (تاکہ ہم دیکھیں کہ تغیر کے بعد بلقیس سمجھ پاتی ہے یا نہیں)

اور مجاہد نے کہا کہ نکروا بمعنی غیروا ہے یعنی اس کی صورت بدل دو، روی انہ جعلہ اسفلہ اعلاہ واعلاہ اسفلہ ومکان الجواہر الاحمر اخضر ومکان الاخضر احمر (قسطلانی)

واوتينا العلم يقوله سليمان

اشارہ ہے آیت کریمہ " قالت کانہ ھو واوتینا العلم من قبلها وکنا مسلمین، پ۱۹ ع ۱۸) (بلقیس) کہنے لگی گویا یہ وہی ہے اور ہم لوگوں کو تو اس واقعہ سے پہلے ہی (آپ کی نبوت کی) تحقیق ہو چکی ہے اور ہم (اسی وقت سے) مطیع ہو چکے ہیں۔

مجاہد فرماتے ہیں کہ " اوتینا العلم" حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقولہ ہے۔

تشریح حضرت مجاہد وغیرہ کے قول کی صورت میں آیت کریمہ کے اندر من قبلها کی ضمیر ھا بلقیس کی طرف راجع ہوگی، مطلب یہ ہوگا کہ بلقیس کو تخت دکھانے کے بعد جب بلقیس نے اپنا تخت پہچان لیا اور تغیر کو بھی سمجھ گئی، تو حضرت سلیمان رض اور ان کی قوم نے کہا قد اصابت فی جوابها وهی عاقلة پھر اس پر عطف کر دیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے قول واوتینا العلم الخ ای اوتینا نحن العلم بالله وبقدرته علی ایشار من قبل ہذہ المرأة مثل علمها۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اوتینا العلم الخ بلقیس کا کلام ہے اس صورت میں قبلها کی ضمیر کا مرجع معجزہ ہے یا واقعہ جو بلقیس نے ہُدہُد وغیرہ کا مشاہدہ کیا تو بول پڑی واوتینا العلم الخ

حافظ دونوں قول نقل کر کے فرماتے ہیں، والاول ہو المعتمد۔ لیکن کلام کا سیاق اور سباق قول ثانی کو ترجیح دیتا ہے اور یہی حکیم الامت حضرت تھانوی کی تفسیر ہے نیز علامہ عینی رح کا رجحان ہے۔ واللہ اعلم

الصرح، بركة ماء ضرب عليها سليمان قوارير ألبسها اياه

اشارہ ہے آیت کریمہ: قیل لها ادخلی الصرح، الآیۃ، پ۱۹ ع ۱۸) ترجمہ گذر گیا۔

فرماتے ہیں کہ صرح سے مراد پانی کا وہ حوض ہے جس کو سلیمان نے شیشوں سے پاٹ دیا اور شیشوں سے اس کو چھپا دیا یعنی ڈھانک دیا (چونکہ حوض میں مچھلی وغیرہ دریائی جانور بھی تھے اور اوپر بلوری شیشے اتنے صاف شفاف کہ شیشہ نظر نہ آتا تھا دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پانی ہی پانی ہے، چنانچہ جب بلقیس کو محل میں داخل ہونے کو کہا گیا تو بلقیس نے کپڑے اوپر اٹھا کر پنڈلیاں کھولدیں الخ

بخاری شریف ص۷۰۲

القصص

سورۂ قصص مکی ہے اس میں اٹھاسی آیات اور نو رکوع ہیں

ولابی ذر سورۃ القصص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. وفی نسخۃ القدیم البسملۃ علی سورۃ (قس)

یقال کل شیئ ھالک الا وجھہ الا ملکہ ویقال الا ما ارید بہ وجہ اللہ

اشارہ ہے آیت کریمہ، ولا تدع مع اللہ الٰھا آخر لا الٰہ الا ھو کل شیئ ھالک الا وجھہ لہ الحکم والیہ ترجعون" پ۲۰ ع ۱۲) اللہ کے ساتھ کسی معبود کو نہ پکارو کہ اسکے سوا کوئی معبود (ہونے کے قابل) نہیں (اسلئے کہ) سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں، بجز اس کی ذات کے، اسی کی حکومت ہے اور اسی کے پاس تم سب جانے والے ہو، اور کہا جاتا ہے کہ ارشاد الٰہی وکل شیئ ہالک الا وجہہ کے معنی ہیں ہر شیئ فنا ہونے والی ہے الا وجہہ ای ملکہ یعنی بجز اس کی سلطنت کے۔ اور بعض حضرات نے اس سے مراد وہ اعمال صالحہ لیئے ہیں جو اللہ کی رضا و خوشنودی کیلئے کیئے گئے ہوں، یعنی وہ نیک اعمال جس سے مقصود اللہ کا تقرب اور رضائے الٰہی ہو ریاکاری وغیرہ نہ ہو۔

وقال مجاھد فعمیت علیھم الانباء الحجج

اشارہ ہے آیت کریمہ فعمیت علیہم الانباء یومئذ الآیۃ پ۲۰ ع ۱۰) پس اس روز ان (کے ذہن) سے سارے مضامین گم ہو جائیں گے (یعنی کوئی جواب نہ سوجھے گا) الخ

اور مجاہد نے بیان کیا کہ انبار سے مراد حجج یعنی دلائل ہیں یعنی ان منکرین کے پاس کوئی حجت و دلیل نہ ہوگی

باب قولہ "انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ۲۰ ع ۹) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جسکو چاہے ہدایت کر سکتا ہے

(۲۹۵) **حدثنا** ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال اخبرنی سعید بن المسیب عن ابیہ قال لما حضرت ابا طالب الوفاۃ جاءہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوجد عندہ ابا جھل وعبد اللہ بن ابی امیۃ بن المغیرۃ فقال ای عم قل لا الٰہ الا اللہ کلمۃ احاج لک بھا عند اللہ فقال ابو جھل وعبد اللہ بن ابی امیۃ اترغب عن ملۃ عبد المطلب فلم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرضھا علیہ ویعیدانہ بتلک المقالۃ حتی قال ابو طالب آخر ما کلمھم علی ملۃ عبد المطلب وابی ان یقول لا الٰہ الا اللہ قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لاستغفرن لک ما لم انہ عنک فانزل اللہ "ما کان للنبی ان یستغفروا للمشرکین وانزل اللہ فی ابی طالب فقال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "انک لا تھدی

من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء ؁

ترجمہ:۔ حضرت مسیب بن حزن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ وہاں پہلے ہی سے موجود تھے آنحضور نے فرمایا چچا! آپ صرف کلمہ لاالٰہ الااللہ پڑھ لیجئے تاکہ اسی کلمہ کے ذریعہ اللہ کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت کروں اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بولے کیا تم عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جاؤ گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ان سے یہی کہتے رہے۔ (کہ آپ صرف یہی کلمہ پڑھ لیں) اور یہ دونوں بھی اپنی بات ان کے سامنے بار بار دہراتے رہے (کہ کیا تم عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جاؤ گے) آخر ابوطالب کی زبان سے جو آخری کلمہ نکلا وہ یہی تھا کہ وہ عبدالمطلب ہی کے مذہب پر قائم ہیں انہوں نے لاالٰہ الااللہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ (یعنی کلمہ نہیں پڑھ سکا)

راوی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خدا کی قسم میں آپ کے لئے طلب مغفرت کرتا ہونگا تا آنکہ مجھے اس سے روک نہ دیا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "نبی اور ایمان والوں کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لئے دعاء مغفرت کریں اور خاص ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا جس کو آپ چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے البتہ اللہ ہدایت دیتا ہے اسے جس کے لئے وہ ہدایت چاہتا ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

والحدیث قد مضی فی کتاب الجنائز صـ ۱۸۱ وہٰہنا فی التفسیر صـ ۷۰۲ تا صـ ۷۰۳

ہدایت کے معنی اور آنحضورؐ کا فرض منصبی

لفظ ہدایت دو معنوں کیلئے مستعمل ہوتا ہے۔ ایک معنی اراۃ الطریق یعنی صرف راستہ دکھا دینا جس کے لئے ضروری نہیں کہ جس کو راستہ دکھایا گیا وہ منزل مقصود پر پہنچ جائے۔

دوسرے معنیٰ ہے ایصال الی المطلوب یعنی کسی کو منزل مقصود تک پہنچا دیا جائے آیۃ کریمہ میں اسی دوسرے معنی کی ہدایت ہے کیونکہ پہلے معنی (اراءۃ الطریق) کے اعتبار سے آنحضورؐ بلکہ تمام انبیاء کا ہادی ہونا اور اس ہدایت کا ان کے اختیار میں ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ ہدایت ہی پیغمبروں کا فرض منصبی ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ آپؐ کی بڑی تمنا یہ تھی کہ ابوطالب کسی طرح ایمان قبول کرلیں اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ کسی کو مومن بنا دینا آپ کی قدرت میں نہیں ہے آپ کے ذمہ تو تبلیغ واراءۃ الطریق ہے۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ ابوطالب کے ایمان وکفر کے معاملے میں بے ضرورت گفتگو اور بحث ومباحثہ سے اور انکو برا کہنے سے اجتناب کرنا چاہئے کہ اس سے آنحضرتؐ کو طبعی ایذاء کا احتمال ہے۔

؁ وقال ابن عباس اُولِی القوّۃ لایرفعھا العُصبۃ من الرجال لتنوءُ لتُثقل ؁

اشارہ ہے آیت کریمہ: وآتیناہ من الکنوز ان مفاتحہ لتنوء بالعصبۃ اولی القوۃ الآیۃ، پ۲۰ ع۱۱) ہم نے اس کو (یعنی قارون کو) اس قدر خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں کو گرانبار کردیتی تھیں،

اور ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ آیت لتنوء بالعصبۃ اولی القوۃ سے مراد یہ ہے کہ (قارون کے خزانے کی کنجیوں کو) طاقتور مردوں کی ایک جماعت بھی نہیں اٹھا پاتی تھی، لتنوء بمعنی لتثقل ہے، یعنی بوجھل کرتی تھیں، بوجھ سے جھکا دیتی تھیں۔

عُصبہ: جماعت، گروہ جمع عُصَبٌ جیسے غرفۃ کی جمع غُرَف، عصبہ کتنے افراد کی جماعت کو کہتے ہیں، اقوال مختلف ہیں، عن ابن عباس رضؓ العصبۃ ما بین الثلاثۃ الی العشرۃ۔

فارغًا الّا من ذکر موسیٰ

اشارہ ہے آیت کریمہ: واصبح فؤاد ام موسیٰ فارغا، الآیۃ پ۲۰ ع۴) موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کا دل بے قرار ہوگیا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں فارغا کا مطلب یہ ہے کہ موسیٰؑ کی والدہ کا دل ہر فکر وغم سے خالی تھا، سوا موسیٰؑ کے ذکر سے۔

بخاری شریف ص۷۰۳

الفرحین المرحین

اشارہ ہے آیت کریمہ لاتفرح ان اللہ لایحب الفرحین، پ۲۰ ع۱۱) تو (اس مال وحشمت پر) اِترامت واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں فرحین بمعنی مرحین ہے یعنی اترانے والے، مارے خوشی کے بھول جانے والے۔

قصّیہ اتبعی اثرہ وقد یکون ان یقصّ الکلام نحن نقص علیک

اشارہ ہے آیت کریمہ: وقالت لاختہ قصّیہ فبصرت بہ عن جنب وھم لایشعرون، پ۲۰ ع۴) اور انھوں نے (یعنی موسیٰؑ کی والدہ نے) موسیٰ (علیہ السلام) کو دور سے دیکھا اور ان لوگوں کو یہ خبر نہ تھی (کہ یہ ان کی بہن ہیں اور اس فکر میں آئی ہیں)

فرماتے ہیں کہ آیت میں قصّیہ کے معنی ہیں اس کے پیچھے پیچھے چلی جا، اور کبھی یہ لفظ کلام اور قصہ بیان کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے جب لفظ قصّ کا صلہ علیٰ آتا ہے جیسے سورۂ یوسف (۴) میں نحن نقص علیک الآیۃ۔

عن جُنُب عن بعد وعن جنابۃ واحدٌ وعن اجتناب ایضا

اشارہ ہے آیت کریمہ فبصرت بہ عن جنب وھم لایشعرون، پ۲۰ ع۴) ترجمہ گذر چکا ہے

فرماتے ہیں کہ آیت میں عن جنب بمعنی عن بعد ہے یعنی دور سے اور عن جنابۃ اور عن اجتناب بھی ایک معنی میں ہیں۔

یبطش و نبطش

اشارہ ہے آیت کریمہ " فلما اراد ان یبطش بالذی ھو عدو لھما ، الآیۃ پ۲۰ ع ۵) سو جب موسیٰ (ع) نے اس پر ہاتھ ڈالنا چاہا جو دونوں کا مخالف تھا۔

فرماتے ہیں کہ یبطش بکسر الطاء از باب ضرب اور بضم الطاء از باب نصر آتا ہے بمعنی پکڑنا ، دونوں قرأت ہے ، ہمارے نسخہ میں نبطش بالنون ہی ہے نیز قسطلانی نے بھی اسی نسخہ کو نقل کیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ایک نسخہ بالیاء یبطش ہے ، فتح الباری اور عمدۃ القاری نے یبطش بالیاء کا نسخہ لیا ہے اور یہی آیت قرآنی کے موافق ہے ۔

یاتمرون یتشاورون

اشارہ ہے آیت کریمہ " قال یموسیٰ ان الملأ یاتمرون بک لیقتلوک الآیۃ ، پ۲۰ ع د) کہنے لگے اے موسیٰ اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر دیں الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں یاتمرون کے معنی ہیں یتشاورون یعنی باہم مشورہ کر رہے ہیں ۔

العُدوان والعَداء والتعدّی واحدٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ فلا عدوان علیّ واللہ علی ما نقول وکیل ، پ۲۰ ع ۶) پھر کوئی زیادتی مجھ پر نہ ہو اور جو کچھ قول اور قرار ہم کر رہے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے ۔

فرماتے ہیں کہ عُدوان اور عَداء اور تعدی سب کے معنی ایک ہیں یعنی زیادتی ، ظلم ، حق سے تجاوز کرنا ۔

آنس ابصر

اشارہ ہے آیت کریمہ ؛ فلما قضیٰ موسیٰ الاجل وسار باھلہ آنس من جانب الطور نارا ، الآیۃ پ۲۰ ع ۷) پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) اس مدت کو پورا کر چکے اور اپنی بیوی کو لے کر روانہ ہوئے تو کوہ طور سے ایک (روشنی بشکل) آگ دکھلائی دی۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں آنس بمعنی ابصر ہے یعنی دیکھا ۔

الجَذوَۃُ قطعۃٌ غلیظۃٌ من الخشب لیس فیھا لھبٌ والشھاب فیہ لھبٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ ؛ او جذوۃ من النار لعلکم تصطلون ، پ۲۰ ع ۷) یا آگ کا انگارا لے آؤں تاکہ تم سینک لو

فرماتے ہیں کہ جذوہ لکڑی کا موٹا ٹکڑا (انگارہ) جس میں شعلہ نہ ہو ، اور شہاب (جو سورہ نمل میں ہے او آتیکم بشھاب قبس پ۱۹ ع ۱۶) وہ انگارہ جس میں شعلہ ہو۔

والحیّاتُ اجناسٌ الجانُّ والافاعی والاساودُ

اشارہ ہے آیت کریمہ " فالقٰھا فاذا ھی حیّۃٌ تسعیٰ ، پ۱۶ ع ۱۰) تو انھوں نے اس کو (یعنی اپنی عصا کو زمین پر) ڈال دیا تو یکایک وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا ۔

فرماتے ہیں کہ الحیات اجناسٌ یعنی سانپوں کی مختلف قسمیں ہیں جان، افاعی اور اساود

تشریح حیۃ سانپ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے جمع حیات، اجناس جنس کی جمع ہے بمعنی قسم، جانّ دراصل چھوٹا اور سفید چمکتے ہوئے سانپ کو کہتے ہیں، یہی لفظ اس سورہ میں آیا ہے۔ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا، الآیۃ پ ۲۰ ع ۷) سو انھوں نے جب اس کو لہراتا ہوا (یعنی حرکت کرتے) دیکھا جیسا پتلا سانپ (تیز) ہوتا ہے تو پشت پھیر کر بھاگے الخ

افاعی جمع افعی وہی الانثی من الحیات والذکر منہا افعوان بضم الہمزۃ والعین وکنیۃ الافعوان ابوحیان وابویحیٰی لانہ یعیش الف سنۃ، والاساود جمع اسود قال ابو عبیدہ ہی حیۃ فیہا سواد وہی اخبث الحیات (حاشیہ بخاری ص۶۶۶ پہلی سطر)۔

قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے حیۃ اور جانّ اور ثعبان کا ذکر فرمایا ہے۔ فالقیٰ عصاہ فاذا ہی ثعبان مبین، پ ۱۹ ع ۶) تو موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی ڈالدی تو دفعۃً ایک نمایاں اژدہا بن گیا۔

پس اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ حَیَّۃ اسم جنس ہے جان، اور ثعبان سب کو شامل ہے، حضرت موسیٰؑ نے جب اپنی لاٹھی فرعون کے سامنے ڈالی تو چھوٹا سانپ یعنی جان بنی پھر موٹا ہونے لگی اور عظیم اژدہا یعنی ثعبان ہوگئی۔

رِدْءًا مُعِينًا

اشارہ ہے آیت کریمہ: وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْءًا یُّصَدِّقُنِیْ، پ ۲۰ ع ۷) میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے تو ان کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ رسالت دیدیجئے کہ وہ میری (تقریر کی) تصدیق کریں گے۔

فرماتے ہیں کہ رِدْءً کے معنی ہیں معین، مددگار۔

قال ابنُ عباسٍ یصدّقنی وقال غیرہ سَنَشُدُّ سنعینک کلّما عززت شیئا فقد جعلت لہ عضدًا

حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ ردءً یصدّقنی کے معنی میں لکی یصدقنی یعنی حضرت ہارون کو میرا معین ومددگار بنا کر بھیجئے، کا مطلب یہ ہے کہ وہ میری مدد کرے اس طرح کہ اپنی فصیح زبان سے میری تقریر کو کھول کر بیان کردے، تصدیق سے یہ مقصد نہیں ہے کہ ہارونؑ میری تقریر کے بعد یہ کہیں کہ آپ نے سچ کہا، درست کہا، یا قوم سے کہے کہ موسیٰ علیہ السّلام نے صحیح فرمایا بلکہ تصدیق کا مقصد یہ ہے کہ میری تقریر کو اپنی زبان فصیح میں مفصل اور مدلل کرکے سمجھادے اور منکرین سے مباحثہ کرکے ان کے شبہات کو دور کردے۔

وقال غیرہٗ الخ اور غیر ابن عباس نے کہا کہ اگلی آیت "قال سنشد عضدک باخیک الآیۃ پ ۲۰ ع ۷)

ارشاد ہوا کہ ہم ابھی تمہارے بھائی کو تمہارا قوت بازو بنائے دیتے ہیں۔ نشد بمعنی نعین ہے یعنی ہم تیری مدد کریں گے جب تم کسی کی کچھ مدد کرتے ہو تو گویا تم اس کے بازو بن جاتے ہو۔

عزّز از: باب تفعیل تعزیز سے ہے جس کے معنی قوت دینے کے ہیں جیسا کہ سورۂ یٰسین میں ہے فعززنا بثالث الآیہ یعنی ہم نے تیسرے کے ذریعہ تائید کی یعنی قوت دی۔

مقبوحین مُهلکین

اشارہ ہے آیت کریمہ ویوم القیٰمۃ هم من المقبوحین، پ۲۰ ع،) اور قیامت کے دن بھی بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں مقبوحین کے معنی ہیں مہلکین قالہ ابو عبیدۃ وقیل مطرودین، بہرحال ہلاکت ہو یا لعنت مراد دوزخی ہیں۔

وصّلنا، بیّنّاه واتممناه

اشارہ ہے ولقد وصّلنا لهم القول لعلهم یتذکرون، پ۲۰ ع ۹) اور ہم نے اس کلام (یعنی قرآن) کو ان لوگوں کے لئے پے درپے بھیجا تاکہ یہ لوگ (بار بار سننے سے) نصیحت مانیں۔

یُجبیٰ یُجلبُ

اشارہ ہے آیت کریمہ یجبیٰ الیہ ثمرٰت کل شیء الآیۃ، پ۲۰ ع ۹) جہاں ہر قسم کے پھل کھچے چلے آتے ہیں فرماتے ہیں کہ یجبیٰ کے معنی ہیں یُجلبُ یعنی کھینچ کر لائے جاتے ہیں۔

بطرت اشرت

اشارہ ہے آیت کریمہ" وکم اهلکنا من قریۃ بطرت معیشتها، الآیۃ، پ۲۰ ع ۹) ہم بہت سی ایسی بستیاں ہلاک کرچکے ہیں جو اپنے سامان عیش پر نازاں تھے۔

فرماتے ہیں کہ بطرت کے معنی ہیں اشرت یعنی تکبر کیا شرارت کی۔

فی امّها رسولاً امّ القریٰ مکۃ وما حولها

اشارہ ہے آیت کریمہ وما کان ربک مهلک القریٰ حتی یبعث فی امّها رسولا، الآیۃ، پ۲۰ ع۹) آپ کا رب بستیوں کو ڈراول ہی بار میں) ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ بستیوں کے صدر مقام میں کسی پیغمبر کو نہ بھیج لے

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں ام القریٰ سے مراد مکہ اور اسکے اطراف ہیں۔

تُکنّ تخفی اکننت الشیء اخفیتہ وکننتہ خفیتہ واظهرتہ

اشارہ ہے آیت کریمہ وربک یعلم ماتکنّ صدورهم وما یعلنون، پ۲۰ ع۱۰) اور آپ کا رب (علم ایسا کامل رکھتا ہے کہ وہ) سب چیزوں کی خبر رکھتا ہے جو ان کے دلوں میں پوشیدہ رہتا ہے اور جس کو یہ ظاہر کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ تکنّ بمعنی تخفی ہے یعنی پوشیدہ رکھتے ہیں، چھپاتے ہیں، عرب لوگ کہتے ہیں اکننت الشیٔ میں نے اس کو چھپالیا بمعنی اخفیتہ اور کننتہ ازباب نصر بمعنی خفیتہ و اظہرتہ، مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ اضداد میں سے ہے یعنی ضدین میں مستعمل ہے یہاں چونکہ تکنّ کا فاعل اسم ظاہر صدور ہے جو جمع مکسر ہے اس لئے فعل کو مؤنث لایا گیا۔

❁ ویکانّ اللّٰہ مثل الم تر ان اللّٰہ یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر: یوسّع علیہ ویضیّق علیہ ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ واصبح الذین تمنوا مکانہ بالامس یقولون ویکانّ اللّٰہ یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدر الآیۃ پ ۲۰ ع ۱۱) اور کل (یعنی پچھلے قریب زمانہ میں) جو لوگ اس جیسے ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ (آج اس کے خسف کو دیکھ کر) کہنے لگے بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے زیادہ روزی دیدیتا ہے اور (جس کو چاہے) تنگی سے دیتا ہے الخ

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ویکانّ اللّٰہ کا معنی ہے الم تر ان اللّٰہ یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ یبسط الخ یعنی اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے زیادہ روزی دیدیتا ہے الخ

بخاری شریف ص۷۰۳ ❁ باب قولہ تعالیٰ ان الذی فرض علیک القرآن ❁

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (پ ۲۰ ع ۱۲) جس خدا نے آپ پر قرآن (کے احکام پر عمل اور تبلیغ) کو فرض کیا ہے وہ آپ کو اصلی وطن (یعنی مکہ) میں پھر پہونچا دیگا۔

(۲۹۶) حدثنا ❁ محمد بن مقاتل قال اخبرنا یعلی قال حدثنا سفیٰن العصفری عن عکرمۃ عن ابن عباس لرادّک الی معاد قال الی مکۃ ❁

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ آپ نے آیت کریمہ میں لرادّک الی معاد کی تفسیر کی اللہ پھر آپ کو مکہ پہونچا دیگا، چنانچہ ۸ھ میں فتح مکہ کی شکل میں حق تعالیٰ نے وعدہ پورا فرمایا

بخاری شریف ص۷۰۳ ❁ العنکبوت ❁

سورۂ عنکبوت مکی ہے اس میں انہتر ۶۹ آیات اور سات رکوع ہیں۔

❁ قال مجاہدؒ وکانوا مستبصرین ضللۃ ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ، وزین لھم الشیطٰن اعمالھم فصدھم عن السبیل وکانوا مستبصرین، پ ۲۰ ع ۱۶) اور شیطان نے ان کے اعمال (بد) کو ان کی نظر میں مستحسن کر رکھا تھا اور (اس ذریعہ سے) ان کو (راہ حق سے) روک رکھا تھا اور وہ لوگ ہوشیار تھے۔

مجاہدؒ نے کہا کہ کانوا مستبصرین کے معنی ہیں وہ گمراہ تھے (اور اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتے تھے) اور بعض

حضرات نے فرمایا ہے کہ کانوا مستبصرین کے معنی ہیں اپنی ضلالت اور گمراہی پر خوش و نازاں تھے چونکہ اپنے متعلقین میں ہوشیار تھے، ایک نسخہ ہے ضَلَلَۃ بغیر الف کے اس صورت میں ضال کی جمع ہوگی، علامہ عینی رہ اسی کو نقل کرکے فرماتے ہیں،، قالہ الکرمانی وفیہ ما فیہ والصواب ضلالۃ۔

❖ فلیعلمن اللہ" علم اللہ ذالک انما ھی بمنزلۃ فلیمیز اللہ کقولہ لیمیز اللہ الخبیث من الطیب ❖

اشارہ ہے آیت کریمہ: ولیعلمن اللہ الذین آمنوا ولیعلمن المنفقین، پ۲۰ ع ۱۳) اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو معلوم کرکے رہے گا اور منافقوں کو بھی معلوم کرکے رہے گا

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں لیعلمن اللہ کے معنی علم اللہ ذالک یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر دو فریق کا علم ہے اور یہ بمنزلہ لیمیز اللہ کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کھول کر بتا دے گا، علیحدہ وجدا کردے گا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔ لیمیز اللہ الخبیث من الطیب الآیہ، پ۴ ع ۱۸) تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک (لوگوں) کو پاک (لوگوں) سے الگ کردے۔

❖ اثقالا مع اثقالہم" اوزارا مع اوزارھم ❖

اشارہ ہے آیت کریمہ وَلَیَحْمِلُنَّ اثقالہم واثقالا مع اثقالہم الآیۃ، پ۲۰ ع ۱۴) اور یہ لوگ اپنے گناہ (پورے پورے) اپنے اوپر لادیں گے اور اپنے گناہوں کے ساتھ کچھ گناہ اور بھی (لادے ہونگے اور یہ گناہ وہ ہیں جن کے لئے یہ سبب بنتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں اثقال کے معنی ہیں اوزار یعنی اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بہت سے بوجھ بھی، یعنی ایک بوجھ خود گمراہ ہونے کا اور دوسرے بوجھ دوسروں کو گمراہ کرنے یا سبب بننے کا لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سن سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرہا ووزر من عمل بہا من غیر ان ینقص من وزرہ شئی او کما قال م

❖ الم غلبت الروم ❖

سورۂ روم مکی ہے اس میں ساٹھ ۶۰ آیات اور چھ رکوع ہیں

❖ فلا یربوا من اعطی یبتغی افضل فلا اجر لہ فیہا ❖

اشارہ ہے آیت کریمہ، وما آتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ، پ۲۱ ع ۷)

اور جو سود تم دیتے ہو تاکہ لوگوں کے اموال میں شامل ہوکر وہ بڑھ جائے اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا

فرماتے ہیں کہ آیت میں فلا یربوا کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی کو کچھ دے زیادہ لینے کی غرض سے تو اس کو اس دینے میں کچھ ثواب نہیں ملیگا۔

امام بخاری رہ کی اس تفسیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ربا سے یہاں صرف سود و بیاج مراد نہیں بلکہ آیت کا

مطلب یہ ہے کہ جو آدمی کسی کو کچھ دے جیسا کہ شادی کے موقعہ پر نوتہ وغیرہ رسوم دنیویہ میں اکثر دیا جاتا ہے اس غرض سے کہ وہ اس سے بڑھ کر احسان کا بدلہ کرے گا تو یہ دینا عنداللہ موجب برکت و ثواب نہیں گو مباح ہو اور پیغمبر علیہ السلام کے حق میں تو مباح بھی نہیں لقولہ تعالیٰ ولا تمنن تستکثر (سورہ مدثر)

قال مجاھد یُحبرون یُنعّمون

اشارہ ہے آیت کریمہ، فاما الذین آمنوا وعملوا الصٰلحٰت فھم فی روضۃ یُحبرون. پ۲۱ ع ۵) جو لوگ ایمان لائے تھے اور انھوں نے اچھے کام کئے تھے وہ تو (بہشت کے) باغ میں مسرور (خوش) ہونگے،

مجاہدرحہ نے فرمایا کہ یحبرون کے معنی ہیں نعمتیں دی جائیں گی

فلانفسھم یمھدون، یُسوّون المضاجع

اشارہ ہے آیت کریمہ ومن عمل صالحا فلانفسھم یمھدون. پ۲۱ ع ۸) اور جو نیک عمل کر رہا ہے سو یہ لوگ اپنے (نفع کے) لئے سامان کر رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں یمھدون کے معنی ہیں بستر (بچھونے) بچھاتے ہیں (قبر میں یا جنت میں)

الودقُ المطرُ

اشارہ ہے آیت کریمہ: فتری الودق یخرج من خلالہ، الآیۃ پ۲۱ ع ۸) پھر تم مینہ کو دیکھتے ہو کہ اس (بادل) کے اندر سے نکلتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں وَدْق کے معنی ہیں بارش، مینہ۔

قال ابن عباس" ھل لکم من ما ملکت ایمانکم فی الالھۃ وفیہ تخافونھم ان یرثوکم کما یرث بعضکم بعضا

اشارہ ہے آیت کریمہ" ضرب لکم مثلا من انفسکم ھل لکم من ما ملکت ایمانکم من شرکاء فی ما رزقنٰکم فانتم فیہ سواء تخافونھم، الآیۃ، پ۲۱ ع ۷)

اللہ تعالیٰ (شرک کو باطل ثابت کرنے کیلئے) تم سے ایک مضمون عجیب تمہارے ہی حالات میں سے بیان فرماتے ہیں (وہ یہ غور کرو) کیا تمہارے غلاموں میں کوئی شخص تمہارا اس مال میں جو ہم نے تمکو دیا ہے شریک ہے کہ تم اور وہ (باعتبار اختیارات کے) اس میں برابر ہوں جن کا تم (تصرفات کے وقت) ایسا خیال کرتے ہو جیسا اپنے آپس (کے شریک وسہیم آزاد خود مختار کا) خیال کیا کرتے ہو الخ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ آیت کریمہ مذکورہ باللہ تعالیٰ اور ان معبودوں (یعنی بتوں) کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور کیا تم اپنے غلاموں مملوکوں سے یہ خوف کرتے ہو کہ وہ تمہارے وارث بن جائینگے جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہو۔

تشریح اللہ تعالیٰ کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی مال کا مالک ہو جیسے تم اور تمہاری اولاد اور دوسرے اصنام و اوتار وغیرہ جن کو مشرکوں نے خدا اور خدا کا شریک ٹھہرایا ہے وہ لونڈی

اور غلام کیطرح ہیں خوب سوچکر دیکھو کیا کوئی غلام یا لونڈی تمہارے مال میں شریک ہوسکتے ہیں یا تمہارے برابر ہوسکتے ہیں؟ یا تم کو اپنے مال کے تصرف میں ان غلاموں کا کچھ خوف ہوتا ہے؟ یہ تینوں باتیں نہیں ہوتیں پس اسی طرح یہ دیوتا اور بت وغیرہ تو اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی نسبت نہیں رکھتے وہ خالق یہ ادنیٰ مخلوق، وہ مالک یہ ادنیٰ مملوک پھر تم کیسے شریک قرار دیتے ہو؟۔

یصّدّعون یتفرّقون فاصدَعْ

اشارہ ہے آیت کریمہ، یومئذ یصّدّعون، (پ ۲۱ ع ۸) اس دن سب لوگ جدا جدا ہوجائیں گے۔

فرماتے ہیں کہ یصّدّعون کے معنی یتفرقون یعنی سب متفرق و منتشر ہوجائیں گے، مطلب یہ ہے کہ حساب کے بعد جنت اور دوزخ کی طرف الگ الگ چلے جائیں گے۔

یصّدّعون :۔ اصل میں یتصدعون تھا تصدع مصدر سے جس کے معنی ہیں منتشر ہونا۔

فاصدع :۔ اشارہ ہے کہ اسی صدعٌ مادہ سے ہے، فاصدع بما تؤمر الآیۃ (پ ۱۴ ع ۶) خوب کھول کر خدائی بینات پہونچایئے، حق و باطل کو الگ الگ کردیجئے۔

وقال غیرہ ضُعف وضَعف لغتان

اشارہ ہے آیت کریمہ، اللہ الذی خلقکم مِن ضُعفٍ الآیہ (پ ۲۱ ع ۹) اللہ ایسا ہے جس نے تمکو ناتوانی (کمزوری) کی حالت میں بنایا۔

اور غیر ابن عباس نے کہا کہ ضعف بالضم اور بالفتح دونوں لغتیں ہیں یعنی ضاد کے ضمہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ قرأتیں ہیں۔

وقال مجاھدٌ السُّوآیٰ ان کذبوا بآیٰت اللہ الآیۃ (پ ۲۱ ع ۴)

پھر ایسے لوگوں کا انجام جنھوں نے برا کام کیا تھا برا ہی ہوا اس وجہ سے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا تھا۔

اور مجاہدؒ نے کہا کہ آیت میں سوآیٰ کے معنی برائی یعنی برا کرنے والوں کا بدلہ برا ہی ملیگا۔

(۴۹۷) **حدثنا** محمد بن کثیر حدثنا سفیان قال حدثنا منصور والاعمش عن ابی الضحیٰ عن مسروق قال بینما رجل یحدث فی کندۃ فقال یجیئ دخان یوم القیٰمۃ فیاخذ باسماع المنٰفقین وابصارھم ویاخذ المؤمن کھیأۃ الزکام ففزعنا فاتیتُ ابن مسعود وکان متکئا فغضب فجلس فقال من علم فلیقل ومن لم یعلم فلیقل اللہ اعلم فان من العلم ان یقول لما لا یعلم لا اعلم فان اللہ قال لنبیہ قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین، وان قریشا ابطؤا عن الاسلام فدعا علیہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اللھم اعنّی علیھم بسبع کسبع یوسف فاخذتھم سنۃ حتی ھلکوا فیھا واکلوا

المیتة والعظام ویری الرجل ما بین السماء والارض کھیأة الدخان فجاءہ ابوسفین فقال جئت تامرنا بصلة الرحم وان قومك قد ھلکوا فادع اللّٰہ فقرأ فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین الی قولہ عائدون افیکشف عنھم عذاب الاٰخرة اذا جاء ثم عادوا الی کفرھم فذالك قولہ تعالیٰ یوم نبطش البطشة الکبریٰ یوم بدر ولزاما یوم بدر "الٓمٓ غلبت الروم الی سیغلبون" والروم قد مضی،

ترجمہ:- مسروق نے بیان کیا کہ ایک شخص نے قبیلہ کندہ میں حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ قیامت کے دن ایک دھواں اٹھیگا جو منافقوں کی قوت سماعت وبصارت کو ختم کر دیگا لیکن مومن پر اس کا اثر صرف زکام جیسا ہوگا ہم اس کی بات سے بہت گھبراگئے پھر میں حضرت ابن مسعودؓ (یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں ان صاحب کی حدیث سنائی، آپ اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے اسے سنکر بہت غصہ ہوئے اور سیدھے بیٹھ گئے پھر فرمایا اگر کسی کو کسی بات کا واقعی علم ہے تو پھر اسے بیان کرنا چاہیئے لیکن اگر علم نہیں ہے تو کہدینا چاہیئے اللہ اعلم (یعنی لاعلمی کا اعتراف کرنا چاہیئے اور یہ کہدینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والے ہیں) یہ بھی علم ہے کہ آدمی اپنی لاعلمی کا اعتراف کرے اور صاف کہدے کہ میں نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرمایا تھا قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین (آپ کہدیجیئے کہ میں اپنی تبلیغ ودعوت پر تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا اور نہ میں بناوٹ کرتا ہوں) اصل میں واقعہ یہ ہے کہ قریش نے اسلام قبول کرنے میں بہت تاخیر کی (اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے لگے) اسلئے آنحضرتؐ نے ان کے حق میں بد دعا کی کہ اے اللہ ان پر یوسف علیہ اسلام کے جیسا قحط بھیجکر میری مدد کیجیئے، پھر ایسا قحط پڑا کہ اس قحط میں لوگ تباہ ہوئے اور مردار اور ہڈیاں کھانے لگے کوئی اگر آسمان وزمین کے درمیان (یعنی فضا میں) دیکھتا تو (فاقہ کی وجہ سے) دھویں جیسا نظر آتا پھر آنحضرت صلعم کے پاس ابوسفیان آئے اور کہا کہ اے محمدؐ آپ ہمیں صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں لیکن آپ کی قوم تباہ ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیئے (کہ ان کی یہ مصیبت دور ہو) اس پر آنحضورؐ نے یہ آیت پڑھی فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین، الی قولہ عائدون " (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ قحط کا یہ عذاب تو آنحضورؐ کی دعا کے نتیجہ میں ختم ہوگیا تھا لیکن) کیا آخرت کا عذاب بھی ان سے ٹل جائے گا؟ چنانچہ قحط ختم ہونے کے بعد پھر وہ کفر سے باز نہ آئے چنانچہ یہی مطلب ہے اللہ کے اس ارشاد یوم نبطش البطشة الکبریٰ، کا یہ بطش کفار پر غزوہ بدر کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی (کہ ان کے بڑے بڑے سردار قتل کر دیئے گئے تھے) اور لزاما (یعنی قید) سے اشارہ بھی معرکۂ بدر ہی کیطرف ہے الٓمٓ غلبت الروم سے سیغلبون تک کا واقعہ بھی گذر چکا ہے (کہ رومیوں نے اہل فارس پر فتح پائی تھی)

تشریح مطابقة للترجمة ظاہرة۔

والحدیث بعین ہذا الاسناد قد مر فی باب الاستسقاء ۱۳۹ ولکن فی متنہما بعض تفاوت بالزیادۃ والنقصان وسیأتی مختصرا فی تفسیر سورۃ الدخان ۷۱۳ ان شاء اللہ الرحمن۔

رجل یحدث فی کندۃ :- رجل قال الحافظ ابن حجر لم اقف علی اسمہ، کندہ بکسر الکاف وسکون النون علامہ کرمانی کہتے ہیں کہ کوفہ میں ایک مقام کا نام ہے، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ رجل قبیلہ کندہ میں حدیث بیان کر رہا ہو، سنۃ بفتح السین ای قحط۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور جمہور مفسرین کا اختلاف گذر چکا ہے ملاحظہ ہو حدیث ۲۹ کی تشریح، ایک حدیث میں ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دس علامتیں نہ دیکھ لو پھر ان میں دخان کو بھی بیان فرمایا۔

لا اعلم علم کا جزء ہے کیونکہ معلوم اور مجہول کی تمیز حاصل ہے جو عین علم ہے اور ہر بات میں دخل دینا اور ہمہ دانی کا دعوی کرنا جہالت و نادانی ہے۔

غلبت الروم الی سیغلبون یعنی چند سالوں میں رومی فارس پر غالب آجائیں گے و ہذا علم من اعلام نبوۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لما فیہ من الاخبار بالغیب۔

❋ باب قولہ لا تبدیل لخلق اللہ لدین اللہ خلق الاولین دین الاولین والفطرۃ الاسلام ❋

اللہ تعالی کا ارشاد فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ، الآیۃ، پ۲۱ ع۷) اللہ کی دی ہوئی قابلیت (استعداد) کا اتباع کرو جس (قابلیت) پر اللہ تعالی نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہئے الخ

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں خلق اللہ سے اللہ تعالی کا دین مراد ہے (یہی منقول ہے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اور معنی یہ ہے کہ یہاں نفی بمعنی نہی ہے یعنی اللہ کے دین کو مت بدلو۔

خلق الاولین :- اشارہ ہے آیت کریمہ ان ہذا الا خلق الاولین، پ۱۹ ع۱۱) یہ تو بس اگلے لوگوں کی ایک (معمولی) عادت ہے۔

فرماتے ہیں کہ یہاں بھی خلق الاولین سے مراد دین الاولین ہے (یعنی اگلے لوگوں کا طریقہ آرہا ہے کہ ہر زمانے میں مدعی نبوت ہو کر لوگوں کو یوں ہی کہتے سنتے رہے فطرت سے مراد اسلام ہے آیت بالا میں۔

(۲۹۸) ❋ حدثنا عبدان قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا یونس عن الزہری قال اخبرنی ابو سلمۃ بن عبد الرحمن ان ابا ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کما تنتج البہیمۃ بہیمۃ جمعاء ہل تحسون فیہا من جدعاء ثم یقول « فطرۃ اللہ التی

فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذٰلک الدین القیم ❁

ترجمہ :۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر پیدا ہونے والا بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کیا تم انہیں ناک کان کٹا ہوا دیکھتے ہو اس کے بعد آپ یعنی ابو ہریرہؓ نے تلاوت فرمائی اللہ کی اس فطرت کا اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں یہی ہے دین مستقیم ۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث مر فی الجنائز بعین ہذا الاسناد والمتن ۱۸۱ وہنا فی التفسیر ۷۰۲

فطرۃ اللہ منصوب ہے یا اس وجہ سے کہ اتبع فعل مقدر مانا جائے یا اعنی فطرت سے مراد استعداد وقابلیت ہے یعنی حق تعالیٰ نے ہر انسان میں اپنے خالق ومالک کو پہچاننے کی صلاحیت واستعداد رکھی ہے جس کا اثر اسلام کو قبول کرنا ہے اسی لئے اس کی تفسیر دین اسلام سے بھی کی گئی ہے ۔

اہل باطل کی صحبت اور غلط ماحول سے اجتناب ضروری ہے آیت مذکورہ لا تبدیل لخلق اللہ کا جملہ اگرچہ بصورت خبر ہے یعنی اللہ کی اس فطرت کو کوئی بدل نہیں سکتا لیکن اس میں ایک معنی امر کے بھی ہیں یعنی بدلنا نہیں چاہئے اسلئے اس جملہ سے یہ حکم بھی مستفاد ہوا کہ انسان کو ایسے اسباب سے بہت پرہیز کرنا چاہئے جو اس قبول حق کی استعداد کو معطل یا کمزور کر دے اور وہ اسباب بیشتر غلط ماحول اور بری صحبت ہے یا اہل باطل کی کتابیں دیکھنا جبکہ خود اپنے مذہب اسلام کا پورا عالم اور مبصر نہ ہو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔

❁ لقمان ❁ ای سورۃ لقمان بخاری شریف ۷۰۲

سورہ لقمان مکی ہے اس میں چونتیس آیات اور چار رکوع ہیں

❁ باب قولہ ، لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم ❁

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ، پ ۲۱ ع ۱۱) خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا بلاشبہ شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے

(۲۹۹) ❁ حدثنا قتیبۃ بن سعید قال حدثنا جریر عن الاعمش عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبد اللہ قال لما نزلت ہذہ الآیۃ الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لیس بذالک الا تسمع الی قول لقمٰن لابنہ ان الشرک لظلم عظیم ❁

ترجمہ :۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت (سورہ انعام کی) نازل ہوئی

جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کی آمیزش نہیں کی الخ (یعنی ایمان کو ظلم سے مخلوط نہیں کیا انہی کے لئے امن ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں) تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق ہوا (یعنی صحابہ گھبرا اٹھے) اور کہنے لگے (یا رسول اللہ یہ تو بڑی مشکل ہے) ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کی آمیزش نہیں کی ہوگی؟ (یعنی کوئی گناہ نہ کیا ہوگا) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آیت میں ظلم سے یہ مراد نہیں ہے کیا تم نے لقمان (حکیم) کی وہ نصیحت نہیں سنی جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھی کہ بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

تشریح

مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضیٰ فی کتاب الایمان ص۱۰ وکتاب الانبیاء ص۴۸۷ وہٰھنا فی التفسیر ص۶۰۷ سیاتی ص۱۰۲۲

جریر بفتح الجیم ابن عبد الحمید، لم یلبسوا بکسر الباء الموحدہ یعنی مضارع منفی انہوں نے آمیزش نہیں کی مخلوط نہیں کیا از باب ضرب۔ لَبْسٌ بفتح اللام خلط ملط کرنا، ملانا لیکن یہی مادہ اگر باب سمع سے آتا ہے تو اس کا مصدر بضم اللام لُبْسٌ ہوتا ہے جس کے معنی پہننے کے ہوتے ہیں۔

سوال وجواب

صحابہ کرامؓ کا ارشاد تو قاعدہ کے تحت سمجھ میں آتا ہے کہ ارشاد خداوندی لم یلبسوا ایمانھم بظلم، نکرہ تحت النفی ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے اب مطلب یہ ہوا کہ ظلم عام ہے چھوٹا ہو یا بڑا کفر وشرک ہو یا معاصی سب کو عام اور شامل ہے اسی لئے صحابہؓ گھبرائے کہ بھلا ہم میں سے کون شخص ایسا ہوگا جس سے کسی قسم کا کوئی گناہ صادر نہ ہوا ہو ایسا معصوم تو صرف انبیاء علیہم السلام ہی ہیں پھر ہم میں سے کسی کے لئے بھی امن نہیں ہوگا۔ صحابہ کرامؓ نے اپنی اسی پریشانی اور خلجان کو حضور اقدسؐ کی خدمت میں پیش کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے جو ظلم کا مفہوم سمجھا ہے وہ یہاں مراد نہیں ہے بلکہ یہاں ظلم کا اعلیٰ فرد یعنی شرک مراد ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیت میں عموم ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظلم سے خاص کر شرک کیسے مراد لیا؟

جواب یہ ہے کہ حضور اقدسؐ نے ظلم کی تنوین تعظیم کے لئے لیا تو ظاہر ہے کہ بڑا ظلم تو شرک ہی ہے۔

جواب ۲ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ کی باریک بیں نگاہ آیت کریمہ کے لم یلبسوا پر ہے کہ لبس بتلاتا ہے کہ ظلم سے مراد ظلم عظیم یعنی شرک ہی ہے معاصی مراد نہیں کیونکہ لبس کے معنی ہیں خلط ملط کرنا کہ امتیاز نہ ہو سکے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ دونوں کا محل ایک ہو جیسے شربت کب بنے گا جب شکر اور پانی ایک محل میں مل جائیں اگر پانی اور شکر الگ الگ دو گلاس میں رہیں تو شربت نہیں ہوگا، جب یہاں لبس فرمایا گیا تو معلوم ہوا کہ ایمان اور ظلم دونوں ایک ہی محل میں ہونگے تو لبس وخلط ہوگا اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ محل ایمان قلب ہے جیسا کہ نصوص اس پر ناطق ہیں اسلئے ظلم سے بھی وہی ظلم مراد ہوگا جس کا محل قلب ہو اور جس ظلم کا محل قلب ہے وہ شرک ہے معاصی کا تعلق اعضاء جوارح سے ہے۔

جواب ۳:۔ سیدھا سادا اور صاف جواب یہ ہے کہ جب متکلم خدا ہو اور مفسر رسول خدا ہو تو کسی انسان کو پوچھنے کا کیا حق ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی مراد اپنے رسول کو وحی کے ذریعہ بتادیا، مزید تفصیل اور مدلل بحث کتاب الایمان میں آئے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

باب قوله ان الله عنده علم الساعة

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پ۲۱ ع ۱۳) بیشک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے۔

(۳۰۰) حدثنی اسحاق عن جرير عن ابي حيان عن ابي زرعة عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوما بارزا للناس اذ اتاه رجل يمشي فقال يارسول الله ما الايمان قال الايمان ان تؤمن بالله وملائكته ورسله ولقائه وتؤمن بالبعث الآخر قال يارسول الله ما الاسلام قال الاسلام ان تعبد الله ولا تشرك به شيئا وتقيم الصلوٰة وتؤتي الزكوٰة المفروضة وتصوم رمضان قال يارسول الله ما الاحسان قال الاحسان ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك قال يارسول الله متى الساعة قال ما المسئول عنها باعلم من السائل ولكن ساحدثك عن اشراطها اذا ولدت المرأة ربتها فذاك من اشراطها واذا كان الحفاة العراة رؤس الناس فذاك من اشراطها في خمس لا يعلمهن الا الله ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الارحام، ثم انصرف الرجل فقال ردوا علي فاخذوا ليردوا فلم يروا شيئا فقال هذا جبرئيل جاء ليعلم الناس دينهم

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجمع عام میں تشریف فرما تھے اتنے میں ایک شخص پیدل چلتا ہوا حاضر خدمت ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور آخرت میں اس کی ملاقات پر ایمان لاؤ اور مرکر جی اٹھنے پر ایمان لاؤ (دل سے مان لو) انہوں نے سوال کیا یا رسول اللہ اسلام کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ مفروضہ کو ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ انہوں نے سوال کیا یا رسول اللہ! احسان کیا ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح (دل لگا کر) کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو پھر اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو (یہ خیال رکھو کہ) وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے، اس نے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپؐ نے فرمایا جس سے پوچھا جارہا ہے وہ بھی پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا البتہ میں تجھ کو اس کی نشانیاں بتائے دیتا ہوں جب عورت اپنے آقا کو جنے یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے اور جب ننگے پاؤں، ننگے جسم والے لوگ لوگوں پر حاکم ہو جائیں تو یہ قیامت کی علامتوں میں سے

ہے (قیامت کا وقت معین) ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (جیسا کہ سورۂ لقمان میں ارشاد خداوندی ہے)، بیشک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے، وہی مینہہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ ماں کے رحم میں کیا ہے، لڑکا یا لڑکی، پھر وہ شخص (یعنی سائل) واپس لوٹ گیا تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس واپس بلالاؤ لوگوں نے کوشش کی مگر کسی کو نہیں دیکھا پھر آپؐ نے فرمایا یہ جبریلؑ تھے لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث مضی فی کتاب الایمان ص۱۲ وہنا ص۷۰۴

احسان درجہ ولایت ہے ایمان اور اسلام تو تمام مسلمانوں کو شامل ہے اور احسان درجہ ولایت ہے پھر احسان کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ مؤمن کا قلب یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایسا غرق ہو جائے جیسے اللہ تعالیٰ کو مشاہدہ کر رہا ہے، اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہا ہے ہر وقت یہ سمجھ کر گناہوں سے اور تمام برائیوں سے بچتا رہے، صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اس کو دوام حضور کہتے ہیں، ذکر الٰہی کے ساتھ جب حضور دائمی حاصل ہو جائے تو آدمی ولی ہو گیا اب یہ ضروری نہیں کہ کشف و کرامت حاصل ہو کشف و کرامت نہ ولایت ہے اور نہ ولایت کی علامت، اصل ولایت تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔
اس حدیث پر مزید بحث کتاب الایمان میں آئیگی انشاء اللہ الرحمان۔

(۳۱) **حدثنا** یحیی بن سلیمان قال حدثنی ابن وهب قال حدثنی عمر بن محمد بن زید بن عبد اللّٰه بن عمر ان اباه حدثه ان عبد اللّٰه بن عمر قال قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مفتاح الغیب خمس ثم قرأ. ان اللّٰه عنده علم الساعة ❁

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن عمر نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیب کی کنجیاں پانچ ہیں، اس کے بعد آپؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ان اللّٰه عنده علم الساعة الآیۃ — بیشک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی بارش نازل کرتا ہے الخ۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضی فی الاستسقاء ص۱۴۱ و ص۶۸۱ وهنا ص۷۰۴

بخاری شریف ص۷۰۴ ❁ تنزیل السجدہ ❁ ای سورۃ السجدۃ

سورہ سجدہ مکی ہے اس میں تیس آیات اور تین رکوع ہیں

❁ وقال مجاهد مهين ضعيف نطفة الرجل ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ "ثم جعل نسلہ من سللۃ من ماء مھین، پ ۲۱ ع ۱۴) پھر اس کی (یعنی آدم علیہ السلام کی) نسل کو خلاصہ اخلاط یعنی بے قدر پانی سے بنایا۔

اور مجاہد رح نے فرمایا کہ آیت میں ماء مھین بمعنی ضعیف پانی، بے قدر پانی سے مراد مرد کا نطفہ ہے۔

ضَلَلْنَا هلكنا

اشارہ ہے آیت کریمہ " وقالوا ء اذا ضللنا فی الارض الآیۃ، پ ۲۱ ع ۱۴) اور یہ (کافر) لوگ کہتے ہیں کہ ہم جب زمین میں (مل جل کر) نیست و نابود ہو گئے الخ

فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہد رح نے آیت مذکورہ میں ضللنا کی تفسیر کی ہے ھلکنا یعنی تباہ ہو گئے، مٹی ہو گئے۔

وقال ابن عباس الجُرُزُ التی لا تُمطرُ الامطرا لا یغنی عنها شیئا

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ اولم یروا انا نسوق الماء الی الارض الجرز فنخرج به زرعا، پ ۲۱ ع ۱۶) کیا انھوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم خشک زمین کی طرف پانی پہونچاتے ہیں پھر اس کے ذریعہ سے کھیتی پیدا کرتے ہیں ـــ اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ جُرُز، وہ زمین جہاں بہت کم بارش ہوتی ہے جس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا یعنی خشک زمین۔

یَهْدِ یُبَیِّنُ

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ اولم یھد لھم کم اھلکنا من قبلھم من القرون، پ ۲۱ ع ۱۶) کیا ان کو یہ امر موجب رہنمائی نہیں ہوا کہ ہم ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر چکے الخ

فرماتے ہیں کہ یَھْدِ بمعنی یُبَیِّنُ ہے یعنی کیا بیان نہیں کر دیا ہے، ایک نسخہ نون کے ساتھ بصیغہ جمع متکلم نَھْدِ نبیّن ہے۔

باب قوله فلا تعلم نفس ما اُخفیَ لھم من قرۃ اَعْیُنٍ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پ ۲۱ ع ۱۵) سو کسی شخص کو خبر نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے لئے خزانۂ غیب میں مخفی ہے۔

(۳۰۲) حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیٰن عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قال اللہ تبارک وتعالیٰ اعددتُ لعبادی الصالحین مالاعین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر قال ابو ھریرۃ اقرؤا ان شئتم فلا تعلم نفس ما اُخفی لھم من قرۃ اعین قال وحدثنا سفیٰن قال حدثنا ابوالزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ قال قال اللہ مثلہ قیل لسفیٰن روایۃً قال فای شئ وقال ابو معاویۃ عن الاعمش عن ابی صالح قرأ ابو ھریرۃ قرّات

ترجمہ ۔ حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

ہے کہ میں اپنے صالح اور نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے نہ دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر اس کا خیال گذرا، ابو ہریرہؓ نے (اس حدیث کو بیان کرکے) کہا کہ اگر چاہو تو اس آیت کو پڑھ لو۔ فلا تعلم نفس الآیۃ سو کسی کو نہیں معلوم جو جو سامان آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لئے (جنت میں) چھپا کر رکھا گیا ہے۔

علی بن مدینی نے بیان کیا، اور ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضؓ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے سابق حدیث کی طرح، سفیان سے پوچھا گیا کہ آپ نبی اکرم کی حدیث روایت کر رہے ہیں یا اپنے اجتہاد سے فرما رہے ہیں؟ سفیان نے کہا کہ (اگر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں ہے) تو پھر اور کیا ہے؟ ابومعاویہ نے بیان کیا کہ ان سے اعمش نے اور ان سے ابوصالح نے کہ حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے (آیت مذکورہ میں) قرات (بصیغہ جمع) پڑھا ہے (یعنی مشہور قرأت قرۃ اعین" کے بجائے قرات اعین پڑھا ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

حضرت ابن مسعود رضؓ کی حدیث میں ولا خطر علی قلب بشر کے بعد اتنا زائد ہے ولا یعلم ملک مقرب ولا نبی مرسل، جمہور کی قرأت قرۃ اعین بصیغہ مفرد ہے اور اسم جنس ہے جس کا اطلاق مفرد و جمع سب پر درست ہے لیکن ایک قرأت جو بصیغہ جمع ہے تو اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ متعدد انواع کے اعتبار سے یا افراد و اشخاص کے لحاظ سے جمع ہے واللہ اعلم۔

(۳۰۳) **حدثنی** اسحق بن نصر قال حدثنا ابواسامۃ عن الاعمش قال حدثنا ابوصالح عن ابی هریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر ذخرا من بله ما اطلعتم علیه ثم قرأ فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار رکھی ہیں جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی انسان کے دل میں خیال وگمان گذرا ہوگا میں نے جو ذخیرہ تیار رکھا ہے وہ علاوہ (ماسوا) ہے اس کے جس پر تمکو اطلاع ہوئی ہے (یعنی نعمائے جنت کی جن لذتوں پر تم کو اطلاع ہوئی ہے وہ نہایت معمولی ہیں بمقابلہ ان نعمتوں کے جو ہم نے ذخیرہ کر رکھا ہے) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی، فلا تعلم نفس الآیۃ یعنی کسی کو علم نہیں جو جو سامان آنکھوں کی ٹھنڈک کا (جنت میں) ان کے لئے مخفی ہے یہ بدلہ اُن کے نیک اعمال کا جو وہ دنیا میں کرتے تھے۔

تشریح:۔ مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

ذخراً۔ بضم الذال وسکون الخاء المعجمتین جس کو ذخیرہ بنا کر رکھا جائے جمع اذخارہ۔ وقول الحافظ ابن حجر فی الفتح بضم المهملة وسکون المعجمة سہو او سبق قلم (قسطلانی)

عن بَلْہِ۔ بفتح الباء الموحدہ وسکون اللام بزیادۃ من الجارۃ وجر بلہِ بہا۔ اس میں لفظاً اور معناً اقوال مختلف ہیں، ایک نسخہ جس کو عمدۃ القاری میں علامہ عینی رح نے لیا ہے، وہ بغیر من کے ہے یعنی بَلْہَ بفتح الموحدۃ وسکون اللام وفتح الہاء۔ اس صورت میں بَلْہَ بمعنی دَعْ ہے ای دع الذی اطلعتم علیہ، دوسرا نسخہ من جارہ زائدہ کے ساتھ ہے اور بلہِ اپنے مابعد کی طرف مضاف ہے اس صورت میں بمعنی غیر ہوگا یہی نسخہ فتح الباری میں حافظ عسقلانی نے لیا ہے، احقر نے اسی نسخہ کے لحاظ سے ترجمہ کیا ہے اس کے علاوہ بعض نے بمعنی کیف وغیرہ کہا ہے تفصیل کے لئے قسطلانی کا مطالعہ فرمائے۔

الاحزاب ای سورۃ الاحزاب — بخاری شریف ص۷۰۴

سورہ احزاب مدنی ہے علامہ عینی رح فرماتے ہیں وہی مدنیۃ کلہا لا اختلاف فیہا وقال السخاوی نزلت بعد آل عمران وقبل سورۃ الممتحنۃ الخ اس میں تہتر۷۳ آیات اور نو۹ رکوع ہیں۔

وقال مجاهدٌ صَیاصِیْهم قصورهم

اشارہ ہے آیت کریمہ" وانزل الذین ظاهروهم من اهل الکتاب من صیاصیهم وقذف فی قلوبهم الرّعب الآیۃ، پ۲۱ ع ۱۹) اور اہل کتاب (یہود بنی قریظہ) میں سے جن لوگوں نے ان مشرکین کی مدد کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے قلعوں سے (جن میں وہ محصور تھے) انھیں نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں (تمہارا) رعب ڈالدیا، الخ

اور مجاہد رح نے بیان کیا کہ صیاصیہم بمعنی قصورھم ہے یعنی ان کے قلعے۔

باب قوله النبیّ اولی بالمؤمنین من انفسهم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ پ۲۱ ع ۱۷) نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مومنین کے ساتھ تو ان کے نفس (اور ذات) سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

(۳۰۴) حدثنی ابراهیم بن المنذر قال حدثنا محمد بن فُلَیحٍ قال حدثنا ابی عن هلال بن علیٍّ عن عبدالرحمن بن ابی عمرۃَ عن ابی هریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مامن مؤمنٍ الا وانا اولی الناس بہ فی الدنیا والاٰخرۃ اقرؤا ان شئتم النبیّ اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم، فایّما مومن ترک مالا فلیرثہ عصبتہ من کانوا فان ترک دینا اوضیاعا فلیاتنی وانا مولاہ ❀

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مومن ایسا نہیں

جس کے لئے میں دنیا اور آخرت میں سارے انسانوں سے زیادہ اولیٰ اور اقرب نہ ہوں، اگر تمہارا دل چاہے تو یہ آیت پڑھ لو، النبیؐ اولیٰ بالمومنین من انفسھم پس جو مومن بھی (مرنے کے بعد) مال و دولت چھوڑے اس کے عصبہ یعنی عزیز و اقارب جو بھی ہوں گے، وارث ہوں گے، لیکن اگر کسی مومن نے قرض چھوڑا ہے یا اولاد چھوڑی ہے تو وہ میرے پاس آجائیں ان کا ذمہ دار میں ہوں (یعنی ان کا قرض ادا کرنا ان کے اولاد کی پرورش وغیرہ میرے ذمہ ہوگا)

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مرّ فی کتاب الاستقراض ص۳۲۳ وھنا فی التفسیر ص۷۰۵ وسیأتی مختصراً فی الفرائض ص۹۹۷

من کانوا کلمۃ من موصولۃ وکان تامۃ، ضیاعا بفتح الضاد العیال الضائعون الذین لاشئ لھم ولاقیم لھم

بخاری شریف ص۷۰۵ **باب قولہ ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ**

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ پ۲۱ ع۱۷) تم ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے (حقیقی) باپوں کی نسبت سے پکارو (یعنی متبنیٰ بنانے والوں کا بیٹا مت کہو) یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک منصفانہ بات ہے۔

(۳۵) **حدثنا** معلی بن اسد قال حدثنا عبد العزیز بن مختار قال حدثنا موسیٰ بن عقبۃ قال حدثنی سالم عن عبد اللہ بن عمر ان زید بن حارثۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماکنا ندعوہ الا زید بن محمد حتی نزل القرآن ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ کو ہم لوگ ہمیشہ زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارا کرتے تھے، یہاں تک کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ یعنی تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو، یہ اللہ کے نزدیک انصاف کی بات ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
حضرت علیؓ سے مروی ہے کان من تبنّی رجلا فی الجاھلیۃ دعاہ الناس الیہ وورث میراثہ حتی نزلت ھذہ الآیۃ (عمدہ)

باب قولہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ پ۲۱ ع۱۹) پھر ان (معاہدین) میں بعضے تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے (مراد وہ عہد ہے جو مثل نذر کے واجب الایفاء ہے) مطلب یہ ہے کہ شہید ہو چکے اور اخیر دم تک منھ نہیں موڑا، چنانچہ حضرت انس بن نضرؓ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے، اسی طرح حضرت مصعبؓ) اور بعضے انہیں اس کے ایفاء کے آخری اثر یعنی شہادت کے) مشتاق ہیں (ابھی شہید نہیں ہوئے) اور (اب تک) انھوں نے (اس میں) ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا (یعنی اپنے عزم پر قائم ہیں الخ)

نحبہ عہدہ

فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب کی آیت میں نحبہ بمعنی عہدہ ہے یعنی اپنا عہد و اقرار، نذر منت، نیز نحب کے معنی موت کے بھی آتے ہیں، کیونکہ ہر جاندار کے گلے میں موت بھی نذر کی طرح لازم ہے، امام راغب نے لکھا ہے کہ قضی نحبہ کا اصل استعمال ادا نذر کے لئے ہے اگر کوئی شخص اپنی منت پوری کردے تو قضی نحبہ کہا جاتا ہے، یہاں آیت کریمہ میں مطلب یہ ہے کہ اپنا عہد پورا کردیا اور جہاد پر ڈٹے رہے۔

اقطارہا جوانبہا الفتنۃ لأتوہا لأعطوہا

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ ولو دخلت علیہم من اقطارہا ثم سئلوا الفتنۃ لاتوھا وما تلبثوا بھا إلا یسیرا، پ۲۱ ع ۸) اور اگر مدینہ میں اس کے اطراف سے ان پر کوئی (لشکر کفار کا) آگھسے پھر ان سے فساد (یعنی مسلمانوں سے لڑنے) کی درخواست کی جاوے تو یہ (فوراً) اس (فساد) کو منظور کرلیں اور ان گھروں میں بہت ہی کم ٹھہریں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں اقطار بمعنی جوانب یعنی اطراف ہے، سئلوا الفتنۃ لاتوھا کے معنی ہیں اس کو منظوری دیدی، مان لیں اور شریک ہوجائیں۔

(۳۰۶) حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا محمد بن عبد اللہ الانصاری قال حدثنی ابی عن ثمامۃ عن انس بن مالک قال نری ھذہ الآیۃ فی انس بن النضر۔ من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ ہمارے خیال میں یہ آیت حضرت انس بن نضرؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھی، من المؤمنین الآیۃ اہل ایمان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انھوں نے اللہ سے جس بات کا عہد کیا تھا اس میں وہ سچے اترے (مطلب یہ ہے کہ جو کہا تھا وہ کرکے دکھادیا کہ میدان جہاد میں بصد شوق درجہ شہادت حاصل کیا)

تشریح: مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ لان الترجمۃ لبعض الآیۃ المذکورۃ، مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں اس آیت کا ایک جزء ہے جو ترجمۃ الباب میں ہے پوری آیت اس طرح ہے من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ ترجمہ گذر چکا ہے۔

حضرت انس بن نضرؓ کی تفصیل کے لئے نصر الباری کتاب المغازی کا غزوۂ احد دیکھئے

(۳۰۷) حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال اخبرنی خارجۃ بن زید بن ثابت ان زید بن ثابت قال لما نسخنا الصحف فی المصاحف فقدت آیۃ من سورۃ الاحزاب کنت اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأھا لم اجدھا مع احد الا مع خزیمۃ الانصاری

الذی جعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادتہ شہادۃ رجلین من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ ؎

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضؓ نے بیان کیا کہ جب ہم (حضرت عثمان رضؓ کی خلافت میں) صحیفوں سے مصحف (قرآن) میں نقل کر رہے تھے تو مجھے سورۂ احزاب کی ایک آیت (کہیں لکھی ہوئی) نہیں ملی جس کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا، اس آیت کو میں نے خزیمہ انصاری رضؓ کے پاس پایا جن کی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مومن مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا. وہ آیت یہ تھی من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ (ترجمہ کیلئے دیکھو حدیث ۳۰۶)

تشریح مطابقۃ للترجمۃ مثل ما ذکر فی مطابقۃ الحدیث السابق۔
والحدیث مر فی الجہاد ۲۹۴ وھنا فی التفسیر ۵۰۵۔

صحف صحیفہ کی جمع ہے جس کا معنی ہے لکھا ہوا کاغذ، مجلد کتاب، اکثر اس کا اطلاق قرآن شریف پر ہوتا ہے، اس حدیث میں صحف سے مراد وہ اوراق ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عمر فاروق رضؓ کے مشورہ سے زید بن ثابت کو حکم دے کر متفرق مخطوطات سے جمع کروایا تھا جس کی تفصیل سورۂ توبہ یعنی کتاب التفسیر کی حدیث ۲۰۲ میں گذر چکی ہے، یہ نسخہ حضرت ابوبکر رضؓ کے بعد حضرت عمر فاروق رضؓ کے پاس رہا، حضرت عمر فاروق رضؓ کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضؓ کے پاس تھا، حضرت عثمان رضؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت حفصہ رضؓ سے وہ نسخہ منگوا کر چار یا پانچ یا چھ مصاحف حضرت زید بن ثابت رضؓ ہی سے مرتب کروایا اور اسی عہد عثمانی کے مصاحف کا ذکر اس سورہ میں ہے، یہاں سے وہ اشکال بھی دور ہو جاتا ہے کہ آیت کریمہ ابو خزیمہ رضؓ کے پاس ملی تھی یا خزیمہ رضؓ (بلا کنیت) کے پاس۔

رفع اشکال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ کے دور خلافت میں سورۂ توبہ کی آیت ابو خزیمہ رضؓ کے پاس ملی تھی اور حضرت عثمان رضؓ کے دور خلافت میں سورۂ احزاب کی یہ آیت حضرت خزیمہ رضؓ کے پاس ملی تھی فلا تعارض ولا اشکال، قرآن کی تدوین کی مزید تفصیل فضائل قرآن میں آئے گی انشاء اللہ الرحمٰن

حضرت خزیمہ کی شہادت بمنزلہ دو شاہد حافظ عسقلانی رحؒ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا اور قیمت ادا کرنے کے لئے اس اعرابی کو اپنے پیچھے چلنے کو فرمایا، پس حضور اکرم ﷺ نے چلنے میں جلدی کی، اور اعرابی نے دیر کر دی تو کچھ لوگ اعرابی کے پاس آنے لگے اور گھوڑے کے بارے میں بھاؤ تاؤ کرنے لگے آخر لوگوں نے قیمت بڑھا دی تو اعرابی حضور ﷺ سے کہنے لگا کہ آپ گواہ لائیے کہ میں نے گھوڑا آپ کے پاس فروخت کیا ہے؟ پس جو مسلمان آتا سب یہی کہتا کہ اے اعرابی آنحضور ﷺ ہمیشہ سچ ہی کہتے ہیں اتنے میں حضرت خزیمہ انصاری رضؓ آئے اور معاملہ کو سن کر کہا. میں شہادت دیتا ہوں کہ تو نے یقیناً گھوڑا

فروخت کیا ہے، اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ سے فرمایا کہ تو کس سبب سے گواہی دیتا ہے ؟ (حالانکہ تو حاضر نہیں تھا) خزیمہؓ نے عرض کیا ۔ آپ کی تصدیق کی وجہ سے (یعنی اس پر ایمان ویقین ہے کہ آپ سچ ہی فرماتے ہیں) اس پر آنحضورؐ نے حضرت خزیمہؓ کی شہادت کو دو مسلمانوں کی شہادت کے برابر قرار دیا، یہ حضرت خزیمہؓ کی خاص خصوصیت ہے (فتح)

بخاری شریف ص۷۰۵ ✽ باب قوله قُلْ لِأَزْوَاجِكَ ان كنتنّ تردن الحيٰوة الدنيا وزينتها فتعالين أُمَتِّعْكُنّ وأُسَرِّحْكُنّ سراحا جميلا ✽

اللہ تعالیٰ کا ارشاد، قُلْ لِأَزْوَاجِكَ الآية، پ۲۱ ع۲۰) اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی (کی عیش) اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال ومتاع (دنیوی) دیدوں (یا تو اس سے مراد وہ جوڑا ہے جو مطلقہ مدخولہ کو بوقت طلاق دینا مستحب ہے یا مراد نان نفقہ عدت کا ہے یا دونوں کو شامل ہے) اور (متاع دیکر) تمکو خوبی کے ساتھ رخصت کردوں۔

تشریح :- بعض نسخہ میں یا ایہا النبی قل لازواجک ہے کما فی الحاشیہ۔

✽ وقال معمر التبرّج ان تخرج محاسنها ✽

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ وقرن فی بیوتکن ولا تبرّجن تبرّج الجاهلية الاولى الآية پ۲۲ ع۱) اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو الخ

اور معمر (یعنی معمر بن مثنی ابو عبیدہ) نے کہا کہ تبرّج یہ ہے کہ عورت اپنے حسن کا مرد کے سامنے مظاہرہ کرے

✽ سنة الله استنها جعلها ✽

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ سنة الله فی الذین خلوا من قبلُ، الآية پ۲۲ ع۲) اللہ تعالیٰ نے ان (پیغمبروں) کے حق میں (بھی) یہی معمول رکھا ہے جو پہلے ہو گذرے ہیں الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں سنة الله سے مراد وہ طریقہ اور معمول ہے جو اللہ نے مقرر کر رکھا ہے۔

(۳۸) حدثنا ✽ ابو اليمان قال اخبرنا شعيب عن الزهري قال اخبرني ابو سلمة بن عبد الرحمٰن انّ عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم اخبرته ان رسول الله صلى الله عليه وسلم جاءها حين امره الله ان يخيّر ازواجه فبدأ بي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اني ذاكر لكِ امرا فلا عليكِ ان تستعجلي حتى تستامري ابويكِ وقد علم انّ ابويّ لم يكونا يامراني بفراقه قالت ثم قال ان الله قال يا ايها النبيّ قل لازواجك الى تمام الآيتين فقلت له ففي اي هذا استامر ابويّ فاني اريد الله ورسوله والدار الآخرة ✽

ترجمہ :- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آنحضرتؐ اپنی ازواج کو (آپ کے ساتھ رہنے یا آپ سے علیحدگی کا)

کا اختیار دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تجھ سے ایک بات ذکر کرتا ہوں اس میں جب تک اپنے والدین سے مشورہ نہ لے لو تم پر جلدبازی سے کام لینا ضروری نہیں، حالانکہ آنحضور ؐ تو جانتے ہی تھے کہ میرے والدین کبھی آپ سے جدائی کا مشورہ نہیں دے سکتے۔ عائشہ رضؓ نے بیان کیا کہ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے نبی آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے۔ دونوں آیتوں کے آخر تک۔ پھر میں نے آنحضور ؐ سے عرض کیا میں کس چیز میں اپنے والدین سے مشورہ لوں (یعنی اس میں مشورہ کی کیا ضرورت ہے) بلاشبہ میں اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو چاہتی ہوں۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث رواہ البخاری ایضاً فی الطلاق ص۱۹، وسیاتی فی باب الآتی ومسلم

﴿ باب قولہ "وان کُنْتُنَّ تردن اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ فان اللہ اعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ منکنَّ اَجْرًا عظیما وقال قتادہ واذکرن مایتلی فی بیوتکنَّ من آیات اللہ والحکمۃ القرآن والسنۃ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ (پ۲۲ ع۱) اے نبی کی بیویو! اگر تم اللہ کو اور اس کے رسول کو اور دار آخرت کو چاہتی ہو تو تم میں سے نیک عمل کرنے والیوں کے لئے اللہ نے (آخرت میں) اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔

اور قتادہ نے کہا کہ آیت کریمہ: واذکرن مایتلی الآیۃ، (پ۲۲ ع۱) تم آیات اللہ اور حکمت کو یاد رکھو جو تمہارے گھروں میں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں، قرآن اور سنت ہے یعنی آیات اللہ سے مراد قرآن مجید اور حکمت سے مراد سنت نبوی ہے۔

صحیح نسخہ یہی ہے من آیات اللہ والحکمۃ ہما القرآن والسنۃ لف نشر مرتب ہے۔

(۳۰۹) ﴿ وقال اللیث حدثنی یونس عن ابن شہاب قال اخبرنی ابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن ان عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لما امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتخییر ازواجہ بدأ بی فقال انی ذاکر لکِ امراً فلا علیکِ ان لا تعجلی حتی تستامری ابویکِ قالت وقد علم ان ابوی لم یکونا یامرانی بفراقہ قالت ثم قال ان اللہ قال یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا، الی اجرا عظیما قال فقلت ففی ای ھذا استامر ابوی فانی ارید اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ قالت ثم فعل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل ما فعلت تابعہ موسٰی بن اعین عن معمر عن الزہری اخبرنی ابو سلمۃ وقال عبد الرزاق وابو سفیان المعمری عن معمر عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اپنے ازواج کو اختیار دیں تو آنحضور ﷺ سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تم سے ایک بات ذکر کرتا ہوں اور تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم جلدی نہ کرو یہاں تک کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کر سکتی ہو (یعنی جلدی کرنا ضروری نہیں تم اپنے والدین سے مشورہ کر سکتی ہو) عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ کو تو معلوم ہی تھا کہ میرے والدین آپ ﷺ سے جدائی کا مشورہ نہیں دے سکتے ہیں، بیان کیا پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ یاایھا النبی قل لازواجک آخر آیت اجرا عظیما تک۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا کہ بھلا اس میں اپنے والدین سے کیا مشورہ لوں؟ ظاہر ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو چاہتی ہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر دوسری ازواج مطہرات نے بھی وہی کیا جو میں نے کیا (یعنی سب نے میرے ہی طرح کہا) اس کی متابعت موسیٰ بن اعین نے معمر کے واسطہ سے کی ان سے زہری نے بیان کیا کہ انھیں ابوسلمہ نے خبر دی اور عبدالرزاق اور ابوسفیان معمری نے معمر کے واسطہ سے بیان کیا ان سے زہری نے ان سے عروہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے۔

تشریح:۔ مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ لان ہذا طریق آخر فی الحدیث المذکور

باب قوله وتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللهُ مُبْدِيهِ وتخشى الناسَ واللهُ احق ان تخشاه

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ پ ۲۲ ع ۲) (اے نبی) آپ اپنے دل میں وہ بات (بھی) چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ (آخر میں) ظاہر کرنے والا تھا (مراد اس سے آپ ﷺ کا نکاح ہے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے جب کہ زید ان کو طلاق دیدیں جس کو حق تعالیٰ نے زوجنکھا میں قولاً اور خود نکاح کر دینے سے فعلاً ظاہر فرمایا)

(۳۱۰) حدثنا محمد بن عبد الرحيم قال حدثنا معلى بن منصور عن حماد بن زيد قال حدثنا ثابت عن انس بن مالك ان هذه الآية "وتخفي في نفسك ما الله مبديه" نزلت في شان زينب ابنة جحش وزيد بن حارثة

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیت وتخفی فی نفسک الآیۃ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

تشریح:۔ مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور زید بن حارثہ

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن اور قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ان کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیں، یہ زید دراصل شریف عرب میں تھے لیکن لڑکپن میں کوئی ظالم ان کو پکڑ لایا اور غلام بنا کر مکہ کے بازار میں بیچ گیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خرید لیا اور کچھ دنوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا، جب یہ ہوشیار ہوئے تو ایک

تجارتی سفر کی تقریب سے اپنے وطن کے قریب سے گذرے وہاں ان کے اعزہ کو پتہ لگ گیا (اس دوران حضرت زید بن حارثہ رض کے اقارب بالخصوص والد، بھائی اور چچا بیحد پریشان اور متلاشی تھے) آخر ان کے والد، چچا اور بھائی آنحضرت ص کی خدمت میں پہونچے کہ آپ معاوضہ لے کر ہمارے حوالہ کر دیں، فرمایا کہ معاوضہ کی ضرورت نہیں، اگر تمہارے ساتھ جانا چاہے تو خوشی سے لے جاؤ، انھوں نے حضرت زید رض سے دریافت کیا، حضرت زید نے کہا کہ میں آنحضرت ص کے پاس سے جانا نہیں چاہتا، آپ مجھے اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہیں اور ماں باپ سے زیادہ چاہتے ہیں، آنحضرت ص نے ان کو آزاد کر دیا اور متبنیٰ بنالیا، چنانچہ لوگ اس زمانہ کے رواج کے مطابق زید بن محمد کہہ کر پکارنے لگے تا آنکہ آیت کریمہ ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ نازل ہوئی اس وقت زید بن محمد کی جگہ پھر زید بن حارثہ رہ گئے، چونکہ قرآن کے حکم کے مطابق ان کے نام سے اس نسبت عظیمہ کا شرف جدا کر لیا گیا تھا شاید اس کی تلافی کے لئے تمام صحابہ کے مجمع میں سے صرف ان کو یہ خاص شرف بخشا گیا کہ ان کا نام قرآن میں تصریحاً وارد ہوا جیسا کہ آگے آتا ہے: فلما قضی زید منھا وطرا، بہر حال حضرت زینب کی خاندانی حیثیت چونکہ بہت بلند تھی اور زید بن حارثہ بظاہر داغ غلامی اٹھا کر آزاد ہوئے تھے اس لئے ان کی اور ان کے بھائی کی مرضی زید سے نکاح کرنے کی نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ اور رسول کو منظور تھا کہ اس طرح کی موہوم تفریعات و امتیازات نکاح کے راستہ میں حائل نہ ہوا کریں اس لئے آپ نے زینب اور ان کے بھائی پر زور دیا کہ وہ اس نکاح کو قبول کریں اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی ما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم الآیۃ اور ان لوگوں نے اپنی مرضی کو اللہ اور رسول کی مرضی پر قربان کر دیا اور زینب کا نکاح زید بن حارثہ سے ہوگیا، لیکن مزاج کی موافقت نہ ہوئی، جب آپس میں لڑائی ہوتی تو زید آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کرتے اور کہتے کہ میں اس کو چھوڑنا اور طلاق دینا چاہتا ہوں، آنحضور ص منع فرماتے کہ میری خاطر اور اللہ کے حکم سے اس نے تجھ کو اپنی منشار کے خلاف قبول کیا اب چھوڑ دینے کو وہ اور اس کے عزیز دوسری ذلت سمجھیں گے اس لئے خدا سے ڈرو اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بگاڑ مت کرو، لیکن جب بار بار جھگڑے اور قضیے پیش آتے رہے تو ممکن ہے کہ آپ کے دل میں آیا ہو کہ اگر ناچار زید چھوڑ دیگا تو زینب کی دلجوئی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ میں خود اس سے نکاح کروں لیکن جاہلوں اور منافقوں کی بدگوئی سے اندیشہ کیا کہ اپنے بیٹے کی بیوی گھر میں رکھ لی، اللہ تعالیٰ نے آنحضور ص کو مطلع کر دیا کہ میں زینب کو تیرے نکاح میں دینے والا ہوں، چنانچہ زید نے طلاق دیدی اور عدت گذر جانے پر اللہ تعالیٰ نے زینب رض کا نکاح آنحضرت صلعم سے باندھ دیا۔

اس تقریر سے یہ معلوم ہوگیا کہ آپ دل میں جو چیز چھپائے ہوئے تھے وہ یہ ہی نکاح کی پیش گوئی اور اس کا خیال تھا، چنانچہ بعد کی آیت میں لفظ زوجنکھا سے ظاہر ہے (فوائد عثمانی)

مزید تفصیل کے لئے تفسیر مظہری اور معارف القرآن دیکھئے

بخاری ص۷۰۶ ؕ باب قوله " ترجی من تشاء منهن وتؤی الیك من تشاء ومن ابتغیت ممن عزلت فلاجناح علیك ، قال ابن عباس ترجی تؤخر ارجه اخره ؕ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ، (پ۲۲ ع۳) ان (ازواج مطہرات) میں سے آپ جس کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں (یعنی اس کو باری نہ دیں) اور جس کو چاہیں اپنے نزدیک رکھیں ، اور جن کو آپ نے الگ کر رکھا تھا ان میں سے بھی کسی کو طلب کریں تب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں ۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ ترجی کے معنی ہیں پیچھے رکھے ، ڈھیل دیوے اسی سے سورہ اعراف کا یہ لفظ ہے ارجہ بمعنی اخرہ یعنی اس کو ڈھیل دے ۔

(۴۱۱) ؕ حدثنا زکریاء بن یحیی قال حدثنا ابواسامة قال هشام حدثنا عن ابیه عن عائشة قالت کنت اغار علی اللاتی وهبن انفسهن لرسول الله صلی الله علیه وسلم و اقول اتهب المراۃ نفسها فلما انزل الله تعالی : ترجی من تشاء منهن وتؤی الیك من تشاء ومن ابتغیت ممن عزلت فلا جناح علیك" قلت ما اری ربك الا یسارع فی هواك ؕ

ترجمہ ۔ حضرت عائشہ رضؓ نے بیان کیا کہ جو عورتیں اپنے نفس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہبہ کرنے آتی تھیں مجھے ان پر غیرت آتی تھی کہ کیا عورت خود ہی اپنے کو کسی مرد کے لئے پیش کر سکتی ہے ؛ پھر جب اللہ نے یہ آیت نازل کی ترجی من تشاء الآیۃ ان میں سے آپ جس کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں اپنے نزدیک رکھیں اور جن کو آپ نے الگ کر رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کریں تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں ، تو میں نے کہا کہ میں تو سمجھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی مراد بلا تاخیر پوری کر دینا چاہتا ہے ۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة ۔

حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ جن عورتوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کر دیا تھا ، ان میں سے کسی کو بھی آپ نے اپنے ساتھ نہیں رکھا تھا ، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اسے مباح قرار دیا تھا ، لیکن بہر حال یہ آپ کے منشاء پر موقوف تھا ، آنحضور صلعم کو یہ مخصوص اجازت تھی کہ اگر کوئی مومنہ عورت بلا مہر اپنے آپ کو آپ کے نکاح میں دینا چاہے تو یہ صرف آپ کے لئے جائز ہے دوسرے مسلمانوں کو اس کی اجازت نہیں ، یہ واقعہ اسی سے متعلق ہے ۔

(۴۱۲) ؕ حدثنا حبان بن موسی قال اخبرنا عبد الله قال اخبرنا عاصم الاحول عن معاذة عن عائشة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یستاذن فی یوم المراۃ منا بعد ان انزلت هذه الآیة ترجی من تشاء منهن وتؤی الیك من تشاء ومن

ابتغیت ممن عزلت فلاجناح علیك نقلت لهاماکنت تقولین قالت کنت اقول له ان کان ذالك الیّ فانی لااریدیارسول الله ان اُوثر علیك احدًا تابعه عبّاد بن عبّادٍ سمع عاصمًا ﴿

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کریمہ "ترجی من تشاء منهن وتؤی الیك من تشاء ومن ابتغیت ممن عزلت فلاجناح علیك" کے نازل ہونے کے بعد بھی اگر ہم (ازواج مطہرات میں سے کسی کی باری میں کسی دوسری بیوی کے پاس جانا چاہتے تو جن کی باری ہوتی ان سے اجازت لیتے تھے (معاذہ نے بیان کیا کہ) میں نے اس پر حضرت عائشہ رض سے پوچھا کہ ایسی صورت میں آپ آنحضرت م سے کیا کہتی تھیں؟ عائشہ رض نے فرمایا، میں تو آپ سے عرض کردیتی تھی یارسول اللہ اگر یہ اجازت آپ مجھ سے لے رہے ہیں تو میں تو اپنی باری کا کسی دوسرے پر ایثار نہیں کرسکتی۔

اس حدیث کی متابعت عبّاد بن عبّاد نے کی انھوں نے عاصم رح سے سنا۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة

والحدیث اخرجه مسلم فی الطلاق وابوداؤد فی النکاح وغیره۔

حِبّان بکسر الحاء المهملة وتشدید الباء الموحدة ابن موسیٰ۔ معاذة بضم المیم وبالعین المهملة، عبّاد بن عبّاد بتشدید الباء الموحدة فیهما۔

﴿ باب قوله "لاتدخلوا بیوت النبیّ الّا ان یُؤذن لکم الیٰ طعامٍ غیر ناظرین اناه ولکن اِذا دُعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیثٍ انّ ذٰلکم کان یوذی النبیّ فیستحیي منکم والله لایستحیی من الحق واذا سألتموهن متاعًا فسئلوهن من وراء حجاب ذٰلکم اطهر لقلوبکم وقلوبهن وما کان لکم اَنْ تؤذوا رسول الله ولا اَنْ تنکحوا ازواجه من بعده اَبَدًا انّ ذٰلکم کان عند الله عظیما یقال اناه ادراکه انیٰ یانی اناةً. لعل الساعة تکون قریبًا اذا وصفت صفة المؤنث قلت قریبة واذا جعلته ظرفا وبدلا ولو ترد الصفة نزعت الهاء من المؤنث وکذلك لفظها فی الواحد والاثنین والجمیع للذکر والانثیٰ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ پ ۲۲ ع ۴) اے ایمان والو نبی کے گھروں میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے (آنے کی) اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس (کھانے) کی تیاری کے منتظر نہ رہو (یعنی بے دعوت تو جاؤ مت اور اگر دعوت ہو تب بھی بہت پہلے سے مت جا بیٹھو) لیکن جب تم کو بلایا جائے (کہ اب چلو کھانا تیار ہے) تب جایا کرو پھر جب کھانا کھاچکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھا کرو (کیونکہ) اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں (اور زبان سے نہیں فرماتے کہ اٹھکر چلے جاؤ) اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے سے (کسی کا لحاظ نہیں کرتا اسلئے صاف صاف کہدیا گیا)

اور (اب سے یہ حکم کیا جاتا ہے کہ حضرتؐ کی بیویاں تم سے پردہ کیا کرینگی تو اب سے جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر (کھڑے ہوکر وہاں) سے مانگا کرو (یعنی بے ضرورت تو پردہ کے پاس جانا اور بات کرنا بھی نہ چاہیئے لیکن ضرورت میں کلام کا مضائقہ نہیں مگر رویت نہ ہونا چاہیئے) یہ بات (ہمیشہ کے لئے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز کہ تم آپؐ کے بعد آپ کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے۔

یقال اناه الخ اشارہ ہے آیت مذکورہ غیر ناظرین اناہُ کی طرف اس کا معنی ہے اس کا پکنا، تیار ہونا، یہ انی یانی اناۃ بروزن رمی یرمی رمیا ہے، قالہ ابو عبیدہؒ لعل الساعۃ تکون قریبًا اشارہ ہے آیت کریمہ یسئلک الناس عن الساعۃ قل انما علمها عند اللہ وما یدریک لعل الساعۃ تکون قریبا، ﴿پ ۲۲ ع ۵﴾ یہ (منکر) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق (منکرانہ) سوال کرتے ہیں (کہ کب ہوگی؟) آپ فرما دیجئے کہ اس (کے وقت) کی خبر بس اللہ ہی کے پاس ہے، اور آپ کو کیا خبر (کہ کب ہے)، عجب نہیں کہ قیامت ابھی واقع ہو جائے (کیونکہ جب کوئی وقت متعین نہیں تو قریب زمانے میں اس کے واقع ہو جانے کا بھی احتمال نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، جس کا مقتضا یہ تھا کہ یہ لوگ انجام سے ڈرتے اور اس کی تیاری میں لگتے منکرانہ سوالات اور استہزاء سے بچتے)۔

فرماتے ہیں کہ (قیاس تو کہتا ہے کہ تکون قریبۃ" ہوتا اس کا جواب دیتے ہیں) کہ جب یہ لفظ مؤنث کی صفت کے طور پر آئے تو قریبۃ (تلک ساعۃ) آتا ہے لیکن جب ظرف اور بدل ہو صفت مراد نہیں ہوتی تو ہار تانیث نکال ڈالتے ہیں یعنی قریب کہتے ہیں ایسی حالت میں یعنی جب یہ لفظ صفت نہ ہو تو واحد تثنیہ جمع، مذکر اور مؤنث سب برابر ہے یعنی بغیر ہار تانیث استعمال ہوتا ہے۔

علامہ عینیؒ وغیرہ فرماتے ہیں یہ پوری عبارت جو بطور دفع دخل مقدر لائی گئی ہے اکثر نسخوں میں نہیں ہے اور بچند وجوہ انسب وصواب بھی ترک ہی ہے ماہرین عربیت سے منقول ہے کہ فعیل کا صیغہ جب بمعنی مفعول ہو تو اس میں تذکیر و تانیث سب درست و مستعمل ہے کما فی التنزیل العظیم ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔

۲؎ لفظ قریب کا موصوف محذوف ہے ای شیئا قریبا کما قالہ الزمخشریؒ، بعض حضرات نے کہا کہ تقدیر عبارت یوں ہے لعل الساعۃ تکون قریبا، پس تکون کی تانیث میں مضاف الیہ کی مؤنث اور قریبًا کی تذکیر میں مضاف کے مذکر ہونے کی رعایت کی گئی ہے

(۲۶۳) حدثنا مسدد عن یحیی عن حمید عن انس قال قال عمر قلت یا رسول اللہ یدخل علیک البر والفاجر فلو امرت امہات المؤمنین بالحجاب فانزل اللہ آیۃ الحجاب ﴿

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے پاس اچھے اور برے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں کاش آپ امہات المومنین (یعنی ازواج مطہرات) کو پردہ کا حکم دیدیں، پھر اللہ نے پردہ کا حکم نازل فرمایا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
یہ حدیث موافقات عمرؓ کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے ملاحظہ فرمایئے حدیث ۱ کی تشریح، پوری تفصیل کے لئے دیکھئے قسطلانی ص ۲۷۶ ج ۱۱۔

(۲۱۴) حدثنا محمد بن عبد اللہ الرقاشی قال حدثنا معتمر بن سلیمٰن قال سمعت ابی یقول حدثنا ابو مجلز عن انس بن مالک قال لما تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب ابنۃ جحش دعا القوم فطعموا ثم جلسوا یتحدثون واذا ھو کانہ یتھیأ للقیام فلم یقوموا فلما رأی ذلک قام فلما قام قام من قام وقعد ثلثۃ نفر فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیدخل فاذا القوم جلوس ثم انھم قاموا فانطلقت فجئت فاخبرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھم قد انطلقوا فجاء حتی دخل فذھبت ادخل فالقی الحجاب بینی وبینہ فانزل اللہ یا یھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوت النبی، الآیۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحشؓ سے نکاح کیا تو قوم کو آپ نے دعوت ولیمہ دی کھانا کھانے کے بعد لوگ (گھر کے اندر ہی) بیٹھے (دیر تک) باتیں کرتے رہے تو آنحضورؐ ایسا کرنے لگے گویا آپ اٹھنا چاہتے ہیں (تاکہ لوگ سمجھ جائیں اور اٹھ جائیں) لیکن وہ لوگ نہیں اٹھے پھر جب آپؐ نے دیکھا کہ کوئی نہیں اٹھتا تو آپ خود کھڑے ہوگئے جب آپ کھڑے ہوئے تو دوسرے لوگ بھی کھڑے ہوگئے لیکن تین اشخاص اب بھی بیٹھے رہ گئے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر سے اندر جانے کے لئے آئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ اب بھی بیٹھے ہوئے ہیں اس کے بعد وہ لوگ بھی اٹھ گئے (آنحضورؐ باہر تشریف لے گئے تھے) انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حاضر خدمت ہوکر خبر دی کہ وہ لوگ بھی چلے گئے ہیں تو آپؐ اندر تشریف لائے پھر میں بھی اندر داخل ہونے لگا تو آنحضورؐ نے اپنے اور میرے درمیان دروازہ کا پردہ گرا دیا پھر اللہ تعالیٰ نے (مذکورہ بالا آیت) نازل فرمائی "یا یھا الذین آمنوا لا تدخلوا، الآیۃ۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث اخرجہ البخاری ص ۹۲۳ وھنا فی التفسیر ص ۷۰۶۔

(۲۱۵) حدثنا سلیمٰن بن حرب قال حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن ابی قلابۃ قال

انس بن مالك انا اعلم الناس بهذه الآية آية الحجاب لما أهدِيت زينب بنت جحش الى النبي صلى الله عليه وسلم كانت معه في البيت صنع طعاما ودعا القوم فقعدوا يتحدثون فجعل النبي صلى الله عليه وسلم يخرج ثم يرجع وهم قعود يتحدثون فانزل الله تعالى يايها الذين آمنوا لاتدخلوا بيوت النبيّ الا ان يؤذن لكم الى طعامٍ غير ناظرين اناه " الى قوله " من وَّراء حجاب فضرب الحجاب وقام القوم ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ میں اس آیت یعنی آیت حجاب (کے شان نزول) کے متعلق سب سے زیادہ جانتا ہوں، جب حضرت زینب دلہن بنا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجی گئیں اور وہ آپ کے ساتھ آپ کے گھر ہی میں تھیں تو آپؐ نے کھانا تیار کروایا اور قوم کو دعوت دی پھر کھانے سے فارغ ہونے کے بعد، لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے آنحضرتؐ باہر جاتے اور پھر اندر آتے رہتا کہ لوگ اٹھ جائیں لیکن لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے اس پر اللہ تعالیٰ نے (ادب سکھانے کیلئے) یہ آیت نازل فرمائی یا ایہا الذین آمنوا لاتدخلوا بیوت النبی الآیۃ من وراء حجاب تک اس کے بعد پردہ ڈالدیا گیا اور لوگ اٹھ گئے۔

تشریح: مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ لان ہذا طریق آخر فی حدیث انس المذکور۔
لما اھدیت ایک نسخہ ثلاثی مجرد سے ہے کما فی الحاشیۃ، دونوں کے معنی ایک ہیں، یعنی دلہن کو شوہر کے پاس بھیجنا ای زفت۔

(۳۱۶) حدثنا ابو معمر قال حدثنا عبد الوارث قال حدثنا عبد العزيز بن صُهيب عن انس قال بُنِي على النبيّ صلى الله عليه وسلم بزينب ابنةِ جحش بخبز ولحم فأُرسِلتُ على الطعام داعيًا فيجئ قومٌ فياكلون ويخرجون ثم يجئ قوم فياكلون ويخرجون فدعوتُ حتى ما اجِد احدًا ادعو فقلت يانبيّ الله ما اجد احدا ادعوه قال ارفعوا طعامكم وبقي ثلاثة رهطٍ يتحدثون في البيت فخرج النبيّ صلى الله عليه وسلم فانطلق الى حجرة عائشة فقال السلام عليكم اهل البيتِ ورحمة الله فقالت وعليك السلام ورحمة الله كيف وجدتَ اهلك بارك الله لك فتقرّى حُجر نسائه كلّهن يقول لهن كما يقول لعائشة ويقلن له كما قالت عائشة ثم رجع النبيّ صلى الله عليه وسلم فاذا ثلثة رهطٍ في البيت يتحدثون وكان النبيّ صلى الله عليه وسلم شديدَ الحياء فخرج منطلقا نحو حجرة عائشة فما ادري اخبرتُه او اُخبِر ان القوم خرجوا فرجع حتى اذا وضع رجله في اُسكُفّةِ الباب داخلة واخرى خارجة ارخى السِتر بيني وبينه وانزلت آية الحجاب ۔

ترجمہ: حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحشؓ سے نکاح

کے بعد (بطور ولیمہ) گوشت اور روٹی تیار کروائی اور کھلانے پر لوگوں کو بلانے کے لئے میں بھیجا گیا پھر کچھ لوگ آتے اور کھا کر واپس چلے جاتے پھر دوسرے لوگ آئے اور کھا کر واپس چلے جاتے، میں بلاتا رہا آخر جب کوئی باقی نہ رہا تو میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ اے پیغمبر خداؐ اب کوئی شخص بلانے کے لئے باقی نہیں رہا تو آپؐ نے فرمایا کہ اب دستر خوان اٹھالو لیکن تین اشخاص گھر میں باتیں کرتے رہے آنحضرتؐ باہر نکل آئے اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے پاس جاکر فرمایا السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ پھر عائشہؓ نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ آپ نے اپنی اہل کو کیسا پایا؟ اللہ برکت عطا فرمائے پھر آنحضورؐ نے اپنے تمام ازواج مطہرات کے حجروں کا دورہ کیا اور جس طرح عائشہؓ سے فرمایا تھا اسی طرح سب سے فرمایا اور انہوں نے بھی حضرت عائشہؓ کی طرح جواب دیا اس کے بعد آنحضورؐ واپس تشریف لائے تو وہ تین حضرات اب بھی گھر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ حیادار تھے آپؐ (یہ دیکھ کر کہ لوگ اب بھی بیٹھے ہوئے ہیں) حضرت عائشہؓ کے حجرہ کیطرف پھر چلے گئے مجھے یاد نہیں کہ خود میں نے آنحضورؐ کو اطلاع دی تھی یا کسی اور نے اطلاع دی تھی کہ وہ لوگ گھر میں سے چلے گئے ہیں آنحضرتؐ واپس تشریف لائے اور دروازہ کے چوکھٹ پر پاؤں رکھا ابھی آپ کا ایک پاؤں اندر تھا اور ایک پاؤں باہر کہ آپ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ گرالیا اور پردہ کی آیت نازل ہوئی۔

تشریح ہذا طریق آخر فی حدیث المذکور۔
بنی علی النبیؐ بصیغۃ المجہول من البناء وہو الدخول بالزوجۃ والاصل فیہ ان الرجل اذا تزوج امرأۃ بنی علیہا قبۃ لیدخل بہا فیہا فیقال بنی الرجل علی اہلہ (عمدہ) **اسکفۃ** بضم الہمزۃ وسکون السین وضم الکاف وتشدید الفاء وہی القبۃ التی یوطأ علیہا۔

(۳۱۷) **حدثنا** اسحق بن منصور قال اخبرنا عبد اللّٰہ بن بکر السہمیؒ قال حدثنا حمید عن انس قال اَوْلَمَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حین بنی بزینب ابنۃ جحش فاشبع الناسَ خبزا ولحما ثم خرج الی حُجَر امہات المؤمنین کما کان یصنع صبیحۃ بنائہ فیُسلِّمُ علیہنّ ویدعو لہنّ ویُسلِّمنَ علیہ ویدعون لہ فلما رجع الی بیتہ رأی رجلین جری بہما الحدیث فلما راٰہما رجع عن بیتہ فلما رأی الرجلان نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رجع عن بیتہ وثبا مُسرِعَین فما ادری انا اخبرتہ بخروجہما ام اُخبر فرجع حتی دخل البیت وارخی السِّتر بینی وبینہ وانزلت اٰیۃ الحجاب وقال ابن ابی مریم اخبرنا یحیی حدثنی حمید سمع انسا عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش رضؓ سے نکاح پر دعوت ولیمہ کی اور لوگوں کو گوشت اور روٹی کھلائی، پھر آپ امہات المؤمنین کے حجروں کی طرف گئے جیسا کہ آپؐ کا معمول تھا کہ نکاح کی صبح کو آپ جایا کرتے تھے، آپ انھیں سلام

کرتے اور ان کے حق میں دعا کرتے اور امہات المؤمنین بھی آپ کو سلام کرتیں اور آپ کے لئے دعا کرتیں، امہات المومنین کے حجروں سے آپ جب اپنے حجرے میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں گفتگو کر رہے ہیں جب آپ نے انھیں بیٹھے ہوئے دیکھا تو پھر آپ حجرہ سے نکل گئے ان دونوں حضرات نے جب دیکھا کہ اللہ کے نبی اپنے حجرہ سے واپس چلے گئے تو بڑی جلدی جلدی وہ اٹھ کر باہر نکل گئے، مجھے یاد نہیں کہ میں نے آنحضورم کو ان کے چلے جانے کی اطلاع دی یا کسی اور نے، پھر آنحضورم واپس آئے اور گھر میں آتے ہی دروازہ کا پردہ گرا لیا اور آیت حجاب نازل ہوئی، اور سعید بن ابی مریم نے بیان کیا انھیں یحیی نے خبر دی ان سے حمید نے حدیث بیان کی اور انھوں نے حضرت انس رض سے سنا انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔

اس سند کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ حمید کا سماع انس رض سے معلوم ہو جائے۔

تشریح:۔ ہذا طریق آخر ایضا فی حدیث انس المذکور۔

(۴۱۸) حدثنا زکریاء بن یحیی قال حدثنا ابو اسامۃ عن ہشام عن ابیہ عن عائشۃ قالت خرجت سودۃ بعد ما ضرب الحجاب لحاجتہا وکانت امرأۃ جسیمۃ لا تخفی علی من یعرفہا فرآہا عمر بن الخطاب فقال یا سودۃ اما واللہ ما تخفین علینا فانظری کیف تخرجین قالت فانکفات راجعۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتی وانہ لیتعشی وفی یدہ عرق فدخلت فقالت یا رسول اللہ انی خرجت لبعض حاجتی فقال لی عمر کذا وکذا قالت فاوحی اللہ الیہ ثم رفع عنہ وان العرق فی یدہ ما وضعہ فقال انہ قد اذن لکن ان تخرجن لحاجتکن۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے آپ نے بیان کیا کہ ام المؤمنین سودہ رض پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد قضاء حاجت کے لئے نکلیں اور وہ بہت بھاری بھرکم تھیں جو انھیں پہچانتا تھا اس سے وہ پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھیں راستہ میں انھیں حضرت عمر بن الخطاب رض نے دیکھ لیا اور کہا: اے سودہ! ہاں خدا کی قسم آپ ہم سے اپنے آپ کو نہیں چھپا سکتیں، دیکھئے تو آپ کس طرح باہر نکلی ہیں، بیان کیا کہ سودہ رض الٹے پاؤں وہاں سے واپس آگئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے اور رات کا کھانا کھا رہے تھے، آنحضورم کے ہاتھ میں اس وقت گوشت کی ایک ہڈی تھی، سودہ رض نے داخل ہوتے ہی کہا یا رسول اللہ میں قضاء حاجت کے لئے نکلی تھی تو عمر رض نے مجھ سے یہ باتیں کیں، بیان کیا کہ آپ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد یہ کیفیت ختم ہوئی، ہڈی اب بھی آپ کے ہاتھ میں تھی آپ نے اسے رکھا نہیں تھا، پھر آنحضرت م نے فرمایا کہ تمھیں (اللہ تعالی کی طرف سے) قضاء حاجت کے لئے باہر جانے کی اجازت دیدی گئی ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ توخذ من قولہ بعد ما ضرب الحجاب۔
والحدیث قد مضی فی الطہارت ص۲۶ وہنا فی التفسیر ص۷۰۷

مفصل بحث مع دفع تعارض کتاب الطہارت میں آئے گی ان شاء اللہ الرحمن۔

بخاری ۷۰۶ ﴿ باب قوله ان تبدوا شیئا او تخفوه فان الله کان بکل شیئ علیما لاجناح علیهن فی اٰبائهن ولا ابنائهن ولا اخوانهن ولا ابناء اخوانهن ولا ابناء اخواتهن ولا نسائهن ولا ماملکت ایمانهن واتقین الله ان الله کان علیٰ کل شیئ شهیدا ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد، (پ ۲۲ ع ۴) اگر تم کسی چیز کو ظاہر کروگے یا اس (کے ارادہ) کو (دل میں) پوشیدہ رکھوگے تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں ان (پیغمبر کے ازواج) پر کوئی گناہ نہیں سامنے ہونے میں اپنے باپوں کے اور اپنے بیٹوں کے اور اپنے بھائیوں کے اور اپنے بھتیجوں کے اور اپنے بھانجوں کے اور اپنی (دین شریک) عورتوں کے اور نہ اپنی باندیوں کے (یعنی ان کے سامنے آنا جائز ہے) اور (اے ازواج پیغمبر) اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر (ناظر) ہے۔

(۴۱۹) ﴿ حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزهری حدثنی عروة بن الزبیر ان عائشة قالت استاذن علیّ افلح اخو ابی القعیس بعد ما انزل الحجاب فقلت لا اٰذن له حتی استاذن فیه النبی صلی الله علیه وسلم فان اخاه ابا القعیس لیس هو ارضعنی ولکن ارضعتنی امرأة ابی القعیس فدخل علیّ النبی صلی الله علیه وسلم فقلت له یا رسول الله ان افلح اخا ابی القعیس استاذن فابیت ان آذن حتی استاذنك فقال النبی صلی الله علیه وسلم وما یمنعك ان تاذنین عمك قلت یا رسول الله ان الرجل لیس هو ارضعنی ولکن ارضعتنی امرأة ابی القعیس فقال ائذنی له فانه عمك تربت یمینك قال عروة فلذلك کانت عائشة تقول حرموا من الرضاعة ما تحرمون من النسب ﴾

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضؓ نے بیان فرمایا کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد ابو القعیس کے بھائی افلح رضؓ نے مجھ سے ملنے کی اجازت چاہی لیکن میں نے کہلوا دیا کہ جب تک اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم نہ کرلوں ان سے نہیں مل سکتی، میں نے سوچا کہ ان کے بھائی ابو القعیس نے مجھے تھوڑا ہی دودھ پلایا تھا مجھے دودھ پلانے والی تو ابو القعیس کی بیوی تھیں، پھر آنحضورؐ تشریف لائے تو میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ابو القعیس کے بھائی افلح نے مجھ سے ملنے کی اجازت چاہی، لیکن میں نے یہ کہلوا دیا کہ جب تک آنحضورؐ سے اجازت نہ لے لوں ان سے ملاقات نہیں کر سکتی، اس پر آنحضورؐ نے فرمایا۔ تو نے اپنے چچا کو اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں دی (یعنی اس کو آنے کی اجازت دینی چاہیے) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابو القعیس نے مجھے تھوڑا ہی دودھ پلایا تھا، دودھ پلانے والی تو ان کی بیوی تھیں، آنحضورؐ نے فرمایا، انھیں اندر آنے کی اجازت دیدو احمق وہ تمہارے چچا ہیں عروہ نے بیان کیا کہ اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رضاعت سے بھی وہ چیزیں (یعنی نکاح

وغیرہ) حرام ہوجاتی ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ من حیث انہ ارید بہ بیان جواز دخول الاعمام والآباء من الرضاعۃ علی امہات المومنین لقولہ ائذنی لہ انہ عمک، یعنی اس حدیث سے رضاعی باپ اور رضاعی چچا کے سامنے نکلنا ثابت ہوتا ہے، نیز آیت ترجمہ میں جو آبائہن کا لفظ تھا اس کی تفسیر حدیث سے ہوگئی کہ رضاعی باپ اور چچا بھی آباء میں داخل ہیں کیونکہ ایک حدیث میں ہے "عم الرجل صنو ابیہ"۔

یا یوں مناسبت نکالی جائے کہ آیت میں ازواج مطہرات کے پاس جن لوگوں کا آنا جائز تھا ان کا ذکر ہے اور حدیث شریف میں ان ہی کا تذکرہ ہے کہ ایک صاحب حضرت عائشہ رض کے پاس آئے۔الخ

تیسری وجہ مناسبت یہ ہے کہ حدیث میں حضرت عائشہ رض کا یہ قول مذکور ہے کہ جتنے رشتے خون کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں وہ رشتے دودھ کی وجہ سے بھی حرام ہوجاتے ہیں تو اس سے آیت کی تفسیر ہوگئی یعنی دوسرے محارم کا بھی ازواج مطہرات کے پاس آنا جائز ہے گو آیت میں ان کا ذکر نہیں ہے جیسے دادا، نانا، اور چچا وغیرہ۔

✽ باب قولہ "اِنَّ اللّٰہَ وملٰئکتہ یصلون علی النبیّ یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" قال ابو العالیۃ صلوۃ اللّٰہ ثناؤہ علیہ عند الملائکۃ وصلوۃ الملائکۃ الدعاء قال ابن عباس یصلّون یبرّکون لنغرینّک لنسلّطنّک ✽۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (پ ۲۲ ع ۴) بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

قال ابو العالیۃ:- ابو العالیہ نے فرمایا کہ صلوۃ کی نسبت اگر اللہ کی طرف ہو تو فرشتوں کے سامنے حضور ؐ کی مدح وثنا ہے اور اگر صلوۃ کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو دعا مراد ہے، حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ آیت مبارکہ میں یصلون بمعنی یبرکون ہے یعنی آنحضور ؐ کے لئے برکت کی دعا مانگتے ہیں۔

لنغرینک:- بمعنی لنسلطنک ہے یعنی ضرور ہم آپ کو مسلط کردیں گے۔ اشارہ ہے آیت کریمہ والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم الآیۃ، (پ ۲۲ ع ۵) اور جو لوگ مدینہ میں افواہیں (جھوٹی خبریں) اڑایا کرتے ہیں اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم ضرور آپ کو ان پر مسلط کردیں گے۔

(۳۲۰) ✽ حدثنی سعید بن یحیی قال حدثنی ابی قال حدثنا مسعرٌ عن الحکم عن ابن ابی لیلی عن کعب بن عجرۃ رض قیل یارسول اللّٰہ امّا السّلام علیک فقد عرفناہ فکیف الصلوۃ علیک قال قولوا اللّٰھم صل علی محمّد وعلی اٰل محمد کما صلّیت علی ابراھیم انک حمیدٌ مجید اللّٰھم بارک علی محمد وعلی اٰل محمّد کما بارکت علی ابراھیم انک حمیدٌ مجید ✽

ترجمہ :۔ حضرت کعب بن عجرہ رضہ سے مروی ہے کہ عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہوگیا ہے لیکن آپ پر صلوٰۃ کا کیا طریقہ ہوگا، آنحضور م نے فرمایا، یوں پڑھا کرو اللّٰہم صل علی محمد الخ اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور آپ کی اولاد پر بھی جس طرح تو نے حضرت ابراہیم م اور ان کی اولاد پر رحمتیں نازل کی ہیں بیشک تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے، اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر برکتیں نازل فرما اور آپ کی اولاد پر بھی جیسی برکتیں تو نے حضرت ابراہیم م کی اولاد پر نازل کی ہیں بیشک تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث مضی فی کتاب الانبیاء ص۴۷۷۔

(۲۲۱) حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال حدثنا اللیث قال حدثنی ابن الہاد عن عبد اللہ بن خباب عن ابی سعید الخدری قال قلنا یا رسول اللہ ھذا التسلیم فکیف نصلی علیک قال قولوا اللّٰھم صل علی محمد عبدک ورسولک کما صلیت علی آل ابراھیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وقال ابوصالح عن اللیث علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم۔

ترجمہ :۔ حضرت ابوسعید خدری رضہ نے بیان فرمایا کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہوگیا ہے (یعنی تشہد میں جو پڑھتے ہیں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) لیکن آپ پر درود بھیجنے کا کیا طریقہ ہے؟ آنحضرت م نے فرمایا: اس طرح کہا کرو۔ اللّٰہم صل علی محمد عبدک ورسولک کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم، اور ابوصالح نے بیان کیا اور ان سے لیث نے ان الفاظ سے بیان کیا۔ علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابراہیم۔

تشریح :۔ مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

(۲۲۲) حدثنا ابراھیم بن حمزۃ قال حدثنا ابن ابی حازم والدراوردی عن یزید وقال کما صلیت علی ابراھیم وبارک علی محمد وآل محمد کما بارکت علی ابراھیم وآل ابراھیم۔

ترجمہ :۔ اور یزید (ابن الہاد) نے اس طرح بیان کیا کما صلیت علی ابراھیم وبارک علی محمد وآل محمد کما بارکت علی ابراھیم وآل ابراھیم۔

تشریح ہذا ایضا مطابق للترجمۃ
درود شریف مختلف الفاظ سے منقول ہے اور الفاظ کی کمی بیشی سے بھی منقول ہے جیسا کہ مذکورہ روایات سے معلوم ہوا بہر حال سب طرح جائز اور درست ہے۔

بخاری شریف ص۷۰۸ باب قولہ لاتکونوا کالذین آذوا موسیٰ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :- یاایہا الذین آمنوا لاتکونوا کالذین آذوا موسیٰ الآیۃ پ ۲۲ ع ۶) اے ایمان والو، تم ان لوگوں کی طرح مت ہوجانا جنھوں نے موسیٰ ؑ کو ایذا دی تھی ۔الخ

(۴۴۴) حدثنا اسحق بن ابراھیم قال اخبرنا روح بن عبادۃ قال حدثنا عوف عن الحسن ومحمد وخلاس عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان موسیٰ کان رجلا حییا وذلک قولہ تعالیٰ یاایھا الذین اٰمنوا لاتکونوا کالذین آذوا موسیٰ فبرّاہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیھا

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہ رضؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ (علیہ السلام) بڑے باحیا شخص تھے، اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے :- اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح مت بن جاؤ جنھوں نے موسیٰ ؑ کو ایذا پہونچائی تھی سو اللہ نے انھیں بری ثابت کردیا اور اللہ کے نزدیک وہ (موسیٰ ؑ) بڑے معزز تھے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث قد مضیٰ مطولاً فی کتاب الانبیاء ص ۴۸۳ ۔

خلاس بکسر الخاء المعجمۃ وتخفیف اللام وبالسین المھملۃ ابن عمرو، حییاً علی وزن فعیل من الحیاء، وکان لایغتسل الا فی الخلوۃ فاتھموہ بانہ آدر وآذوہ بذالک فبرّاہ اللہ مما قالوا حیث اخذ الحجر ثوبہ وذھب الی ملاء بنی اسرائیل واتبعہ موسیٰ عریانا فرأوہ لاعیب فیہ علیہ صلوات اللہ وسلامہ (عمدہ)

بخاری شریف ص ۷۰۶ ❁ سبا ❁ ای سورۃ سبا کما فی نسخۃ الحاشیہ

سورۂ سبا مکی ہے اس میں چوّن آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

علامہ عینی رحؒ فرماتے ہیں، وسمیت ہذہ السورۃ سبا لقولہ تعالیٰ، لقد کان لسبا فی مسکنہم آیۃ الآیۃ سبا ایک قبیلہ کا نام ہے جو یمن میں رہتے تھے۔

❁ یقال معاجزین مسابقین بمعجزین بفائتین معاجزین مغالبین سبقوا فاتوا لا یعجزون لا یفوتون یسبقونا یعجزونا قولہ بمعجزین بفائتین ومعنی معاجزین مغالبین یرید کل واحد منھما ان یظھر عجز صاحبہ ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ، والذین یسعون فی آیتنا معجزین اولئک فی العذاب محضرون، پ ۲۲ ع ۱۱) اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق کوشش کررہے ہیں ہرانے کے لئے ایسے لوگ عذاب میں لائے جائیں گے فرماتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ معاجزین بمعنی مسابقین ہے یعنی آگے بڑھنے والے، مقابل کو ہرا دینے والے۔

بمعجزین بفائتین اور معجزین کے معنی ہیں فائتین یہ لفظ سورۂ عنکبوت کا ہے وما انتم بمعجزین فی الارض

ولا فی السماء الآیۃ، پ ۲۰ ع ۱۴) تم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو نہ آسمان میں، امام بخاری رح نے سورہ عنکبوت کا لفظ صرف عجز مادہ کی مناسبت سے یہاں ذکر کیا ہے۔

معاجزین مغالبین :۔ بعض نے معاجزین کے معنی مغالبین کے بیان کئے ہیں یعنی غلبہ کی کوشش کرنیوالا، مطلب ایک ہی ہے کہ آگے بڑھنے والا، ہرانے والا۔

سبقوا فاتوا :۔ سبقوا بمعنی فاتوا ہے یعنی ہاتھ سے نکل گئے، فوت ہو گئے، اشارہ ہے سورۂ انفال کی آیت کی طرف ولا یحسبن الذین کفروا سبقوا انھم لا یعجزون، پ ۱۰ ع ۴) اور کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہاتھ سے نکل گئے وہ ہرگز عاجز نہ کر سکیں گے۔

لا یعجزون لا یفوتون :۔ یعنی وہ فوت نہیں ہوں گے، یسبقونا یعجزونا، یسبقونا کے معنی ہیں ہمکو عاجز کریں، اشارہ ہے سورۂ عنکبوت کی آیت کی طرف، ام حسب الذین یعملون السیئات ان یسبقونا ساء ما یحکمون، پ ۲۰ ع ۱۳) کیا جو لوگ برے برے کام کر رہے ہیں وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے کہیں نکل بھاگیں گے ان کی یہ تجویز نہایت ہی بے ہودہ ہے۔

بمعجزین بفائتین معجزین کی تفسیر فائتین سے مکرر ہے، ومعنی معاجزین الخ اور معاجزین کا معنی ہے مغالبین یعنی ایک دوسرے پر غلبہ ڈھونڈنے والے، ہر ایک چاہتا ہے کہ اپنے ساتھی کا عجز ظاہر کرے۔

معشار عشر

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ وما بلغوا معشار ما آتینٰھم الآیۃ، پ ۲۲ ع ۱۱) اور یہ (مشرکین عرب) تو اس سامان کے جو ہم نے ان کو دے رکھا تھا دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچتے الخ

فرماتے ہیں کہ معشار کے معنی ہیں دسواں حصہ۔

الاُکُل الثمر

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ ذواتی اُکُلٍ خمطٍ واثلٍ الآیۃ پ ۲۲ ع ۸) بدمزہ پھل اور جھاؤ الخ

فرماتے ہیں اُکل کے معنی ہیں پھل۔

باعِدْ وبَعِّدْ واحدٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ فقالوا ربنا باعِدْ بین اسفارنا الآیۃ پ ۲۲ ع ۸) کہنے لگے اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں میں درازی کر دے۔ الخ

فرماتے ہیں کہ مشہور قرأت باعِد اور ابن کثیر کی قرأت بَعِّد دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی دوری کر دے۔

وقال مجاهدٌ لا یعزبُ لا یغیبُ

اشارہ ہے آیت کریمہ :۔ لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السمٰوٰت ولا فی الارض، الآیۃ پ ۲۲ ع ۷) اس سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ آسمانوں میں نہ زمین میں۔

اور مجاہدؒ نے بیان کیاہے کہ آیت میں لا یعزب بمعنی لا یغیب ہے یعنی غائب نہیں ہوسکتا۔

﴿ العرم السدّ ماءٌ احمرُ ارسله الله فی السدّ فشقه وهدمه وحفر الوادی فارتفعتا عن الجنبتین وغاب عنهما الماءُ فیبستا ولم یکن الماء الاحمر من السدّ ولکن کان عذابا ارسله الله علیهم من حیث شاء وقال عمرو بن شرحبیل العرم المسنّاة بلحن اهل الیمن وقال غیره العرم الوادی ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ "فاعرضوا فارسلنا علیهم سیل العرم. الآیۃ پ۲۲ ع ۸) سوانھوں نے سرتابی کی تو ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑدیا (یعنی جو سیلاب بند سے رکا رہتا تھا بند ٹوٹ کر اس سیلاب کا پانی چڑھ آیا جس سے ان کے وہ دورویہ باغات سب غارت ہوگئے)

فرماتے ہیں کہ العرم بمعنی بند ہے یعنی سرخ پانی جس کو اللہ تعالیٰ نے بند پر بھیجا چنانچہ بند کو پھاڑ کر گرادیا اور وادی کو کھود کر رکھ دیا چنانچہ باغ دونوں طرف سے اٹھ گئے (یعنی دونوں طرف سے اکھڑ گئے) اور پانی غائب ہوا تو سوکھ گئے۔ اور یہ سرخ پانی بند کا نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا جہاں سے چاہا بھیجا اور عمرو بن شرحبیل نے کہا کہ عرم یمن والوں کی زبان میں بند کو کہتے ہیں اور دوسروں نے کہا کہ عرم کے معنی وادی، نالہ کے ہیں۔

﴿ السابغات الدّروع ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ "والنا له الحدید ان اعمل سابغات الآیۃ، پ۲۲ ع ۸) اور ہم نے ان (داؤدؑ) کے واسطے لوہے کو (مثل موم کے) نرم کردیا کہ تم پوری زرہیں بناؤ الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں سابغات کے معنی ہیں دروع یعنی زرہیں، سابغات جمع ہے سابغۃ کی جس کے معنی ہیں پوری زرہ، لمبی چوڑی زرہ، وسیع وکشادہ زرہ۔

﴿ وقال مجاهدٌ یجازی نعاقب ﴾

اور مجاہدؒ نے فرمایا نجزی بمعنی نعاقب ہے یعنی ہم سزا دیتے ہیں، اشارہ ہے آیت کریمہ: وهل نجزی الا الکفور، پ۲۲ ع ۸) اور ہم ایسی سزا بڑے ناسپاس ہی کو دیا کرتے ہیں۔

اس میں ایک قرأت بصیغۂ غائب بھی ہے یعنی یجازی بمعنی یعاقب کما فی الحاشیۃ۔

﴿ أعظکم بواحدةٍ بطاعة الله مثنیٰ وفرادیٰ واحداً واثنین ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: قل انما اعظکم بواحدةٍ ان تقوموا لله مثنیٰ وفرادیٰ، الآیۃ پ۲۲ ع ۱۲) آپ (ان سے) یہ کہئے کہ میں تمکو صرف ایک بات سمجھاتا ہوں کہ تم خدا کے واسطے کھڑے ہوجاؤ (یعنی مستعد ہوجاؤ) دو دو اور (کسی موقع پر) ایک ایک۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں اعظکم بواحدةٍ کے معنی ہیں تمکو اللہ کی اطاعت کرنے کی نصیحت کرتا ہوں

مثنیٰ اور فرادیٰ کے معنی ہیں دو دو اور ایک ایک کے۔

التناوش الرد من الآخرة الی الدنیا

اشارہ ہے آیت کریمہ "وقالوا آمنا بہ وانی لھم التناوش من مکان بعید، پ ۲۲ ع ۱۲) اور (اس وقت) کہیں گے کہ ہم اس حق پر ایمان لے آئے اور اتنی دور جگہ سے (ایمان کا) ان کے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے۔

فرماتے ہیں کہ تناوش کے معنی ہیں آخرت سے لوٹ کر پھر دنیا میں آنا (جو ناممکن ہے)

تشریح تناوش کے اصل معنی ہیں ہاتھ بڑھا کر کسی چیز کو اٹھا لینا اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ چیز بہت دور نہ ہو۔

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ کفار و منکرین قیامت کے روز حقیقت سامنے آجانے کے بعد کہیں گے کہ ہم رسول پر یا قرآن پر ایمان لے آئے مگر ان کو معلوم نہیں کہ ایمان کا مقام ان سے بہت دور ہو چکا ہے کیونکہ صرف دنیا کی زندگی کا مقبول ہے آخرت دار العمل نہیں اسلئے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ دولت ایمان کو ہاتھ بڑھا کر اٹھا لیں یہ تو اسی وقت ممکن ہے جب کہ دوبارہ دنیا میں لوٹ کر آدیں۔

وبین ما یشتھون من مال او ولد او زھرۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ:- وحیل بینھم وبین ما یشتھون کما فعل باشیاعھم، الآیۃ، پ ۲۲ ع ۱۲)، ان میں اور ان کے (قبول ایمان کی) آرزو میں ایک آڑ کر دی جائے گی، جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کے ساتھ (بھی) یہی (برتاؤ) کیا جائے گا (جو ان سے پہلے کفر کر چکے تھے) الخ

حضرت مجاہدؒ آیت مذکورہ کی تفسیر کرتے ہیں اور آیت کو عند الموت پر محمول کر کے فرماتے ہیں "اور آڑ کر دی جائے گی ان میں اور ان کی محبوب چیزوں یعنی مال اور اولاد اور دنیوی زینت کے درمیان لیکن حسن بصریؒ وغیرہ نے آرزو سے مراد قبول ایمان لیا ہے۔

باشیاعھم بامثالھم

اشارہ آیت مذکورہ بالا کی طرف ہے کہ اشیاعھم کے معنی امثال اور ہم مشرب لوگ ہیں۔

وقال ابن عباس کالجواب کالجوبۃ من الارض

اشارہ ہے آیت کریمہ "وجفان کالجواب الآیۃ، پ ۲۲ ع ۸) اور (بناتے ہیں) لگن (ایسے بڑے) جیسے حوض۔

اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آیت میں جواب کے معنی ہیں زمین کا گڑھا یعنی حوض، جواب جمع ہے جابیۃ کی جس کے معنی بڑے حوض کے ہیں، جوبۃ کے معنی حوض اور تالاب کے ہیں لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ دونوں کا مادہ ایک ہے، کیونکہ جواب جو جابیۃ کی جمع ہے اس کا عین کلمہ "بارہ" ہے اور جوبۃ کا عین کلمہ واؤ ہے۔

الخمط الاراک والاثل الطرفاء

اشارہ ہے آیت کریمہ "ذواتی اُکُلٍ خمطٍ واثلٍ وشیئٍ من سدرٍ قلیلٍ پ ۲۲ ع ۸) بدمزہ پھل اور جھاؤ والے اور قدرے قلیل بیری والے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں خمط بمعنی اراک ہے (یعنی پیلو جس کی ٹہنی سے مسواک کی جاتی ہے) اور اَثل کے معنی جھاؤ کا درخت ہے ذواتی یہ لفظ ذات کا تثنیہ ہے، بحالت نصب وجر، اور ذات مؤنث ہے ذو کا جس کا معنی ہے صاحب، والا حالت رفع میں ذات کا تثنیہ ذواتا ہوگا۔

العرم الشدید

اشارہ ہے آیت کریمہ "فارسلنا علیھم سیل العرم" میں عرم کے معنی ہیں شدید سخت، تفصیل گذر چکی ہے یہاں عرم کے لغوی معنی کو بیان کیا گیا ہے۔

بخاری ۷۰۱ باب قوله حتی اذا فزّع عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربّکم قالوا الحقّ وهو العلیُّ الکبیر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: حتی اذا فزّع الآیۃ پ ۲۲ ع ۹) یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار عالم نے کیا حکم فرمایا وہ کہتے ہیں کہ (فلاں) حق بات کا حکم فرمایا اور (اس پروردگار عالم زیر و فرشتوں کا ایسا حال ہو جانا کیا بعید ہے) وہ عالی شان سب سے بڑا ہے۔

(۳۴۴) حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا عمرو قال سمعت عکرمة یقول سمعت اباهریرة یقول ان نبی اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال اذا قضی اللّٰه الامر فی السماء ضربت الملائکة باجنحتها خضعانا لقوله کانه سلسلة علی صفوان فاذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربکم قالوا للذی قال الحق وهو العلیُّ الکبیر فیسمعها مسترق السمع هکذا بعضه فوق بعض ووصف سفیان بکفه فحرفها وبدد بین اصابعه فیسمع الکلمة فیلقیها الٰی من تحته ثم یلقیها الآخر الی من تحته حتی یلقیها علی لسان الساحر او الکاهن فربما ادرك الشهاب قبل ان یلقیها وربما القاها قبل ان یدرکه فیکذب معها مائة کذبة فیقال الیس قد قال لنا یوم کذا وکذا کذا وکذا فیصدق بتلك الکلمة التی من السماء۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی حکم کو نافذ کرتے ہیں تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کیلئے عاجزی سے اپنے بازو پھڑپھڑاتے ہیں، اللہ کا ارشاد انھیں اس طرح سنائی دیتا ہے جیسے چکنے پتھر پر زنجیر چلانے سے آواز پیدا ہوتی ہے پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا وہ کہتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا اور وہ عالی شان سب سے بڑا ہے، پھر اس گفتگو کو چوری چھپے سننے والے شیطان سن بھاگتے ہیں اور شیطان آسمان کے نیچے اور یوں اوپر نیچے ہوتے ہیں، اور سفیان بن عیینہؒ نے اس موقع پر اپنی ہتھیلی کو جھکا کر انگلیاں الگ الگ کرکے شیاطین کے جمع ہونے کی کیفیت بتائی (کہ

شیطان اس طرح اوپر تلے رہتا ہے) پھر کوئی ایک کلمہ سن لیتا ہے اور اپنے نیچے والے کو بتاتا ہے، پھر اس کلمہ کو دوسرا اپنے نیچے والے کو بتاتا ہے یہاں تک وہ کلمہ ساحر یا کاہن تک پہونچتا ہے کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ کلمہ اپنے سے نیچے والے کو بتائے شہاب ثاقب ان کو آدبوچتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ بتالیتا ہے تو شہاب ثاقب ان پر پڑتا ہے اس کے بعد کاہن اس میں سو جھوٹ ملاکر لوگوں سے بیان کرتا ہے (ایک بات جب اس کاہن کی صحیح ہوجاتی ہے تو ان کے معتقدین کی طرف سے کہا جاتا کہ کیا اسی طرح ہم سے فلاں فلاں کاہن نے نہیں کہا تھا، اسی ایک کلمہ کی وجہ سے جو آسمان پر شیاطین نے سنا تھا، کاہنوں اور ساحروں کی لوگ تصدیق کرنے لگتے ہیں۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة۔
والحديث مضى عن قريب في تفسير سورة الحجر ص۶۸۲۔

واذا قضى الله الامر: وفي حديث النواس بن سمعان عند الطبراني مرفوعا اذا تكلم الله بالوحي اخذت السماء رجفة شديدة من خوف الله فاذا سمع بذلك اهل السماء صعقوا وخروا سجدا فيكون اولهم يرفع راسه جبرئيل عليه السلام فيكلمه الله بوحيه بما اراد فينتهي به على الملائكة كلما مر بسماء وساله اهلها ماذا قال ربنا قال الحق فينتهي به حيث امر (عمده)

باب قوله إن هو إلا نذير لكم بين يدي عذاب شديد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد، (پ ۲۲ ع ۱۲) وہ (پیغمبر) تمکو ایک سخت عذاب آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے۔

(۴۲۵) حدثنا علي بن عبد الله قال حدثنا محمد بن خازم قال حدثنا الاعمش عن عمرو بن مرة عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال صعد النبي صلى الله عليه وسلم الصفا ذات يوم فقال يا صباحاه فاجتمعت اليه قريش قالوا مالك قال أرأيتم لو اخبرتكم ان العدو يصبحكم او يمسيكم اما كنتم تصدقوني قالوا بلى قال فاني نذير لكم بين يدي عذاب شديد فقال ابو لهب تبا لك ألهذا جمعتنا فانزل الله تبت يدا ابي لهب

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر چڑھے اور پکارا! یا صباحاہ (لوگ دوڑو) اس آواز سے قریش جمع ہوگئے اور پوچھا کیا بات ہے آنحضور ﷺ نے فرمایا، بتلاؤ اگر میں تمہیں بتاؤں کہ دشمن صبح کے وقت یا شام کے وقت حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ میری بات کی تصدیق نہیں کروگے؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں ہم آپ کی تصدیق کرینگے۔ آپ نے فرمایا پھر میں تمکو سخت ترین عذاب (دوزخ) سے پہلے ڈرانے والا ہوں، ابولہب بولا، تو ہلاک ہوجا کیا تونے اسی لئے ہمیں بلایا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی تبت یدا ابی لہب۔

تشریح:۔ مطابقته للترجمة ظاهرة ۔ والحديث قد مر في سورة الشعراء ص۷۰۲ وهنا في تفسير سبا ص۷۰۸۔

الحمد للہ کہ نصر الباری شرح بخاری کا انیسواں پارہ ختم ہوا اب بیسواں پارہ شروع ہوتا ہے واسئل اللہ اتمام الباقی وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

بخاری شریف صفحہ ۷۰۹ ❊ الملائکۃ ❊ ای سورۃ الملائکۃ

یہ سورۃ سورۂ فاطر کے نام سے مشہور ہے یہ سورہ مکی ہے اس میں پینتالیس آیات اور پانچ رکوع ہیں

(قال مجاهد القطمير لفافة النواة)

اشارہ ہے آیت کریمہ " والذين تدعون من دونه ما يملكون من قطمير ۲۲ ع ۱۴ اور اس (پروردگار عالم) کے سوا جنکو پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔

مجاہدؒ نے کہا کہ قطمیر کا معنی ہے گٹھلی کا باریک چھلکا۔

❊ (مُثقلة مثقلة) ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ " وَاِنْ تدع مثقلة الى حملها لا يحمل منه شئ ۲۲ ع ۱۵) اگر کوئی بوجھ کا لدا ہوا (یعنی کوئی گنہگار) کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلائے گا تب بھی اس میں سے کچھ بھی نہ ہٹایا جائے گا۔

فرماتے ہیں کہ مثقلۃ بمعنی مثقلۃ ہے یعنی بوجھ کا لدا ہوا اسم مفعول کا صیغہ ہے۔

(وقال غيره الحرور بالنهار مع الشمس وقال ابن عباس الحرور بالليل والسموم بالنهار)

اشارہ ہے آیت کریمہ " وما يستوى الاعمى والبصير ولا الظلمت ولا النور ولا الظل ولا الحرور ۲۲ ع ۱۵) اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں اور نہ تاریکیاں اور روشنی اور نہ چھاؤں اور دھوپ برابر ہے۔

اور مجاہد کے غیر نے کہا الحرور کے معنی ہیں دن کی دھوپ جب سورج نکلا ہوا ہو یعنی لو، دھوپ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حرور رات کی گرمی اور سموم دن کی گرمی۔ مطلب یہ ہے کہ حرور اس لو کو کہتے ہیں جو رات کو چلتی ہے بعض علاقہ (جیسے ہمارے ضلع بیگوسرائے) میں اس کو پالا کہتے ہیں اور سموم وہ ہوا جو دن کو چلتی ہے۔

(وغرابيب سودٌ اشد سوادٌ الغربيب الشديد السواد)

اشارہ ہے آیت کریمہ " الم تر ان الله انزل من السماء ماء فاخرجنا به ثمرات مختلفا الوانها ومن الجبال جُددٌ بيض وحمر مختلف الوانها وغرابيب سود ۲۲ ع ۱۴) (اے مخاطب) کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعہ مختلف رنگتوں کے پھل لگائے (خواہ اس طرح کہ ان کی انواع واقسام الگ الگ ہوں یا ایک ہی نوع اور ایک ہی قسم کے پھل مختلف رنگتوں کے ہوں) اور (اسی طرح) پہاڑوں

کے بھی مختلف حصے ہیں (بعضے) سفید اور (بعضے) سرخ کہ (پھر خود) ان (سفید و سرخ) کی بھی رنگتیں مختلف ہیں (بعض بہت سفید اور بہت سرخ بعض ہلکے سفید اور ہلکے سرخ) اور (بعض نہ سفید نہ سرخ بلکہ) بہت گہرے سیاہ۔

تشریح ثمرات مختلفاً الوانہا ثمرات میں اختلاف الوان کو ترکیب نحوی کے اعتبار سے حال بناکر مختلفا منصوب ذکر فرمایا ہے اور آگے پہاڑوں میں رنگتوں کا اختلاف اسی طرح انسانوں اور چوپایوں وغیرہ میں یہ اختلاف بصورت صفت بیان فرمایا ہے اسی لئے مختلفٌ مرفوع لایا گیا ہے اس میں یہ اشارہ ہو سکتا ہے کہ ثمرات کا اختلاف الوان تو ایک حال پر نہیں وہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے بدلتا رہتا ہے بخلاف پہاڑوں کے اور انسانوں اور جانوروں کے کہ ان کے جو رنگ ہیں وہ عموماً قائم رہنے والے ہیں بدلتے نہیں۔

اور پہاڑوں میں جُدَدٌ فرمایا یہ جدۃ کی جمع ہے جس کے معروف معنی راستہ کے ہیں اور بعض حضرات نے جدہ بمعنی قطعہ و حصہ قرار دیا ہے مطلب دونوں صورتوں میں پہاڑوں کے اجزاء کا مختلف الوان ہونا ہے جن میں سب سے پہلے سفید کا اور آخر میں سیاہ کا ذکر فرمایا درمیان میں احمر یعنی سرخ کے ذکر کے ساتھ مختلف الوانہ فرمایا اس میں اس طرف اشارہ نکل سکتا ہے کہ اصل رنگ دنیا میں دو ہی ہیں سفید، سیاہ اور باقی رنگ اس سفیدی اور سیاہی کے مختلف درجوں سے مرکب ہو کر بنتے ہیں (معارف)

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں غرابیب سود کے معنی ہیں سخت کالے یہ جمع ہے غربیب کی جسکے معنی ہیں بہت کالا۔

(سورۃ یٰس)

بخاری شریف ۷۰۹

سورہ یٰسین مکی ہے اس میں تراسی آیات اور پانچ رکوع ہیں۔

(وقال مجاھدٌ فعززنا شددنا)

اشارہ ہے آیت کریمہ: فعززنا بثالث الاٰیۃ ۲۲ ع ۱۹) پھر ہم نے تیسرے سے تائید کی اور مجاہدؒ نے کہا عززنا بمعنی شددنا ہے یعنی ہم نے قوت پہنچائی، تائید کی۔

یاحسرۃً علی العباد کان حسرۃ علیھم استھزاؤھم بالرسل:۔

اشارہ ہے آیت کریمہ: یحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون ۲۳ ع ۱) افسوس (ایسے) بندوں کے حال پر کہ کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی انھوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں یاحسرۃ علی العباد کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن کفار اپنے

اوپر افسوس کریں گے اس وجہ سے کہ دنیا میں انھوں نے رسولوں کی ہنسی اڑائی۔ بعض حضرات سے یہ بھی منقول ہے کہ یہ حسرت فرشتے اور مؤمنین کی ہوگی کافروں کے حال پر کہ انھوں نے پیغمبروں کی ہنسی اڑائی تھی۔

(ان تدرک القمر لا یستر ضوءُ احدھما ضوءَ الآخر ولا ینبغی لھما ذالک سابق النھار یتطالبان حثیثین)

اشارہ ہے آیت کریمہ: لا الشمسُ ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الّیلُ سابق النھار وَکلٌّ فی فلکٍ یَسْبَحُوْنَ (۲۳ ع ۲) نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے (یعنی سورج کے بس میں نہیں ہے کہ وقت سے پہلے طلوع ہو کر رات کو ہٹا کر دن بنادے) اور نہ رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے (یعنی رات کی مجال نہیں کہ دن کے مقررہ وقت کے ختم ہونے سے پہلے آسکے جیسے دن بھی رات کے زمانہ مقررہ کے ختم ہونے سے پہلے نہیں آسکتا) اور سب (چاند اور سورج) ایک ایک دائرہ میں (حساب سے اس طرح چل رہے ہیں جیسے گویا) تیر رہے ہوں۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ان تدرک القمر کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں (چاند و سورج) میں سے ایک کی روشنی دوسرے کی روشنی کو نہیں چھپاتی اور نہ ان دونوں کے لئے یہ لائق ہے (کیونکہ ہر ایک کے لئے ایک حد مقرر ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کرسکتے ہیں الا عند قیام الساعۃ

سابق النھار ای ولا الیل سابق النھار (نہ رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے) مطلب یہ ہے کہ دونوں چاند اور سورج ایک دوسرے کو طلب کرتے ہیں کوشش سے (لیکن جمع نہیں ہوسکتے الا فی وقت الذی حدہ اللہ لھما و ھو یوم قیام الساعۃ۔

(نسلخ نخرج احدھما من الآخر ویجری کلّ واحدٍ منھما)

اشارہ ہے آیت کریمہ "وآیۃ لھم الّیلُ نسلخ منہ النھار فاذا ھم مظلمون ۲۳ ع ۲) اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے رات ہے ہم اس پر سے دن کو کھینچ لیتے ہیں پس یکایک وہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں نسلخ کے معنی ہیں ہم ان دونوں میں سے ایک کو دوسرے سے کھینچ لیتے ہیں، نکال لیتے ہیں، اور ان دونوں میں سے ہر ایک چل رہے ہیں۔

❊ مِن مّثلِہ من الانعام ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ وخلقنا لھم من مثلہ ما یرکبون (۲۳ ع ۲) اور ہم نے ان کے لئے کشتی ہی جیسی ایسی چیزیں پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں من مثلہ سے مراد چوپایہ ہے جیسے اونٹ وغیرہ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے" الابل سفن البر (عمدہ)

﴿ فکِھُون مُعْجَبُون ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ اِنَّ اصحٰب الجنۃ الیوم فی شغل فٰکھون (پ ۲۳ ع ۳)
اہلِ جنت بے شک اس روز اپنے مشغلوں میں خوش دل ہوں گے۔
فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں فکھون کے معنی ہیں معجبون یعنی خوش خرم ہوں گے۔

﴿ جُندٌ محضَرون " عند الحساب ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ لایستطیعون نصرھم وھم لھم جندٌ مُّحضرون (پ ۲۳ ع ۴)
وہ ان کی کچھ مدد کر ہی نہیں سکتے اور وہ (معبودین) ان لوگوں کے حق میں ایک فریق (مخالف) ہو جاویں گے جو حاضر کئے جائیں گے۔
فرماتے ہیں کہ جند محضرون وہ اصنام جو حساب کے وقت حاضر کئے جائیں گے۔

﴿ ویُذکر عن عِکرمۃ المشحون المُوقَرُ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ وَ اٰیۃٌ لھم انا حملنا ذریتھم فی الفُلك المشحون (پ ۲۳ ع ۲)
اور ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔
فرماتے ہیں کہ حضرت عکرمہ رح سے منقول ہے کہ مشحون کے معنی بوجھل، بھری ہوئی موقر بضم المیم وسکون الواؤ وبعد القاف راء۔

﴿ وقال ابن عباس طائرکم مصائبکم ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ قالوا طائرکم معکم الایۃ (پ ۲۳ ع ۱۹)
(رسولوں نے جواب دیا) تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے۔
اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ آیت میں طائرکم سے مراد مصائبکم ہے یعنی تمہاری مصیبتیں تمہارے ساتھ ہیں۔

﴿ ینسِلون یخرُجون ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ ونُفِخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (پ ۲۳ ع ۲)
اور (دوبارہ) صور پھونکا جائیگا تو سب یکایک قبروں سے (نکل نکل) اپنے رب کی طرف جلد جلدی چلیں گے۔
فرماتے ہیں کہ ینسلون کے معنی ہیں قبروں سے نکل پڑیں گے۔

﴿ مرقدِنا مخرجنا ﴾

اشارہ ہے گذشتہ آیت سے پیوستہ آیت کی طرف قالوا یویلنا من بعثنا من مرقدنا الایۃ (پ ۲۳ ع ۲)
کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی ہم کو قبروں سے کس نے اٹھا دیا الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں مرقد سے مراد مخرج ہے یعنی قبر

﴿ احصیناہ حفظناہ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ وکل شئ احصیناہ فی امام مبین پ۲۲ ع۱۸) ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں ضبط کر دیا تھا۔
فرماتے ہیں کہ احصینا کے معنی ہیں ہم نے محفوظ کر لیا ہے۔

﴿ مکانتھم و مکانھم واحد ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ ولو نشاء لمسخنھم علیٰ مکانتھم الایۃ پ۲۳ ع۳) اور اگر ہم چاہتے تو ان کی صورتیں بدل ڈالتے اس حالت سے کہ یہ جہاں ہیں وہیں رہ جاتے۔
فرماتے ہیں کہ مکانتھم اور مکانھم دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی ان کے گھر، ان کی جگہ میں ان کو مسخ کر دیں۔

﴿ باب قولہ والشمس تجری لمستقر لھا ذلک تقدیر العزیز العلیم ﴾

باب بالتنوین ای ھذا باب فی قولہ تعالیٰ پ۲۳ ع۲) اور آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے اور یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس (خدا) کا جو زبردست اور علم والا ہے۔

۳۲۶ حدثنا ابو نعیم قال حدثنا الاعمش عن ابراھیم التیمی عن ابیہ عن ابی ذرؓ قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد عند غروب الشمس فقال یا ابا ذرؓ اتدری این تغرب الشمس قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فانھا تذھب حتی تسجد تحت العرش فذالک قولہ تعالیٰ والشمس تجری لمستقر لھا ذلک تقدیر العزیز العلیم۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے بیان کیا کہ آفتاب غروب ہونے کے وقت میں مسجد کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا آنحضورؐ نے فرمایا "ابوذر! تمہیں معلوم ہے یہ آفتاب کہاں غروب ہوتا ہے۔؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے آپ نے فرمایا آفتاب چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے پس یہی مطلب ہے ارشاد باری تعالیٰ کا والشمس تجری لمستقر لھا ذلک تقدیر العزیز العلیم۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاھرۃ
والحدیث اخرجہ البخاری فی بدء الخلق ص۴۵۴ وھنا فی التفسیر ص۷۰۹ وفی التوحید ص۱۱۰۵۔

۳۲۷ حدثنا الحمیدی قال حدثنا وکیع قال حدثنا الاعمش عن ابراھیم

التیمی عن ابیہ عن ابی ذر قال سالت النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن قولہ تعالیٰ والشمس تجری لمستقر لھا" قال مستقرھا تحت العرش ؛

ترجمہ :۔ حضرت ابوذر غفاری رضی سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا باری تعالیٰ کے قول والشمس تجری لمستقر لھا کے متعلق تو آپؐ نے فرمایا " مستقرھا تحت العرش "

تشریح | ھذا طریق اٰخر فی الحدیث المذکور ۔ واخرجہ مسلم ص۸۸)

علوم جدیدہ اور نئے انکشافات روایات مذکورہ کی مذکورہ تشریح پر موجودہ دور کے مشاہدات و انکشافات سے متعدد اشکالات و اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

۱۔ عام مشاہدہ ہے کہ آفتاب اگر ایک جگہ غروب ہوتا ہے تو دوسری جگہ طلوع ہوتا ہے اس لئے طلوع و غروب اس کا ہر وقت ہر حال میں جاری ہے پھر بعد الغروب تحت العرش جانے اور سجدہ کرنے کے کیا معنی ہیں ؟

۲۔ عرشِ الٰہی کی جو کیفیت قرآن و سنت سے سمجھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ تمام زمینوں اور آسمانوں کے اوپر محیط ہے یہ زمین و آسمان مع سیارات وانجم کے سب کے سب عرش کے اندر محصور ہیں اور عرش ان تمام کائنات سماویہ کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے اس لحاظ سے آفتاب تو ہمیشہ ہر حال اور ہر وقت ہی تحت العرش ہے پھر غروب کے بعد تحت العرش جانے کا کیا مطلب ہوگا ؟

۳۔ حدیثوں کے ظاہر سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب اپنے مستقر پر پہونچکر وقفہ کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرکے اگلے دورہ کی اجازت لیتا ہے حالاں کہ آفتاب کی حرکت میں کسی وقت بھی انقطاع نہ ہونا کھلا ہوا مشاہدہ ہے اور پھر چونکہ آفتاب کا طلوع و غروب مختلف مقامات کے اعتبار سے ہر وقت ہی ہوتا رہتا ہے تو یہ وقفہ اور سکون بھی ہر وقت ہونا چاہئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آفتاب کو کسی وقت بھی حرکت نہ ہو ۔

جواب :۔ ان اشکالات کا جواب سمجھنے کے لئے پہلے آیت خداوندی پر غور کرنا چاہئے کہ آیت خداوندی کا مفہوم تو صاف ہے کہ آفتاب چلتا رہتا ہے اپنے مستقر کی طرف ۔

مستقر کے معنی وقت قرار کے ہیں اور جائے قرار بھی یعنی مستقر زمانی بھی ہوسکتا ہے اور مکانی بھی الانسب اور بہتر تو یہ ہے کہ مستقر زمانی مراد لیا جائے یعنی وقت جبکہ آفتاب اپنی حرکت مقررہ پوری کرکے ختم کردے گا ۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ آفتاب اپنے مدار پر ایسے محکم اور مضبوط نظام کے ساتھ حرکت کر رہا ہے جس میں کبھی ایک منٹ یا ایک سکنڈ کا فرق نہیں آتا ہزاروں سال اس روش پر گذر چکے ہیں پھر بھی یہ حرکت دائمی نہیں بلکہ اس کا ایک خاص مستقر (مقررہ وقت)

ہے جہاں پہونچکر یہ حرکت بند اور ختم ہو جائے گی اور وہ قیامت کا دن ہے ۔
اس تفسیر کی تائید سورۂ زمر کی ایک آیت سے بھی ہوتی ہے کہ مستقر سے مراد مستقر زمانی یعنی روز قیامت ہے خلق السموات والارض بالحق یکور اللیل علی النہار و یکور النہار علی اللیل و سخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی " اس آیت میں لیل و نہار (رات و دن) کے انقلاب کو عوامی نظر کے مطابق بطور تمثیل بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالے رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے اور دن کو رات پر گویا رات اور دن کو دو غلافوں سے تشبیہ دی ہے رات کا غلاف دن پر چڑھا دیا جاتا ہے تو رات ہو جاتی ہے اور دن کا غلاف رات پر چڑھا دیا جاتا ہے تو دن ہو جاتا ہے اس کے بعد ارشاد ہے کہ شمس و قمر اللہ تعالے کے مسخر و تابع فرمان ہیں ان میں سے ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے گا ۔ یہاں اجل مسمی کے الفاظ ہیں جس کے معنی میعاد معین (یعنی مقررہ وقت) کے ہیں اس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ شمس و قمر دونوں کی حرکت دائمی نہیں ہے اس کی حرکت کا میعاد معین ہے ۔ وقت مقررہ پر پہنچکر ختم اور منقطع ہو جائیگی اس تفسیر میں آیت کریمہ کا مفہوم واضح ہے مذکورہ اشکالات میں سے کوئی اشکال اور شبہ وارد ہی نہ ہوگا ۔

البتہ اگر مستقر مکانی (جائے قرار) مراد لیں تو بھی اس کا مستقر مدار شمس کے اس نقطہ کو کہا جاسکتا ہے جہاں سے اول تخلیق کے وقت آفتاب نے حرکت شروع کی اس نقطہ پر پہونچکر نئے دورہ کی ابتداء ہوتی ہے ، اب رہا یہ کہ وہ نقطہ کہاں ہے ؟ اور کونسا ہے ؟ جہاں سے آفتاب کی حرکت ابتداء آفرینش میں شروع ہوئی قرآن حکیم اس قسم کی بحثوں میں انسان کو نہیں الجھاتا ہے جس کا تعلق انسان کے کسی دینی یا دنیوی فائدہ سے نہ ہو قرآن حکیم اصل مقصد کی طرف انسان کو متوجہ کرتا ہے اور وہ مقصد حق تعالے کی قدرت و حکمت کاملہ کے مظاہر کا بیان ہے کہ اس جہاں میں سب سے بڑا اور سب سے روشن ترین کرہ آفتاب کا ہے وہ بھی نہ خود بخود بن گیا ہے اور نہ خود بخود اس کی کوئی حرکت پیدا ہوتی ہے وہ اپنی اس شبانہ روز کی حرکت میں ہر وقت حق تعالے کی اجازت و مشیت کے تابع چلتا ہے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں غروب آفتاب کے قریب حضرت ابوذر غفاری رض کو ایک سوال وجواب کے ذریعہ اس حقیقت پر متنبہ ہونے کی ہدایت فرمائی ۔ جس میں بتلایا کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد عرش کے نیچے اللہ تعالے کو سجدہ کرتا ہے اور پھر اگلا دورہ شروع کرنے کی اجازت مانگتا ہے ۔ جب اجازت مل جاتی ہے تو حسب دستور آگے چلتا ہے اور صبح کو جانب مشرق سے طلوع ہو جاتا ہے اس کا حاصل اس سے زائد نہیں کہ آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت عالم دنیا میں ایک نیا انقلاب آتا ہے جس کا مدار آفتاب پر ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس انقلابی وقت کو انسانی تنبیہ کے لئے موزوں سمجھ کر یہ تلقین فرمائی کہ آفتاب کو خود مختار اپنی قدرت

خود چلنے والا نہ سمجھو، یہ صرف اللہ تعالیٰ کے اذن و مشیت کے تابع چل رہا ہے اس کا ہر طلوع و غروب اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوتا ہے یہ اس کی اجازت کے تابع ہے اس (آفتاب) کے تابع فرمان حرکت کرنے ہی کو سجدہ قرار دیا گیا کیونکہ سجدہ ہر چیز کا اس کے مناسب حال ہوتا ہے جیسا کہ خود قرآن حکیم نے تصریح فرمادی ہے کل قد علم صلوتہ وتسبیحہ "یعنی ساری مخلوق اللہ کی عبادت اور تسبیح میں مشغول ہے مگر ہر ایک کی عبادت و تسبیح کا طریقہ الگ الگ ہے اور ہر مخلوق کو اس کی عبادت و تسبیح کا طریقہ سکھلا دیا جاتا ہے جیسے انسان کو اسکی نماز و تسبیح کا طریقہ تبلادیا گیا ہے اسلئے آفتاب کے سجدہ کے معنی یہ سمجھنا کہ وہ انسان کے سجدہ کی طرح زمین پر ماتھا ٹیکنے ہی سے ہوگا صحیح نہیں۔

اور یہ معلوم ہے کہ عرش خداوندی تمام آسمانوں، زمینوں اور ستاروں پر محیط ہے تو یہ ظاہر ہے کہ آفتاب ہر وقت ہر جگہ زیر عرش ہی ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ آفتاب جس وقت ایک جگہ غروب ہو رہا ہوتا ہے تو دوسری جگہ طلوع بھی ہو رہا ہوتا ہے اسلئے اس کا ہر لمحہ طلوع و غروب سے خالی نہیں تو آفتاب کا زیر عرش رہنا بھی ہر حال میں ہے اور طلوع و غروب ہونا بھی ہر حال میں ہے، اس لئے حاصل مضمون حدیث کا یہ ہوا کہ آفتاب اپنے پورے دورے میں زیر عرش اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز رہتا ہے یعنی اس کی اجازت اور فرمان کے تابع حرکت کرتا ہے پس اس سجدہ اور اجازت کے لئے اس کو کسی وقفہ اور سکون کی ضرورت نہیں ہوتی وہ اپنے مدار پر حرکت کے درمیان ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ بھی کرتا ہے اور آگے چلنے کی اجازت بھی مانگتا ہے اور یہ سلسلہ قرب قیامت تک چلتا رہے گا۔

حضرت ابوذر رضؓ ابوذر کنیت ہے اور مسیح الامت لقب، اسم گرامی جندب بن جنادہ علی المشہور آپ کے والد کا نام جنادہ بن کعب اور والدہ کا نام رملہ بنت ربیعہ ہے آپ اپنے جدِ اعلیٰ کی نسبت سے غفاری کہلاتے تھے آپ کی کنیت آپ کے نام پر غالب آگئی اور ابوذر غفاریؓ کے نام سے مشہور بین الانام ہوئے زہد و تصوف میں صحابہ کے درمیان آپ کی امتیازی حیثیت رہی ہے۔

حضرت ابوذرؓ اسلام سے قبل خاندانی طرز پر رہزنی میں کسی سے کم نہ تھے مگر طبعاً توحید پرست تھے چنانچہ ابتدا ہی میں حلقہ بگوش اسلام ہوگئے آپ اسلام لانے والوں میں پانچویں نمبر پر ہیں۔ خود حضرت ابوذرؓ سے منقول ہے کہ مجھے میرے خلیل (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) نے چند چیزوں کی وصیت فرمائی ۱ مسکینوں سے محبت کرنا ۲ یہ کہ میں اپنے سے کمتر پر نظر رکھوں ۳ اپنے سے برتر (باعتبار مال و دولت کے) پر نظر نہ کروں ۴ ہمیشہ سچ بولوں خواہ تلخ ہی کیوں نہ ہو ۵ اللہ کے راستہ (احکام شریعت کے بیان کرنے) میں ملامت کرنے والوں کے ملامت کی پرواہ نہ کروں (ماخوذ از حلیۃ الاولیاء)

اخیر عمر میں مدینہ منورہ کے قریب ربذہ نامی ایک گاؤں میں مع گھر والوں کے مقیم ہوگئے تھے۔

بالآخر ۸ ذی الحجہ ۳۲ھ میں اپنے حقیقی مولا سے جا ملے آپ کے جنازہ کی نماز حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پڑھائی جس میں سارا قافلہ شریک تھا۔ ان سے دو سو اکیاسی حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں بخاری شریف میں چودہ اور مسلم شریف میں انتیس ہیں۔

بخاری ص۷۰۹ ❊ والصّافات ❊ ای سورة الصّٰفّٰت

سورۂ صافات مکی ہے اس میں ایک سو بیاسی آیات اور پانچ رکوع ہیں۔

وقال مجاهد ويقذفون بالغيب من مكانٍ بعيد " من كل مكان ويقذفون من كل جانب يُرمون :-

اور مجاہدؒ نے سورہ سبا کی آیت ویقذفون بالغیب من مکان بعید (پ۲۲ ع۱۲) اور بے تحقیق باتیں دور ہی دور سے ہانکا کرتے تھے) کی تفسیر میں فرمایا من کل مکان یعنی بے تحقیق تیر پھینکتے رہے (دنیا میں) دور کی جگہ سے یعنی ہر جگہ سے، پیغمبر کو کبھی کہتے شاعر، کبھی ساحر کبھی کاہن اور دوسری آیت جو سورۂ صافات کی ہے " ويُقذفون من كل جانبٍ (پ۲۳ ع۵) اور وہ (شیطان) ہر طرف سے مار کر دھکے دیدئے جاتے ہیں۔ مجاہدؒ نے کہا کہ یقذفون بمعنی یُرمون ہے یعنی ہر طرف سے پھینکے جاتے ہیں۔ مار پڑتی ہے۔

❊ وَاصِبٌ دائمٌ ❊

اشارہ ہے گذشتہ آیت سے پیوستہ کی طرف دُحوراً ولهم عذابٌ وَاصِب (پ۲۳ ع۵)

دُحوراً گذشتہ آیت کے فعل یُقذفون کا مفعول لہ ہے یعنی پھینکے جاتے ہیں بھگانے کے لئے اور (آخرت میں) ان کے لئے دائمی عذاب ہوگا۔

فرماتے ہیں کہ واصب بمعنی دائم ہے وعن ابن عباسؓ سخت عذاب (عمدہ)

❊ لازبٌ لازمٌ ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ انا خلقناهم من طينٍ لازب (پ۲۳ ع۵) ہم نے ان لوگوں کو چپکنی مٹی (لیس دار گارے) سے پیدا کیا۔

فرماتے ہیں آیت میں لازب بمعنی لازم ہے یعنی چپکنے والی، لیسدار۔

❊ تاتوننا عن اليمين يعني الحق الكفار تقوله للشيطان ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ " قالوا انكم كنتم تاتوننا عن اليمين (پ۲۳ ع۶) تابعین (اپنے سرداروں سے) کہیں گے کہ (ہم کو تم نے گمراہ کیا کیونکہ) ہم پر تمہاری آمد بڑے زور کی ہوا کرتی تھی (یعنی تم ہم پر زور ڈال کر ہمیں گمراہ کرتے تھے)

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں یمین کے معنی ہیں حق کے، مطلب یہ ہے کہ میدان حشر میں کفار شیطانوں سے

کہیں گے تاتوننا عن الیمین یعنی اے سردارو تم ہمارے پاس حق بات کی طرف سے آتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا مذہب حق ہے اور رسول کی تعلیم (معاذاللہ) غلط ہے۔

اس میں الکفار مبتدا ہے اور تقول اس کی خبر ای تقول الکفار ھذا القول للشیاطین۔
دوسرا نسخہ جو حاشیہ پر ہے یعنی الجن الکفار الخ اس صورت میں الکفار صفت ہوگی الجن کی۔

غولٌ وجع بطنٍ ینزفون لاتذھب عقولھم

اشارہ ہے آیت کریمہ لا فیھا غول ولاھم عنھا ینزفون پ۲۳ ع ۶) نہ اس (جنت کی شراب) میں دردِ سر ہوگا (جیسے دنیا کی شراب میں ہوتا ہے جس کو خمار کہتے ہیں) اور نہ اس سے عقل میں فتور آئیگا
فرماتے ہیں کہ آیت میں غول کے معنی پیٹ کا درد ہے اور ینزفون یعنی لاھم عنھا ینزفون کے معنی ہیں نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا۔

تشریح غول کے معنی اکثر اہل لغت دردِ سر، مدہوش اور سر چکرانے کے لکھتے ہیں اور بعض نے پیٹ کا درد بھی بیان کیا ہے، معارف نے حافظ ابن جریر ح کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہاں غول آفت کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ جنت کی شراب میں ایسی کوئی آفت نہیں ہوگی جیسی دنیا کی شرابوں میں پائی جاتی ہے نہ دردِ سر ہوگا نہ دردِ شکم اور نہ عقل کا بہک جانا۔ (معارف القرآن)

قرینٌ شیطانٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ" قال قائل منھم انی کان لی قرینٌ پ۲۳ ع ۶) ان (اہل جنت) میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ملاقاتی تھا۔
فرماتے ہیں کہ قرین بمعنی ملاقاتی، ساتھی ہے۔

یُھرَعون کھیأۃ الھرولۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ: فھم علیٰ اثرھم یُھرَعون پ۲۳ ع ۶) پھر یہ بھی ان کے قدم بقدم تیزی کے ساتھ چلتے تھے۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں یُھرعون کا معنی ہے تیز چلتے ہیں بصورت دوڑنے کے (مطلب یہ ہے کہ اپنے گمراہ باپ دادوں کی اندھی تقلید میں ان ہی کی راہ پر دوڑ پڑے فکر و تدبر سے کچھ بھی کام نہ لیا۔

یزفون النسلان فی المشی

اشارہ ہے آیت کریمہ" فاقبلوا الیہ یزفون پ۲۳ ع ۷) پس وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے (گھبرائے ہوتے غصہ میں) آئے۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں یزفون کے معنی ہیں چلنے میں تیزی کرنا یہ زف سے مشتق ہے نزدیک نزدیک قدم رکھ کر دوڑنا۔

وبین الجنۃ نسبا " قال کفار قریش الملائکۃ بنات اللّٰہ وامھاتھم بنات سروات الجن وقال اللّٰہ تعالیٰ ولقد علمت الجنۃ انھم لمحضرون ستحضر للحساب۔

اشارہ ہے آیت کریمہ وجعلوا بینہ وبین الجنۃ نسبا ۲۳ ع ۹) اور ان لوگوں نے اللہ اور جنات میں (بھی) رشتہ داری قرار دی ہے۔

فرماتے ہیں کہ بین الجنۃ نسبا کا مطلب یہ ہے کہ کفار قریش کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں (اس پر حضرت ابوبکر صدیق رض نے پوچھا کہ پھر ان کی مائیں کون ہیں ؟ تو انھوں نے کہا کہ) ان کی مائیں جن سرداروں کی لڑکیاں ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ولقد علمت الجنۃ انھم لمحضرون ۲۳ ع ۹) اور جنات نے خوب معلوم کر لیا ہے (یعنی عقیدہ ہے) کہ (قیامت کے روز) حساب کے لئے حاضر کئے جائیں گے۔

ستحضر للحساب " یعنی اے قائلین تم لوگ حاضر کئے جاؤ گے حساب کے لئے۔

وقال ابن عباس لنحن الصافون الملائکۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ وانا لنحن الصافون ۲۳ ع ۹) اور ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔
اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ نحن الصافون سے مراد فرشتے ہیں یعنی یہ فرشتوں کا قول ہے۔

صراط الجحیم سواء الجحیم ووسط الجحیم

اشارہ ہے آیت کریمہ فاھدوھم الیٰ صراط الجحیم ۲۳ ع ۵) پھر ان سب کو دوزخ کا رستہ بتلاؤ اور آیت کریمہ فاطلع فراٰہ فی سواء الجحیم ۲۳ ع ۶) پھر وہ شخص جھانکے گا تو اس کو وسط جہنم میں دیکھے گا فرماتے ہیں کہ صراط الجحیم اور سواء الجحیم اور وسط الجحیم تینوں کے معنی ایک ہیں یعنی وسط جہنم

لشوبا یخلط طعامھم ویساط بالحمیم

اشارہ ہے آیت کریمہ ثم ان لھم علیھا لشوبا من حمیم ۲۳ ع ۶) پھر ان کو کھولتا ہوا پانی (پیپ میں) ملا کر دیا جائیگا۔
فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ لشوبا من حمیم کے معنی ہیں یخلط طعامھم ان کا کھانا مخلوط ہوگا گرم کھولتا پانی سے۔ ساط یسوط سوط بمعنی خلط یخلط آتا ہے۔

مدحورا مطرودا

اشارہ ہے آیت کریمہ قال اخرج منھا مذ ءوما مدحورا الاٰیۃ ۸ ع ۹) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں (آسمان) سے ذلیل وخوار ہو کر نکلجا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں مدحوراً کے معنی ہیں مطرود یعنی نکالا ہوا، دور کیا ہوا۔
واضح رہے کہ یہ لفظ اس سورہ میں نہیں ہے بلکہ سورۂ اعراف کا ہے اس لئے علامہ عینی رح فرماتے ہیں
" ولیس ھنا محلہ والذی فی ھذہ السورۃ ھو قولہ ویقذفون من کل جانب دحورا و قدمر بیانہ عن قریب۔

﴿ بَیۡضٌ مَّکۡنُوۡنٌ اللؤلؤ المکنون ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ کانھن بیض مکنون ۲۳ ع ۶) گویا بیضے ہیں جو (پروں کے نیچے) چھپے ہوئے ہیں۔
فرماتے ہیں آیت میں بیض مکنون سے مراد چھپے ہوئے موتی ہیں (دراصل حوران جنت کی تعریف ہیں کہ صفائی اور نرمی میں موتی کے مانند ہیں۔

﴿ وَتَرَکۡنَا عَلَیۡہِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ یُذکر بخیر ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ وترکنا علیہ فی الآخرین ۲۳ ع ۷) اور ہم نے ان کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ نوح ؑ پر سلام ہو۔
فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ان کا ذکر خیر ہوتا رہے گا۔

﴿ یَسۡتَسۡخِرُوۡنَ یسخرون ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ وَاِذَا رَاَوۡا اٰیَۃً یستسخرون ۲۳ ع ۵) اور جب یہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کی ہنسی اڑاتے ہیں۔
فرماتے ہیں کہ یستسخرون بمعنی یسخرون ہے یعنی مذاق اڑاتے ہیں۔

بَعۡلٌ ربا

اشارہ ہے آیت کریمہ اتدعون بعلا وتذرون احسن الخالقین ۲۳ ع ۸) کیا تم بعل کو (جو ایک بت کا نام تھا) پوجتے ہو اور اس کو چھوڑ بیٹھے ہو جو سب سے بڑھکر بنانے والا ہے۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں بعل بمعنی رب ہے۔

تشریح بعل ایک بت کا نام ہے بنی اسرائیل کی ایک جماعت اس کی پرستش کرتی تھی شیخ الاسلام ذکریا انصاری رح نے تحفۃ الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ ان لوگوں نے ہی اس بت کے نام پر شہر کا نام بعلبک رکھا، ان ہی لوگوں کی ہدایت کے لئے حق تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کو مبعوث فرمایا کہ اس خطے میں جاکر توحید کی تعلیم دیں۔

بخاری ص۷۰۹ ﴿ بَابُ قَوۡلِہٖ وَاِنَّ یُوۡنُسَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۲۳ ع ۹) اور بیشک یونس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے۔

۳۲۸ حدثنا قتیبۃ بن سعید قال حدثنا جریر عن الاعمش عن ابی وائل عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما ینبغی لاحد ان یکون خیراً من ابن متی

ترجمہ :۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ابن متی یعنی حضرت یونس بن متی علیہ السلام) سے بہتر ہونے کا دعویٰ کرے۔

تشریح | مطابقۃ للترجمۃ ظاهرۃ۔

والحدیث سر سرارا وسیاتی متصلا۔

۳۲۹ حدثنی ابراهیم بن المنذر قال حدثنا محمد بن فلیح قال حدثنی ابی عن هلال بن علی من بنی عامر بن لؤی عن عطاء بن یسار عن ابی هریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من قال انا خیر من یونس بن متی فقد کذب۔

ترجمہ :۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں وہ جھوٹا ہے۔

تشریح | مطابقۃ للترجمۃ ظاهرۃ۔

والحدیث سر سرارا، ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۱۲۵ بخاری صفحہ ۶۶۲۔

ص

بخاری صفحہ ۷۰۹ ❊ ❊ ای سورۃ ص بسم اللہ الرحمن الرحیم کما فی نسخۃ الحاشیہ

سورۂ ص مکی ہے اس میں اٹھاسی آیات اور پانچ رکوع ہیں۔

شانِ نزول | اس سورت کی ابتدائی آیات کا پس منظر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب جب بیمار ہوئے تو کفار قریش کے بڑے بڑے سردار جن میں ابوجہل اور عاص بن وائل بھی تھا آنحضور صلعم کی شکایت کرنے کے لئے ابو طالب کے پاس پہونچے اور کہا کہ آپ کا بھتیجہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے، ابو طالب نے ان سرداروں کے سامنے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بلا کر پوچھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو صرف ایک ایسا کلمہ کہلوانا چاہتا ہوں کہ جس کے ذریعہ سارا عرب ان کے آگے سرنگوں ہو جائے اور عجم کے لوگ جزیہ ادا کریں اسپر ابوجہل نے کہا" بتاؤ وہ کلمہ کیا ہے ؟ ہم ایک کلمہ نہیں دس کلمے کہنے کو تیار ہیں اسپر آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ کہدو۔ یہ سنتے ہی کفار قریش خفا ہو کر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے یہ تو بڑی

عجیب بات ہے اس نے سب معبودوں کا ایک ہی معبود کر دیا اسپر سورہ صٓ کی آیتیں نازل ہوئیں۔
(ماخوذ از ابن کثیر)

۲۳۰ حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة عن العوام قال سالت مجاهدا عن السجدة فی صٓ قال سئل ابن عباس فقال اولئك الذین هدی الله فبهداهم اقتده " وکان ابن عباس یسجد فیها۔

ترجمہ:۔ عوام بن حوشب نے بیان کیا کہ میں نے مجاہدؒ سے سورۂ صٓ میں سجدہ کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ سوال حضرت ابن عباسؓ سے بھی کیا گیا تھا تو انھوں نے (یعنی حضرت ابن عباسؓ نے) اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی " اُولٰئك الذین الآیۃ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی تھی پس آپ بھی ان ہی کی ہدایت کی اتباع کیجئے، اور ابن عباسؓ اس میں سجدہ کرتے تھے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
مزید تشریح کے لئے سورۂ انعام کی تفسیر نصر الباری کی حدیث ۱۵۲ کی تشریح دیکھئے۔

۲۳۱ " حدثنی محمد بن عبد اللہ قال حدثنا محمد بن عبید الطنافسی عن العوام قال سالت مجاهدا عن سجدة صٓ فقال سالت ابن عباس من این سجدت فقال او ما تقرأ ومن ذریته داؤد وسلیمٰن اولئك الذین هدی الله فبهداهم اقتده فکان داؤد ممن أمر نبیکم ان یقتدی به فسجدها رسول الله صلی الله علیه وسلم "

ترجمہ:۔ عوام نے بیان کیا ہے کہ میں نے مجاہدؒ سے سورۂ صٓ میں سجدہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا تھا کہ آپ نے (سورۂ صٓ میں) کہاں سے سجدہ کیا ہے؟ (یعنی کس دلیل سے) آپ نے فرمایا "کیا تم (سورۂ انعام میں) یہ نہیں پڑھتے؟ وَمِن ذُرِّیَّتِهٖ داؤد الآیۃ پ ع ۱۶) اور ان کی نسل سے داؤد اور سلیمانؑ ہیں۔ یہ حضرات ایسے تھے جنکو اللہ نے ہدایت کی تھی آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام بھی ان میں سے تھے جن کی اتباع کا تمہارے پیغمبر (یعنی ہم سب کے نبی حضور اقدس صلعم) کو حکم تھا (چونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سجدہ کا اس میں ذکر ہے اس لئے) اس موقعہ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا۔

تشریح:۔ مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

محمد بن عبد اللہ شیخ بخاری کون ہیں؟ اکثر محدثین کا رجحان یہ ہے کہ یہ امام بخاریؒ کے شیخ محمد بن یحیٰی بن عبد اللہ ذہلی نیشاپوریؒ ہیں

امام بخاری کے قیام نیشاپور کے زمانہ میں عام مقبولیت اور شہرت تھی لوگ بکثرت حاضر خدمت ہوتے ایک روز کسی نے امام سے پوچھا کہ لفظ بالقرآن کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ امام نے فرمایا:۔

افعالنا مخلوقة والفاظنا من افعالنا " بس اس سے ایک شور ہو گیا۔ کسی نے کہا کہ امام بخاری نے کہا " لفظی بالقرآن مخلوق ، دوسرے نے کہا کہ اس طرح نہیں فرمایا بس دو جماعت ہو گئی اور باہمی فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا تو گھر والوں نے سب کو نکالدیا ۔ لیکن بات گو مگو رہی چند روز کے بعد ایک شخص نے امام سے بامرار پوچھا تو امام نے فرمایا۔ " القرآن کلام اللہ غیر مخلوق وافعال العباد مخلوقة ومن زعم انی قلت لفظی بالقرآن مخلوق فهو کذاب یعنی جو کہتا ہے کہ میں نے لفظی بالقرآن مخلوق کہا ہے وہ جھوٹا ہے میں نے تو یہ کہا ہے " القرآن کلام اللہ غیر مخلوق وافعال العباد مخلوقة " امام بخاری کا قول صحیح اور حق تھا اور مستنبط من القرآن تھا ارشاد الٰہی " واللہ خلقکم وما تعملون " جس کا صاف مطلب ہے کہ انسان مخلوق ہے اور اس کے سارے افعال مخلوق اور حادث ہیں مسئلہ بالکل صاف تھا لیکن بعض لوگوں نے خواہ مقبولیت عامہ کی وجہ سے حسد ہو یا امام کے کلام کو سمجھنے میں قصور ہو امام کو بدنام کر دیا اور یہ خبر نیشاپور کے عظیم محدث محمد بن یحییٰ ذہلی رح تک پہونچی محمد بن یحییٰ نے اعلان کر دیا کہ القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ومن زعم لفظی بالقرآن مخلوق فهو مبتدع " اس کا بائیکاٹ کیا جائے اور اس کے بعد محمد بن اسماعیل (امام بخاری رح) کے پاس ہو جائے اسے متہم جانو۔

امام ذہلی رح نے اپنی مجلس میں اعلان کر دیا " من قال باللفظ فلا یحل له ان یحضر مجلسنا یعنی جو شخص قرآن پڑھنے کو حادث مانتا ہے اس کو ہمارے مجلس میں آنے کی اجازت نہیں اس اعلان پر امام مسلم رح اور احمد بن سلمہ رح ذہلی رح کی مجلس سے اٹھ گئے اور امام بخاری رح ہی سے تعلق قائم رکھا۔

بہر حال امام بخاری رح نے امام ذہلی کی روایت جہاں بھی لی ہے وہاں پورا تعارف نہیں کراتے ہیں بلکہ ابہام کے ساتھ ذکر کرتے ہیں یہاں بھی محمد بن یحییٰ کے بجائے جد امجد کی طرف نسبت کر دی۔ محمد بن عبد اللہ۔

لیکن احتمال ہے کہ محمد بن عبد اللہ سے محمد بن عبد اللہ بن مبارک ہو واللہ اعلم بالصواب (عمدہ)

؎ عُجَابٌ عجیبٌ ؎

اشارہ ہے آیت کریمہ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ پ ۲۳ ع ۱۰) واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔

فرماتے ہیں کہ عجاب بمعنی عجیب ہے یعنی تعجب میں ڈالنے والی چیز۔

؎ القِطُّ الصَّحِیفَةُ وھو ھٰھنا صَحِیفَةُ الحسنات ؎

اشارہ ہے آیت کریمہ وقالوا ربنا عجّل لنا قطنا قبل یوم الحساب پ ۲۳ ع ۱۱) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہم کو روز حساب سے پہلے ہی دیدے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں قط کا معنی صحیفہ ہے یعنی کاغذ کا پرچہ اور یہاں قِط سے مراد نیکیوں کا پرچہ ہے یہی تفسیر حضرت سعید بن جبیر رح سے منقول ہے بعض نسخہ میں صحیفة الحساب ہے اس صورت

میں معنی ہوگا حساب کا پرچہ یعنی آخرت میں جو جزا وسزا ہمیں ملنا ہے وہ یہاں ہی دیدے یہی منقول ہے حضرت مجاہدؒ اور قتادہ وغیرہ سے اور یہ کہ کفار حضورؐ سے بطور استہزاء کہتے تھے مقصد انکار قیامت تھا کہ اگر واقعی قیامت ہے تو ہم کو ابھی ہمارا حصہ یعنی عذاب دلوا دیجئے، اور جب عذاب الٰہی نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ قیامت نہیں ۔

وقال مجاهدٌ فی عزةٍ وشقاق پ۲۳ ع ۱۰) بلکہ یہ کفار تعصب اور مخالفت میں (پڑے) ہیں اور مجاہدؒ نے کہا کہ فی عِزَّةٍ بمعنی معازّین (العظم الیم) ہے بمعنی مغالبین یعنی حصول عزت میں غلبہ چاہنے والے وقیل حق سے تکبر کرنے والے، سرکشی کرنے والے۔

❁ الملّة الآخرة ملّة قریش الاختلاف الکذب ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ: ماسمعنا بهذا فی الملّة الآخرة إن هذا الّا اختلاق پ۲۳ ع ۱۰) ہم نے تو یہ بات پچھلے مذہب میں نہیں سنی یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک من گھڑت بات ہے۔

فرماتے ہیں کہ ملّة الآخرة سے مراد قریش کا مذہب ہے اور اختلاق کا معنی جھوٹ ہے وبہ فسر مجاہد وقتادہ اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ پچھلے دین سے مراد عیسائی دین ہے یعنی نصاریٰ جو اہل کتاب ہیں ان کو بھی ہم نے نہیں سنا کہ سب خداؤں کو ہٹا کر ایک ہی خدا رہنے دیا ہو آخر وہ بھی تین خدا مانتے تھے اور آنحضرتؐ کو رسول نہیں مانتے، اگر پہلی کتاب میں کچھ اصل ہوتی تو وہ ضرور قبول کرتے، معلوم ہوا کہ محض گھڑی ہوئی بات ہے۔ العیاذ باللہ۔

❁ الاسباب طرق السماء فی ابوابها ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ فلیرتقوا فی الاسباب پ۲۳ ع ۱۰) تو ان کو چاہئے کہ سیڑھیاں لگا کر (آسمانوں پر) چڑھ جاویں، اور بطور زجر توبیخ ہے۔

فرماتے ہیں کہ اسباب کے معنی ہیں آسمان کے راستے اس کے دروازوں میں۔

جُندٌ مّا هنالك مهزومٌ مِّنَ الاحزاب پ۲۳ ع ۱۰) منجملہ گروہوں میں سے ایک گروہ ہے جو یہاں (یعنی مکہ میں) شکست دئے جاویں گے (چنانچہ غزوہ بدر سے فتح مکہ تک میں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی)

فرماتے ہیں جندٌ اور اس کی صفت مهزومٌ سے مُراد قریش مکہ ہے۔

❁ اولئك الاحزابُ القرون الماضيةُ ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ" واَصحٰبُ لئیکة اولئك الاحزاب پ۲۳ ع ۱۰) اور اصحاب ایکہ نے تکذیب کی تھی اور وہ احزاب (جس کا اوپر من الاحزاب میں ذکر آیا ہے) یہی لوگ ہیں۔

فرماتے ہیں اولئك الاحزاب سے مراد گذشتہ امتیں ہیں جن پر اللہ کا عذاب نازل ہوا جیسے

قوم نوح وغیرہ

❁ فواقٍ رجوع ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ وما ینظر ھؤلاء الا صیحۃً واحدۃً مالھا من فواق پ ۲۳ ع ۱۱) اور یہ لوگ (یعنی مکذبین) بس ایک زور کی چیخ (یعنی نفخہ ثانیہ) کے منتظر ہیں جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہوگی۔

فرماتے ہیں کہ فواق کا معنی رجوع ہے یعنی دنیا کی طرف لوٹنا نہیں ہے۔

❁ قِطّنا عذابًا ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ ربنا عجل لنا قطنا قبل یوم الحساب پ ۲۳ ع ۱۱) ترجمہ گذر چکا۔
قیل ھذا المکرر ولیس کذالک فانہ فسر قطنا فی الاول بالصحیفۃ وھھنا بالعذاب ای عجل لنا عذابنا علی انہ لا یوجد فی اکثر النسخ (عمدہ)

❁ اتخذناھم سِخریا احطنا بھم ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ اتخذناھم سخریا ام زاغت عنھم الابصار پ ۲۳ ع ۱۳) کیا ہم نے (ناحق) ان کی ہنسی کر رکھی تھی (اور وہ اس قابل نہ تھے اور جہنم میں نہیں آئے) یا (یہ کہ جہنم میں موجود ہیں مگر) اُن (کے دیکھنے) سے نگاہیں چکرا رہی ہیں (کہ ان پر نظر نہیں جمتی)
اتخذنٰھم سخریا کی تفسیر کرتے ہیں احطنا بھم سے یعنی کیا ہم نے ہنسی میں ان کا احاطہ کر لیا تھا، مطلب یہ ہے کہ عذاب کے ساتھ یہ ایک اور حسرت ہوگی کہ جن لوگوں کو ہم برا اور غلط سمجھ کر مذاق اڑاتے تھے ان کو یہاں نہیں دیکھ رہے ہیں وہ عذاب سے بچ گئے۔

❁ اترابٌ امثالٌ ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ وعندھم قٰصِراتُ الطرفِ اترابٌ پ ۲۳ ع ۱۳) اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر ہوں گی (مراد حوریں ہیں)
فرماتے ہیں کہ اتراب کے معنی امثال ہیں یعنی ہم ہیں، ہم عمر۔ تِرْبٌ کی جمع ہے۔

❁ وقال ابن عباس الاید القوۃ فی العبادۃ الابصار البصر فی امر اللہ ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ واذکر عبدنا ابراھیم واسحٰق ویعقوب اُولِی الایدی والابصار پ ۲۳ ع ۱۳) اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔

اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ اَید کے معنی عبادت میں قوت ہے اور ابصار کے معنی اللہ کے کام میں غور کرنے والے تھے، مطلب یہ ہے کہ عملی اور فکری توانائیاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت

میں صرف کرتے تھے۔ ایک قرأت ایدی مع الیاء ہے لیکن ایک قرأت بدون الیاء ہے غالباً امام بخاریؒ نے دوسری قرأت کی تفسیر فرمائی ہے۔

حُبَّ الخیر عن ذکر ربی من ذکر:

اشارہ ہے آیت کریمہ "فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب ﭘ۲۳ ع۱۲) تو کہنے لگے کہ (افسوس) میں مال کی محبت کی خاطر اپنے رب کی یاد سے غافل ہوگیا یہاں تک کہ آفتاب پردہ (مغرب) میں چھپ گیا۔ یعنی حضرت سلیمان علیہم السلام کو عمدہ گھوڑوں کے معائنے میں مشغول ہونے کیوجہ سے نماز عصر سے ذہول ہوگیا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں عن ذکر ربی بمعنی من ذکر ربی ہے۔

طفِق مسحًا یمسح اعراف الخیل وعراقیبھا:

اشارہ ہے آیت کریمہ فطفق مسحا بالسوق والاعناق ﭘ۲۳ ع۱۲) پھر ان لوگوں ان (گھوڑوں) کی پنڈلیوں اور گردنوں پر (تلوار سے) ہاتھ صاف کرنا شروع کیا (یعنی ان کو ذبح کرڈالا)

فرماتے ہیں کہ آیت میں طفق مسحا کے معنی ہیں ہاتھ پہونچانے لگے گھوڑوں کی گردنوں اور کونچوں پر یعنی ذبح کرڈالا۔

واضح رہے کہ اس آیت کی دوسری تفسیر بھی ہے کہ پیار کا ہاتھ پھیرنے لگے۔

الاصفادِ الوثاق:

اشارہ آیت کریمہ مقرنین فی الاصفاد ﭘ۲۳ ع۱۲) زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

فرماتے ہیں کہ اصفاد کے معنی ہیں زنجیریں، بیڑیاں، صَفَادٌ اور صفدٌ کی جمع ہے۔

بخاری ص۷۱۲ بابُ قولہ "ھب لی ملکًا لا ینبغی لاحدٍ من بعدی اِنّک انت الوھاب:

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:- ﭘ۲۳ ع۱۲) (خدایا) مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو آپ بڑے دینے والے ہیں۔

۳۳۲ حدثنا اسحٰق بن ابراھیم قال حدثنا روح و محمد بن جعفر عن شعبۃ عن محمد بن زیاد عن ابی ھریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ ان عفریتا مِنَ الجِنّ تفلّت علیّ البارحۃ او کلمۃ نحوھا لیقطع علیّ الصلوٰۃ فامکننی اللہ منہ واردت ان اربطہ الی ساریۃ من سواری المسجد حتی تصبحوا و تنظروا الیہ کلکم فذکرت قول اخی سلیمٰن رب ھب لی مُلکًا لا ینبغی لاحد من بعدی قال روح فردہ خاسئا۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ گذشتہ رات ایک سرکش جن اچانک میرے پاس آیا یا اسی طرح کا کلمہ آپ نے فرمایا تاکہ میری نماز خراب کرے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دیدی اور میں نے ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے کسی کھمبے سے باندھ دوں تاکہ صبح کے وقت تم سب لوگ بھی اسے دیکھ سکو لیکن مجھے اپنے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کی دعا یاد آگئی کہ اے میرے رب مجھے ایسی سلطنت دے کہ میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث مر فی الصلوٰۃ ص۶۶ ایضا ص۱۶۱ ایضا ص۴۸۸ تا ص۴۸۹ وھنا فی التفسیر ص۷۱۱

چونکہ عہد نبوت میں باضابطہ جیل خانہ نہ تھا اس لئے مسجد میں بٹھا دیتے تھے اور وہاں سے کہیں جانے نہیں دیتے تھے۔ سب سے پہلا جیل خانہ حضرت عمر فاروقؓ نے مکہ معظمہ میں گھر خرید کر بنایا تھا۔

سوال وجواب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن ہو یا شیطان انسان کی طرح خاکی مخلوق نہیں ہے پھر اس کو کیسے باندھتے؟

جواب یہ ہے کہ جن یا شیطان جب کسی انسان یا بلی یا کتا کی شکل میں آتا ہے تو اس کے لوازمات اسمیں آجاتے ہیں۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ یہ عفریت بلی کی شکل میں آیا تھا لہٰذا باندھنے میں کوئی اشکال نہیں۔

باب قولہ وما انا من المتکلفین

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ (پ۲۳ ع۱۴) اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔

۴۳۳ حدثنی قتیبۃ بن سعید قال حدثنا جریر عن الاعمش عن ابی الضحی عن مسروق قال دخلنا علی عبداللہ بن مسعود قال یا ایھا الناس من علم شیئا فلیقل بہ ومن لم یعلم فلیقل اللہ اعلم فان من العلم ان یقول لما لا یعلم اللہ اعلم قال اللہ لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین وساحدثکم عن الدخان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا قریشا الی الاسلام فابطؤا علیہ فقال اللھم اعنی علیھم بسبع کسبع یوسف فاخذتھم سنۃ فحصت کل شیٔ حتی اکلوا المیتۃ والجلود حتی جعل الرجل یری بینہ وبین السماء دخانا من الجوع قال اللہ فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس ھذا عذاب الیم قال فدعوا ربنا اکشف عنا العذاب انا مؤمنون انی لھم الذکری وقد جاءھم رسول مبین ثم تولوا عنہ وقالوا معلم مجنون انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم

عائدون افیکشف العذاب یوم القیامۃ قال فکشف ثم عادوا فی کفرھم فاخذھم اللہ یوم بدر قال اللہ تعالیٰ یوم نبطش البطشۃ الکبریٰ انا منتقمون۔

ترجمہ:۔ مسروق نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؓ نے فرمایا "اے لوگو جس شخص کو کسی چیز کا علم ہو تو وہ اسے بیان کرے اور اگر علم نہ ہو تو اللہ اعلم (اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے) کہنا چاہئے کیونکہ یہ بھی علم ہی ہے کہ جو چیز نہ جانتا ہو اس کے متعلق کہدے اللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی کہدیا تھا کہ کہدیجئے کہ میں تم سے اس (قرآن یا تبلیغ وحی) پر کوئی اجرت نہیں چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنے والا ہوں اور میں تمہیں دخان (دھوئیں) کے بارے میں بتاؤں گا (جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے تاخیر کی پھر آنحضورؐ نے ان کے حق میں بددعا کی کہ اے اللہ ان پر یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے سات سالوں کی طرح سات سالوں کا قحط بھیجکر میری مدد فرما چنانچہ قحط نے ان کو پکڑا اور اتنا زبردست کہ ہر چیز کو اس قحط نے ختم کر دیا لوگ مردار تک کھا لیں تک کھا گئے بھوک کی شدت کی وجہ سے یہ حال تھا کہ کوئی آسمان کی طرف اگر نظر اٹھاتا تو دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا اسی کے متعلق اللہ نے فرمایا "پس انتظار کرو اس دن کا جب آسمان کھلا ہوا دھواں لائے گا جو لوگوں پر چھا جائیگا یہ دردناک عذاب ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ پھر قریش دعا کرنے لگے اے ہمارے رب اس عذاب کو ہم سے دور کردے تو ہم ضرور ایمان لے آویں گے لیکن ان لوگوں کو نصیحت کب ہوتی ہے؟ حالانکہ ان کے پاس رسول مبین آچکا پھر یہ لوگ سرتابی کرتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ (کسی دوسرے بشر کا) سکھایا ہوا ہے (اور) دیوانہ ہے، بیشک ہم تھوڑے دنوں کے لئے ان سے عذاب ہٹالیں گے؟ حضرت ابن مسعودؓ نے بیان فرمایا کہ پھر یہ عذاب تو ان سے دور کر دیا گیا لیکن جب وہ دوبارہ کفر میں مبتلا ہوگئے تو جنگ بدر میں اللہ نے انہیں پکڑا اللہ کے اس ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے یوم نبطش الایۃ جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے (اس روز) ہم (پورا) بدلہ لے لیں گے (یعنی آخر میں پوری سزا ہوگی)۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاھرۃ۔
والحدیث قد مضیٰ فی سورۃ الروم ص۲۳ مع اختلاف المتن فی التقدیم والتاخیر ایضا ص۱۳۷۔

بخاری شریف ص۷۰۱ ❊ **الزمر** ❊ ای سورۃ الزمر

سورۂ زمر مکی ہے اس میں پچھتر آیات اور آٹھ رکوع ہیں۔

وقال مجاھد "یتقی بوجھہ یجر علیٰ وجھہ فی النار وھو قولہ تعالیٰ افمن یلقی فی النار

خیرٌ اَم مَن یاتی آمنًا یوم القیٰمۃ ۔

اشارہ ہے آیت کریمہ افمن یتقی بوجھہ سوءَ العذاب یوم القیٰمۃ الایۃ ۲۳ ع ۱۷) بھلا جو شخص اپنے منہ کو قیامت کے روز سخت عذاب کی سپر بنادے گا الخ چونکہ ہاتھ بندھے ہوں گے اسلئے عذاب کی تھپیڑیں منہ پر پڑیں گی، یا یہ مطلب ہو کہ منہ کے بل جہنم میں گھسیٹا جائیگا) اور یہ جیسے ارشاد خداوندی ہے:۔ افمن یلقیٰ الایۃ ۲۴ ع ۱۹) بھلا وہ شخص جو جہنم میں ڈالا جائیگا وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے روز امن وامان کے ساتھ (جنت میں) آئے۔

ذی عِوَجٍ لَبْسٍ

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ قرآنا عربیًا غیر ذی عوج لعلھم یتقون ۲۳ ع ۱۷) عربی قرآن ہے جس میں ذرا بھی کجی نہیں۔

فرماتے ہیں کہ ذی عوج کا معنی ہے ذی لبس مُشتبہ اگر بڑ، غیر ذی عوج کا معنی ہے شبہ والا و مشتبہ نہیں ہے۔

ورَجُلًا سلمًا لِرَجُلٍ مَثَلُ لِاٰلھتھم الباطل والالٰہ الحق

اشارہ ہے آیت کریمہ: ضرب اللہ مثلًا رجلًا فیہ شرکاء متشاکسون ورَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ ھل یستویان مثلًا ۲۳ ع ۱۷) اللہ تعالیٰ نے (موحد اور مشرک کے بارے میں) ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص ہے (غلام) جس میں کئی جھگڑالو ساجھی (حصہ دار) ہیں اور ایک اور شخص ہے کہ پورا ایک شخص کا (غلام) ہے تو کیا ان دونوں کی حالت یکساں (ہوسکتی) ہے؟ ظاہر ہے کہ دونوں برابر نہیں پہلا شخص سخت تکلیف اور ہمیشہ حیران ہے کہ کس کا کہنا مانوں اور دوسرا آرام میں ہے کہ ایک ہی شخص سے تعلق ہے۔

فرماتے ہیں کہ رجلا سلما لرجل ایک مثال ہے معبودان باطل اور معبود حق ہے۔

ویخوّفونک بالذین مِن دونہ بالاوثان

اشارہ ہے آیت کریمہ الیس اللہُ بکافٍ عَبدَہٗ ویخوّفونک بالذین من دونہ ۲۳ الایۃ ع ۱) کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ (خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت) کے لئے کافی نہیں (یعنی وہ تو سب ہی کی حفاظت کے لئے کافی ہے تو اپنے محبوب خاص بندے کے لئے کیوں کافی نہ ہوگا) اور یہ لوگ آپ کو ان (بتوں) سے ڈراتے ہیں جو خدا کے سوا ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں من دونہ سے مُراد اوثان یعنی بت ہیں (یعنی مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں سے آپ کو ڈراتے ہیں۔

٭ خوّلنا اعطینا ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ : ثمّ اذا خوّلنٰہ نعمۃ منا الاٰیۃ ۲۴ ع ۲) پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتے ہیں تو الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں خوّلنا بمعنی اعطینا ہے یعنی ہم نے اس کو عطا کیا تخویل مصدر ہے جسکے معنی ہیں کسی چیز کا مالک بنانا۔

٭ والذی جاء بالصدق القراٰن وصدّق بہ المؤمن یجی یوم القیمۃ یقول ھٰذا الذی اعطیتنی عملت بما فیہ ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ " والذی جاء بالصدق وصدّق بہ اولٰئک ھم المتقون ۲۴ ع ۱) اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور اس کو سچ جانا تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں۔

فرماتے ہیں والذی جاء بالصدق سے قرآن اور صدّق بہ سے مسلمان مراد ہیں جو قیامت کے دن (پروردگار عالم کے سامنے) آکر عرض کرے گا۔ یہی قرآن ہے جو تو (دنیا میں) مجھ کو عنایت فرمایا تھا میں نے اسپر عمل کیا۔

٭ متشاکسون الرجل الشکس العسر لا یرضٰی بالانصاف ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ رجلا فیہ شرکاء متشاکسون ۲۳ ع ۱۷) ترجمہ قریب میں گذر چکا ہے۔
فرماتے ہیں متشاکس وہ بد اخلاق جھگڑالو شخص ہے جو انصاف پر رضامند نہ ہو۔

٭ ورجلا سلمًا ویقال سالمًا صالحا ٭

اشارہ ابھی قریب میں گذر چکا ہے فرماتے ہیں کہ رجلا سلمًا بفتح اللام اور بکسر اللام بصیغہ اسم فاعل اچھے اور برے آدمی کو کہتے ہیں۔

٭ اشمأزت نفرت ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ واذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ ۲۴ ع ۲)
اور جب فقط اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض ہوتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں اشمأزت بمعنی نفرت ہے یعنی اس نے نفرت کی۔

٭ بمفازتھم من الفوز ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ وینجی اللہ الذین اتقوا بمفازتھم الاٰیۃ ۲۴ ع ۳) اور جو لوگ (شرک و کفر سے) بچتے تھے اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو کامیابی کے ساتھ (جہنم سے) نجات دے گا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں مفازۃ فوز سے مشتق ہے جس کے معنی کامیابی کے ہیں ۔

❊ حافین اطافوا بہ مطیفین بحفافیہ بجوانبہ ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ وتری الملٰئکۃ حافین من حول العرش الایۃ پ۲۴ ع ۵) آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ (نزول اجلاس للحساب کے وقت) عرش کے گرداگرد حلقہ باندھے ہونگے ۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں حافین بمعنی اطافوا بہا ہے یعنی اس (عرش) کو گھیر لیا دراں حالیکہ اس عرش کو چاروں طرف سے گھیر لینے والے ہیں ماخوذ ہے اطافۃ سے بمعنی گھیر لینا، طواف کرنا ۔

❊ متشابہا لیس من الاشتباہ و لکن یُشبِہُ بعضہ بعضا فی التصدیق ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ اللہ نزّل احسن الحدیث کتٰبًا مُتشابہا الایۃ پ۲۳ ع ۱۷) اللہ تعالےٰ نے بڑا عمدہ کلام (یعنی قرآن) نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے ۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں متشابہا اشتباہ سے ماخوذ نہیں ہے جس کے معنی التباس کے ہیں ۔ (بلکہ تشابہ اور متشابہت سے ماخوذ ہے اور معنی ہیں) وہ قرآن تصدیق میں بعض بعض کے مشابہ ہے مطلب یہ ہے کہ نہ اس میں کوئی تناقض ہے نہ اختلاف بلکہ بعض بعض کی تائید کرتا ہے ۔

❊ بابٌ قولہ یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوبَ جمیعا انہ ھو الغفورُ الرحیم ❊

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے: قل یٰعبادی الذین اسرفوا الایۃ پ۲۴ ع ۳) آپ کہدیجئے کہ اے میرے بندو جو اپنے اوپر زیادتیاں کر چکے ہو اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو بیشک اللہ سارے گناہ بخشدے گا بے شک وہ بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے ۔

۴۴۳ حدثنی ابراھیم بن موسیٰ قال اخبرنا ھشام بن یوسف ان ابن جریج اخبرھم قال یعلیٰ انّ سعید بن جبیر اخبرہ عن ابن عباس انّ ناسا من اھل الشرک کانوا قد قتلوا واکثروا و زنوا واکثروا فاتوا محمدا صلے اللہ علیہ وسلم فقالوا انّ الذی تقول و تدعوا الیہ لحسنٌ لو تخبرنا انّ لما عملنا کفارۃً فنزل والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ اِلّا بالحق ولا یزنون و نزل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ۔

ترجمہ :۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ مشرکین میں سے کچھ لوگوں نے قتل کا ارتکاب کیا اور کثرت سے کیا تھا اور زنا بھی بہت کیا تھا پھر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں اور جس کی طرف دعوت دیتے ہیں (یعنی اسلام) یقینا اچھی چیز ہے اگر آپ ہمیں یہ بتادیں کہ جو کچھ (گناہ) ہم کر چکے ہیں اس کا کفارہ ہے (یعنی اسلام لانے سے سب معاف ہو جائیگا) اسپر یہ

آیت نازل ہوئی" اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا اور کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی بھی جان کو قتل نہیں کرتے جسکا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے ہاں مگر حق کے ساتھ اور زنا نہیں کرتے اور (سورۂ زمر کی یہ آیت) نازل ہوئی" یاعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ الآیۃ ۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ ۔
والحدیث اخرجہ مسلم وابوداؤد وغیرہ ۔

بخاری ص۷۱۱ : باب قولہ وما قدروا اللہ حق قدرہ :

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے :۔ پ۲۴ ع۴) اور (افسوس ہے کہ) ان لوگوں نے اللہ تعالٰی کی عظمت وقدر نہ پہچانی جیسا کہ پہچاننا چاہیے تھا الی آخر الآیۃ ۔

۵۳۳ " حدثنا آدم قال حدثنا شیبان عن منصور عن ابراھیم عن عبیدۃ عن عبد اللہؓ قال جاء حبر من الاحبار الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا محمد انا نجد ان اللہ یجعل السموٰت علی اصبع الارضین علی اصبع والشجر علی اصبع والماء والثریٰ علی اصبع وسائر الخلائق علی اصبع فیقول انا الملک فضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ تصدیقا لقول الحبر ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما قدروا اللہ حق قدرہ :

ترجمہ :۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے آپ نے بیان فرمایا کہ علماء یہود میں سے ایک عالم (نام نامعلوم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم (توریت میں) پاتے ہیں کہ اللہ تعالٰی آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھے گا اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور درختوں کو ایک انگلی پر اور پانی اور گیلی مٹی کو ایک انگلی پر اور ساری مخلوقات کو ایک انگلی پر، پھر فرمائے گا میں ہی بادشاہ ہوں اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے کہ آپ کے دندان مبارک دکھائی دینے لگے، آپ کا یہ ہنسنا یہودی عالم کی تصدیق میں تھا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی " وما قدروا اللہ حق قدرہ " ای ماعرفوا حق معرفتہ ۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ ۔
والحدیث اخرجہ البخاری فی التوحید ص۱۱۰۲ ایضا ص۱۱۱۱ ایضا ص۱۱۱۹ وہنا فی التفسیر ص۷۱۱

عن عبیدۃ بفتح العین المہملۃ وکسر الباء الموحدۃ السلمانی۔ حبر بفتح الحاء المہملۃ رقس)
وقال العینی حِبر بفتح الحاء وکسرھا (عمدہ)

باب قولہ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیٰمۃ والسمٰوٰت مطویات بیمینہ سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :- والارض جمیعا الایۃ پ۲۴ ع ۴) حالانکہ ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہوئے ہونگے اس کے داہنے ہاتھ میں اور وہ پاک اور برتر ہے ان کے شرک سے۔

۳۳۶ حدثنا سعید بن عُفیر قال حدثنی اللیث قال حدثنی عبدالرحمٰن بن خالد بن مسافر عن ابن شہاب عن ابی سلمۃ ان اباھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یقبض اللہ الارض ویطوی السمٰوٰت بیمینہ ثم یقول انا الملک این ملوک الارض۔

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہ رضؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرمارہے تھے کہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ ساری زمین کو اپنی مٹھی میں لے لیگا اور آسمان کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لیگا پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں اب دنیا کے سارے بادشاہ کہاں ہیں۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث اخرجہ البخاری فی التوحید ص ۱۱۰۲

باب قولہ ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخریٰ فاذا ھم قیام ینظرون۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :- پ ۲۴ ع ۴) اور (قیامت کے روز صور میں پھونک ماری جاوے گی تو سب بیہوش ہو جائیں گے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں (پھر زندہ تو مرجائینگے اور مردوں کی روحیں بے ہوش ہو جائیں گی) مگر جس کو خدا چاہے پھر اس (صور) میں دوبارہ پھونکا جائے گا پھر دفعۃً سب کے سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔ یعنی چاروں طرف محشر کا منظر دیکھنے لگیں گے یا یہ دیکھیں گے کہ حق تعالیٰ کا ان کے متعلق کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ الا من شاء اللہ سے بعض نے حضرت جبریل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت مراد لئے ہیں اور بعض روایات سے حملۃ العرش کا شامل ہونا بھی معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم

۳۳۷ " حدثنی الحسن قال حدثنا اسمٰعیل بن خلیل قال اخبرنا عبدالرحیم عن زکریاء بن ابی زائدۃ عن عامر عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اول من یرفع راسہ بعد النفخۃ الاخرۃ فاذا انا بموسیٰ متعلق بالعرش فلا ادری اکذالک

کان ام بعد النفخة۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخری بار صور پھونکے جانے کے بعد (نفخۂ ثانیہ کے بعد سب سے پہلے اپنا سر اٹھانے والا میں ہوں گا (یعنی ہوش میں آؤں گا) پھر میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کے ساتھ لپٹے ہوئے ہیں اب مجھے نہیں معلوم کہ وہ اسی طرح تھے یا دوسرے صور کے بعد مجھ سے پہلے ہوش میں آکر عرش الٰہی کو تھام لیا۔

تشریح مطابقة للترجمة توخذ من قوله بعد النفخة الآخرة۔
والحديث مرّ فی الخصوصیات ص۳۲۵ و فی کتاب الانبیاء ص۴۸۱ وهنا فی التفسیر ص۷۱۱

۳۳۸ ـــــ حدثنا عمر بن حفص قال حدثنا ابی قال حدثنا الاعمش قال سمعت اباصالح قال سمعت اباهريرة عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال بین النفختین اربعون قالوا یا اباهريرة اربعون یوما قال ابیتُ قال اربعون سنة قال ابیتُ قال اربعون شهرا قال ابیتُ ویبلی کل شئ من الانسان الا عجب ذنبه فیه یُرکب الخلق۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دونوں صوروں کے پھونکے جانے کا درمیانی فاصلہ چالیس ہے ابوہریرہؓ کے شاگردوں نے پوچھا کیا چالیس دن مراد ہیں انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں پوچھا چالیس سال؟ انھوں نے کہا مجھے معلوم نہیں پوچھا چالیس مہینے؟ ابوہریرہؓ نے کہا مجھے معلوم نہیں اور (ارشاد فرمایا) آدمی کی ہر چیز فنا ہو جاتی ہے (بوسیدہ ہو کر مٹی میں مل جاتی ہے) سوائے ریڑھ کی ہڈی کے (رائی کے دانے کے برابر) اسی سے (قیامت کے دن) ساری مخلوق بنائی جائے گی۔

تشریح مطابقة للترجمة من حیث اشتماله علی النفخ۔
بین النفختین وهی النفخة الاولی ای نفخة الاماتة والنفخة الثانية ای نفخة البعث ولابی ذر "مابین النفختین" کما فی الحاشیة ابیتُ ای قال ابوهريرةؓ ابیتُ ای امتنعتُ عن تعیین ذالك الخ۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے انکار کر دیا کہ چار دن مراد ہے یا چالیس سال سے تعیین معلوم نہیں۔

بخاری ص۷۱۱ ﴿ المؤمن ﴾ ای سورة المومن

سورہ مومن مکی ہے اس میں پچاسی ۸۵ آیات اور نو رکوع ہیں۔

قال مجاهد حٰمٓ مجازها مجاز اوائل السور۔

مجاہدؒ نے کہا حٰمٓ۔ اس کا طریقہ، اس کا حکم اوائل سور کا حکم ہے یعنی حروف مقطعات

جو سورتوں کے شروع میں آئے ہیں یا یہ سب تشابہات میں سے ہیں ان کا سب کا حکم یکساں ہے جیسے الٓمٓ وغیرہ کہ اللہ اعلم بمرادہ، یا سرٌّ بین اللہ ورسولہٖ وغیرہ۔

ویقال بل ھو اسم لقول شریح بن ابی اوفی العبسی

یذکرنی حٰمٓ والرمح شاجر ❊ فھلا تلا حامیم قبل التقدم

اور کہا جاتا ہے کہ (یعنی بعض حضرات کا قول ہے) کہ حٰمٓ قرآن مجید کا یا سورہ کا نام ہے بوجہ قول شریح بن ابی اوفی عبسی کے (یعنی حٰمٓ نام ہے اس پر دلیل شریح کا یہ شعر ہے۔

مجھکو حٰمٓ یاد دلاتا ہے اس حال میں کہ نیزہ نیزوں کے ساتھ ملنے والا ہے۔ کیوں نہیں لڑائی میں آنے سے پہلے حامیم پڑھی ہے

جبکہ نیزہ جنگ میں چلنے لگا ❊ پڑھتا حامیم پہلے پڑھتا تھا۔ (تیسیر الباری)

شریح بن ابی اوفی کا واقعہ

قصہ یہ ہوا کہ حضرت شریح جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور محمد بن طلحہ اپنے والد حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عائشہؓ کے لشکر میں تھے محمد بن طلحہ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا، حضرت علیؓ نے اپنے لشکر سے فرمایا کہ اس سیاہ عمامہ والے کو مت مارو یہ صرف اپنے باپ کی خاطر انکے ساتھ چلا گیا ہے ورنہ وہ نہیں جاتا یعنی دل سے ہمارے ساتھ ہے۔

اسی دوران شریح اور محمد بن طلحہ کا مقابلہ ہو گیا جب شریح نے اس کی طرف نیزہ بڑھایا تو محمد بن طلحہ نے حٰمٓ عٓسٓقٓ پڑھی یا حم عسق میں جو آیت ہے "قل لا اسالکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ" لیکن شریح نے محمد بن طلحہؒ کو مار ڈالا اور یہ شعر پڑھا۔

جس کا مطلب یہ تھا کہ جنگ شروع ہونے کے بعد حٰمٓ پڑھنے سے کیا فائدہ؟ جنگ میں آنے سے پہلے پڑھتا تو البتہ مفید ہوتا (ملخصاً از عمدہ، قسطلانی)

❊ الطول التفضل ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ: شدید العقاب ذی الطول الآیۃ پ۲۴ ع۶) سخت سزا دینے والا اور صاحب فضل و انعام ہے۔

فرماتے ہیں کہ طول کے معنی تفضل یعنی احسان کرنا، انعام دینا۔

❊ داخرین خاضعین ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ: سیدخلون جھنم داخرین الآیۃ پ۲۴ ع۱۱) وہ لوگ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

فرماتے ہیں کہ داخرین بمعنی خاضعین ہے یعنی ذلیل وخوار ہو کر۔

۞ وقال مجاھدؒ الی النجاۃ الایمان ۞

اشارہ ہے آیت کریمہ "وَیٰقَوْمِ مالِیْ ادعوکم الی النجوٰۃ الایۃ ۲۴ ع ۱۰) اے میرے بھائیو یہ کیابات ہے کہ میں تو تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں الخ

اور مجاہدؒ نے کہاکہ نجات سے مراد ایمان ہے (یعنی تم کو ایمان کی دعوت دیتاہوں جو ذریعۂ نجات ہے۔

۞ لیس لہ دعوۃٌ یعنی الوثن ۞

اشارہ ہے آیت کریمہ لاجرمَ انّما تدعوننی الیہ لیس لہ دعوۃ فی الدنیا والآخرۃ ۲۴ ع ۱۰) یقینی بات ہے کہ تم جس چیز (کی عبادت) کی طرف مجھ کو بلاتے ہو وہ نہ تو دنیا ہی میں (کسی دنیوی حاجت کے لئے) پکارے جانے کے لائق ہے اور نہ (دفع عذاب کے لئے) آخرت میں الخ

فرماتے ہیں کہ لیس لہ دعوۃ میں لہ ضمیر کا مرجع وثن ہے مطلب یہ ہے کہ بت کسی کی دُعا قبول نہیں کرسکتا۔

۞ یُسْجَرون توقد بھم النارُ ۞

اشارہ ہے آیت کریمہ ! اذ الاغلال فی اعناقھم والسلاسِلُ یُسْحبون فی الحمیم ثم فی النار یُسجرون ۲۴ ع ۱۳) جب کہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور (ان طوقوں میں) زنجیریں (پروئی ہوئی ہوں گی جنکا دوسرا سرا فرشتوں کے ہاتھ میں ہوگا اور ان زنجیروں سے) ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے ہوئے پانی میں پہونچائیں گے۔ پھر یہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے الخ

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں یسجرون کے معنی ہیں ان کو دوزخ کا ایندھن بنایا جائیگا۔

تمرحون تبطرون

اشارہ ہے آیت کریمہ ذالکم بما کنتم تفرحون فی الارض بغیر الحق وبما کنتم تمرحون ۲۴ ع ۱۳) یہ (سزا) اس کے بدلہ میں ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے اور اس کے بدلے میں ہے کہ تم اتراتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ تمرحون بمعنی تبطرون ہے یعنی تم اتراتے تھے۔

"وکان العلاءُ بن زیادٍ یذکر النارَ فقال رجلٌ لم تقنّط الناسَ قال وانا اَقدِرُ ان اقنط الناس واللہ عزوجل یقول یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ویقول وانّ المسرفین ھم اصحاب النار ولکنکم تحبّون ان تبشروا بالجنۃ علی مساوی اعمالکم وانما بعث اللہ محمدا صلی اللہ علیہ وسلم مبشرا بالجنۃ لمن اطاعہ ومنذرا بالنار من عصاہ"

ترجمہ :- اور علاء بن زیاد (مشہور تابعی ومشہور زاہد) لوگوں کو دوزخ یاد دلاتے تھے (یعنی وعظ میں جہنم کی آگ سے ڈرا رہے تھے) اتنے میں ایک شخص (نام نامعلوم) کہنے لگا "لوگوں کو (اللہ تعالےٰ کی رحمت سے) ناامید کیوں کرتے ہو؟ انھوں نے کہا کیا میں اسی پر قادر ہوں کہ لوگوں کو مایوس کردوں؟ (یعنی میری کیا مجال اور طاقت ہے) اور اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے - اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور (اس کے ساتھ) اللہ فرماتے ہیں بیشک اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے اہلِ دوزخ ہیں لیکن (میں سمجھ گیا) تمہارا مطلب یہ ہے کہ تمہارے بُرے اعمال پر بھی تمہیں جنت کی بشارت دی جاتی رہے (یاد رکھو) اللہ تعالےٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے لئے جنت کی بشارت دیکر بھیجا تھا جو اس کی اطاعت کریں اور نافرمانوں کو دوزخ سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا -

۳۳۹ ـــــ حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا الولید بن مسلم حدثنا الاوزاعیؒ قال حدثنی یحیی بن ابی کثیر قال حدثنی محمد بن ابراهیم التیمیؒ قال حدثنی عروۃ بن زبیر قال قلت لعبد اللہ بن عمرو بن العاص اخبرنی باشد ما صنع المشرکون برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال بینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلی بفناء الکعبۃ اذ اقبل عقبۃ بن ابی مُعیط فاخذ بمنکب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولوی ثوبہ فی عُنقہ فخنقہ خنقا شدیدا فاقبل ابو بکر فاخذ بمنکبہ و دفع عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات من ربکم -

ترجمہ :- عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضؓ سے عرض کیا کہ آپ مجھ کو بتلائے جو مشرکین نے سب سے زیادہ سخت معاملہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا؟ حضرت عبد اللہ رضؓ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے اتنے میں عقبہ بن ابی معیط آیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا شانہ مبارک پکڑ کر آپ کی گردن میں اپنا کپڑا لپیٹ دیا پھر اس کپڑے سے آپ کا گلا بڑی سختی کے ساتھ گھونٹنے لگا. (اس ملعون نے آپ کو مار ڈالنا چاہا) اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضؓ آگئے اور انھوں نے اس عقبہ کا مونڈھا پکڑ کر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے جدا کیا اور فرمایا "کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کر دینا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے رب کے پاس سے (اپنی صداقت پر) روشن دلائل بھی ساتھ لایا ہے -

تشریح اس پر امام نے کوئی ترجمہ قائم نہیں کیا ہے صرف سورۂ مؤمن " کے تحت کچھ الفاظ کی تحقیق کے بعد یہ حدیث لائی ہے یہ معلوم ہے کہ اس سورہ میں ایک مردِ مومن کا ذکر ہے

جو فرعون کا چچا زاد بھائی تھا اس نے فرعون کے دربار میں اپنا ایمان ظاہر نہیں کیا تھا لیکن جب فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا تھا۔ ذرونی اقتل موسیٰ (فرعون نے کہا کہ تم لوگ مجھکو چھوڑو یعنی اجازت دو کہ میں موسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کردوں الخ تو اس مرد مومن (یعنی شمعان یا حزقیل) نے کہا" اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ الآیۃ (کیا تم ایسے شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں بھی لیکر آیا ہے الخ علماء تفسیر نے اس سورہ کے وجہ تسمیہ میں لکھا ہے کہ اسی مرد مومن کے نام سے سورۃ کا نام سورۃ مومن ہوا قرآن حکیم کے اس واقعہ سے اب حدیث کی مناسبت پر غور کرنے سے پوری مناسبت مل گئی۔

والحدیث قد مضی فی المناقب ص۵۱۹ تا ص۵۲۰ وھنا فی التفسیر ص۷۱۱۔

بخاری ص۷۱۲ ❊ حٰم السجدۃ ❊ ای سورۃ حٰم السجدۃ

سورۂ حٰم سجدہ مکی ہے اس میں چوّن ۵۴ آیات اور چھ رکوع ہیں۔

"وقال طاؤس عن ابن عباس" ائتیا طوعا اعطیا قالتا اتینا طائعین اعطینا"۔

اشارہ ہے آیت کریمہ ائتیا طوعًا او کرھا قالتا اتینا طائعین پ ۲۴ ع ۱۶) تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں۔

اور طاؤس نے حضرت عبداللہ بن عباس رض سے نقل کیا کہ اَعطِیا کے معنی ہیں اَعطِیا (بکسر الطاء) یہ لفظ صیغہ تثنیہ مذکر حاضر فعل امر ہے از اعطاء یعنی تم دونوں مطیع ہو جاؤ بخوشی اطاعت قبول کرو۔ قالتا اتینا طائعین کے معنی ہیں اعطینا یعنی ہم مطیع ہوئے، ہم نے بخوشی اطاعت قبول کی۔ اعطینا از باب افعال جمع متکلم کا صیغہ ہے اعطاء کے معنی ہیں دینا اور مطیع ہونا۔

یہ تفسیر حضرت ابن عباس رض کی قراءت پر ہے فتدبر۔

وقال المنھال عن سعید قال قال رجل لابن عباس، انی اجد فی القراٰن اشیاء تختلف علیّ قال فلا انساب بینھم یومئذ و لا یتساءلون و اقبل بعضھم علی بعض یتساءلون و لا یکتمون اللہ حدیثا ربنا ما کنا مشرکین، فقد کتموا فی ھذہ الاٰیۃ وقال والسماء بناھا الی قولہ دحاھا فذکر خلق السماء قبل خلق الارض ثم قال ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین الی طائعین فذکر فی ھذہ خلق الارض قبل السماء وقال وکان اللہ غفورا رحیما عزیزا حکیما۔ سمیعا بصیرا فکانہ کان ثم مضی فقال فلا انساب بینھم فی النفخۃ الاولی ثم ینفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الا من شاء اللہ فلا انساب بینھم عند ذالک و لا یتساءلون ثم فی النفخۃ الاٰخرۃ اقبل بعضھم

علی بعض یتساءلون و اما قولہ ما کنا مشرکین ولا یکتمون اللہ فان اللہ یغفر لاھل الاخلاص ذنوبھم وقال المشرکون تعالوا نقول لم نکن مشرکین فختم علی افواھھم فتنطق ایدیھم فعند ذالک عرف ان اللہ لا یکتم حدیثا وعندہ یود الذین کفروا الآیۃ ۔ وخلق الارض فی یومین ثم خلق السماء ثم استوی الی السماء فسوّٰھن فی یومین آخرین ثم دحا الارض ودحوھا ان اخرج منھا الماء والمرعی وخلق الجبال والجمال والآکام وما بینھما فی یومین آخرین فذلک قولہ دحاھا وقولہ خلق الارض فی یومین فجعلت الارض وما فیھا من شیء فی اربعۃ ایام و خلقت السمٰوٰت فی یومین وکان اللہ غفورا رحیما سمّی نفسہ ذلک وذلک قولہ ای لم یزل کذالک فان اللہ لم یرد شیئا الا اصاب بہ الذی ارادہ فلا یختلف علیک القرآن فان کلا من عند اللہ ۔

ترجمہ ۱:۔ اور منہال (بکسر المیم وسکون النون ابن عمرو الاسدی) نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ ایک شخص (یعنی نافع) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہنے لگا ”میں قرآن میں بہت سی آیتیں ایک دوسرے کے خلاف پاتا ہوں (مطلب یہ ہے کہ بظاہر تعارض و تناقض معلوم ہوتا ہے مثلاً فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساءلون اس روز (یعنی قیامت کے دن) ان کے درمیان کوئی رشتہ ناطہ باقی نہیں رہے گا اور نہ باہم وہ ایک دوسرے سے کچھ پوچھینگے ۱۸ ع ۶) دوسری آیت میں ہے واقبل بعضھم علی بعض یتساءلون ۲۳ ع ۶) اور ان میں بعض بعض کی طرف متوجہ ہوکر ایک دوسرے سے پوچھینگے (بظاہر دونوں آیتوں کے بیان مختلف ہیں) ۲۔ ایک آیت میں ہے: ولا یکتمون اللہ حدیثا پ۵ ع ۳) اور وہ لوگ اللہ سے کوئی بات نہیں چھپا سکیں گے دوسری آیت ہے واللہ ربنا ما کنا مشرکین پ ۷ ع ۹) قسم ہے اللہ کی جو ہمارا رب ہے ہم مشرکین میں سے نہیں تھے اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہ اپنا مشرک ہونا چھپائیں گے (بظاہر دونوں آیات میں تعارض ہے) اس طرح ایک جگہ ہے ءانتم اشد خلقا ام السماء بنٰھا الی قولہ دحٰھا پ ۳۰ ع ۴) بھلا تمہارا (دوسری بار) پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا اللہ نے اس کو بنایا اس کی چھت کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا اور اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر کیا اور اس کے بعد زمین کو بچھایا ۔

اس آیت میں آسمان کا پیدا کرنا زمین کے پیدا کرنے سے پہلے ذکر فرمایا پھر فرمایا (یعنی اس سورہ حٰم سجدہ میں) ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین الی قولہ طائعین ۲۴ ع ۱۶) کیا تم لوگ اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کر دیا ۔ الخ

تو اس آیت میں زمین کا پیدا کرنا آسمان کے پیدا کرنے سے قبل بیان فرمایا (اس طرح سے بظاہر دونوں میں اختلاف ہے) اور فرمایا وکان اللہ غفورا رحیما ۵ ع ۱۱) عزیزا حکیما، سمیعا بصیرا ان کے معنی سے نکلتا ہے کہ اللہ تعالے ان صفات سے زمانہ ماضی میں موصوف تھا اب نہیں ہے۔

فقال فلا انساب الخ حضرت ابن عباس رض نے (اس شخص کے) جواب میں کہا کہ یہ جو فرمایا "فلا انساب بینھم" (اس دن ان کے درمیان کوئی رشتہ ناطہ باقی نہیں رہے گا) یہ اس وقت کا ذکر ہے جب پہلا صور پھونکا جائیگا اور آسمان وزمین والے سب بے ہوش ہو جائیں گے اس وقت رشتہ ناطہ کچھ باقی نہ رہے گا نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے دہشت کے مارے نفسی نفسی ہو رہی ہوگی۔ پھر یہ جو دوسری آیت میں ہے واقبل بعضھم الآیۃ ان میں بعض بعض کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے پوچھیں گے یہ دوسری دفعہ صور پھونکے جانے کے بعد کا حال ہے فلا تعارض ولا اشکال اسلئے کہ تساؤل نفخہ ثانیہ کے بعد ہے اور عدم تساؤل اس کے قبل۔

جواب اشکال ثانی :۔ واما قولہ ما کنا مشرکین الخ یعنی مشرکین کا یہ کہنا کہ ہم مشرکین میں سے نہیں تھے۔ اور دوسری آیت ولا یکتمون الخ وہ لوگ اللہ سے کوئی بات نہیں چھپا سکیں گے" حضرت ابن عباس رض جواب دیتے ہیں کہ بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالے قیامت کے دن خالص توحید والوں کے گناہ معاف کردے گا تو مشرکین آپس میں کہیں گے کہ آؤ ہم بھی دربار الٰہی میں یہ کہیں کہ ہم مشرک نہ تھے (تاکہ ہمارے بھی گناہ معاف ہو جائیں) پھر اللہ تعالے اس وقت ان کے منہ پر مہر لگا دیگا اور ان کے ہاتھ پاؤں بولنا شروع کردیں گے اس وقت ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالے سے کوئی بات نہیں چھپائی جاسکتی اور اسی وقت کافر یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ دنیا میں مسلمان ہوتے الخ (حضرت ابن عباس نے اس ظاہری اختلاف وتعارض کو دفع فرمایا کہ منہ پر مہر لگنے اور ہاتھ پاؤں کی گویائی سے پہلے کتمان ہے اور ہاتھ پاؤں کی گویائی کے بعد عدم کتمان فلا اشکال۔

جواب اشکال ثالث :۔ وخلق الارض فی یومین یعنی ارشاد ربانی ہے زمین کو دو دن میں پیدا کیا (یعنی صرف پیدا فرمادیا اور اس کو پھیلایا نہیں) پھر آسمان پیدا کیا پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی۔ اور دوسرے دو دن میں ان کو برابر کیا (یعنی ان کے طبقات مرتب کئے) پھر زمین کو بچھایا اور زمین کا بچھانا یہ ہے کہ اس سے پانی اور گھاس نکالا اور پیدا فرمایا پہاڑوں کو، اونٹوں کو اور ٹیلوں کو اور جو کچھ آسمان اور زمین کے درمیان ہیں۔ دوسرے دو دنوں میں پیدا فرمایا پس یہی مطلب ہے ارشاد خداوندی دحٰھا کا (یعنی زمین کے پھیلانے سے یہی مراد ہے) اور ارشاد الٰہی زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا پس زمین (ابتدائی دو دن میں) اور جو کچھ (پہاڑ وغیرہ) اس میں ہیں (آخری دو دن میں) چار دنوں میں بنائی گئی اور آسمانوں کو دو دن میں پیدا کیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضؓ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ نفس زمین کی خلقت آسمانوں کی تخلیق سے پہلے ہے اور دحوارض (زمین کا پھیلانا) خلق آسمان کے بعد واقع ہوا ہے فلا اشکال۔

چوتھا اور آخری سوال کا جواب :- وکان اللہ غفورا رحیما اس غفور اور رحیم سے (اس کے علاوہ سمیع، بصیر وغیرہ صفات سے) اللہ نے اپنی ذات کا نام بیان فرمایا ہے (تو یہ نام رکھنا تو گذر گیا) اور یہ ارشاد الٰہی ہمیشہ اس صفت کے ساتھ رہے گا اس لئے کہ اللہ تعالےٰ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو حاصل کرلیتا ہے مثلاً اللہ تعالےٰ جب کسی پر رحم کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی رحمت اس شخص تک لازم پہونچتی ہے حق تعالےٰ جب کسی کی مغفرت کا ارادہ فرماتا ہے تو بلاشبہ اس کی معافی ہوجاتی ہے الخ۔

فلا یختلف علیك القرآن آخر میں حضرت ابن عباس رضؓ سائل کو خطاب کرکے فرماتے ہیں اب تم پر قرآن مجید مختلف نہیں ہوگا (کوئی اختلاف نظر نہیں آئے گا) اس لئے کہ پورا قرآن اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

سائل کون تھا؟ علامہ عینی رح فرماتے ہیں "قال رجل" الظاہر انہ نافع بن ازرق الذی صار بعد ذالک راس الازارقۃ من الخوارج وکان یجالس ابن عباس رضؓ بمکۃ ویسألہ ویعارضہ الخ

مطلب یہ ہے کہ یہ شخص نافع بن ازرق خارجی ہوگیا تھا بلکہ رئیس الخوارج، یہ شخص حضرت ابن عباس رضؓ کے پاس مکہ میں بیٹھتا اور پوچھتا رہتا تھا پھر بحثیں بھی کرتا تھا بعد میں ازارقہ کے نام سے خارجیوں کا مستقل ایک گروہ بنایا یہ گروہ اپنے مخالفین کو قتل کرنا اور ان کی عورتوں کو قید کرنا جائز سمجھتا تھا۔

÷ حدثنیہ یوسف بن عدی حدثنا عبید اللہ بن عمرو عن زید بن ابی انیسۃ عن المنہال بھذا :-

امام بخاری رح فرماتے ہیں کہ مجھ سے یوسف بن عدی نے بیان کیا انھوں نے کہا کہ ہم سے عبید اللہ بن عمرو نے انھوں نے زید بن ابی انیسہ سے انھوں نے منہال سے روایت کی اس حدیث کو (جو اوپر گذری)

علامہ عینی فرماتے ہیں :- قال الکرمانی لعلہ سمع اولا مرسلا واخرا مسندا فنقلہ کما سمعہ وفیہ اشارۃ الی ان الاسناد لیس بشرطہ الخ

÷ وقال مجاھد ممنون محسوب ÷

اشارہ ہے آیت کریمہ لھما اجر غیر ممنون پ ۲۴ ع ۱۵) ان کے لئے ایسا اجر ہے جو (کبھی) موقوف ہونے والا نہیں۔ اور مجاہد نے کہا کہ ممنون بمعنی محسوب ہے غیر ممنون کے معنی ہوں گے بے حساب اجر ہے۔

اقواتها ارزاقها :

اشارہ ہے آیت کریمہ وَبٰرَكَ فیہا وقدّر فیہا اقواتہا الایۃ ؂ ع ۱۶) اور اس (زمین) میں برکتیں رکھدیں (یعنی فائدے کی چیزیں جیسے نباتات وحیوانات وغیرہ) اور اس میں (اس زمین کے رہنے والوں کے لئے) غذائیں تجویز کر دیں۔

فرماتے ہیں کہ اقوات بمعنی ارزاق ہے۔ اقوات قوت بمعنی رزق کی جمع ہے۔

فی کل سماءٍ امرہا مِمّا اُمر بہا :

اشارہ ہے آیت کریمہ : واوحیٰ فی کل سماء امرہا الایۃ ؂ ع ۱۶) اور ہر آسمان میں اسکے مناسب اپنا حکم بھیجدیا۔

فرماتے ہیں یعنی مجاہد رح امرہا کی تفسیر میں مما امر بہ جس چیز کا بھی اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا وغیرہ۔

نحسات مشائیم :

اشارہ ہے آیت کریمہ فارسلنا علیہم ریحا صرصرًا فی ایامٍ نحساتٍ الایۃ ؂ ع ۱۶) تو ہم نے ان پر ایک سخت ہوا ایسے دنوں میں بھیجی جو (بوجہ نزول عذاب الٰہی کے ان کے حق میں) منحوس تھے۔

فرماتے ہیں نحسات بمعنی مشائیم یعنی منحوس، ذات نحوس۔ مشائیم بفتح المیم والشین مشومۃ کی جمع ہے ازباب کرم شامۃ منحوس ونامبارک ہونا۔ نحسات جمع مؤنث اس کا واحد نحسۃ اور اس کا مذکر نحس بمعنی منحوس ہے۔

وقیضنا لہم قرناء قرناہم بہم :

اشارہ ہے آیت کریمہ وقیضنا لہم قرناءَ الایۃ ؂ ع ۱۷) اور ہم نے (دنیا میں) ان (کفار) کے لئے کچھ ساتھ رہنے والے (شیاطین) مقرر کر رکھے تھے الخ

فرماتے ہیں کہ قیضنا لہم قرناء کے معنی ہیں قرناہم بہم یعنی ہم نے باندھ دیا ان ساتھیوں (شیطانوں) کو ان کافروں کے ساتھ۔

واضح رہے کہ ہمارے نسخوں میں قرناہم بہم حاشیہ کے نسخوں میں ہے نیز فتح الباری نے بھی اس تفسیر کو نقل نہیں کیا ہے۔ جس سے یہ دھوکا لگتا ہے کہ تتنزل علیہم اس کی تفسیر ہو حالانکہ بلاشبہ یہ غلط ہے۔

علامہ قسطلانی رح فرماتے ہیں "قرناہم بہم" بفتح القاف والراء والنون المشددۃ، و سقط ہذا التفسیر لغیر الاصیلی والصواب اثباتہ اذ لیس للتالی تعلق بہ الخ وقیل قدرنا للکفرۃ قرناء الخ

تتنزل علیھم الملائکۃ عند الموت

پوری آیت اس آیت کی طرح ہے اِنّ الذین قالوا ربّنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ (پ ۲۴ ع ۱۸) جن لوگوں نے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے (یعنی شرک چھوڑ کر توحید اختیار کر لی) پھر (اس پر مستقیم رہے) ان پر (اللہ کی طرف سے رحمت و بشارت کے) فرشتے اترتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ فرشتوں کا نزول موت کے وقت ہوتا ہے یہی حضرت ابن عباس رض سے منقول ہے۔

اھتزت بالنبات وربت ارتفعت

اشارہ ہے آیت کریمہ فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت و ربت الآیہ (پ ۲۴ ع ۱۹) پھر جب ہم اس (زمین) پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی اور پھولتی ہے الخ۔

فرماتے ہیں کہ اھتزت کے معنی ہیں وہ سبزوں سے جھومنے لگی، لہلہانے لگی اور ربت کے معنی ہیں پھول جاتی ہے، ابھر آتی ہے، بلند ہو جاتی ہے۔

وقال غیرہ من اکمامھا حین تطلع

اور مجاہد کے غیر نے کہا کہ ربت کے معنی ہیں جب پھل اپنے گابھوں (شگوفوں) سے نکلتے ہیں اکمام بفتح الہمزہ جمع کم بالکسر۔

لیقولن ھذا لی ای بعملی انا محقوق بھذا

اشارہ ہے آیت کریمہ ولئن اذقناہ رحمۃ منا من بعد ضراء مستہ لیقولن ھذا لی الآیۃ (پ ۲۵ ع ۱) اگر ہم اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہئے تھا الخ

فرماتے ہیں کہ لیقولن ھذا لی کا مطلب ہے ای بعملی یعنی یہ میرے عمل کی وجہ سے ہے میں اس کا مستحق ہوں۔

سواءً للسائلین قدرھا سواءً

اشارہ ہے آیت کریمہ، وقدر فیھا اقواتھا فی اربعۃ ایام سواءً للسائلین (پ ۲۴ ع ۱۶) اور اس زمین میں اس (کے رہنے والوں) کی غذائیں تجویز کر دیں چار دن میں (یعنی دو دن میں زمین اور دو دن میں پہاڑ وغیرہ جو شمار ہیں) پورے ہیں پوچھنے والوں کے لئے (یعنی ان لوگوں کے لئے جو تخلیق کائنات کی کیفیت و کمیت کے متعلق آپ سے سوالات کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں سواء للسائلین کا مطلب ہے کہ اللہ نے اس زمین کو مقدر کیا ہے یکساں برابر کر کے یعنی سب اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا سب اس سے عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

فھدینا ھم دللنا ھم علی الخیر والشر کقولہ وھدیناہ النجدین وکقولہ

هدیناہ السبیل والھدیٰ الذی ھو الارشاد بمنزلۃ اَصْعَدْ نَاہ من ذٰلک قولہ اولئک الذین ھدی اللّٰہ فبھداھم اقتدہ

اشارہ ہے آیت کریمہ واما ثمود فھدینھم فاستحبوا العمی علی الھدیٰ الآیۃ پ ۲۴ ع ۱۶) اور وہ جو ثمود تھے تو ہم نے ان کو (پیغمبر کے ذریعہ) رستہ بتلادیا انہوں نے گمراہی کو ہدایت کے مقابلہ میں پسند کیا الخ۔

فرماتے ہیں کہ ھدیناھم کے معنی ہیں ہم نے انہیں خیر و شر پر رہنمائی کردی، ان کو اچھا برا بتلا دیا۔ جیسے دوسری جگہ (یعنی سورہ بلد میں) وھدینٰہ النجدین اور اس کو دونوں راستے خیر و شر کے بتلادئے اور جیسے ارشاد الٰہی (سورہ دہر میں) اِنا ھدینٰہ السبیل اما شاکرًا واما کفورًا پ ۲۹ ع ۱۹) ہم نے اس کو (بھلائی برائی پر مطلع کرکے) راستہ بتلادیا (یعنی احکام کا مخاطب بنایا) یا تو وہ شکر گذار (اور مومن) ہوگیا یا ناشکر (اور کافر) ہوگیا۔

والھدیٰ الذی ھو الارشاد الخ اور ہدایت جو ارشاد ہے (یعنی ہدایت کا وہ معنی جو مطلوب و منزل تک کی رہنمائی ہے یعنی ایصال الی المطلوب) وہ تو اصعاد (یا اسعاد) کے معنی میں ہے اسی معنی میں ہے ارشاد خداوندی (سورہ انعام میں) اولئک الذین ھدی اللّٰہ فبھداھم اقتدہ۔ (ترجمہ گذر چکا ہے!)

یُوزَعون یُکفون

اشارہ ہے آیت کریمہ ویوم یُحشر اعداء اللّٰہ الی النار فھم یوزعون پ ۲۴ ع ۱۷) اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے پھر وہ روکے جائیں گے الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں یوزعون بمعنی یکفون ہے یعنی روکے جائینگے۔ وقیل معناہ یساقون یدفعون الی النار۔

من اکمامھا قشر الکفریٰ ھی الکمّ

اشارہ ہے آیت کریمہ: وما تخرج من ثمراتٍ مِن اکمامھا الایۃ پ ۲۵ ع ۱) اور کوئی پھل اپنے خول (غلاف) سے نہیں نکلتا الخ

فرماتے ہیں اکمام کا معنی ہے خوشہ (گابھہ) کا چھلکا یہی کم ہے۔

کفری بضم الکاف وضم الفاء وفتحہا وتشدید الواو وعاء الطلع (قسطلانی) قال ابن عباس رضؓ قبل ان ینشق۔ ھی الکم بضم الکاف امام راغب کہتے ہیں الکم ما یغطی الید من القمیص وما یغطی الثمرہ و جمعہ اکمام وہذا یدل علی انہ مضموم الکاف اذ جعلہ مشترکا بین کم القمیص و بین کم الثمرہ و لاخلاف فی کم القمیص انہ بالضم (قسطلانی) خلاصہ یہ ہے کہ کم بضم الکاف کا اطلاق آستین پر بھی درست ہے اور شگوفہ کے

غلاف پر بھی اللغۃ کم بکسر الکاف کے معنی غلاف شگوفہ۔

ولیٌّ حمیمٌ القریب:

اشارہ ہے آیت کریمہ فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولیٌّ حمیم (پ ۲۴ ع ۱۹) پھر یکایک (آپ دیکھیں گے کہ) آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جاوے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ حمیم کا معنی ہے قریب، دلی دوست۔ اصل میں حمیم گرم پانی کو کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے اس قریبی دوست کو حمیم کہا جاتا ہے جو اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہو جائے۔

من محیص حاص عنہ حاد:

اشارہ ہے آیت کریمہ وظنوا ما لھم من محیص (پ ۲۵ ع ۱) اور یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ان کیلئے بچاؤ کی کوئی صورت (خلاصی) نہیں۔

فرماتے ہیں کہ محیص حاص عنہ سے مشتق ہے بمعنی حاد یعنی ہٹ جانا، الگ ہونا۔

مِریۃ ومُریۃ واحدٌ ای امتراءٌ:

اشارہ ہے آیت کریمہ: الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم الایۃ (پ ۲۵ ع ۱) یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ مِریۃ بکسر المیم اور مُریۃ بضم المیم ایک معنی میں ہے یعنی بمعنی شک جمہور کی قرأت بکسر المیم ہے۔

وقال مجاھدٌ اعملوا ما شئتم الوعید:

اشارہ ہے آیت کریمہ "اعملوا ما شئتم انہ بما تعملون بصیر (پ ۲۴ ع ۱۹) جو جی چاہے کر لو وہ تمہارا سب کچھ کیا ہوا دیکھ رہا ہے۔

فرماتے ہیں کہ یہ وعید ہے (یعنی اعملوا اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے بلکہ امر توبیخ وتہدید ہے۔

وقال ابن عباس التی ھی احسن الصبر عند الغضب والعفو عند الاساءۃ فاذا فعلوا عصمھم اللہ وخضع لھم عدوّھم کانہ ولیٌّ حمیم":

اشارہ ہے آیت کریمہ ادفع بالتی ھی احسن الایۃ (پ ۲۴ ع ۱۹) آپ نیک برتاؤ سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے الخ

اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ التی ھی احسن کا مطلب یہ ہے کہ غصہ کے وقت صبر سے کام لینا اور ناگواری پیش آئے تو معاف کرنا۔ پس جب لوگ صبر وعفو سے کام لیں گے تو اللہ تعالےٰ ان کو محفوظ رکھے گا اور ان کے دشمن بھی ان کے سامنے عاجزی کریں گے گویا کہ وہ دلی دوست ہے۔

معلوم ہوا کہ اخلاق حسنہ جہاں عظیم نعمت ہے وہیں بڑے بڑے دشمن کو نرم کرنے کے لئے عظیم ہتھیار بھی ہے۔

بخاری ص۷۱۲ باب قولہ وما کنتم تستترون ان یشھد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم ولکن ظننتم ان اللہ لا یعلم کثیرا مما تعملون ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ ۲۴ ع ۱۷) اور تم (دنیا میں) اس بات سے تو اپنے کو چھپا نہ سکتے تھے کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف میں گواہی دیں (کیونکہ حق تعالیٰ کی قدرت مطلقہ اور علم محیط واقع میں ثابت ہے جس کا مقتضا یہ تھا کہ تم برے اعمال سے بچتے) لیکن تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر بھی نہیں الخ

۴۳ ۔۔۔ حدثنا الصلت بن محمد قال حدثنا یزید بن زریع عن روح بن القاسم عن منصور عن مجاھد عن ابی معمر عن ابن مسعود وما کنتم تستترون ان یشھد علیکم سمعکم الآیۃ قال کان رجلان من قریش وختن لھما من ثقیف او رجلان من ثقیف وختن لھما من قریش فی بیت فقال بعضھم لبعض اترون ان اللہ یسمع حدیثنا قال بعضھم یسمع بعضہ وقال بعضھم لئن کان یسمع بعضہ لقد یسمع کلہ فانزلت وما کنتم تستترون ان یشھد علیکم سمعکم ولا ابصارکم الآیۃ ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیت کریمہ وما کنتم تستترون الآیۃ کی تفسیر میں مروی ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قریش کے دو آدمی اور بیوی کی طرف سے ان دونوں کا رشتہ دار جو قبیلہ ثقیف کا تھا یا دو آدمی قبیلہ ثقیف تھا اور ان کی بیوی کا رشتہ دار جو قبیلہ قریش میں سے تھا (تینوں) ایک گھر میں (بیٹھے ہوئے) تھے ان میں سے بعض نے بعض سے کہا (یعنی آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے) کیا تمہارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری باتیں سنتا ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا بعض باتیں سنتا ہے (جو ہم بلند آواز سے بولتے ہیں) اور دوسرے نے کہا اگر بعض باتیں سنتا ہے تو پھر سب سنتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی وما کنتم تستترون ان یشھد علیکم الآیۃ اور تم (دنیا میں) اس بات سے تو اپنے کو (کسی طرح) چھپا ہی نہ سکتے تھے کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف میں گواہی دیں الخ

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاھرۃ ۔

والحدیث اخرجہ البخاری فی التوحید ص۱۱۲۲ واخرجہ مسلم والترمذی وغیرہ

ختن بفتح الخاء المعجمۃ والتاء بعدھا نون عورت کی طرف سے رشتہ دار جیسے سسر، سالہ، داماد جمع اختان انسان اگر چھپ کر کوئی گناہ کرنا چاہے تو دوسرے لوگوں سے چھپا سکتا ہے مگر خود اپنے

ہی اعضا، جوارح سے کیسے چھپائے؟ جب معلوم ہو جائے کہ ہمارا کان، آنکھ، ہاتھ پاؤں اور بدن کی کھال اور بال سب ہمارے نہیں بلکہ سرکاری گواہ ہیں جب ان اعضاء سے ہمارے اعمال کے متعلق پوچھا جائیگا تو ساری باتیں بتادیں گے تو پھر چھپا کر گناہ کرنے کا کوئی راستہ ہی نہیں رہتا اس رسوائی سے بچنے کا اس کے سوا کوئی علاج نہیں کہ گناہ کو ہی چھوڑ دیا جائے۔

باب قولہ وذٰلکم ظنکم الاٰیۃ

اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے:۔ وذٰلکم ظنکم الذی ظننتم بربکم اردٰکم فاصبحتم من الخٰسرین (پ ۲۴ ع ۱۷) اور تمہارے اسی گمان نے جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا تم کو برباد کیا پھر تم (ابدی) خسارہ میں پڑ گئے۔

ذٰلکم۔ اشارہ ہے آیت ماقبل کی طرف ولکن ظننتم ان اللہ لایعلم کثیرا مما تعملون وذالکم رفع علی الابتداء وظنکم خبرہ۔ قولہ الذی ظننتم بربکم صفۃ لظنکم، قولہ اردٰکم خبر بعد خبر ای اھلککم وقیل ظنکم بدل من ذالکم واردٰکم ہو الخبر (عمدہ)

۴۱۳ ـــــ حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا منصور عن مجاھد عن ابی معمر عن عبداللہ قال اجتمع عند البیت قرشیان وثقفیؓ او ثقفیان وقرشیؓ کثیرۃ شحم بطونھم قلیلۃ فقہ قلوبھم فقال احدھم اترون ان اللہ یسمع مانقول قال الاٰخر یسمع ان جھرنا ولا یسمع ان اخفینا وقال الاٰخر ان کان یسمع اذا جھرنا فانہ یسمع اذا اخفینا فانزل اللہ وماکنتم تستترون ان یشھد علیکم سمعکم ولاابصارکم ولاجلودکم الاٰیۃ وکان سفیان یحدثنا بھذا فیقول حدثنا منصورؒ اوابن ابی نجیح اوحمیدؒ احدھم او اثنان منھم ثم ثبت علی منصور وترک ذالک مرارا غیر واحدۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان فرمایا کہ خانہ کعبہ کے پاس دو قریش اور ایک ثقفی یا دو ثقفی اور ایک قریش (تینوں) جمع ہوئے ان کے پیٹوں میں چربی بہت تھی (یعنی بہت موٹے تھے) لیکن ان کے قلوب میں علم وفہم کی کمی تھی ان میں سے ایک نے کہا تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا اللہ ہماری باتیں سنتا ہے؟ دوسرے نے کہا" اگر ہم زور سے بولیں تو سنتا ہے لیکن اگر آہستہ بولیں تو نہیں سنتا۔ تیسرے نے کہا اگر اللہ ہمارے زور سے بولنے پر سن سکتا ہے تو آہستہ بولنے پر بھی سنے گا۔ اسپر اللہ تعالٰے نے یہ آیت نازل فرمائی؛۔

وماکنتم تستترون ان یشھد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولاجلودکم الاٰیۃ

حمیدی (شیخ بخاری کہتے ہیں) سفیان یہ حدیث ہم سے بیان کرتے تھے (پہلے) یوں کہتے تھے ہم سے منصور بن معتمر یا عبداللہ بن ابی نجیح یا حمید بن قیس نے بیان کیا پھر صرف منصور پر جم گئے

(یعنی صرف منصور کا نام لینے لگے) باقی دونوں کا نام لینا چھوڑ دیا کئی بار اسی طرح انھوں نے یعنی سفیان بن عیینہ نے یہ حدیث بیان کی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ لان ہذا طریق آخر فی الحدیث المذکور۔
اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ تینوں اشخاص میں تیسرا کچھ سمجھدار تھا کہتے ہیں کہ یہ شخص اخنس بن شریق یا صفوان بن امیہ تھا جو بعد کو مسلمان ہو گئے تھے۔ (تیسیر الباری)

بخاری ص۷۱۳ باب قولہ فان یصبروا فالنار مثوی لھم وان یستعتبوا فما ھم من المعتبین۔

اللہ تعالے کا ارشاد:۔ پ۲۴ ع ۱۷) سو اگر یہ لوگ (اس بربادی وخسارہ پر) صبر کریں تب دوزخ ہی ان کا ٹھکانہ ہے (یہ نہیں کہ ان کا صبر موجب رحم ہو جاوے جیسا کہ دنیا میں اکثر ایسا ہو جاتا ہے) اور اگر وہ عذر کرنا چاہیں گے تو بھی مقبول نہ ہوگا۔

۳۴۲ــــ حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا یحیی قال حدثنا سفیان الثوری قال حدثنا منصور عن مجاھد عن ابی معمر عن عبد اللہ بنحوہ۔

بنحوہ ای بنحو الحدیث السابق

بخاری شریف ص۷۱۳ ❊ **حٰمٓ عٓسٓقٓ** ❊ ای سورۃ حٰم عسق

اس سورہ کا مشہور ومعروف نام سورہ شوریٰ ہے اس سورت میں مسلمانوں کے ملی واجتماعی امور کے اصحاب الرای کے مشوروں سے حل کرنے کی تاکید ہے اسلئے سورہ کو سورۂ شوریٰ سے موسوم کیا گیا۔ یہ سورہ مکی ہے اس میں ترپین۵۳ آیات اور پانچ رکوع ہیں۔

❊ ویذکر عن ابن عباس عقیما لا تلد ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ویجعل من یشاء عقیما الاٰیۃ پ۲۵ ع ۶) اور اللہ تعالے جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ عقیما کے معنی ہیں وہ عورت جو نہ جنے یعنی بانجھ جس کی اولاد نہ ہو۔

❊ **روحا من امرنا القرآن** ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ: وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا الاٰیۃ پ۲۵ ع ۶) اسی طرح ہم نے آپ کے پاس (بھی) وحی یعنی اپنا حکم بھیجا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں روح سے مراد قرآن ہے۔

٭ وقال مجاهد یذرؤکم فیہ نسل بعد نسل ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ:- ومن الانعام ازواجا یذرؤکم فیہ پ۲۵ ع ۳) اور مواشی کے جوڑے بنائے اور اس (جوڑنے ملانے) کے ذریعہ تمہاری نسل چلاتا رہتا ہے۔

اور مجاہدؒ نے بیان کیا کہ یذرؤکم فیہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک نسل کے بعد دوسری نسل پھیلاتا رہے گا۔

٭ لاحجۃ بیننا لاخصومۃ ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ:- لنا اعمالنا ولکم اعمالکم لاحجۃ بیننا وبینکم اللہ یجمع بیننا الآیۃ پ۲۵ ع ۳) ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے، ہماری تمہاری کچھ حجت نہیں اللہ (جو سب کا مالک ہے قیامت میں) ہم سب کو جمع کرے گا۔

فرماتے ہیں کہ لاحجۃ بیننا یعنی اب ہم میں اور تم میں کوئی جھگڑا نہیں رہا۔

٭ طرف خفی ذلیل ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: خٰشعین من الذل ینظرون من طرف خفی الآیۃ پ۲۵ ع ۶) مارے ذلت کے جھکے ہوئے ہونگے سست نگاہ سے دیکھتے ہونگے۔

فرماتے ہیں کہ طرف خفی کے معنی ہیں ذلیل نگاہ یعنی کمزور نگاہ سے یا دزدیدہ نظر سے۔

٭ وقال غیرہ فیظللن رواکد علی ظھرہ یتحرکن ولا یجرین فی البحر ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ ومن اٰیٰتہ الجوار فی البحر کالاعلام ان یشا یسکن الریح فیظللن رواکد علی ظھرہ پ۲۵ ع ۵) اور منجملہ اس کی (قدرت کی) نشانیوں کے جہاز ہیں سمندر میں (ایسے اونچے) جیسے پہاڑ (مراد یہ ہے کہ ان کا سمندر میں چلنا دلیل ہے حق تعالیٰ کی عجیب صناعی کی ورنہ) اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ (جہاز) سمندر کی سطح پر کھڑے رہ جائیں۔

اور مجاہدؒ کے غیر نے کہا کہ آیت میں فیظللن رواکد علی ظھرہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے مقام پر (موجوں کے تھپیڑوں سے) ہلتی رہیں اور سمندر میں چل نہ سکیں (آگے آگے راستہ طے نہ کر سکیں صرف اپنی جگہ حرکت کرتے رہیں)۔

٭ شرعوا ابتدعوا ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: ام لھم شرکاؤ شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ پ۲۵ ع ۴) کیا ان کے تجویز کئے ہوئے کچھ شریک (خدائی) ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی خدا نے اجازت نہیں دی۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں شرعوا —— کے معنی ہیں ابتدعوا یعنی نیا دین نکالا

باب قولہ الا المودۃ فی القربیٰ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :- قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ الآیۃ (پ۲۵ ع۴) آپ (ان سے) کہئے کہ میں تم سے اس (تعلیم و تبلیغ) پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے الخ (یعنی میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ رشتہ داروں کے حقوق کا خیال کرو، بات کا ماننا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے مگر عداوت دشمنی سے تو کم ازکم یہ خاندانی تعلق مانع ہونا چاہئے۔

۳۴۳ــــ حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا شعبۃ عن عبد الملک بن میسرۃ قال سمعت طاؤسا عن ابن عباس انہ سئل عن قولہ الا المودۃ فی القربیٰ فقال سعید بن جبیر قربیٰ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابن عباس عجلت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن بطن من قریش الا کان لہ فیہم قرابۃ فقال الا ان تصلوا ما بینی وبینکم من القرابۃ -

ترجمہ :- حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ آپ سے ارشاد خداوندی الا المودۃ فی القربیٰ کے متعلق پوچھا گیا تو سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابتداری مراد ہے اس پر حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا تم نے جلد بازی کی قریش کی کوئی شاخ ایسی نہیں جس میں آنحضرتؐ کی قرابتداری نہ ہو، آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا کہ تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اس قرابتداری کی وجہ سے صلہ رحمی کا معاملہ کرو جو میرے اور تمہارے درمیان میں موجود ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
وحاصل کلام ابن عباس رضؓ ان جمیع قریش اقارب النبی صلے اللہ علیہ وسلم ولیس المراد من الآیۃ بنو ہاشم ونحوہم کما یتبادر الذہن الی قول سعید بن جبیر (عمدۃ القاری) یعنی حضرت ابن عباس رضؓ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ آیت میں اقارب نبوی سے مراد سارے قریش ہیں خاص بنو ہاشم مراد لینا صحیح نہیں ہے۔

حٰمٓ الزخرف ای سورۃ حٰمٓ الزخرف

بخاری ص۷۱۲

سورۂ زخرف مکی ہے اس میں نواسی آیات اور سات رکوع ہیں۔

وقال مجاہد علیٰ امۃ علیٰ امام

اشارہ ہے آیت کریمہ :- بل قالوا انا وجدنا آباءنا علی امۃ و انا علی آثارہم مہتدون (پ۲۵ ع۸) بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے رستہ پر چل رہے ہیں۔

اور مجاہدؒ نے کہا کہ علیٰ امۃ کے معنی ہیں علیٰ امام کذا فسرہ ابو عبیدہ حضرت ابن عباس رضؓ سے

دین منقول ہے۔

وقیلہ یارب تفسیرہ ایحسبون انا لا نسمع سرّھم ونجواھم ولا نسمع قیلھم:

اشارہ ہے آیت کریمہ: وقیلہ یارب ان ھؤلاء قوم لا یؤمنون (پ ۲۵ ع ۱۲) اس کو (یعنی اللہ کو) رسولؐ کے اس کہنے کی بھی خبر ہے کہ اے رب یہ وہ لوگ ہیں جو (باوجود میری اس درجہ فہمائش کے) ایمان نہیں لاتے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں قیلہ یارب کی تفسیر یہ ہے کہ کیا یہ کفار سمجھتے ہیں کہ ہم انکے رازوں اور ان کی سرگوشیوں کو نہیں سن رہے ہیں اور ہم ان کی گفتگو کو نہیں سنتے ہیں؟

وقال ابن عباس ولولا ان یکون الناس اُمّۃ واحدۃ لولا ان اجعل الناس کلھم کفارا لجعلتُ لبیوتِ الکفار سُقفا مِن فضۃٍ ومعارجَ من فضۃ وھی درجٌ وسُرر فضۃ:

اشارہ ہے آیت کریمہ:- ولولا ان یکون الناس امۃ واحدۃً لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتھم سقفا من فضۃ ومعارج علیھا یظھرون (پ ۲۵ ع ۹) اور (دنیا کی دولت وجاہ ہمارے نزدیک اس قدر حقیر ہے کہ) اگر یہ بات (متوقع) نہ ہوتی کہ (قریب قریب) تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے ہو جاویں گے (یعنی کافر ہو جائیں گے) تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم ان (سب) کے لئے انکے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی (چاندی کی کر دیتے) جن پر چڑھا (اترا) کرتے الخ

تشریح مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں اس دنیوی مال و دولت کی کوئی قدر نہیں نہ اس کا دیا جانا کچھ قرب وجاہت عند اللہ کی دلیل ہے یہ تو ایسی بے قدر اور حقیر چیز ہے کہ اگر ایک خاص مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالےٰ کافروں کے مکانوں کی چھتیں، زینے، دروازے اور تخت سب چاندی اور سونے کے بنا دیتا مگر اس صورت میں لوگ یہ دیکھ کر کافروں ہی کو ایسا سامان ملتا ہے عموماً کفر کا راستہ اختیار کر لیتے (الا ماشاء اللہ) اور یہ چیز مصلحت خداوندی کے خلاف ہوتی اسلئے ایسا نہیں کیا گیا۔ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لو کانت الدنیا تعدل عند اللہ جناح بعوضۃ ما سقیٰ کافرا منھا شربۃ ماء (یعنی اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے ایک پر کے برابر بھی درجہ رکھتا تو اللہ تعالےٰ کسی کافر کو اس سے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا، بھلا جو چیز خدا کے نزدیک اس قدر حقیر ہو، اسے سیادت و وجاہت عند اللہ اور نبوت و رسالت کا معیار قرار دینا کہاں تک صحیح ہوگا۔

وقال ابن عباسؓ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ لولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگوں کو کافر ہی بنا ڈالتے تو میں کافروں کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتا اور زینے بھی چاندی کے۔ وھی درج الخ اور معارج کے معنی زینے اور چاندی کے تخت ہیں

٭ مُقرِنین مُطیقین ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ (سُبحٰن الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مُقرنین پ۲۵ ع ۷) پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو ہمارے لئے مسخر کر دیا اور ہم تو ایسے (طاقتور اور ہنرمند) نہ تھے جو ان کو قابو میں کر لیتے۔

فرماتے ہیں کہ مُقرنین کے معنی ہیں مطیقین یعنی طاقتور، قابو میں لانے والا۔

٭ آسفونا آسخطونا ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ ؛ فلما اسفونا انتقمنا منھم فاغرقنٰھم اجمعین پ۲۵ ع ۱۱) پھر جب ان لوگوں نے (برابر کفر و عناد پر اصرار کر کر کے) ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو غرق کر دیا۔ الخ

فرماتے ہیں کہ اسفونا کا معنی ہے اسخطونا یعنی ہم کو غصہ دلایا۔

٭ یعش یعمیٰ ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ :- ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نُقیّض لہ شیطٰنا فھولہ قرین پ۲۵ ع ۱۰)
اور جو شخص اللہ کی نصیحت (یعنی قرآن اور وحی) سے اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں پھر وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ یعش کے معنی ہیں یعمیٰ یعنی اندھا بن جائے، تغافل برتے۔

وقال مجاھدٌ افنضربُ عنکم الذکر ای تکذبون بالقرآن ثم لا تعقبون علیہ۔

اشارہ ہے آیت کریمہ افنضرب عنکم الذکر صفحا ان کنتم قوما مسرفین پ۲۵ ع ۷)
کیا ہم تم سے اس نصیحت (نامہ) کو (محض) اس بات پر ہٹا لیں گے کہ تم حد (اطاعت) سے گذرنے والے ہو۔

اور مجاہد نے بیان کیا کہ آیت کریمہ افنضرب عنکم الذکر کا مطلب یہ ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم قرآن کو جھٹلاتے رہو گے پھر بھی تمہیں سزا نہ دی جائے ؟ (یعنی تمہیں ضرور سزا دی جائیگی)

٭ وَمَضیٰ مَثَلُ الاولین سنۃ الاولین ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ ؛ فاھلکنا اشدَّ منھم بطشا ومضیٰ مثل الاولین پ۲۵ ع ۷) پھر ہم نے ان لوگوں کو جو کہ ان (اہل مکہ) سے زیادہ زور آور تھے (تکذیب و استہزاء کی سزا میں) غارت کر ڈالا اور پہلے لوگوں کی یہ حالت ہو چکی ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں مثل الاولین کے معنی ہیں سنۃ الاولین یعنی اگلے لوگوں کا طریقہ گذر چکا بعض نے تفسیر کی ہے عقوبۃ الاولین۔

٭ مُقرنین یعنی الابل والخیل والبغال والحمیر ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: وما کنا لہ مقرنین ﴿۲۵ ع ۷﴾ فرماتے ہیں کہ لہ مقرنین (یعنی ہم اس کو قابو میں لانے والے نہیں تھے) سے مراد اونٹ گھوڑا، خچر اور گدھے ہیں کہ ان کو اپنے بس میں کرنا اور قابو میں کرنے کی طاقت ہم میں نہیں تھی۔ یہاں مقصد لہ کی ضمیر کا مرجع بتانا ہے کہ مرجع انعام ہے جو اسم جنس ہے اور معنی جمع ہے مثل رہط، جیش اور جند کے۔

٭ ینشؤ فی الحلیۃ الجواری جعلتموھن للرحمٰن ولدًا فکیف تحکمون ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: او من ینشوا فی الحلیۃ وھو فی الخصام غیر مُبین ﴿۲۵ ع ۸﴾ کیا (خدانے اولاد بنانے کے لئے لڑکی کو پسند کیا ہے) جو کہ (عادۃً آرائش میں نشوونما پائے (جو زیورات اور بناؤ سنگھار کی طرف اس کی رغبت کا سبب ہوتی ہے اور اس کا لازمی نتیجہ عقل ورائے کی ناپختگی ہے) اور وہ مباحثہ میں قوت بیانیہ (بھی) نہ رکھے (یعنی بحث میں اپنا مدعا پوری طرح واضح بھی نہیں کرسکتی) فرماتے ہیں کہ آیت میں ینشؤا فی الحلیۃ سے مراد لڑکیاں ہیں تم نے انہیں (یعنی بیٹی ذات کو) اللہ کی اولاد ٹھہرا دیا پس کس طرح یہ حکم لگاتے ہو (کہ کہتے ہو الملائکۃ بنات اللہ جبکہ تم خود لڑکیوں سے راضی نہیں ہوتے ہو اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے ہو)

٭ لوشاء الرحمٰن ماعبدنا ھم یعنون الاوثان لقول اللہ تعالےٰ مالھم بذالك مِن علمٍ الاوثانُ اِنھم لا یعلمون ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: وقالوا لوشاء الرحمٰن ماعبدنٰھم مالھم بذالك من علم ان ھم الا یخرصون ﴿۲۵ ع ۸﴾ اور وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ نے چاہتا تو ہم انکی عبادت نہ کرتے ان کو اس (بات) کی کچھ خبر نہیں (ہے) محض بے تحقیق بات کہہ رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں ماعبدنا ھم میں ھم ضمیر سے مراد اوثان یعنی بت ہیں کیونکہ آگے فرمایا مالھم بذالك من علم یعنی بتوں کو جنکو یہ پوجتے ہیں کچھ بھی علم نہیں ہے وہ تو بالکل بے جان بت ہیں کچھ نہیں جانتے۔

نوٹ یہ تفسیر مجاھدؒ سے منقول ہے۔ دوسری تفسیر آیت کریمہ کی قتادہ سے منقول ہے کہ ماعبدنا ھم میں ھم ضمیر کا مرجع ملائکہ ہیں اس صورت میں مالھم بذالك من علم کا مطلب ہوگا ای فیما یقولون ان ھم الا یخرصون ای یکذبون۔

٭ فی عقبہٖ ولدِہٖ ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ لعلھم یرجعون ﴿۲۵ ع ۹﴾ اور وہ (یعنی ابراہیم) اس (عقیدۂ توحید یعنی لاالٰہ الا اللہ) کو اپنی اولاد میں ایک قائم رہنے والی

بات کر گئے۔

(مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم ؑ نے عقیدۂ توحید کو اپنی ذات تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اپنی اولاد کو بھی اس عقیدے پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں عقبہ کے معنی ہیں ولد کا۔

مُقتَرِنين يمشون معا

اشارہ ہے آیت کریمہ او جاء معه الملٰئكة مقترنين (پ ۲۵ ع ۱۱) یا فرشتے اس کے جلو میں پرا باندھکر آتے ہوتے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں مقترنین کا مفہوم یہ ہے کہ ساتھ ساتھ چلتے (جیسے امراء و رؤسا کے اردلی اور خدام ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

سَلَفا قوم فرعون سلفا لكفار امة محمد صلے الله عليه وسلم ومثلا عبرة

اشارہ ہے آیت کریمہ فجعلنٰهم سلفا و مثلا للاخرين (پ ۲۵ ع ۱۱) پھر ہم نے ان کو آئندہ آنے والوں کے لئے خاص طور سے متقدمین (یعنی پیش رو) اور نمونہ (عبرت) بنا دیا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں سلف سے مراد فرعون کی قوم ہے یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے کفار کے لئے وہ پیش رو اور نمونہ عبرت ہے۔

يَصِدّون يَضِجُّون

اشارہ ہے آیت کریمہ: اذا قومك منه يصدون (پ ۲۵ ع ۱۲) یکایک آپ کی قوم کے لوگ اس (اعتراض کے سننے) سے (مارے خوشی کے) چلانے لگے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں یصدون بمعنی یضجون ہے یعنی چلانے لگے، شور و غل کرنے لگے۔

مُبرِمون مُجمِعون

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ ام ابرموا امرا فانا مبرمون (پ ۲۵ ع ۱۳) کیا انھوں نے (رسول کو نقصان پہنچانے کے بارے میں) کوئی انتظام درست کیا ہے تو ہم نے ایک انتظام درست کیا ہے الخ

فرماتے ہیں کہ مبرمون کے معنی ہیں مجمعون یعنی پختہ قصد کرنے والے متفقہ قرار دینے والے

اوّلُ العابدين اوّل المؤمنين

اشارہ ہے آیت کریمہ" قل ان كان للرحمٰن ولد فانا اول العٰبدين (پ ۲۵ ع ۱۳) آپ (ان مشرکین سے) کہئے کہ اگر (بالفرض محال) خدائے رحمان کے اولاد ہو تو سب سے اول اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں۔

فرماتے ہیں کہ اول العبدین کے معنی ہیں اول المؤمنین۔ مطلب یہ ہے کہ مجھکو تمہاری

طرح حق بات کے ماننے سے انکار نہیں تم اگر ثابت کردو تو سب سے پہلے میں مان لوں۔

﴿ اننی براءٌ مما تعبدون» العربُ تقول نحن منك البرآءُ والخلاءُ والواحدُ والاثنان والجميع من المذكر والمؤنث يقال فيه بَرَاءٌ لانه مصدرٌ ولو قال بريءٌ لقيل في الاثنين بريان وفي الجميع بريؤن وقرا عبد الله اننی بَرِیءٌ بالياء ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: واذ قال ابراهيم لابيه وقومه اننی براءٌ مما تعبدون پ۲۵ ع ۹) اور (وہ وقت قابلِ ذکر ہے) جبکہ ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں اُن چیزوں (کی عبادت) سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں لفظ براء کے معنی ہیں بیزار۔ عرب لوگ کہتے ہیں نحن منك البراء والخلاءُ یعنی ہم تم سے بیزار ہیں الگ ہیں، یہ لفظ براء واحد، تثنیہ اور جمع اور مذکر ومؤنث سب کے واسطے لفظ براء استعمال کیا جاتا ہے۔ ولو قال بریءٌ اور اگر بَرِیءٌ پڑھا جائے (جیسے حضرت ابن مسعودؓ کی قراءت ہے) تو تثنیہ میں بریان اور جمع میں بریئون کہا جائے گا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اِنَّنی بَرِیءٌ "یاء" کے ساتھ قرأت کی ہے۔

﴿ والزخرف الذهب ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: ولبيوتهم ابوابا وسُرُرًا عليها يتكؤن وزخرفا الاية ۲۵ ع ۹) اور ان کے گھروں کے کواڑ (دروازے) بھی اور تخت بھی (چاندی کے کر دیتے جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں اور (یہی چیزیں) سونے کی بھی کر دیتے۔

فرماتے ہیں کہ زخرف بمعنی سونا ہے۔ ملائكة يخلفون يخلف بعضهم بعضا۔

اشارہ ہے آیت کریمہ: ولو نشاءُ لجعلنا منكم ملٰئكةً فی الارض يخلفون ۲۵ ع ۱۲) اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے (جس طرح تم سے تمہارے بچے پیدا ہوتے ہیں) کہ وہ زمین پر (انسان کی طرح) یکے بعد دیگرے رہا کرتے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں ملائكة يخلفون کے معنی ہیں ان میں سے بعض بعض کا خلیفہ ہوگا۔

بخاری ص۷۱۳ ﴿ باب قوله ونادوا يا مالكُ لِيَقضِ علينا ربك الاية ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ۔ پ۲۵ ع ۱۳) اور دوزخی جب نجات سے مایوس ہو جائیں گے تو دوزخ کے داروغہ مالک نامی فرشتہ کو) پکاریں گے کہ اے مالک (تم ہی دُعاء کرو کہ) تمہارا پروردگار (ہم کو موت دیکر) ہمارا کام ہی تمام کر دے۔

۴۴۳ ــــــ حدثنا حجاج بن منهال قال حدثنا سفيٰن بن عُيينة عن عمرٍو عن عطاء

عن صفوان بن یعلیٰ عن ابیہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ علی المنبر ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک ۔

(ترجمہ گذر چکا۔)

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ ۔
والحدیث قد مضٰی فی بدء الخلق ص۴۶۲ وہنا فی التفسیر ص۷۱۳

بعض نے ترخیم کے ساتھ پڑھا ہے یا مال (بکسر اللام) ۔

وقال قتادۃ مثلا للاخرین عظۃ لمن بعدھم ۔

اشارہ ہے آیت کریمہ: فجعلنٰھم سلفا و مثلا للاٰخرین (پ۲۵ ع۱۱) ترجمہ گذر چکا ہے ۔
اور قتادہ نے کہا کہ مثلا للاٰخرین کا مطلب یہ ہے کہ بعد والوں کے لئے نصیحت ہے ۔

وقال غیرہ مقرنین ضابطین یقال فلان مقرن لفلان ضابط لہ ۔

اشارہ ہے آیت کریمہ: وما کنا لہ مقرنین (پ۲۵ ع۷) ترجمہ گذر چکا ہے ۔
فرماتے ہیں کہ قتادہ کے غیر (یعنی ابو عبیدہ ؒ) نے کہا کہ مقرنین بمعنی ضابطین ہے یعنی قابو میں لانے والے، عرب لوگ کہتے ہیں فلاں فلانے کا مقرن ہے یعنی اس کو قابو میں لانے والا ہے، اس پر اختیار رکھتا ہے ۔

والاکواب الاباریق التی لاخراطیم لہا ۔

اشارہ ہے آیت کریمہ "یطاف علیہم بصحاف من ذہب واکواب الاٰیۃ (پ۲۵ ع۱۳)
ان (اہل جنت) کے پاس سونے کی رکابیاں (کھانے کی چیزوں سے بھری ہوئی) اور گلاس (مشروبات سے بھرے ہوئے) لائے جائیں گے (یعنی غلمان لائینگے)
فرماتے ہیں کہ اکواب وہ لوٹے ہیں جس کے ٹونٹی نہ ہو (بلکہ منہ کھلا ہوا ہو کہ جہاں سے دل چاہے پیئے ۔)

اول العابدین ای ما کان فانا اول الاٰنفین وھما لغتان رجل عابد وعبد وقرأ عبد اللہ وقال الرسول یارب ویقال اول العابدین الجاحدین من عبد یعبد ۔

اشارہ ہے آیت کریمہ: قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین (پ۲۵ ع۱۳)
ترجمہ گذر چکا ہے ۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں اِن نافیہ ہے ای ما کان للرحمٰن ولد یعنی اللہ تعالیٰ کے کوئی اولاد نہیں ہے ۔ فانا اول العابدین میں فاء سببیہ ہے اور عابدین بمعنی آنفین ہے یعنی سب سے پہلے اس کا انکار کرنے والا میں ہوں اس میں دو لغت ہیں رجل عابد اور رجل عبد ۔

وقرأ عبد اللہ الخ یعنی چند آیتوں کے بعد آیت ۸۸ میں بجائے وقیلہ یارب حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے وقال الرسول یارب قرأت کی ہے۔ اس کا اصل محل یہاں نہیں تھا اس لئے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں وکان ینبغی ان یذکر ھذا عند قولہ وقیلہ یارب علی مالا یخفی (عمدہ)

ویقال الخ اور کہا جاتا ہے کہ اول العابدین کے معنی ہیں جاحدین یعنی انکار کرنے والا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہو تو سب سے پہلے میں انکار کرنے والا ہوں اس صورت میں لفظ عابد مشتق ہوگا عبد یعبد یعنی از باب سمع ہے۔

وقال قتادۃ فی ام الکتاب جملۃ الکتاب اصل الکتاب

اشارہ ہے آیت کریمہ وانہ فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم۔ (پ۲۵ ع ۷) اور وہ (قرآن) ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے۔

اور قتادہؒ نے کہا ام الکتاب کی تفسیر میں جملۃ الکتاب اور اصل کتاب یعنی اصل کتاب جملۃ الکتاب کی تفسیر ہے۔ اکثر مفسرین سے منقول ہے کہ ام الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ ام کے معنی اصل کے ہیں پس لوح محفوظ اصل کتاب ہے، جہاں سے قرآن حکیم اور جملہ کتب سماویہ منقول ہے واللہ اعلم۔

افنضرب عنکم الذکر صفحا ان کنتم قوما مسرفین مشرکین واللہ لو ان ھذا القرآن رفع حیث ردہ اوائل ھذہ الامۃ لھلکوا

ابتداء سورت میں اس کی تفسیر گذر چکی ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسرفین سے مراد مشرکین ہیں، واللہ اگر یہ قرآن اٹھالیا جاتا جبکہ ابتداء میں اس امت کے اگلے لوگوں نے (یعنی قریش نے) اسے رد کردیا تھا تو سب ہلاک ہوجاتے۔

فاھلکنا اشد منھم بطشا ومضی مثل الاولین عقوبۃ الاولین

اوائل سورہ میں ترجمہ وتفسیر گذر چکی ہے آیت کریمہ ہے پ۲۵ ع ۷) مثل الاولین کی تفسیر کرتے ہیں عقوبۃ الاولین سے یعنی اگلوں کا عذاب ہوچکا ہے۔

جزءً عِدلًا

اشارہ ہے آیت کریمہ وجعلوا لہ من عبادہ جزءا ان الانسان لکفور مبین (پ۲۵ ع ۷) ان لوگوں نے خدا کے بندوں میں (جو مخلوق ہوتے ہیں) خدا کا جزو ٹھہرایا واقعی (ایسا) انسان صریح ناشکرا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں جزءً بمعنی عدلا ہے یعنی نظیر، مثل، برابر یعنی مشرکین نے یہ کہکر کہ الملائکۃ بنات اللہ اللہ کا جزو اور شریک ٹھہرایا تعالیٰ اللہ عن ذالک۔

بخاری شریف ص۷۱۱ ۞ الدُّخان ۞ ای سورۃ حم الدُّخان

سورۂ دخان مکی ہے اس میں انسٹھ آیات اور تین رکوع ہیں۔

۞ وقال مجاهدٌ رھوا طریقا یابسًا ۞

اشارہ ہے آیت کریمہ: واترُكِ البحرَ رھوًا انهم جندٌ مغرقون (پ۲۵ ع ۱۴) اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا ان (فرعونیوں) کا سارا لشکر (اس دریا میں) ڈبو یا جاویگا۔

اور مجاہدؒ نے بیان کیا کہ آیت میں رھوًا کا معنی ہے سوکھا راستہ۔

۞ علی العٰلمین علی من بین ظهرَیہِ ۞

اشارہ ہے آیت کریمہ: ولقد اخترنٰھم علی علمٍ علی العٰلمین (پ۲۵ ع ۱۵) اور ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے (بعض امور میں تمام) دنیا جہاں والوں پر فوقیت دی الخ۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں علی العٰلمین کے معنی ہیں علیٰ من بین ظہریہ یعنی ان لوگوں پر جو ان کے درمیان ہیں۔ ای علی اہل عصرہ یعنی ان کے زمانے کے لوگوں پر فوقیت دی وھو ایضا قول مجاہدؒ۔

۞ فاعتِلوہ ادفعوہ ۞

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ خذوہُ فاعتلوہ الی سواء الجحیم (پ۲۵ ع ۱۶) (فرشتوں کو حکم ہوگا) اس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لیجاؤ۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں اعتلوہ کے معنی ہیں ادفعوہ یعنی اس کو دھکیل دو۔

۞ وزوّجنٰھم بحورٍ انکحناھم حورًا عینا یحار فیھا الطرفُ ۞

اشارہ ہے آیت کریمہ وزوّجنٰھم بحورٍ عینٍ (پ۲۵ ع ۱۶) اور ہم انکا گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے بیاہ کردیں گے۔

فرماتے ہیں کہ زوّجنٰھم بحورٍ کے معنی ہیں ہم ان کا نکاح بڑی آنکھوں والی حوروں سے کرینگے جنہیں دیکھ کر آنکھیں حیرت زدہ رہ جاتی ہوں۔

والحور جمع احور، والعین بالکسر جمع العیناء وھی العظیمۃ العینین (عمدہ) مطلب یہ ہے کہ حور کے معنی ہیں گوری نہایت حسین عورت کہ دیکھنے والا اس کو دیکھ کر اپنا چہرہ دیکھ لے جیسے آئینہ میں دیکھتا ہے۔ من رقۃ الجلد وصفاء اللون جلد کے پتلا ہونے اور رنگ کے صاف ہونے کی وجہ سے۔

عین بڑی آنکھوں والی۔

۞ ترجُمون القتل ۞

اشارہ ہے آیت کریمہ وانّی عذت بربّی وربکم ان ترجمون (پ۲۵ ع ۱۴) اور میں اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تم لوگ مجھ کو پتھر (وغیرہ) سے قتل کرو۔

فرماتے ہیں کہ ترجمون کے معنی ہیں" مجھکو قتل کرو" ترجمہ سے ظاہر ہو گیا کہ ترجمون کے نون پر کسرہ ہے جو یاء متکلم کے حذف پر دال ہے۔

ورھوًا ساکناً:

هذا مكرر وقد مضى عن قريب پ۲۵ ع ۱۴) کے حوالہ سے گذر چکا ہے۔

وقال ابن عباس كالمهل اسود كمهل الزيت۔

اشارہ ہے آیت کریمہ ان شجرت الزقوم طعام الاثيم كالمهل يغلى فى البطون پ۲۵ ع ۱۶) بے شک زقوم کا درخت بڑے مجرم کا کھانا ہوگا جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا وہ پیٹ میں ایسا کھولے گا جیسا تیز گرم پانی کھولتا ہے۔

اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کالمھل یعنی سیاہ زیتوں کے تیل کی تلچھٹ جیسا۔

وقال غيره تبع ملوك اليمن كل واحد منهم يسمى تبعا لانه يتبع صاحبه والظلّ يسمّى تبعا لانه يتبع الشمس:

اشارہ ہے آیت کریمہ اهم خير ام الاية پ۲۵ ع ۱۵) کیا یہ لوگ (قوت وشوکت میں) زیادہ بڑھے ہوئے ہیں یا تبع (بادشاہ یمن) کی قوم الخ

اور غیر ابن عباس رض نے کہا تبع سے یمن کے بادشاہ مراد ہیں ان میں سے ہر ایک کو تبع کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے جانے والے صاحب کے بعد آتا تھا (یعنی ایک کے پیچھے ایک آتا تھا) اور سایہ کو بھی تبع کہتے ہیں کیونکہ وہ سورج کے تابع رہتا ہے۔

باب فارتقب يوم تاتى السماء بدخان مبين، وقال قتادة فارتقب فانتظر:

اى هذا باب فى قوله تعالى فارتقب الاية پ۲۵ ع ۱۴) پس آپ اس روز کا انتظار کیجئے کہ آسمان کی طرف ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو، قتادہ نے فرمایا کہ فارتقب ای فانتظر۔

۴۳۵ ــــ حدثنا عبدان عن ابى حمزة عن الاعمش عن مسلم عن مسروق عن عبد الله قال مضى خمس الدخان والروم والقمر والبطشة واللزام:

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض نے فرمایا کہ (قیامت کی) پانچ علامتیں گذر چکی ہیں الدخان (یعنی دھواں) الروم (یعنی غلبہ روم) القمر (یعنی چاند کے ٹکڑے ہونا) البطشہ (پکڑ) اور اللزام (یعنی ہلاکت اور قید)

تشریح مطابقة للترجمة فى قوله الدخان" والحديث قد مضى فى سورة الفرقان ص۲۰۲

مزید تشریح کے لئے حدیث نمبر ۲۹ کی تشریح ملاحظہ ہو!

باب قولہ یغشی الناس ھذا عذاب الیم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ (پ ۲۵ ع ۱۴) جو سب لوگوں پر چھا جائے یہ ایک دردناک عذاب ہوگا۔

یہ آیت مکمل حدیث میں آ رہا ہے:

۴۶۳ ـــــ حدثنی یحیی قال حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن مسلم عن مسروق قال قال عبد اللہ انما کان ھذا لان قریشا لما استعصوا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا علیھم بسنین کسنی یوسف فاصابھم قحط وجھد حتی اکلوا العظام فجعل الرجل ینظر الی السماء فیری ما بینہ وبینھا کھیاۃ الدخان من الجھد فانزل اللہ تعالیٰ فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس ھذا عذاب الیم، قال فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیل یا رسول اللہ استسق اللہ لمضر فانھا قد ھلکت قال لمضر انک لجریء فاستسقی فسقوا فنزلت انکم عائدون فلما اصابتھم الرفاھیۃ عادوا الی حالھم حین اصابتھم الرفاھیۃ فانزل اللہ تعالیٰ "یوم نبطش البطشۃ الکبری انا منتقمون" قال یعنی یوم بدر۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ یہ (قحط) اس لئے پڑا تھا کہ قریش نے حبیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی (اور بجائے دعوت قبول کرنے کے شرک پر جمے رہے) تو آپؐ نے انپر ایسے قحط کی بد دعا کی جیسا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں پڑا تھا چنانچہ ان کو قحط سالی اور سختی یہاں تک پہونچی کہ لوگ ہڈیاں تک کھانے لگے اور لوگ آسمان کی طرف نظر اٹھاتے لیکن بھوک اور فاقہ کی شدت کی وجہ سے دھوئیں کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فارتقب یوم تاتی السماء الآیۃ یعنی آپ انتظار کیجئے اس روز کا جب آسمان کی طرف ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو جو لوگوں پر چھا جائے یہ ایک دردناک عذاب ہوگا، ابن مسعودؓ نے بیان کیا پھر ایک شخص (یعنی ابو سفیان) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ قبیلہ مضر کے لئے (جو مکہ کے قریب رہتے تھے) بارش کی دعا کیجئے بلاشبہ وہ تباہ ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" مضر کے لئے؟ (دعا کرنے کو کہتے ہو، حالانکہ وہ مضر سخت نافرمان مشرک ہے) تم بڑے جری ہو! آخر آنحضورؐ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور بارش ہوئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

"انکم عائدون" یعنی اگرچہ تم نے ایمان کا وعدہ کیا ہے لیکن تم کفر کی طرف پھر لوٹ جاؤ گے چنانچہ جب پھر ان میں خوشحالی ہوئی تو اپنے حال پر لوٹ گئے (یعنی شرک کی طرف لوٹ گئے اور اپنے ایمان کے وعدے کو بھلا دیا) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یوم نبطش البطشۃ الآیۃ یعنی جس روز ہم سخت پکڑ پکڑیں گے (اس روز) ہم پورا بدلہ لے لیں گے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ

سخت پکڑ سے مراد غزوۂ بدر ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ " یغشی الناس "
یہ حدیث مختلف تراجم کے ماتحت مسلسل آرہی ہے نیز مدنی الاستسقاء ص۱۳۷ وفی تفسیر الفرقان مختصراً وفی تفسیر الروم وفی تفسیر صاد مطولاً ص۱ وھنا فی تفسیر الدخان ص۷۱ فاُتی بضم الھمزۃ علی صیغۃ المجہول الفتح انما قال لمضر لان غالبہم الھمزۃ علی صیغۃ المجہول والاتی ہو ابو سفیان الخ (عمدہ) قال فی الفتح انما قال لمضر لان غالبہم کان بالقرب من میاہ الحجاز وکان الدعاء بالقحط علی قریش وہم سکان مکۃ فسری القحط الی من حولہم (فتح)
یہ واقعہ ہجرت سے قبل کا ہے حضرت ابو سفیان اس وقت اسلام سے محروم بلکہ دشمن تھے، واقعہ یہ ہوا کہ جب قریش نے دعوتِ اسلام کو قبول کرنے سے انکار اور اپنے کفر پر اصرار کیا تو حضورؐ نے قریش کے لئے بدعاء فرمائی کہ یا اللہ ان پر ایسا قحط ڈالدے جیسا کہ آپ نے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ڈالا تھا، اس بدعاء کا اثر یہ ہوا کہ یہ لوگ شدید قحط میں مبتلا ہوگئے یہاں تک کہ ہڈیاں اور مردار جانور تک کھانے لگے یہ لوگ آسمان کی طرف نظریں اُٹھاتے تھے تو دھوئیں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا اس انتہائی پریشانی کو دیکھ کر ابو سفیان خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے طور پر دور اندیشی سے بجائے قریش مکہ کے قبیلہ مضر کا حوالہ دیکر حضور اقدسؐ سے دعا کے لئے عرض کیا یہ قبیلہ مضر قریش ہی کی شاخ ہے جو مکہ کے قرب و جوار میں آباد تھے نیز اس وقت ابو سفیان اس قبیلہ کے اکابرین میں سے تھے۔ اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے صلہ رحمی کا واسطہ دیکر درخواست پیش کی آنحضورؐ رحمۃ للعالمین تھے رحم آیا اور بارش کے لئے دُعا فرمائی چنانچہ بارش ہوئی الخ

بخاری ص۷۱۴ ❊ بابُ قولہ ربنا اکشف عنا العذاب انا مؤمنون ❊

اللہ تعالے کا ارشاد :- پ۲۵ ع ۱۴) یعنی گذشتہ باب سے پیوستہ۔ اے ہمارے پروردگار ہم سے اس عذاب کو دور کردیجئے ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔

۷۴۳ــــــ حدثنی یحیی قال حدثنا وکیع عن الاعمش عن ابی الضحی عن مسروق قال دخلتُ علے عبداللہ فقال ان من العلم ان تقول لما لا تعلم اللہ اعلم ان اللہ قال لنبیہ صلے اللہ علیہ وسلم" قل ما اسألکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین ان قریشا لمّا غلبوا النبی صلے اللہ علیہ وسلم واستعصوا علیہ قال اللّٰھم اعنّی علیھم بسبع کسبع یوسف فاخذتہم سنۃ اکلوا فیہا العظام والمیتۃ من الجھدِ حتی جعل احدھم یری ما بینہ وبین السماءِ کھیأۃ الدّخان من الجوع قالوا ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون فقیل لہ ان کشفنا عنہم عادوا فدعا ربہ فکشف عنھم فعادوا فانتقم اللہ منھم یوم بدر، فذلک قولہ تعالیٰ یوم تاتی السماء بدخانٍ مّبین الی قولہ

جل ذکرہ انا منتقمون ۔

ترجمہ :۔ مسروق رح نے بیان کیا کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رض کی خدمت میں حاضر ہوا آپ رض نے فرمایا کہ یہ بھی علم ہی ہے کہ تمہیں اگر کوئی بات معلوم نہیں ہے تو صاف کہدو اللہ اعلم (اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے) اللہ تعالے نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ اپنی قوم سے کہدیجئے کہ میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹی باتیں کرتا ہوں (ہوا یہ کہ) قریش جب حضور اقدس صلعم کو تکلیف پہنچاتے اور نافرمانی کرتے رہے تو آپ نے بددعا کی کہ اے اللہ ان کے خلاف میری مدد ایسے قحط کے ذریعہ کیجئے جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط پڑا تھا، چنانچہ قحط پڑا اور ایسا سخت قحط پڑا کہ لوگ ہڈیاں اور مردار تک کھانے لگے لوگ آسمان کی طرف دیکھتے تھے لیکن فاقہ کی وجہ سے دھویں کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا آخر انھوں نے کہا۔" اے ہمارے پروردگار ہم سے اس عذاب کو دور کردیجئے ہم ضرور ایمان لے آئینگے لیکن اللہ نے ان سے کہدیا تھا کہ اگر ہم نے یہ عذاب دور کردیا تو تم پھر بھی اپنی حالت پر لوٹ آؤگے ۔ آنحضور صلعم نے انکے حق میں دعا کی اور یہ عذاب ان سے ہٹ گیا لیکن وہ پھر شرک وکفر کرنے لگے تو اللہ تعالے نے بدر کے دن ان سے بدلہ لیا یہی مراد ہے ارشاد الٰہی کا یوم تاتی السماء بدخان مبین الی قولہ" انا منتقمون"

تشریح ہذا طریق آخر فی حدیث ابن مسعود المذکور۔
من الجھد بضم الجیم وفتحہا لغتان وقیل بالضم الجوع وبالفتح المشقۃ (عمدہ)

بخاری ص ۷۱۳ :: باب قولہ انی لھم الذکری وقد جاءھم رسول مبین" الذکر والذکری واحد ::

اللہ تعالے کا ارشاد :۔ پ ۲۵ ع ۱۴) پیوستہ از گذشتہ ۔ ان کو (اس سے) کب نصیحت ہوتی ہے حالانکہ ان کے پاس کھول کر سنانے والا رسول آچکا ہے الخ ۔

۸۴۳ ـــــ حدثنا سلیمٰن بن حرب قال حدثنا جریر بن حازم عن الاعمش عن ابی الضحٰی عن مسروق قال دخلتُ علی عبد اللہ ثم قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما دعا قریشا کذبوہ واستعصوا علیہ فقال اللّٰھم اعنی علیھم بسبع کسبع یوسف فاصابتھم سنۃ حصّت کلّ شئ حتی کانوا یاکلون المیتۃ فکان یقوم احدھم فکان یری بینہ و بین السّماء مثل الدّخان من الجھد والجوع ثم قرأ فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس ھذا عذاب الیم حتی بلغ انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عائدون قال عبد اللہ افیکشف عنھم العذاب یوم القیٰمۃ قال والبطشۃ الکبری یوم بدر ::

ترجمہ :۔ مسروق رح نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن مسعود رض کی خدمت میں حاضر ہوا آپ رض نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے آپکو جھٹلایا

اور آپ کے ساتھ سرکشی کی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لئے بددعا فرمائی کہ اے اللہ ان کیخلاف میری مدد فرما سات سالہ قحط کے ذریعہ جیسا قحط یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں پڑا تھا چنانچہ ایسا قحط ان پر پڑا کہ ساری چیز ختم ہو گئی یہاں تک کہ لوگ مُردار کھانے لگے ان میں سے کوئی شخص کھڑا ہو کر آسمان کی طرف دیکھتا تو بھوک اور ضعف کی وجہ سے آسمان اور اپنے درمیان دھواں ہی دھواں دیکھتا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی فارتقب الآیۃ آپ اس روز کا انتظار کریں جب آسمان کی طرف نظر آنے والا ایک دھواں پیدا ہو جو لوگوں پر چھا جائے یہ ایک دردناک عذاب ہوگا یہاں تک کہ اس آیت پر پہونچے انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عائدون بے شک ہم چند ے اس عذاب کو ہٹادیں گے (مگر) تم پھر اپنی اس (پہلی) حالت پر آجاؤ گے، عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا قیامت کے عذاب سے بھی وہ بچ سکیں گے۔ فرمایا کہ سخت پکڑ غزوہ بدر میں ہوئی تھی

تشریح ہذا طریق آخر فی حدیث عبداللہ بن مسعودؓ والحدیث مذ مراراً۔

باب قولہ تعالیٰ "ثم تولوا عنہ وقالوا معلم مجنون"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ (پ ۲۵ ع ۱۴) یعنی پیوستہ از گذشتہ۔ پھر بھی یہ لوگ اس سے سرتابی کرتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ (کسی دوسرے بشر کا) سکھایا ہوا ہے (اور) دیوانہ ہے۔

۳۴۹۔۔۔۔ حدثنی بشر بن خالد قال اخبرنا محمد عن شعبۃ عن سلیمان ومنصور عن ابی الضحیٰ عن مسروق قال قال عبداللہ ان اللہ بعث محمداً صلی اللہ علیہ وسلم وقال قل ما أسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما رأی قریشاً استعصوا علیہ فقال اللھم اعنی علیھم بسبع کسبع یوسف فاخذتھم السنۃ حتی حصت کل شئ حتی اکلوا العظام والجلود فقال احدھم حتی اکلوا الجلود والمیتۃ وجعل یخرج من الارض کھیأۃ الدخان فاتاہ ابو سفیان فقال ای محمد ان قومک قد ھلکوا فادع اللہ ان یکشف عنھم فدعا ثم قال تعودوا بعد ھذا فی حدیث منصور ثم قرأ فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین الی عائدون أیکشف عذاب الآخرۃ فقد مضی الدخان والبطشۃ واللزام وقال احدھم القمر وقال الآخر الروم

ترجمہ:۔ مسروق رح نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور آپ سے فرمایا کہ آپ (لوگوں) سے کہدیجئے کہ میں تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں اور نہ میں بناوٹی باتیں کرنے والوں میں سے ہوں پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے دیکھا کہ قریش نافرمان ہو گئے (اور کفر پر مصر ہو گئے ہیں) تو آپؐ نے ان کے لئے بد دعا کی کہ اے اللہ یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی طرح سات سال کا قحط ان پر بھیجکر میری مدد فرما چنانچہ ان کو ایسا قحط پکڑا کہ ہر چیز ختم کر دی یہاں تک کہ لوگ ہڈیاں اور چمڑے کھانے لگے (سلیمان اور منصور راویان حدیث میں سے) ایک نے بیان کیا کہ لوگ چمڑے اور مُردار کھانے لگے اور زمین سے دھواں سا نکلنے لگا، آخر ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے آپ اللہ سے دُعا کیجئے کہ ان سے قحط کو دور کر دے آنحضرتؐ نے دُعا فرمائی (اور قحط ختم ہو گیا) پھر فرمایا تم اس کے بعد (یعنی عذاب قحط دور ہو جانے کے بعد) پھر کفر کرو گے، منصور کی روایت میں ہے کہ پھر آپؐ نے تلاوت فرمائی فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین.... عائدون تک (چھ آیات)

(ابن مسعودؓ نے فرمایا) کیا آخرت کا عذاب بھی ان سے دور ہو سکتا ہے؟ (بات یہ ہے کہ) دخان اور بطشہ اور لزام یہ تینوں گذر چکے، بعض نے قمر (یعنی چاند) اور بعض نے غلبہ روم کا بھی ذکر کیا (کہ یہ بھی گذر چکے)

تشریح ہذا طریق آخر فی الحدیث المذکور.

اشکال وجواب اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دھواں زمین سے نکلنے لگا حالانکہ ماقبل کے روایات سے معلوم ہوا کہ لوگ اپنے اور آسمان کے درمیان یعنی فضا میں دھواں ہی دھواں دیکھنے لگے۔

بظاہر تعارض ہے۔

جواب: مسلسل بارش کے بند رہنے کی وجہ سے فضا بالکل گرم ہو گئی تو زمین بالکل گرم ہو کر اس کے بخارات اوپر کو اٹھنے لگے پھر فضا میں چھا گئے اس لئے کوئی تعارض نہیں ہے کہ شروع میں دھواں زمین سے پھر آخر میں آسمان تک نظر آنے لگا۔

بخاری ص۷۱۵ باب قولہ انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عائدون الی قولہ منتقمون

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (پ۲۵ ع۱۴) بے شک ہم چندے اس عذاب کو ہٹا دیں گے (مگر) تم پھر اپنی اسی (پہلی) حالت پر آجاؤ گے۔ الی قولہ منتقمون یعنی یوم نبطش البطشۃ الکبریٰ انا منتقمون جس روز ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے اس روز ہم پورا بدلہ لے لیں گے۔

انا کاشفوا العذاب قلیلا الخ چونکہ اس عذاب کے ٹلنے کی مدت صرف دنیوی زندگی ہے آخرت کی مصیبت وعذاب کا خاتمہ نہیں۔

۳۵۰ ــــ حدثنا یحییٰ قال حدثنا وکیع عن الاعمش عن مُسلم عن مسروق عن عبداللہ قال خمسٌ قد مضین اللزام والروم والبطشة والقمر والدخان ۔

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ پانچ نشانیاں گذر چکی ہیں لزام (غزوۂ بدر میں کفار قریش کی ہلاکت) الرّوم (فارس پر رومیوں کا غلبہ) البطشہ (سخت پکڑ) القمر (چاند کا ٹکڑے ہونا) اور الدخان (شدت فاقہ کی وجہ سے دھواں) الی قولہ منتقمون الا آیتا المترجمۃ

تشریح | مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ فی قولہ ۔

بخاری ص۷۱۵

٭ الجاثیۃ ٭ . ای سورۃ الجاثیۃ

یہ سورت بھی مکی ہے اس میں سینتیس۳۷ آیات اور چار رکوع ہیں ۔

٭ جاثیۃً مستوفزین علی الرکب ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ " وتریٰ کلّ امۃ جاثیۃ الایۃ پ۲۵ ع ۲۰) اور آپ ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ (مارے خوف کے) گھٹنوں کے بل بیٹھے ہیں

فرماتے ہیں کہ آیت میں جاثیۃً کے معنی ہیں گھٹنوں کے بل بے اطمینان بیٹھنے والا ۔

جاثیۃ از باب نصر ینصر جثا یجثو جُثوّا کے معنی ہیں گھٹنوں کے بل بیٹھنا، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں یقال استوفز فی قعدتہ اذا قعد قعودا منتصبا غیر مطمئن من ہول ذالک الیوم (عمدہ) مطلب یہ ہے کہ اس طرح بیٹھنا کہ زمین پر صرف گھٹنے اور پاؤں کے نیچے ٹک جائیں اور پنڈلی کھڑی رہے کہ بالکل جانے کے لئے تیار ہے اس طرح کی نشست اس روز خوف کی وجہ سے ہوگی ۔

٭ وقال مُجاھدٌ نستنسخ نکتب ٭

اشارہ آیت کریمہ انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون پ۲۵ ع۲۰) ہم (دنیا میں) تمہارے اعمال کو (فرشتوں سے) لکھواتے جاتے تھے الخ ۔

اور مجاہدؒ نے کہا کہ آیت میں نستنسخ بمعنی نکتب ہے یعنی ہم لکھ لیتے تھے یعنی فرشتوں کو لکھنے کا حکم دیتے تھے ۔

٭ ننساکم نترکُکم ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ :۔ وقیل الیوم ننسٰکم کما نسیتم لقاء یومکم ھذا الایۃ پ۲۵ ع۲۰) اور (ان منکرین سے) کہا جائیگا کہ آج ہم تم کو بھلا دیں گے جیسے تم نے اس دن کے ملاقات کو بھلا رکھا تھا الخ

فرماتے ہیں کہ ننساکم بمعنی نترککم ہے یعنی عذاب میں تم کو چھوڑ دیں گے جیسا کہ تم نے ایمان، عمل اور اس دن کے ملاقات کو چھوڑ رکھا تھا۔

باب وما یھلکنا الا الدھر الآیۃ

ای ہذا باب فی قولہ تعالیٰ وما یُھلکنا الا الدھر وما لھم بذالک من علم ان ھم الا یظنون ۲۵ ع ۱۹) اور ہم کو صرف زمانہ (کی گردش) سے موت آجاتی ہے (مطلب یہ ہے کہ زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ جسمانی قوتیں خرچ ہوتی رہتی ہیں اور ان اسباب طبعیہ سے موت آجاتی ہے) اور ان لوگوں کے پاس اسپر کوئی دلیل نہیں ہے محض اٹکل سے ہانک رہے ہیں۔

۳۵۱ ـــــ حدثنا الحمیدیؒ قال حدثنا سفیٰن قال حدثنا الزھریؒ عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ یوذینی ابن آدم یسب الدھر وانا الدھر اقلب اللیل والنھار۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ آدم مجھے تکلیف پہونچاتا ہے وہ زمانہ کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں (یعنی زمانہ کا خالق، مالک میں ہوں) میں ہی رات اور دن کو ادلتا بدلتا رہتا ہوں۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث اخرجہ البخاری فی التوحید ص۱۱۱۶ واخرجہ مسلم جلد ثانی فی ص۲۳۷ وابوداؤد والنسائی ایضا۔

یوذینی ابن آدم۔ انسان مجھے ایذا دیتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ایسا معاملہ کرتا ہے کہ اگر ایسا معاملہ کسی انسان کے ساتھ کرے تو ایذاء و تکلیف کا موجب ہو ورنہ حق تعالیٰ اس سے منزہ اور پاک ہے کہ کوئی انسان اس کو ایذاء پہونچا سکے، علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں الایذاء ایصال المکروہ الی الغیر قولا او فعلا اثر فیہ اولم یؤثر وایذاء اللہ عبارۃ عن فعل ما یکرھہ ولا یرضی بہ وکذا ایذاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (عمدہ)

انا الدھر بضم الراء ای انا خالق الدھر یعنی مضاف محذوف ہے اسلئے آگے ارشاد ہے اقلب اللیل والنھار، اس سے ثابت ہوا کہ لیل ونہار کا مقلب (بکسر اللام) اللہ تعالیٰ ہے تو لیل ونہار جو دھر ہے وہ مقلب (بفتح اللام) ہوا اور ظاہر ہے کہ مقلِّب اور مقلَّب ایک نہیں ہو سکتے پس ثابت ہوا کہ مضاف محذوف ہے یعنی اللہ دھر کا خالق اور مالک ہے۔

اسی وجہ سے وہ لوگ دہریہ کہلاتے ہیں جو زمانہ کو مؤثر مانتے ہیں خالق دہر پر اعتقاد نہیں رکھتے ہیں یہ لوگ جملہ نوازل وحوادث کو دھر کی طرف منسوب کرتے ہیں پھر زمانہ کو برا بھلا بکتے ہیں۔
حدیث قدسی کے ذریعہ بتلادیا گیا کہ زمانہ خود مختار نہیں اس میں جو کچھ ہوتا ہے سب حق تعالیٰ کے حکم سے۔

ہوتا ہے فعال لما یرید۔

بخاری شریف ص۷۱۵ ؛ الاحقاف ؛ ای سورۃ الاحقاف

سورۂ احقاف مکی ہے اس میں پینتیس آیات اور چار رکوع ہیں۔

؛ وقال مجاھد تفیضون تقولون ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ: ھو اعلم بما تفیضون فیہ الاٰیۃ پ۲۶ ع۱) وہ (اللہ تعالیٰ) خوب جانتا ہے تم قرآن میں جو جو باتیں بنا رہے ہو الخ

اور مجاہد رح نے بیان کیا کہ تفیضون بمعنی تقولون ہے یعنی تم جو کہتے ہو (قرآن مجید کے بارے میں)

؛ وقال بعضھم اثرۃ واثرۃ واثارۃ بقیۃ علم ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ: قل ما کنت بدعا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم الاٰیۃ پ۲۶ ع۱) آپ کہدیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول تو ہوں نہیں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا اور نہ (یہ معلوم کہ) تمہارے ساتھ (کیا کیا جائیگا۔

اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ بدعا من الرسل کے معنی ہیں کہ میں کوئی پہلا رسول نہیں ہوں (کہ تمہارے لئے باعث تعجب ہو مجھ سے پہلے بہت سے پیغمبر آچکے ہیں جن کی خبر تواتر سے تم نے سنی ہے)۔

؛ وقال غیرہ أرأیتم ھذہ الالف انما ھی توعد ان صح ما تدعون لا یستحق ان یعبد ولیس قولہ ارأیتم برویۃ العین انما ھو اتعلمون ابلغکم ان ما تدعون من دون اللہ خلقوا شیئا ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ قل ارایتم ان کان من عند اللہ وکفرتم بہ الاٰیۃ پ۲۶ ع۱) آپ کہدیجئے کہ تم مجھ کو یہ بتلادو کہ اگر یہ قرآن منجانب اللہ ہو اور پھر تم اس کے منکر ہو الخ جواب شرط محذوف ہے۔ "الستم ظالمین۔

اور غیر ابن عباس نے کہا کہ آیت میں ارایتم" یہ الف یعنی ہمزہ استفہام تو عد یعنی توبیخ و تہدید کیلئے ہے یعنی اگر تمہارا دعویٰ صحیح ہو پھر بھی وہ عبادت کئے جانے کا مستحق نہیں ہے (پوجنے کے لائق نہیں ہے کیونکہ مخلوق ہے اور عبادت تو صرف خالق کی کرنی چاہیئے) اور ارشاد الٰہی ارایتم میں آنکھ کا دیکھنا (یعنی رویت بصری) مراد نہیں ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کیا تم جانتے ہو؟ کیا تم کو خبر پہونچی ہے؟ کہ اللہ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو اس نے بھی کچھ پیدا کیا ہے؟

؛ باب قولہ والذی قال لوالدیہ اف لکما اتعداننی ان اخرج وقد خلت القرون من قبلی وھما یستغیثان اللہ ویلک اٰمن ان وعد اللہ حق فیقول ما ھذا الا اساطیر الاولین ؛

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پ۲۶ ع۲) اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تف ہے تم پر کیا تم مجھ کو یہ

وعدہ (خبر) دیتے ہو کہ میں (قیامت میں دوبارہ زندہ ہو کر) قبر سے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گذر گئیں (جن کو ہر زمانہ میں انکے پیغمبر یوں ہی خبر دیتے چلے آئے مگر آج تک کسی بات کا ظہور نہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں) اور وہ دونوں (غریب ماں باپ اس کے اس انکار سے کہ جو کفر عظیم ہے گھبرا کر) اللہ سے فریاد کر رہے ہیں (اور نہایت دردمندی سے اس سے کہہ رہے ہیں) ارے تیرا ناس ہوا ایمان لا (اور قیامت کو بھی برحق سمجھ) بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو یہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آ رہی ہیں۔

۳۵۲ —— حدثنا موسی بن اسمٰعیل قال حدثنا ابو عوانة عن ابی بشر عن یوسف بن ماهك قال كان مروان على الحجاز استعمله معاوية فخطب فجعل يذكر يزيد بن معاوية لكى يبايع له بعد ابيه فقال له عبد الرحمٰن بن ابى بكر شيئًا فقال خذوه فدخل بيت عائشة فلم يقدروا عليه فقال مروان إنّ هٰذا الذى انزل الله فيه "والذى قال لوالديه أُفٍّ لكما اتعداننى" فقالت عائشة من وراء الحجاب ما انزل الله فينا شيئًا من القرآن الا ان الله انزل عذرى۔

ترجمہ:۔ یوسف بن ماہک نے بیان کیا کہ مروان کو معاویہ رضؓ نے حجاز کا امیر (گورنر) بنایا تھا اس نے ایک موقعہ پر خطبہ دیا اور خطبہ میں یزید بن معاویہ کا ذکر کرنے لگا تاکہ اس کے والد (حضرت معاویہ رضؓ) کے بعد اس سے لوگ بیعت کریں اس پر عبدالرحمٰن رضؓ بن ابی بکر رضؓ نے اعتراضاً کچھ فرمایا تو مروان نے کہا اسکو پکڑ لو، عبدالرحمٰن رضؓ (اپنی بہن) حضرت عائشہ رضؓ کے گھر میں چلے گئے تو وہ لوگ انہیں پکڑ نہیں سکے، اسپر مروان بولا کہ اس شخص کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی تھی "والذی قال لوالدیہ الآیۃ یعنی اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تف ہے تم پر کیا تم مجھے خبر دیتے ہو" اسپر عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ ہمارے (یعنی آل ابی بکر) کے بارے میں اللہ نے کوئی آیت نازل نہیں کی مگر ہاں تہمت سے میری برأت ضرور نازل کی تھی۔

تشریح مطابقة للترجمة ظاهرة۔
ماهك بفتح الهاء، منصرف وغير منصرف وهو معرب وفى الفتح بفتح الهاء وبكسرها و معناه القمير تصغير القمر۔

كان مروان على الحجاز یعنی حضرت معاویہ رضؓ کی طرف سے مدینہ منورہ کا گورنر تھا حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضؓ نے چاہا کہ اپنے بیٹے یزید کو اپنا خلیفہ بنا دیں تو اس موقعہ پر مدینہ کے حاکم مروان بن حکم کو لکھا کہ یزید کی خلافت و بیعت کے لئے لوگوں کو ہموار کریں چنانچہ مروان نے حضرت معاویہ کے حکم کے مطابق لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ دیا جس میں یزید کا ذکر کیا کہ امیر المومنین معاویہ

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے طریقہ پر یزید کو خلیفہ بنا دینا چاہتے ہیں اس پر عبدالرحمن بن ابی بکر رضی نے فرمایا کہ یہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ نہیں ہے بلکہ یہ طریقہ ہرقل اور قیصر روم کا ہے بعض روایات میں ہے کہ مروان نے کہا " یہ ابوبکر و عمر رضی کی سنت ہے تو عبدالرحمن رضی نے قسم کھا کر کہا خدا کی قسم ابوبکر نے اپنے بیٹے یا اپنے خاندان کو ہرگز خلیفہ نہیں بنایا اور نہ ہی عمر رضی نے اپنی اولاد کو خلیفہ بنایا بالبتہ یہ قیصر روم کی سنت ہے اس پر مروان نے خفا ہو کر کہا کہ اس کو پکڑ لو مگر حضرت عبدالرحمن حضرت عائشہ رضی کے گھر میں داخل ہو گئے تو مروان اور اس کے سپاہیوں کی ہمت نہیں ہوئی کہ ام المومنین کے گھر سے نکال سکیں۔

ما انزل اللہ فینا الخ اس سے ام المومنین رضی کا مقصد صاف ہے کہ آل ابی بکر کے متعلق کوئی آیت نازل نہیں ہوئی سوائے میری برارت کے متعلق سورۂ نور کے دس آیات کے، اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی کی شان میں آیت نازل نہیں ہوئی جب کہ رافضیوں نے جہالت و حماقت کا ثبوت دیا ہے بلکہ حضرت ابوبکر رضی کی شان میں متعدد آیات ہیں مثلاً ثانی اثنین ۲ محمد رسول اللہ والذین معہ ۳ والسابقون الاولون وغیرہ فی آیات کثیرۃ۔

باب قولہ فلما راوہ عارضا مستقبل اودیتہم قالوا ھذا عارض ممطرنا بل ھو ما استعجلتم بہ ریح فیہا عذاب الیم قال ابن عباس عارض السحاب :

اللہ تعالے کا ارشاد :- (پ ۲۶ ع ۳) پھر جب ان لوگوں نے بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا (ارشاد ہوا کہ) نہیں بلکہ یہ وہی (عذاب) ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے یعنی ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے حضرت ابن عباس رضی نے فرمایا کہ آیت میں عارض بمعنی بادل ہے۔

۳۵۳ —— حدثنا احمد قال حدثنا ابن وھب قال اخبرنا عمرو ان ابا النضر حدثہ عن سلیمان بن یسار عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت ما رایت رسول اللہ ضاحکا حتی اری منہ لھواتہ انما کان یتبسم قالت وکان اذا رای غیما اوریحا عرف فی وجہہ قالت یارسول اللہ الناس اذا راوا الغیم فرحوا رجاء ان یکون فیہ المطر واراک اذا رایتہ عرف فی وجھک الکراھیۃ فقال یاعائشۃ ما یؤمنی ان یکون فیہ عذاب عذب قوم بالریح وقد رای قوم العذاب فقالوا ھذا عارض ممطرنا :

ترجمہ :- نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس طرح (زور سے) ہنستے نہیں دیکھا کہ آپ کے تالو کا کوا نظر آجائے

بلکہ آپ تبسم فرمایا کرتے تھے۔ عائشہ رضؓ نے بیان کیا کہ جب بھی آپ بادل یا ہوا دیکھتے تو (گھبراہٹ اور اللہ کا خوف) آپؐ کے چہرۂ مبارک سے پہچان لیا جاتا، عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ لوگ تو جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اس امید پر کہ بارش ہوگی لیکن اسکے برخلاف آپ کو میں دیکھتی ہوں کہ جب آپ بادل دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرۂ انور پر ناگواری کا اثر نمایاں ہوجاتا ہے اسپر آنحضورؐ نے فرمایا کہ اے عائشہ مجھے اطمینان نہیں (یعنی خوف رہتا ہے) کہ اس میں عذاب ہو ایک قوم (قوم عاد) پر ہوا کا عذاب آیا تھا اور ایک قوم نے عذاب دیکھا تو بولے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ الا فی قولہ "ہٰذا عارضٌ ممطرنا"۔ والحدیث اخرجہ البخاری فی کتاب الادب ص۹۰۰ وایضا اخرجہ مسلم وغیرہ۔

لھوات بتحریک الہاء جمع لھاۃ وہی اللحمۃ المتعلقۃ فی اعلی الحنک (عمدہ) یعنی تالو کا کوا۔ لغات الحدیث میں اس کا ترجمہ جبڑا سے کیا ہے وفیہ نظر واللہ اعلم۔

بخاری شریف ص۷۱۵ ﴿ الذین کفروا ﴾ ای سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سورۂ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مدنی ہے اس میں اڑتیس آیات اور چار رکوع ہیں۔

چونکہ اس سورت میں خاتم الانبیاء والمرسلین حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نامی محمد ہے۔ اس لئے یہ سورہ اسم مبارک (محمد) کے ساتھ موسوم ہے۔ نیز چونکہ اس سورت کی ابتداء الذین کفروا سے ہوتی ہے اس لئے اس سورت کو الذین کفروا سے موسوم کرتے ہیں اس کا تیسرا نام سورۂ قتال بھی ہے لیکن مشہور نام "سورۂ محمد" صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہے۔

﴿ اوزارھا آثامھا حتی لا یبقی الا مسلمٌ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ فشدّوا الوثاق فامّا منًّا بعدُ واما فداءً حتی تضع الحرب اوزارھا الآیۃ (پ۲۶ ع ۵) تو خوب مضبوط باندھ لو پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا اور یا معاوضہ لیکر چھوڑ دینا (اور یہ قید اور قتل کا حکم اس وقت تک ہے) جب تک کہ لڑنے والے (دشمن) اپنے ہتھیار نہ رکھدیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں اوزارھا بمعنی آثامھا ہے یعنی ان کے گناہ (مطلب یہ ہے کہ جب تک شرک وکفر سے باز نہ آجائیں، توبہ نہ کرلیں) یہاں تک کہ مسلمان کے سوا کوئی باقی نہ رہے۔

تشریح جمہور مفسرین یہاں اوزار کی تفسیر اسلحہ اور ہتھیار سے کرتے ہیں علامہ ابن التین شارح بخاری نے تو لکھا ہے کہ سوائے امام بخاری رح کے کسی نے بھی یہاں اوزار کی تفسیر آثام سے نہیں کی ہے (عمدہ)

اوزار وِزرٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں بوجھ۔ آثام۔ اثمٌ کی جمع ہے بمعنی گناہ۔

؛ عرّفها بیّنها ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ:- ویدخلهم الجنة عرفها لهم پ ۲۶ ع ۵) ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کی ان کو پہچان کرادے گا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں عرفها کے معنی ہیں بیّنها اس کو بیان کردے گا، بتلادے گا (یعنی ہر بہشتی اپنا گھر، مقام پہچان لیگا۔

؛ وقال مجاهد مولى الذين آمنوا وليّهم ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ:- ذالك بان الله مولى الذين امنوا وان الكفرين لا مولى لهم پ ۲۶ ع ۵) یہ (مسلمانوں کی کامیابی اور کافروں کی تباہی) اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کا کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔

اور مجاہدؒ نے بیان کیا کہ آیت میں "مولى الذين آمنوا" میں مولیٰ بمعنی ولی ہے یعنی اللہ ان مسلمانوں کا ولی (کارساز) ہے۔

؛ عزم الامرُ جدّ الامرُ ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ: فاذا عزم الامر فلو صدقوا الله لكان خيرا لهم پ ۲۶ ع ۷) پھر (بعد نزول حکم جہاد کے) جب سارا کام (اور سامان لڑائی کا) تیار ہی ہوجاتا تو (اس وقت بھی) اگر یہ لوگ (دعویٰ ایمان میں) اللہ سے سچے رہتے (یعنی دعویٰ ایمان کے مقتضا پر عمل کرتے) تو ان کے لئے بہت بہتر ہوتا۔

فرماتے ہیں کہ عزم الامر کے معنی ہیں جدّ الامر یعنی معاملہ پختہ ہوگیا۔ آیت میں عزم کی نسبت امر کی طرف ہے اور عزم امر میں نہیں بلکہ صاحب امر میں ہوتا ہے اسلئے اس کے معنی ہوں گے صاحب امر نے عزم کرلیا مطلب یہ ہوا کہ جب لڑائی کا پختہ ارادہ ہوگیا الخ

؛ فلا تهنوا لا تضعفوا ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ: فلا تهنوا وتدعوا الى السلم وانتم الاعلون الاية پ ۲۶ ع ۸) تو (اے مسلمانوں) تم (کفار کے مقابلہ میں) ہمت مت ہارو اور (ہمت ہار کر ان کو) صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے۔

فرماتے ہیں کہ لا تهنوا بمعنی لا تضعفوا ہے یعنی کمزور و سست نہ ہوجاؤ۔

؛ وقال ابن عبّاس اضغانهم حسدهم ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ: ام حسب الذين في قلوبهم مرض ان لن يخرج الله اضغانهم پ ۲۶ ع ۸) جن لوگوں کے دلوں میں مرض (نفاق) ہے (اور وہ اس کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں) کیا

یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا الخ
اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ آیت کریمہ میں اضغانہم بمعنی حسدہم ہے۔ اضغان جمع ہے ضغن کی جس کے معنی مخفی عداوت اور حسد و کینہ کے ہیں۔

آسنٍ متغیّر :

اشارہ ہے آیت کریمہ : فیہا انہٰرٌ من ماءٍ غیر آسنٍ الاٰیۃ (پ ۲۶ ع ۶) اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تغیر نہیں ہوگا۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں آسن بمعنی متغیر ہے (یعنی نہ رنگ بدلے گا نہ بو اور نہ مزہ۔

باب قولہ وتقطّعوا ارحامکم :

بخاری ص ۷۱۶

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔ فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم (پ ۲۶ ع ۷) اگر تم کنارہ کش رہو تو آیا تمکو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دنیا میں فساد مچا دو اور آپس میں قطع قرابت کر دو الخ۔

۳۵۴ ــــ حدثنی خالد بن مخلد قال حدثنا سلیمان قال حدثنی معاویۃ بن ابی مزرد عن سعید بن یسار عن ابی ھریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال خلق اللہ الخلق فلما فرغ منہ قامت الرحم فاخذت بحقو الرحمٰن فقال لہ مہ قالت ھذا مقام العائذ بک من القطیعۃ قال الا ترضین ان اصل من وصلک و اقطع من قطعک قالت بلیٰ یارب قال فذاک قال ابوھریرۃ اقرؤا ان شئتم " فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم :

ترجمہ :۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی جب اس کی پیدائش سے فارغ ہوا تو رحم نے کھڑے ہو کر (یعنی مجسم ہو کر) رحم کرنے والے اللہ کے دامن میں پناہ لی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا "کیا ہے ؟ عرض کیا آپ کے پاس قطع تعلق سے پناہ چاہتا ہوں ارشاد ہوا "کیا تو اس پر راضی نہیں کہ جو تجھ کو جوڑے میں بھی اس کو جوڑوں اور جو تجھے توڑے میں بھی اسے توڑ دوں عرض کیا" ہاں اے میرے پروردگار ارشاد فرمایا ایسا ہی ہوگا، حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو فھل عسیتم الاٰیۃ۔

آیت کریمہ مذکورہ کا ترجمہ بعض مفسرین نے یہ کیا ہے " پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو (حکومت و اقتدار کے نشہ میں) ملک میں فساد ڈالو اور قطع قرابت کرو۔ ہر دو تفسیریں اکابر مفسرین سے منقول ہیں مزید تفاسیر کے لئے فوائد عثمانی دیکھئے۔

۳۵۵ ـــــ حدثنا ابراهیم بن حمزۃ قال حدثنا حاتم عن معاویۃ قال حدثنی عمی ابو الحباب سعید بن یسار عن ابی ھریرۃ بھذا ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرؤا ان شئتم فھل عسیتم۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہے سابقہ حدیث کی طرح پھر (حضرت ابوہریرہ رض نے بیان کیا کہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر چاہو تو پڑھو" فھل عسیتم الآیۃ۔

۳۵۶ ـــــ حدثنی بشر بن محمد قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا معاویۃ بن ابی المزرد بھذا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واقرؤا ان شئتم فھل عسیتم۔

بخاری شریف ص۷۱۶ ؛ سورۃ الفتح ؛

سورہ فتح مدنی ہے اس میں انتیس آیات اور چار رکوع ہیں۔

؛ قال مجاھد بورا ھالکین ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ " وظننتم ظن السوء وکنتم قوما بورا پ۲۶ ع ۱۰) اور تم نے برے برے گمان کئے اور تم (ان برے گمانوں کی وجہ سے جو کہ خیالات کفریہ ہیں) برباد ہونے والے لوگ ہوگئے الخ

مجاہد رح نے بیان کیا کہ آیت میں بورا بمعنی ھالکین ہے یعنی ہلاک ہونے والے۔

بور جمع ہے بائر کی بمعنی ہلاک ہونے والا از باب نصر بار یبور بورا بوارا ہلاک ہونا۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ بور مصدر ہے۔ اور واحد اور جمع دونوں کی صفت میں بولا جاتا ہے چنانچہ رجل بور قوم بور بولتے ہیں۔ کسی شاعر کا قول ہے۔

؎ یا رسول الملیک ان لسانی ؛ راتق ما فتقت اذا انا بور (فتح الباری)

اے بادشاہ کے قاصد جبکہ میں ہلاک ہو رہا ہوں تو میری زبان اس کو جوڑ دے گی جو کچھ میں نے توڑا ہے۔ یہاں انا واحد ہے اور بور اس کی صفت واقع ہے۔

واضح رہے کہ قسطلانی میں یہ شعر اس طرح ہے۔ یا رسول الالہ ان لسانی الخ

علامہ قسطلانی رح فرماتے ہیں کہ " وسقط ہذا لغیر ابی ذر یعنی یہ کلمہ صرف ابوذر کی روایت میں ہے کما فی الحاشیہ

؛ وقال مجاھد سیماھم فی وجوھھم السحنۃ وقال منصور رح عن مجاھد التواضع ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ:- سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود الآیۃ پ۲۶ ع ۱۲) ان کی عبدیت) کے آثار (ان کے) سجدے کی تاثیر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔

اور مجاہد نے بیان کیا کہ مطلب یہ ہے کہ سجدے کی وجہ سے ان کے چہروں پر نرمی اور خوشنمائی ہوتی ہے اور منصور نے مجاہد ہی سے نقل کیا ہے کہ سیما سے مُراد تواضع (عاجزی) ہے۔
سحنۃ بفتح السین وسکون الحاء وہی لین البشرۃ والنعمۃ (قس) وقد نقل بکسر السین ایضا۔

شطأہ فراخہ

اشارہ ہے آیت کریمہ: کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوٰی علی سوقہ الاٰیۃ پ۲۶ ع۱۲) کہ جیسے کھیتی کہ اس نے (اول زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس نے (مٹی، پانی، ہوا وغیرہ سے غذا پاکر اپنی) اُس (سوئی) کو قوی کیا (یعنی یہ کھیتی قوی ہوگئی) پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی الخ
فرماتے ہیں کہ شطاہ کے معنی ہیں فراخہ یعنی اس کی سوئی، پودے کی سوئی جو اول زمین سے پھوٹ نکلتی ہے۔

فاستغلظ غلظ

اشارہ ہے آیت مذکورہ کی طرف۔ فرماتے ہیں کہ استغلظ بمعنی غلُظ (بضم اللام) ہے یعنی موٹا ہوا۔

سوقہ الساقُ حاملۃ الشجرۃ

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ بالا میں سُوق کے معنی ہیں وہ تنا جو پودے کو کھڑا رکھتا ہے سُوق بالضم ساق کی جمع ہے۔

ویقال دائرۃ السوء کقولك رجلُ السّوء ودائرۃُ السّوء العذابُ

اشارہ ہے آیت کریمہ:- علیہم دائرۃ السّوء وغضب اللہ علیہم الاٰیۃ پ۲۶ ع۹)
ان پر برا وقت پڑنے والا ہے (چنانچہ چند ہی روز کے بعد مقتول اور محبوس ہوئے اور منافقین کی تمام عمر حسرت و پریشانی میں کٹی کہ اسلام بڑھتا تھا اور وہ گھٹتے جاتے تھے، یہ تو دنیا میں ہوا) اور (آخرت میں) اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوگا اور ان کو رحمت سے دور کرے گا۔
فرماتے ہیں کہ دائرۃ السوء یعنی بری گردش، برا وقت جیسے کہتے ہیں رجل السوء برا انسان، فاسد وخراب آدمی کما یقال رجل صدق ای صالح۔ اور آیت میں دائرۃ السوء سے مراد عذاب ہے۔

تعزّرُ وہ تنصروہ

اشارہ ہے آیت کریمہ: لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ الاٰیۃ پ۲۶ ع۹) اے مسلمانو! ہم نے ان کو اس لئے رسول بنا کر بھیجا ہے) تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس (کے دین)

کی مدد کرو الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں تعزروہ بمعنی تنصروہ ہے یعنی تم اس کی مدد کرو۔
تعزروا تعزیر سے مشتق ہے جس کے معنی ادب اور تعظیم کے ساتھ مدد کرنے کے ہیں۔

شطأہ شطوء السنبل تنبت الحبۃ عشرا وثمانیا وسبعا فیقوی بعضہ ببعض فذالک قولہ تعالیٰ فآزرہ قواہ ولو کانت واحدۃ لم تقم علی ساق وھو مثل ضربہ اللہ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ خرج وحدہ ثم قواہ باصحابہ کما قوی الحبۃ بما ینبت منہا۔

فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ اخرج شطاہ میں شطاہ کے معنی شطوء السنبل ہیں یعنی بالی کی سوئی خوشہ کا پٹھا ایک دانہ کبھی دس بالیاں کبھی آٹھ اور کبھی سات بالیاں اگاتا ہے پھر ایک کو دوسرے سے تقویت پہونچتی ہے۔ پس یہی مراد ہے ارشاد الٰہی فآزرہ سے یعنی اس کو قوی کیا، اور اگر صرف ایک ہی بالی ہوتی تو ایک تنا پر قائم نہیں رہ سکتی، اور یہ ایک مثال اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمائی ہے جب ایک تنہا (بے یار و مددگار دعوت اسلام لیکر) نکلے پھر اللہ نے آپ کو صحابہ کے ذریعہ مضبوط کیا جیسے دانہ کو قوت دی ان چیزوں سے جو دانہ سے اگتی ہے۔

ویحتمل ان یکون حین خرج من بیتہ وحدہ حین اجتمع الکفار علی اذاہ (عمدہ) اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ جب آنحضور ہجرت کے وقت اپنے گھر سے تو تنہا نکلے اور کفار مکہ جمع ہو رہے تھے پھر حضرت ابوبکرؓ رفیق سفر ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے انصار سے قوت دی۔

بخاری ص ۷۱۶ ۔ باب " انا فتحنا لک فتحا مبینا "

ای ہذا باب بالتنوین فی قولہ تعالیٰ انا فتحنا لک فتحا مبینا پ ۲۶ ع ۹) بے شک ہم نے (اس صلح حدیبیہ سے) آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی (یعنی صلح حدیبیہ فتح مکہ اور فتح خیبر بلکہ آئندہ کل فتوحات اسلامیہ کے لئے صلح حدیبیہ بطور اساس و بنیاد اور زریں دیباچہ کے تھی)

۳۵۷ ـــــ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ عن مالک عن زید بن اسلم عن ابیہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یسیر فی بعض اسفارہ وعمر بن الخطاب یسیر معہ لیلا فسألہ عمر بن الخطاب عن شئ فلم یجبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم سألہ فلم یجبہ ثم سألہ فلم یجبہ فقال عمر بن الخطاب ثکلت ام عمر نزرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثلث مرات کل ذالک لا یجیبک قال عمر تحرکت بعیری ثم تقدمت امام الناس وخشیت ان ینزل فی القرآن فما نشبت ان سمعت صارخا یصرخ بی فقلت لقد خشیت ان یکون نزل فی قرآن فجئت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فسلمت علیہ فقال لقد انزلت علی اللیلۃ سورۃ لھی احب الیّ مما طلعت علیہ الشمس ثم قرأ انا فتحنا لک فتحا مبینا۔

ترجمہ:۔ (حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مولی) حضرت اسلم عدوی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں (یعنی صلح حدیبیہ سے واپسی میں) جارہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ چل رہے تھے رات کا وقت تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے کچھ پوچھا آپؐ نے کوئی جواب نہیں دیا پھر عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر آپؐ نے کوئی جواب نہیں دیا پھر انھوں نے تیسری مرتبہ پوچھا اور آپؐ نے کوئی جواب ان کو نہیں دیا اسپر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے (اپنے دل میں) کہا "عمر کی ماں اسے روئے تو نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ اصرار کیا (یعنی بار بار سوال کیا جو آپ کو پسند نہیں تھا) حضورؐ نے تمہیں کسی مرتبہ جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے اپنے اونٹ کو (ایڑ لگاکر) حرکت دی اور میں لوگوں سے آگے بڑھ گیا، مجھے خوف تھا کہ میرے بارے میں قرآن مجید کی کوئی آیت نہ نازل ہوجائے پھر مجھ کو کچھ دیر نہ ہوئی کہ ایک پکارنے والا مجھے آواز دے رہا تھا (بیان کیا کہ) میں نے کہا (یعنی دل میں سوچا) مجھے تو خوف تھا ہی کہ میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوجائے، چنانچہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا آنحضورؐ نے فرمایا کہ رات مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے جو مجھے اس ساری کائنات سے زیادہ عزیز ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے پھر آپؐ نے تلاوت فرمائی انا فتحنا لک فتحا مبینا۔

تشریح | مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث فی المغازی ص۶۰۰ وہنا فی التفسیر ص۷۱۶ وسیاتی فی فضائل القرآن ص۷۴۹
فما نشبت بکسر الشین المعجمۃ وسکون الباء الموحدۃ ای فما لبثت
تفصیل کے لئے نصر الباری کتاب المغازی کا باب غزوۃ الحدیبیہ کا عنوان "فتح مبین" دیکھئے۔

۳۵۸ ـــــ حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبۃ سمعت قتادۃ عن انس انا فتحنا لک فتحا مبینا قال الحدیبیۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورہ فتح صلح حدیبیہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

تشریح | مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مر فی المغازی باتم منہ واطلق علی غزوۃ الحدیبیۃ الفتح باعتبار انہ کان مقدمۃ الفتح۔

۴۵۹ — حدثنا مسلم بن ابراهیم قال حدثنا شعبة قال حدثنا معاویة بن قرة عن عبد اللہ بن مغفل قال قرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکۃ سورۃ الفتح فرجّع فیہا قال معاویۃ لو شئت ان احکی لکم قراءۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لفعلت ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مغفل رض نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن سورہ فتح کی تلاوت کی اور اس میں آپ نے ترجیع کی (یعنی خوب خوش الحانی سے تلاوت فرمائی) معاویہ بن قرہ نے کہا کہ اگر میں چاہوں کہ تمہارے سامنے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی نقل کروں تو میں کر سکتا ہوں ۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ ۔
والحدیث قد مضٰی فی المغازی ص۶۱۱ مزید تشریح کے لئے دیکھئے نصر الباری کتاب المغازی ص۳۴۳

بخاری ص۷۱۶ ؛ باب قولہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر و یتم نعمتہ علیک و یھدیک صراطا مستقیما ؛

اللہ تعالےٰ کا ارشاد :- پ ع ۹) تاکہ اللہ تعالےٰ آپ کے سب اگلی پچھلی (صوری) خطائیں معاف فرما دے اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل کر دے اور آپ کو سیدھے راستہ پر لے چلے الخ

تشریح اس میں لیغفر کا لام اگر تعلیل یعنی بیان علت کے لئے لیا جائے تو حاصل اس کا یہ ہے کہ یہ فتح مبین آپ کو اس لئے دی گئی ہے ۔ تاکہ آپ کو یہ تین کمالات حاصل ہو جائیں ۔
جنکا اس آیت میں ذکر ہے ان میں پہلی چیز تمام اگلی پچھلی لغزشوں اور خطاؤں کی معافی ہے اور یہ معلوم ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں ان کی طرف قرآن میں بھی جہاں کہیں ذنب یا عصیاں وغیرہ کے الفاظ منسوب کئے گئے وہ ان کے مقام عالی کی مناسبت سے ایسے کاموں کے لئے استعمال کئے گئے جو خلاف اولیٰ تھے مگر نبوت کے مقام بلند کے اعتبار سے غیر افضل پر عمل کرنا بھی ایسی لغزش ہے جس کو قرآن نے بطور تہدید کے ذنب و گناہ سے تعبیر کیا ہے ۔ اور ما تقدم سے مراد وہ لغزشیں ہیں جو نبوت سے پہلے ہوئیں اور ما تاخر سے مراد وہ لغزشیں جو رسالت و نبوت کے بعد صادر ہوئیں (مظہری) اور فتح مبین کا اس مغفرت کے لئے سبب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس فتح مبین سے بہت لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے ! اور اسلام کی دعوت کا عام ہو جانا آپ کی زندگی کا مقصد عظیم اور آپ کے اجر و ثواب کو بہت بڑھانے والا ہے اور اجر و ثواب کی زیادتی سبب ہوتی ہے کفارۂ سیئات کی (بیان القرآن)

ویھدیک صراطا مستقیما یہ دوسری نعمت ہے جو اس فتح مبین پر مرتب ہوئی ، یہاں یہ سوال

ہوتا ہے کہ صراط مستقیم پر تو آپ اول ہی سے ہیں اور نہ صرف خود صراط مستقیم پر ہیں بلکہ دنیا کو اس صراط مستقیم کی دعوت دینا آپ کا رات دن کا مشغلہ ہے تو ہجرت کے چھٹے سال فتح مبین کے ذریعہ صراط مستقیم کی ہدایت کے کیا معنی ہیں ؟

اس کا جواب لفظ ہدایت کی تفسیر سے واضح ہے کہ ہدایت ایک ایسا مفہوم عام ہے کہ جس کے درجات غیر متناہی ہیں وجہ یہ ہے کہ ہدایت مبین منزل مقصود کا راستہ دکھانا یا اس پر پہنچانا ہے اور اصل منزل مقصود ہر انسان کی حق تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل کرنا ہے اور اس رضا و قرب کے متفاوت درجات بے شمار ہیں ایک درجہ حاصل ہونے کے بعد دوسرا اور تیسرے درجہ کی ضرورت باقی رہتی ہے جس سے کوئی بڑے سے بڑا ولی بلکہ نبی اور رسول بھی بے نیاز نہیں ہو سکتا اسلئے اھدنا الصراط المستقیم کی دعا نماز کی ہر رکعت میں کرنے کی تعلیم جیسے امت کو ہے خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ہے جس کا حاصل صراط مستقیم کی ہدایت یعنی اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا کے درجات میں ترقی حاصل کرنا ہے اور اس فتح مبین پر حق تعالیٰ نے اس قرب و رضا کا کوئی بہت اعلیٰ مقام آپ کو عطا فرمایا جس کو یھدیک کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس کے آگے ہے وینصرک اللہ نصرا عزیزا یہ تیسری نعمت ہے جو اس فتح مبین پر مرتب ہوئی کہ حق تعالیٰ کی امداد و اعانت جو آپ کو ہمیشہ حاصل رہی ہے اس وقت اس مدد کا ایک بڑا درجہ آپ کو دیا گیا (ماخوذ از معارف)

۳۶۰ ــــ حدثنا صدقة بن الفضل قال اخبرنا ابن عیینة قال حدثنا زیاد انه سمع المغیرة یقول قام النبی صلے اللہ علیہ وسلم حتی تورمت قدماہ فقیل لہ غفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر قال افلا اكون عبدا شكورا۔

ترجمہ :- حضرت مغیرہ بن شعبہ رض فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم (تہجد کی نماز میں) اتنا کھڑے ہوئے کہ آپ کے پاؤں سوج گئے، پھر آپ سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کردی ہیں (پھر آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں ؟) آپ نے فرمایا کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں ؟ (اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا نہ کروں۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ فی قولہ غفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر" والحدیث مطلی فی الصلوٰۃ ص۱۵۲ وہنا فی التفسیر ص۷۱۶ وایضا سیاتی عن عائشہ رض۔

کتاب التہجد کے الفاظ ہیں حتی ترم قدماہ معنی میں کوئی فرق نہ ہوگا کیونکہ ورم از سمع اور تورم بتشدید الراء دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی سوجنا۔

۳۶۱ ــــ حدثنا الحسن بن عبد العزیز قال حدثنا عبد اللہ بن یحییٰ قال اخبرنا حیوۃ عن ابی الاسود سمع عروۃ عن عائشۃ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقوم من اللیل حتی تتفطر قدماہ فقالت عائشۃ لم تصنع ھذا یا رسول اللہ وقد غفر اللہ لک ما تقدم وما تاخر قال افلا احب ان اکون شکورا فلما کثر لحمہ صلی جالسا فاذا اراد ان یرکع قام فقرأ ثم رکع۔

ترجمہ :۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم رات کی نماز میں اتنا طویل قیام کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں پھٹ جاتے اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں ؟ اللہ تعالےٰ نے تو آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف کردی ہیں آپؐ نے فرمایا " کیا پھر میں شکر گذار بندہ بننا پسند نہ کروں ؟ پھر جب (عمر کے آخری حصہ میں) آپؐ کا جسم فربہ ہوگیا (اور طویل قیام دشوار ہوگیا تو) آپ بیٹھ کر (تہجد کی نماز) پڑھتے پھر جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہوجاتے پھر کچھ قرأت کرتے پھر رکوع کرتے۔

تشریح مطابقتہ للترجمہ ظاہرۃ فی قولہ " قد غفر اللہ الخ
والحدیث مضیٰ فی الصلوٰۃ ص۱۵۲ وھنا فی التفسیر ص۷۱۶ تا ص۷۱۷)

بخاری شریف ص۷۱۷ : باب قولہ انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا :

اللہ تعالےٰ کا ارشاد :۔ (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو (اعمال اُمت پر قیامت کے دن) گواہی دینے والا (عموما) اور (دنیا میں خصوصا مسلمانوں کے لئے) بشارت دینے والا اور (کافروں کیلئے) ڈرانے والا کرکے بھیجا ہے الخ

۳۶۲ ــــ حدثنا عبد اللہ قال حدثنا عبد العزیز بن ابی سلمۃ عن ھلال بن ابی ھلال عن عطاء بن یسار عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ان ھذہ الاٰیۃ التی فی القرآن "یا یھا النبی انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا" قال فی التوراۃ۔

"یا یھا النبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا وحرزا للامیین انت عبدی ورسولی سمیتک المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب بالاسواق ولا یدفع السیئۃ بالسیئۃ ولکن یعفو و یصفح و لن یقبضہ حتی یقیم بہ الملۃ العرجاء بان یقولوا لا الٰہ الا اللہ فیفتح بھا اعینا عمیا واذانا صما وقلوبا غلفا۔

ترجمہ :۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت جو قرآن میں ہے یا یھا النبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا (تو آنحضرتؐ کے متعلق) اللہ تعالےٰ

نے تورات میں بھی فرمایا تھا "یاایھا النبی انا ارسلناك الایۃ اے نبی بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور ان پڑھوں (عربوں) کی جائے پناہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں میں نے آپ کا نام متوکل (اللہ پر بھروسہ رکھنے والا) رکھا وہ نہ بدخلق ہیں اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے اور نہ وہ برائی کا بدلہ برائی سے دینگے بلکہ معافی اور درگذر سے کام لیں گے اور اللہ ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک کہ وہ ان کے ذریعہ کج قوم (مشرکین عرب) کو سیدھا نہ کرلیں یعنی جب تک وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں۔ پس اس کلمہ توحید کے ذریعہ وہ اندھی آنکھوں کو اور بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے دلوں کو کھول دیں گے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث قد مضیٰ فی البیوع صـ ۲۸۵ وہنا فی التفسیر صـ ۷۱۔

حرزًا بکسر الحاء المہملۃ وبعد الراء الساکنۃ زای معجمۃ ای حصنا (نس) لیس بفظ بالظاء المعجمۃ ای لیس بسیئ الخلق وفیہ التفات من الخطاب الی الغیبۃ۔ سخاب علی وزن فعال بالتشدید وہو لغۃ فی الصخاب بہت شور مچانے والا ولا یدفع السیئۃ الخ کما قال اللہ تعالیٰ "ادفع بالتی ھی احسن پ ۲۴ ع ۱۹) الملۃ العوجاء ملۃ الکفر فینفی الشرک ویثبت التوحید بان یقولو لا الہ الا اللہ۔

بخاری شریف صـ ۷۱ ۞ باب قولہ "ھو الذی انزل السکینۃ ۞

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پ ۲۶ ع ۹) وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینہ (اطمینان قلب) نازل فرمائی الخ قال العلامۃ العینی رح روعن ابن عباس رض کل سکینۃ فی القرآن فہی الطمانینۃ الا التی فی البقرہ (عمدہ)

۳۶۳ ـــــ حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ عن اسرائیل عن ابی اسحٰق عن البراء قال بینما رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ وفرس لہ مربوط فی الدار فجعل ینفر فخرج الرجل فنظر فلم یر شیئا وجعل ینفر فلما اصبح ذکر ذلك للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال تلك السکینۃ تنزلت بالقرآن۔

ترجمہ :۔ حضرت براء رض نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی (حضرت اُسید بن حضیر رض رات میں سورہ کہف) پڑھ رہے تھے ان کا ایک گھوڑا جو گھر میں بندھا ہوا تھا بدکنے لگا تو وہ صحابی نکلے (یہ دیکھنے کے لئے کہ گھوڑا کس وجہ سے بدک رہا ہے) پس دیکھا لیکن انھوں نے کوئی خاص چیز نہیں دیکھی اور وہ گھوڑا بدک رہا تھا، صبح کے وقت وہ صحابی

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کا واقعہ بیان کیا آپؐ نے فرمایا کہ وہ چیز (جس سے گھوڑا بدکا تھا) سکینت تھی جو قرآن کی وجہ سے نازل ہوئی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ فی قولہ "تلک السکینۃ"

رجل من اصحاب النبیؐ ہو اسید بن حضیرؓ جیسا کہ ص۷۵۰ پر باب نزول السکینۃ الخ میں تصریح ہے عن محمد بن ابراہیم عن اسید بن حضیر قال بینما ہو یقرأ من اللیل سورۃ البقرہ وفرسہ مربوط الخ۔

اشکال وجواب بظاہر دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔

جواب ۱ احتمال ہے کہ واقعہ متعدد ہو کما قال العینیؒ وزعم بعض العلماء انہما اقتنان۔ او یحتمل انہ قرأ کلیتہما اذا قلنا بتساوی الروایتین واما اذا رجحنا المتصل علی المعلق فلا یحتاج الی جمع، اوان الراوی ذکرا ہم وہو نزول الملائکۃ وہی السکینۃ (عمدہ) قال الاسماعیلی محمد بن ابراہیم عن اسید بن حضیر مرسل (فتح) وفی حاشیۃ البخاری ہو منقطع فان محمدا لم یدرک اسیدا (حاشیہ بخاری ص۷۵۰)

❊ باب قولہ اذ یبایعونک تحت الشجرۃ الآیۃ ❊

اللہ تعالٰی کا ارشاد:۔ آیت کریمہ کی ابتداء ہے لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ الآیۃ (پ۲۶ ع ۱۱) تحقیق اللہ ان مسلمانوں سے (جو آپ کے ہمسفر ہیں) خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے (جہاد میں ثابت قدم رہنے پر) بیعت کر رہے تھے الخ

پوری تفصیل کے لئے نصر الباری کتاب المغازی کا "باب غزوۃ الحدیبیہ" ملاحظہ فرمائیے۔

۳۶۴ —— حدثنا قتیبۃ بن سعید قال حدثنا سفین عن عمرو عن جابر قال کنا یوم الحدیبیۃ الفا واربعمائۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ ہم (مسلمان) حدیبیہ کے دن چودہ۱۴ سو تھے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ اس لئے کہ یہی چودہ سو صحابہ تحت الشجرہ بیعت والے تھے۔ روایات مختلفہ کے لئے نصر الباری کتاب المغازی دیکھئے۔

۳۶۵ —— حدثنا علی بن عبداللہ قال حدثنا شبابۃ قال حدثنا شعبۃ عن قتادۃ قال سمعت عقبۃ بن صہبان عن عبداللہ بن مغفل المزنی قال انی ممن شہد الشجرۃ نہی النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن الخذف وعن عقبۃ بن صہبان قال سمعت عبداللہ بن مغفل المزنی فی البول فی المغتسل ❊

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن مغفل رضؓ نے بیان کیا کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو بیعت شجرہ (بیعت رضوان) میں موجود تھے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کنکری پھینکنے سے منع فرمایا۔ اور (اسی سند سے) عقبہ بن صہبان سے مروی ہے آپ نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن مغفل مزنی سے غسل خانہ میں پیشاب کرنے کے متعلق سنا (یعنی یہ کہ آپؐ نے منع فرمایا)

تشریح مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "انی ممن شہد الشجرۃ"

یہاں دو حدیثیں ہیں پہلی حدیث مرفوع ہے جس کو امام بخاری رح نے مفصل لایا ہے کتاب الادب باب الخذف ص۹۱۸ تا ص۹۱۹ میں۔ دوسری حدیث موقوف ہے۔ جس کو ترمذی وغیرہ اصحاب سنن نے لایا ہے لیکن ان دونوں حدیثوں کا نہ باب سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی اس سورہ سے کوئی تعلق ہے مگر امام بخاری رح نے یہاں اسلئے لایا ہے کہ اس میں عقبہ کے سماع کی حضرت عبداللہ بن مغفل رضؓ سے صراحت ہے۔

۳۶۶ ـــــ حدثنی محمد بن الولید قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا شعبۃ عن خالد عن ابی قلابۃ عن ثابت بن الضحاک وکان من اصحاب الشجرۃ۔

ترجمہ :- حضرت ثابت بن ضحاک رضؓ سے روایت ہے اور وہ (صلح حدیبیہ کے دن) درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں شامل تھے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ ای فی قولہ "من اصحاب الشجرۃ"

امام بخاری رح نے یہاں صرف یہ حصہ بیان کر دیا ہے کہ حضرت ثابت بن ضحاک رضؓ اصحاب شجرہ میں سے تھے۔ اور متن حدیث کو یہاں ذکر نہیں کیا اشارہ مقصود ہے کہ کتاب المغازی حدیث ۲۰۳ بخاری ص۵۹۹ تا ص۶۰۰ میں تصریح ہے عن ابی قلابۃ ان ثابت بن الضحاک اخبرہ انہ بایع النبی صلے اللہ علیہ وسلم تحت الشجرۃ۔

۳۶۷ ـــــ حدثنا احمد بن اسحٰق السُّلَمِیُّ قال حدثنا یعلی قال حدثنا عبدالعزیز بن سِیاہٍ عن حبیب بن ابی ثابت قال اتیت اباوائل اسئلہٗ فقال کنّا بصفّین فقال رجل الم تر الی الذین یُدعون الی کتاب اللہ، فقال علیٌّ نعم فقال سہل بن حنیف اتہموا انفسکم فلقد رایتنا یوم الحدیبیۃ یعنی الصلح الذی کان بین النبی صلے اللہ علیہ وسلم والمشرکین ولو نری قتالا لقاتلنا فجاء عمر فقال السنا علی الحق وہم علی الباطل الیس قتلانا فی الجنۃ وقتلاہم فی النار قال بلٰی قال فعلی م نعطی الدنیۃ فی دیننا ونرجع ولما یحکم اللہ بیننا فقال یا ابن الخطّاب انی رسول اللہ ولن یُّضیعنی اللہ ابدا فرجع متغیظا فلم یصبر حتی جاء ابابکر فقال

یا ابا بکر الستا علی الحق و ھم علی الباطل قال یا ابن الخطاب انہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولن یضیعہ اللہ ابدا فنزلت سورۃ الفتح ۔

ترجمہ :۔ حبیب بن ثابت نے بیان کیا کہ میں حضرت ابو وائل (شقیق بن سلمہ) کے پاس آیا اور میں ان سے پوچھ رہا تھا (ان خوارج کے متعلق جن کو حضرت علی رضؓ نے قتل کیا) تو انھوں نے فرمایا کہ ہم لوگ مقام صفین میں تھے (یعنی دریائے فرات کے کنارے مقام صفین میں تھے جہاں حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہوئی تھی) ایک شخص (عبداللہ بن کوا) نے کہا کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا (یعنی آپ کا کیا خیال ہے ؟) جو اللہ کی کتاب کی طرف صلح کے لئے بلائے جاتے ہیں (اشارہ ہے تحکیم بالقرآن کی طرف جبکہ حضرت معاویہ رضؓ نے حضرت علی رضؓ کو تحکیم بالقرآن کی دعوت دی) حضرت علی رضؓ نے کہا "ہاں" (یعنی ہاں درست ہے میں اس پر سب سے پہلے) عمل کے لئے تیار ہوں لیکن خوارج جو اس وقت حضرت علی رضؓ کے ساتھ تھے اس کے خلاف آواز اٹھائی کہ ہم صلح کے لئے تیار نہیں لاحکم الا اللہ ہم تو جنگ کریں گے یہاں تک کہ حق تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کردے) اسپر سہل بن حنیف رضؓ نے (ان خارجیوں سے) کہا اپنی رائے کو متہم اور غلط سمجھو (تم لوگ اپنی رائے پر نظر ثانی کرو دیکھو تم لوگ جنگ کرنا چاہتے ہو حالانکہ جنگ کرنا درست نہیں) ہم لوگ حدیبیہ کے موقعہ پر موجود تھے آپ کی مراد اس صلح سے تھی جو مقام حدیبیہ میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان ہوئی تھی۔ اگر ہم جنگ کو مناسب سمجھتے تو ضرور لڑتے (لیکن صلح کی بات چلی تو ہم نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا) اتنے میں حضرت عمر رضؓ (حضورؐ کی خدمت میں) آئے اور عرض کیا "کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور کیا کفار باطل پر نہیں ہیں کیا ہمارے مقتولین جنت میں نہیں جائیں گے اور ان کے مقتولین دوزخ میں نہیں جائیں گے ؟ حضورؐ نے فرمایا" کیوں نہیں (یعنی یہ سب بالکل صحیح ہے) حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا پھر ہم اپنے دین کے بارے میں ذلت کا مظاہرہ کیوں کریں ؟ (لفظی ترجمہ ہے، پھر کس وجہ سے ہم دین اس ذلت کو اپنے دین میں ؟ یعنی ایسے ذلت آمیز شرطوں پر دب کر کیوں صلح کریں ؟) اور کیوں واپس جائیں درانحالیکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان فیصلہ نہیں کیا حضورؐ نے فرمایا اے ابن خطاب میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا۔

حضرت عمر رضؓ آنحضورؐ کے پاس سے واپس آگئے درانحالیکہ (شرائط صلح سے) غضبناک تھے صبر نہیں کر سکے اور حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس آئے اور کہا اے ابوبکر کیا ہم حق پر اور وہ (کفار) باطل پر نہیں ہیں ؟ حضرت ابوبکر نے کہا اے ابن خطاب حضور اکرمؐ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ انہیں ہرگز ضائع نہیں کریگا پھر سورہ فتح نازل ہوئی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ من حیث انہ فی قضیۃ الحدیبیۃ ۔

والحدیث مرّ مختصراً فی المغازی ص۶۰۲ وسیاتی ص۱۰۸۴ وہنا فی التفسیر ص۷۱۷
واقعہ کی تفصیل اور مفصّل تشریح کے لئے دیکھئے نصر الباری غزوۃ الحدیبیۃ۔

بخاری شریف ص۷۱۷ ⁂ الحُجُرات ⁂ ای سورۃ الحجرات

یہ سورۃ مدنی ہے اس میں اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

حجرات بضمتین جمع حجرۃ بسکون الجیم والمراد بیوت ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم (فتح)
وقال العلامۃ العینیؒ بضم الجیم وفتحہا ویجوز فی اللغۃ التسکین ولا اعلم احدا قرأہ وہی جمع الحجر والحجر جمع حجرۃ وہو جمع الجمع والمراد بیوت ازواج النبیؐ (عمدہ) چونکہ اس میں ضمنا حجرات نبوی کا ذکر ہے اس لئے یہ سورہ اس نام سے موسوم ہے۔

⁂ وقال مجاهد لا تقدّموا لا تفتاتوا علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حتی یقضی اللہ علی لسانہ ⁂

اشارہ ہے آیت کریمہ "یا ایہا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ پ۲۶ ع۱۳) اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسولؐ (کی اجازت) سے پہلے تم (کسی قول یا فعل میں) سبقت نہ کیا کرو الخ اور مجاہدؒ نے کہا کہ آیت میں لا تقدموا کے معنی ہیں لا تفتاتوا یعنی اللہ اور رسول کے سامنے سبقت نہ کیا کرو (بلکہ ٹھہرے رہو) یہاں تک کہ اللہ کو جو حکم دینا ہے وہ اپنے رسول کی زبان سے حکم دے۔ لا تفتاتوا فوت سے ماخوذ ہے جس کے معنی آگے بڑھ جانے اور وقت گذر جانے کے ہیں از باب افتعال افتات الکلام کے معنی ہیں خود رائی کرنا، بلا مشورہ فیصلہ کرنا وغیرہ

⁂ امتحن اخلص ⁂

اشارہ ہے آیت کریمہ" ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقوی الآیۃ پ۲۶ ع۱۳) بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خاص کر دیا ہے الخ۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں امتحن بمعنی اخلص ہے یعنی خالص کر لیا، چُن لیا۔

⁂ باب تنابزوا یدعاء بالکفر بعد الاسلام ⁂

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ ولا تنابزوا بالالقاب الآیۃ پ۲۶ ع۱۴) اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارو الخ

فرماتے ہیں کہ تنابزوا کے معنی ہیں مسلمان ہونے کے بعد کفر کے ساتھ پکارنا، تو قرآن حکیم نے حکم

دیا کہ مسلمان ہونے کے بعد کسی کو کافر مثلاً یہودی نصرانی کہکر مت پکارو۔

قال العینیؒ وحاصلہ ما قالہ مجاہدؒ لاتدعوا الرجل بالکفر وھو مسلم، وعن عکرمہ ھو قول الرجل للرجل یا فاسق یا منافق، یا کافر۔ وسبب نزول ما رواہ الضحاک قال فینا نزلت ھذہ الآیۃ فی بنی سلمہ قدم النبی صلے اللہ علیہ وسلم المدینہ وما منا رجل الالہ اسمان او ثلاثۃ فکان اذا دعا الرجل الرجل قلنا یا رسول اللہ انہ یغضب من ھذا فانزل اللہ تعالیٰ " ولا تنابزوا بالالقاب " (عمدۃ)

اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آیت میں تنابز بالالقاب سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی گناہ یا برا عمل کیا ہو اور پھر اس سے تائب ہو گیا ہو اس کے بعد اس کو اس برے عمل کے نام سے پکارنا مثلاً چور یا زانی یا شرابی وغیرہ سے جسنے چوری، زنا، شراب سے توبہ کر لی ہو اس کو اس پچھلے عمل سے عار دلانا اور تحقیر کرنا حرام ہے۔

حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو ایسے گناہ پر عار دلائے جس سے اس نے توبہ کر لی ہے تو اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ اس کو اس گناہ میں مبتلا کر کے دنیا و آخرت میں رسوا کرے گا۔ (معارف بحوالہ قرطبی)

بعض القاب کا استثناء بعض لوگوں کے ایسے نام مشہور ہو جاتے ہیں جو فی نفسہ برے ہیں مگر وہ بغیر اس لفظ کے پہچانا ہی نہیں جاتا تو اس کو اسی نام سے ذکر کرنے کی اجازت پر علماء کا اتفاق ہے بشرطیکہ ذکر کرنے والا کا قصد اس سے تحقیر و تذلیل کا نہ ہو جیسے بعض محدثین کے نام کے ساتھ اعرج یا احدب مشہور ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو جس کے ہاتھ نسبتاً زیادہ طویل تھے ذوالیدین کے نام سے تعبیر فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے دریافت کیا گیا کہ اسانید حدیث میں بعض ناموں کے ساتھ کچھ ایسے القاب آتے ہیں مثلاً حمید الطویل، سلیمان الاعمش، مروان الاصفر وغیرہ تو کیا ان القاب کیساتھ ذکر کرنا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب تمہارا قصد اس کا عیب بیان کرنے کا نہ ہو بلکہ اس کی پہچان پوری کرنے کا ہو تو جائز ہے۔ (معارف بحوالہ قرطبی)

؏ یَلِتْکُم ینقصکم الَتْنا نقصنا ؏

اشارہ ہے آیت کریمہ :- وان تطیعوا اللہ ورسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیئا الآیۃ (پ۲۶ ع۱۴) اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا (سب باتوں میں) کہنا مان لو (جس میں یہ بھی داخل ہے کہ دل سے ایمان لے آؤ) تو اللہ تمہارے اعمال میں سے ذرا بھی کم نہ کرے گا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں یلتکم بمعنی ینقصکم ہے یعنی ثواب کم نہیں کرے گا اور اسی سے ہے وما التنا جو سورۂ طور میں ہے جو بمعنی نقصان ہے۔

باب قولہ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الایۃ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ یا یھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم الایۃ (پ ۲۶ ع ۱۳)
اے ایمان والو! تم اپنی آواز یں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے بلند مت کیا کرو۔
وحدیث الباب یفسر الآیۃ ویبین سبب نزولہا۔

تشعرون تعلمون ومنہ الشاعر

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ مذکورہ کے آخری جز کی طرف وانتم لا تشعرون تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔
فرماتے ہیں کہ تشعرون بمعنی تعلمون ہے اور اسی سے ہے شاعر بمعنی جاننے والا۔

۳۶۸ ــــ حدثنا یسرۃ بن صفوان بن جمیل اللخمی قال حدثنا نافع بن عمر عن ابن ابی ملیکۃ قال کاد الخیران ان یھلکا ابا بکر وعمر رفعا اصواتھما عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قدم علیہ رکب بنی تمیم فاشار احدھما بالاقرع بن حابس اخی بنی مجاشع واشار الاخر برجل آخر قال نافع لا احفظ اسمہ فقال ابوبکر لعمر ما اردت الا خلافی قال ما اردت خلافک فارتفعت اصواتھما فی ذالک فانزل اللہ یا یھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم الایۃ قال ابن الزبیر فما کان عمر یسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ھذہ الایۃ حتی یستفھمہ ولم یذکر ذلک عن ابیہ یعنی ابا بکرؓ۔

ترجمہ:۔ ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ قریب تھا کہ دو سب سے بہتر افراد تباہ ہو جائیں یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں حضرات نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آواز بلند کردی تھی یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب بنی تمیم کے سوار (۹ھ میں) آنحضورؐ کی خدمت میں آئے (اور انہوں نے درخواست کی کہ ہمارا کوئی امیر مقرر فرمادیں) تو ان دونوں صاحبوں میں سے ایک (یعنی حضرت عمرؓ) نے اقرع بن حابسؓ کا مشورہ دیا جو بنی مجاشع کے خاندان میں سے تھا (یہ بنی مجاشع بنی تمیم کی ایک شاخ ہے) اور دوسرے (یعنی حضرت ابوبکرؓ) نے ایک دوسرے کا نام پیش کیا تھا، نافع بن عمر نے کہا کہ مجھکو ان کا نام یاد نہیں (بعض روایت میں ان کا نام قعقاع بن معبد ہے) اس پر حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سے کہنے لگے کہ آپ کا مقصد صرف مجھ سے اختلاف کرنا ہے، حضرت عمرؓ نے کہا" میرا مقصد آپ سے اختلاف کرنا نہیں ہے (بلکہ میں نے اپنی ایک رائے پیش کی ہے) پھر دونوں کی آوازیں اس سلسلے میں بلند ہو گئیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی" یا ایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا الایۃ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بیان کیا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے سامنے اتنی آہستہ آہستہ بات کرتے کہ آپ صاف سن بھی نہ سکتے تھے اور دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا (کہ کیا کہا؟) اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ (یعنی نانا) ابوبکرؓ کا ذکر نہیں کیا۔ (حضرت ابوبکرؓ کے متعلق اس سلسلے میں کوئی چیز بیان نہیں کی۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث قد مر فی المغازی ص۶۲۶ وہنا فی التفسیر ص۷۱۸۔

لیسرۃ بفتح الیاء التحتیۃ والسین المہملۃ والراء۔ ابن ابی ملیکۃ عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی ملیکۃ بضم المیم واسمہ زہیر کان عبداللہ قاضی مکۃ علی عہد ابن الزبیرؓ وقال الکرمانی ہذا الحدیث لیس من الثلاثیات لان عبداللہ تابعی وہو من المراسیل وقیل صورتہ صورۃ الارسال لکن ظہر فی آخرہ ابن ابی ملیکۃ حملہ عن عبداللہ بن الزبیرؓ وسیاتی فی الباب الذی بعدہ التصریح بذالک (عمدہ)

قال عاد الخیران بفتح الخاء المعجمۃ وتشدید التحتیۃ یعنی دو بہت نیکی کرنے والے۔

۳۶۹ ـــــ حدثنا علی بن عبداللہ قال حدثنا ازہر بن سعد قال اخبرنا ابن عون قال انبانی موسی بن انس عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم افتقد ثابت بن قیس فقال رجل یارسول اللہ انا اعلم لک علمہ فاتاہ فوجدہ جالسا فی بیتہ مُنکِّسًا راسہ فقال لہ ماشانک؟ فقال شرٌّ کان یرفع صوتہ فوق صوتِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد حبط عملہ وہو من اہل النار فاتی الرجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ انہ قال کذا وکذا فقال موسی فرجع الیہ المرۃ الآخرۃ ببشارۃ عظیمۃ فقال اذہب الیہ فقل لہ انک لست من اہل النار ولکنک من اہل الجنۃ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کو (چند روز اپنی مجلس میں) نہیں پایا ایک صحابی نے عرض کیا "یا رسول اللہ میں آپ کے لئے اسکی خبر معلوم کرتا ہوں (یعنی ان کا حال معلوم کرکے آپ سے عرض کروں گا) پھر وہ ثابت بن قیس کے یہاں آئے دیکھا کہ وہ گھر میں سر جھکائے بیٹھے ہیں ان سے پوچھا کیا حال ہے؟ تو ثابتؓ نے کہا "برا حال ہے کہ اپنی آواز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے مقابلہ میں بلند آواز سے بولا کرتا تھا (چونکہ میری آواز ہی بلند ہے) اب تو سارے نیک عمل اکارت ہوئے اور اہل دوزخ میں سے ہو گیا۔ اس کے بعد وہ صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیان کردیا کہ اس (ثابتؓ) نے ایسا ایسا کہا، موسیٰ بن انس (راوی حدیث) نے بیان کیا کہ پھر وہ صاحب

دوبارہ ایک عظیم خوشخبری لیکر ثابت بن قیس رضؓ کے پاس آئے چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان (ثابتؓ) کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم اہل دوزخ میں سے نہیں ہو بلکہ تم اہل جنت میں سے ہو۔

تشریح | مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ کان یرفع صوتہ فوق صوت النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

والحدیث مر فی کتاب المناقب ص۵۱ وہنا فی التفسیر ص۷۱۸۔

ابن عون ہو عبد اللہ موسیٰ ہو ابن انس بن مالک رضؓ قاضی البصرۃ یروی عن ابیہ فقال رجل ہو سعد بن معاذ رضؓ۔

ثابت بن قیس رضؓ | حضرت ثابت بن قیس رضؓ انصار کے خطیب تھے آپ کی آواز بہت بلند تھی جب آیت مذکورہ نازل ہوئی اور مسلمانوں کو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے بولنے سے منع فرمایا گیا تو حضرت ثابت رضؓ اتنے غمزدہ ہوئے کہ گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے آنحضور ﷺ نے جب کئی روز انہیں اپنی مجلس میں نہیں دیکھا تو ان کے متعلق دریافت فرمایا الخ

حضرت ثابت بن قیس رضؓ عشرہ مبشرہ کے علاوہ ان حضرات میں سے ہیں جن کو آنحضرت ﷺ نے جنت کی خوشخبری دی چونکہ یہ خلقۃً رفیع الصوت تھے اس لئے معذور تھے آواز کی بلندی بے ان کی نیت قطعًا بے ادبی نہیں تھی اور مدار عمل نیت پر ہے آپ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

❊ باب قولہ ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرہم لا یعقلون ❊

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (پ ۲۶ ع ۱۳) جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں ہے الخ۔

۳۷۰ ——— حدثنا الحسن بن محمد قال حدثنا حجاج عن ابن جریج قال اخبرنی ابن ابی ملیکۃ ان عبد اللہ بن الزبیر اخبرہم انہ قدم رکب من بنی تمیم علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر امّر القعقاع بن معبد وقال عمر بل امّر الاقرع بن حابس فقال ابو بکر ما اردت الی او الا خلافی فقال عمر ما اردت خلافک فتماریا حتی ارتفعت اصواتہما فنزل فی ذلک یایہا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ حتی انقضت الاٰیۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ بنی تمیم کے سواروں کا وفد نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا (اور درخواست کی کہ ہمارا کوئی امیر مقرر کردیں) حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا کہ قعقاع بن معبد کو امیر بنا دیں اور حضرت عمر رضؓ نے کہا بلکہ اقرع بن حابس کو امیر بنائیں اسپر ابوبکر رضؓ نے کہا (عمر رضؓ سے) آپ کا مقصد تو صرف میری مخالفت ہی کرنا ہے، حضرت عمر رضؓ نے کہا کہ میرا مقصد آپ کی مخالفت نہیں ہے اسپر دونوں حضرات میں بحث چل پڑی اور دونوں

حضرات کی آوازیں بلند ہوگئیں تو اسپر یہ آیت نازل ہوئی یاایھا الذین آمنو الآیۃ اے ایمان والو تم اللہ اور اس کے رسول سے پہلے کسی کام میں سبقت مت کیا کرو آخر آیت تک ۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ توخذ من قولہ قدم رکب من بنی تمیم لان الذین ینادونک اعراب تمیم ۔ والحدیث مر عن قریب ۔

بخاری صفحہ ۷۱۸ ؛ باب قولہ تعالے ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم ؛

اللہ تعالے کا ارشاد :۔ آیت سابقہ سے پیوستہ پ ۲۶ ع ۱۳) اور اگر یہ لوگ (ذرا) صبر (اور انتظار) کرتے یہاں تک کہ آپ خود ان کے پاس جاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا (کیونکہ یہ ادب کی بات تھی ۔)

امام بخاری رح نے اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی شاید آپ کی شرط کے مطابق حدیث نہیں ملی والظاہر انہ اخلی موضع الحدیث فاما انہ لم یظفر بشئی علی شرطہ او ادرکہ الموت واللہ اعلم عینی

بخاری شریف صفحہ ۷۱۸ ؛ سورۃ قٓ ؛

سورۂ قٓ مکی ہے اس میں پینتالیس آیتیں اور تین رکوع ہیں ۔

؛ رجعٌ بعیدٌ رد ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ " ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ پ ۲۶ ع ۱۵) بھلا جب ہم مرگئے اور مٹی ہوگئے تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے یہ دوبارہ زندہ ہونا (امکان سے) بہت ہی بعید ہے ۔

فرماتے ہیں کہ رجعٌ بعید کا مطلب ہے " دنیا کی طرف دوبارہ لوٹنا بعید از امکان ہے ۔

؛ فروج فتوق واحدھا فرج ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ :۔ وزینھا ومالھا من فروج پ ۲۶ ع ۱۵) اور (ستاروں سے) اس کو آراستہ کیا اور اس میں (بوجہ مکمل استحکام کے) کوئی رخنہ تک نہیں الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں فروج بمعنی فتوق ہے جو فتق کی جمع ہے بمعنی شگاف اور فروج کا واحد فرج ہے بمعنی شگاف ، شق ۔

؛ وَرِیْدٌ فی حلقہ والحَبْل حبل العاتق ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید پ ۲۶ ع ۱۶) اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ ۔

فرماتے ہیں کہ ورید حلق کی رگ اور حبل گردن کی رگ ۔

تشریح :۔ ورید کے معنی ہیں گردن کی رگ اور اس کو شہ رگ بھی کہتے ہیں جس کے کٹنے سے موت ہے ۔

اور چونکہ رگ صورت و ہیئت میں رسی سے ملتی جلتی ہے اس لئے اس کو حبل الورید بھی کہتے ہیں اور یہ دو ہوا کرتی ہیں۔ اکثر نسخوں میں ورید اہ فی حلقہ ہے کما فی الحاشیہ۔

٭ وقال مجاهدٌ ما تنقص الارض " من عظامهم ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ " قد علمنا ما تنقص الارض منهم الاٰیۃ پ ۲۶ ع ۱۵) ہم ان اجزاء کو جانتے ہیں جن کو مٹی (کھاتی ہے اور) کم کرتی ہے الخ اور مجاہدؒ نے بیان کیا کہ آیت کریمہ میں ماتنقص الارض یعنی وہ اجزاء جنکو زمین کھاتی اور کم کرتی ہے ان سے مراد ان کی ہڈیاں ہیں۔

٭ تبصرة بصيرة ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: تبصرة وّ ذکرٰی لکل عبد مُنیب پ ۲۶ ع ۱۵) جو ذریعہ ہے دانائی اور بینائی کا ہر رجوع ہونے والے بندے کے لئے (یعنی جو لوگ حق کی طرف رجوع کرنے والے ہیں ان کے لئے آسمان و زمین کی تخلیق و تنظیم میں بصیرت کے کافی شافی سامان موجود ہے)

فرماتے ہیں کہ آیت تبصرة بمعنی بصیرة ہے یعنی راہ دکھانا

٭ حبَّ الحصيد الحنطة ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ " ونزلنا من السماء ماءً مبٰرکا فانبتنا به جنّٰت وحبَّ الحصید پ ۲۶ ع ۱۵) ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا پھر اس سے باغ اُگائے اور کھیتی کا غلہ الخ

فرماتے ہیں کہ حبّ الحصید سے مراد حنطہ ہے یعنی گیہوں جو وغیرہ جس غلہ کے ساتھ کھیت بھی کٹ جائے مطلب یہ ہے کہ حب کی اضافت حصید کی طرف اضافة الموصوف الی الصفة ہے ای حب الزرع الحصید سے جیسے مسجد الجامع وغیرہ۔

٭ باسقات الطوال ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ پیوستہ از آیت گذشتہ والنّخل بٰسقٰت لها طلع نضید پ ۲۶ ع ۱۵) اور (اگائے) لمبی لمبی کھجور کے درخت جن کے گچھے (خوشے) خوب گندھے ہوئے ہوتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ باسقات بمعنی طوال ہے یہ باسقة کی جمع ہے بمعنی دراز، بلند۔

٭ اَفَعَيِينا افاعيي علينا ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ افعیینا بالخلق الاول بل هم فی لبس من خلق جدید پ ۲۶ ع ۱۵) کیا ہم پہلی بار کے پیدا کرنے میں تھک گئے ہیں؟ بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں (مطلب یہ ہے کہ کیا پہلی بار کے پیدا کرنے میں ہم تھک گئے ہیں کہ اب اعادہ سے عاجز ہیں۔ استفہام انکاری ہے)

٭ وقال قرينه " الشيطان الذی قيض له ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ " وقال قرینه هٰذا مالدیّ عتید پ ۲۶ ع ۱۶) اور فرشتہ (کاتب اعمال) جو اس کے ساتھ رہتا تھا (اور اب بھی نامۂ اعمال لیکر عدالت الٰہی میں) عرض کرے گا کہ یہ وہ (روزنامچہ) ہے جو میرے پاس تیار ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں قرینہ سے مراد وہ شیطان ہے جس کو مقدر کیا گیا یعنی جو ساتھ لگا رہتا ہے دونوں اقوال ہیں لیکن اکثر مفسرین رح یہاں قرین کی تفسیر کاتب اعمال (کرام کاتبین) سے کرتے ہیں۔

فنقّبُوا ضربوا

اشارہ ہے آیت کریمہ: فنقّبُوا فی البلاد هل من محیص پ ۲۶ ع ۱۷) اور تمام شہروں کو چھان مارا تھا پھر کیا کوئی پناہ کی جگہ پا سکے؟۔

فرماتے ہیں کہ نقبوا بمعنی ضربوا ہے یعنی چلے، پھرے (آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے نے تم سے پہلے کتنی قوموں اور جماعتوں کو ہلاک کر دیا ہے جو قوت و طاقت میں تم سے کہیں زیادہ تھیں اور جو مختلف ملکوں میں اور خطوں میں تجارت وغیرہ کے لئے پھرتی رہیں مگر دیکھو کہ انجام کار ان کو موت آئی کوئی خطۂ زمین یا مکان ان کو موت سے پناہ نہ دے سکا یعنی کسی طرح بچ نہ سکے

اَوْ اَلقی السَّمعَ لا یحدّث نفسه بغیره

اشارہ ہے آیت کریمہ: انّ فی ذالك لذکری لمن کان له قلبٌ او القی السّمع و هو شهید پ ۲۶ ع ۱۷) اس (واقعہ اہلاک) میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جس کے پاس (فہیم) دل ہو یا (اگر فہیم دل نہ ہو تو کم از کم یہی ہو کہ) وہ (دل سے) متوجہ ہو کر (بات کی طرف) کان بھی لگا دیتا ہو۔

فرماتے ہیں کہ القی السّمع کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل میں دوسرا کچھ خیال نہ کرے کان لگا کر سُنے۔

حین انشاکم و انشا خلقکم

اس کا تعلق افعیینا سے ہے جو ایک سطر پہلے گذر چکا ہے "افعیینا افعیی علینا" اس کی بقیہ تفسیر یہ ہے حین انشاکم یعنی کیا پہلی بار کے پیدا کرنے نے ہم کو تھکا دیا ہے؟ ہم کو عاجز کر دیا ہے حین انشاکم جب تم کو خدا نے پیدا کیا اور تمہارے مادّے کو بنایا (اس میں تکلم سے غیبت کی طرف التفات ہے۔)

علامہ عینی رح فرماتے ہیں" سقط هذا لابی ذر و هذا بقیة تفسیر قوله تعالے افعیینا" وکان حقه ان یکتب عنده و الظاهر انه من تخبیط الناسخ (عمدہ ص $\frac{185}{19}$) مطلب یہ ہے کہ یہ ٹکڑا کاتب کی غلطی سے یہاں نقل ہو گیا ہے ورنہ اصل محل اس کا اوپر افعیینا کے ساتھ ہے۔

علامہ قسطلانی رح بھی تقریباً یہی فرماتے ہیں" و تاخیره لعله من بعض النساخ (قسطلانی) پھر ہر دو علامہ فرماتے ہیں کہ یہ ٹکڑا ابوذر کی روایت میں نہیں ہے۔

امام بخاری رح نے اس کو" بدء الخلق " ص۴۵۳ میں بھی ذکر فرمایا ہے اور افعیینا کے ساتھ

ذکر فرمایا ہے جس سے اس کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے کہ یہاں تفسیر میں کاتب سے غلطی ہوئی ہے واللہ اعلم۔

رقیبٌ عتیدٌ رَصَدٌ :

اشارہ ہے آیت کریمہ : مایلفظ من قولٍ اِلّا لدیہ رقیبٌ عتید پ ۲۶ ع ۱۶) وہ کوئی لفظ مُنہ سے نکالنے نہیں پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار (موجود ہوتا) ہے الخ مطلب یہ ہے کہ انسان کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالتا جس کو یہ نگراں فرشتہ محفوظ نہ کرلیتا ہو۔

فرماتے ہیں کہ رقیبٌ عتید کے معنی رَصَد یعنی نگہبان، تاک لگانے والا، گھات میں بیٹھنے والا اور یہ راصِد کی جمع ہے۔

سائِقٌ وّشھید الملکان کاتب وّ شھید :

اشارہ ہے آیت کریمہ : وجاءت کلّ نفسٍ معھا سائِقٌ وّ شھید پ ۲۶ ع ۱۶) اور ہر شخص اس طرح (میدان قیامت میں) آوے گا کہ اس کے ساتھ (دو فرشتے ہوں گے) ایک ہانکنے والا جو میدانِ قیامت کی طرف اس کو اپنے ہمراہ لاوے گا) اور ایک (اس کے اعمال کا) گواہ ہوگا۔ (حدیث مرفوع میں ہے کہ یہ سائق اور شہید وہی دو فرشتے ہیں جو زندگی میں انسان کے دائیں اور بائیں اس کے اعمال کو لکھتے تھے (رواہ فی الدرر (معارف القرآن)

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں سائق اور شہید دو فرشتے ہیں ایک کاتب یعنی لکھنے والا اور دوسرا گواہ۔ ابوذر کی روایت جو ہمارے سامنے نسخہ ہے اس میں المَلَکین ہے اس صورت میں یعنی مقدر ہوگا۔

وعن الحسن رح سائق یسوقہا (ای الی الموقف) وشھید یشھد علیہا بعملہا (عمدہ)

شھید شاھِدًا بالقلب :

اشارہ ہے آیت کریمہ :۔ او القی السمع وھو شھید پ ۲۶ ع ۱۷) ترجمہ گذر چکا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں شھید کے معنی ہیں حضوری قلب یعنی اس طرح (مضامین قرآن و احکام نبوی) سنے کہ دل متوجہ ہو ایسا نہ ہو کہ کان تو سن رہے ہیں دل حاضر نہیں۔

لغوب النَّصَب :

اشارہ ہے آیت کریمہ : وما مسّنا من لغوب پ ۲۶ ع ۱۷) اور ہم کو تکان نے چھوا تک نہیں

فرماتے ہیں کہ لغوب بمعنی نصب ہے یعنی تکان، تھکن۔

وقال غیرہ نضیدٌ الکفرّی مادام فی اکمامہ ومعناہ منضودٌ بعضہ علی بعضٍ فاذا خرج مِن اکمامہ فلیس بنضید :

اشارہ ہے آیت کریمہ: والنخل باسقٰت لها طلعٌ نضيدٌ پ۲۶ ع ۱۵) ترجمہ گذر چکا ہے۔
فرماتے ہیں کہ غیر مجاہد نے کہا کہ نضید وہ خوشہ (گابھا) ہے جب تک اپنے غلاف میں رہے اور اس کے معنی ہیں اس کا بعض بعض پر گوندھا ہوا ہے، نہ برتہ پھر جب اپنے پردوں (یعنی غلاف) سے نکل آئے تو نضید نہیں ہے۔

؛ فی ادبار النجوم وادبار السجود کان عاصمٌ یفتح التی فی قٓ ویکسر التی فی الطور ویکسران جمیعا وینصبان ؛

اشارہ ہے ادبار النجوم جو سورہ طور میں ہے ومن اللیل فسبحہُ وادبار النجوم پ۲۷ ع ۴) اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے (مثلاً عشاء کے وقت) اور ستاروں (کے غروب ہونے) سے پیچھے بھی۔ اور ادبار السجود جو اس سورہ یعنی سورہ قٓ میں ہے "ومن اللیل فسبحہ وادبار السجود پ۲۶ ع ۱۷) اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے اور سجدوں (یعنی نمازوں) کے بعد بھی۔
فرماتے ہیں کہ عاصمؒ سورۂ قٓ میں اَدبار بالفتح اور سورۂ طور میں ادبار بالکسر پڑھتے ہیں اور بعضوں نے دونوں جگہ بالکسر پڑھا ہے اور بعضوں نے دونوں جگہ بالفتح پڑھا ہے۔

؛ وقال ابن عباسٍ یوم الخروج یخرجون من القبور ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ: یوم یسمعون الصیحۃ بالحق ذٰلک یومُ الخروج پ۲۶ ع ۱۷) جس روز اس چیخنے کو بالیقین سب سن لیں گے یہ دن ہوگا (قبروں سے) نکلنے کا الخ
اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ آیت میں یوم الخروج سے وہ دن مراد ہے جس دن قبروں سے نکلیں گے۔

بخاری ۷۱۵ ؛ باب قولہ "وتقول هل من مزید" ؛

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:- یوم نقول لجهنم هل امتلأت وتقول هل من مزید پ۲۶ ع ۱۷) جس دن ہم دوزخ (کفار کو اس میں داخل کرنے کے بعد) کہیں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے؟ الخ

۱۷۳ــــ حدثنا عبد اللہ بن ابی الاسود قال حدثنا حرمیُّ بن عمارۃ قال حدثنا شعبۃ عن قتادۃ عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یلقی فی النار وتقول هل من مزید حتی یضع قدمہ فتقول قط قط۔

ترجمہ:- حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل دوزخ جہنم میں ڈالے جائیں گے اور جہنم کہے گی کہ کیا کچھ اور بھی ہے؟ (یعنی اس کا پیٹ نہیں بھرے گا) یہاں تک کہ پروردگار عالم اپنا قدم رکھدے گا پھر جہنم کہے گی "بس بس"۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث سیاتی فی التوحید ص۱۱۱ وہنا فی التفسیر ص۷۱۸ تا ص۷۱۹
قط قط فیہ ثلاث لغات سکون الطاء وکسرہا منونۃ وغیر منونۃ۔

۳۷۲ـــــ حدثنا محمد بن موسی القطان قال حدثنا ابوسفیان الحمیری سعید بن یحیی بن مھدی قال حدثنا عوف عن محمد عن ابی ھریرۃ رفعہ واکثر ما کان یوقفہ ابو سفیان یقال لجھنم ھل امتلأتِ فتقول ھل من مزید فیضع الربُّ تبارک وتعالی قدمہ علیھا فتقول قط قط۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے اور ابوہریرہ رضؓ نے اس حدیث کو مرفوعاً بیان کیا (یعنی عن النبیؐ) اور ابوسفیان حمیری اکثر اس کو موقوفاً بیان کرتے یعنی ابوہریرہ رضؓ کا قول بیان کرتے تھے، جہنم سے پوچھا جائیگا "کیا تو بھر گئی؟" تو جہنم کہے گی کیا کچھ اور ہے؟ پھر اللہ تعالے اس پر اپنا قدم رکھے گا اس وقت کہنے لگے گی۔ بس بس۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ؛
امام بخاری رحؒ کے شیخ محمد بن موسی القطان (بفتح القاف وتشدید الطاء وبالنون) کہتے ہیں کہ میرے شیخ ابوسفیان الحمیری (بکسر الحاء المہملۃ وسکون المیم وفتح الیاء التحتیۃ وکسر الراء) نے مرفوعاً یعنی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا ہے لیکن اکثر اس حدیث کو ابوہریرہ رضؓ سے موقوفاً بیان کرتے تھے یعنی ابوہریرہ رضؓ پر وقف کرتے تھے۔

۳۷۳ـــــ حدثنا عبداللہ بن محمد قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن ھمام عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحاجت الجنۃ والنارُ فقالت النارُ اوثرت بالمتکبرین والمتجبرین وقالت الجنۃ مالی لا یدخلنی الا ضعفاء الناس وسقطھم قال اللہ تبارک وتعالی للجنۃ انت رحمتی ارحمُ بک من اشاءُ من عبادی وقال للنار انما انت عذابٌ اعذب بک من اشاء من عبادی ولکل واحدۃ منھما مِلؤُھا فاما النار فلا تمتلئ حتی یضع رجلہ فتقول قط قط فھنالک تمتلئ ویزوای بعضھا الی بعض ولا یظلمُ اللہ من خلقہ احدا واما الجنۃ فان اللہ یُنشئ لھا خلقا۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت اور جہنم نے ایک دوسرے سے بحث کی جہنم نے کہا میں متکبروں اور ظالموں کے لئے خاص کی گئی ہوں اور جنت نے کہا مجھے کیا ہوا ہے کہ میرے اندر (اکثر) کمزور کم رتبہ والے لوگ داخل ہوتے ہیں؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت سے فرمایا کہ تو میری رحمت ہے تیرے ذریعہ میں اپنے بندوں میں سے جسپر چاہوں رحم کروں، اور دوزخ سے فرمایا کہ تو عذاب ہے تیرے ذریعہ میں اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں عذاب دوں ان دونوں (جنت وجہنم) میں سے ہر ایک کو بھرنا ہے، دوزخ تو اس وقت تک نہیں بھرے گی جب تک اللہ تعالیٰ اپنا قدم اسپر نہیں رکھدیں گے اس وقت وہ بولے گی کہ بس بس بس، چنانچہ اس وقت بھرجائیگی اور اس (نار جہنم) کا بعض حصہ بعض کی طرف سمٹ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا، اور اللہ تعالیٰ جنت کے لئے ایک مخلوق پیدا کرے گا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ من حیث انہ یتضمن امتلاء جہنم بوضع الرجل کما یتضمن حدیث انس بوضع القدم۔ تحاجت ای تخاصمت الجنۃ والنار، یحتمل ان یکون بلسان المحال او المقال۔

اوثرت علی صیغۃ المجہول بمعنی اختصصت۔ وسقطہم بفتحتین ای المتحقرون بین الناس الساقطون من اعینہم ہذا بالنسبۃ الی ما عند الاکثر من الناس وبالنسبۃ الی ما عند اللہ ہم عظماء رفعاء الدرجات یزوی علی صیغۃ المجہول بالزاء ای یضم بعضہا الی بعض فتجتمع وتلتقی علی من فیہا۔

بخاری ص۷۱۹ باب قولہ وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ؏

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (پ۲۶ ع۱۷) اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہئے (اس میں نماز بھی داخل ہے) آفتاب نکلنے سے پہلے (مثلاً صبح کی نماز) اور (اس کے) چھپنے سے پہلے (مثلاً ظہر وعصر) الخ

۴۳۷ ——— حدثنا اسحٰق بن ابراھیم عن جریر عن اسمٰعیل عن قیس بن ابی حازم عن جریر بن عبد اللہ قال کنا جلوسا لیلۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنظر الی القمر لیلۃ اربع عشرۃ فقال انکم سترون ربکم کما ترون ھذا لا تضامون فی رویتہ فان استطعتم ان لا تغلبوا علی صلوۃ قبل طلوع الشمس ولا قبل غروبہا فافعلوا ثم قراء فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب۔

ترجمہ:۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چاند کی طرف دیکھا چاند چودھویں رات کا تھا، پھر فرمایا" بلاشبہ تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھوگے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس کی رویت میں تم دھکا پیل نہیں کروگے (بلکہ بڑے اطمینان سے ایک دوسرے کو دھکا دیئے بغیر دیکھوگے)

لہٰذا اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ سورج نکلنے سے پہلے کی نماز (یعنی نماز فجر) اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نماز (یعنی عصر) نہ چھوڑو (یعنی قضانہ ہونے پائے) پھر آپ نے تلاوت فرمائی۔ فسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل الغروب۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ فسبح بحمد ربك الی آخرہ۔
باقی تشریح کتاب الصلوٰۃ میں دیکھئے۔

۳۷۵ ـــ حدثنا آدم قال حدثنا ورقاء عن ابن ابی نجیح عن مجاھد قال ابن عباس امرہ ان یسبح فی ادبار الصلوات کلھا یعنی قولہ وادبار السجود ؛

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ نے بیان کیا (ارشاد خداوندی ادبار السجود کی تفسیر میں) کہ اللہ رب العزت نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام نمازوں کے بعد تسبیح پڑھنے کا حکم دیا۔ (ابن عباس رضؓ کا مقصد وادبار السجود کی تشریح کرنا تھا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "ان یسبح فی ادبار الصلوات کلھا"
ادبار السجود یعنی ادبار الصلوات، وتطلق السجدہ علی الصلوٰۃ بطریق ذکر الجزء وارادۃ الکل (عمدہ)

بخاری شریف ص۷۱۹ ؛ والذاریات ؛ ای سورۃ والذاریات

یہ سورہ مکی ہے اور اس میں ساٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں (قسطلانی)

قال الحافظ " والواو للقسم والفا آت بعدہا عاطفات من عطف المغایرات وھوالظاھر (فتح)

؛ وقال علیؓ علیہ السلام الذاریات الریاح ؛

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت کریمہ والذاریات ذروا میں ذاریات سے مراد ہوائیں ہیں ذاریات اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے از نصر ذرو کا معنی ہے اڑانا، بکھیرنا، یہاں ہواؤں کی صفت بیان کی گئی ہے

صحیح بخاری شریف کے اکثر نسخوں میں عبارت ہے وقال علی علیہ السلام " چنانچہ شروح معتبرہ (یعنی عمدۃ القاری، فتح الباری اور قسطلانی) میں اسی طرح ہے وقال علی علیہ السلام" نیز یہ نسخہ حاشیہ پر بھی منقول ہے۔

علامہ قسطلانی رح فرماتے ہیں" وھو وان کان معناہ صحیحا لکن ینبغی ان یساوی بین الصحابۃ فی ذالک اذ ھو من باب التعظیم والشیخان وعثمان اولی بذلک منہ فالاولی الترضی (قس) یعنی معنی کے اعتبار سے اگرچہ صحیح ہے لیکن صحابہ کرام رضؓ کے درمیان مساوات کرنا چاہئے کیونکہ یہ تعظیم کا کلمہ ہے۔ تو حضرات شیخین اور حضرت عثمان رضؓ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور جوینی رح نے کہا کہ سلام

مثل صلوٰۃ کے ہے، بالانفراد پیغمبروں کے سوا اس کا استعمال نہ کیا جائے صحابہ کے لئے بجائے علیہ السلام رضی اللہ عنہ کا استعمال بہتر اور مناسب ہے۔

علامہ وحید الزماں فرماتے ہیں" مترجم کہتا ہے کہ اس کلام پر دلیل کیا ہے؟ یہ صرف ایک اصطلاح ہے باندھی ہوئی بات ہے کہ پیغمبروں کو علیہ السلام اور صحابہ کو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تو امام بخاری رح نے حضرت علی رض کو علیہ السلام کہکر اس اصطلاح کا رد کیا ہے۔ اب علامہ قسطلانی کا یہ کہنا کہ شیخین اور حضرت عثمان رض اس کلمے کے زیادہ مستحق ہیں اور صحابہ میں مساوات لازم ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ شیخین اور حضرت عثمان کے لئے علیہ السلام کہنے سے امام بخاری نے کہاں منع کیا ہے؟ پھر یہ اعتراض فضول ہے اور جب صحابہ میں مساوات لازم ہے تو قسطلانی تفضیل شیخین کے کیوں قائل ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ حضرت علی رض میں بہ نسبت دوسرے صحابہ کے ایک اور خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ آپ آنحضرت ص کے چچازاد بھائی ہیں اور آپ کے پرورش یافتہ اور قدیم الاسلام اور خاص داماد تھے اور آپ کا شمار اہل بیت میں ہے اور اہل بیت کے لئے بہت سے کام خاص کئے گئے ہیں اسی طرح یہ بھی ہے کہ اہل بیت کے اسماء کے ساتھ علیہ السلام کہا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں امام حسین علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام اور اس میں شرعی کوئی قباحت نہیں ہے (تیسیر الباری)

وقال غیرہ تذروہ تفرقہ :

اور ان (یعنی علی رض) کے غیر نے کہا تذروہ بمعنی تفرقہ ہے یعنی اس کو بکھیر دے (یہ لفظ سورہ کہف میں ہے امام بخاری رح نے یہاں والذاریات کی مناسبت سے اس کو ذکر کر دیا ہے۔

وفی انفسکم تاکل وتشرب فی مدخل واحد ویخرج من موضعین :

اشارہ ہے آیت کریمہ" وفی انفسکم افلا تبصرون پ ۲۶ ع ۱۸) اور خود تمہاری ذات میں بھی (دلائل ہیں قیامت کے ممکن اور واقع ہونے پر) تو کیا تم کو دکھلائی نہیں دیتا۔

فرماتے ہیں کہ وفی انفسکم یعنی خود تمہاری ذات میں بھی نشانیاں ہیں (قدرت الٰہی کے) کیا تم دیکھتے نہیں کہ ایک راستہ (منہ) سے کھاتے اور پیتے ہو اور (فضلہ) دو راستوں (آگے اور پیچھے) سے نکلتا ہے۔

فراغ فرجع :

اشارہ ہے آیت کریمہ: فراغ الی اھلہ فجاء بعجل سمین پ ۲۶ ع ۱۹) پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک فربہ بچھڑا (تلا ہوا لقولہ تعالے بعجل حنیذ) لائے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں فراغ بمعنی فرجع ہے یعنی لوٹ آیا یہ دراصل راغ یروغ از نصر روغ کے معنی ہیں چپکے سے کسی طرف مائل ہونا۔

فصکت فجمعت اصابعھا فضربت بہ جبھتھا

اشارہ ہے آیت کریمہ : فاقبلت امرأتہ فی صرۃ فصکت وجھھا الآیۃ پ ۲۶ ع ۱۹) کہ اتنے میں ان کی بیوی (حضرت سارہ جو کہیں کھڑی سن رہی تھیں بقولہ تعالیٰ وامرأتہ قائمۃ اولاد کی خبر سنکر) بولتی پکارتی آئیں پھر جب (فرشتوں نے ان کو بھی یہ خبر سنائی بقولہ تعالیٰ فبشرناھا باسحٰق) تو تعجب سے ماتھے پر ہاتھ مارا الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں فصکت کے معنی ہیں کہ اپنی انگلیوں کو جمع کیا پھر اس سے اپنی پیشانی کو مارا (یعنی مٹھی باندھکر تعجب سے اپنے ماتھے پر مارا)

صرۃ چیخ فریاد، زور کی آواز۔ صکت از نصر صک طمانچہ مارنا، زور سے مارنا۔

والرمیم نبات الارض اذا یبس ودیس

اشارہ ہے آیت کریمہ " ماتذر من شیٔ اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم پ ۲۷ ع ۱) جس چیز پر (آندھی) گذرتی تھی (یعنی ان اشیاء میں سے کہ جن کے اہلاک کا حکم تھا جس پر گذرتی تھی) اس کو ایسا کر چھوڑتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ رمیم کے معنی ہیں زمین کی گھاس جب سوکھ جائے اور روند دی جائے۔

لموسعون ای لذو سعۃ وکذالک علی الموسع قدرہ یعنی القوی

اشارہ ہے آیت کریمہ " والسماء بنینٰھا بایدٍ وانا لموسعون پ ۲۷ ع ۲) اور ہم نے آسمان کو (اپنی) قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں الخ

فرماتے ہیں کہ لموسعون کے معنی ہیں وسعت والے اور اسی طرح (جو سورہ بقرہ میں ہے) ومتعوھن علی الموسع قدرہ یعنی اور ان مطلقہ عورتوں کو فائدہ پہنچاؤ، صاحب وسعت کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے۔

زوجین الذکر والانثیٰ

اشارہ ہے آیت کریمہ : ومن کل شیٔ خلقنا زوجین الآیۃ پ ۲۷ ع ۲) اور ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم کا بنایا۔ فرماتے ہیں زوجین یعنی دو قسم سے مراد نر اور مادہ ہے مطلب یہ ہے کہ جملہ حیوانات میں ہم نے جوڑے بنائے۔

واختلاف الالوان حلو وحامض فھما زوجان

اشارہ ہے آیت کریمہ " سورہ روم " ومن آیٰتہ خلق السمٰوٰت والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذالک لآیات للعٰلمین پ ۲۱ ع ۶) اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے آسمان اور زمین کا بنانا ہے اور تمہارے لب ولہجہ اور رنگتوں کا الگ الگ ہونا ہے۔

(لب ولہجہ سے مراد لغات ہوں یا آواز وطرز گفتگو) اس (امر مذکور) میں (بھی) دانشمندوں کے لئے (قدرت کی) نشانیاں ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ حیوانات میں جوڑے کا مطلب نر و مادہ ہے اور رنگوں کا مختلف ہونا ہے ورنہ بے پناہ التباس واشتباہ ہوگا اور اسی طرح میوے اور پھلوں میں جوڑے کا مطلب میٹھا ہونا اور کھٹا ہونا ہے چونکہ یہ بھی ایک دوسرے کی ضد ہے جیسے نر و مادہ پس یہ بھی جوڑے ہیں، نیز آسمان وزمین، نور اور ظلمت، ایمان اور کفر، حق اور باطل وغیرہ

ففرّوا الی اللّٰہ من اللّٰہ الیہ

اشارہ ہے آیت کریمہ ففرّوا الی اللّٰہ انی لکم منہ نذیر مّبین پ۲۷ ع۲) پس تم اللہ ہی کی طرف دوڑو میں تمہارے واسطے اللہ کی طرف سے صاف طور پر ڈرانے والا (ہوکر) آیا ہوں۔

فرماتے ہیں کہ ففروا الی اللّٰہ کے معنی ہیں اللہ کی معصیت سے اس کی اطاعت کی طرف بھاگ کر آؤ۔

الا لیعبدون ما خلقت اھل السعادۃ من اھل الفریقین الا لیوحدون وقال بعضھم خلقھم لیفعلوا ففعل بعض و ترک بعض و لیس فیہ حجۃ لاھل القدر

اشارہ ہے آیت کریمہ: وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون پ۲۷ ع۲) اور میں نے جن اور انسان کو (دراصل) اسی واسطے پیدا کیا کہ میری عبادت کیا کریں الخ۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ الا لیعبدون کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے جنات اور انسان میں سے نیک بخت کو صرف اپنی توحید کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور بعض حضرات نے کہا کہ اللہ تعالٰی نے پیدا تو سب کو اسی مقصد کے لئے کیا کہ وہ توحید کو مانیں لیکن بعض نے مانا اور بعض نے نہیں مانا اور اس آیت میں معتزلہ کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔

دو اشکال اور جواب

اس میں دو اشکال ظاہر نظر میں پیدا ہوتے ہیں اول یہ کہ جس مخلوق کو اللہ تعالٰی نے کسی خاص کام کے لئے پیدا کیا ہے اور اس کا ارادہ یہی ہے کہ یہ مخلوق اس کام کو کرے تو عقلی طور پر ناممکن و محال ہوگا کہ پھر وہ مخلوق اس کام سے انحراف کرسکے کیونکہ اللہ تعالٰی کے ارادہ و مشیت کے خلاف کوئی کام محال ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس آیت میں انسان اور جن کی تخلیق کو صرف عبادت میں منحصر کردیا گیا ہے۔ حالانکہ ان کی پیدائش میں علاوہ عبادت کے دوسرے فوائد اور حکمتیں بھی موجود ہیں۔

پہلے اشکال کا جواب تو خود امام بخاری رح نے دیدیا ہے کہ یہ صرف اہل سعادت یعنی نیک روحوں کے ساتھ مخصوص ہے جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ہم نے مومن جنات اور مومن انسانوں کو صرف اپنا

بندگی کے لئے پیدا کیا۔ حضرت ابن عباس رضؓ کی ایک قرآت آیت مذکورہ میں لفظ مومنین مذکور بھی ہے اور قرآت اس طرح ہے "وما خلقت الجن والانس من المؤمنین الا لیعبدون" اس قرآت سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ مضمون صرف مومنین کے حق میں آیا ہے یعنی لفظ عام ہے مگر مراد خاص ہے۔

اور زیادہ بہتر اور بے غبار توجیہ وہ ہے جو تفسیر مظہری میں کی گئی ہے کہ مراد آیت کی یہ ہے "کہ ہم نے ان کی تخلیق اس انداز سے کی ہے کہ ان میں استعداد اور صلاحیت عبادت کرنے کی ہو چنانچہ ہر جن وانس کی فطرت میں یہ استعداد قدرتی موجود ہے پھر کوئی اس استعداد کو صحیح مصرف میں خرچ کر کے کامیاب ہوتا ہے، کوئی اس استعداد کو اپنے معاصی اور شہوات میں ضائع کر دیتا ہے اور اس مضمون کی مثال وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ" یعنی ہر بچہ فطرت پر (یعنی دین اسلام پر) پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو اس فطرت سے ہٹا کر کوئی یہودی بناتا ہے اور کوئی مجوسی۔

تو جس طرح اس حدیث میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ہر انسان میں فطری اور خلقی طور پر ایمان واسلام کی استعداد وصلاحیت رکھی جاتی ہے پھر کبھی اس کے ماں باپ اس صلاحیت کو ضائع کر کے کفر کے طریقوں پر ڈالتے ہیں۔ اسی طرح اس آیت میں الا لیعبدون کا یہ مفہوم ہو سکتا ہے کہ جن وانس کے ہر فرد میں اللہ تعالے نے استعداد اور صلاحیت عبادت کی رکھی ہے (ماخوذ از معارف)

دوسرا اشکال کا جواب صاف ہے کہ کسی مخلوق کو عبادت کے لئے پیدا کرنا اس سے دوسرے منافع اور فوائد کی نفی نہیں کرتا جیسا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رح نے ترجمہ میں لفظ "دراصل" بڑھا کر اسی جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تبعا دوسرے منافع کا مرتب ہونا اس کے منافی نہیں اس تفصیل سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ معتزلہ کے لئے اس میں کوئی حجت ودلیل نہیں ہے۔

ولیس فیہ حجۃ لاھل القدر" ای المعتزلۃ وھم احتجوا بھا علی ان ارادۃ اللہ تعالے لا تتعلق الا بالخیر واما الشر فلیس مراداً لہ واجاب اہل السنۃ بانہ لا یلزم من کون الشئ معللا بشئ ان یکون ذالک الشئ ای العلۃ مراداً ولا یلزم ان یکون غیرہ مراداً قالوا افعال اللہ لا بد ان تکون معللۃ اجیب بانہ لا یلزم من وقوع التعلیل وجوبہ ونحن نقول بجواز التعلیل قالوا افعال العباد مخلوقۃ لھم لاسناد العبادۃ الیھم اجیب بانہ لا حجۃ لھم فیہ لان الاسناد من جہۃ الکسب وکون العبد محلا لھا (عمدہ)

٭ والذنوبُ الدلو العظیم وقال مُجاھدٌ ذنوبا سبیلا ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: فان للذین ظلموا ذنوبا مثل ذنوب اصحٰبھم فلا یستعجلون پ۲۷ ع ۲) تو (سن رکھیں کہ) ان ظالموں کی (سزا کی) بھی باری (علم الٰہی میں) مقرر ہے جیسے ان کے (گذشتہ) ہم شربوں کی باری (مقرر) تھی۔

(یعنی ہر مجرم ظالم کے لئے اللہ تعالیٰ کے علم میں خاص خاص وقت مقرر ہے، اس طرح نوبت بہ نوبت ہر مجرم کی باری آتی ہے تو وہ عذاب میں پکڑا جاتا ہے کبھی دنیا و آخرت دونوں میں اور کبھی صرف آخرت میں) سو مجھ سے (عذاب) جلدی طلب نہ کریں الخ

فرماتے ہیں کہ ذنوب کے معنی بڑے ڈول کے ہیں اور مجاہدؒ نے کہا کہ ذنوب کے معنی راستہ کے ہیں۔ ذنوب بفتح الذال اصل میں بڑے ڈول کو کہا جاتا ہے اور بستی کے عام کنوؤں پر پانی بھرنے کے لئے بغرض سہولت بھرنے والوں کے نمبر اور باری مقرر کر لی جاتی ہے ہر ایک پانی بھرنے والا اپنی باری میں پانی بھرتا ہے اس لئے یہاں لفظ ذنوب کے معنی باری اور حصہ کے لئے گئے ہیں، مراد یہ ہے کہ جس طرح پچھلی امتوں کو اپنے اپنے وقت میں عمل کرنے کا موقع اور باری دی گئی جن لوگوں نے اپنی باری میں کام نہیں کیا وہ ہلاک و برباد اور گرفتار عذاب ہوئے۔ اسی طرح موجودہ مشرکین کی بھی باری اور وقت مقرر ہے اگر اس وقت تک یہ اپنے کفر سے باز نہ آئے تو خدا کا عذاب انکو کبھی تو اسی دنیا میں اور نہیں تو آخرت میں ضرور پکڑے گا، اس لئے ان کو فرما دیجئے کہ اپنی جلد بازی سے باز آجاؤ یعنی یہ کفار جو بطور تکذیب و انکار یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم واقعی مجرم ہیں اور مجرمین پر عذاب آنا آپ کے قول سے ثابت ہے تو پھر ہم پر عذاب کیوں نہیں آجاتا ہے۔؟ ان کا جواب یہ ہے کہ عذاب اپنے مقررہ وقت پر اور اپنی باری پر آتا ہے تمہاری باری بھی آنے والی ہے جلد بازی نہ کرو۔

٭ صرۃٍ صیحۃٍ ذنوبا سبیلا ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: فاقبلت امراتہ فی صرۃ فصکت وجھھا وقالت عجوز عقیم پ۲۶ ع ۱۹) کہ اتنے میں ان کی بیوی (حضرت سارہ) آئیں اور تعجب سے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگی کہ اول تو میں بڑھیا پھر بانجھ۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ صرۃ کے معنی ہیں چیخ، زور کی آواز اور ذنوب بمعنی راستہ، طریق ترجمہ مع تشریح قریب ہی میں گذر چکی ہے۔

٭ العقیم الّتی لا تلدُ ٭

اشارہ آیت مذکورہ کی طرف ہے فرماتے ہیں کہ عقیم وہ عورت جس کے بچہ پیدا نہ ہو یعنی بانجھ۔

٭ وقال ابن عباس والحبك استواءها وحسنھا ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ والسماء ذات الحبك پ۲۶ ع ۱۸) قسم ہے آسمان کی جس میں (فرشتوں کے چلنے کے) راستے ہیں الخ

اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ حُبُك سے مراد آسمان کا برابر ہونا اور اس کا حسن ہے۔ حبك یا تو حبیکۃ کی جمع ہے جیسے طریقۃ اور طرُق، یا حباکؑ کی جمع ہے جیسے مثال اور مثل ہے حبیکۃ اور حباك دونوں کے معنی ستاروں کی راہ کے ہیں (لغات القرآن)

❊ فی غمرۃ فی ضلالتھم یتمادون ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ: قتل الخراصون الذین ھم فی غمرۃ ساھون پ۲۶ ع ۱۸) غارت ہوجائیں بے سند باتیں کرنے والے (یعنی جو قیامت کا انکار کرتے ہیں بلا اس کے کہ ان کے پاس کوئی اس کی دلیل ہو) جو کہ جہالت میں بھولے ہوئے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ " فی غمرۃ " کے معنی ہیں اپنی گمراہی میں بڑھے جارہے ہیں (قالہ ابن عباس رضؓ)

❊ وقال غیرہ تواصوا تواطؤا ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ " اتواصوا بہ بل ھم قومٌ طاغون پ۲۷ ع ۲) کیا اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے تھے؟ بلکہ یہ سب کے سب سرکش لوگ ہیں۔

اور ابن عباس رضؓ کے غیر نے کہا کہ تواصوا کا معنی ہے " یہ بھی ان کے موافق کہنے لگے۔

❊ وقال مسوّمۃ معلمۃً من السیما ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ " لنرسل علیھم حجارۃً من طین مسوّمۃ عند ربك للمسرفین پ۲۷ ع ۱) تاکہ ہم ان پر کنکر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب کے پاس (یعنی عالم غیب میں) خاص نشان بھی ہے۔ حد سے گذرنے والوں کے لئے الخ۔

وقال ای قال غیر ابن عباس ایضا مسومۃ بمعنی معلمۃ ہے یعنی نشان لگا ہوا، اشارہ ہے یہ سیما بکسر السین سے مشتق ہے جس کا معنی ہے علامت، نشان۔

❊ والطور ❊ ای سورۃ والطور بخاری صـ۷۱۹

سورۃ الطور مکی ہے اور اس میں انچاس ۴۹ آیتیں ہیں اور دو ۲ رکوع۔

❊ وقال قتادۃ مسطور مکتوب ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ: والطور وکتٰبٍ مسطور فی رقٍّ منشور پ۲۷ ع ۳) قسم ہے طور (پہاڑ) کی اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے (مراد اس سے نامۂ اعمال ہے جس کی نسبت دوسری آیت میں آیا ہے کتابا یلقاہ منشورا " اور جس چیز میں وہ لکھا ہوا ہے اس کو تشبیہاً کاغذ کہدیا۔)

اور قتادہ نے کہا کہ مسطور بمعنی مکتوب ہے۔

وقال مجاهد الطور الجبل بالسریانیة

اور مجاہد نے کہا طور سریانی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ عربی زبان میں بھی طور کے معنی پہاڑ کے ہیں لیکن عربی زبان میں مطلق پہاڑ کو طور نہیں کہتے ہیں بلکہ جب تک وہ درختوں سے ہرا بھرا نہ ہو طور نہیں کہلائے گا۔

قرآن مجید میں طور کا استعمال ایک مخصوص و متعین پہاڑ کے لئے ہوا ہے چنانچہ الطور میں الف لام عہد کا اسپر دلالت کر رہا ہے یہ پہاڑ وہی طور سینین ہے جو ارض مدین میں واقع ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا اور الواح توریت کا نسخہ مرحمت فرمایا گیا تھا۔ وغیرہ۔ بعض روایات حدیث میں ہے کہ دنیا میں چار پہاڑ جنت کے ہیں ان میں سے ایک طور ہے۔
(معارف بحوالہ قرطبی)

رق منشور صحیفة

اشارہ ہے آیت مذکورہ کی طرف فرماتے ہیں کہ رق منشور سے مراد صحیفہ ہے یعنی کھلا ہوا ورق

والسقف المرفوع سماء

اور السقف المرفوع اونچی چھت سے مراد آسمان ہے، قال تعالیٰ وجعلنا السماء سقفا محفوظا

والمسجور الموقد وقال الحسن تسجر حتی یذهب ماءها فلا یبقی فیها قطرة

اشارہ ہے آیۂ کریمہ "والبحر المسجور" اور (قسم ہے) دریائے شور کی جو (پانی سے) لبریز ہے۔ فرماتے ہیں کہ المسجور بمعنی موقد ہے یعنی گرم کیا ہوا۔ اور حسن بصری نے کہا کہ مسجور کے معنی ہیں تسجر یعنی سمندر اتنا بھڑکایا جائیگا کہ اس کا سارا پانی جاتا رہے گا اور اس میں ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہے گا۔

مسجور سجر سے مشتق ہے جو کئی معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے حضرت قتادہ وغیرہ نے مسجور بمعنی مملو کے کئے ہیں یعنی پانی سے بھرا ہوا، لبریز جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔

وقال مجاهد التناهم نقصنا

اشارہ ہے آیۂ کریمہ: والذین آمنوا واتبعتهم ذریتهم بایمان الحقنا بهم ذریتهم وما التناهم من عملهم من شیء الآیة (ع ۳) اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا (یعنی وہ بھی ایمان لائے گو اعمال میں وہ اپنے آباء کے رتبہ کو نہیں پہونچے تو ان کے آباء کو خوش کرنے کے لئے) ہم ان کی اولاد کو بھی (درجہ میں) انکے ساتھ شامل کر دیں گے اور ہم ان (اہل جنت متبوعین) کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کرینگے الخ

اور مجاہدؒ نے کہا کہ آیت میں التنا بمعنی نقصنا ہے۔

وقال غیرہ تمور تدور :

اشارہ ہے آیت کریمہ "یوم تمور السماء مورا" (پ ۲۷ ع ۳) جس روز آسمان تھرتھرانے لگے گا۔ اور غیر مجاہد نے کہا کہ تمور بمعنی تدور ہے یعنی گھومنے لگے گا، تھرتھرانے لگے گا۔

احلامھم العقول :

اشارہ ہے آیت کریمہ: ام تامرھم احلامھم بھذا ام ھم قوم طاغون (پ ۲۷ ع ۴) کیا ان کی عقلیں ان کو ان باتوں کی تعلیم کرتی ہیں یا یہ ہے کہ یہ شریر لوگ ہیں۔
فرماتے ہیں کہ احلام بمعنی عقول ہیں۔

وقال ابن عباس البرّ اللطیف :

اشارہ ہے آیت کریمہ: انہ ھو البر الرحیم (پ ۲۷ ع ۳) وہ (اللہ) واقعی بڑا محسن مہربان ہے۔
اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آیت میں البرّ بمعنی مہربان ہے۔

کِسفًا قِطعًا :

اشارہ ہے آیت کریمہ "وان یروا کسفا من السماء ساقطا یقولوا سحاب مرکوم" (پ ۲۷ ع ۴) اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ (بھی) لیں کہ گرتا ہوا آرہا ہے تو (اس کو بھی) یوں کہدیں کہ یہ تو تہ بتہ جما ہوا بادل ہے۔
فرماتے ہیں کہ کِسفا کے معنی ہیں ٹکڑا۔

المنونُ الموتُ :

اشارہ ہے آیت کریمہ ام یقولون شاعر نتربص بہ ریب المنون (پ ۲۷ ع ۴) کیا یہ لوگ (علاوہ کاہن اور مجنون کہنے کے آپ کی نسبت) یوں (بھی) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں (اور) ہم ان کے بارے میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں منون بمعنی موت ہے۔

وقال غیرہ یتنازعون یتعاطون :

اشارہ ہے آیت کریمہ "یتنازعون فیہا کاسا لا لغو فیہا ولا تاثیم" (پ ۲۷ ع ۳) (اور) وہاں آپس میں (بطور خوش طبعی کے) جام شراب میں چھینا جھپٹی بھی کیا کریں گے کہ اس (شراب) میں نہ بک بک لگے گی (کیونکہ نشہ نہ ہوگا) اور نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی۔
اور غیر ابن عباسؓ نے کہا کہ یتنازعون کے معنی ہیں یتعاطون یعنی ایک دوسرے (بطور تفریح) لیں گے۔

۳۷۶ ـــــ حدثنا عبد الله بن یوسف قال اخبرنا مالك عن محمد بن عبد الرحمن بن نوفل عن عروة عن زینب ابنة ابی سلمة عن ام سلمة قالت شکوت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم انی اشتکی فقال طوفی من وراء الناس وانتِ راکبةٌ فطفتُ ورسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی الی جنب البیت یقرأ بالطور وکتاب مسطور۔

ترجمہ ۱ ۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رض سے مروی ہے آپ نے بیان کیا کہ (حج کے موقعہ پر) میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں بیمار ہوں (یعنی پیدل طواف پر قادر نہیں ہوں) تو آپ نے فرمایا کہ پھر سواری پر بیٹھ کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کرلو چنانچہ میں نے طواف کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خانہ کعبہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور سورۂ والطور وکتاب مسطور" کی تلاوت کررہے تھے ۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ای للسورۃ ظاہرۃ والحدیث مر فی کتاب الحج ص۲۲۱ وہنا فی التفسیر ص۷۱۹ تا ص۷۲۰ ۔

ام المومنین ام سلمہ رض ام المومنین ام سلمہ رض کا نام ہند تھا ابوامیہ قرشی مخزومی کی بیٹی تھیں، ماں کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ تھا پہلا نکاح اپنے چچازاد بھائی ابوسلمہ بن عبد الاسد مخزومی سے ہوا انہی کے ساتھ مشرف باسلام ہوئیں اور انہی کے ساتھ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر وہاں سے مکہ واپس آکر مدینہ کی طرف ہجرت کی، حضرت ابوسلمہ رض غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے، غزوہ اُحد میں بازو پر ایک زخم آیا اور اسی زخم سے ۸ جمادی الآخری ۴ھ میں انتقال کیا۔ پھر ماہ شوال ۴ھ میں آپ سے نکاح ہوا سن وفات میں بہت اختلاف ہے حافظ عسقلانی رح نے ۶۲ھ کے قول کو راجح قرار دیا ہے ازواج مطہرات میں سب سے بعد میں حضرت ام سلمہ رض نے انتقال فرمایا حضرت ابوہریرہ رض نے نماز جنازہ پڑھائی ۔

ام المومنین ام سلمہ رض کا حسن وجمال اور فضل وکمال مسلّم تھا حسن وجمال کا یہ حال تھا کہ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے ام سلمہ سے نکاح کیا تو مجھ کو ان کے حسن وجمال کی وجہ سے بہت رشک ہوا۔ (ماخوذ از سیرتِ مصطفےٰ) مزید تفصیل کے لئے سیرت مصطفےٰ دیکھئے ۔

۳۷۷ ـــــ حدثنا الحمیدیؒ قال حدثنا سفیٰن قال حدثونی عن الزھریؒ عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیه قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقرأ فی المغرب بالطور فلما بلغ هذه الآیة" اَمْ خُلِقُوا من غیر شیءٍ ام هم الخٰلِقون ام خلقوا السمٰوٰت والارض بل لا یوقنون ام عندهم خزائن ربك ام هم المُصَیطِرون" کاد قلبی ان یطیر قال سفیان فاما انا فانما سمعتُ الزھریؒ یحدث عن محمد

بن جبیر بن مطعم عن ابیہ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بالطور لم اسمعہ زاد الذی قالوا لی۔

ترجمہ ۱۔ سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے دوستوں نے امام زہری کے واسطہ سے بیان کیا ان سے محمد بن جبیر بن مطعم نے اور ان سے ان کے والد حضرت جبیر بن مطعم رضی نے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ مغرب کی نماز میں سورۂ والطور پڑھ رہے تھے جب آپ اس آیت پر پہونچے "کیا یہ لوگ بدون کسی خالق کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں؟ یا (یہ کہ نہ اپنے خالق ہیں اور نہ بلا خالق مخلوق ہوئے ہیں لیکن) انھوں نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے، اصل یہ ہے کہ یہ لوگ (توحید کا) یقین نہیں لاتے ہیں، کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ لوگ حاکم ہیں" تو میرا دل (خدا کے خوف سے) اڑنے کے قریب ہو گیا، سفیان نے بیان کیا (یہ روایت میرے دوستوں نے بواسطہ زہری بیان کیا) لیکن میں نے خود زہری سے سنا ہے وہ محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت کرتے تھے ان سے ان کے والد (حضرت جبیر بن مطعم رضی) نے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب میں سورہ والطور پڑھتے سنا (سفیان نے بیان کیا کہ) میرے دوستوں نے اس کے بعد جو اضافہ کیا ہے وہ میں نے زہری سے نہیں سنا (یعنی فلما بلغ ھذہ الآیۃ آخر حدیث تک)

تشریح مطابقۃ للسورۃ ظاہرۃ

بخاری صد ۲ ؎ ﴿ والنجم ﴾ ای سورۃ والنجم

(سورۂ نجم مکی ہے اس میں باسٹھ ۶۲ آیات اور تین رکوع ہیں)

﴿ وقال مجاھد ذو مرۃ ذو قوۃ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ " علمہ شدید القوی ذو مرۃ فاستوی پ ۲۷ ع ۵) ان کو ایک فرشتہ (اس وحی کی منجانب اللہ) تعلیم کرتا ہے جو بڑا زور آور قوت والا ہے پھر وہ فرشتہ (اپنی) اصل صورت پر (آپ کے روبرو) نمودار ہوا الخ

اور مجاہد رح نے کہا کہ ذو مرۃ کے معنی ہیں قوت والا (مراد جبریل علیہ السلام) ہیں عند الاکثر۔

اشکال وجواب فان قلت قد علم کونہ ذا قوۃ بقولہ شدید القوی فکیف یفسر ذو مرۃ بقوۃ؟ اجیب بان ذو مرۃ بدل من شدید القوی ای لا وصف لہ او المراد بالاول قوتہ فی العلم وبالثانی قوۃ جسدہ فقدم العلمیۃ علی الجسدیۃ (ق س)

﴿ قاب قوسین حیث الوتر من القوس ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: ثم دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ (پ ۲۷ ع ۵) پھر وہ فرشتہ نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا (سو قرب کی وجہ سے) دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم۔ الخ۔

فرماتے ہیں کہ قاب قوسین سے مراد ہے جہاں کمان کی تانت ہے۔

تشریح قاب کا معنی ہے مقدار یا کمان کے قبضہ سے نوک تک کا فاصلہ یعنی آدھی کمان کی لمبائی قوسین کے معنی ہیں دو کمان۔ اس صورت میں آیت کا ترجمہ ہوگا " دو کمانوں کی مقدار وقد قیل انہ علی القلب والمراد فکان قابی قوس (عمدہ) مطلب یہ ہے کہ آیت میں لفظی قلب کر دیا گیا ہے اصل میں قابی قوس تھا یعنی کمان کے دو قاب کے برابر۔ ایک کمان کے دو قاب ہوتے ہیں یعنی وسطی قبضہ سے دونوں طرف کے حصے برابر ہوتے ہیں دو قاب پوری کمان کے برابر ہو گئے۔

لیکن قاب کے معنی اگر مقدار لیں جیسا کہ علامہ محلیؒ نے بھی مقدار ترجمہ کیا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریب آگئے کہ دونوں کے درمیان دو کمان کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔

﴿ ضیزیٰ عوجاء ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ (پ ۲۷ ع ۵) اس حالت میں تو یہ بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی۔

فرماتے ہیں کہ ضیزیٰ بمعنی عوجاء ہے یعنی ٹیڑھی تقسیم، بے ڈھنگی تقسیم، ظالمانہ تقسیم۔

یہ لفظ ضاز یضیز سے ہے جس کا استعمال ستم ڈھانے اور بیداد کرنے کے معنی میں ہوتا ہے اور ضیزیٰ کے معنی ہوئے ظالمانہ، نامنصفانہ اور اس صورت میں دو وجہوں کا احتمال ہے ایک یہ کہ صفت ہو بروزن فعلیٰ بضم الفاء اور فاء کو کسرہ اس لئے دیا گیا تاکہ یاء کی سلامتی برقرار رہ سکے جیسا کہ بیض میں ہوا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ضیزیٰ مصدر ہو جیسے ذکریٰ۔

﴿ واکدیٰ قطع عطاءہ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: افرءیت الذی تولی واعطیٰ قلیلاً واکدیٰ (پ ۲۷ ع ۷) بھلا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جسنے (دین حق سے) روگردانی کی (یعنی اسلام سے ہٹ گیا) اور تھوڑا مال دیا اور (پھر) بند کر دیا۔

فرماتے ہیں کہ اکدیٰ کے معنی ہیں عطاء کو منقطع کر دیا، دینا موقوف کر دیا۔

شانِ نزول قریش کے سرداروں میں سے ایک شخص ولید بن مغیرہ تھا یہ شخص پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرنے پر آمادہ ہوگیا تھا مگر جب اس کے ایک مشرک دوست کو معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہونے کا ارادہ کر رہا ہے تو اس نے کہا کہ تم آبائی دین کو نہ چھوڑو اگر تم کو عذاب آخرت کا خطرہ ہے تو مجھے اتنی رقم دیدو میں ذمہ لیتا ہوں کہ تمہارے بدلے وہاں کا عذاب بھگت لوں گا۔
ولید نے یہ بات مان لی اور اسلام سے پھر گیا مگر جو رقم اس نے اپنے مشرک دوست کو دینی طے کی تھی وہ بھی بس تھوڑی سی دی اور باقی روک لی۔

❊ ربّ الشعرٰی، هو مرزم الجوزاء ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ: وَاَنّہ هو ربّ الشعرٰی ﴿ع ۷﴾ اور یہ کہ وہی مالک ہے ستارہ شعرٰی کا۔
فرماتے ہیں کہ رب الشعرٰی میں شعرٰی وہ ستارہ ہے جسے مرزم الجوزاء بھی کہتے ہیں۔ جوزاء آسمان کے ایک برج کا نام ہے یہ شعرٰی ستارہ جوزاء کے بعد موسم گرما میں طلوع ہوتا ہے اس کا ذکر اس لئے کیا کہ عرب کی ایک قوم کا یہ معبود تھا۔

❊ الذی وفّٰی وفّٰی ما فرض علیہ ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ: وابراهیم الذی وفّٰی ﴿ع ۷﴾ اور نیز ابراہیم (علیہ السلام) کے (صحیفوں میں ہے) جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی۔
فرماتے ہیں کہ الذی وفّٰی کے معنی ہیں جو ان پر فرض تھا اسے پورا کیا۔

❊ ازفت الآزفۃ اقتربت الساعۃ ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ: ازفت الآزفۃ لیس لها من دون اللہ کاشفۃ ﴿ع ۷﴾ وہ جلدی آنے والی چیز قریب آپہونچی (مراد قیامت ہے اور جب وہ آوے گی تو) کوئی غیر اللہ اس کا ہٹانے والا نہیں۔
فرماتے ہیں کہ ازفت الآزفۃ کے معنی ہیں قیامت قریب آگئی۔

❊ سامدون البرطمۃ هو ضربٌ مِن اللهو وقال عکرمۃ یتغنون بالحمیریۃ ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ: وتضحکون ولا تبکون وانتم سامدون ﴿ع ۷﴾ اور تم لوگ ہنستے ہو اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ہو اور تم کھیل کرتے ہو۔
فرماتے ہیں کہ سامدون سے مراد برطمہ ہے (بفتح الباء الموحدۃ والراء الساکنۃ والطاء المهملۃ والمیم المفتوحتین) جو ایک قسم کا کھیل ہے۔ اور عکرمہ نے کہا حمیری زبان میں سامدون کے معنی گانے والوں کے ہیں۔

❊ وقال ابراھیم افتمارونه افتجادلونه ومن قرأ افتمرونه یعنی افتجحدونه ❊
اشارہ ہے آیت کریمہ: اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی (پ ۲۷ ع ۵) تو کیا ان (پیغمبر) سے ان کی دیکھی (بھالی) ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو؟
اور ابراہیم نخعی رح نے کہا کہ افتمارونه کے معنی ہیں کیا تم ان سے جھگڑتے ہو۔ اور جن حضرات نے اَفَتَمْرُوْنَه۔ پڑھا ہے اس صورت میں معنی ہوگا "کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔
❊ مازاغ البصر بصر محمد صلی اللہ علیه وسلم وما طغی ولا جاوز ما رأی ❊
اشارہ ہے آیت کریمہ: مازاغ البصر وما طغی (پ ۲۷ ع ۵) نگاہ نہ بہکی سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک ہے۔ وَمَا طَغٰی۔ کے معنی ہیں اور تجاوز نہیں کیا جو دیکھا (یعنی آپ کی نگاہ مبارک حد سے نہیں بڑھی جتنا حکم تھا اتنا ہی دیکھا۔
❊ فتماروا کذبوا ❊
یہ لفظ اس سورہ میں نہیں ہے بلکہ اس سورت کے بعد والی سورت سورۂ قمر میں ہے شاید کاتب کی غلطی سے یہاں نقل ہو گیا ہے۔
فرماتے ہیں کہ تماروا کے معنی ہیں تکذیب کی، جھٹلایا۔
❊ وقال الحسن اذا ھوی غاب ❊
اشارہ ہے آیت کریمہ: والنجم اذا ھوی قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔
اور حسن بصری رح نے کہا کہ ھوی بمعنی غاب ہے جب غائب ہونے لگے، غروب ہونے لگے۔
❊ وقال ابن عباس اغنی واقنی اعطی فارضی ❊
اشارہ ہے آیت کریمہ: وانه اغنی واقنی (پ ۲۷ ع ۷) اور یہ کہ اسی نے دولت دی اور خزانہ دیا اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ اغنی واقنی کے معنی ہیں دیا اور خوش کر دیا۔

۳۷۸ ——— حدثنی یحیی قال حدثنا وکیع عن اسمٰعیل بن ابی خالد عن عامر عن مسروق قال قلت لعائشة یا امتاہ ھل رأی محمد ربه فقالت لقد قف شعری مما قلت این انت من ثلث من حدثکهن فقد کذب من حدثك ان محمدا رأی ربه فقد کذب ثم قرأت " لا تدرکه الابصار وھو یدرك الابصار وھو اللطیف الخبیر وما کان لبشر ان یکلمه اللہ الا وحیا او من وراء حجاب ومن حدثك انه یعلم ما فی غد فقد کذب ثم قرأت " وما تدری نفس ماذا تکسب غدا " ومن حدثك انه کتم فقد کذب ثم قرأت " یایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك الاٰیة ولکنه رأی جبرئیل فی صورته مرتین۔

ترجمہ:۔ مسروق رح نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رض سے پوچھا "اے ام المومنین کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے (شب معراج میں) اپنے رب کو دیکھا تھا؟ حضرت عائشہ رض نے فرمایا "تم نے ایسی بات کہی کہ میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے کیا تم ان تین باتوں سے بھی بے خبر ہو؟ جو شخص بھی تم سے یہ باتیں بیان کرے وہ جھوٹا ہے جو شخص تجھ سے کہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے وہ جھوٹا ہے پھر انھوں نے آیت تلاوت کی لا تدرکہ الابصار الاٰیۃ یعنی اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی (دنیا میں تو اس طرح کہ کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا اور آخرت میں اس طرح کہ اہل جنت گو دیکھیں گے لیکن احاطہ محال رہے گا) اور وہ (یعنی اللہ تعالے سب نگاہوں کو محیط ہوجاتا ہے اور وہی بڑا باریک بین باخبر ہے (اور حضرت عائشہ رض نے یہ آیت تلاوت کی وما کان لبشر الاٰیۃ پ۲۵ ع ۶) اور کسی بشر کی (بحالت موجودہ) یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرماوے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے الخ اور جو شخص تم سے کہے کہ آنحضور ص آئندہ کل کی بات جانتے تھے وہ بھی جھوٹا ہے پھر (بطور استدلال) تلاوت فرمائی وما تدری نفس ماذا تکسب غدا الاٰیۃ پ۲۱ ع ۱۲) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔ اور جو شخص تم سے کہے کہ آنحضور ص نے تبلیغ دین میں کوئی بات چھپائی تھی وہ بھی جھوٹا ہے پھر یہ آیت تلاوت کی یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک الاٰیۃ پ۶ ع ۱۴) اے رسول پہنچا دیجئے وہ سب کچھ جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ ہاں حضور اقدس ص نے حضرت جبریل ع کو ان کی اصل صورت میں دو مرتبہ دیکھا تھا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ای للسورۃ ظاہرۃ
والحدیث اخرجہ البخاری مختصرا فی التوحید ص۱۱۲۲ وھنا فی التفسیر ص۲

باب قولہ فکان قاب قوسین او ادنیٰ حیث الوتر من القوس

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ پ۲۷ ع ۵) یعنی اتنا فاصلہ رہ گیا تھا جتنا کمان سے تانت کو ہوتا ہے۔
قریب ہی اس کی تشریح گذر چکی ہے۔

۳۷۹ —— حدثنا ابوالنعمان قال حدثنا عبد الواحد قال حدثنا الشیبانی قال سمعت زرا عن عبد اللہ فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ" قال حدثنا ابن مسعود انہ رایٰ جبرئیل لہ ست مائۃ جناح

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض سے مروی ہے مذکورہ دونوں آیتوں کی تفسیر میں، زر بن حبیش نے بیان کیا کہ حضرت ابن مسعود رض نے ہم سے بیان کیا کہ فکان قاب قوسین او ادنیٰ سے مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل ع کو (ان کی اصل صورت میں) دیکھا آپ کے چھ سو بازو تھے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مرّ فی بدء الخلق ص۴۵۸ وھنا فی التفسیر ص۲

باب قولہ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ پ ۲۷ ع ۵) ای اوحی اللہ تعالیٰ الی عبدہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم، دوسرا قول یہ ہے کہ اوحی جبرئیل الی عبداللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔

۳۸۰ —— حدثنا طلق بن غنام قال حدثنا زائدۃ عن الشیبانی قال سألت زرا عن قولہ تعالیٰ "فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ" قال اخبرنا عبداللہ ان محمدا صلے اللہ علیہ وسلم رای جبرئیل لہ ست مائۃ جناح۔

ترجمہ:۔ شیبانی نے بیان کیا کہ میں نے زر بن حبیش سے ارشاد خداوندی فکان قاب قوسین الآیۃ کے متعلق پوچھا تو انھوں نے بیان کیا کہ ہم سے عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریلؑ کو دیکھا تھا جن کے چھ سو بازو تھے۔

باب قولہ لقد رایٰ من اٰیاتِ ربہ الکبریٰ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ پ ۲۷ ع ۵) انھوں نے (یعنی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم) نے اپنے پروردگار کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔

۳۸۱ —— حدثنا قبیصۃ قال حدثنا سفیان عن الاعمش عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ "لقد رای من اٰیاتِ ربہ الکبریٰ" قال رای رفرفا اخضر قد سد الافق۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے ارشاد الٰہی لقد رای رفرفا اخضر قد کے متعلق آپ رضؓ نے بیان کیا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے رفرف (سبز فرش) دیکھا جس نے آسمان کے کناروں کو ڈھانپ لیا تھا۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ

ایک اشکال اور جواب اشکال یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کا حدیث سابق سے بظاہر تعارض ہے کیونکہ حدیث سابق سے معلوم ہوا تھا کہ آنحضورؐ نے حضرت جبریلؑ کو دیکھا جن کے چھ سو بازو تھے۔

لیکن نسائی کی روایت سے تطبیق بین الروایات ہو جاتی ہے کہ حضورؐ نے جبریلؑ کو دیکھا وہ رفرف (سبز فرش) پر تھے ان کے چھ سو بازو تھے فلا اشکال

باب قولہ "افرأیتم اللات والعزیٰ"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ پ ۲۷ ع ۵) بھلا تم نے لات وعزیٰ کے حال میں بھی غور کیا؟

۳۸۲ —— حدثنا مسلم قال حدثنا ابو الاشھب قال حدثنا ابو الجوزاء عن

ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ اللات والعزّی" کان اللات رجلا یلت سویق الحاج۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ارشاد الٰہی" اللات والعزّی کے متعلق کہ لات ایک شخص تھا جو حاجیوں کے لئے ستو گھولا کرتا تھا۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ

لات ایک شخص تھا جس کا نام عمرو بن لحی تھا وقیل ہو ربیعۃ بن حارثہ، یہ شخص حج کے موسم میں طائف میں یا مکہ میں ایک پتھر کے پاس بیٹھ جاتا اور ستو اور گھی ملاکر حاجیوں کو کھلایا کرتا تھا۔ اس نے طویل عمر پائی، جب یہ شخص مرگیا تو بطور یادگار اس پتھر کو بت کی شکل دے کر پوجنے لگے اور اس پتھر کا نام لات رکھدیا، نقل ہے کہ جو شخص اس کا ستو کھاتا وہ موٹا ہو جاتا تھا اس لئے اس پتھر کو بطور یادگار پوجنے لگے۔

۳۸۳ —— حدثنا عبد اللہ بن محمد قال حدثنا ہشام بن یوسف قال اخبرنا معمر عن الزہری عن حمید بن عبد الرحمٰن عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف فقال فی حلفہ واللاتِ والعُزّی فلیقل لا الٰہ الا اللہ ومن قال لصاحبہ تعال اقامرک فلیتصدق۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قسم کھائے اور کہے اپنے قسم میں قسم ہے لات اور عزی کی، تو اس کو لا الٰہ الا اللہ کہنا چاہئے۔ (یعنی تدارک کے لئے کلمہ توحید پڑھ لینا چاہئے۔) اور جو شخص اپنے ساتھی سے یہ کہے کہ آؤ جوا کھیلیں تو اسے صدقہ کرنا چاہئے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ

والحدیث اخرجہ البخاری فی الایمان والنذور ص۹۸۴ وفی کتاب الادب ص۹۰۲ وفی الاستیذان ص۹۳۲ وھنا فی التفسیر ص۷۲۱ وایضا اخرجہ مسلم فی الایمان والنذور والترمذی وغیرہ۔

حلف باللات والعزی حلف باللات والعزی پر کلمہ توحید کا حکم ہے اگر یہ حلف سہوا بطور غفلت زبان سے جاری ہو جائے تو کافر نہ ہوگا کلمہ توحید پڑھ کر توبہ کرنا چاہئے۔

اور اگر حلف باللات والعزیٰ سے لات وعزی کی تعظیم مقصود ہو جس سے ایمان جاتا رہتا ہے تو تجدید ایمان کے لئے کلمہ ایمانی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا چاہئے قال ابن العربی من حلف بہما جادًّا فہو کافر ومن قال جاہلا او ذاہلا یقول کلمۃ التوحید تکفر عنہ: ۲ (قسطلانی)

بخاری ص۷۲۱ باب قولہ ومناة الثالثة الاخرٰی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :- ومنوة الثالثة الاخرٰی پ ۲۷ ع ۵) اور ایک تیسرے منات (کے حال میں غور بھی کیا ہے ؟)

تشریح مشرکین عرب کے بت جن کی وہ پرستش کرتے تھے بے شمار ہیں مگر ان میں سے تین زیادہ مشہور ہیں ۱ لات ۲ عزی ۳ مناة ۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو منہدم کرادیا ۔

۳۸۴ —— حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیٰن قال حدثنا الزھری سمعت عروة قلت لعائشة فقالت انما کان من اھل بمناة الطاغیة التی بالمشلل لا یطوفون بین الصفا والمروة فانزل اللہ تعالیٰ " ان الصفا والمروة من شعائر اللہ " فطاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون قال سفیان مناة بالمشلل من قدید وقال عبدالرحمٰن بن خالد عن ابن شھاب قال عروة قالت عائشة نزلت فی الانصار کانوا ھم وغسان قبل ان یسلموا یھلون بمناة مثلہ وقال معمر عن الزھری عن عروة عن عائشة کان رجال من الانصار ممن کان یھل لمناة ومناة صنم بین مکة والمدینة قالوا یا نبی اللہ کنا لانطوف بین الصفا والمروة تعظیما لمناة نحوہ ۔

ترجمہ :- عروہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رض سے پوچھا (یہاں اختصار ہے پوری عبارت سورۂ بقرہ کی تفسیر میں بخاری ص۶۴۶ کتاب التفسیر حدیث ۲۲ میں ہے " قلت لعائشة الخ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا اور میں ان دنوں نو عمر تھا کہ ارشاد خداوندی " ان الصفا والمروة الاٰیة کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟ میرا خیال ہے کہ اگر کوئی ان کا طواف نہ کرے (یعنی سعی بین الصفا والمروہ نہ کرے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں) تو حضرت عائشہ رض نے فرمایا " دراصل قصہ یہ ہے کہ عرب کے کچھ لوگ جو مناة بت کے نام پر احرام باندھتے تھے جو مقام مشلل میں تھا وہ صفا اور مروہ کے درمیان (حج وعمرہ میں) سعی بین الصفا والمروہ نہیں کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی ان الصفا والمروة من شعائر اللہ " چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا اور مسلمانوں نے بھی طواف کیا ۔ سفیان نے کہا مناة بت مقام قدید پر مشلل میں تھا اور عبدالرحمٰن بن خالد نے بیان کیا کہ ان سے ابن شہاب زہری نے ان سے عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی ، اسلام سے پہلے انصار اور قبیلہ غسان کے لوگ مناة کے نام پر احرام باندھتے تھے سابقہ حدیث کی طرح ۔ اور معمر نے زہری کے واسطے سے بیان

کیا ان سے عروہ نے، ان سے حضرت عائشہ رض نے کہ قبیلہ انصار کے کچھ لوگ مناۃ کے نام کا احرام باندھتے تھے مناۃ ایک بت تھا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان رکھا ہوا تھا (اسلام لانے کے بعد) ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم مناۃ کی تعظیم کی وجہ سے صفا اور مروہ کے درمیان طواف (یعنی سعی) نہیں کیا کرتے تھے۔ نحوہ یعنی مانند حدیث مذکور۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث قد مضٰی مطولا فی الحج ص۲۲۲ تا ص۲۲۳ ایضا فی التفسیر ص۶۲۶ وہنا فی التفسیر ایضا ص۲۱، مشلل بضم المیم وفتح الشین المعجمۃ وتشدید اللام المفتوحۃ وھو موضع من قدید (عمدہ) مناۃ بالمشلل من قدید مقول قول سفیان واشار بہ تفسیر مناۃ ای مناۃ مکان کائن بالمشلل الکائن من قدید بضم القاف مصغر القد وھو من منازل طریق مکۃ الی المدینۃ (عمدہ)
باقی تشریح کے لئے دیکھئے نصر الباری کتاب التفسیر حدیث ۲۲

باب قولہ" فاسجدوا للہ واعبدوا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (ت ۲۷ ع ۷) آخری آیت :- پس (حسب تعلیم پیغمبر) اللہ کی اطاعت کرو اور عبادت کرو۔

۳۸۵ — حدثنا ابو معمر قال حدثنا عبدالوارث قال حدثنا ایوب عن عکرمۃ عن ابن عباس قال سجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنجم وسجد معہ المسلمون والمشرکون والجن والانس تابعہ ابن طھمان عن ایوب ولم یذکر ابن علیۃ ابن عباس۔

ترجمہ :- حضرت ابن عباس رض نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے اور تمام مشرکوں اور جنات وانسانوں نے بھی سجدہ کیا۔ عبدالوارث کی متابعت ابن طہمان نے ایوب کے واسطے سے کی اور اسماعیل بن علیۃ نے (ایوب سختیانی رح کے واسطے سے بیان کرتے ہیں) ابن عباس کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث قد مضٰی فی ابواب سجود القرآن ص۱۴۶۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جب آنحضور ﷺ نے آیت سجدہ کی تلاوت پر سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ مسلمان اور مشرک جو حاضر تھے سب کے سب سجدہ میں گر پڑے شبہ یہ ہوتا ہے کہ مشرکین کے سجدہ کرنے کا کیا سبب ہے۔؟
حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ لکھتے ہیں کہ اس وقت سب کو ایک غاشیہ الٰہیہ نے گھیر لیا تھا گو یا ایک غیبی اور قہری تصرف سے طوعاً وکرھاً سب کو سربسجود ہونا پڑا صرف ایک بدبخت جس کے دل

پر بخت تھی اس نے سجدہ نہ کیا مگر زمین سے تھوڑی سی مٹی اٹھا کر اسنے بھی پیشانی کو لگائی اور کہا کہ مجھے اسی قدر کافی ہے (فوائد عثمانی سورہ نجم)

۳۸۶ ـــــ حدثنا نصر بن علی اخبرنی ابو احمد قال حدثنا اسرائیل عن ابی اسحٰق عن الاسود بن یزید عن عبد اللّٰہ قال اول سورۃ انزلت فیہا سجدۃ النجمُ قال فسجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وسجد من خلفہ الّا رجلٌ رایتہ اخذ کفا من تراب فسجد علیہ فرایتہ بعد ذالک قتل کافرا وھو اُمیّۃ بن خلف۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ سب سے پہلے جو سجدے والی سورت نازل ہوئی وہ سورۃ النجم ہے حضرت ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (آیت سجدہ کی تلاوت پر) سجدہ کیا اور جتنے لوگ آپ کے پیچھے تھے سب نے سجدہ کیا سوائے ایک شخص کے میں نے اس کو دیکھا کہ اسنے مٹھی بھر مٹی لی اور اسی پر سجدہ کیا پھر اس کے بعد (بدر کی لڑائی میں) میں نے اسے دیکھا کہ کفر کی حالت میں وہ مقتول پڑا ہے اور وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث مرّ فی ابواب سجود القرآن صـ ۱۴۶ ایضا فی المغازی صـ ۵۶۶ وھنا فی التفسیر صـ ۷۲۱

بخاری صـ ۷۲۱ ﴿ اقتربت السّاعۃ ﴾ ای سورۃ اقتربت الساعۃ

اس سورہ کا مشہور نام سورۃ القمر ہے یہ سورہ مکی ہے اور اس میں پچپن ۵۵ آیات اور تین رکوع ہیں۔
شق القمر (چاند کے پھٹ جانے ٹکڑے ہوجانے) کا معجزہ حق ہے اور دلائل قطعیہ اور روایات متواترہ سے ثابت ہے جیسا کہ آنے والی روایات صحیحہ شاہد و ناطق ہیں۔

﴿ قال مجاھد مستمرٌّ ذاھبٌ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: وان یّروا اٰیۃ یُّعرضوا ویقولوا سحرٌ مستمرٌ پ ۲۷ ع ۸) اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہوجاتا ہے۔
مجاہد نے کہا کہ مستمر کا معنی ہے جانے والا ختم ہوجانے والا، باطل ہونے والا

﴿ مُزدَجرٌ مُتناہٍ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: ولقد جاءَھُم مّن الانباء ما فیہ مُزدَجرٌ پ ۲۷ ع ۸) اور ان لوگوں کے پاس (تو امم ماضیہ کی بھی خبریں اتنی پہونچ چکی ہیں کہ ان میں (کافی) سامان عبرت ہے۔
فرماتے ہیں کہ مزدجر بمعنی متناہی بصیغہ اسم فاعل) ہے یعنی بے انتہا جھڑکنے والا کہ اس کے بعد زجر کا کوئی درجہ نہ ہو، نہایت تنبیہ کرنے والا جس سے اعلیٰ درجہ کی دانشمندی حاصل ہوسکتی ہے

بشرطیکہ غور و فکر کرے۔

مزدجر ظرف مکان یا مصدر میمی بمعنی جھڑکنے اور روکنے کے مقام، سامان عبرت یہ لفظ اصل میں مُزتجر تھا تا کو دال سے بدل دیا، الازدجار لازم بھی ہے رک جانا باز رہنا اور متعدی بھی باز رکھنا روک دینا۔

﴿ وازدجر استطیر جنونا ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: وقالوا مجنون وازدجر پ ۲۷ ع ۸) اور (قوم نوح نے) کہا کہ یہ مجنون ہے اور دھمکی دی گئی۔

فرماتے ہیں کہ وازدجر ای استطیر جنونا یعنی اس کا جنون دراز ہو گیا ہے دھکنا فسرہ مجاہد رح اس صورت میں اس کا عطف مجنون پر ہوگا اور قوم کا مقولہ ہوگا۔ اور بعض حضرات نے وازدجر کی تفسیر کی ہے دھمکی دی گئی ای زجروہ وعدوہ لئن لم تفعل لتکونن من المرجومین اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہوگا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ قوم نوح نے کہا کہ یہ مجنون ہیں اور نوح ع تبلیغ رسالت سے روکے گئے آپ کو دھمکی دی گئی کہ اے نوح اگر آپ اپنی دعوت و تبلیغ سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو پتھراؤ کر کے مار دیں گے۔

﴿ دُسُر اضلاع السفینۃ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ وحملنٰہ علیٰ ذاتِ الواحٍ وَّ دُسُرٍ پ ۲۷ ع ۸) اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو (طوفان سے محفوظ رکھنے کے لئے) تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کیا الخ

فرماتے ہیں کہ دُسُر کے معنی ہیں کشتی کی میخیں، یا تختے یا رسیاں یعنی اطراف کشتی۔

﴿ لمن کان کفر یقول کفر لہ جزاءً من اللہ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ "پیوستہ از گذشتہ" تجری باعیننا جزاءً لِّمَن کان کفر پ ۲۷ ع ۸) جو کشتی رواں تھی ہماری نگرانی میں، یہ سب کچھ اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا جس کی بے قدری کی گئی تھی (مراد نوح علیہ السلام ہیں)

فرماتے ہیں کہ لمن کان کفر کا مطلب یہ ہے کہ یہ عذاب اللہ کی طرف سے بدلہ تھا اس شخص کا جس کی ناقدری کی گئی تھی (یعنی حضرت نوح ع) کفر لہ میں لہ ضمیر نوح کی طرف راجع ہے۔

﴿ محتضر یحضرون الماء ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ" ونبئھم انّ الماء قسمۃٌ بینھم کل شربٍ محتضرٌ پ ۲۷ ع ۹) اور ان لوگوں کو یہ بتلادینا کہ پانی (کنوئیں کا) بانٹ دیا گیا ہے (یعنی تمہارے مواشی اور اونٹنی کی باری مقرر ہو گئی ہے) ہر ایک باری باری والا حاضر ہوا کرے الخ

فرماتے ہیں کہ محتضر (صیغہ اسم مفعول) باری والے سب پانی پر حاضر ہوتے ہیں۔

وقال ابن جبیر مھطعین النسلان الخبب السراع (پ ۲۷ ع ۸)

اشارہ ہے آیت کریمہ: مھطعین الی الداع یقول الکافرون ھذا یوم عسر (پ ۲۷ ع ۸) بلانے والے (فرشتہ اسرافیل ع) کی طرف (یعنی موقف حساب کی طرف جہاں جمع ہونے کے لئے بلانے والے نے پکارا ہے) دوڑے چلے جا رہے ہوں گے (اور وہاں کی سختیاں دیکھ کر) کافر کہتے ہوں گے کہ یہ دن بڑا سخت ہے اور ابن جبیرؒ (یعنی سعید بن جبیر) نے کہا کہ مھطعین کے معنی ہیں نسلان یعنی خبب جو جلدی ہو مھطعین اسم فاعل جمع مذکر از اھطاع سر جھکائے تیزی سے دوڑنے والے۔ اس کی تفسیر کرتے ہیں النسلان الخبب السراع عربی زبان میں دوڑنے کو نسلان خبب اسراع کہتے ہیں نسلان بفتح النون والسین المھملۃ ھو الخبب بفتح الخاء المعجمۃ والباء الموحدۃ وھو ضرب من العدو والسراع من المسارعۃ تاکید لہ۔

وقال غیرہ فتعاطی فعاطھا بیدہ فعقرھا

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ فنادوا صاحبھم فتعاطی فعقر (پ ۲۷ ع ۹) پھر ان لوگوں نے (اس اونٹنی کے قتل کرنے کی غرض سے) اپنے رفیق (قدار) کو بلایا سو اس نے (اونٹنی پر) وار کیا اور مار ڈالا الخ۔

اور غیر سعید بن جبیر نے کہا کہ فتعاطی کے معنی ہیں فعاطھا بیدہ یعنی اس اونٹنی کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا اور مار ڈالا۔

وقال ابن التین لا اعلم لقولہ عاطھا ھنا وجھا الا ان یکون من المقلوب الذی قلبت عینہ علی لامہ لان العطو التناول فیکون المعنی فتناولھا بیدہ واما عو فلا اعلم فی کلام العرب واما عیط فلیس معناہ موافقا لھذا الخ (عمدہ) خلاصہ یہ ہے کہ عاطھا میں قلب ہے یعنی عین کلمہ کو لام کلمہ کی جگہ کر دیا ہے اسلئے عطو کے معنی ہیں ہاتھ سے پکڑنا۔

المحتظر کحظار من الشجر محترق

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ انا ارسلنا علیھم صیحۃ واحدۃ فکانوا کھشیم المحتظر (پ ۲۷ ع ۹) ہم نے ان پر ایک (ہی) مزہ (فرشتہ کا) مسلط کیا سو وہ ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے (کی روندی ہوئی باڑھ) چورا (یعنی کھیت یا مواشی وغیرہ کی حفاظت کے لئے جیسے کانٹوں وغیرہ کی باڑھ باندھ دیتے ہیں اور چند روز بعد سب چورا چورا ہو جاتا ہے اسی طرح قوم ثمود ہلاک وتباہ ہو گئے، عرب کے لوگ اس مشبہ بہ کو یعنی کھیت کے گرد کی باڑ کو شب و روز دیکھتے تھے تو وہ اس تشبیہ کو خوب سمجھتے تھے۔)

فرماتے ہیں کہ محتظر کے معنی ہیں درختوں یعنی لکڑیوں کی ٹوٹی جلی ہوئی باڑھ۔
از ضرب حظر یحظر حظرا منع کرنا، روکنا محظور ممنوع، حرام۔ حظیرہ باڑھ، ہر وہ چیز جو تمہارے اور دوسرے کے درمیان حائل ہو، باڑھ۔

﴿ وازدجر افتعل من زجرت ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: وقالوا مجنون وازدجر ﴿ ع ٨) اور قوم نے کہا یہ مجنون ہیں اور دھمکی دی گئی۔
فرماتے ہیں ازدجر دراصل زجرت سے باب افتعال ہے تاء افتعال کو دال سے بدل گیا۔

﴿ کفر فجلنابہا دبہم ما فعلنا جزاءً لما صنع بنوح و اصحابہ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: جزاءً لمن کان کفر ﴿ ع ٨) ترجمہ گذر چکا۔
(نوح علیہ السلام کی مدد اور نوح کی دعا کا قبول کرنا اور قوم کو غرق کرنا) یہ بدلہ تھا اس کا جو نوح اور انکے ایمان دار اصحاب کے ساتھ قوم کی طرف سے کیا گیا۔

﴿ مستقر عذابٌ حق ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: ولقد صبحہم بکرۃ عذابٌ مستقر ﴿ ع ٩) اور صبح سویرے ہی ان پر دائمی عذاب آپہنچا۔
فرماتے ہیں کہ مستقر کے معنی عذاب حق (جو جہنم تک ان کے ساتھ ٹھہرے گا۔

﴿ یقال الاشر المرح والتجبر ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: سیعلمون غدا من الکذاب الاشر ﴿ ع ٩) اُن کو عنقریب (مرتے ہی) معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا۔؟
کہاجاتا ہے کہ اشر کے معنی ہیں اترانا اور غرور کرنا۔ اشر بڑائی مارنے والا اترانے والا۔
بخاری طلاح ﴿ باب قولہ وانشق القمر وان یروا آیۃ یعرضوا ﴾
اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے:۔ ﴿ ع ٨) اگر یہ لوگ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں۔
٣٨٧ —— حدثنا مسدد قال حدثنا یحیی عن شعبۃ وسفین عن الاعمش عن ابراھیم عن ابی معمر عن ابن مسعود قال انشق القمر علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرقتین فرقۃ فوق الجبل وفرقۃ دونہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشھدوا ﴾

ترجمہ:۔ حضرت ابن مسعود رضا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر تھا اور ایک ٹکڑا اسی پہاڑ کے نیچے چلا گیا۔

آ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ رہو (میری نبوت پر)

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث قد مر فی کتاب المناقب ص۵۱۳ وسیاتی فی الباب۔

۳۸۸ —— حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیان قال اخبرنا ابن ابی نجیح عن مجاھد عن ابی معمر عن عبد اللہ قال انشق القمر و نحن مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فصار فرقتین فقال لنا اشھدوا اشھدوا۔

ترجمہ :۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ (منی) میں تھے کہ چاند شق ہوا اور دو ٹکڑے ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا؛ لوگو گواہ رہو، گواہ رہو۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرہ

۳۸۹ —— حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنی بکر عن جعفر عن عراک بن مالک عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ بن مسعود عن ابن عباس قال انشق القمر فی زمان النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ :۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رض نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں چاند شق ہوا تھا۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث مر ص۵۱۳

۳۹۰ —— حدثنا عبد اللہ بن محمد قال حدثنا یونس بن محمد قال حدثنا شیبان عن قتادۃ عن انس قال سال اھل مکۃ ان یریھم ایۃ فاراھم انشقاق القمر۔

ترجمہ :۔ حضرت انس بن مالک رض فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے (آنحضور ص سے) سوال کیا کہ (اپنی نبوت کے لئے) کوئی معجزہ دکھلائیں تو آپ نے انہیں چاند کے شق ہونے کا معجزہ دکھلایا۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث مر ص۵۱۳

۳۹۱ —— حدثنا مسدد قال حدثنا یحیی عن شعبۃ عن قتادۃ عن انس قال انشق القمر فرقتین۔

ترجمہ :۔ حضرت انس بن مالک رض فرماتے ہیں کہ چاند شق ہوا اور دو ٹکڑے ہو گئے۔

معجزہ شق القمر

ہجرت سے پانچ سال پہلے ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقام منیٰ میں تشریف فرما تھے مشرکین مکہ جمع ہوکر حضور اقدس ؐ کے پاس آئے جن میں ولید بن مغیرہ عاص بن وائل، نضر بن حارث وغیرہم بھی تھے ان لوگوں نے آپؐ سے نبوت کی نشانی طلب کی، ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا کہ چاند کے دو ٹکڑے کرکے دکھلاؤ، یہ واقعہ ایک چاندنی رات کا ہے حق تعالیٰ نے یہ کھلا ہوا معجزہ دکھلا دیا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے، لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ حیرت کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنی آنکھوں کو کپڑے سے پونچھتے تھے اور چاند کی طرف دیکھتے تھے تو صاف دو ٹکڑے نظر آتے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سب حاضرین سے فرمایا کہ دیکھو اور گواہ رہو، جب سب لوگوں نے صاف طور پر یہ معجزہ دیکھ لیا تو یہ دونوں ٹکڑے پھر آپس میں مل گئے۔

اس کھلے ہوئے معجزہ کا انکار تو کسی آنکھوں والوں سے ممکن نہ ہوسکتا تھا مگر مشرکین کہنے لگے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے جادو کردیا اب اطراف ملک سے آنے والے لوگوں کا انتظار کرو وہ کیا کہتے ہیں کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سارے جہاں پر جادو کردیں، بیہقی اور ابوداؤد طیالسی کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ہے کہ بعد میں تمام اطراف سے آنے والے مسافروں سے ان لوگوں نے تحقیق کی تو سب نے ایسا ہی چاند کے دو ٹکڑے دیکھنے کا اعتراف کیا۔

مگر ان شہادتوں کے باوجود بھی معاندین ایمان نہ لائے اور یہ کہا کہ یہ سحر مستمر ہے یعنی عنقریب اس کا اثر زائل ہوجائیگا اسپر یہ آیت نازل ہوئی اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یّروا آیۃ یُّعرضوا ویقولوا سحرٌ مستمرّ۔

مولانا ادریس کاندھلوی رح لکھتے ہیں "معجزہ شق قمر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہونا قرآن کریم اور احادیث متواترہ اور اسانید صحیحہ اور جیدہ سے ثابت ہے اور اس پر تمام سلف اور خلف کا اجماع ہے اور کسی شاذ و نادر نے جو انشق القمر بصیغہ ماضی کو بمعنی سینشق القمر لیا ہے وہ سراسر ظاہر قرآن اور احادیث صریحہ اور صحیحہ اور تصریحات سلف وخلف کے خلاف ہے قابل اعتبار نہیں (سیرۃ المصطفیٰ)

شق القمر کے واقعہ پر کچھ شبہات اور جوابات

اسپر ایک شبہ تو یونانی فلسفہ کے اعتبار کی بناء پر کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آسمان اور سیارات میں خرق والتیام (یعنی شق ہونا اور جڑنا) ممکن نہیں مگر یہ محض ان کا دعویٰ ہے۔ اسپر جتنے دلائل پیش کئے گئے ہیں وہ سب لچر اور بے بنیاد ہیں ان کا لغو اور باطل ہونا متکلمین اسلام نے بہت واضح کردیا ہے اور آج تک کسی عقلی دلیل سے شق قمر کا محال اور ناممکن ہونا ثابت نہیں ہوسکا۔ ہاں ناواقف عوام ہر مستبعد چیز کو ناممکن کہنے لگتے ہیں،

مگر یہ ظاہر ہے کہ معجزہ تو نام ہی اس فعل کا ہے جو عام عادت کے خلاف اور عام لوگوں کی قدرت سے خارج حیرت انگیز و مستبعد ہو ورنہ معمولی کام جو ہر وقت ہو سکے اسے کون معجزہ کہے گا۔

دوسرا عامیانہ شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ اگر ایسا عظیم الشان واقعہ پیش آیا ہو تو پوری دنیا کی تاریخوں میں اس کا ذکر ہوتا۔ مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ واقعہ مکہ معظمہ میں رات کے وقت پیش آیا تھا اس وقت بہت سے ممالک میں تو دن ہوگا وہاں اس واقعہ کے نمایاں اور ظاہر ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا، اور بعض ممالک میں نصف شب اور آخر شب میں ہوگا جس وقت عام دنیا سوتی ہے اور جاگنے والے بھی تو ہر وقت چاند کو نہیں تکتے رہتے، زمین پر پھیلی ہوئی چاندنی میں اس کے دو ٹکڑے ہونے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا جس کی وجہ سے کسی کو اس طرف توجہ ہوتی پھر یہ تھوڑی دیر کا قصہ تھا روزمرہ دیکھا جاتا ہے کہ کسی ملک میں چاند گہن ہوتا ہے اور آج کل تو پہلے سے اس کے اعلانات بھی ہو جاتے ہیں اس کے باوجود ہزاروں لاکھوں آدمی اس سے بالکل بے خبر رہتے ہیں ان کو کچھ پتہ نہیں چلتا تو کیا اس کی یہ دلیل بنائی جا سکتی ہے کہ چاند گہن ہوا ہی نہیں اس لئے دنیا کی عام تاریخوں میں مذکور نہ ہونے سے اس واقعہ کی تکذیب نہیں ہو سکتی۔

اس کے علاوہ ہندوستان کی مشہور و معروف اور مستند تاریخ تاریخ فرشتہ میں اس کا ذکر بھی موجود ہے کہ ہندوستان میں مہاراجہ مالیبار نے یہ واقعہ بچشم خود دیکھا اور اپنے روزنامچہ میں لکھوایا اور یہی واقعہ ان کے مسلمان ہونے کا سبب بنا۔ اور اوپر ابوداؤد طیالسی اور بیہقی کی روایات سے بھی یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خود مشرکین مکہ نے بھی باہر کے لوگوں سے اس کی تحقیق کی تھی اور مختلف اطراف کے آنے والوں نے یہ واقعہ دیکھنے کی تصدیق کی تھی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (معارف القرآن)

بخاری ص۷۲۲ باب قولہ تجری باعیننا جزاءً لمن کان کفر ولقد ترکناھا آیۃ فھل من مدکر" قال قتادۃ ابقی اللہ سفینۃ نوح حتی ادرکھا اوائل ھذہ الامۃ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ (ترجمہ) وہ کشتی ہماری نگرانی میں (پانی کی سطح پر) چلتی تھی (مع مؤمنین کے) یہ سب کچھ اس شخص کے بدلہ لینے کے لئے کیا جس کی بے قدری کی گئی تھی (مراد نوح ؑ ہیں) اور ہم نے اس واقعہ کو نشان (عبرت) کے طور پر رہنے دیا سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ ۔ قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے نوح ؑ کی کشتی کو باقی رکھا اور اوائل امت (یعنی امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے اسلاف نے اسے پایا۔

۳۹۲ ——— حدثنا حفص بن عمر قال حدثنا شعبۃ عن ابی اسحٰق عن الاسود عن عبد اللہ قال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقرأ. فھل من مدکر۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فھل من مدکر

پڑھا کرتے تھے۔ (یعنی دال مہملہ سے)

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
مدّکر بالدال المہملۃ واصلہ کما مرّ مذتکر بذال معجمۃ فاستثقل الخروج من حرف مجہور وہو الذال الی حرف مہموس وہو التاء فابدلت التاء والاہملۃ لتقارب مخرجیہا ثم ادغمت المعجمۃ فی المہملۃ بعد قلب المعجمۃ الیہا للتقارب و قرأ بعضہم مذکر بالمعجمۃ والذال قال ابن مسعود رضی انہ علیہ السلام قرأہا مدّکر یعنی بالمہملۃ (قس)

بعض سلف نے اس لفظ کو ذال معجمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ امام بخاری رح نے اس حدیث پر پانچ باب قائم کئے ہیں اور ہر باب میں اس سورت کی ایک آیت ہے پھر اس حدیث کو ذکر فرمایا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ تمام روایتوں میں مدّکر بالدال المہملہ ہے۔

بخاری ص۷۲۲ پ باب ولقد یسرنا القراٰن للذکر فہل من مدکر قال مجاہد یسرنا ہوّنا قراءتہ۔

ای ہذا بابٌ (بالتنوین) فی قولہ تعالیٰ الاٰیۃ ۲۷ ع ۸) اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

مجاہد رح نے فرمایا کہ یسرنا بمعنی ھوّنا قراءتہٗ ہے یعنی ہم نے اس کی قراءت آسان کر دی۔ ھوّنا بتشدید الواو النون علی صیغۃ الماضی۔

تشریح للذکر ذکر کے معنی یاد کرنے اور حفظ کرنے کے بھی آتے ہیں اور کسی کلام سے نصیحت وعبرت حاصل کرنے کے بھی، یہ دونوں معنی یہاں مراد ہو سکتے ہیں ای سہلنا لفظ ویسرنا معناہ لمن ارادہ لیتذکر الناس (قس) مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید کو حفظ کرنے کے لئے آسان کر دیا یہ بات اس سے پہلے کسی کتاب کو حاصل نہیں ہوئی کہ پوری کتاب توراۃ یا انجیل یا زبور لوگوں کو برزبان یاد ہو یہ صرف قرآن حکیم ہی کا اعجاز ہے کہ مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے بچے پورے قرآن کو ایسا حفظ کر لیتے ہیں کہ ایک زبر زیر کا فرق نہیں آتا، چودہ سو برس سے ہر زمانے، ہر طبقے اور ہر خطے میں ہزاروں لاکھوں حافظوں کے سینے میں اللہ کی کتاب محفوظ ہے۔

اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ قرآن حکیم نے اپنے مضامین عبرت و نصیحت کو ایسا آسان کر کے بیان کیا کہ ہر انسان اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے خواہ عالم ہو یا جاہل۔

۳۹۳ ——— حدثنا مسدد عن یحیی عن شعبۃ عن ابی اسحٰق عن الاسود عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقراء فہل من مدکر۔

ترجمہ: — حضرت عبد اللہ بن مسعود رض سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فہل من مدّکر

پڑھا کرتے تھے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

باب قولہ "اعجاز نخل منقعر فکیف کان عذابی ونذر"

اللہ تعالٰی کا ارشاد:۔ تنزع الناس کانھم اعجاز نخل منقعر ﴿پ ۲۷ ع ۸﴾ وہ ہوا لوگوں کو اس طرح (ان کی جگہ سے) اکھاڑ کر پھینکتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں (دیکھو) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا (ہولناک) ہوا۔

اعجاز جڑیں، تنے عجز کی جمع ہے۔ نذر نذیر کی جمع بمعنی الانذار۔

۳۹۴ ــــ حدثنا ابو نعیم قال حدثنا زہیر عن ابی اسحٰق انہ سمع رجلا سال الاسود فہل من مدکر او مذکر فقال سمعت عبداللہ یقرؤھا فہل من مدکر قال و سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقرأھا فہل من مدکر دالا۔

ترجمہ:۔ ابو اسحاق سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک شخص (نام نامعلوم) کو اسود سے پوچھتے سنا کہ (سورۂ قمر میں) فہل من مدکر (دال مہملہ سے) یا مذکر (ذال معجمہ سے) ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو فہل من مدکر دال (مہملہ) سے پڑھتے ہوئے سنا۔

تشریح ہٰذا طریق آخر فی حدیث ابن مسعود المذکور۔

باب فکانوا کھشیم المحتظر ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر

ای ہٰذا باب فی قولہ تعالٰی:۔ انا ارسلنا علیھم صیحۃ واحدۃ فکانوا الخ ﴿پ ۲۷ ع ۹﴾ ہم نے ان پر ایک (ہی) نعرہ (فرشتہ کا) مسلط کیا سو وہ (اس سے) ایسے ہوگئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے (کی باڑ) کا چورا، اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ ھشیم صفت مشبہ سوکھے ہوئے درخت کانٹے ٹوٹے ہوئے ریزہ ریزہ

۳۹۵ ــــ حدثنا عبدان قال اخبرنا ابی عن شعبۃ عن ابی اسحٰق عن الاسود عن عبداللہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قرأ فہل من مدکر الآیۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فہل من مدکر پڑھا (یعنی دال مہملہ سے)

تشریح ہٰذا طریق آخر فی حدیث ابن مسعود المذکور۔

باب ولقد صبحهم بکرة عذاب مستقر فذوقوا عذابی ونذر

ای ہذا باب فی قولہ تعالیٰ :۔ پ ۲۷ ع ۹) اور (پھر) صبح سویرے ہی ان پر دائمی عذاب آپہونچا (اور ارشاد ہوا) کہ لو میرے ڈرانے اور عذاب کا مزہ چکھو۔

۳۹۶ ــــ حدثنا محمد قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة عن ابی اسحٰق عن الاسود عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قرأ فھل من مدکر۔

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فہل من مدکر پڑھا۔

تشریح :۔ ہذا طریق آخر فی الحدیث المذکور

بخاری ص۷۲۲ باب قولہ ولقد اھلکنا اشیاعکم فھل من مدکر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔ پ ۲۷ ع ۱۰) اور ہم تمہارے ہم طریقہ لوگوں کو (اپنے عذاب سے) ہلاک کر چکے ہیں سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

۳۹۷ ــــ حدثنا یحییٰ قال حدثنا وکیع عن اسرائیل عن ابی اسحٰق عن الاسود بن یزید عن عبداللہ قال قرأت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھل من مذکر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھل من مدکر۔

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فہل من مذکر پڑھا (یعنی ذال معجمہ سے) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فہل من مدکر" (یعنی دال مہملہ سے)

تشریح :۔ ہذا طریق آخر فی الحدیث المذکور۔

باب قولہ سیھزم الجمع ویولون الدبر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :۔ پ ۲۷ ع ۱۰) عنقریب (ان کی) یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

۳۹۸ ــــ حدثنی محمد بن عبداللہ بن حوشب قال حدثنا عبدالوھاب قال حدثنا خالد عن عکرمة عن ابن عباس ح وحدثنی محمد قال حدثنا عفان بن مسلم عن وھیب قال حدثنا خالد عن عکرمة عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وھو فی قبة یوم بدر اللھم انی انشدک عھدک ووعدک اللھم ان تشأ لا تعبد بعد الیوم فاخذ ابوبکر بیدہ فقال حسبک یا رسول اللہ الححت علی ربک وھو یثب فی الدرع فخرج وھو یقول سیھزم الجمع ویولون الدبر الآیة۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جبکہ غزوۂ بدر کے موقعہ پر ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے یہ دعا کر رہے تھے "اے اللہ میں آپ کے عہد اور وعدہ کا طلبگار ہوں (جو تو نے اپنے نبی کی مدد اور کفار پر غلبہ کے متعلق کیا ہے) اے اللہ تیری مرضی اگر تو چاہے تو (ان تھوڑے سے مسلمانوں کو بھی ہلاک کر دے) پھر آج کے بعد تیری عبادت باقی نہیں رہیگی۔ (یعنی) آج اگر ہم لوگ ختم ہو گئے تو تیری عبادت و بندگی ختم ہو جائے گی اور روئے زمین پر صرف بت پرستی ہو گی، اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا، بس کافی ہے یا رسول اللہ (بس کیجئے حضور) آپ نے اپنے رب سے بہت ہی الحاح وزاری سے دعا کر لی ہے، اور آنحضور زرہ بند جوش میں اٹھے اور یہ آیت پڑھتے ہوئے خیمہ سے نکلے سیهزم الجمع ویولون الدبر"

تشریح | مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث قد مضی فی الجہاد ص۴۰۸ تا ص۴۰۹ و فی المغازی ص۵۶۷ وھنا فی التفسیر ص۲۲۷ مفصل تشریح کے لئے دیکھئے نصر الباری کتاب المغازی کی حدیث ۵ کی تشریحات۔

بخاری ص۲۲۷ باب قولہ بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھیٰ وامرّ یعنی من المرارۃ

اللہ تعالے کا ارشاد:۔ پ۲۷ ع ۱۰) بلکہ ان کے (اصل) وعدہ کا وقت قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے۔ اور امرّ افعل التفضیل کا صیغہ مشتق ہے مرارۃ سے جس کے معنی تلخی کے ہیں۔

۳۹۹ — حدثنا ابراھیم بن موسیٰ قال حدثنا ھشام بن یوسف ان ابن جریج اخبرھم قال اخبرنی یوسف بن ماھک قال انی عند عائشۃ ام المؤمنین قالت لقد انزل علی محمد صلے اللہ علیہ وسلم بمکۃ وانی لجاریۃ العب بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھیٰ وامرّ۔

ترجمہ:۔ یوسف بن ماھک نے بیان کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے فرمایا کہ جس وقت حضور اقدس محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں یہ آیت نازل ہوئی بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھیٰ وامرّ اس وقت میں بچی تھی اور کھیلا کرتی تھی۔

تشریح | مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث ذکرھنا مختصرا وسیاتی فی فضائل القرآن مطولا بہذا الاسناد ص۷۴۷

یوسف بن ماھک بفتح الہاء والکاف معناہ القمیر مصغر القمر (فس) ادھیٰ اسم تفضیل بڑی آفت زیادہ ہیبت ناک۔ امرّ اسم تفضیل مرارۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی کڑوا ہونے اور تلخی کے ہیں۔

یہ حدیث یہاں مختصر ہے مفصل حدیث فضائل قرآن میں آئیگی انشاء اللہ۔

۴۰۰۳ ـــــ حدثنی اسحٰق قال حدثنا خالدٌ عن خالدٍ عن عکرمۃ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وھو فی قبۃٍ لہ یوم بدرٍ انشدک عھدک ووعدک اللّٰھم ان شئت لم تعبد بعد الیوم ابدا فاخذ ابوبکر بیدہٖ وقال حسبک یارسول اللہ فقد الححت علی ربک وھو فی الدرع فخرج وھو یقول سیھزم الجمع ویولون الدبر بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھٰی وامرُّ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن اپنے خیمہ میں فرمایا تھا (یعنی دعا کی تھی) اے اللہ میں آپ کے عہد اور وعدہ کا طلب گار ہوں (جو آپ نے اپنے نبی کی مدد اور کفار پر غلبہ کے متعلق کیا ہے) خدایا اگر تو چاہے گا تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کیجائے گی (یعنی آج اگر ہم لوگ ختم ہوگئے تو تیری عبادت ختم ہوجائے گی اور روئے زمین پر صرف بت پرستی ہوگی) اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا، بس یارسول اللہ آپ اپنے پروردگار سے خوب الحاح وزاری کے ساتھ دعا کر چکے ہیں اور آپ اس وقت زرہ بند تھے آپ (خیمہ سے) باہر تشریف لائے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ آیت تھی سیھزم الجمع ویولون الدبر بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھٰی وامرّ۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث قد مضٰی فی الباب الذی قبلہ۔

بخاری ص۷۲۳ ؛ سُورۃ الرحمٰن ؛

سورۂ رحمان مکی ہے اس میں اٹھتّر آیات ہیں اور تین رکوع ہیں۔

ؔ وقال مجاھد "بحسبان کحسبان الرحیٰ ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ :۔ الشمسُ والقمرُ بحسبانٍ (پ ۲۷ ع ۱۱) سورج اور چاند حساب کے ساتھ (چلتے) ہیں۔ اور مجاہد رح نے کہا بحسبان یعنی سورج اور چاند چکی کی طرح گھوم رہے ہیں۔
حسبان بضم الحاء، بعض حضرات نے فرمایا کہ حساب کے معنی میں مصدر ہے جیسے غفران، سبحان قرآن وغیرہ۔

اور بعض نے فرمایا کہ حساب کی جمع ہے جیسے شہاب کی جمع شہبان اور رکبان، رھبان۔
اور مراد آیت کی یہ ہے کہ شمس و قمر کی حرکات جن پر انسانی زندگی کے تمام کاروبار موقوف ہیں۔
رات دن کا اختلاف، موسموں کی تبدیلی، سال اور مہینوں کی تعیین ان کی تمام حرکات اور دوروں

کا نظام محکم ایک خاص حساب اور اندازے کے مطابق چل رہا ہے۔

وقال غیرہ "واقیموا الوزن" یرید لسان المیزان :

اشارہ ہے آیت کریمہ :۔ واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان ﴿ع ۱۱﴾ اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول کو گھٹاؤ مت۔

اور غیر مجاہد نے کہا " واقیموا الوزن " کے معنی ہیں ترازو کی زبان یعنی ڈنڈی ٹھیک رکھو (یعنی برابر تولو۔)

والعصف بقل الزرع اذا قطع منه شیٔ قبل ان یدرک فذالك العصف والریحان ورقه والحب الذی یؤکل منه والریحان فی کلام العرب الرزق وقال بعضهم والعصف یرید الماکول من الحب والریحان النضیج الذی لم یؤکل وقال غیرہ والعصف ورق الحنطة وقال الضحاك العصف التبن وقال ابو مالك العصف اول ما ینبت تسمیه النبط هبورا وقال مجاهد العصف ورق الحنطة والریحان الرزق :

اشارہ ہے آیت کریمہ :۔ والحب ذوالعصف والریحان ﴿ع ۱۱﴾ غلہ ہے جس میں بھوسہ (بھی) ہوتا ہے اور غذا کی چیز۔

فرماتے ہیں" اور عصف کہتے ہیں کھیت کی اس پیداوار (سبزے) کو جس کو پکنے سے پہلے کھیت سے کاٹ لی جائے یہ عصف کے معنی ہوئے اور ریحان اس کے پتے اور وہ دانے (غلے) جو کھائے جاتے ہیں جیسے گیہوں، چاول اور چنا وغیرہ) اور ریحان کلام عرب میں روزی کو کہتے ہیں، اور بعض لوگوں نے کہا عصف سے مراد وہ دانے (اناج) ہیں جو کھائے جاتے ہیں (جیسے گیہوں چاول) اور ریحان وہ پکا غلہ جس کو (کچا) نہیں کھائے جاتے (قالہ الفراء) اور غیر فراء نے کہا عصف گیہوں کے پتے ہیں، اور ضحاک نے کہا عصف سوکھی گھاس (یعنی بھوسہ) کو کہتے ہیں (جو جانور کھاتے ہیں) اور ابو مالک (تابعی) نے کہا عصف کھیتی کا وہ سبزہ ہے جو پہلے پہل اگتا ہے کسان لوگ اس کا نام ہبور رکھتے ہیں، اور مجاہد نے کہا عصف گیہوں کا پتہ ہے اور ریحان یعنی رزق ہے (یعنی روزی)

والمارج اللهب الاصفر والاخضر الذی یعلو النار اذا اوقدت :

اشارہ ہے آیت کریمہ : وخلق الجان من مارج من نار ﴿ع ۱۱﴾ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

فرماتے ہیں کہ مارج آگ کے زرد اور سبز شعلے جو آگ سے اس وقت اوپر چڑھتے ہیں جب

آگ روشن کی جاتی ہے۔

وقال بعضهم عن مجاهد "رب المشرقين" للشمس فى الشتاء مشرق ومشرق فى الصيف "ورب المغربين" مغربها فى الشتاء والصيف

اشارہ ہے آیت کریمہ: رَبُّ المشرقين ورب المغربين ۲۷ ع ۱۱) وہ دونوں مشرق اور دونوں مغرب کا مالک ہے۔

فرماتے ہیں کہ بعضوں نے مجاہد رح کے واسطے سے بیان کیا کہ رب المشرقین میں مشرقین سے مراد یہ ہے کہ سورج کے لئے جاڑے میں ایک مشرق (طلوع ہونے کی جگہ) ہے اور ایک مشرق (یعنی طلوع ہونے کی جگہ) گرمی میں ہے۔ اور رب المغربین سے مراد جاڑے اور گرمی میں غروب ہونے کی جگہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سردی اور گرمی میں آفتاب کا مطلع بدلتا ہے اس لئے سردی کے زمانے میں مشرق یعنی سورج نکلنے کی جگہ اور ہوتی ہے اور گرمی کے زمانے میں دوسری، انہی دونوں جگہوں کو آیت میں مشرقین سے تعبیر فرمایا ہے، اسی طرح اس کے بالمقابل مغربین فرمایا کہ سردی میں غروب آفتاب کی جگہ اور ہوتی ہے اور گرمی میں دوسری۔

لا يبغيان لا يختلطان

اشارہ ہے آیت کریمہ: مَرَجَ البَحرَين يَلتقيٰن بينهما برزخ لا يبغيان ۲۷ ع ۱۱)
اسی نے دو دریاؤں کو (صورتاً) ملایا کہ (ظاہر میں) باہم ملے ہوئے ہیں (اور حقیقۃً) ان دونوں کے درمیان ایک حجاب (قدرتی) ہے کہ (اس کی وجہ سے) دونوں (اپنے اپنے موقع سے) بڑھ نہیں سکتے (یعنی قدرت خداوندی کا ایک پردہ حائل رہتا ہے جو دور تک آپس میں ان کو ملنے نہیں دیتا۔
فرماتے ہیں کہ لا یبغیان بمعنی لا یختلطان ہے یعنی دونوں مل نہیں جاتے۔ مطلب یہ ہے کہ شیریں دریا (نہر) اور نمکین دریا (بحر) جہاں مل کر بہتے ہیں وہاں بھی ایک دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوتے بلکہ ایک طرف میٹھا اور دوسری طرف کھارا پانی ہے۔

المنشئٰت ما رُفع قلعُه من السفن فاما ما لم يُرفع قلعُه فليس بمنشاءة

اشارہ ہے آیت کریمہ: وله الجوار المنشئٰت فى البحر كالاعلام ۲۷ ع ۱۱) اور اسی کے (اختیار اور ملک میں) ہیں جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے (نظر آتے) ہیں۔
فرماتے ہیں کہ منشئات وہ کشتیاں (یا جہاز) جن کا بادبان اوپر اٹھایا گیا ہو (وہی دور سے پہاڑ کی طرح معلوم ہوتی ہیں اور جن کشتیوں کا بادبان نہ چڑھایا جائے انکو منشئات نہیں کہیں گے۔

وقال مجاهد كالفخار كما يُصنع الفخار

اشارہ ہے آیت کریمہ: خلق الانسان من صلصال كالفخار ۲۷ ع ۱۱) اسی نے انسان (کی اصل

اول یعنی حضرت آدم علیہ السلام) کو ایسی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح (کھن کھن) بجتی تھی پیدا کیا اور مجاہدؒ نے کہا کالفخار یعنی جیسے ٹھیکرے بنائے جاتے ہیں۔
صلصال ایسی خشک مٹی جو کھن کھن بجنے لگے پھر جب اس کو آگ میں پکا کر ٹھیکرے بنالئے جائیں تو فخار ہے۔

ونحاس النحاس الصفر یصب علی رؤسھم یعذبون بہ:

اشارہ ہے آیت کریمہ: یرسل علیکما شواظ من نار و نحاس فلا تنتصران پ۲۷ ع ۱۲) (اے جن وانس کے مجرمو) تم دونوں پر (قیامت کے روز) آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائیگا پھر تم ہٹا نہ سکوگے فرماتے ہیں کہ آیت میں نحاس سے نحاس یعنی پیتل جو گلا کر دوزخیوں کے سر پر ڈالا جائیگا ان کو اس سے عذاب دیا جائیگا۔

خاف مقام ربہ یھم بالمعصیۃ فیذکر اللہ فیترکھا:

اشارہ ہے آیت کریمہ: ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن پ۲۷ ع ۱۳) اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (ہر وقت) ڈرتا رہتا ہو (اور ڈر کر شہوات و معاصی سے مجتنب رہتا ہے) اس کے لئے (جنت میں) دو باغ ہونگے۔
فرماتے ہیں کہ خاف مقام ربہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص گناہ کرنے کا قصد کرے پھر اللہ تعالےٰ کو یاد کرکے اس گناہ کو چھوڑ دے۔

الشواظ لھب من نار:

اشارہ ہے آیت کریمہ: یرسل علیکما شواظ من نار الایۃ پ۲۷ ع ۱۲) (اے جن وانس کے مجرمو) تم دونوں پر (قیامت کے روز) آگ کا شعلہ چھوڑا جائیگا الخ
فرماتے ہیں کہ شواظ کے معنی ہیں آگ کا شعلہ (جس میں دھواں ہو)

مدھامتان سودا وان من الری:

اشارہ ہے آیت کریمہ مدھامتان پ۲۷ ع ۱۳) وہ دونوں باغ گہرے سبز ہونگے۔
فرماتے ہیں کہ مدھامتان کے معنی ہیں بہت شادابی کی وجہ سے کالے (یا سبز) ہو رہے ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ان دونوں باغوں کی سرسبزی و شادابی اتنی گہری ہو گی کہ انکے سیاہی مائل ہونے کا سبب ہوگی۔

صلصال طین خلط برمل فصلصل کما یصلصل الفخار و یقال منتن یریدون بہ صل یقال صلصال کما یقال صر الباب عند الاغلاق و صرصر مثل کبکبتہ یعنی کببتہ:

اشارہ ہے آیت کریمہ خلق الانسان من صلصال کالفخار پ۲۷ ع ۱۱) انسان کو ٹھیکرے جیسی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔

فرماتے ہیں کہ صلصال وہ گارا ہے، کیچڑ جس میں ریت ملائی جائے پس وہ ٹھیکرے کی طرح کھنکھنانے لگے۔ اور بعضوں نے کہا صلصال بدبودار کیچڑ اس سے مراد لیتے ہیں صَلّ یعنی سڑ گیا (صلّ اللحم گوشت سڑ گیا، بدبودار ہوگیا) کہا جاتا ہے صَلَّ یعنی دونوں کا مفہوم ایک ہے جیسے کہا جاتا ہے صرّ الباب یعنی دروازے نے آواز دی بند کرتے وقت اور صَرْصَرَ (یعنی صرّ اور صرصر دونوں کے معنی ہیں آواز کرنا یہ ایسا ہی ہے جیسے کبکبتہ اور کببتہ دونوں طرح کہتے ہیں ومنہ قولہ تعالے فکبکبوا فیہا پ۱۹ ع ۹) اسی طرح صَلّ اور صلصل دونوں درست ہیں۔

* فاکھۃ ونخل ورمان" وقال بعضھم لیس الرمان والنخل بالفاکھۃ واما العرب فانھا تعدھا فاکھۃ کقولہ تعالے حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی فامرھم بالمحافظۃ علی کل الصلوات ثم اعادا لعصر تشدیدا لھا کما اعید النخل والرمان ومثلھا الم تران اللہ یسجد لہ من فی السموٰت ومن فی الارض ثم قال وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب وقد ذکرھم فی اول قولہ من فی السموٰت ومن فی الارض۔

اشارہ ہے آیت کریمہ: فیھما فاکھۃ ونخل ورمان پ۲۷ ع ۱۳) ان دونوں باغوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ فاکھۃ ونخل ورمان " سے بعض حضرات نے نکالا ہے کہ کھجور اور انار فاکہہ یعنی میوہ نہیں ہیں لیکن عرب لوگ ان کو (یعنی کھجور اور انار کو) میووں میں شمار کرتے ہیں۔ (اب رہا نخل اور رمان کا عطف فاکہہ پر؟ تو وہ ایسا ہے) جیسے دوسری آیت ہے حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی (اور حفاظت کرو تمام نمازوں کی اور صلوٰۃ وسطی کی،) تو اس آیت میں پہلے تمام نمازوں کی محافظت کا حکم دیا جس میں صلوٰۃ وسطی بھی داخل اور شامل ہے پھر صلوٰۃ وسطی کو (عطف کرکے) تاکید کے لئے دوبارہ بیان کیا (یعنی اس کا اور زیادہ خیال رکھو) اسی طرح نخل و رمان فاکہہ میں آگئے تھے مگر نخل و رمان کی عمدگی کی وجہ سے دوبارہ ان کا ذکر کیا فھو ذکر الخاص بعد العام تفضیلا لہ۔

اور اسکے (یعنی فاکہہ اور نخل و رمان کے) مانند ہے۔ یہ آیت الم تران اللہ یسجد لہ من فی السموٰت ومن فی الارض، پھر اس کے بعد فرمایا وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب" حالانکہ یہ دونوں اول ارشاد من فی السموات ومن فی الارض میں آگئے تھے۔

امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح ان دونوں آیتوں میں عطف مغایرت کے لئے نہیں ہے اسی طرح فیہما فاکہۃ ونخل ورمان میں بھی عطف مغایرت کے لئے نہیں ہے بلکہ فاکہہ کے بعد نخل اور رمان کا ذکر تخصیص بعد التعمیم ہے۔

تشریح قال بعضهم۔ علامہ کرمانی اور صاحب توضیح کہتے ہیں کہ بعض سے مراد امام اعظم ابوحنیفہ رح ہیں امام اعظم رح سے یہ منقول ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فاکہہ یعنی میوہ نہیں کھاؤں گا اور کھجور یا انار کھالیا تو عندالامام حانث نہیں ہوگا اور امام شافعی رح وغیرہ کے نزدیک حانث ہوگا، دراصل قسم اور یمین کا مسئلہ عرف سے متعلق ہے ہوسکتا ہے کہ کوفہ میں کھجور اور انار فواکہ محضہ میں سے نہ ہو کیونکہ کھجور میں غذائیت بھی ہے کہ انسان اسپر اکتفا کرسکتا ہے اسی طرح انار بھی میوہ ہونے کے ساتھ ساتھ دوا ر بھی ہے ہمارے ہندوستان میں مریض کو انار کھانے کی خاص ہدایت وتاکید کی جاتی ہے اور امام اعظم رح سے علی الاطلاق انکار نہیں ہے کہ کھجور اور انار داخل میوہ نہیں ہیں بلکہ انکار یہ ہے کہ کھجور و انار صرف میوہ نہیں ہے۔

چنانچہ مشہور نحوی امام فرّاء رح سے بھی مثل امام اعظم رح منقول ہے۔ نیز مفسرین کی ایک جماعت سے بھی منقول ہے پس یہ کہنا قطعاً درست نہیں کہ کھجور اور انار کے متعلق امام اعظم رح منفرد ہیں واللہ اعلم۔

وقال غیرہ افنان اغصان

اور غیر مجاہد (یا غیر بعض) کے افنان بمعنی اغصان یعنی شاخیں ہیں۔

اشارہ ہے آیت کریمہ: ذواتا افنان ۲۷ ع ۱۳) (اور وہ) دونوں باغ کثیر شاخوں والے ہوں گے۔ افنان یا تو فن کی جمع ہے بمعنی نوع، قسم اور اسی طرح عرف میں اس کا استعمال بمعنی علم کے ہوتا ہے، جیسے کہتے ہیں فن حدیث، فن تفسیر، اس صورت میں ذواتا افنان کے معنی ہونگے انواع واقسام کے درختوں اور پھلوں والے۔ یا افنان جمع ہے فنن کی جس کے معنی ہیں سیدھی شاخ نرم اور پتلی ٹہنی۔

وجنا الجنتین دان ما یجتنی قریب

آیت کریمہ:۔ اور ان دونوں باغوں کا پھل بہت نزدیک ہوگا (کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر طرح بلامشقت ہاتھ آسکتا ہے)

فرماتے ہیں کہ آیۃ کریمہ کا مطلب ہے دونوں باغوں کے پھل جو توڑے جائیں گے وہ بہت قریب ہوں گے۔

وقال الحسن فبای الاء نعمہ وقال قتادۃ ربکما تکذبان یعنی الجن والانس

اشارہ ہے کہ آیت کریمہ" فبای الاء ربکما تکذبان تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔ امام بخاری رح آیت کریمہ کے 'الاء' کی تفسیر حضرت حسن بصری رح سے اور ربکما کی تفسیر قتادہ سے نقل کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ حسن بصری رح نے فرمایا فبای الاء یعنی اس کی کون کونسی نعمتوں کے الخ اور قتادہ رح نے فرمایا ربکما میں خطاب جن اور انسان کی طرف ہے یعنی اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔

وقال ابو الدرداء کل یوم ھو فی شان، یغفر ذنبا ویکشف کربا ویرفع قوما ویضع آخرین:

اشارہ ہے آیت کریمہ" کل یوم ھو فی شان پ ۲۷ ع ۱۲) وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے اور ابو الدرداء (عویمر بن مالک رض) نے فرمایا کہ ہر وقت پروردگار عالم کی ایک شان ہوتی ہے کسی کا گناہ معاف کرتا ہے اور کسی کی تکلیف دور کرتا ہے، کسی قوم کو بڑھاتا ہے اور کسی کو گھٹاتا ہے (کسی کو عزت دیتا ہے اور کسی کو ذلت دیتا ہے وغیرہ)

حکایت حکی ان رجلا کان اوتی جدلا فکان یفحم العلماء مجلس مرۃ فی مجلس کان فیہ ابو حنیفۃ ایضا وھو صغیر السن فسال العلماء ان ربکم ماذا یفعل الآن فما ردوا بما یجیبون لہ فقام اما منا وقال انا اجیب ولکن انزل من المنبر فانک سائل وانا مجیب فصعد المنبر وقال انہ فعل الآن ما بانئ فانزلک من المنبر واقعدنی مقعدک فبھت الرجل۔ (فیض الباری ص۲۴۳)

فقیہ امت کی مجلس فقیہ امت حضرت مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم نے ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ اس مناظرہ کے دو سوال اور تھے ۱۔ اس وقت حق تعالیٰ کا رخ کدھر ہے؟ امام اعظم رح نے ایک چراغ روشن کرکے فرمایا کہ بتاؤ اس روشنی کا رخ کدھر ہے فبہت الرجل ۲۔ سائل نے پوچھا کہ خداوند قدوس سے پہلے کیا تھا؟ فرمایا۔ ایک سے پہلے کیا عدد تھا۔ سائل مبہوت اور لاجواب ہوگیا۔ اس واقعہ سے امام اعظم کی ذکاوت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

وقال ابن عباس برزخ حاجز:

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان، پ ۲۷ ع ۱۱) اس نے دو دریاؤں کو (صورتا) ملایا کہ (ظاہر میں) باہم ملے ہوئے ہیں (اور حقیقۃً) ان دونوں کے درمیان ایک حجاب (قدرتی) ہے کہ (اسی وجہ سے) دونوں (اپنے اپنے موقع سے) بڑھ نہیں سکتے اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ آیت میں برزخ بمعنی حاجز یعنی آڑ، روک ہے۔

٭ الاَنَامُ الخلقُ ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: " والارضَ وضعها لِلانام پ۲۷ ع ۱۱) اور اسی نے خلقت کے (فائدہ کے) واسطے زمین کو (اس جگہ) رکھدیا۔
فرماتے ہیں کہ انام بمعنی مخلوق ہے۔

٭ نضاختانِ فیاضتان ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ فیهما عینان نضاختٰنِ پ۲۷ ع ۱۳) ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ جوش مارتے ہوں گے۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں نضاختان بمعنی فیاضتان ہے یعنی اہل جنت پر خیر و برکت برسانے والے نضاختانِ تثنیہ مبالغہ دو ابلتے ہوئے جوشش زن جن کا پانی کبھی بند نہ ہو واصل النضخ الرشش وهو اکثر من النضح بالحاء المهملة (عمدة)

٭ ذوالجلال ذوالعظمة ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ تبٰرک اسم ربک ذی الجلال والاکرام پ۲۷ ع ۱۳) بڑا بابرکت نام ہے آپ کے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے۔
فرماتے ہیں کہ ذو الجلال کے معنی ہیں عظمت والا بزرگی والا۔

٭ وقال غیرہ مارج خالص من النار یقال مَرَجَ الامیرُ رَعیتہ اذا خلاهم یعدو بعضهم علی بعض مرج امر الناس مریج مُلتبس مَرَجَ اختلط البحران من مرجت دابتک ترکتها ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: خلق الجان من مارجٍ من نار پ۲۷ ع ۱۱) اور جنات کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا اور غیر ابن عباس نے کہا کہ مارج کے معنی ہیں خالص آگ کے (جس میں دھواں نہ ہو) عرب لوگ کہتے ہیں مرج الامیر رعیتہ یعنی حاکم نے اپنی رعیت کو آزاد چھوڑ دیا کہ بعض بعض پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں۔ مرج امر الناس لوگوں کا معاملہ گڑبڑ ہو گیا (مقصد یہ بتانا ہے کہ مرج کے معنی متعدد آتے ہیں) مرج البحران ای اختلط یعنی دونوں دریا مل گئے ہیں اور یہ ماخوذ ہے مرجتَ دابتک سے یعنی تو نے اپنے چوپائے کو چھوڑ دیا۔

٭ سنفرغ سنحاسبکم لا یشغلہ شئ عن شئ وهو معروف فی کلام العرب یقال لا تفرغن لك وما به شغلٌ یقول لآخذنك علی غرتك ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: سنفرغ لکم ایها الثقلان پ۲۷ ع ۱۲) اے جن و انس ہم عنقریب تمہارے (حساب و کتاب کے) لئے خالی ہو جاتے ہیں (یعنی حساب و کتاب لینے والے ہیں، مجازا و مبالغة اس

کو خالی ہونے سے تعبیر فرما دیا، اور مبالغہ اس طرح ہے کہ انسان جب سب کاموں سے خالی ہو کر کسی طرف متوجہ ہوتا ہے تو پوری توجہ بھی جاتی ہے، انسانی فہم کے مطابق یہ عنوان اختیار کیا گیا ورنہ حق تعالے کی اصل شان یہ ہے کہ اس کو ایک مشغولیت کسی دوسری مشغولیت سے مانع نہیں ہوگی۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں سنفرغ لکم کے معنی ہیں عنقریب ہم تمہارا احساب لیں گے (یہاں فراغت اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے کیونکہ) حق تعالے کو کوئی چیز دوسری چیز سے غافل نہیں کر سکتی، یہ محاورہ کلام عرب میں مشہور و معروف ہے بولتے ہیں لانفرغن لك یعنی میں تیرے لئے فارغ ہو نگا حالانکہ اس کو کوئی مشغولیت نہیں ہے (بلکہ بالکل فرصت میں ہے) لیکن (توبیخ و تہدید کے طور پر) کہتا ہے۔ لانفرغن لك یعنی تیری غفلت پر تجھ کو پکڑوں گا (مطلب یہ ہے کہ جب تو غافل ہوگا تو تجھ کو سزا دوں گا۔

علی غرتك بکسر الغین ای علی غفلة منك۔

باب قوله ومن دونهما جنتان

ارشاد ربانی: (پ ۲۷ ع ۱۳) اور ان دونوں باغوں سے کم درجہ میں دو باغ اور ہیں (جو مومنین کے لئے ہیں)

۱۰۱ — حدثنا عبد الله بن ابی الاسود قال حدثنا عبد العزیز بن عبد الصمد العمّی قال حدثنا ابو عمران الجونی عن ابی بکر بن عبد الله بن قیس عن ابیه ان رسول الله صلے الله علیه وسلم قال جنّتان من فِضّة آنیتهما وما فیهما وجنّتان من ذهب آنیتهما وما فیهما وما بین القوم وبین أن ینظروا الی ربّهم الّا رداء الکِبر علی وجهه فی جنة عدن۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن قیس (ابو موسیٰ اشعری رض) سے مروی ہے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو جنت چاندی کے ہیں ان دونوں کے برتن اور ان دونوں میں جو سامان وغیرہ ہیں سب چاندی کے ہوں گے، اور دو جنت سونے کے ہیں ان کے برتن اور جو ان دونوں میں سامان ہیں سب سونے کے ہونگے اور جنت عدن میں جنتیوں کے اپنے رب کے دیدار میں کوئی چیز بجز کبریائی کی چادر کے جو اس کی ذات پاک پر ہوگی حائل نہ ہوگی۔

تشریح مطابقة للترجمة فی قوله "جنتان من فضة"
والحدیث یاتی ان شاء اللہ تعالے فی التوحید ص ۱۱۰۹

جنتان مبتدا من فضة خبر۔ قوله آنیتهما والجملة خبر المبتدا الاول ومتعلق من فضة محذوف ای آنیتهما کائنة فی فضة، وما فیهما عطف علی آنیتهما۔

وَجنتان بتدا، وقوله من ذهب خبرائخ فاللتان من ذهب للمقربين واللتان من فضة لاصحاب اليمين كما في التوحيد۔

بخاری ص۷۲۵ ؛ باب "حور مقصورات فی الخیام وقال ابن عباس حور سود الحدق وقال مجاهد مقصورات محبوسات قصر طرفهن وانفسهن علی ازواجهن قاصرات لا یبغین غیر ازواجهن ؛

ای ہذا باب فی قولہ تعالیٰ حور مقصورات فی الخیام پ۲۷ ع ۱۳) وہ عورتیں گوری رنگت والی ہوں گی (اور) خیموں میں محفوظ ہوں گی۔

اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا" حور سیاہ پتلی والی اور مجاہد نے کہا کہ مقصورات بمعنی محبوسات ہیں یعنی ان کی نگاہ اور ان کی ذات ان کے (یعنی اپنے) شوہروں پر محبوس ومحفوظ ہوگی اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کی خواہشمند نہ ہونگی۔

حور، حوراء کی جمع نہایت گوری عورت جس کی آنکھ کی سیاہی نہایت سیاہ اور سفیدی نہایت سفید ہو خِیَام خیمۃ کی جمع مراد ہے پردہ نشین۔ سود الحدق سُود اسود کی جمع بمعنی سیاہ کالاحدق بفتحتین حدقۃ کی جمع بمعنی آنکھ کی سیاہی۔

۴۰۲ـــــــ حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنی عبدالعزیز بن عبد الصمد قال حدثنا ابو عمران الجونی عن ابی بکر بن عبد اللہ بن قیس عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان فی الجنۃ خیمۃ من لؤلؤۃ مجوفۃ عرضہا ستون میلاً فی کل زاویۃ منہا اہل مایرون الاخرین یطوف علیہم المؤمنون وجنتان من فضۃ آنیتہما وما فیہما وجنتان من کذا آنیتہما وما فیہما وما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربہم الا رداء الکبر علی وجہہ فی جنۃ عدن۔

ترجمہ :۔ حضرت عبد اللہ بن قیس رض (یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری رض) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں کھوکھلے موتی کا ایک خیمہ ہوگا جس کی چوڑائی ساٹھ میل کی ہوگی اس کے ہر گوشے میں مسلمانوں کی بیویاں (یعنی حوران جنت) ہوں گی ایک کنارے والی دوسرے کنارے والی کو نہ دیکھ سکے گی مسلمان ان سب کے پاس پھریں گے (یعنی ہر ایک سے لطف اندوز ہوگا کیونکہ ایک جنتی کی طاقت دنیا کے چالیس مردوں کے برابر ہوگی) جنت میں دو باغ چاندی کے ہونگے جن کے برتن اور تمام دوسری چیزیں چاندی کی ہوں گی اور دو باغ ایسے بھی ہونگے جن کے برتن اور تمام دوسری چیزیں سونے کی ہوں گی اور جنت عدن میں جنتیوں اور پروردگار عالم کے دیدار کے درمیان بجز کبریائی کے چادر کے جو اس کے ذات پاک پر ہوگی حائل نہ ہوگی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہر لان ہذا طریق آخر فی حدیث ابی موسیٰ الاشعریؓ والحدیث قد مضیٰ صٓ‌۷۲۶ وسیاتی فی التوحید صٓ۱۱۰۹ وھنا فی التفسیر صٓ۷۲۷۔

دفع اشکال ولا دلالۃ فیہ علیٰ ان رویۃ اللہ غیر واقعۃ اذ لا یلزم من عدمہا فی جنۃ عدن او فی ذالک الوقت عدمہا مطلقا او رداء الکبر غیر مانع (قسطلانی)

بخاری شریف صٓ۷۲۴ ؛ الواقعۃ ؛ ای سورۃ الواقعۃ

یہ سورہ مکی ہے اور اس میں چھیانوے ۹۶ آیات اور تین رکوع ہیں۔

فقر وفاقہ سے بچنے کے لئے عجیب الاثر سورت مَن قرء سورۃ الواقعۃ کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃٌ ابداً (ابن کثیر) جو شخص رات میں سورۂ واقعہ پڑھا کرے وہ کبھی فاقہ میں مبتلاء نہیں ہوگا۔

؛ وقال مجاھدٌ رُجّت رُلزلت ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ : اذا رُجّتِ الارضُ رجاً ﭘ۲۷ ع ۱۴) جبکہ زمین میں سخت زلزلہ آوے گا الخ اور مجاہدؒ نے کہا رُجّت بمعنی زُلزِلت ہے یعنی اس کو جنبش دی گئی، ہلائی گئی یعنی ہلائی جائے گی۔

؛ بُسّت فتت ولُتّت کما یُلتّ السویق ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ (پیوستہ از گذشتہ) وَ بُسّتِ الجبالُ بساً ﭘ۲۷ ع ۱۴) اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہوکر

فرماتے ہیں کہ بُسّت بمعنی فتت لُتّت ہے یعنی چورچور کئے جائیں گے، ریزہ ریزہ کئے جائیں گے جیسا کہ ستو پانی میں لت پت کردیا جاتا ہے۔

؛ المخضود الموقر حملا ویقال ایضا لاشوک لہ ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ :- " فی سِدرٍ مخضودٍ ﭘ۲۷ ع ۱۴) وہ (اصحاب الیمین) بے خار بیریوں میں ہوں گے۔ ......

فرماتے ہیں کہ آیت میں مخضود کے معنی ہیں الموقر حملا یعنی پھلوں کے بوجھ سے جھکے ہوئے اور نیز کہا جاتا ہے کہ جس کے کانٹے نہ ہوں یعنی وہ بیری جس کے کانٹے صاف کردئے گئے ہوں اور پھل کے بوجھ سے شاخ جھکی ہو۔

؛ منضودٍ الموز ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ (پیوستہ از گذشتہ) وطلحٍ منضودٍ ﭘ۲۷ ع ۱۴) اور تہ بر تہ چڑھے ہوئے کیلوں میں"

فرماتے ہیں کہ منضود بمعنی موز یعنی کیلا ہے۔

٭ والعُرُب المحبّبات الیٰ ازواجھن ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ فجعلنٰھن ابکارًا عُرُبًا اترابًا (پ۲۷ ع ۱۴) پھر ہم نے ان کو (یعنی جنتی عورتوں کو) ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں اور محبوبہ ہیں ہم عمر ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں عُرُب کے معنی ہیں اپنے شوہروں کی محبوبائیں۔

عُرُب عَرُوبٌ کی جمع ہے صیغۂ صفت ہے جس کے معنی اس عورت کے ہیں جو اپنے ناز و انداز کی وجہ سے اپنے شوہر کی محبوبہ ہو نیز اپنی فراست کی بنا پر اس کی مزاج شناس بھی ہو۔

٭ ثُلّۃ اُمّۃ ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ ثُلّۃٌ مِّن الاوّلین (پ۲۷ ع ۱۵) ان (اصحاب الیمین کا) ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا۔

فرماتے ہیں کہ ثُلّۃ بمعنی اُمّۃ ہے یعنی بڑا گروہ، ابوہ کثیر، فرقہ یقال فلان لا یفرق بین الثَّلّۃ وَالثُّلّۃ فلاں بھیڑوں اور آدمیوں کی جماعت میں فرق نہیں کرتا۔

٭ یحمُومٍ دُخان اسوَد ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ:۔ وَظِلٍّ مِّن یحمومٍ (پ۲۷ ع ۱۵) اور (اصحاب شمال) سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے۔

فرماتے ہیں کہ یحموم کے معنی ہیں سیاہ دھواں۔ یحموم اسم ہے لان العرب تقول للشئ الاسود یحموما (عمدہ)

٭ یُصِرّون یُدِیمُون ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: وکانوا یُصِرّون علی الحِنث العظیم (پ۲۷ ع ۱۵) اور یہ لوگ بڑے بھاری گناہ (یعنی شرک وکفر) پر اصرار کیا کرتے تھے (یعنی ایمان نہیں لائے تھے)

فرماتے ہیں کہ یُصِرّون بمعنی یُدیمون ہے یعنی ہمیشہ کرتے تھے، اصرار کرتے تھے۔

٭ الھِیم الابل الظِّماءُ ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: انّا لمغرمون بل نحن محرومون (پ۲۷ ع ۱۵) اس سے ما قبل کی آیت ہے لونشاء لجعلناہ حُطاما فظلتم تفکھون یعنی اگر ہم چاہیں تو اس کو چورا چورا کردیں (یعنی دانہ کچھ نہ پڑے۔ پتی خشک ہوکر ریزہ ریزہ ہوجائے) پھر تم متعجب ہوکر رہ جاؤ کہ (اب کے تو) ہم پر تاوان ہی پڑگیا (یعنی سرمایہ میں نقصان آگیا اور نقصان کیا) بلکہ بالکل ہی محروم رہ گئے۔

فرماتے ہیں کہ لمغرمون بمعنی لملزمون ہے یعنی الزام دئے گئے، قرضدار ہوگئے۔

﴿ روحٌ جنةٌ ورخاءٌ وريحانٌ الرزقُ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: فاما ان کان من المقربين فروحٌ وريحان وجنتُ نعيم ۲۷ع ۱۶) پھر جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کے لئے تو راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے۔
فرماتے ہیں کہ روح کے معنی ہیں جنت اور فرحت اور ریحان کے معنی ہیں رزق، روزی۔

﴿ وننشئكم في اي خلق نشاءُ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: وننشئكم في ما لا تعلمون ۲۷ع ۱۵) اور تم کو ایسی صورت بنادیں جنکو تم جانتے بھی نہیں (یعنی مثلاً آدمی سے جانور کی صورت میں مسخ کردیں جس کا گمان بھی نہیں)
فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب ہے "اور ہم جس صورت میں چاہیں تم کو پیدا کردیں۔

﴿ وقال غيره تفكهون تعجبون ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ ولو نشاء لجعلناه حطاما فظلتم تفكهون ۲۷ع ۱۵) ترجمہ گذر چکا ہے اور غیر مجاہد نے کہا کہ تفکہون بمعنی تعجبون ہے یعنی تم تعجب کرتے رہ جاؤ۔

﴿ عُرُبا مثقلة واحدها عروبٌ مثل صبور وصبر يسميها اهل مكة العربة و اهل المدينة الغنجة واهل العراق الشكلة ﴾

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ عُرُبا اترابا میں عُرُب مثقل ہے یعنی بضم الراء ہے جو پڑھنے میں ثقیل ہے۔ اس کا واحد عروب ہے جیسے صبور کی جمع صبر بضمتین ہے۔ عروب کے معنی خوبصورت محبوبہ، مکہ والے ایسی عورت کو عَرِبہ بکسر الراء اور مدینہ والے غَنِجہ بکسر النون کہتے ہیں اور عراق والے شکلہ بفتح الشین وکسر الکاف کہتے ہیں۔

﴿ وقال في "خافضة" لقوم الى النار ورافعة الى الجنة ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: ليس لوقعتها كاذبة خافضة رافعة ۲۷ع ۱۴) اس سے پہلی آیت ہے اذا وقعت الواقعة جب قیامت آوے گی جس کے واقع ہونے سے کوئی خلاف نہیں (بلکہ اسکا واقع ہونا صحیح اور حق ہے) تو وہ (بعض کو) پست کردے گی (اور بعض کو) بلند کردے گی۔
اور (غیر مجاہد نے) کہا خافضة کی تفسیر میں کہ وہ قیامت ایک جماعت کو جہنم کی طرف لے جانیوالی ہے اور رافعة ایک جماعت کو بلند کرنے والی یعنی جنت کی طرف لے جانے والی ہے۔
وعن عطاء خفضت قوما بالعدل ورفعت قوما بالفضل (عمدہ)

﴿ موضونة منسوجة ومنه وضين الناقة ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ على سرر موضونة پ ۲۷ع ۱۴) وہ (مقرب لوگ) سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر الخ۔

فرماتے ہیں کہ موضونۃ کے معنی ہیں منسوجۃ یعنی سونے کے تاروں سے بنے ہوئے۔ اور اسی سے ہے وضین الناقۃ یعنی اونٹنی کا تنگ وہ رسّی جس سے اونٹنی کے ہودہ کو باندھتے ہیں۔

﴿ والکوب لاآذان لہ ولا عروۃ والاباریق ذوات الآذان والعُرٰی ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ باکواب واباریق آبخورے اور لوٹے لیکر (آمدورفت کریں گے)

فرماتے ہیں کہ کوب جس کی جمع اکواب ہے پانی وغیرہ پینے کا وہ برتن جس میں نہ ٹونٹی ہو نہ دستہ یعنی گلاس، پیالہ۔ اور اباریق (ابریق کی جمع) وہ برتن جن کے ٹونٹی بھی ہوں اور دستے بھی یعنی لوٹا۔

﴿ مَسْکُوبٍ جارٍ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: وماءٍ مَسْکوب پ۲۷ ع۱۴) اور چلتا ہو (بہتا ہوا) پانی ہوگا۔

فرماتے ہیں کہ مَسْکوب کے معنی جاری، بہتا ہوا۔

﴿ وفُرُشٍ مَّرْفوعۃٍ بعضُھا فوق بعضٍ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: وفرش مرفوعۃ پ۲۷ ع۱۴) اور اونچے اونچے فرش (ہونگے)

فرماتے ہیں کہ آیۃ کا مطلب یہ ہے کہ ایک فرش کے اوپر ایک (جس سے فرش دبیز ہو جائے گا)

﴿ مُتْرَفِین مُتَمَتِّعِین ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: انھم کانوا قبلَ ذالک مترفین پ۲۷ ع۱۵) وہ لوگ اس سے قبل (یعنی دنیا میں) بڑی خوش حالی میں رہتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ مُترفین کے معنی ہیں مزے سے زندگی کاٹنے والے، خوش حال، آرام پروردہ۔ اس میں مختلف نسخے ہیں معنی میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

﴿ ما تمنون ھی النُّطفۃ فی ارحام النساء ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: افرءیتم ما تمنون ءَانتم تخلقونہ ام نحن الخٰلقون پ۲۷ ع۱۵) اچھا پھر یہ تبلاؤ تم جو (عورتوں کے رحم میں) منی پہونچاتے ہو اس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ ما تمنون کے معنی ہیں وہ نطفہ جو عورتوں کے رحم میں ڈالتے ہو۔

﴿ لِلْمُقْوِین للمسافرین والقِیُّ القفرُ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ: نحن جعلنٰھا تذکرۃ ومتاعا للمقوین پ۲۷ ع۱۵) ہم نے اس کو یاد دہانی کی چیز اور مسافروں کے لئے فائدہ کی چیز بنایا ہے فرماتے ہیں کہ مُقوین کے معنی ہیں ..... مُسافرین اور یہ ماخوذ ہے قِیّ بکسر القاف سے جس کے معنی ہیں قفر یعنی غیر آباد جگہ، ویران جس میں کوئی رہنے والا نہ ہو۔

بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ بمحکم القرآن ویقال بمسقط النجوم اذا سقطن و مَوَاقِعُ و موقع واحدٌ :

اشارہ ہے آیت کریمہ: فلا اقسم بمواقع النجوم (پ ۲۷ ع ۱۶) سو میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے چھپنے کی الخ

فرماتے ہیں کہ آیت میں مواقع النجوم سے مراد قرآن کی محکم آیتیں ہیں (چونکہ قرآن مجید کا نزول بجما بجما ہوا ہے پس اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ یہ قسم نزول قرآن کے اوقات کی قسم ہے۔

ویقال بمسقط النجوم یہ دوسری تفسیر ہے مواقع النجوم کی ستاروں کے گرنے یعنی غروب ہونے کے منازل کی ترجمہ میں یہی دوسری تفسیر لی گئی ہے اور یہی جمہور مفسرین لیتے ہیں۔ مواقع الخ اور مواقع بصیغہ جمع اور موقع بصیغہ مفرد دونوں قرأت ہے یہ دونوں مضاف ہونے کی صورت میں معنی واحد ہیں۔

: مُدْهِنُونَ مکذبون مثل لو تدهن فیدهنون :

اشارہ ہے آیت کریمہ افبهذا الحدیث انتم مدهنون (پ ۲۷ ع ۱۶) سو کیا تم لوگ اس کلام کو سرسری بات سمجھتے ہو؟

فرماتے ہیں کہ مُدهنون بمعنی مکذبون ہے یعنی تم جھٹلانے والے ہو جیسے اس آیت میں ہے لو تدهن فیدهنون (پ ۲۹ ع ۳) پوری آیت اس طرح ہے ودوا لو تدهن فیدهنون یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ (تبلیغ احکام میں) ڈھیلے ہو جائیں تو یہ بھی ڈھیلے ہو جائیں۔

آپ کا ڈھیلا ہونا یہ کہ بت پرستی کی مذمت نہ کریں۔ اور ان کا ڈھیلا ہونا یہ کہ آپ کی مخالفت نہ کریں۔

: فسلامٌ لک ای مسلّمٌ لک انک من اصحاب الیمین وأُلغیت ان وهو معناها کما تقول انت مصدّقٌ مسافرٌ عن قلیل اذا کان قد قال انی مسافر عن قلیل وقد یکون کالدعاء له کقولک فسقیا من الرجال ان رفعت السّلام فهو من الدعاء :

اشارہ ہے آیت کریمہ: واما ان کان من اصحب الیمین فسلٰمٌ لک من اصحب الیمین (پ ۲۷ ع ۱۶) اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہوگا تو اس سے کہا جائیگا کہ تیرے لئے (ہر آفت اور ہر خطرہ سے) امن و امان ہے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے۔

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ: فسلام لک من اصحب الیمین کے معنی ہیں مُسلّمٌ لک انک من اصحاب الیمین یعنی تیرے لئے یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ تو اصحاب یمین میں سے ہے اور ان کا لفظ گرا دیا گیا مگر اس کا معنی قائم رکھا گیا اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص کہے کہ میں اب تھوڑی دیر میں سفر کرنے والا ہوں اور تو اس سے کہے انت مصدّق مسافر عن قلیل یہاں بھی اِنَّ لفظاً محذوف ہے یعنی انت مصدق انک مسافر عن قلیل۔ اور کبھی سلامٌ کا لفظ بطور دعا کے مستعمل ہے اگر مرفوع

ہو جیسے فسقیا من الرجال نصب کے ساتھ دعا کے معنی میں مستعمل ہے۔ فسقیا من الرجال (لوگوں کو پانی ملے یعنی اللہ تجھ کو سیراب کرے) تو یہ بھی دُعا کے لئے مستعمل ہے۔

تورون تستخرجون اوریتُ اوقدتُ:

اشارہ ہے آیت کریمہ: افرءیتم النار التی تورون (پ۲۷ ع ۱۵) اچھا پھر یہ بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو الخ

فرماتے ہیں کہ تورون بمعنی تستخرجون ہے یعنی تم نکالتے ہو، اوریتُ بمعنی اوقدتُ میں نے سلگایا، ایراء سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں چقماق سے آگ نکالنا، روشن کرنا۔

لغوا باطلا تاثیما کذبا:

اشارہ ہے آیت کریمہ لا یسمعون فیہا لغوا ولا تاثیما (پ۲۷ ع ۱۴) نہ وہاں (یعنی جنت میں) بک بک سنیں گے اور نہ کوئی بے ہودہ بات الخ

فرماتے ہیں کہ لغو کے معنی ہیں باطل، جھوٹ، تاثیم کے معنی ہیں جھوٹ۔

بخاری ص۷۲۴ بابُ قوله وظِلٍّ مَّمۡدُودٍ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (پ۲۷ ع ۱۴) اور لمبا سایا ہوگا۔

۴۰۳ــــ حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیان عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال إن فی الجنۃ شجرۃ یسیر الراکب فی ظلھا مائۃ عامٍ لا یقطعھا واقرؤا ان شئتم وظلٍّ ممدودٍ:

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہشت میں ایک بڑا درخت ہے (طوبیٰ) کہ سوار اس کے سایہ میں سو برس چلتا رہے گا پھر بھی اس کو طے نہ کر سکے گا اگر تم چاہو تو پڑھو "وَظِلٍّ مَّمۡدُودٍ"۔

تشریح | مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث مضیٰ فی کتاب بدء الخلق ص۴۶۱

الحدید: ای سورۃ الحدید

سورۂ حدید مدنی ہے اور اس میں انتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

قال مجاھد جعلکم مستخلفین معمرین فیہ:

وانفقوا مما جعلکم مُستخلفین فیہ (پ۲۷ ع ۱۷) اور جس مال میں تم کو اس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے (اس کی راہ میں) خرچ کرو۔

مجاہدؒ نے کہا جعلکم مستخلفین کے معنی ہیں جس میں تم کو جانشین بنایا۔

٭ من الظلمت الی النور من الضلالۃ الی الھدی ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ ھو الذی ینزل علی عبدہٖ ایٰت بینٰت لیخرجکم من الظلمت الی النور الایۃ پ۲۷ ع ۱۷) وہ ایسا (رحیم) ہے کہ اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر صاف صاف آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو (کفر و جہل کی) تاریکیوں سے (ایمان اور علم حقائق کی) روشنی کی طرف لاوے۔

فرماتے ہیں من الظلمت الی النور کا مطلب ہے گمراہیوں سے ہدایت کی طرف۔

٭ ومنافع للناس ،، جُنّۃ وسلاحٌ ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ وانزلنا الحدید فیہ بأس شدید ومنافع للناس الایۃ پ۲۷ ع ۱۹) اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا ہے جس میں شدید ہیبت ہے اور لوگوں کے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ منافع للناس سے مراد ڈھال اور ہتھیار ہے۔

٭ مَوْلٰکم اولی بکم ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: ماوٰکم النارُ ھی مولٰکم۔ الایۃ پ۲۷ ع ۱۸) تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہی تمہاری (ہمیشہ کے لئے) رفیق ہے۔

فرماتے ہیں کہ مولاکم یعنی اولی بکم ہے یعنی دوزخ کی آگ) تمہارے لائق ہے تمہارا ساتھی ہے

اشارہ ہے آیت کریمہ ٭ لئلا یعلمَ اھل الکتٰب الّا یقدرون علی شیءٍ من فضل اللہ الایۃ پ۲۷ ع ۲۰)

تاکہ (قیامت کے روز) اہل کتاب کو (یعنی جو ایمان نہیں لائے ان کو) یہ بات معلوم ہو جاوے کہ ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جزو پر بھی (بغیر ایمان لائے) دسترس نہیں الخ

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں لئلا یعلم معنی میں لیعلم کے یعنی لا زائدہ ہے۔

٭ یقال الظاھر علی کل شیءٍ علما والباطن علی کل شیءٍ علما ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ ھو الاوّل والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیءٍ علیم پ۲۷ ع ۱۷) وہ (سب مخلوق سے) پہلے ہے اور وہی (سب سے) پیچھے (بھی رہیگا) اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ آیت میں الظاھر کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز پر اس کا ظہور علم کے اعتبار سے ہے۔ اور الباطن کا مطلب ہے ہر چیز پر مخفی ہے علم کے اعتبار سے (یعنی باطن ہے اپنی ذات اور کنہ کے

اعتبار سے کہ کسی کی عقل وخیال کی رسائی نہیں ہوسکتی۔

اے برتر از قیاس وگمان وخیال ووہم ٭ وز ہر چہ دیدہ ایم وشنیدیم وخواندہ ایم

اے برون از جملہ قال وقیل من ٭ خاک بر فرق من وتمثیل من

٭ انظرونا انتظرونا ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: یوم یقول المنٰفقون والمنٰفقٰتُ للذین اٰمنوا انظرونا نقتبس من نورکم الآیۃ پ۲۷ ع ۱۸) جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے (پل صراط پر) کہیں گے کہ (ذرا) ہمارا انتظار کرلو الخ۔

فرماتے ہیں کہ انظرونا بمعنی انتظرونا ہے۔

واضح رہے کہ ایک قرأت بفتح ہمزہ وکسر ظاء ہے اور جمہور کی قرارت بضم الہمزہ والظاء ہے اُنظرونا اور نا اس میں ضمیر جمع متکلم ہے معنی میں کوئی فرق نہیں یعنی ہمارا انتظار کرلو۔

بخاری ص۷۲۴ ٭ المجادلۃ ٭ ای سورۃ المجادلۃ

سورۂ مجادلہ مدنی ہے اور اس میں بائیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

٭ وقال مجاھدٌ یحادّون یشاقون کبتوا اخزوا من الخزی ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ: ان الذین یحادون اللہ ورسولہ کبتوا کما کبت الذین من قبلھم الآیۃ پ۲۸ ع ۱) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ (دنیا میں بھی) ایسے ذلیل ہونگے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے۔

اور مجاہدؒ نے کہا یحادون کے معنی یشاقون یعنی مخالفت کرتے ہیں یہ لفظ از باب مفاعلت مشاقۃ سے مضارع ہے جس کے معنی ہیں مخالفت کرنا۔

کبتوا بمعنی اخزوا ہے جو خزی سے ماخوذ ہے یعنی ذلیل کئے گئے۔

٭ استحوذ غلب ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ استحوذ علیھم الشیطٰن الآیۃ پ۲۸ ع ۳) ان پر شیطان نے پورا تسلط کرلیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ استحوذ بمعنی غلب ہے یعنی غالب ہوگیا ہے۔

بخاری شریف ص۷۲۵ ٭ الحشر ٭ ای سورۃ الحشر

سورۂ حشر مدنی ہے اس میں چوبیس آیات اور تین رکوع ہیں۔

الجلاء الاخراج من ارض الی ارض

اشارہ ہے آیت کریمہ: ولولا ان کتب اللہ علیہم الجلاء لعذبهم فی الدنیا الاٰیۃ پ ٢٨ع ٤) اور اگر اللہ تعالیٰ ان کی قسمت میں جلاوطن ہونا نہ لکھ چکا ہوتا تو ان کو دنیا ہی میں (قتل کی) سزا دیتا۔ فرماتے ہیں کہ آیت میں الجلاء کے معنی ہیں ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف نکالدینا جسے جلاوطن کہتے ہیں۔

٤٠٤ — حدثنا محمد بن عبد الرحیم قال حدثنا سعید بن سلیمٰن قال حدثنا هُشیمٌ قال اخبرنا ابو بشرٍ عن سعید بن جُبیر قال قلت لابن عباسٍ سورۃ التوبۃ؟ قال التوبۃ هی الفاضحۃ مازالت تنزل ومنهم ومنهم حتی ظنوا انها لم تبقِ احداً منهم الا ذکر فیها قال قلت سورۃ الانفال؟ قال نزلت فی بدرٍ قال قلت سورۃ الحشر؟ قال نزلت فی بنی النضیر۔

ترجمہ: سعید بن جبیر رح نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رض سے سورۂ توبہ کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ سورہ توبہ کی ہے یا فضیحت کرنے والی ہے اس سورت میں برابر یہی نازل ہوتا رہا ہے کہ بعضے لوگ ایسے ہیں اور بعضے لوگ ایسے ہیں یہاں تک کہ لوگوں نے یہ گمان کرلیا کہ اب ان میں سے کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہے گا کہ جس کا ذکر اس سورت میں نہ آجائے (یعنی سب کا بھید کھولدے گی) بیان کیا کہ میں نے سورۂ انفال کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ یہ جنگِ بدر کے بارے میں نازل ہوئی تھی، بیان کیا کہ میں نے سورۂ حشر کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ یہ سورہ بنی نضیر یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث اخرج البخاری بعضہ فی سورۃ الانفال ص ٦٦٩ و فی المغازی ص ٥٧٤ تا ص ٥٧٥

قال التوبۃ استفہام انکاری بدلیل قولہ ہی الفاضحۃ لانہا تفضح الناس حیث تظہر معایبہم۔
مازالت تنزل ومنہم ومنہم اشارۃ الی قولہ تعالیٰ ومنہم الذین یؤذون النبی ومنہم من یلمزک فی الصدقات، ومنہم من عاھد اللہ، ومنہم من یقول ائذن لی

٤٠٥ — حدثنا الحسن بن مُدرکٍ قال حدثنا یحیی بن حماد قال اخبرنا ابو عوانۃ عن ابی بشر عن سعیدٍ قال قلتُ لابن عباس سورۃ الحشر قال قل سورۃ بنی النضیر۔

ترجمہ: سعید بن جبیر رح کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رض سے سورۃ الحشر کے متعلق پوچھا تو فرمایا" بلکہ اسے سورۃ بنی النضیر کہو۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ لان ہذا طریق آخر فی الحدیث المذکور۔ والحدیث مکث
حضرت ابن عباس رضؓ نے سورۂ حشر کہنے کو اس لئے منع فرمایا کہ شاید لوگوں کا ذہن قیامت کی طرف منتقل ہو اسلئے فرمایا کہ اس سورہ کو سورۂ بنی نضیر کہو کیونکہ اس سورہ میں بنی نضیر کی جلاوطنی کا ذکر ہے۔

بخاری ۷۲۵ باب قوله ما قطعتم من لينة نخلة ما لم تكن عجوة او برنية ؛

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ما قطعتم من لينة الاية ۲۸ ع ۴) آیت میں لینہ بمعنی نخلہ ہے یعنی کھجور کا درخت جو عجوہ اور برنی نہ ہو (مطلب یہ ہے کہ یہ سب کھجور کے اقسام ہیں۔ پوری آیت آرہی ہے۔

۴۰۶ —— حدثنا قتيبة قال حدثنا ليث عن نافع عن ابن عمران رسول الله صلى الله عليه وسلم حرق نخل بني النضير وقطع وهي البويرة فانزل الله تعالى ما قطعتم من لينة او تركتموها قائمة على اصولها فباذن الله وليخزي الفسقين ۔

ترجمہ: ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے کھجور کے درختوں کو جلادئے تھے اور کاٹ ڈالے جو مقام بویرہ میں تھے اور اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی ما قطعتم الاية یعنی جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے (اسی طرح جو جلادئے) یا ان کو ان کی جڑوں پر (بحالہا) کھڑے رہنے دیا سو (دونوں باتیں) خدا ہی کے حکم (اور رضا) کے موافق ہیں تاکہ کافروں کو ذلیل کرے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث مضیٰ فی المغازی مطولا ص۵۷۵ ۔

پوری تفصیل کے لئے دیکھئے نصر الباری کتاب المغازی ص۴۲ تا ص۵۰ ۔

؛ باب قوله ما افاء الله على رسوله ؛

اللہ تعالیٰ کا ارشاد وما افاء الله على رسوله الاية پ ع ۴) اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلوایا سو تم نے اس پر (یعنی اس کے حاصل کرنے پر) نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ۔ الخ

۴۰۷ —— حدثنا بن عبد الله قال حدثنا سفين غير مرة عن عمرو عن الزهري عن مالك بن اوس بن الحدثان عن عمر قال كانت اموال بني النضير مما افاء الله على رسوله مما لم يوجف المسلمون عليه بخيل ولا ركاب فكانت لرسول الله صلى الله عليه وسلم خاصة ينفق على اهله منها نفقة سنته ثم يجعل ما بقي في السلاح والكراع عدة في سبيل الله ۔

ترجمہ: ۔ حضرت عمر بن الخطاب رضؓ نے بیان کیا کہ بنی نضیر کے اموال اللہ تعالیٰ نے اپنے

رسول ﷺ کو بطور فئ (یعنی بن لڑے بھڑے) دیا تھا مسلمانوں نے ان پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے (جنگ نہیں کی) چنانچہ یہ اموال خاص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تھے آپ اس میں سے اپنے گھر والوں کے سال بھر کا خرچ نکال لیتے تھے پھر جو باقی بچتا تھا وہ ہتیار اور گھوڑے پر خرچ کرتے جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کے لئے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث قد مضیٰ مطولا ص۵۷۵۔

۴۰۸ — حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا سفین عن منصور عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ قال لعن اللہ الواشمات والموتشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ فبلغ ذالک امرأۃ من بنی اسد یقال لھا ام یعقوب فجاءت فقالت انہ بلغنی انک لعنت کیت وکیت فقال ومالی لا العن من لعن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ومن ھو فی کتاب اللہ فقالت لقد قرأت مابین اللوحین فما وجدت فیہ ما تقول قال لئن کنت قرأتیہ لقد وجدتیہ اما قرأت وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا" قالت بلیٰ قال فانہ قد نھی عنہ قالت فانی اریٰ اھلک یفعلونہ قال فاذھبی فانظری فذھبت فنظرت فلم ترمن حاجتھا شیئا فقال لو کانت کذالک ما جا۔معتہا

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں اور گودانے والیوں پر لعنت بھیجی ہے۔ اور چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں اور حسن کے لئے آگے کے دانتوں میں کشادگی کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے جو اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ کا یہ کلام قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت کو معلوم ہوا جو ام یعقوب کے نام سے معروف تھی وہ آئی اور کہنے لگی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اس اس طرح کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے؟ تو ابن مسعود رضہ نے فرمایا آخر کیوں نہ میں انہیں لعنت کروں جنہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔ اور جو کتاب اللہ کے حکم کے مطابق ملعون ہے تو اس عورت نے کہا کہ جو دو تختیوں یعنی دو جلدوں کے درمیان ہے یعنی پورا قرآن مجید میں نے پڑھا ہے لیکن آپ جو کچھ کہتے ہیں میں نے تو اس میں کہیں یہ بات نہیں دیکھی، فرمایا اگر تم نے قرآن مجید کو بغور پڑھا ہوتا تو تمہیں ضرور ملجاتا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی" ما اٰتکم الرسول فخذوہ الآیۃ یعنی رسول اللہ ﷺ تم کو جو کچھ دیں لے لیا کرو اور جس سے تمہیں روک دیں رک جایا کرو" عورت بولی "ہاں ضرور پڑھی ہے"۔

ابن مسعودؓ نے فرمایا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں سے منع فرمایا ہے عورت کہنے لگی "میرا خیال ہے کہ آپ کے گھر والے بھی ایسا کرتے ہیں، ابن مسعودؓ نے فرمایا اچھا جاؤ اور دیکھ لو چنانچہ وہ عورت گئی اور اس نے دیکھا لیکن اس طرح کی ان کے یہاں کوئی چیز اسے نہیں ملی، پھر حضرت ابن مسعودؓ نے کہا اگر میری گھر والی ایسی ہوتی تو وہ میرے ساتھ نہیں رہ سکتی تھی۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "اما فراتٍ وما اتاکم الرسول فخذوہ"۔ والحدیث اخرجہ البخاری فی اللباس ص۸۷۸ تا ص۸۷۹ ص۸۸۰ یعنی مختلف عنوان قائم کرکے مختلف شیوخ سے نقل فرمایا ہے وھنا فی التفسیر ص۷۲۵۔

الواشمات بالشین المعجمۃ واشمۃ اسم فاعل کی جمع ہے از باب ضرب وَشم سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں سوئی سے گودنا کہ خون نکل آئے پھر سرمہ یا نیل سے بھر دیں کہ سبز ہو جائے۔

مو تشمات موتشمۃ اسم فاعل کی جمع ہے گودوانے والی یعنی وہ عورت جو اپنے ہاتھ یا اور کسی عضو پر گودواتی ہے۔ یہ دونوں فعل اس حدیث سے ممنوع اور ناجائز ہے چونکہ یہ مشرکوں اور کافروں کا طرز ہے نیز اللہ تعالیٰ کی خلقت کو متغیر کرنا ہے اس لئے فاعل یعنی گودنے والا اور مفعول بہ گودوانے والا دونوں حرام کے مرتکب ہوں گے، اگر کسی عظیم خطرہ مثلاً تلف عضو کے بغیر علاج ممکن ہو تو اس کا ازالہ واجب ہے قال العلامۃ العینی رح وھو حرام علی الفاعل والمفعول بہا باختیار ہا والطالبۃ لہ فان فعل بطفلۃ فالاثم علی الفاعلۃ لا علی الطفلۃ لعدم تکلیفہا حینئذ وقال النووی قال اصحابنا الموضع الذی وشم یصیر نجسا فان امکن ازالتہ بالعلاج وجبت ازالتہ وان لم یمکن الا بجرح فان خاف منہ التلف او فوات عضو او منفعۃ عضو او شیئا فاحشا فی عضو ظاہر لم تجب ازالتہ واذا تاب لم یبق علیہ اثم وان لم یخف شیئا من ذالک ونحوہ لزمہ ازالتہ ویعصی بتاخیرہ وسوار فی لذا کلہ الرجل والمرأۃ (عمدہ)

المتنمصات بضم المیم الاولیٰ وکسر الثانیۃ مشددۃ یہ جمع ہے متنمصۃ کی جس کے معنی ہیں چہرے کے بال اکھاڑ لینے والی، تنمص اور نمص کے معنی ہیں بال اکھیڑنا، تو چنا مطلب یہ ہے کہ چہرے کے بال عورت کو اکھڑوانا حرام ہے البتہ اگر ڈاڑھی مونچھ نکل آئے تو اس کا اکھیڑنا جائز ہے بعضوں نے کہا نمص سے مراد یہاں ابروؤں کا باریک کرنا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ از خود چہرے کے اطراف سے بال اکھیڑنا اور اکھڑوانا ناجائز ہے۔

المتفلّجات جمع ہے متفلجۃ کی، متفلجہ وہ عورت جو اپنے اگلے دانتوں (یعنی ثنایا اور رباعی) کے اندر جوانی اور خوب صورتی ظاہر کرنے کے لئے فرق کرائے، کشادگی کرائے (یعنی بعض بوڑھی عورتیں اپنے کو جوان اور کم سن ظاہر کرنے کے لئے دانتوں کو رگڑ کر کشادہ کرواتی ہیں کیوں کہ

بوڑھاپے میں دانت بڑے ہو کر مل جاتے ہیں ان کے درمیان دراڑ نہیں رہتی۔ ایسی عورت پر آنحضورؐ نے لعنت کی ہے مگر یہ ممانعت اس وقت ہے جبکہ صرف حسن وخوب صورتی کے لئے ہو لیکن اگر دانت میں بیماری ہو اور بطور علاج ضرورت ہو تو جائز ہے جیسا کہ حدیث پاک میں للحسن کی قید ہے پس ظاہر ہے کہ ڈاڑھی منڈانے والے بھی مغیرات میں داخل ہوں گے اور مرتکب حرام ہو کر مستحق لعنت ہوں گے" لحیہ بقدر قبضہ واجب است وایں را سنت بایں وجہ میگویند کہ وجوب ایں از سنت ثابت است۔

المغیرات خلق اللہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہے۔ اس کا تعلق ماقبل کے سارے مذکورہ افعال سے ہے یشمل ما ذکر قبلہ و لذالک قال المغیرات بدون الواو لان ذالک کلہ تغییر لخلق اللہ تعالیٰ وتزویر وتدلیس (عمدہ)

تنبیہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے اس قول سے ان لوگوں کا رد ہوا جو صرف قرآن مجید کو واجب العمل جانتے ہیں اور حدیث پاک کو واجب العمل نہیں جانتے ایسے لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان الذین یفرقون بین اللہ ورسولہ میں داخل ہیں۔ حدیث شریف قرآن مجید کی طرح شرعی قانون ہے اور قرآن شریف ہی کی وضاحت ہے پس حدیث رسول کا منکر قرآن مجید کا منکر اور کافر ہے۔

۴۰۹ ـــ حدثنا علیؒ قال حدثنا عبد الرحمٰن عن سفیان قال ذکرت لعبد الرحمٰن بن عابس حدیث منصور عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواصلۃ فقال سمعتہ من امرأۃ یقال لھا ام یعقوب عن عبد اللہ مثل حدیث منصور۔

ترجمہ ۔ سفیان ثوریؒ نے بیان کیا کہ میں نے عبد الرحمٰن بن عابس سے منصور بن معتمر کی حدیث کا ذکر کیا جو وہ عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ سے بیان کرتے تھے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے قدرتی بالوں کے ساتھ مصنوعی بال جوڑ لگانے والی پر لعنت کی ہے، عبد الرحمٰن بن عابس نے کہا میں نے بھی اس حدیث کو ام یعقوب نامی ایک عورت سے سنا تھا وہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے منصور کی حدیث کے مثل بیان کرتی تھی۔

تشریح ہذا طریق آخر فی حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ المذکور۔ الواصلۃ التی تصل شعرھا بآخر تکثرہ بہ فان کان الذی یتصل بہ شعر آدمی فحرام اتفاقا لحرمۃ الانتفاع بہ کسائر اجزاءہ لکرامتہ بل یدفن وان کان من غیرہ۔ فان کان نجسا من میتۃ او انفصل حیا مما لا یؤکل فحرام لنجاستہ وان کان طاھرا واذن الزوج فیہ

جاءُ دا الافلاح (قسطلانی)

بخاری ص ۲۵ ؎ باب قوله والذین تبوّؤ الدار والایمان ؛

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ۔ پ ۲۸ ع ۴) اور (نیز) ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دار الاسلام (یعنی مدینہ) میں اور ایمان میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں (یعنی انصارؓ)

۱۰۱۴ ــــ حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا ابوبکر عن حصین عن عمرو بن میمون قال قال عمر اوصی الخلیفة بالمهاجرین الاولین ان یعرف لهم حقهم واوصی الخلیفة بالانصار الذین تبوّؤ الدار والایمان من قبل ان یهاجر النبیّ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان یقبل من محسنهم و یعفو عن مسیئهم ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے (زخمی) ہونے کے بعد انتقال سے پہلے) فرمایا تھا کہ میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ مہاجرین اولین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کا حق پہچانے اور میں ہونے والے خلیفہ کو انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کا پہچانے اور میں ہونے والے خلیفہ کو انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں جو دار الاسلام اور ایمان میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ہی سے قرار پکڑے ہوئے ہیں یہ کہ ان میں جو نیکو کار ہیں ان کی عزت کرے اور ان کے غلط کاروں سے درگذر کرے ۔

تشریح مطابقة للترجمة فی قوله "الذین تبوّؤ الدار والایمان"

؎ باب قوله "وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ الاٰیة ؛

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ۔ ۲۸ ع ۴) ترجمہ آرہا ہے:

؎ الخصاصة الفاقة ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ: ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصةٌ الاٰیة ۲۸ ع ۴) اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو (یعنی بسا اوقات خود فاقہ سے بیٹھ رہتے ہیں اور مہاجرین کو کھلا دیتے ہیں الخ

فرماتے ہیں الخصاصة کے معنی ہیں الفاقہ ۔

؎ المفلحون الفائزون بالخلود والفلاح البقاء ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ یعنی مذکورہ آیت کا دوسرا ٹکڑا ومن یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون ۲۸ ع ۴) اور (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ۔

فرماتے ہیں کہ المفلحون کے معنی ہیں ہمیشہ کامیاب رہنے والے، اور فلاح کے معنی ہیں بقاء

یعنی ہمیشہ کی زندگی ۔

حیّ علی الفلاح عجّل

حی علی الفلاح کے معنی ہیں جلد آؤ بقار کی طرف (یعنی اس کام کی طرف جس سے حیات ابدی حاصل ہو۔

وقال الحسن حاجۃً حسداً

اشارہ ہے آیت کریمہ : ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا الایۃ پ ۲۸) اور مہاجرین کو (مال غنیمت وغیرہ میں سے) جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار بوجہ محبت کے) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے الخ

اور حسن بصری رح نے فرمایا کہ آیت میں حاجۃ کے معنی ہیں حسد (یعنی رشک)

۱۱۸ ـــــ حدثنی یعقوب بن ابراھیم بن کثیر قال حدثنی ابو اسامۃ قال حدثنا فضیل بن غزوان قال حدثنا ابوحازم الاشجعیؒ عن ابی ھریرۃ قال اتی رجل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ اصابنی الجھد فارسل الی نسائہ فلم یجدن شیئًا فقال رسول اللہ ؐ الا رجل یضیّف ھذہ اللیلۃ یرحمہ اللہ فقام رجل من الانصار فقال انا یا رسول اللہ صلے اللہ فذھب الی اھلہ فقال لامرأتہ ضیف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تدّخریہ شیئًا قالت واللہ ماعندی الا قوت الصبیۃ قال فاذا ارادالصبیۃ العشاء فنومیھم تعالی فاطفی السراج ونطوی بطوننا اللیلۃ ففعلت ثم غدا الرجل علی رسول اللہ صلے اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال لقد عجب اللہ او ضحک من فلان وفلانۃ فانزل اللہ عزوجل ۔ ویؤثرون علی انفسھم ولوکان بھم خصاصۃ ۔

ترجمہ : ـ حضرت ابوہریرہ رض نے بیان کیا کہ ایک شخص (یعنی خود ابوہریرہ رض) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا " یا رسول اللہ مجھ کو تکلیف پہونچی ہے (یعنی فاقہ سے ہوں کچھ کھلوائیے) تو حضور ؐ نے اپنے ازواج مطہرات کے پاس خبر بھیجی لیکن ازواج مطہرات کے پاس کچھ نہیں پایا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے (جو اس وقت حاضر مجلس تھے) فرمایا کیا کوئی شخص ایسا نہیں جو آج رات اس مہمان کی میزبانی کرے ؟ اللہ اس پر رحم کرے گا اس پر ایک انصاری صحابی (حضرت ابوطلحہ رض) کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کی مہمانی کروں گا ۔ پھر انہیں اپنے گھر گئے اور اپنی بیوی (حضرت ام سلیم رض) سے کہا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں کوئی چیز ان سے بچائے نہ رکھنا بیوی نے کہا اللہ کی قسم میرے پاس اس وقت بچوں کے کھانے کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے ۔ انصاری صحابی نے کہا جب بچے کھانا مانگنے لگیں تو انھیں سلادو اور آؤ یہ چراغ بھی بجھادو اور آج رات ہم بھوکے ہی سولیں گے ۔ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا پھر وہ انصاری

صحابی صبح کے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے فلاں (انصاری صحابی اور ان کی بیوی (کے عمل) کو پسند فرمایا یا (آپؐ نے فرمایا) کہ اللہ تعالےٰ نے مسکرایا اور یہ آیت نازل فرمائی ویؤثرون علےٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ" یعنی اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود فاقہ میں ہی ہوں۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث قد مر فی کتاب الجنائز ص۵۳۵ تا ص۵۳۶۔

عجب اللہ اللہ تعالےٰ کے تعجب سے مراد اللہ تعالےٰ کی خوشنودی و رضا ہے۔

بخاری شریف ص۷۲۶ ؛ المُمتحنۃ ؛ ای سورۃ الممتحنۃ

سورہ ممتحنۃ مدنی ہے اور اس میں تیرہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

؛ وقال مجاھد" لا تجعلنا فتنۃ لا تعذ بنا بایدیھم فیقولون لو کان ھؤلاء علی الحق ما اصابھم ھذا ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ ربنا لا تجعلنا فتنۃ للذین کفروا الایۃ پ۲۸ ع ۷) اے ہمارے پروردگار ہم کو کافروں کا تختۂ مشق نہ بنا الخ

اور مجاہدرح نے کہا لا تجعلنا فتنۃ کے معنی ہیں کہ کافروں کے ہاتھوں سے ہم کو تکلیف نہ پہنچا کہ وہ یوں کہنے لگیں کہ اگر یہ مسلمان حق پر ہوتے تو ان کو یہ مصیبت نہیں پہونچتی (یعنی اگر مسلمانوں کا دین سچا ہوتا تو آج ہمارے ہاتھوں ان کو تکلیف نہیں ہوتی، یہ مغلوب نہیں ہوتے۔

؛ بعصم الکوافر امر اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم بفراق نسائھم کن کوافر بمکۃ ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ: ولا تمسکوا بعصم الکوافر الایۃ پ۲۸ ع ۸) اور (اے مسلمانو) تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو الخ

فرماتے ہیں کہ عِصَم الکوافر کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو حکم دیا گیا کہ اپنی ان عورتوں (یعنی بیویوں) کو چھوڑ دیں جو مکہ میں کافرہ ہیں۔

؛ باب لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ؛

ای ہذا باب (بالتنوین) فی قولہ تعالےٰ یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الایۃ پ۲۸ ع ۷) اے ایمان والو تم میرے دشمن اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ الخ۔

۱۲۴ ــــ حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا عمرو بن دینار قال حدثنی الحسن بن محمد بن علی الخ سمع عبید اللہ بن ابی رافع کاتب علیؓ یقول سمعت

علیاً یقول بعثنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انا والزبیر والمقداد فقال انطلقوا حتی تاتوا روضۃ خاخ فان بھا ظعینۃ معھا کتاب فخذوہ منھا فذھبنا تعادی بنا خیلنا حتی اتینا الروضۃ فاذا نحن بالظعینۃ فقلنا اخرجی الکتاب قالت ما معی من کتاب فقلنا لتخرجن الکتاب او لتلقین الثیاب فاخرجتہ من عقاصھا فاتینا بہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاذا فیہ من حاطب بن ابی بلتعۃ الی ناس من المشرکین ممن بمکۃ یخبرھم ببعض امر النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما ھذا یا حاطب قال لا تعجل علی یا رسول اللہ انی کنت امرأ من قریش ولم اکن من انفسھم وکان من معک من المھاجرین لھم قرابات یحمون بھا اھلیھم واموالھم بمکۃ فاحببت اذ فاتنی من النسب فیھم ان اصطنع الیھم یداً یحمون قرابتی وما فعلت ذالک کفراً ولا ارتداداً عن دینی فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قد صدقکم فقال عمر دعنی یا رسول اللہ فاضرب عنقہ فقال انہ شھد بدراً وما یدریک لعل اللہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم قال عمرو ونزلت فیہ "یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم" قال لا ادری الآیۃ فی الحدیث او قول عمرو ؛

ترجمہ :۔ حضرت علی رضؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضؓ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ چلے جاؤ (مکہ کے راستہ پر) جب تم روضہ خاخ پر پہونچوگے تو وہاں تمہیں ہودج میں سوار ایک عورت ملے گی اس کے ساتھ ایک خط ہے تم اس سے خط لے لینا (حضرت علی رضؓ نے بیان کیا) پھر ہم لوگ روانہ ہوگئے، ہمارے گھوڑے ہمیں تیزی کے ساتھ لئے جارہے تھے، آخر جب ہم اس باغ پر پہونچے تو واقعی ہم نے ہودج میں سوار ایک عورت کو پایا، تو ہم نے (اس عورت سے) کہا خط نکالو تو وہ کہنے لگی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے ہم نے کہا خط نکالو یا اپنے کپڑے اُتار دے (تاکہ ہم تلاشی لیں) آخر اس نے اپنی چوٹی سے خط نکالا ، ہم اس خط کو لے کر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (یہاں جب خط پڑھا گیا) اس میں یہ لکھا تھا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین کے چند افراد (یعنی صفوان بن امیہ ، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل) کی طرف جو مکہ میں تھے اس خط میں انھوں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض راز بتائے تھے (کہ آنحضور فوج لیکر پہونچنے والے ہیں) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اے حاطب یہ کیا ہے ؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے معاملہ میں آپ عجلت نہ فرمائیں میں قریش

کے ساتھ (قیام مکہ کے زمانہ میں) میں رہتا تھا ان کے قبیلہ و خاندان سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا یعنی صرف ان کا حلیف تھا) اس کے برخلاف آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی قریش میں رشتہ داریاں ہیں کہ اسکی وجہ سے قریش مکہ میں رہ جانے والے ان کے اہل و عیال اور مال کی حفاظت کرتے ہیں، میں نے چاہا کہ جبکہ ان سے میرا کوئی نسبی تعلق نہیں ہے تو اس موقعہ پر ان پر ایک احسان کر دوں کہ وہ لوگ میرے رشتہ داروں کی (مکہ میں) حفاظت کریں (یا رسول اللہ) میں نے یہ عمل کفر یا اپنے دین سے پھر جانے کی وجہ سے نہیں کیا ہے اس پر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اس نے تم سے سچی بات کہدی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا "یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن مار دوں آپ نے فرمایا یہ غزوۂ بدر میں (میرے ساتھ) موجود تھے تمہیں کیا معلوم اللہ تعالے بدر والوں کے تمام حالات سے واقف تھا اور اس کے باوجود ان کے متعلق فرما دیا کہ جو جی چاہے کرو میں نے تمہیں بخشدیا۔

حضرت عمرو بن دینار نے کہا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء الآیۃ یعنی اے ایمان والو تم میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست مت بناؤ۔ سفیان بن عیینہ نے کہا مجھے اس کا علم نہیں کہ اس آیت کا ذکر حدیث پاک کا جز ہے یا عمرو بن دینار کا قول ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاھرۃ
یہ حدیث بخاری میں چھ جگہ ہے تفصیل کے لئے نصر الباری کتاب المغازی دیکھو۔[۴۳۳]

۳۱۴ ــــ حدثنا علی قیل لسفین فی ھذا فنزلت لا تتخذوا عدوی، قال سفین ھذا فی حدیث الناس حفظتہ من عمرٍ وما ترکت منہ حرفا وما اُری احدًا حفظہ غیری۔

ترجمہ :- ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا کہ سفیان بن عیینہ سے حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا آیت کریمہ لا تتخذوا عدوی انہی کے بارے میں نازل ہوئی تھی؟ سفیان نے کہا لوگوں کی روایت میں تو یونہی ہے لیکن میں نے عمرو سے جو حدیث یاد کی اس میں سے ایک حرف بھی میں نے نہیں چھوڑا اور میں نہیں سمجھتا ہوں کہ میرے سوا اور کسی نے اس حدیث کو عمرو سے خوب یاد رکھا ہو۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاھرۃ۔
حضرت سفیان رح کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ کے نزول کا قصہ حدیث کا تتمہ یعنی ٹکڑا ہے یا عمرو بن دینار کا قول ہے یعنی عمرو نے حدیث میں اپنے علم و فہم سے داخل کیا ہے، لیکن بعض روایت میں تصریح ہے فانزل اللہ تعالے فی شان حاطب و مکاتبۃ یا ایھا الذین

آمنوا لا تتخذوا الآیۃ ۔

باب قولہ "إذا جاءکم المؤمنات مهاجرات"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد یا ایہا الذین آمنوا اذا جاءکم المؤمنات الآیۃ پ ع ۸) اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (دار الحرب سے) ہجرت کرکے آویں الخ

۴۲۱۴ــــ حدثنا اسحٰق قال حدثنا یعقوب بن ابراہیم قال حدثنا ابن اخی ابن شہاب عن عمہ اخبرنی عروۃ ان عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یمتحن من ہاجر الیہ من المؤمنات بھٰذہ الآیۃ بقول اللہ تعالیٰ یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک الی قولہ غفور رحیم، قال عروۃ قالت عائشۃ فمن اقر بھٰذا الشرط من المؤمنات قال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد بایعتک کلاما ولا واللہ ما مست یدہ ید امرأۃ قط فی المبایعۃ ما یبایعہن الا بقولہ قد بایعتک علی ذلک تابعہ یونس ومعمر وعبد الرحمٰن بن اسحٰق عن الزہری وقال اسحٰق بن راشد عن الزہری عن عروۃ وعمرۃ ۔

ترجمہ: ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان مومن عورتوں کا امتحان لیا کرتے تھے جو ہجرت کرکے مدینہ آتی تھیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک تا ارشاد غفور رحیم، یعنی جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے) آویں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شئی کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لاویں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (نطفہ شوہر سے جنی ہوئی اولاد ہونے کا دعویٰ کرکے) بنالیویں اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی (اس میں سب احکام شرعیہ آگئے، پس وہ عورتیں اگر ان شرطوں کو قبول کرلیں جن کا اعتقاد شرط ایمان ہے اور التزام عمل شرط کمال ایمان ہے) تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے اور اُن کے لئے اللہ سے (پچھلے گناہوں کی) مغفرت طلب کیا کیجئے بے شک غفور رحیم ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ جب ان احکام کے حق اور واجب العمل سمجھنے کا اظہار کریں تو ان کو مسلمان سمجھئے۔ اور ہر چند کہ خود اسلام ہی سے پچھلے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے مگر یہاں استغفار کا حکم یا تو مکمل طور پر آثار مغفرت حاصل کرنے کے لئے ہے یا حاصل اس کا دعا ہے قبول ایمان کی جس پر مغفرت مرتب ہوتی ہے) قال عروۃ الخ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا، چنانچہ جو مومن عورتیں اس شرط (آیت میں مذکور یعنی ایمان وغیرہ) کا اقرار کرلیتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان سے زبانی طور پر فرماتے کہ میں نے تمہاری بیعت قبول کرلی، اور ہرگز نہیں خدا کی قسم آنحضرت ؐ کے ہاتھ نے کسی عورت کا ہاتھ بیعت لیتے وقت کبھی نہیں چھوا آپ صرف زبان سے فرمادیتے کہ میں نے تم سے اس اقرار پر (یعنی آیت میں مذکور پر) بیعت لے لی اس (یعنی زہری کے بھتیجے) کی روایت کی متابعت یونس، معمر اور عبدالرحمٰن بن اسحاق نے زہری سے کی اور اسحاق بن راشد نے زہری سے بیان کیا کہ ان سے عروہ اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے کہا۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ کان یمتحن من ھاجر الیہ من المومنات۔ والحدیث اخرجہ البخاری فی الطلاق ص۷۹۶۔

واللہ ما مست ید الخ اس سے صاف معلوم ہوا کہ عورتوں سے بیعت میں عورتوں کا ہاتھ پکڑنا، عورتوں سے مصافحہ کرنا درست نہیں البتہ مردوں کے بیعت میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت درست ہے اسی طرح عورتوں کا بے حجاب پیر و مرشد کے سامنے ہونا جائز نہیں جو پیر و مرشد اس کی اجازت دیتے ہیں، ہاتھ ملاکر عورتوں کو بیعت کرتے ہیں وہ بدعتی گمراہ ہیں ایسے ہی پیروں اور مرشدوں کے متعلق مولانا رومی رح نے فرمایا ہے

کار شیطاں میکند نامش ولی ۞ گر ولی این است لعنت بر ولی

۞ باب قولہ "اذا جاءك المؤمنات يبايعنك" ۞

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ (پ ۲۸) جب ایمان والی عورتیں آپ کے پاس آئیں تاکہ وہ آپ سے بیعت کریں الخ

۱۵۴ ــــ حدثنا ابو معمر قال حدثنا عبد الوارث قال حدثنا ایوب عن حفصۃ بنت سیرین عن ام عطیۃ قالت بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ علینا "ان لا یشرکن باللہ شیئا" ونھانا عن النیاحۃ فقبضت امرأۃ یدھا فقالت اسعدتنی فلانۃ اُرید ان اجزیھا فما قال لھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئا فانطلقت ورجعت فبایعھا۔

ترجمہ:۔ حضرت ام عطیہ رضؓ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو آپؐ نے ہمارے سامنے اس آیت کی تلاوت کی "ان لا یشرکن باللہ شیئا" یعنی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور ہمیں نوحہ (یعنی میت پر زور زور سے رونا پیٹنا) کرنے سے منع فرمایا، آنحضور ؐ کی اس ممانعت پر ایک عورت (خود ام عطیہ رضؓ) نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور عرض کیا کہ فلاں عورت نے نوحہ میں میری مدد کی تھی میں چاہتی ہوں کہ اس کا بدلہ چکا آؤں، آنحضور ؐ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا چنانچہ وہ گئیں اور پھر (نوحہ کرکے) واپس لوٹ آئیں تو آنحضور ؐ نے اس کو بیعت کرلیا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث اخرجہ البخاری فی کتاب الاحکام ص۱۰۶۱ وھنا فی التفسیر ص۷۲۶

۴۱۶ ــــ حدثنی عبد اللہ بن محمد قال حدثنا وھب بن جریر قال حدثنا ابی قال سمعت الزبیر عن عکرمۃ عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ " ولا یعصینک فی معروف قال انما ھو شرط شرطہ اللہ للنساء۔

ترجمہ :۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ولا یعصینک فی معروف (مشروع باتوں میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی) کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ یہ بھی ایک شرط تھی جسے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے لگائی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
للنساء ای علی النساء وہذا لاینفی ان یکون شرط للرجال ایضاً۔

۴۱۷ ــــ حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیان قال الزھری حدثناہ قال حدثنی ابو ادریس سمع عبادۃ بن الصامت قال کنا عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال اتبایعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شیئا ولا تزنوا ولا تسرقوا و قرأ اٰیۃ النساء واکثر لفظ سفیان قرأ الاٰیۃ فمن وفی منکم فاجرہ علی اللہ ومن اصاب من ذٰلک شیئا فعوقب فھو کفارۃ لہ ومن اصاب منھا شیئا فسترہ اللہ فھو الی اللہ ان شاء عذبہ وان شاء غفر لہ، تابعہ عبد الرزاق عن معمر فی الاٰیۃ۔

ترجمہ :۔ حضرت عبادہ بن صامت رضؓ نے بیان کیا کہ ہم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے (لیلۃ العقبہ میں) آنحضورؐ نے فرمایا کیا تم مجھ سے اس بات پر بیعت کروگے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے اور زنا نہ کروگے اور چوری نہ کروگے اور آپؐ نے عورتوں کی آیت (سورہ ممتحنہ میں جو آیت عورتوں کے حق میں نازل ہوئی ہے وہ) پڑھی سفیان اکثر (بجائے قرأ آیۃ النساء کے) قرأ الآیت کہا کرتے تھے پھر جو کوئی تم میں یہ اقرار پورا کرے اس کا ثواب اللہ پر ہے اور جو کوئی ان (گناہوں) میں سے کچھ کر بیٹھے پھر (اس دنیا میں) سزا بھی مل گئی (یعنی کوڑے کھائے یا سنگسار ہو یا ہاتھ کاٹا جائے) تو یہ سزا اس کے لئے کفارہ ہو جائے گی اور جو کوئی شرک کے علاوہ ان (گناہوں) میں سے کچھ کر بیٹھے پھر اللہ (دنیا میں) پردہ پوشی فرمائیں تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اگر چاہے اس پر عذاب دے اور اگر چاہے تو اس کو (آخرت میں بھی) معاف کردے۔ سفیان کے ساتھ اس حدیث کو عبد الرزاق نے بھی معمر سے روایت کیا انھوں نے زہری سے اور یوں ہی کہا " آیت پڑھی یعنی قرأ آیۃ النساء نہیں کہا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضیٰ فی کتاب الایمان مٹ وھنا فی التفسیر ص۲۷
اس کی مفصل تشریح نصر الباری جلد اول میں ملاحظہ فرمائے۔

۱۸ا۴ــــ حدثنا محمد بن عبدالرحیم قال حدثنا ھٰرون بن معروف قال حدثنا عبداللہ بن وھب قال واخبرنی ابن جریج ان الحسن بن مسلم اخبرہ عن طاؤس عن ابن عباس قال شھدتُ الصلوٰۃ یوم الفطر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان فکلھم یصلیھا قبل الخطبۃ ثم یخطب بعدُ فنزل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکانی انظر الیہ حین یجلس الرجال بیدہ ثم اقبل یشقھم حتی اتی النساء مع بلال فقال یا یھا النبی اذا جاءك المؤمناتُ یُبایعنك علیٰ ان لایشرکن باللہ شیئًا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتانٍ یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن "حتی فرغ من الآیۃ کلھا ثمّ قال حین فرغ انتن علی ذالك وقالت امرأۃ واحدۃ ثمّ لم یجبہ غیرھا نعم یارسول اللہ لا یدری الحسن من ھی قال فتصدقن وبسط بلال ثوبہ فجعلن یلقین الفتخ والخواتیم فی ثوب بلال۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رض نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان اور حضرت عمر رض کے ساتھ عید الفطر کی نماز پڑھی ہے ان تمام بزرگوں نے نماز خطبہ سے پہلے پڑھی تھی اور خطبہ بعد میں دیا تھا (ایک مرتبہ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اترے گویا اب بھی میں حضور م کو دیکھ رہا ہوں جب آپ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھا رہے تھے۔ پھر آپ صف چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور عورتوں کے پاس تشریف لائے۔ حضرت بلال آپ کے ساتھ تھے پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت کی یا ایھا النبی اذا جاءك المؤمناتُ یُبایعنك الخ یعنی اے نبی جب مومن عورتیں آپ کے پاس آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ نہ کسیکو شریک کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھ اور پاؤں کے درمیان گھڑ لیں آپؐ نے پوری آیت آخر تک پڑھی جب آپ آیت پڑھ چکے تو فرمایا" تم ان شرائط پر قائم رہنے کا وعدہ کرتی ہو؟ ان میں سے ایک عورت نے جواب دیا ہاں یارسول اللہ، ان کے سوا اور کسی عورت نے (شرم کی وجہ سے) کوئی بات نہیں کہی، حسن بن مسلم راوی کو اس عورت کا نام معلوم نہیں تھا آنحضور نے فرمایا کہ پھر عورتوں نے صدقہ دینا شروع کیا اور حضرت بلال رض نے اپنا کپڑا پھیلا لیا عورتیں

حضرت بلال رضؓ کے کپڑے میں چھلے اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔

تشریح | مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث قدمضیٰ فی ابواب العیدین ص۱۳۳ وھنا فی التفسیر ص۷۲۷

یجلس بفتح الجیم وتشدید اللام المکسورۃ من ھی وقیل انہا اسماء بنت یزید
قال فقصدا فی ای قال علیہ الصلوٰۃ والسلام الفتخ بفتحات وآخرہ معجمۃ چھلا بغیر نگینے کی انگوٹھی اور نگینے والی انگوٹھی کو خاتم کہتے ہیں۔

بخاری ص۷۲۷ ۞ سورۃ الصف ۞

سورۃ صف مدنی ہے اس میں چودہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

۞ وقال مجاھد "من انصاری الی اللہ" من یتبعنی الی اللہ ۞

اشارہ ہے آیت کریمہ: کما قال عیسی ابن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ الآیۃ پ۲۸ ع۱۰)
جیسا کہ عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے حواریین سے فرمایا کہ اللہ کے واسطے میرا کون مددگار ہوتا ہے الخ
اور مجاہدؒ نے کہا کہ من انصاری الی اللہ کے معنی ہیں کون ہے کہ اللہ کے راستہ میں میری پیروی کرے گا۔؟ بعض نسخوں میں من تبعنی بصیغہ ماضی ہے الی اللہ الی بمعنی فی ہے۔
وقیل الی بمعنی مع فالمعنی من یضیف نصرتہ الی اللہ، قال الداؤدی ویحتمل ان یکون للہ دفی اللہ (عمدہ)

۞ وقال ابن عباس مرصوص ملصق بعضہ ببعض وقال غیرہ بالرصاص ۞

اشارہ ہے آیت کریمہ:- کانھم بنیان مرصوص پ۲۸ ع۹) گویا کہ وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلایا گیا ہے (یعنی جس طرح یہ عمارت مستحکم ناقابل شکست ہوتی ہے اسی طرح وہ مجاہدین دشمن کے مقابلہ سے ہٹتے نہیں۔
اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ مرصوص کے معنی ہیں کہ اس کا بعض بعض حصہ سے جڑا ہوا ہو (یعنی مضبوط) اور غیر ابن عباس (یعنی یحییٰ بن زیاد بن عبد اللہ الفراء) نے کہا مرصوص کے معنی ہیں ملصق بالرصاص یعنی سیسہ پلایا ہوا رانگ سے جڑا ہوا۔

۞ باب یاتی من بعدی اسمہ احمد ۞

ای ہذا باب فی قولہ تعالیٰ " واذ قال عیسی بن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد الآیۃ پ۲۸ ع۹) اور (وہ وقت بھی قابل تذکرہ ہے) جبکہ عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے جو پہلے تورات (آچکی) ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام (مبارک) احمدؐ ہوگا الخ

۴۱۹ ــــ حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزهری قال اخبرنی محمد بن جبیر بن مطعم عن ابی سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم یقول ان لی اسماءً انا محمدٌ وانا احمد و انا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر و انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی و انا العاقب ۔

ترجمہ :- حضرت جبیر بن مطعم رضؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ میرے کئی نام ہیں میں محمدؐ ہوں، میں احمدؐ ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے کفر کو مٹا دے گا اور میں ہوں کہ سب لوگ میرے قدموں پر جمع کئے جائینگے (یعنی قیامت کے روز سب سے پہلے میں اٹھوں گا اس کے بعد سارے لوگ اٹھیں گے) اور میں عاقب ہوں یعنی سب پیغمبروں کے بعد آنے والا ہوں (یعنی آخری پیغمبر ہوں لا نبی بعدی ۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ " وانا احمد " والحدیث قد مضی ص۵۰۱ تا ص۵۰۱ وھٰنا فی التفسیر ص۷۲۷

بخاری ص۷۲۷ ؛ الجمعۃ ؛ ای سورۃ الجمعۃ

سورۂ جمعہ مدنی ہے اس میں گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں ۔

؛ باب قولہ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم ؛

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :- پ۲۸ ع ۱۱) اور (علاوہ ان موجودین کے) دوسروں کے لئے بھی (آپ کو مبعوث فرمایا) جو (اسلام لاکر) ان میں سے ہونے والے ہیں لیکن ہنوز ان میں شامل نہیں ہوتے ہیں

؛ وقراءُ عمرُ فامضوا الی ذکر اللہ ؛

اور حضرت عمر فاروق رضؓ نے بجائے فاسعوا الیٰ ذکر اللہ فامضوا الی ذکر اللہ پڑھا ہے یعنی ذکر اللہ کی طرف چلو ۔

۴۲۰ ــــ حدثنی عبد العزیز بن عبد اللہ قال حدثنی سلیمٰن بن بلال عن ثور عن ابی الغیث عن ابی ھریرۃ قال کنا جلوسا عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم فانزلت علیہ سورۃ الجمعۃ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم قال قلت من ھم یا رسول اللہ فلم یراجعہ حتی سال ثلثا وفینا سلمان الفارسی وضع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یدہ علی سلمان ثم قال لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجلٌ من ھؤلاء ۔

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہ رضؓ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۂ جمعہ (یعنی سورۃ الجمعۃ) کی یہ آیت) واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم الاٰیۃ

نازل ہوئی، بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ دوسرے کون لوگ ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا آخر یہی سوال تین مرتبہ کیا اور ہماری مجلس میں حضرت سلمان فارسی رضؓ بھی موجود تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سلمان پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا اگر ایمان ثریا پر ہوگا تب بھی انکی قوم کے کچھ لوگ یا آنحضور ﷺ نے فرمایا ایک شخص ان میں سے پالیگا۔

تشریح مطابقته للترجمة فی قوله " واٰخرین منھم الخ "
والحدیث یاتی متصلا عن عبد اللہ بن عبد الوہاب واخرجه مسلم وغیرہ۔

من ھولاء ای الفرس بقرینة سلمان الفارسی رضؓ الخ بلاشبہ حضور اقدس ﷺ نے جو ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ بعد میں آنے والے تابعین میں ائمہ عظام مثلاً امام اعظم اور امام بخاری، عبد اللہ بن مبارک رحمہم اللہ جیسے پیشوا پیدا ہوئے جنہوں نے پوری دنیا کو ایمان و اسلام کی روشنی سے مالا مال کیا۔

۴۲۱ ــــ حدثنا عبد اللہ بن عبد الوھاب قال حدثنا عبد العزیز اخبرنی ثور عن ابی الغیث عن ابی ھریرة عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم لناله رجال من ھٰؤلاء۔

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انکی قوم میں سے (و فی روایة ان کی اولاد میں سے) کچھ لوگ اسے پالیں گے۔

تشریح ہذا طریق آخر فی حدیث ابی ہریرة رضؓ المذکور۔
اس روایت سے یہ واضح ہوگیا کہ سابقہ روایت میں جو شک کے ساتھ رجال اور رجل کے الفاظ تھے وہ شک سلیمان بن بلال کا شک تھا کیونکہ اس روایت میں عبد العزیز دراوردی اسی ثور بن زید سے بلا شک نقل کرتے ہیں، نیز ان دونوں حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام ہے اور تمام انسانوں کے لئے ہے خواہ موجودین ہوں یا بعد میں آنے والے لوگ ہوں۔

؛ باب قوله واذا راو تجارة ؛

ای ہذا بابٌ فی قوله تعالے واذا راو تجارة الاٰیة ۲۸ ع ۱۲) اور (بعضے لوگوں کا یہ حال ہے کہ) وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑنے کے لئے بکھر جاتے ہیں۔ الخ۔

ازالۂ شبہ الیھا کی ضمیر کا مرجع تجارت ہے اصل مقصد کا لحاظ کیا گیا کیونکہ لھو یعنی ڈھول تو محض اعلان و اشتہار کے لئے تھا اور تبعا تھا تاکہ لوگ غلہ کی خبر سنکر آئیں اس لئے تثنیہ کی ضمیر لانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔

۴۲۲ ـــــ حدثنی حفص بن عمر قال حدثنا خالد بن عبد اللہ قال حدثنا حُصین عن سالم بن ابی الجعد وعن ابی سفیان عن جابر بن عبد اللہ قال اقبلت عیرٌ یوم الجمعۃ ونحن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فثار الناس الا اثنا عشر رجلا فانزل اللہ " واذا رَاَو تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا ۔

ترجمہ :۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) جمعہ کے دن ایک تجارتی قافلہ (مدینہ میں) آیا اس وقت ہم لوگ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (یعنی خطبہ سن رہے تھے) قافلہ تجارت کو دیکھ کر سوائے بارہ آدمی کے سب لوگ ادھر ہی دوڑ پڑے اسپر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی " واذا راو تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا الایۃ

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ لانہ فی بیان سبب نزولہا۔
والحدیث قدمرّ فی کتاب الجمعۃ ص۱۲۸ وھنا فی التفسیر ص۷۲۷

عیر بکسر العین وہی الابل التی تحمل المیرۃ (عمدہ) یعنی عیر وہ اونٹ ہے جو غلہ سے لدا ہوا ہو پھر جو قافلہ غلہ لیکر آتا تھا اس قافلہ کو عیر کہنے لگے ۔

❊ سورۃ المنافقین ❊

سورۂ منافقون مدنی ہے اس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں ۔

❊ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ❊

لیس فی ثبوت البسملۃ ھنا خلاف (عمدہ)

❊ بابٌ قولہ اذا جاءک المنٰفقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ الی " لکاذبون " ❊

ای ھذا بابٌ فی قولہ تعالے پ۲۸ ع ۱۳) جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم (دل سے) گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں اور (باوجود اس کے) اللہ تعالے گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین (اس کہنے میں) جھوٹے ہیں (کہ ہم دل سے گواہی دیتے ہیں کیونکہ وہ گواہی محض زبانی ہے اعتقاد قلب سے نہیں) ۔

۴۲۳ ـــــ حدثنا عبد اللہ بن رجاء قال حدثنا اسرائیل عن ابی اسحٰق عن زید بن ارقم قال کُنتُ فی غزاۃٍ فسمعتُ عبد اللہ بن ابیٍ یقول لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا من حولہ ولو رجعنا من عندہ لیخرجنّ الاعزّ منھا الاذل فذکرتُ ذالک لعمّی او لعمر فذکرہ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فدعانی فحدثتہ فارسل رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی عبد اللہ بن ابی واصحابہ فحلفوا ما قالوا فکذّبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصدّقہ فاصابنی ھمٌّ لم یُصبنی مثلہ قط

فجلست فی البیت فقال لی عمی ما اردت الی ان کذبک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ومقتک فانزل اللہ تعالے اذا جاءک المنفقون، فبعث الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقرأ فقال ان اللہ قد صدقک یا زید۔

ترجمہ :- حضرت زید بن ارقم رض کا بیان ہے کہ میں ایک غزوہ (تبوک) میں تھا اور میں نے عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) کو یہ کہتے سُنا کہ جو لوگ (یعنی مہاجرین) رسول اللہ م کے پاس (جمع) ہیں ان پر خرچ مت کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جاویں گے ان کے پاس سے۔ اس منافق نے یہ بھی کہا کہ اب اگر ہم مدینہ لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والوں کو نکال باہر کرے گا۔ میں نے اس کا ذکر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا آنحفرت م نے مجھے بلایا میں نے تمام باتیں آپ کو سنا دیں پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا انھوں نے قسم کھا لی کہ انھوں نے اس طرح کی کوئی بات نہیں کہی تھی اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھکو جھوٹا سمجھا پھر میں گھر بیٹھا رہا میرے چچا نے مجھ سے کہا کہ میرا خیال نہیں تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمہاری تکذیب کریں گے اور تم سے ناراض ہوں گے پھر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی اذا جاءک المنافقون الخ اسکے بعد نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا اور اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا اے زید اللہ نے تمہاری تصدیق کردی (تم کو سچا قرار دیا)

تشریح | مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ لانبیین سبب نزولہا۔ والحدیث سیاتی منصلا، اخرجہ مسلم فی التوبۃ والترمذی فی التفسیر

بخاری ص۷۲۷ ؛ باب قولہ اتخذوا ایمانھم جُنّۃ یجتنون بھا ؛

اللہ تعالے کا ارشاد :- (پ ۲۸ ع ۱۳) ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے یعنی جس سے وہ (اپنی کفر و نفاق کی) پردہ پوشی کرتے ہیں۔

۴۲۲۴ —— حدثنا آدم بن ابی ایاس قال حدثنا اسرائیل عن ابی اسحٰق عن زید بن ارقم قال کنت مع عمی فسمعت عبداللہ بن ابیّ ابن سلول یقول لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا وقال ایضا لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل، فذکرت ذلک لعمی فذکر عمی لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فارسل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الی عبداللہ بن ابیّ واصحابہ فحلفوا ما قالوا فصدقہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وکذبنی فاصابنی ھمٌّ لم یصبنی مثلہ قط فجلستُ فی بیتی فانزل اللہ اذا جاءک المنفقون الی قولہ ھم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حتی ینفضوا الی قولہ لیخرجن الاعز منہا الاذل فارسل

الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ ھا علیّ ثم قال ان اللہ قد صدقك ۔

ترجمہ:- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں اپنے چچا (سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ یا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تھا میں نے عبد اللہ بن ابی بن سلول کو کہتے ہوئے سنا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں ان پر خرچ مت کرو یہاں تک کہ ان کے پاس سے منتشر ہو جائیں، اور یہ بھی کہا کہ اگر اب ہم مدینہ لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلیلوں کو نکال باہر کر دے گا۔ پھر میں نے یہ بات اپنے چچا سے ذکر کر دیا اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلوایا انھوں نے قسم کھائی کہ ایسی کوئی بات انھوں نے نہیں کہی تھی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سچا جانا اور مجھ کو جھوٹا سمجھا، مجھے اس کا اتنا صدمہ پہنچا کہ ایسا کبھی نہیں پہنچا پس میں اپنے گھر کے اندر بیٹھ گیا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اذا جاءك المنافقون الم الی قولہ ھم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا الی قولہ لیخرجن الاعز منھا الاذل تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا اور میرے سامنے اس آیت کی تلاوت فرمائی پھر فرمایا اے زید اللہ تمہارے بیان کو سچا کر دیا ہے۔

تشریح ھٰذا طریق آخر فی حدیث زید بن ارقم المذکور فی الباب الذی قبلہ ۔
عبد اللہ بن ابی ابن سلول راس المنافقین، والابن الثانی صفۃ لعبد اللہ فھو بالنصب وسلول غیر منصرف لانہ اسم ام عبد اللہ فھو منسوب الی الابوین (عمدہ) قولہ لعمّی او لعمر کذا بالشك وفی سائر الروایات التی تاتی لعمّی بلا شك وکذا عند الترمذی من طریق ابی سعید الازدی ھو سید قومہ الخزرج وعم زید بن ارقم الحقیقی ثابت بن قیس لہ صحبۃ وعمہ زوج امہ عبد اللہ بن رواحۃ خزرجی ایضا وفی کلام الکرمانی انہ عبد اللہ بن رواحۃ وھو عمہ المجازی لانہ کان فی حجرہ الخ (عمدہ)

بخاری ص۷۲۸ باب قولہ " ذٰلك بانھم اٰمنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون ؛

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پ۲۸ ع۱۳) یہ (کہنا کہ ان کے اعمال بہت برے ہیں) اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ (اول ظاہر میں) ایمان لے آئے پھر کافر ہو گئے سو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو (حق بات کو) نہیں سمجھتے۔

۴۲۵ ــــــ حدثنا آدم قال حدثنا شعبۃ عن الحکم قال سمعت محمد بن کعب القرظی قال سمعت زید بن ارقم قال لما قال عبد اللہ بن ابی لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ وقال ایضا لئن رجعنا الی المدینۃ اخبرت بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلامنی الانصار وحلف عبد اللہ بن ابی ما قال ذلك فرجعت الی المنزل

فنمت فدعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتیتہ فقال ان اللہ قد صدقک و نزل "ھم الذین یقولون لا تنفقوا الآیۃ وقال ابن ابی زائدۃ عن الاعمش عن عمرو عن ابن ابی لیلیٰ عن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔

ترجمہ :۔ حضرت زید بن ارقم رض نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن ابی نے کہا لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ (یعنی جو لوگ رسول اللہ ص کے پاس ہیں یعنی مہاجرین ان پر خرچ مت کرو الخ) اور یہ بھی کہا" لئن رجعنا الی المدینۃ الخ (یعنی اب اگر ہم مدینہ واپس گئے تو ہم میں سے عزت والا ذلیلوں کو نکال باہر کرے گا) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہونچادی اس پر انصار نے مجھے ملامت کی اور عبداللہ بن ابی نے قسم کھالی کہ اس نے یہ بات نہیں کہی تھی پھر میں گھر واپس آگیا اور سو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب کیا اور میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کردی ہے اور یہ آیت نازل ہوئی ہے" ھم الذین یقولون لا تنفقوا الآیۃ " اور ابن ابی زائدہ نے اس حدیث کو اعمش کے واسطے سے بیان کیا ان سے عمرو نے ان سے ابن ابی لیلیٰ نے اور ان سے حضرت زید بن ارقم رض نے نبی اکرم صلی علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان کیا۔

تشریح ھذا طریق آخر من حدیث زید رض ۔
اخبرت بہ الخ قال بعضھم ای علی لسان عمی جمع بین الروایتین قلت لا یحتاج الی ہذا التاویل الذی یخالف ظاہر الکلام بل الجمع بین الروایتین بان یقال انہ اخبر النبی ص بعد ان انکر عبداللہ بن ابی ذالک (عمدہ)

﴿ باب قولہ" واذا رأیتھم تعجبک اجسامھم وان یقولوا تسمع لقولھم کانھم خشب مسندۃ یحسبون کل صیحۃ علیھم ھم العدو فاحذرھم قاتلھم اللہ انی یوفکون ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :۔ (پ ۲۸ ع ۱۳) اور (ظاہر میں ایسے چکنے چپڑے ہیں کہ) آپ ان کو دیکھیں (تو ظاہری شان و شوکت کی وجہ سے) اُن کے قد و قامت آپ کو خوشنما معلوم ہوں اور (باتوں میں ایسے ہیں کہ) اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو ان کی بات سن لیں (لیکن باطنی کمالات سے خالی ہونے کے سبب ان کی ایسی مثال ہے کہ) گویا یہ لکڑیاں ہیں جو دیوار کے) سہارے سے لگائے ہوئی کھڑی ہیں ہر غل پکار کو (کسی وجہ سے ہو) اپنے ہی اوپر (پڑنے والی) خیال کرنے لگتے ہیں (یعنی جب کوئی شور و غل ہوتا ہے یہی سمجھتے ہیں کہ کہیں ہمارے اوپر بھی افتاد پڑنے والی نہ ہو حقیقت میں) یہی لوگ (تمہارے پورے) دشمن ہیں آپ ان سے ہوشیار رہئے (یعنی ان کی کسی بات پر اعتماد نہ کیجئے) خدا

ان کو غارت کریں کہاں (دین حق سے) پھرے چلے جاتے ہیں۔

۴۲۶ — حدثنا عمرو بن خالد قال حدثنا زهیر بن معاویة قال حدثنا ابو اسحاق قال سمعت زید بن ارقم قال خرجنا مع النبی صلی الله علیه وسلم فی سفر اصاب الناس فیه شدة فقال عبد الله بن اُبَیّ لاصحابه لا تنفقوا علی من عند رسول الله حتی ینفضوا من حوله وقال لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الاذل فاتیت النبی صلی الله علیه وسلم فاخبرته فارسل الی عبد الله بن ابی فساله فاجتهد یمینه مافعل قالوا کذب زید رسول الله صلی الله علیه وسلم فوقع فی نفسی مما قالوا شدة حتی انزل الله تصدیقی فی اذا جاءك المنافقون فدعاهم النبی صلی الله علیه وسلم لیستغفر لهم فلوّوا رؤسهم۔ وقوله خُشُبٌ مسندة قال کانوا رجالا اجمل شیء۔

ترجمہ:- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر (غزوۂ تبوک یا بنی المصطلق) میں تھے جس میں لوگوں کو (زاد سفر کی کمی کی وجہ سے) تکلیف پہونچی عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جو لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہیں ان پر خرچ مت کیا کرو تاکہ وہ ان کے پاس سے منتشر ہوجائیں اور اس نے یہ بھی کہا کہ اگر ہم اب مدینہ لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلیلوں کو نکال باہر کرے گا، میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس گفتگو کی اطلاع دی تو آپ نے عبداللہ بن ابی کو بلا کر پوچھا اس نے بڑی قسمیں کھا کر کہا کہ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی، لوگوں نے کہا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے غلط بیانی کی لوگوں (یعنی انصار رضی اللہ عنہم) کی اس طرح کی باتوں سے مجھ کو سخت تکلیف پہونچی یہاں تک کہ اللہ تعالے نے میری تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی "اذا جاءك المنافقون الخ" پھر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا (یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقوں کو اس لئے بلایا کہ وہ اپنے قصور کا اقرار کریں) تاکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان کے لئے استغفار کریں لیکن انھوں نے اپنے سر پھیر لئے۔ اور ارشاد الٰہی خُشُبٌ مسندة سہارے سے لگائی ہوئی لکڑی (ان کے متعلق اس لئے کہا گیا کہ) وہ بڑے خوبصورت اور اچھے ڈیل ڈول کے تھے۔

تشریح هذا ایضا طریق آخر لحدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ۔

خُشُبٌ مسندة منافقوں کو لکڑیوں سے تشبیہ دیکر مثال بیان فرمایا گیا کہ صرف دیکھنے میں لکڑی کے کھمبے ہیں چونکہ قدو قامت کے اچھے تھے مگر لکڑی کی طرح عقل و فکر سے بالکل کورے۔ یہ دراصل تعجبك اجسامهم کی تفسیر ہے اور داخل حدیث ہے اسلئے اس پر

باب قولہ بلا ضرورت ہے چنانچہ شروح معتبرہ عمدۃ القاری، فتح الباری اور قسطلانی وغیرہ میں حدیث کے ساتھ شامل ہے۔

بخاری ص۷۲۸ : باب قولہ "واذا قیل لهم تعالوا یستغفر لکم رسول الله لووا رؤسهم ورایتهم یصدون وهم مستکبرون" حرکوا استهزؤا بالنبی صلے الله علیہ وسلم ویقرا بالتخفیف من لویت۔

اللہ تعالے کا ارشاد :- (پ ۲۸ ع ۱۲) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) استغفار کردیں تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے بے رخی کرتے ہیں۔

لووا رؤسهم اپنے سر ہنسی اور ٹھٹھے کی راہ سے ہلانے لگے یعنی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے استہزاء کرنے لگے۔ بعضوں نے لووا بتشدید الواو کے بجائے واؤ کی تخفیف کے ساتھ لویت سے ماخوذ قرأت کی ہے یعنی سر موڑ لیا۔

۴۲۷ —— حدثنا عبید الله بن موسیٰ عن اسرائیل عن ابی اسحٰق عن زید بن ارقم قال کنت مع عمی فسمعت عبد الله بن ابی ابن سلول یقول لا تنفقوا علی من عند رسول الله حتی ینفضوا و لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الاذل فذکرت ذلك لعمی فذکر عمی للنبی صلے الله علیہ وسلم فدعانی فحدثته فارسل الی عبد الله بن ابی واصحابه فحلفوا ما قالوا وکذبنی النبی صلے الله علیہ وسلم وصدقهم فاصابنی غم لم یصبنی مثله قط فجلست فی بیتی وقال عمی ما اردت الی ان کذبك النبی صلے الله علیہ وسلم ومقتك فانزل الله تعالے "اذا جاءك المنٰفقون قالوا نشهد انك لرسول الله" وارسل الی النبی صلے الله علیہ وسلم فقرأها وقال ان الله قد صدقك۔

ترجمہ :- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں اپنے چچا کے ساتھ تھا، میں نے عبد اللہ بن ابی ابن سلول کو کہتے سنا کہ جو لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں اور اگر اب ہم مدینہ واپس لوٹیں گے تو ہم میں سے عزت والا ذلیلوں کو وہاں سے نکال باہر کرے گا، میں نے اس کا ذکر اپنے چچا سے کیا اور میرے چچا نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کر دیا پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا (اور پوچھا) تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر دیا (جو میں نے سنا تھا) پس آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا تو انھوں نے قسم کھائی کہ ہم نے یہ نہیں کہا اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو جھوٹا جانا اور ان منافقوں کو

سچا جانا اس پر مجھ کو ایسا غم پہونچا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا پس میں اپنے گھر کے اندر بیٹھ گیا اور میرے چچا نے کہا تمہارا کیا مقصد تھا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہاری تکذیب کی اور تم پر ناراض ہوئے پھر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی " اذا جاءك المنٰفقون قالوا نشهد انك لرسول الله اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوا کر اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمہاری تصدیق کر دی ہے ۔

تشریح

ہذا طریق آخر فی الحدیث المذکور ؛

باب قوله " سواء عليهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم لن يغفر الله لهم ان الله لا يهدى القوم الفٰسقين پ ۲۸ ع ۱۳) ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں اللہ تعالے ان کو ہرگز نہ بخشے گا ۔ بے شک اللہ تعالے ایسے نافرمان لوگوں کو (توفیق) ہدایت (کی) نہیں دیتا الخ ۔

۴۲۸ ـــــ حدثنا عليٌّ قال حدثنا سفين قال عمرو سمعت جابر بن عبد الله قال كنّا فى غزاة قال سفيان مرّة فى جيش فكسع رجل من المهاجرين رجلا من الانصار فقال الانصارى يا للانصار وقال المهاجرىّ يا للمهاجرين فسمع ذاك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ما بال دعوى جاهليّة قالوا يارسول الله كسع رجل من المهاجرين رجلا من الانصار فقال دعوها فانّها مُنتنة فسمع بذالك عبد الله بن ابى فقال فعلوها اما والله لئن رجعنا الى المدينة ليُخرجنّ الاعزّ منها الاذلّ فبلغ النبىّ صلى الله عليه وسلم فقام عمر فقال يارسول الله دعنى اضرب هذا المنافق فقال النبى صلى الله عليه وسلم دعه لا يتحدّث الناسُ انّ محمدا يقتل اصحابه وكانت الانصار اكثر من المهاجرين حين قدموا المدينة ثم ان المهاجرين كثروا بعدُ قال سفيان فحفظته من عمرو قال عمرو سمعت جابرا كنا مع النبى صلى الله عليه وسلم ۔

ترجمہ :- حضرت جابر بن عبد اللہ رض نے بیان کیا کہ ہم ایک غزوہ (غزوۂ بنی المصطلق) میں تھے سفیان نے ایک مرتبہ (بجائے غزوہ کے) جیش (لشکر) کا لفظ کہا، مہاجرین میں سے ایک شخص نے انصار کے ایک شخص کو لات مار دی اس پر انصار نے کہا " یا للانصار (یعنی اے انصاریو دوڑو) اور مہاجر نے کہا " یا للمهاجرين " (یعنی اے مہاجرین دوڑو) تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے سنا اور فرمایا " یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے ؟ (یعنی زمانہ جاہلیت کی طرح اپنی

اپنی قوم کو بلانا اور آپس میں لڑائی کرنا ؟) لوگوں نے بتایا یا رسول اللہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات سے مار دیا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح جاہلیت کا نعرہ چھوڑ دو کہ یہ بدبودار نعرہ ہے پھر عبداللہ بن ابی نے یہ بات سن لی (کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات سے مارا) تو کہا "کیا ان لوگوں نے یہ حرکت کی ہے ؟ خدا کی قسم اگر ہم لوٹ کر مدینہ پہونچے تو عزت والا یہاں سے ذلیلوں کو نکال باہر کردے گا، پھر یہ خبر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو پہونچگئی اس پر حضرت عمرؓ نے کھڑے ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں جس وقت مہاجرین (مکہ سے ہجرت کرکے) مدینہ آئے تو انصار زیادہ تھے (اور مہاجرین بمقابلہ انصار تھوڑے تھے) پھر بعد میں مہاجرین بہت ہوگئے۔ سفیان نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث عمرو بن دینار سے یاد کی، عمرو نے کہا میں نے حضرت جابرؓ سے سُنا کہ ہم نبی اکرم ؐ کے ساتھ تھے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ یمکن ان توخذ من قولہ "فسمع بذالک عبد اللہ بن ابی فقولہ الاذل فوجہہ ان الآیۃ نزلت فیہ فمن ہذا الوجہ تاتی المطابقۃ۔

کسع الکسع ان تضرب بیدک علی شئی اوبرجلک ویکون ایضا اذا رمیتہ بسوء (فتح) یعنی کسع کے کے معنی ہیں ہاتھ یا پاؤں سے مارنا یا ایسی مار لگانا جو معیوب ہے مثلاً جوتا مارنا یا دبر پر مارنا۔

رجل من المھاجرین ھو جہجاہ بن قیس بفتح الجیمین وسکون الہاء الاولی ویقال ابن سعید الغفاری وکان مع عمر بن الخطاب رضؓ یقود فرسہ (عمدہ) والرجل الانصاری ہو سنان بن وبرۃ الجہنی رضؓ۔

(تفصیل کے لئے معارف القرآن مفتی شفیع ؒ ملاحظہ فرمائے۔)

بخاری ص۷۲۸ : باب قولہ "ھم الذین یقولون لا تنفقوا علٰی من عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حتی ینفضوا وللہ خزائن السموات والارض ولکن المنفقین لا یفقھون :

اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے :- پ۲۸ ع ۱۳) وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس (جمع) ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو، یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہوجاویں گے۔ اور (ان کا یہ کہنا جہل محض ہے کیونکہ) اللہ ہی کے ہیں سب خزانے آسمانوں اور زمین کے لیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں۔

۴۲۹ ــــــ حدثنا اسمٰعیل بن عبد اللہ قال حدثنی اسماعیل بن ابراھیم بن عقبۃ عن موسیٰ بن عقبۃ قال حدثنی عبد اللہ بن الفضل انہ سمع انس بن مالک یقول حزنت علی من اُصیب بالحرۃ فکتب الی زید بن ارقم وبلغہ شدۃ

حزنی یذکر انہ سمع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول اللھم اغفر للانصار ولابناء الانصار وشک ابن الفضل فی ابناء ابناء الانصار فسال انسا بعض من کان عندہ فقال ھو الذی یقول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ھذا الذی اوفی اللہ لہ باذنہ ۔

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک رضؓ فرماتے ہیں کہ مقام حرّہ میں جو لوگ شہید کردیئے گئے تھے ان پر مجھے بڑا رنج ہوا حضرت زید بن ارقم رضؓ کو جب میرے غم کی اطلاع پہونچی تو انھوں نے مجھے لکھا کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرمارہے تھے اللھم اغفر للانصار اے اللہ انصار کی مغفرت فرما ۔ اور انصار کے بیٹوں کی بھی مغفرت فرما ، حضرت عبداللہ بن فضل (راوی) کو اس میں شک تھا کہ آپ ؐ نے انصار کے بیٹوں کے بیٹوں کا بھی ذکر کیا تھا یا نہیں ؟ پھر حضرت انس رضؓ سے آپ کی مجلس کے حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ زید بن ارقم ہی وہ ہیں جن کے سننے کی اللہ تعالےٰ نے تصدیق کی تھی ۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ توخذ من آخر الحدیث وھو قولہ ہذا الذی اوفی اللہ باذنہ وذالک ان زید بن ارقم لما حکی لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قول عبداللہ بن ابی ابن سلول قال لہ صلے اللہ علیہ وسلم لعلہ اخطا سمعک قال لا فلما نزلت الایۃ التی ھی الترجمۃ لحق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زیدا من خلفہ فوک اذنہ فقال وفت اذنک یا غلام وھو من قولہ ھذا الذی اوفی اللہ لہ باذنہ بضم الھمزہ ای صدق اللہ لہ باذنہ ای بسمعہ وکان جعل اذنہ کالضامنۃ بتصدیق ما سمعت فلما نزل القرآن بہ صارت کانہا وافیۃ بضمنہا (عمدہ)

حرّہ حرّہ بفتح الحاء المہملۃ وتشدید الراء ۔ حرّہ مدینہ منورہ کا ایک میدان ہے جس کی زمین کالی پتھریلی ہے جہاں ذی الحجہ ۶۳ھ میں یہ حادثہ پیش آیا تھا مدینہ منورہ کے لوگوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کردیا تھا تو یزید نے ایک عظیم فوج بھیجی جسنے مدینہ منورہ میں قتل عام کیا ، اس جنگ میں حضرات انصار رضؓ کی بہت بڑی تعداد شہید ہوگئی تھی حضرت انس رضؓ ان دنوں بصرہ میں تھے جب حضرت انس رضؓ کو اس حادثہ کی خبر ملی تو بہت رنجیدہ ہوئے اسی کا ذکر حدیث پاک میں ہے ۔

بخاری ص۷۲۹ : باب قولہ یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنفقین لا یعلمون :

اللہ تعالےٰ کا ارشاد :- (پ۲۸ ع۱۳) یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم اب مدینہ لوٹ کرجاویں گے تو عزت والا ذلت والے کو باہر نکال دے گا (یعنی ہم ان مسافر پردیسیوں کو نکال باہر کردیں گے) اور (اس قول

میں جو اپنے کو عزت والا اور مسلمانوں کو ذلت والا کہتے ہیں یہ جہل محض ہے بلکہ اللہ ہی کے لئے ہے عزت (بالذات) اور اس کے رسول کی (بواسطہ تعلق باللہ) اور مسلمانوں کی (بواسطہ تعلق مع اللہ والرسول کے) لیکن منافق جانتے نہیں ہیں۔

۴۳۰ — حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیٰن قال حفظناہ من عمرو بن دینار قال سمعت جابر بن عبد اللہ یقول کنا فی غزاۃ فکسع رجل من المھاجرین رجلا من الانصار فقال الانصاری یاللانصار فقال المھاجری یاللمھاجرین فسمّعھا اللہ رسولہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ما ھٰذا فقالوا کسع رجل من المھاجرین رجلا من الانصار فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم دعوھا فانھا منتنۃ قال جابر وکانت الانصار حین قدم النبی صلے اللہ علیہ وسلم اکثر ثم کثر المھاجرون بعد فقال عبد اللہ بن ابی اوَ قد فعلوا واللہ لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل فقال عمر بن الخطاب دعنی یارسول اللہ اضرب عنق ھٰذا المنافق قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم دعہ لا یتحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ ؛

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں تھے اچانک مہاجرین کے ایک شخص نے انصار کے ایک شخص کو مار دیا پھر انصاری نے کہا" اے انصار یو دوڑو، اور مہاجر نے کہا۔ " اے مہاجرین دوڑو اللہ تعالے نے یہ (یعنی دونوں کی یہ بات) اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو سُنادی آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کیا بات ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات ماردی تو انصاری نے کہا! اے انصاریو (میری مدد کرو) دوڑو، اور مہاجر نے کہا اے مہاجرین (میری مدد کو) دوڑو، پھر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نعرہ کو چھوڑ دو کہ یہ نعرہ نہایت بدبودار ہے حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ جب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تھے انصار زیادہ تھے پھر بعد میں مہاجرین زیادہ ہوگئے، عبد اللہ بن ابی نے کہا" کیا انھوں نے ایسا کیا ہے؟ خدا کی قسم اگر اب ہم مدینہ واپس لوٹے تو عزت والا ذلیلوں کو مدینہ سے نکال باہر کرے گا، اسپر حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں نبی اکرمؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو کہ لوگ چرچا نہ کرنے لگیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاھرۃ۔
حدیث ایک باب قبل گذر چکی ہے دیکھو حدیث ۱۲۸ ۔

بخاری شریف ۷۲۹ ÷ سورۃ التغابن ÷

(سورۂ تغابن مدنی ہے اس میں اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں)

÷ وقال علقمة عن عبد الله ومن يؤمن بالله يهد قلبه" هو الذي اذا اصابته مصيبة راضي بها وعرف انها من الله ÷

اور علقمہ نے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) سے روایت کی کہ حضرت عبداللہؓ نے آیت کریمہ ومن یؤمن باللہ یھد قلبہ" (یعنی اور جو کوئی اللہ پر ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو (صبر ورضا کی) راہ دکھاتا ہے) سے مراد وہ شخص ہے کہ جب اس کو کوئی مصیبت پہونچتی ہے تو اس پر وہ راضی رہتا ہے اور یہ خوب سمجھتا ہے کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

بخاری ۷۲۹ ÷ سورۃ الطلاق ÷

سورۂ طلاق مدنی ہے اس کی بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

وقال مقاتل وہی سورۃ النساء الصغریٰ۔

÷ وقال مجاهد وبال امرها " جزاء امرها ÷

اشارہ ہے آیت کریمہ: فذاقت وبال امرها وكان عاقبة امرها خسرا پ ۲۸ ع ۱۸) انھوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور ان کا انجام کار خسارہ ہی ہوا۔

اور مجاہد رح نے کہا وبال امرھا کے معنی ہیں اپنے کام (اپنے اعمال) کی سزا۔

وبال کے لغوی معنی ہیں سختی، شدت یعنی بداعمالی کی شدت وسخت سزا۔ وبل یوبل وبلا وبالا سخت ہونا (مصباح)

۴۳۱ —— حدثنا يحيى بن بكير قال حدثنا الليث قال حدثني عقيل عن ابن شهاب قال اخبرني سالم أن عبد الله بن عمر اخبره انه طلق امرأته وهي حائض فذكر عمرُ لرسول الله صلى الله عليه وسلم فتغيظ فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال ليُراجعها ثم يُمسكها حتى تطهر ثم تحيض فتطهر فان بدا له ان يطلقها فليطلقها طاهرا قبل أن يمسها فتلك العدة كما امره الله۔

ترجمہ: — حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی (آمنہ بنت غفار) کو جبکہ وہ حائضہ تھیں طلاق دیدی حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بہت غصہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ (عبداللہ) ان سے (یعنی اپنی بیوی سے رجوع کریں اور اپنے ساتھ نکاح میں رکھیں یہاں تک کہ وہ ماہواری سے پاک ہوجائے اور پھر ماہواری آئے اور پھر وہ اس سے پاک ہو اب اگر وہ طلاق دینا چاہے تو اس پاکی (طہر)

کے زمانہ میں اس کے ساتھ ہمبستری نہ سے پہلے طلاق دے سکتے ہیں پس یہی وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالے نے (مردوں) کو حکم دیا ہے کہ اس میں یعنی طہر کی حالت میں طلاق دیدیں۔

تشریح مطابقۃ لما فی السورۃ ظاہرۃ
والحدیث اخرجہ البخاری ھھنا فی التفسیر صـ۷۲۹ وفی الطلاق صـ۷۹۰ وفی الاحکام صـ۱۰۶۱

تین طلاق بیک وقت دینا حرام ہے مگر کسی نے ایسا کیا تو تینوں طلاق واقع ہوجائینگی۔

آج کل دین سے بے پرواہی، ان کے احکام سے غفلت بڑی طرح عام ہوتی جارہی ہے جاہلوں کو تو کہنا کیا ہے لکھے پڑھے عرائض نویس بھی تین سے کم کو گویا طلاق ہی نہیں سمجھتے اور رات دن اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ تین طلاقیں دینے والے بعد میں پچھتاتے ہیں اور اس فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح بیوی ہاتھ سے نہ جائے۔

حدیث صحیح میں تین طلاق بیک وقت دینے پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سخت غضبناک ہونا امام نسائی رح نے بروایت محمود بن لبید رض نقل کیا ہے اسی لئے بیک وقت تین طلاق دینا باجماع امت حرام و ناجائز ہے اور اگر کوئی شخص تین طہر میں الگ الگ تین طلاقوں تک پہنچ جائے تو اس کے ناپسندیدہ ہونے پر بھی اُمت کا اجماع اور خود قرآن کی آیات کے اشارہ سے ثابت ہے صرف اس میں اختلاف ہے کہ یہ صورت بھی حرام و ناجائز اور طلاق بدعی میں داخل ہے یا ایسا نہیں؟ امام مالکؒ کے نزدیک حرام ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رح و امام شافعی رح حرام تو نہیں کہتے یعنی اس صورت کو طلاق بدعی میں شمار نہیں کرتے بلکہ طلاق سنت میں داخل سمجھتے ہیں مگر ناپسندیدہ فعل ان کے نزدیک بھی ہے۔ تفصیل کے لئے معارف القرآن جلد اول سورہ بقرہ کی تفسیر صـ۵۵۰ دیکھئے۔

مگر جس طرح تین طلاق بیک وقت دینے کے حرام ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ حرام ہونے کے باوجود کوئی شخص اگر ایسا کر گذرے تو تینوں طلاق واقع ہو کر آئندہ آپس میں نکاح جدید بھی حلال نہیں ہوگا پوری اُمت میں کچھ اہل حدیث اور اہل تشیع کے سوا تمام مذاہب اربعہ اس پر متفق ہیں کہ تین طلاق بیک وقت بھی دیدی گئیں تو تینوں واقع ہوجائینگی کیونکہ کسی فعل کے حرام ہونے سے اس کے آثار کا وقوع متاثر نہیں ہوا کرتا جیسے کوئی کسی کو بے گناہ قتل کردے تو یہ فعل حرام ہوجانے کے باوجود مقتول تو بہرحال مرہی جائے گا اسی طرح تین طلاق بیک وقت حرام ہونے کے باوجود تینوں کا وقوع لازمی امر ہے۔ اور صرف مذاہب اربعہ کا ہی نہیں بلکہ اس پر صحابہ کرام کا بھی اجماع حضرت فاروق اعظم رض کے زمانہ میں منقول و معروف ہے اس کا بھی مکمل و مفصل بیان کے لئے معارف القرآن جلد اول ملاحظہ فرمایئے۔

باب واُولاتُ الاحمالِ اجلهن ان یضعن حملهن ومن یتق اللہ یجعل له من امرہٖ یسرا۔ واولات الاحمال واحدها ذات حمل ای ہذا باب فی قولہ تعالیٰ، پ۲۸ ع ۱۷) اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے اس حمل کا پیدا ہوجانا ہے (خواہ کامل ہو یا ناقص بشرطیکہ کوئی عضو بن گیا ہو گو ایک انگلی ہی سہی) اور جو شخص اللہ سے ڈریگا اللہ تعالیٰ اسکے ہر کام میں آسانی کردیگا — فرماتے ہیں کہ اولات احمال کا واحد ذات حمل ہے یعنی اولات جمع ہے ذات کی معنیٰ غیر لفظہ اور احمال جمع ہے حمل کی، ذات حمل، حمل والی، اولات احمال حاملہ عورتیں

۴۴۳ — حدثنا سعد بن حفص قال حدثنا شیبان عن یحیی قال اخبرنی ابوسلمۃ قال جاء رجل الی ابن عباس وابوہریرۃ جالس عندہ فقال افتنی فی امرأۃ ولدت بعد زوجها باربعین لیلۃ فقال ابن عباس آخر الاجلین قلت انا واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن، قال ابوہریرۃ انا مع ابن اخی یعنی اباسلمۃ فارسل ابن عباس غلامہ کریبا الی ام سلمۃ یسئلها فقالت قتل زوج سُبیعۃ الاسلمیۃ وھی حبلیٰ فوضعت بعد موتہ باربعین لیلۃ فخُطبت فانکحها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان ابوالسنابل فیمن خطبها۔

ترجمہ:۔ ابوسلمہ (بن عبدالرحمن بن عوفؓ) نے بیان کیا کہ ایک شخص (نام نامعلوم) حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا، حضرت ابوہریرۃؓ بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، رجل (یعنی آنیوالے) نے پوچھا کہ آپ مجھے اس عورت کے متعلق مسئلہ بتائیے جس نے اپنے شوہر کی وفات کے چالیس دن کے بعد بچہ جنی (یعنی اس کی عدت وضع حمل سے گذر گئی یا نہیں؟) ابن عباسؓ نے فرمایا اس کی عدت وہ ہے جو عدت کی دونوں مدتوں میں دراز تر ہو (مطلب یہ ہیکہ چار ماہ دس دن گذر جائے اور وضع حمل نہ ہو تو وضع حمل تک انتظار کرے گی) میں نے کہا (یعنی ابوسلمہ راوی کہتے ہیں کہ جب ابن عباسؓ نے آخر الاجلین یعنی ابعد الاجلین کا فتوی دیا تو میں نے ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ قرآن میں تو ہے) واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن، یعنی حاملہ عورتوں کی عدت ان کے اس حمل کا پیدا ہوجانا ہے) ابوہریرہؓ نے کہا کہ میں بھی اس مسئلے میں اپنے بھتیجے (ابوسلمہ بن عبدالرحمن) کیساتھ ہوں، آخر حضرت ابن عباسؓ نے اپنے غلام کریب کو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں بھیجا یہی مسئلہ پوچھنے کیلئے، ام المومنین نے بتایا کہ سبیعہ اسلمیہؓ کے شوہر اسعد بن خولہؓ) وفات پاگئے درانحالیکہ وہ حاملہ تھیں شوہر کی موت کے چالیس دن بعد بچہ جنی پھر ان کے پاس نکاح کا پیغام پہنچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح کردیا اور ابوالسنابل بھی انکے پاس پیغام نکاح بھیجنے والوں میں سے تھے۔

تشریح:۔ مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ — والحدیث اخرجہ البخاری فی الطلاق ص۸۰۱ تا ۸۰۲

حاملہ کی عدت حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل سے ہے خواہ وہ کتنے ہی دنوں میں ہو یہی جمہور کا مسلک ہے۔

غیر حاملہ کی مدت عدت کا حساب غیر حاملہ کے شوہر کا انتقال اگر چاند رات کو ہوا ہے تب تو چاند سے حساب لگایا جائیگا مہینہ ۲۹ دن کا ہو یا ۳۰ دن کا، قمری مہینے سے چار مہینے دس دن شمار کرلیا جائے گا اور اگر شوہر کا انتقال درمیان کی کسی تاریخ میں ہوا ہے تو پورے تیس تیس کا مہینہ لگا کر ایکسو تیس دن کے چار مہینے دس دن شمار کرلئے جائینگے اور جس وقت انتقال ہوا ٹھیک اسی وقت عدت ختم ہوگی۔

﴿۲۳﴾ وقال سلیمان بن حرب وابو النعمان حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن محمد قال کنت فی حلقة فیها عبد الرحمن بن ابی لیلی وکان اصحابه یعظمونه فذکر آخر الاجلین فحدثت بحدیث سبیعة بنت الحارث عن عبد اللہ بن عتبة قال فضمّن لی بعض اصحابه قال محمد ففطنت له فقلت انی اذا لجریٔ ان کذبت علی عبد اللہ بن عتبة وهو فی ناحیة الکوفة فاستحیی وقال ولکن عمه لم یقل ذالك فلقیت ابا عطیة مالك بن عامر فسالته فذهب یحدثنی حدیث سبیعة فقلت هل سمعت عن عبد اللہ فیها شیئا فقال کنا عند عبد اللہ فقال اتجعلون علیها التغلیظ ولا تجعلون علیها الرخصة لنزلت سورة النساء القصری بعد الطولی واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن ﴾

ترجمہ:۔ اور سلیمان بن حرب اور ابو النعمان نے بیان کیا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا ان سے ایوب نے اور ان سے محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ میں ایک مجلس میں تھا جس میں عبد الرحمن بن ابی لیلی (مشہور فقیہ عالم) بھی تھے ان کے اصحاب ان کی تعظیم کیا کرتے تھے (کسی نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے حاملہ کی عدت وفات کا ذکر کیا) اس پر عبد الرحمن نے ابعد الاجلین بیان کیا تو میں نے وہاں سُبیعہ بنت حارث کی حدیث عبد اللہ بن عتبہ کے واسطہ سے بیان کیا، ابن سیرین نے بیان کیا کہ عبد الرحمن بن ابی لیلی کے بعض اصحاب نے مجھکو (ہونٹ کاٹ کر) اشارے سے تنبیہ کی (مطلب یہ تھا کہ چپ رہو) محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ میں سمجھ گیا اور میں نے کہا کہ عبد اللہ بن عتبہ کوفہ میں ابھی موجود ہیں اگر میں ان کی طرف بھی جھوٹ کی نسبت کرتا ہوں تو بہت جرأت کی بات ہوگی اس پر مجھے تنبیہ کرنے والے صاحب شرمندہ ہوگئے اور عبد الرحمن بن ابی لیلی نے کہا لیکن ان کے چچا تو یہ بات نہیں کہتے تھے (ابن سیرین نے بیان کیا کہ پھر میں ابو عطیہ مالک بن عامر سے ملا اور ان سے میں نے یہ مسئلہ پوچھا تو وہ بھی سبیعہ والی حدیث بیان کرنے لگے لیکن میں نے ان سے کہا کہ آپ نے حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے اس سلسلہ میں کچھ سنا ہے؟ تو انھوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر تھے تو انھوں نے کہا، کیا تم اس عورت پر (جس کا شوہر انتقال ہوگیا اور وہ حاملہ ہو اس کی مدت عدت کو طول دے کر) سختی کرنا چاہتے ہو اور رخصت وسہولت دینے کے لئے تیار نہیں؟ بات یہ ہے کہ چھوٹی سورہ نساء (یعنی سورہ طلاق) بڑی سورہ نساء کے بعد نازل ہوئی، واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن (حاملہ عورتوں کی عدت اس کے حمل کا پیدا ہوجانا ہے۔

تشریح مطابقة للترجمة ظاهرة
والحدیث قد مضی ص۶۵۰

بعد الطولی:۔ لیس المراد منها سورة النساء بل المراد السورة التی هی اطول سور القرآن وهی البقرة وفیها

والذین یتوفون منکم الخ

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ابتدا میں حاملہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت میں ابعد الاجلین کے قائل تھے لیکن جب سبیعہ کی حدیث پہونچی تو جمہور کے مطابق وضع حمل ہی کا فتویٰ دینے لگے جیسا کہ مالک بن عامر کی روایت سے ظاہر ہے امام بخاریؒ نے اس حدیث کو حدثنا یا اخبرنا سے نہیں بیان کیا، حالانکہ سلیمان بن حرب اور ابو النعمان امام بخاریؒ کے شیخ ہیں احتمال ہے کہ امام بخاریؒ نے ان سے براہ راست نہیں سنی، حافظ عسقلانی فرماتے ہیں، کلا ھما من شیوخ البخاری لکن ذکرہ الحمیدی وغیرہ فی التعلیق الخ (فتح الباری) چنانچہ حافظ عسقلانیؒ نیز علامہ قسطلانی نے اس کو ایک مستقل حدیث قرار دے کر نمبر شمار لگایا ہے، اگرچہ علامہ عینی نے اس پر نمبر شمار نہیں لگایا ہے، شاید علامہ اس کو تعلیقات بخاری میں شمار کرتے ہوں، واللہ اعلم۔

سورۃ المتحرّم

ای سورۃ التحریم — بخاری ص۷۲۹

یہ سورہ مدنی ہے اس کی بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

باب یایھا النبی لما تحرم ما احل اللہ لک

ای ہذا بابٌ فی قولہ تعالیٰ، (پ۲۸ ع ۱۹) اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ کیوں حرام قرار دے رہے ہیں؟

(۴۴۴) حدثنا معاذ بن فضالۃ قال حدثنا ھشامٌ عن یحیی عن ابن حکیم عن سعید بن جبیرٍ ان ابن عباس قال فی الحرام یُکفِّر وقال ابن عباس لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃٌ حسنۃ

ترجمہ:۔ سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حرام میں کفارہ دے، یعنی اگر کسی نے اپنے اوپر کوئی حلال چیز حرام کرلی تو اس کا کفارہ یعنی کفارۂ قسم دینا ہوگا) اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ بے شک تمہارے لئے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، یعنی جس طرح حضور اقدس ﷺ نے کفارہ ادا کیا اسی طرح تم لوگ ایسی صورت میں اپنے رسول کی پیروی کیا کرو۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ تؤخذ من قولہ لما تحرم ما احل اللہ لک لان فی تحریم الحلال کفارۃ۔ پوری تفصیل ایک حدیث کے بعد آرہی ہے۔

(۴۴۵) حدثنا ابراھیم بن موسی قال اخبرنا ھشام بن یوسف عن ابن جریجٍ عن عطاءٍ عن عُبَید بن عُمیرٍ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشرب عسلاً عند زینب ابنۃِ جحشٍ ویمکث عندھا فواطئتُ انا وحفصۃ عن ایّتنا دخل علیھا فلتقل لہ اکلتَ مغافیرَ انی اجِدُ منک ریح مغافیرَ قال لا ولکنّی کنت اشربُ عسلاً عند زینب ابنۃ جحشٍ فلن اعودَ لہ وقد حلفتُ لا تخبری بذالک احدًا

ترجمہ :۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ام المومنین) زینب بنت جحشؓ کے پاس شہد پیتے اور ان کے پاس ٹھہرتے تھے، پھر میرا اور حفصہ (رضی اللہ عنہا) کا اس پر اتفاق ہوا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی آنحضورؐ (زینب بنت جحشؓ کے یہاں سے شہد پی کر آنے کے بعد) داخل ہوں تو وہ کہے کیا آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے؟ میں آپ سے مغافیر کی بو محسوس کرتی ہوں (چنانچہ جب آپؐ تشریف لائے تو پلان کے مطابق کہا گیا (آنحضورؐ نہایت لطیف مزاج اور نفاست پسند تھے، آپؐ بدبو کو ناپسند فرماتے تھے) آپؐ نے فرمایا میں نے مغافیر نہیں کھائی ہے البتہ زینب بنت جحش کے یہاں شہد پیا کرتا تھا اب اسے بھی نہیں پیوں گا میں نے اس کی قسم کھالی ہے لیکن کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا (اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی)

تشریح :۔ مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ قد حلفت

شان نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول شریف تھا کہ عصر کے بعد کھڑے کھڑے ازواج مطہراتؓ کے پاس خبرگیری کے لئے تشریف لاتے تھے، ایک روز حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے اور شہد نوش فرمایا، حضرت عائشہؓ کو اس پر رشک آیا اور حضرت حفصہؓ سے مشورہ کر کے طے کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس آنحضور تشریف لاویں وہ یوں کہے کہ کیا آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے؟ (مغافیر ایک خاص قسم کا گوند ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے) چنانچہ ایسا ہی ہوا، آپؐ نے فرمایا کہ میں نے شہد پیا ہے، کہا گیا کہ شاید شہد کی مکھی مغافیر کے درخت پر بیٹھی ہو اور اس کا رس چوسا ہو اسی وجہ سے شہد میں بھی بدبو آنے لگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدبو کی چیزوں سے بہت پرہیز فرماتے تھے اسلئے آپؐ نے قسم کھالی کہ پھر میں شہد نہیں پیوں گا اور اس خیال سے کہ حضرت زینبؓ کو تکلیف نہ ہو اس کے اخفار کی تاکید فرمائی مگر ان کی بیوی نے دوسرے سے کہدیا۔

اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت حفصہؓ شہد پلانے والی ہیں اور حضرت عائشہؓ وسودہؓ وصفیہؓ صلاح و مشورہ کرنے والی، اور بعض روایات میں یہ قصہ دوسری طرح بھی آیا ہے، ممکن ہے کہ کئی واقعے ہوں اور ان سب کے بعد یہ آیتیں نازل ہوئی ہوں (ماخوذ از بیان القرآن)

خلاصہ ان آیات کا یہ ہے کہ اس واقعہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حلال چیز یعنی شہد کو بذریعہ قسم اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، یہ فعل جب کہ کسی ضرورت و مصلحت سے ہو تو جائز ہے گناہ نہیں مگر اس واقعہ میں ضرورت ایسی نہ تھی کہ اس کی وجہ سے آپ خود کوئی تکلیف اٹھاویں اور ایک حلال چیز کو چھوڑ دیں کیونکہ آنحضرتؐ نے یہ کام ازواج مطہرات کو راضی کرنے کے لئے کیا تھا اور ایسے معاملے میں ان کا راضی کرنا آپؐ کے ذمہ لازم نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے از روئے شفقت وعنایت فرمایا۔ یا یھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک ان تبتغی مرضات ازواجک واللہ غفور رحیم۔

ایلاء اور اس کا حکم

ایلاء کے لغوی معنی ہیں حلف اٹھانا، قسم کھانا۔
شریعت کی اصطلاح میں منع النفس عن قربان المنکوحۃ اربعۃ اشھر فصاعداً منعاً مؤکداً بالیمین یعنی شرعی ایلاء یہ ہے کہ شوہر چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت تک بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائے، اب اگر چار ماہ کے اندر بیوی کے پاس چلا گیا تو ایلاء ختم ہو جائے گا اور قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہوگا، اور اگر چار مہینے تک نہیں گیا تو چار ماہ گذرنے سے عند الاحناف خود بخود طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور تفریق کے لئے قضاء قاضی کی حاجت نہ ہوگی، لیکن ائمہ ثلاث کے نزدیک چار ماہ گذرنے پر خود بخود طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ معاملہ حاکم کے سامنے پیش ہوگا، حاکم شوہر کو حکم دے گا کہ رجوع کرے یعنی بیوی کے پاس جائے اور قسم کا کفارہ ادا کرے ورنہ اس کو طلاق دے اگر وہ انکار کرے تو حاکم اس کو طلاق دینے پر مجبور کرے گا۔

بخاری شریف ص۷۲۹ ﴿ باب تبتغی مرضات ازواجك الآیہ ﴾
ای ہذا باب فی قولہ تعالیٰ، پ ۲۸ ع ۱۹)

(۴۳۶) حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ قال حدثنا سلیمان بن بلال عن یحییٰ عن عبید بن حنین انہ سمع ابن عباس یحدث انہ قال مکثتُ سنةً اُرِیدُ ان اسئل عمر بن الخطاب عن اٰیة فما استطیع ان اسئله هیبةً له حتی خرج حاجًا فخرجت معه فلما رجعت و کنا ببعض الطریق عدل الی الاراك لحاجةٍ له قال فوقفتُ له حتی فرغ ثم سرت معهٗ فقلتُ یا امیر المؤمنین من اللتان تظاهرتا علی النبی صلی اللہ علیه وسلم من ازواجه فقال تلك حفصة وعائشة قال فقلت واللہ انی کنت لارید ان اسئلك عن هذا منذ سنةٍ فما استطیع هیبةً لك قال فلا تفعل ما ظننتَ انّ عندی من علمٍ فاسئلنی فان کان لی علمٌ خبّرتك به قال ثم قال عمر واللہ ان کنّا فی الجاهلیة ما نعدُّ للنساء امرًا حتی انزل اللہ فیهنّ ما انزل وقسم لهنّ ما قسم قال فبینا انا فی امرٍ اتأمّره اذ قالت امرأتی لو صنعتَ کذا وکذا قال فقلت لها ما لكِ ولما ههنا فیما تکلّفكِ فی امرٍ اُریده فقالت لی عجبًا لك یا ابن الخطاب ما ترید ان تراجع انت وانّ ابنتك لتراجع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حتی یظلّ یومه غضبان فقال عمر فاخذ رداءه مکانه حتی دخل علی حفصة فقال لها یا بُنیّة انكِ لتراجعین رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حتی یظلّ یومه غضبان فقالت حفصة واللہ انا لنراجعه فقلت تعلمین انّی اُحذّرك عقوبة اللہ وغضب رسوله صلی اللہ علیه وسلم یا بُنیّة لا تغرّنّكِ هذه التی اعجبها حُسنها حبُّ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ایّاها یرید عائشة قال ثم خرجت حتی دخلتُ علی امّ سلمة لقرابتی منها فکلّمتها

فقالت ام سلمة عجباً لك یا ابن الخطاب دخلت فی کل شیٔ حتی تبتغی ان تدخل بین رسول الله صلی الله علیه وسلم وازواجه فاخذتنی والله اخذا کسرتنی عن بعض ما کنت اجد فخرجت من عندها وکان لی صاحب من الانصار اذا غبت اتانی بالخبر واذا غاب کنت انا آتیه بالخبر ونحن نتخوف ملکاً من ملوك غسان ذکر لنا انه یرید ان یسیر الینا فقد امتلأت صدورنا منه فاذا صاحبی الانصاری یدق الباب فقال افتح افتح فقلت جاء الغسانی فقال بل اشد من ذلك اعتزل رسول الله صلی الله علیه وسلم ازواجه فقلت رغم انف حفصة وعائشة فاخذت ثوبی فاخرج حتی جئت فاذا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مشربة له یرقی علیها بعجلة وغلام لرسول الله صلی الله علیه وسلم اسود علی راس الدرجة فقلت قل هذا عمر بن الخطاب فاذن لی قال عمر فقصصت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم هذا الحدیث فلما بلغت حدیث ام سلمة تبسم رسول الله صلی الله علیه وسلم وانه لعلی حصیر ما بینه وبینه شیٔ وتحت راسه وسادة من ادم حشوها لیف وان عند رجلیه قرظا مصبوبا وعند راسه اهب معلقة فرأیت اثر الحصیر فی جنبه فبکیت فقال ما یبکیك؟ فقلت یا رسول الله ان کسری وقیصر فیما هما فیه وانت رسول الله فقال اما ترضی ان تکون لهم الدنیا ولنا الآخرة ۔

ترجمه:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آیت کے متعلق حضرت عمر بن الخطابؓ سے پوچھنے کیلئے ایک سال تک گومگو میں مبتلا رہا آپ کا رعب اتنا تھا کہ میں آپ سے پوچھ نہ سکا یہاں تک کہ آپؓ حج کے لئے نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ نکلا، واپسی میں جب ہم راستہ میں تھے کہ وہ رفع حاجت کے لئے راہ سے مڑکر ایک پیلو کے درخت کی طرف گئے، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں ان کے انتظار میں کھڑا رہا، جب وہ فارغ ہوکر آئے تو پھر میں ان کے ساتھ چلا اور میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین آنحضورؐ کے ازواج میں سے وہ کون دو عورتیں تھیں جنھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تظاہرہ کیا تھا (یعنی پلان بناکر حضورؐ کو رنج دینا چاہا تھا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ وہ حفصہ اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) تھیں، بیان کیا کہ میں نے عرض کیا کہ خدا کی قسم میں یہ سوال کرنے کے لئے ایک سال سے ارادہ کررہا تھا لیکن آپ کے رعب کی وجہ سے پوچھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ایسا نہ کیا کرو جس مسئلہ کے متعلق تمہارا خیال ہو کہ میرے پاس اس سلسلے میں کوئی علم ہے تو پوچھ لیا کرو اگر میرے پاس اس کا کوئی علم ہوگا تو میں تمہیں بتادیا کروں گا، بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم جاہلیت میں ہماری نظر میں عورتوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی (نہ ان کو ترکہ میں سے کچھ حصہ دیتے تھے نہ کسی معاملہ میں ان کی رائے لیتے تھے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں وہ احکام نازل کئے جو نازل کرنے تھے (یعنی ان کے ساتھ حسن معاشرت کقولہ تعالیٰ وعاشروهن بالمعروف سورۂ نساء)

اور ان کے حقوق مقرر کیئے جو مقرر کرنے تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایک روز میں سوچ رہا تھا کہ میری بیوی نے کہا، اگر آپ اس معاملہ کو اس طرح کریں تو بہتر ہوگا، بیان فرمایا کہ میں نے اس سے کہا تجھ کو کیا ہے؟ اور کیوں اس کام میں دخل دیتی ہے؟ اور کیوں ہے تیرا تکلف کرنا اس کام میں جس کا ارادہ میں کرتا ہوں، (مطلب یہ ہے کہ تو کیوں اس میں دخل در معقولات کرتی ہے؟) اس پر میری بیوی نے کہا اے ابن خطاب! حیرت ہے تم پر (یعنی تمہارے اس طرز عمل پر) تم نہیں چاہتے ہو کہ تم سے مراجعت کی جائے (یعنی تم اپنی باتوں کا جواب نہیں برداشت کرسکتے؟ اور تمہاری بیٹی (حضرت حفصہؓ) تو جواب دیتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں تک کہ حضورؐ دن بھر خفا رہتے ہیں اس پر (یعنی یہ سنکر) حضرت عمرؓ کھڑے ہوگئے اور اپنی چادر اسی جگہ اوڑھ کر (بلا توقف) حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لے گئے، اور اس سے فرمایا اے بیٹی! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کا جواب دیتی ہو؟ یہاں تک کہ ایک دن تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض بھی رکھا ہے؟ پھر حفصہؓ نے عرض کیا ہاں خدا کی قسم ہم (ازواج مطہرات آنحضورؐ کو جواب دیدیتے ہیں (یعنی کبھی آنحضرتؐ سے سوال وجواب کرتے ہیں) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جان لو کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے ڈراتا ہوں (تو اگر ایسا کرے گی تو تباہ ہو جائے گی) اے بیٹی اس عورت کی وجہ سے دھوکا میں نہ آجانا جس کو اس کے حسن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے محبت کرنے نے تعجب میں ڈالدیا ہے (یعنی آنحضورؐ کی محبت پر نازاں ہے) آپؓ کا اشارہ حضرت عائشہؓ کی طرف تھا (مقصد یہ تھا کہ حضرت عائشہؓ آنحضورؐ کی محبت حاصل کرچکی ہے اس لئے اس کا دیکھا دیکھی مت کرو) عمرؓ نے فرمایا کہ پھر میں وہاں سے نکل کر حضرت ام سلمہؓ کے پاس آیا کیونکہ وہ بھی میری رشتہ دار تھیں، میں نے ان سے بھی گفتگو کی تو انھوں نے فرمایا کہ اے ابن خطاب حیرت ہے کہ آپ ہر معاملہ میں دخل اندازی کرتے ہیں اور اب چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ازواج مطہرات کے معاملہ میں بھی دخل دیں چنانچہ بخدا انھوں نے میری ایسی گرفت کی کہ میرے غصہ کو توڑ کر (یعنی ٹھنڈا کرکے) رکھ دیا، چنانچہ میں ان کے گھر سے باہر نکل آیا، میرے ایک انصاری دوست تھے (اوس بن خولی یا عتبان بن مالک) جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر نہ ہوتا تو وہ مجلس کی تمام باتیں مجھ سے آکر بتادیتے اور جب وہ حاضر نہ ہوتے تو میں انھیں آکر بتادیا کرتا تھا، اس زمانہ میں ہمیں غسان کے بادشاہ (جبلہ ابن ایہم) کی طرف سے خوف تھا، اطلاع ملی تھی کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر رہا ہے ہمارے دلوں میں اس کا خوف بھر گیا تھا (یعنی ہر وقت دلوں میں یہ خطرہ منڈلاتا رہتا تھا) اچانک میرے انصاری دوست نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا، کھولو کھولو، میں نے کہا کیا غسانی آگیا ہے؟ تو انھوں نے کہا بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم معاملہ پیش آگیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے علیحدگی اختیار کرلی ہے، میں نے کہا حفصہؓ اور عائشہؓ کی ناک غبار آلود ہو، چنانچہ میں نے اپنا کپڑا پہنا اور باہر نکل پڑا یہاں تک

میں (آنحضرت ؐ کے پاس) پہونچا تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالاخانے میں تشریف فرما ہیں جس پر سیڑھی سے چڑھا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حبشی غلام (رباح) سیڑھی کے سرے پر موجود تھا میں نے اس غلام سے کہا کہ آنحضرت ؐ سے عرض کرو عمر بن خطاب آیا ہے اور اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے، آپؐ نے اجازت مرحمت فرمائی، حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ پھر میں نے آنحضرتؐ سے یہ سارا واقعہ (حفصہؓ کو ڈانٹنے کا اور ام سلمہؓ کو نصیحت کرنے کا) بیان کیا، جب میں حضرت ام سلمہؓ کی گفتگو پر پہونچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا، اس وقت آنحضور ؐ ایک چٹائی پر تشریف رکھتے تھے، آپؐ کے جسم مبارک اور اس چٹائی کے درمیان کوئی اور چیز نہیں تھی (یعنی چٹائی پر کوئی فرش نہیں تھا) آپؐ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، آپؐ کے پاؤں کی طرف سَلَم (یعنی کیکر) کے پتوں کا ڈھیر لگا تھا اور سر کی طرف کچے چمڑے لٹک رہے تھے، پھر میں نے چٹائی کے نشانات آپؐ کے پہلو پر دیکھا تو میں رو پڑا آپ نے فرمایا، کس بات پر رونے لگے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قیصر و کسریٰ کو دنیا کا ہر طرح کا آرام و راحت حاصل ہے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (پھر آپ ایسی تنگ زندگی گذارتے ہیں؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ ان کے حصہ میں دنیا ہے اور ہمارے حصہ میں آخرت۔

تشریح مطابقته للترجمة فی قوله "من اللتان تظاهرتا علی النبی صلعم من ازواجه" والحدیث اخرجه البخاری فی النکاح مفصلاً ص۸۰، تا ص۸۲، ومختصراً ص۷۸۵ وفی اللباس ص۸۶۸ تا ص۸۶۹ وخبر الواحد ص۱۰۷۶ ایضا مختصراً ص۱۰۷۷ وههنا فی التفسیر ص۷۳۰ واخرجه مسلم فی الطلاق

عبید بن حُنین ۔ کلاهما بالتصغیر مولیٰ زید بن الخطاب ۔ عدل الی الاراک ای عدل عن الطریق، منتهیا الی شجرة الاراک وهی الشجرة التی تتخذ منها المساویک یعنی پیلو کا درخت، قَرظا بفتح القاف والراء وهو ورق شجر یدبغ به یعنی جنگلی درخت کا پتا جس سے چمڑے کو دباغت دیا جاتا ہے غالباً اس کو کیکر کہتے ہیں اَهَب بفتح الهمزة والهاء وبضمهما جمع اهاب وهی الجلدی الذی لم یدبغ، یعنی کچا چمڑا۔

فیما هما فیه ای فی الذی هما فیه من النعم وانواع زینة الدنیا۔

❁ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بابُ قوله واذا اَسَرَّ النبیُّ الی بعض ازواجه، حدیثا فلما نبأت به واظهره الله علیه عرّف بعضه واعرض عن بعض فلما نبأها به قالت من انبأک هذا قال نبأنی العلیم الخبیر فیه عائشة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم ❁

اللہ تعالیٰ کا ارشاد، (پ۲۸ ع۱۹) اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جبکہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی کسی بیوی سے چپکے سے ایک بات فرمائی (وہ بات یہی تھی کہ میں پھر شہد نہیں پیوں گا مگر کسی سے کہنا نہیں) پھر جب اس بیوی نے وہ بات (دوسری بیوی کو) بتلادی اور پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے (بذریعہ وحی) اس کی خبر کردی تو پیغمبر نے (اس ظاہر کردینے والی بیوی کو) تھوڑی سی بات تو جتلادی (کہ تونے ہماری یہ بات دوسری

سے کہدی) اور تھوڑی بات کو ٹال گئے (یعنی آپ کا کرم اس غایت تک ہے کہ اپنے حکم کے خلاف کرنے پر جو بیوی کی شکایت کرنے بیٹھے تو شکایت کے وقت بھی اس کہی ہوئی بات کے پورے اجزاء کا اعادہ نہیں فرمایا کہ تونے میری یہ بات کہدی اور یہ بھی کہدی بلکہ کچھ اجزاء کا ذکر کیا اور کچھ اجزاء کا نہیں تاکہ جو بیوی مخاطب ہے اس کو گمان ہو کہ ان کو اتنی ہی بات کہنے کی خبر ہوئی ہے زائد کی نہیں ہوئی تو شرمندگی کم ہو وہذا اسہل الاقوال فی تفسیر بذین البعضین) سو جب پیغمبر نے اس بیوی کو وہ بات جتلائی تو وہ کہنے لگی کہ آپ کو اس کی کس نے خبر کردی ؟ آپ نے فرمایا کہ مجھکو بڑے جاننے والے بڑے خبر رکھنے والے (یعنی خدا) نے خبر کردی۔

اس باب میں حضرت عائشہؓ کی بھی ایک حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ہے حضرت عائشہؓ کی حدیث اوپر گذر چکی یعنی پ ۱۳۵ ۔

تشریح واسر النبی الآیۃ یعنی جبکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی کسی بیوی سے ایک راز کی بات کہی وہ راز کی بات صحیح اور اکثر روایات کی رو سے یہی تھی کہ آپ نے حضرت زینبؓ کے پاس جو شہد نوش فرمایا اور دوسری ازواج کو بھاری معلوم ہوا، آپ نے ان کو راضی کرنے کے لئے شہد پینے سے قسم کھالی مگر یہ فرمایا کہ اس کی کسی کو خبر نہ ہو تاکہ زینب کو رنج نہ پہونچے مگر اس بیوی نے یہ راز دوسری پر ظاہر کردیا جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے ـــــ اس راز کی بات کے متعلق دوسری روایات میں اور بھی چند چیزیں منقول ہیں مگر اکثر اور صحیح روایات میں یہی لکھا ہے جو لکھا گیا (معارف)

(۴۴) حدثنا ابو عبد اللّٰه محمد بن اسمٰعیل بن ابراهیم بن المغیرة الجعفی رضی اللّٰه عنه قال حدثنا علیّ قال حدثنا سفیٰن قال حدثنا یحیی بن سعید قال سمعت عبید بن حنین قال سمعت ابن عباس یقول اردتُ ان اسأل عمر فقلتُ یا امیر المؤمنین مَن المرأتان اللتان تظاهرتا علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فما اتممتُ کلامی حتی قال عائشة وحفصة۔

ترجمہ :- حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضؓ سے ایک بات پوچھنے کا ارادہ کیا چنانچہ میں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین وہ کون دو عورتیں تھیں؟ جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منصوبہ بنایا تھا ؟ ابھی میں نے پوری بات بھی نہیں کی تھی کہ انھوں نے کہا کہ وہ حفصہ اور عائشہ رضؓ تھیں۔

تشریح مطابقة للترجمة ظاهرة
وہذا طرف من الحدیث الذی مضیٰ عن قریب یعنی یہ حدیث ۴۳۶ کا ایک ٹکڑا ہے۔

بخاری ۷۳۰ باب قوله "ان تتوبا الی اللّٰه فقد صغت قلوبکما صغوتُ واصغیتُ ملتُ لتصغیٰ لتمیل۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اِنۡ تَتُوۡبَا الاٰیۃ پ۲۸ ع۱۹) اے دونوں بیویو اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو (بہتر ہے کیونکہ مقتضی توبہ کا موجود ہے وہ یہ کہ) تمہارے دل (اس طرف) مائل ہو رہے ہیں (کہ دوسری بیویوں سے ہٹا کر آپ کو اپنا ہی بنالیں اور گو یہ امر باعتبار اس کے کہ اصل مقتضی اس کا حب رسول ہے قبیح نہیں ہے لیکن چونکہ اس میں دوسروں کے حقوق کا اتلاف اور دل شکنی لازم آتی ہے اور مستلزم قبیح قبیح ہوتا ہے اس اعتبار سے قبیح اور موجب للتوبہ ہے۔

صَغَوتَ اور اَصغیت بمعنی مِلتُ ہے یعنی مائل ہو گیا۔ لِتَصغیٰ (جو سورۂ انعام میں ہے) بمعنی لتمیل ہے یعنی مائل ہوجائیں۔

✤ وَاِنۡ تَظَاهَرَا عَلَيۡهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوۡلٰهُ وَجِبۡرِيۡلُ وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ بَعۡدَ ذٰلِكَ ظَهِيۡرٌ. ظهير عون تظاهرون تعاونون وقال مجاهد قوا انفسكم واهليكم بتقوى الله وادّبوهم ✤

(آیت گذشتہ ہی کا ایک ٹکڑا ہے) اور اگر (اسی طرح) پیغمبر کے مقابلے میں تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں تو (یاد رکھو کہ) پیغمبر کا رفیق اللہ ہے اور جبرئیل ہیں اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے (آپ کے) مددگار ہیں۔

ظهير بمعنی عون یعنی مددگار رہے، تظاهرون بمعنی تعاونون یعنی تم آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو۔ وقال مجاهد الخ اور مجاہدؒ نے کہا کہ قوا انفسکم واھلیکم کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اللہ کا خوف اختیار کرنے کی وصیت کرو اور انھیں ادب سکھاؤ۔

(۴۳۸) ✤ حدثنا الحميدي قال حدثنا سفيان قال حدثنا يحيى بن سعيد قال سمعت عُبيد بن حُنين قال سمعت ابن عباس يقول كنت اريد ان اسأل عمر عن المرأتين اللتين تظاهرتا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فمكثت سنةً لم اجد له موضعًا حتى خرجت معه حاجًّا فلما كنا بظهران ذهب عمر لحاجته فقال اَدركني بالوضوء فادركته بالاداوة فجعلت اسكب عليه ورأيت موضعًا فقلت يا امير المؤمنين مَن المرأتان اللتان تظاهرتا قال ابن عباس فما اتممت كلامي حتى قال عائشة وحفصة ✤

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے ان دو عورتوں کے متعلق سوال کرنا چاہا جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پلان بنایا تھا، ایک سال میں اسی فکر میں رہا اور مجھے کوئی موقعہ نہیں ملتا تھا آخر ان کے ساتھ حج کیلئے نکلا (واپسی میں) جب ہم مقام ظہران میں تھے تو حضرت عمرؓ رفع حاجت کے لئے گئے پھر فرمایا کہ میرے لئے وضو کا پانی لاؤ میں ایک برتن میں پانی لایا اور ان کو وضو کرانے لگا اس وقت مجھ کو موقع ملا میں نے عرض کیا، امیر المؤمنین وہ دو عورتیں کون تھیں جنھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پلان بنایا تھا ابھی میں نے اپنی بات بھی پوری نہ کی تھی کہ آپؓ نے فرمایا

کر وہ عائشہ رض اور حفصہ رض تھیں۔

باب قوله عسى ربه إن طلقكن أن يبدله أزواجا خيرا منكن مسلمات مؤمنات قانتات تائبات عابدات سائحات ثيبات وأبكارا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ (پ ۲۸ ع ۱۹) اگر پیغمبر عورتوں کو طلاق دیدیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے ان کو تم سے اچھی بیویاں دیدیگا جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، فرماں برداری کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں ہوں گی کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں۔

ازواج مطہرات ازواج مطہرات امہات المومنین ہیں اس لئے اس سے یہ شبہ نہ ہو کہ ان سے بہتر عورتیں اس وقت موجود تھیں، ہوسکتا ہے کہ اس وقت نہ ہوں اور جب ضرورت پڑے اللہ تعالیٰ دوسری عورتوں کو ان سے بہتر بنادیں۔

(۴۳۹) **حدثنا** عمرو بن عون قال حدثنا هشيم عن حميد عن انس قال قال عمر اجتمع نساء النبي صلى الله عليه وسلم في الغيرة عليه فقلت لهن عسى ربه ان طلقكن ان يبدله ازواجا خيرا منكن فنزلت هذه الآية

ترجمہ۔ حضرت انس رض سے روایت ہے کہ حضرت عمر رض نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج آنحضرت م کو غیرت دلانے کے لئے جمع ہوگئیں، تو میں نے ان سے کہا اگر نبی م تمھیں طلاق دیدیں تو ان کا پروردگار انھیں تم سے بہتر بیویاں دیدیگا، چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔ عسى ربه الخ الآية۔

تشریح مطابقة للترجمة ظاهرة ۔ اس حدیث میں آیت کریمہ کا سبب نزول کی تصریح ہے۔
والحديث مر في كتاب الصلوٰة م۵۸

بخاری شریف م۷۳۱

تبارك الذي بيده الملك

امی سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک۔ اس سورت کا مشہور نام سورۃ الملک ہے، یہ سورہ مکی ہے اس میں تیس آیات اور دو رکوع ہیں۔

التفاوت الاختلاف والتفاوت والتفوت واحد

اشارہ ہے آیت کریمہ، ما ترى في خلق الرحمن من تفوت الآية (پ ۲۹ ع ۱) تو خدا کی تخلیق میں کوئی تفاوت (بے ضابطگی) نہ دیکھے گا۔

فرماتے ہیں کہ تفاوت بمعنی اختلاف ہے یعنی بے ضابطگی، بے ربطی، اور تفاوت از تفاعل اور تفوت از تفعل دونوں کے معنی ایک ہیں۔

تميز تقطع

اشارہ ہے آیت کریمہ: تکاد تمیز من الغیظ الآیۃ، پ۲۹ ع۱) ایسا لگتا ہے کہ غصہ کے مارے پھٹ پڑے گی۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں تمیّز بمعنی تقطّع ہے یعنی پھٹ پڑے، ایک دوسرے سے جدا ہو جائے۔

مناکبھا جوانبھا

اشارہ ہے آیت کریمہ ھوالذی جعل لکم الارض ذلولاً فامشوا فی مناکبھا وکلوا من رزقہ والیہ النشور، پ۲۹ ع۲) وہ (خدا) ایسا ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کر دیا کہ تم اس میں ہر طرح کے تصرفات کر سکتے ہو) سو تم اس کے رستوں میں چلو (پھرو) اور خدا کی روزی میں سے (جو زمین میں پیدا کی ہے) کھاؤ (پیو) اور (کھا پی کر اس کو یاد رکھنا کہ) اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔
فرماتے ہیں کہ آیت میں مناکب بمعنی جوانب ہے یعنی زمین کے جوانب، اطراف۔

تدّعون وتدعون مثل تذکّرون وتذکرون

اشارہ ہے آیت کریمہ: وقیل ھذا الذی کنتم بہ تدّعون، پ۲۹ ع۲) اور کہا جاویگا کہ یہی ہے وہ جس سے تم مانگا کرتے تھے۔
فرماتے ہیں کہ تدّعون اور تدعون دونوں کے معنی ایک ہیں جیسے تذکّرون اور تذکرون۔

ویقبضن یضربن باجنحتھن

اشارہ ہے آیت کریمہ "اولم یروا الی الطیر فوقھم صٰفّٰت ویقبضن، پ۲۹ ع۲) کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی کہ پر پھیلائے ہوئے (اڑتے پھرتے) ہیں اور (کبھی اسی حالت میں) پر سمیٹ لیتے ہیں الخ
فرماتے ہیں کہ آیت میں یقبضن کے معنی ہیں اپنے پروں کو سمیٹ لیتے ہیں۔

وقال مجاھد صافات بسط اجنحتھن

اور مجاہد نے فرمایا کہ آیت مذکورہ میں صافات کے معنی ہیں ان کے بازوؤں (پروں) کا پھیلانا۔

نفور الکفور

اشارہ ہے آیت کریمہ "بل لجّوا فی عتو ونفور، پ۲۹ ع۲) بلکہ یہ لوگ سرکشی اور نفرت (عن الحق) پر جم رہے ہیں۔
فرماتے ہیں کہ نفور سے مراد کفر ہے یعنی حق سے بھاگنا، نفرت کرنا۔

سورۃ ن والقلم

بخاری شریف ص۷۳۱

یہ سورت مکی ہے اور اس میں باون ۵۲ آیات اور دو ۲ رکوع ہیں

وقال قتادۃ حرد جد فی انفسھم

اشارہ ہے آیت کریمہ "وغدوا علی حرد قادرین، پ۲۹ ع۳) اور (بزعم خود) اپنے کو اس کے نہ دینے پر

قادر سمجھ کر چلے (کہ سب پھل گھر لے آویں گے اور کسی مسکین وغیرہ کو نہ دینگے) اور قتادہ نے کہا کہ حَرْدٍ کے معنی ہیں دل سے کوشش کرنا۔

حافظ عسقلانی رہ فرماتے ہیں قال عبد الرزاق عن معمر عن قتادة كانت الجنة لشيخ وكان يمسك قوت سنة ويتصدق بالفضل وكان بنوه ينهونه عن الصدقة، فلما مات ابوهم غدوا عليها فقالوا لا يدخلنها اليوم عليكم مسكين، وغدوا على حرد قادرين، وقد قيل في حرد انها اسم الجنة وقيل اسم قريتهم وحكى ابو عبيدة فيه اقوالا اخرى القصد والمنع والغضب والحقد (فتح الباری)

وقال ابن عباس إنا لضالون اضللنا مكان جنتنا

اشارہ ہے آیت کریمہ "فلما رأوها قالوا انا لضالون" پ ۲۹ ع ۴) پھر جب (وہاں پہونچے اور) اس باغ کو (اس حالت میں) دیکھا تو کہنے لگے کہ بیشک ہم راستہ بھول گئے الخ

اور حضرت ابن عباس رہ نے فرمایا کہ انا لضالون کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے باغ کی جگہ بھول گئے بھٹک گئے۔

وقال غيره كالصريم كالصبح انصرم من الليل والليل انصرم من النهار وهو ايضا كل رملة انصرمت من معظم الرمل والصريم ايضا المصروم مثل قتيل ومقتول۔

اشارہ ہے آیت کریمہ: فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ پ ۲۹ ع ۴) پھر صبح کو وہ باغ ایسا رہ گیا جیسے کٹا ہوا کھیت اور غیر ابن عباس نے کہا کالصریم یعنی جیسے صبح جو رات سے کٹ جاتی ہے یا اس رات کی طرح جو دن سے کٹ کر الگ ہو جاتی ہے (مطلب یہ ہے کہ صریم کے اصل معنی ہیں کٹا ہوا تو چونکہ صبح رات سے کٹی ہوئی ہوتی ہے اور رات صبح سے اس لئے صریم کا استعمال صبح کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی رات کے معنی میں بھی۔

وھو ایضا الخ اور صریم اس ریت کو بھی کہتے ہیں جو ریت کے بڑے بڑے ٹیلوں سے کٹ کر الگ ہو جائے (صریم کی تفسیر میں) یہ سارے اقوال بیان کئے گئے ہیں کہ وہ باغ سوکھ کر ایسا سفید ہو گیا جیسا کہ دن ہوتا ہے، یا جل کر اتنا سیاہ ہو گیا جیسی کہ رات ہوتی ہے یا اس طرح ٹوٹ کر ذرہ ذرہ ہو گیا جیسے ذرہ ہائے ریت، تودہ ریت اڑ کر منتشر ہو جاتے ہیں۔

والصریم ایضا الخ اور صریم بمعنی مصروم بھی ہے جیسے قتیل بمعنی مقتول ہے

باب قوله عُتُلٍّ بعد ذلك زنيم پ ۲۹ ع ۴) سخت مزاج ہو (اور) اس (سب) کے علاوہ بدنام (بھی) ہو (ایسے لوگوں کا کہنا مت مانئے۔

(۴۴۰) **حدثنا** محمود قال حدثنا عبيد الله عن اسرائيل عن ابي حصين عن مجاهد عن ابن عباس "عُتُلٍّ بعد ذلك زنيم" قال رجل من قريش له زنمة مثل

زنمة الشاة ﴾

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ "عتل بعد ذلک زنیم" کی تفسیر میں آپ نے فرمایا کہ یہ آیت قریش کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی اس کی گردن میں ایک نشانی تھی جیسے بکری میں نشانی ہوتی ہے۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة۔
بعض نسخے میں امام بخاریؒ کے شیخ محمود کی جگہ محمد ہے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں فان صح فهو الذهلی۔ ابی حصین بفتح الحاء وکسر الصاد المهملتین واسمه عثمان بن عاصم۔ قال رجل من قریش ای قال ابن عباس، الزنیم هو رجل من قریش له زنمة مثل زنمة الشاة، زنیم بدنام، جو کسی بری علامت سے مشہور ہو۔ مثلاً ولد الزنا وغیرہ، ۲ وہ شخص جو کسی قوم میں ملحق ہو اور ان میں سے نہ ہو۔ ۳ ہر چیز میں جو زیادتی ہو یعنی فالتو جیسے پانچ انگلی کے بجائے چھ انگلیاں ہوں، بہر حال زنیم کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔

حضرت ابن عباس رضؓ سے منقول ہے کہ یہاں زنیم سے مراد ولید بن مغیرہ ہے جو قریش میں نسب کے اعتبار سے متہم تھا وغیر ذلک۔

(۴۴) **حدثنا** ابو نعیم قال حدثنا سفیان عن معبد بن خالد قال سمعت حارثة بن وهب الخزاعی قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول الا اخبرکم باهل الجنة کل ضعیف متضعف لو اقسم علی الله لابره الا اخبرکم باهل النار کل عتل جواظ مستکبر ﴾

ترجمہ:۔ حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضؓ نے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپؐ فرما رہے تھے "کیا میں تمھیں اہل جنت کے متعلق نہ بتادوں؟ وہ دیکھنے میں کمزور وناتواں ہوتا ہے (لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا مرتبہ یہ ہے کہ) اگر کسی بات پر اللہ کی قسم کھالی تو اللہ اسے ضرور پوری کردیتا ہے اور کیا میں تمھیں اہل دوزخ کے متعلق نہ بتادوں؟ ہر بدخو بھاری جسم والا اور تکبر کرنے والا۔

تشریح مطابقته للترجمة فی قوله "کل عتل"
والحدیث اخرجه البخاری فی الادب ص۸۹۷ و فی الایمان والنذر ص۹۸۵ ومسلم ص۳۸۱ ۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل جنت زیادہ تر مستجاب الدعوات ہوتے ہیں اگرچہ بظاہر ناتواں اور غیر مشہور ہوتے ہیں مگر ان کے دل محبت الٰہی سے بھرپور ہوتے ہیں۔
عُتُلّ، صیغہ صفت بمعنی سخت مزاج، بہت کھانے والا، وہ شخص جو نصیحت کو کچھ نہ سمجھے۔

جواظ بفتح الجیم وتشدید الواو ثم ظاء معجمة الکثیر اللحم المختال فی مشیتہ، وقیل الفاجر وقیل الاکول والمراد کما قال الکرمانی وغیرہ ان اغلب اہل الجنۃ ہؤلاء کما ان اغلب اہل النار القسم الآخر ولیس المراد الاستیعاب فی الطرفین (قسطلانی)

باب قولہ "یوم یکشف عن ساق"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ پوری آیت اس طرح ہے۔ یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود فلا یستطیعون (پ ۲۹ ع ۴) (وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے) جس دن کہ ساق کی تجلی فرمائی جاوے گی اور سجدہ کی طرف لوگوں کو بلایا جاویگا سو یہ (کافر) لوگ سجدہ نہ کرسکیں گے۔

ساق کا قصہ حدیث شیخین میں مرفوعاً اس طرح آیا ہے کہ حق تعالیٰ قیامت کے میدان میں اپنی ساق ظاہر فرماویگا، ساق کہتے ہیں پنڈلی کو اور یہ کوئی خاص صفت ہے جس کو کسی مناسبت سے ساق فرمایا جیسا کہ قرآن مجید میں ہاتھ آیا ہے اور ایسے مفہومات متشابہات کہلاتے ہیں، اور اسی حدیث میں ہے کہ اس تجلی کو دیکھ کر تمام مومنین ومومنات سجدے میں گر پڑیں گے مگر جو شخص ریا سے سجدہ کرتا تھا اس کی کمر تختہ کی طرح رہ جاوے گی سجدہ نہ کرسکے گا۔ اور سجدے کی طرف بلائے جانے سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ وہ دار التکلیف نہیں ہے کیونکہ بلائے جانے سے مراد امر بالسجود نہیں ہے بلکہ اس تجلی میں یہ اثر ہوگا کہ سب بالاضطراب سجدہ کرنا چاہیں گے جن میں مومن اس بات پر قادر ہوجائیں گے اور اہل ریا ونفاق قادر نہ ہوں گے اور کفار کا قادر نہ ہونا اس سے بدرجہ اولیٰ مفہوم ہوتا ہے (معارف)

(۴۴) حدثنا آدم قال حدثنا اللیث عن خالد بن یزید عن سعید بن ابی ہلال عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول یکشف ربنا عن ساقہ، فیسجد لہ کل مؤمن ومؤمنۃ ویبقی من کان یسجد فی الدنیا ریاءً وسمعۃً فیذہب لیسجد فیعود ظہرہ طبقا واحدا

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ ہمارا رب (قیامت کے روز) اپنی ساق کی تجلی فرمائے گا، اس روز ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت اس کے لئے سجدہ میں گر پڑیں گے البتہ وہ باقی رہ جائیں گے جو دنیا میں دکھاوے اور ناموری کیلئے سجدہ کرتے تھے جب وہ سجدہ کرنا چاہیں گے تو ان کی پیٹھ تختہ ہوجائے گی (اور وہ سجدہ پر قادر نہ ہوسکیں گے)

تشریح مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "یکشف ربنا عن ساقہ" وہذا الحدیث مختصر من حدیث الشفاعۃ۔

یکشف ربنا عن ساقہ:۔ من المتشابہات ولاہل العلم فی ہذا الباب قولان احدہما مذہب معظم السلف او کلہم تفویض الامر فیہ الی اللہ تعالیٰ والایمان بہ واعتقاد معنی یلیق بجلال اللہ عز وجل والآخر ہو مذہب بعض

بعض المتکلمین انہا تاول علی ما یلیق بہ الخ (عمدہ)

بخاری ص۷۳۱ ❁ الحاقۃ ❁ ای سورۃ الحاقۃ

سورۂ حاقہ مکی ہے اس کی باون آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

❁ عیشۃ راضیۃ یرید فیھا الرضا ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ " فھو فی عیشۃ راضیۃ، پ۲۹ ع ۵) غرض وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا فرماتے ہیں کہ اس آیت میں رضا مراد ہے۔ چونکہ راضیۃ عیش کی صفت نہیں بن سکتی اسلئے تاویل کرنی پڑے گی، دراصل راضیۃ صاحب عیش کی صفت ہے، یعنی وہ اس زندگی میں راضی ہوگا اس کیلئے عیش کو لانا استعارہ بالکنایہ ہے۔

❁ القاضیۃ الموتۃ الاولی التی متھا لو احی بعدھا ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ:- یلیتھا کانت القاضیۃ ما اغنی عنی مالیہ، پ۲۹ ع ۵) کیا اچھا ہوتا کہ (پہلی) موت ہی خاتمہ کر چکتی (افسوس) میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں " القاضیہ " سے مراد پہلی موت ہے یعنی وہ موت جس سے میں مرا اس کے بعد زندہ نہ ہوتا، قاضیہ کے اصل معنی ہیں ختم کر دینے والی، ایسی موت جس کے بعد زندگی نہ ہو، کام تمام ہو جائے۔

❁ من احد عنہ حاجزین " احد یکون للجمع وللواحد ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ " فما منکم من احد عنہ حاجزین، پ۲۹ ع ۶) پھر تم میں کوئی ان کا اس سزا سے بچانے والا بھی نہ ہوتا۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں احد کا لفظ ہے جو جمع اور واحد دونوں کے لئے آتا ہے۔

❁ وقال ابن عباس الوتین نیاط القلب ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ:- ثم لقطعنا منہ الوتین، پ۲۹ ع ۶) پھر ہم ان کی رگ دل کاٹ ڈالتے اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ وتین کے معنی ہیں دل کی رگ جس کے کٹنے سے آدمی مر جاتا ہے۔

❁ وقال ابن عباس طغی " کثر ویقال بالطاغیۃ بطغیانھم و یقال طغت علی الخزان کما طغی الماء علی قوم نوح ع ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ: انا لما طغا الماء حملنکم فی الجاریۃ، پ۲۹ ع ۵) ہم نے جب کہ (نوح ع کے وقت میں) پانی کو طغیانی ہوئی تمکو (یعنی تمہارے بزرگوں کو جو مومن تھے اور ان کی نجات تمہارے وجود کا سبب ہوئی) کشتی میں سوار کیا (اور باغیوں کو غرق کر دیا۔

اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ آیت کے اندر طغا الماء میں طغیٰ کے معنی ہیں کثیر یعنی پانی بہت

ہوا (یہاں تک کہ پہاڑوں پر چڑھ گیا)

ویقال بالطاغیۃ۔ اشارہ ہے آیت کریمہ۔ فاما ثمود فاھلکوا بالطاغیۃ۔ پ۲۹ ع ۵) سو ثمود تو زور کی آواز سے ہلاک کئے گئے۔

حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ اپنی سرکشی (نافرمانی) کی وجہ سے ہلاک کئے گئے۔

ویقال طغت علی الخزان الخ اور کہا جاتا ہے (یعنی طاغیہ سے مراد آندھی ہے) اس آندھی نے اتنا زور کیا کہ فرشتوں کے اختیار سے باہر ہوگئی جیسے پانی نے حضرت نوح ع کی قوم پر زور کیا تھا خلاصہ یہ ہے کہ طاغیہ کے مختلف معنی ہیں نافرمانی، سرکشی، حد سے تجاوز کرنے والی آواز، ایسا حادثہ جو حد سے بڑھ گیا ہو وغیرہ۔

بخاری ص۷۳۱

❖ سَأَلَ سَائِلٌ ❖ ای سورۃ سأل سائل

اس سورت کا مشہور نام سورۃ المعارج اور یہ سورہ مکی ہے اس میں چوالیس آیات اور دو رکوع ہیں۔

❖ الفصیلۃ اصغر آبائہ، القربی الیہ ینتمی من انتمی ❖

اشارہ ہے آیت کریمہ، وَفَصِیْلَتِہِ الَّتِیْ تُؤْوِیْہِ پ۲۹ ع ،) اور اپنے کنبہ کو جس میں وہ رہتا تھا (یعنی عذاب سے چھوٹنے کے لئے فدیہ میں دینے کی تمنا کرے گا الخ

فرماتے ہیں کہ فصیلہ کے معنی ہیں اس کے قریبی باپ داداؤں میں سے قریب ہو یعنی دادا جس کی طرف وہ منسوب ہوتا ہے۔

❖ للشوی الیدان والرجلان والاطراف وجلدۃ الراس یقال لھا شواۃ وما کان غیر مقتل فھو شوی ❖

اشارہ ہے آیت کریمہ کلا انھا لظی نزاعۃ للشوی، پ۲۹ ع ،) یہ ہرگز نہ ہوگا (یعنی نجات عن العذاب مطلقاً نہ ہوگی بلکہ) وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال (تک) اتار دے گی الخ

فرماتے ہیں کہ شوی کے معنی دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اور اطراف (بدن) کے ہیں اور سر کی کھال ان سب کو شواۃ کہا جاتا ہے اور ہر وہ عضو جہاں سے قتل نہ ہوتا ہو (یعنی جس حصہ کے کاٹنے سے انسان مرتا نہیں وہ شوی ہے۔

❖ والعزون الحلق والجماعات وواحدھا عِزَۃٌ ❖

اشارہ ہے آیت کریمہ۔ فمال الذین کفروا قبلک مھطعین عن الیمین وعن الشمال عزین، پ۲۹ ع ۸) پھر کافروں کو کیا ہوا کہ (ان مضامین کی تکذیب کے لئے) آپ کی طرف داہنے اور بائیں سے جماعتیں بن بن کر دوڑتے آرہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ عزون (اور عزین) کے معنی ہیں حلقے اور جماعتیں اس کا واحد عزۃ ہے بکسر العین۔

بخاری شریف ص۷۳۱ ﴿ اِنَّا اَرْسَلْنَا ﴾ ای سورة انا ارسلنا۔

مشہور و معروف نام سورۂ نوح ہے، یہ سورہ مکی ہے اس میں اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں۔

﴿ اطوارا طوراً کذا وطوراً یقال عدا طورہ ای قدرہ ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ، وقد خلقکم اطواراً، (پ۲۹ ع۹) حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا۔

فرماتے ہیں کہ اطوار (جمع ہے طور کی) یعنی تمکو پیدا کیا ایسے طور پر (اور کبھی) ایسے طور، مطلب یہ ہے کہ تمکو طرح طرح سے بنایا مثلاً کبھی نطفہ، پھر علقہ، پھر مضغہ۔

یقال عدا طورہ: یعنی عرب کہتے ہیں عدا طورہ ای قدرہ اپنے انداز (حد) سے بڑھ گیا۔

﴿ والکُبّار اشد من الکِبار وکذالک جُمّال وجمیل لانہا اشد مبالغۃً وکُبّار الکبیر وکُبار ایضاً بالتخفیف والعرب تقول رجلٌ حُسّانٌ وجُمّال وحُسانٌ مخفف وجُمال مخفف ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ، ومکروا مکراً کبّاراً، (پ۲۹ ع۱۰) اور جنہوں نے بڑی بڑی تدبیریں کیں۔

فرماتے ہیں کہ کُبّار (بالتشدید) اشد یعنی ابلغ ہے کُبار (بالتخفیف) سے (مطلب یہ ہے کہ کبّار بتشدید الباء الموحدہ مبالغہ کا صیغہ ہے، کبار بتخفیف الموحدہ سے معنی میں زیادتی ہے یعنی بہت ہی بڑا)۔ اور اسی طرح سے جمّال اور جمیل ہے، (یعنی جمّال میں جمیل سے مبالغہ ہے، غرض کبّار بمعنی کبیر ہے اور کبار بالتخفیف بھی درست ہے، عرب لوگ کہتے ہیں حسّان اور جمّال بالتشدید اور حُسان وجُمال بلاتشدید ہے۔

﴿ دیّاراً من دَوْرٍ ولکنہ فیعال من الدّوران کما قرأ عمرُ الحیّ القیّام وھی من قمت وقال غیرہ دیّاراً احداً ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ؛ وقال نوحٌ ربّ لاتذر علی الارض من الکٰفرین دیّاراً، (پ۲۹ ع۱۰) اور نوح (علیہ السلام) نے (یہ بھی) کہا کہ اے میرے پروردگار کافروں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ (بلکہ سب کو ہلاک کردے)

فرماتے ہیں کہ دیّار مشتق ہے دَور سے لیکن یہ دیّار وزن پر ہے فیعال کے دَوران سے (مقصد یہ بتانا ہے کہ دیّار فیعال کے وزن پر ہے یعنی فعّال کے وزن پر نہیں ہے ورنہ دوّار ہوتا، دیّار اصل میں دَیوار تھا واؤ کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کردیا)

کما قرأ عمرؓ: جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے الحیّ القیوم کے بجائے الحیّ القیّام پڑھا اور یہ قیّام قمتُ سے ماخوذ ہے جو دراصل قیوام تھا واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کردیا۔

وقال غیرہ اور غیر نے کہا کہ دیارا بمعنی احداً ہے یعنی کسی کو مت چھوڑ۔

تبارا ھلاکا

اشارہ ہے آیت کریمہ ولا تزد الظلمین الا تبارا (پ ۲۹ ع ۱۰) اور ان ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دیجئے۔ فرماتے ہیں کہ تبار بمعنی ہلاکت ہے۔

وقال ابن عباس مدرارا یتبع بعضھا بعضا

اشارہ ہے آیت کریمہ یرسل السماء علیکم مدرارا (پ ۲۹ ع ۹) کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ مدرارا کے معنی ہیں بعض بعض کے پیچھے یعنی لگاتار بارش۔

وقارا عظمۃ

اشارہ ہے آیت کریمہ مالکم لا ترجون للہ وقارا (پ ۲۹ ع ۹) تمکو کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہو فرماتے ہیں کہ وقاراً بمعنی عظمۃ ہے یعنی بڑائی۔

بخاری ۳۲ ## باب ودّا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا

ای ہذا باب فی قولہ تعالیٰ وقالوا لا تذرن الھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا الآیۃ (پ ۲۹ ع ۱۰) اور جنہوں نے (اپنے تابعین سے یہ) کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ (بالخصوص) ودّ کو اور سواع اور یغوث کو اور یعوق اور نسر کو۔

قال العینی رح وعن محمد بن کعب کان لآدم علیہ الصلوٰۃ والسلام خمس بنین ود، وسواع ویغوث ویعوق ونسر، فمات رجل منھم فحزنوا علیہ فقال الشیطان انا اصور لکم مثلہ اذا نظرتم الیہ ذکرتموہ قالوا افعل فصورہ فی المسجد من صفر ورصاص ثم مات آخر وصورہ حتی ماتوا کلھم وتنغصت الاشیاء الی ان ترکوا عبادۃ اللہ بعد حین فقال الشیطان للناس مالکم لا تعبدون الیکم والٰہ آبائکم الا ترونہا فی مصلاکم فعبدوھا من دون اللہ حتی بعث اللہ عزوجل نوحا علیہ الصلوٰۃ والسلام اھ (عمدہ ۲۹۱/۱۹ تا ۲۹۳)

(۴۴۳) حدثنا ابراھیم بن موسیٰ قال اخبرنا ھشام عن ابن جریج وقال عطاء عن ابن عباس صارت الاوثان التی کانت فی قوم نوح فی العرب بعد اما ودّ فکانت لکلب بدومۃ الجندل واما سواع فکانت لھذیل واما یغوث فکانت لمراد ثم لبنی غطیف بالجوف عند سبا واما یعوق فکانت لھمدان واما نسر فکانت لحمیر لآل ذی الکلاع رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطان الیٰ قومھم ان انصبوا الی مجالسھم التی کانوا یجلسون انصابا وسموھا باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلک اولئک وتنسخ العلم عبدت۔

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم میں جو بت پوجے جاتے

تھے بعد میں عرب لوگوں میں آگئے، وَدّ دومۃ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا، اور سُوَاع بنی ہذیل کا بت تھا اور یغوث بنی مراد کا تھا پھر (مراد کی شاخ) بنی غطیف جو وادی جوف میں قوم سبا کے پاس رہتے تھے اور یعوق بنی ہمدان کا بت تھا اور نسر قبیلہ حمیر کا بت تھا جو ذوالکلاع (بادشاہ) کی اولاد میں سے تھے، یہ پانچوں حضرت نوح ؑ کی قوم کے نیک لوگوں کے نام تھے، پھر جب ان حضرات کی وفات ہوگئی تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں ڈالا کر اپنی مجلسوں میں جہاں وہ بیٹھتے تھے بت نصب کریں اور ان بتوں کے نام اپنے نیک لوگوں کے نام پر رکھ لیں (تاکہ ان کی یادگار رہیں) چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت ان بتوں کی عبادت (پوجا) نہیں ہوئی لیکن جب وہ لوگ بھی مرگئے (جنھوں نے بطور یادگار بت نصب کیا تھا) اور صورت حال کا علم لوگوں کو نہ رہا تو ان کی عبادت ہونے لگی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ،

وقال عطاء ہو الخراسانی اور یہ ضعیف ہے، امام بخاری رح کی شرط پر نہیں ہے، دوسرے ابن جریج نے اس (عطاء خراسانی) سے نہیں سنا بلکہ عطاء کے فرزند عثمان سے اس نے عطاء کی کتاب لی تھی اس میں دیکھا شاید امام بخاری رح نے اس کو عطاء بن ابی رباح سمجھا کما قال القسطلانی رح لکن البخاری ما اخرجہ الا انہ من روایۃ عطاء بن ابی رباح لان الخراسانی لیس علی شرطہ (قسطلانی فی تفسیر سورہ نوح ؑ) یہ ان سے غلطی ہوئی (تیسیر الباری) ؎

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں ❊ وہ طفل کیا گرے جو گھٹنوں کے بل چلے

خواہ کتنا ہی بڑا عالم اور محدث ہو کبھی نہ کبھی غلطی ہو ہی جاتی ہے، تیراک ہی پانی میں ڈوبتا ہے اور سوار ہی سواری سے گرتا ہے۔

بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ شاید ابن جریج نے یہ حدیث عطاء خراسانی اور حضرت عطاء بن ابی رباح رح دونوں سے سنا ہے۔ (وفیہ نظر)

بخاری ص۷۳۲ ❊ قُل اُوحِیَ اِلَیَّ ❊ ای سورۃ قل اوحی الی ص۷۳۲

اس سورت کا مشہور نام سورۃ الجن ہے، سورۃ جن مکی ہے اور اس میں اٹھائیس آیات اور دو رکوع ہیں

❊ وقال الحسن جَدُّ رَبِّنَا، غِنَاءُ رَبِّنَا وقال عکرمۃ جلال ربنا وقال ابراھیم امر ربنا ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ، وَاَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا، پ۲۹ ع ۱۱) اور ہمارے پروردگار کی بڑی شان ہے اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ اولاد۔

اور حسن (بصری رح) نے کہا کہ جد ربنا کے معنی ہیں ہمارے پروردگار کی مالداری بلند ہے اور عکرمہ نے کہا کہ ہمارے پروردگار کا مرتبہ بلند ہے اور ابراہیم نے کہا کہ ہمارے رب کا حکم بلند و بالا ہے۔

﴿ وقال ابن عباس لبدا اعوانا ﴾

اشارہ ہے آیت کریمہ، وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا، (پ ۲۹ ع ۱۱) اور جب خدا کا خاص بندہ (مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو یہ (کافر) لوگ اس بندہ پر بھیڑ لگانے کو ہو جاتے ہیں (یعنی تعجب و عداوت سے ہر شخص اس طرح دیکھتا ہے جیسے اب حملہ کرنے کے لئے بھیڑ لگا چاہتی ہے۔

(۲۲۲) ﴿ حدثنا موسی بن اسماعیل قال حدثنا ابو عوانة عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال انطلق رسول الله صلی الله علیه وسلم فی طائفة من اصحابه عامدین الی سوق عکاظ و قد حیل بین الشیاطین و بین خبر السماء و ارسلت علیهم الشهب فرجعت الشیاطین فقالوا ما لکم قالوا حیل بیننا و بین خبر السماء و ارسلت علینا الشهب قال ما حال بینکم و بین خبر السماء الا ما حدث فاضربوا مشارق الارض و مغاربها فانظروا ما هذا الامر الذی حدث فانطلقوا فضربوا مشارق الارض و مغاربها ینظرون ما هذا الامر الذی حال بینهم و بین خبر السماء قال فانطلق الذین توجهوا نحو تهامة الی رسول الله صلی الله علیه وسلم بنخلة وهو عامد الی سوق عکاظ و یصلی باصحابه صلوٰة الفجر فلما سمعوا القرآن تسمعوا له فقالوا هذا الذی حال بینکم و بین خبر السماء فهنالک رجعوا الی قومهم فقالوا یا قومنا انا سمعنا قرآنا عجبا یهدی الی الرشد فاٰمنا به و لن نشرک بربنا احدا و انزل الله تعالیٰ علی نبیه صلی الله علیه وسلم "قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن" و انما اوحی الیه قول الجن ﴾

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ بازار عکاظ کی طرف (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک میدان جہاں عربوں کا مشہور میلہ لگتا تھا) ارادہ کرکے چلے اور اس زمانہ میں شیاطین کو آسمان کی خبریں چرا لینے میں رکاوٹ قائم کر دی گئی تھی اور ان پر شہاب ثاقب (چمکدار شعلے) چھوڑے جاتے تھے، پس شیاطین اپنی قوم کی طرف لوٹ کر آئے تو قوم نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ (کہ اب کی مرتبہ کوئی خبر نہیں لائے؟) شیاطین نے بتایا کہ آسمان کی خبر اور ہمارے درمیان رکاوٹ کر دی گئی ہے اور (اب) ہمارے اوپر شعلے پھینکے جاتے ہیں، تو رئیس الشیاطین ابلیس کہنے لگا آسمان کی خبروں اور تمہارے درمیان رکاوٹ کی کوئی نئی وجہ پیدا ہوئی ہے (مثلاً نبی کی بعثت) لہذا تم زمین کے مشرق و مغرب کے سارے اطراف میں سفر کرو اور دیکھو (پتہ لگاؤ) کہ وہ کیا چیز ہے جو نئی پیدا ہوئی ہے (جس نے تمہارے اور آسمانی خبروں کے درمیان رکاوٹ

ڈالدی، چنانچہ شیاطین مشرق و مغرب میں پھیل گئے، بیان کیا کہ جو لوگ تہامہ کی طرف متوجہ ہوئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقام نخلہ میں آئے اور آپ (اس وقت) سوق عکاظ کا ارادہ فرما رہے تھے، (چنانچہ جب یہ جنات وہاں پہونچے ہیں تو) آپ اس وقت اپنے اصحاب کے ہمراہ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے جب ان جنوں نے قرآن کو سنا تو یہ اس کو سننے میں لگ گئے (یعنی پوری توجہ سے سنتے رہے) پھر کہنے لگے کہ یہی ہے وہ جس نے تمھارے اور آسمان کی خبر کے درمیان رکاوٹ ڈالدی ہے، پس وہیں سے اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے اور کہنے لگے اے ہماری قوم انا سمعنا قرآنا عجبًا الآیۃ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست بتلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور ہم (اب) اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائینگے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی قل اوحیَ الیَّ اَنَّہٗ استمع نفرٌ من الجن الآیۃ یعنی آپ (ان لوگوں سے) کہیئے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا اور جنوں کا قول (جو اوپر مذکور ہوا) آپ پر نقل کیا گیا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث قد مضی فی الصلوۃ ص۱۰۶ و ہنا فی التفسیر ص۷۳۲

انطلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قصہ سفر طائف کا ہے اور ۱۰ نبوی میں طائف سے واپسی میں، نصیبین کے جنوں کا واقعہ پیش آیا، کان ذالک فی ذی القعدہ سنۃ عشر من البعثۃ (عمدہ، فتح) اسی کے موافق علامہ قسطلانی فرماتے ہیں، قبل الہجرۃ بثلاث سنین (ارشاد الساری فی الصلوۃ) فی طائفۃ من اصحابہ الخ یعنی آپ اپنے چند اصحاب کے ہمراہ تھے۔

اشکال یہ ہوتا ہے کہ سفر طائف میں آپ کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ کے سوا کوئی نہیں تھا۔

جواب: ۱. ممکن ہے کہ واقعہ متعدد ہو، ۲. طائفہ سے مراد ما فوق الواحد ہے ۳. طائف جاتے وقت حضور اکرم کے ساتھ صرف زید بن حارثہ رض تھے لیکن واپسی میں کچھ لوگ ساتھ ہو گئے۔

الیٰ سوق عکاظ بضم العین المہملۃ وفتح الکاف وبعد الالف معجمۃ بالصرف وعدمہ مکہ کے قریب طائف کے راستے میں مشہور بازار ہے جہاں میلہ لگتا ہے۔

سوق عکاظ: بظاہر اضافۃ الشیٔ الیٰ نفسہ کا اشکال ہوتا ہے، جواب یہ ہے کہ مجموعہ علم ہے جیسے شہر رمضان اور کبھی حذف کے ساتھ بھی استعمال کرتے ہیں عکاظ رمضان۔

شہب: بفتحتین جمع شہاب وہو شعلۃ نار ساطعۃ کلکوکب ینقض (قس فی الصلوۃ)

نحو تہامہ بکسر التاء مکۃ۔ بنخلۃ بفتح النون وسکون الخاء المعجمۃ غیر منصرف للعلمیہ والتانیث موضع علی لیلۃ من مکۃ (قس)

جنات کی حقیقت جن مخلوقات الٰہیہ میں سے ایک ایسی مخلوق کا نام ہے جو اجسام بھی ہیں

ذی روح بھی ہیں اور انسان کی طرح عقل وشعور والے بھی مگر لوگوں کی نظروں سے مخفی ہیں اسی لئے ان کا نام جن رکھا گیا کہ جن کے لفظی معنی مخفی کے ہیں، ان کی تخلیق کا غالب مادہ آگ ہے جیسے انسان کی تخلیق کا غالب مادہ مٹی ہے، اس نوع میں بھی انسان کی طرح نر و مادہ یعنی مرد و عورت ہیں اور انسان ہی کی طرح ان میں توالد و تناسل کا سلسلہ بھی ہے،

اور ظاہر یہ ہے کہ قرآن میں جن کو شیاطین کہا گیا ہے وہ بھی جنات ہی میں سے شریر لوگوں کا نام ہے جنات اور فرشتوں کا وجود قرآن و سنت کے قطعی دلائل سے ثابت ہے جس کا انکار کفر ہے (معارف بحوالہ مظہری)

شہاب ثاقب بعثت نبوی سے پہلے بھی تھے مگر ان کے ذریعہ دفع شیاطین کا کام آپ کے زمانہ سے ہوا،

یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ شہاب ثاقب جس کو عرف میں ستارہ ٹوٹنا یا عربی میں انقضاض الکوکب کہتے ہیں یہ تو دنیا میں قدیم زمانہ سے ہوتا آیا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عہد نبوی کی تخصیص نہیں۔

جواب یہ ہے کہ شہاب ثاقب کا وجود تو پہلے سے تھا خواہ اس کی حقیقت وہ ہو جو فلاسفہ بیان کرتے ہیں کہ زمین سے کچھ آتشیں مادے فضا میں پہونچتے ہیں وہ کسی وقت بھڑک اٹھتے ہیں یا یہ ہو کر خود کسی سیارہ اور ستارہ سے یہ آتشیں مادہ نکلتا ہو بہر حال اس کا وجود اگرچہ ابتدائے عالم سے ہے مگر اس آتشیں مادہ سے شیاطین کو دفع کرنے کا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے شروع ہوا، اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جتنے شہاب ثاقب نظر آتے ہوں سب ہی سے کام لیا جاتا ہو۔

چیستاں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ یہاں ایک چیستاں (پہیلی) یہ ہے کہ وہ حدیث بتلاؤ جس کو محدثین نے اپنے اساتذہ سے سنا اور انھوں نے اپنے اساتذہ سے یہاں تک کہ وہ حدیث صحابہ کرام رضؓ سے سنی گئی اور پھر صحابہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور حضور اقدس ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے سنی وہ یہی حدیث ہے (تقریر بخاری اردو حصہ سوم ص۱۱۱)

✻ المزمّل ✻

ای سورۃ المزمل ص۳۰ بخاری شریف ص۷۳۲

سورۂ مزمل مکی ہے اور اس کی بیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

✻ وقال مجاھدٌ "وَتَبَتَّل" أخلِصْ ✻

اشارہ ہے آیت کریمہ واذکر اسم رَبِّكَ وَتَبتل الیه تبتیلا، (پ۲۹ ع۱۳) اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے تعلق قطع کرکے اسی کی طرف متوجہ رہو۔

اور مجاہدؒ نے کہا کہ تبتل بمعنی أخلِصْ ہے یعنی خالص اسی کے ہو جاؤ

وقال الحسن انکالا ، قیودا

اشارہ ہے آیت کریمہ ، ان لدینا انکالا وجحیما ، پ ۲۹ ع ۱۳) ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ۔
اورحسن بصری رحمہ نے کہا انکال بمعنی قیود یعنی بیڑیاں ہیں یہ نکل بکسر النون کی جمع ہے جس کے معنی آہنی لگام ، قید کے ہیں

منفطر به مثقلة به

اشارہ ہے آیت کریمہ ، فکیف تتقون ان کفرتم یوما یجعل الولدان شیبا السماء منفطر به الآیۃ پ ۲۹ ع ۱۳
اگر تم کفر کروگے تو اس دن سے کیسے بچوگے جو بچوں کو بوڑھا کردیگا جس میں آسمان پھٹ جائے گا
فرماتے ہیں کہ منفطر به بمعنی مثقلة به ہے یعنی اسکے خوف سے آسمان بھاری ہوجائے گا ، پھر پھٹ جائے گا ، اس صورت میں ضمیر به مذکر ہے اور مرجع قیامت ، مؤنث تو اس کا جواب علامہ عینی رحمہ دیتے ہیں ، انما قال منفطر بالتذکیر علی تاویلها بالسقف او شئی منفطر به او ذات انفطار۔

وقال ابن عباس كثيبا مهيلا الرمل السائل

اشارہ ہے آیت کریمہ ، وکانت الجبال کثیبا مهیلا ، پ ۲۹ ع ۱۳) اور پہاڑ (ریزہ ریزہ ہوکر) ریگ رواں ہوجائینگے
اور حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ کثیبا مهیلا کے معنی ہیں ریگ رواں ، یال وبہتی ریت ۔

وبيلا شديدا

اشارہ ہے آیت کریمہ ، فاخذناه اخذا وبیلا ، پ ۲۹ ع ۱۳) توہم نے اس کو سخت پکڑنا پکڑا۔
فرماتے ہیں کہ وبیلا بمعنی شدیدا ہے یعنی سخت ۔

بخاری شریف ص ۷۳۲ ✤ المدثر ✤ ای سورۃ المدثر ۷۴

سورۂ مدثر مکی ہے اس میں چھپن آیات اور دو رکوع ہیں۔

وقال ابن عباس عسير شديد

اشارہ ہے آیت کریمہ فذلک یومئذ یوم عسیر ، پ ۲۹ ع ۱۵) پس وہ دن (کافروں پر) سخت دن ہوگا۔
اور حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ عسیر کے معنی ہیں شدید ، سخت ۔

قسورة ركز الناس واصواتهم قال ابوهريرة الاسد وكل شديد قسورة

اشارہ ہے آیت کریمہ کانهم حمر مستنفرة فرت من قسورة ، پ ۲۹ ع ۱۶) گویا وہ لوگ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگے جارہے ہیں ۔
فرماتے ہیں کہ قسورۃ کے معنی ہیں لوگوں کی حرکت و آواز یعنی شوروغل اور حضرت ابوہریرہ رضہ نے فرمایا کہ قسورۃ کے معنی شیر کے ہیں اور ہر سخت و زوردار چیز کو قسورۃ کہتے ہیں ۔

مستنفرة نافرة مذعورة

اور آیت مذکورہ میں مستنفرۃ کے معنی ہیں بھڑکنے والی، ڈرنے والی

(۴۴۵) حدثنا یحییٰ قال حدثنا وکیع عن علی بن المبارك عن یحیی بن ابی کثیر سألتُ اباسلمة بن عبد الرحمٰن عن اوّل مانزل من القرآن قال یاایها المدثر قلت یقولون اقرأ باسم ربك الذی خلق فقال ابوسلمة سألت جابر بن عبد الله عن ذلك وقلتُ له مثل الذی قلت فقال جابر لا اُحدثك الا ما حدثنا رسول الله صلی الله علیه وسلم قال جاورت بحراء فلما قضیت جواری هبطتُ فنودیتُ فنظرت عن یمینی فلم اَر شیئا ونظرتُ عن شمالی فلم اَر شیئا ونظرت امامی فلم اَر شیئا ونظرت خلفی فلم اَر شیئا فرفعت راسی فرأیت شیئا فاتیت خدیجة فقلت دثرونی وصبّوا علیّ ماءً بارداً قال فدثرونی وصبوا علیّ ماءً بارداً قال فنزلت "یاایها المدثر قم فانذر وربك فكبّر"

ترجمہ:۔ یحییٰ بن کثیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن سے پوچھا کہ قرآن مجید کی کون آیت سب سے پہلے نازل ہوئی؟ انھوں نے فرمایا کہ "یاایھا المدثر" میں نے عرض کیا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اقرأ باسم ربک الذی خلق نازل ہوئی اس پر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اس کے متعلق حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا اور جو بات ابھی تم نے مجھ سے کہی تھی وہی میں نے بھی ان سے کہی لیکن جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تم سے وہی حدیث بیان کرتا ہوں جو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی، آپ نے فرمایا تھا کہ میں غار حرا میں معتکف (خلوت نشین) تھا پھر جب میں نے اپنا اعتکاف پورا کر لیا اور نیچے اترا تو مجھے آواز دی گئی تو میں نے (اس آواز پر) اپنے دائیں طرف دیکھا لیکن کچھ نہیں معلوم ہوا، پھر بائیں طرف نظر کی، کچھ نہیں دیکھا، میں نے اپنا سر اوپر کی طرف اٹھایا تو میں نے ایک چیز دیکھی، یعنی میں نے دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر معلق بیٹھا ہے، الخ، پھر میں خدیجہ (اپنی بیوی) کے پاس آیا اور میں نے کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو، فرمایا کہ انھوں نے مجھے کپڑا اوڑھا دیا اور مجھ پر ٹھنڈا پانی بہایا فرمایا کہ پھر یہ آیت نازل ہوئی یاایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر" اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھئے (یعنی مستعد ہو جائیے) پھر کافروں کو ڈرائیے یعنی عذاب الٰہی سے) اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے فرمایا، دیگر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اول ما نزل اقرأ باسم ربک ہے، تفصیل بدء الوحی میں آئے گی ان شاء اللہ۔

بخاری ص ۷۳۲ **باب قوله "قم فانذر"**

اللہ تعالیٰ کا ارشاد قم فانذر (پ ۲۹ ع ۱۵) ترجمہ گذر چکا ہے۔

(۴۴۶) حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا عبد الرحمٰن بن مهدی وغیرہ قالا حدثنا حرب بن شداد عن یحیی بن کثیر عن ابی سلمة عن جابر بن عبد اللّٰہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال جاورت بحراء مثل حدیث عثمان بن عمر عن علی بن المبارك ‌

ترجمہ :- عبد الرحمٰن بن مہدی وغیرہ یعنی (ابوداؤد طیالسی) دونوں نے کہا کہ ہم سے حرب بن شداد نے بیان کیا ان سے یحیی بن ابی کثیر نے ان سے ابوسلمہ نے ان سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی نے کہ نبی اکرم م نے فرمایا کہ میں غار حرا میں معتکف تھا، یہ روایت بھی عثمان بن عمر کی حدیث کی طرح ہے جو انھوں نے علی بن مبارک سے روایت کی ہے

تشریح :- ہذا طریق آخر فی حدیث جابر رض۔

بخاری ص۳۲، باب قولہ وربك فكبر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :- پ۲۹ ع ۱۵) ترجمہ گذر چکا۔

(۴۴۷) حدثنی اسحق بن منصور قال حدثنا عبد الصمد قال حدثنا حرب قال حدثنا یحیی قال سألت ابا سلمة ای القرآن انزل اول فقال یایها المدثر فقلت أنبئت انہ اقرأ باسم ربك الذی خلق فقال ابو سلمة سألت جابر بن عبد اللّٰہ ای القرآن انزل اول فقال یایها المدثر فقلت أنبئت انہ اقرأ باسم ربك فقال لا اخبرك الا بما قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جاورت فی حراء فلما قضیت جواری هبطت فاستبطنت الوادی فنودیت فنظرت امامی وخلفی وعن یمینی وعن شمالی فاذا هو جالس علی عرش بین السماء والارض فاتیت خدیجة فقلت دثرونی وصبوا علی ماء باردا فانزل علی یایها المدثر قم فانذر وربك فكبر ‌

ترجمہ :- یحیی بن ابی کثیر نے بیان کیا کہ میں نے ابوسلمہ سے پوچھا کہ قرآن مجید کی کونسی آیت سب سے پہلے نازل ہوئی؟ تو فرمایا، "یایہا المدثر" میں نے کہا مجھے خبر ملی ہے کہ وہ (یعنی اول ما نزل) اقرأ باسم ربک الذی خلق ہے تو ابوسلمہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رض سے پوچھا تھا کہ قرآن شریف کی کون سی آیت سب سے پہلے نازل ہوئی تھی تو انھوں نے فرمایا "یایہا المدثر" میں نے ان سے کہا تھا کہ مجھے تو معلوم ہوا ہے کہ اقرأ باسم ربک الذی خلق سب سے پہلے نازل ہوئی تھی تو انھوں نے فرمایا۔ میں تمھیں وہی خبر دے رہا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں غار حرا میں معتکف تھا تو جب میرا اعتکاف پورا ہو گیا اور میں اتر کر وادی کے بیچ میں پہونچا تو مجھے پکارا گیا، پھر میں اپنے آگے اور پیچھے اور اپنے دائیں اور بائیں دیکھا تو دیکھا کہ وہ (فرشتہ) آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے پھر میں (اپنی بیوی) خدیجہ رض کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو اور میرے اوپر ٹھنڈا پانی ڈالو اور مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا المدثر قم فانذر وربک فکبر۔

تشریح :- ہذا طریق آخر فی الحدیث المذکور

بخاری ص۷۳۳ بَابُ قَوْلِهٖ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :۔ پ۲۹ ع ۱۵) اور آپ اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے ۔

(۴۴۸) حدثنا يحيى بن بكير قال حدثنا الليث عن عُقيل عن ابن شهاب وحدثني عبد الله بن محمد قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمرٌ عن الزهري فاخبرني ابو سلمة بن عبد الرحمٰن عن جابر بن عبد الله قال سمعتُ النبي صلى الله عليه وسلم وهو يحدث عن فترة الوحي فقال في حديثه فبينا انا امشي اذ سمعتُ صوتا من السماء فرفعت راسي فاذا الملك الذي جاءني بحراء جالسٌ على كرسي بين السماء والارض فجئثت منه رُعبا فرجعتُ فقلتُ زملوني زملوني فدثروني فانزل الله تعالى يايها المدثر الى والرجز فاهجر قبل ان تفترض الصلوٰة وهي الاوثان ۔

ترجمہ :۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آنحضورؐ درمیان میں وحی کا سلسلہ رک جانے کا حال بیان فرما رہے تھے ، آپؐ نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ میں چل رہا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا دیکھا تو وہی فرشتہ ہے جو میرے پاس غارِ حرا میں آیا تھا وہ آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے میں اس کے خوف سے گھبرا گیا پھر میں (گھر) واپس آیا اور (خدیجہ رضؓ سے) کہا کہ مجھے کپڑا اڑھا دو انہوں نے مجھے کپڑا اڑھا دیا پھر اللہ تعالیٰ نے آیت یاایہا المدثر سے والرجز فاھجر تک نازل فرمائی یہ واقعہ نماز فرض ہونے سے پہلے کا ہے اور الرجز سے مراد بت ہے ۔

تشریح هذا ايضا حديث جابر المذكور

وهو يحدث ہو کا مرجع حضور اقدس ؐ ہیں اور واو حالیہ ہے ۔ يحدث عن فترة الوحي اس سے معلوم ہوا کہ نزول مدثر سے پہلے وحی نازل ہو چکی پھر رک گئی اور یہی صحیح اور حق ہے ۔

حضرت جابر رضؓ کا مقصد (حدیث مذکور بالا یعنی ۴۴۶ میں) اوّلیت سے اولیت مخصوصہ ہے نہ کہ اوّلیت مطلقہ ، پس تمام روایات پر غور کرنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حقیقی اولیت اقرأ کو حاصل ہے اور بعد الفترت اوّلیت سورۃ مدثر کو ۔ مزید تفصیل بدء الوحی میں آئے گی انشاء اللہ

وهي الاوثان ضمیر ھی راجع ہے الرجز کی طرف اور چونکہ رجز اسم جنس ہے اس لئے اوثان جمع درست ہے اور اسی اوثان کی وجہ سے ھی ضمیر مؤنث لائی گئی ۔

بخاری ص۷۳۳ (بابُ قوله والرجز فاهجر يقول الرجز والرجس العذاب)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :۔ اور بتوں سے الگ رہئے ، کہتے ہیں کہ (یعنی عند البعض) رجز اور رجس کے معنیٰ عذاب کے ہیں چونکہ بت پرستی عذاب کا سبب ہے لہذا بتوں کو بھی عذاب کہہ دیا گیا ۔

(۴۹) حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال حدثنا اللیث عن عُقیل قال ابن شہاب سمعت ابا سلمۃ قال اخبرنی جابر بن عبد اللہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ یحدث عن فترۃ الوحی فبینا انا امشی سمعتُ صوتا من السماء فرفعت بصری قِبَلَ السماء فاذا الملکُ الذی جاءنی بحراء قاعدٌ علی کرسیّ بین السماء والارض فجُئثتُ منہ حتی ہویت الی الارض فجئت اھلی فقلت زمّلونی زمّلونی فزمّلونی فانزل اللہ تعالیٰ یاایھا المدثر الی قولہ فاھجُر قال ابو سلمۃ والرِّجز فاھجر الاوثانُ ثم حمِیَ الوحیُ وتتابَعَ ۔

ترجمہ :۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آنحضور فترۃ الوحی (یعنی وحی کے موقوف ہوجانے) کے متعلق بیان فرمارہے تھے کہ میں ایک مرتبہ چل رہا تھا کہ میں نے آسمان سے ایک آواز سنی تو میں نے اپنی نگاہ اٹھاکر آسمان کی طرف دیکھا تو اچانک وہی فرشتہ جو میرے پاس حرا میں آیا تھا آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے میں اس منظر سے اتنا خوفزدہ ہوا کہ زمین پر گر پڑا پھر میں اپنی بیوی (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ مجھے چادر اڑھادو، مجھے چادر اڑھادو تو انہوں نے چادر اڑھادی پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ؛ یاایھا المدثر ؛ سے فاھجر تک ۔ ابو سلمہ نے بیان کیا کہ الرجز بمعنی بت ہے ، پھر وحی تیزی سے پے در پے آنے لگی، لفظی معنی ہے وحی گرم ہوگئی، جب کوئی چیز کثرت سے آنے لگے تو کہتے ہیں کہ گرم ہوگئی یعنی خوب آنے لگی اور تتابع کے معنی ہیں پے در پے آنے لگی یعنی اس میں کوئی انقطاع معتد بہ نہیں ہوا ۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ : فاھجر ،

بخاری ص۷۳۳ (سورۃ القیامۃ) ص۷۵

سورۂ قیامہ مکی ہے اس کی چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں ۔

(وقولہ لَاتُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ)

اور ارشاد الٰہی :۔ پ۲۹ ع۱) آپ (قبل وحی ختم ہوچکنے کے) قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں (کیونکہ یہ ہمارے ذمہ ہے ، مطلب یہ ہے کہ قرآن کو لینے جلدی جلدی لینے کے لئے اس پر زبان نہ ہلایا کیجئے ۔

؎ وقال ابن عباس سُدًی ھَمَلًا ۔ ؎

اشارہ ہے آیت کریمہ ؛ اَیَحْسَبُ الانسانُ ان یُّترکَ سُدًی پ۲۹ ع۱۸) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جاوے گا ۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سُدًی بمعنی ھملا (بفتحتین) مہمل ، آزاد ۔ ای مھملاً لایکلف بالشرائع ولایجازی (قسطلانی)

❁ لیفجر امامه سوف اتوب سوف اعمل ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ: بَلْ يُرِيدُ الْإِنسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ پ۲۹ ع ۱۷) بلکہ بعض آدمی (قیامت کا منکر ہوکر) یوں چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی فسق وفجور کرتا رہے۔

حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ لیفجر امامہ کا مطلب ہے کہ ہمیشہ گناہ کرتا رہے اور کہتا رہے کہ عنقریب توبہ کرونگا، اب اچھے عمل کرونگا۔

❁ لا وزر لا حصن ❁

اشارہ ہے آیت کریمہ كَلَّا لَا وَزَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ پ۲۹ ع ۱۷)
ہرگز (بھاگنا ممکن) نہیں (ہوگا کیونکہ کہیں پناہ کی جگہ نہیں (ہوگی) اس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس ٹھکانا جانے کا ہے۔

فرماتے ہیں کہ وزر بمعنی حصن ہے یعنی پناہ گاہ لاوزر ای لاحصن یعنی کوئی پناہ گاہ نہیں ہوگی۔

(۱۵۰) حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا موسی بن ابی عائشۃ وکان ثقۃ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا نزل علیہ الوحی حرک بہ لسانہ ووصف سفیان یرید ان یحفظہ فانزل اللہ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضہ نے بیان فرمایا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ اس پر اپنی زبان ہلایا کرتے تھے (بار بار پڑھتے رہتے کہ بھول نہ جائیں) سفیان نے بیان کیا کہ آپ کا مقصد اس کو یاد کرنا ہوتا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث قد مضی فی بدء الوحی بخاری ص۳ وکان ثقۃ سفیان نے موسیٰ کی توثیق بیان کی ہے کہ یہ ثقہ تھے، موسیٰ صغار تابعین میں سے ہیں۔

بخاری ص۷۳۶ ❁ باب ان علینا جمعہ وقرانہ ❁

ای ھذا باب فی قولہ تعالیٰ: پ۲۹ ع ۱۷) (کیونکہ) ہمارے ذمہ ہے (آپ کے قلب میں) اس کا جمع کردینا اور (آپ کی زبان سے) اس کا پڑھوا دینا۔

(۱۵۱) حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ عن اسرائیل عن موسیٰ بن ابی عائشۃ انہ سأل سعید بن جبیر عن قولہ تعالیٰ لا تحرک بہ لسانک قال وقال ابن عباس کان یحرک بہ شفتیہ اذا انزل علیہ فقیل لہ لا تحرک بہ لسانک یخشی ان ینفلت منہ ان علینا جمعہ وقرانہ ان یجمعہ فی صدرک وقرانہ ان تقرأہ فاذا قرانٰہ یقول انزل علیہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ ان نبینہ علی لسانک۔

ترجمہ :- موسیٰ بن ابی عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سعید بن جبیر سے ارشاد الٰہی لا تحرک بہ لسانک کے متعلق پوچھا تو سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ جب آنحضورﷺ پر وحی نازل ہوتی آپ اپنے ہونٹوں کو ہلایا کرتے تھے اس لئے آپؐ کو حکم ہوا کہ آپ (نزولِ وحی کے وقت) اپنی زبان کو نہ ہلایا کیجئے، آپ چھوٹ جانے (فوت ہونے) کے خوف سے ایسا کرتے تھے، بلاشبہ ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھوانا یعنی ہم خود آپ کے دل میں اس کو محفوظ کر دینگے اور قرآنہ اور اس کا پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ تو جب ہم اس کو پڑھ چکیں فرماتے ہیں (یعنی اذا قرأناہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں) اُنزل علیہ جب آپ پر نازل کیا جائے (یعنی جبرئیل ؑ سنانے لگیں) تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجئے پھر اس کا بیان کرا دینا ہمارے ذمہ ہے کہ ہم آپ کی زبان سے اس کو پڑھوا دینگے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
اِنَّ علینا جمعہ الخ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔

بخاری شریف ص۷۳۳ ❊ **بابُ قولہ فاذا قرأناہ فاتّبع قرآنہ قال ابن عباس قرأناہ بیّنّاہ فاتّبع اعمَل بہ۔**

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :- (پ۲۹ ع ۱۷) تو جب ہم اس کو پڑھنے لگا کریں (یعنی ہمارا فرشتہ پڑھنے لگا کرے) تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجئے (یعنی اُدھر ہی متوجہ ہو جایا کیجئے اور اس کے دوہرانے میں مشغول نہ ہوا کیجئے۔
کقولہ تعالیٰ : ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضیٰ الیک وحیہ الخ

(۲۵۲) **حَدَّثنا قتیبۃ بن سعید قال حدثنا جریرٌ عن موسیٰ بن ابی عائشۃ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قولہ : لا تحرّک بہ لسانک لتعجل بہ قال کان رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم اذا نزل جبرئیل بالوحی وکان ممّا یُحرّک بہ لسانہ وشفتیہ فیشتدّ علیہ وکان یُعرف منہ فانزل اللّٰہ الاٰیۃ التی فی لا اُقسم بیوم القیٰمۃ : لا تحرّک بہ لسانک لتعجل بہ انّ علینا جمعہٗ وقرآنہٗ ، قال علینا ان نجمعہ فی صدرک وقرآنہ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ فاذا انزلناہ فاستمع : ثم انّ علینا بیانہ علینا ان نبیّنہ بلسانک قال فکان اذا اتاہ جبرئیل اطرق فاذا ذھب قرأہ کما وعدہ اللّٰہ ، ثمّ انّ علینا بیانہ اولیٰ لک توعّدٌ**

ترجمہ :- حضرت ابن عباس رضؓ سے ارشاد الٰہی : لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ، کے متعلق مروی ہے ، بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل ؑ وحی لیکر آتے تو آپؐ اپنی زبان اور ہونٹ ہلاتے رہتے (یعنی یاد کرتے رہتے کہ کہیں بھول نہ جائیں) اور آپ پر یہ سخت گذرتا اور یہ آپؐ کے چہرہ مبارک سے بھی ظاہر ہوتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی جو سورۃ لا اقسم بیوم القیامہ ، میں ہے یعنی لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرآنہ یعنی آپ

اس کو جلدی جلدی لینے کے لئے اس پر اپنی زبان نہ ہلایا کریں یہ تو ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا آپ کے دل میں (یعنی یاد کرا دینا) جب ہم وحی نازل کریں تو آپ غور سے سنیں پھر اس کا بیان کرا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اسے آپ کی زبان سے لوگوں کے سامنے بیان کرا دیں۔ بیان کیا کہ اس کے بعد جب جبرئیل ع وحی لے کر آتے تو آپ خاموش رہتے (سنتے رہتے) پھر جب جبرئیل ع چلے جاتے تو آپ اس کو پڑھتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا تھا: ثم ان علینا بیانہ،

آیت: اولیٰ لک فاولیٰ، تیری کمبختی پر کمبختی آنے والی ہے، مراد تہدید و توبیخ ہے۔

بخاری شریف ص۷۳۱ ❊ هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ ❊ ای سورۃ ہل اتیٰ علی الانسان ص۷۳۱ اس سورت کا معروف و مشہور نام سورۃ الدہر ہے، علامہ جلال الدین محلی رح نے اس کا نام جلالین شریف سورۃ الانسان ذکر کیا ہے، یہ سورہ مکی ہے اس میں اکتیس ۳۱ آیات اور دو رکوع ہیں۔

❊ یقال معناہ اتیٰ علی الانسان و ھل تکون جَحْدًا و تکون خبرًا و ھٰذا من الخبر یقول کان شیئًا فلم یکن مذکورًا و ذٰلک من حین خلقہ من طینٍ الیٰ ان یُّنفخ فیہ الرُّوحُ ❊

بیان کیا جاتا ہے کہ معنی اس کا (یعنی ھل اتیٰ علی الانسان کا) ہے اتیٰ علی الانسان یعنی انسان پر ایک وقت آچکا ہے۔ اور لفظ ھل کبھی تو انکار (یعنی نفی) کے لئے آتا ہے (یعنی استفہام انکاری، اور کبھی خبر (یعنی تحقیق و اثبات کے لئے قد کے معنی میں آتا ہے) اور یہ خبر یعنی قد ہی کے معنی میں ہے کہ اس سے خبر دیجاتی ہے۔

یقول کان شیئًا الخ کہتے ہیں کہ انسان کبھی ایک چیز تھا لیکن قابلِ تذکرہ نہیں تھا (یعنی نطفہ تھا انسان نہیں تھا) اور یہ مٹی سے اس کی پیدائش کے بعد سے اس میں روح پھونکے جانے تک کی مدت ہے (مطلب یہ ہے کہ انسان کچھ تھا لیکن قابلِ ذکر نہیں تھا یہ وہ زمانہ ہے جب مٹی سے اس کا پتلا تیار کیا اس سے اس وقت تک کہ اس میں روح پھونکی گئی۔ اور انسان سے مراد حضرت آدم ع ہیں اور حین فی الدہر چالیس سال ہے۔ یا مراد انسان سے جنسِ انسان ہو اور حین سے مراد مدتِ حمل ہو، علامہ قسطلانی فرماتے ہیں و والمراد بالانسان آدم وحین فی الدہر اربعون سنۃ او المراد بالانسان الجنس و بالحین مدۃ الحمل (قس)

❊ امشاج، الاخلاط ماءُ المرأۃِ وماءُ الرجل الدَّمُ والعلقۃُ ویقال اذا خلط مشیجٌ کقولک لہ خلیطٌ وممشوجٌ مثلُ مخلوطٍ ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ: اِنَّا خلقنا الانسان من نطفۃٍ امشاجٍ الآیۃ پ۲۹ ع ۱۹) ہم نے اس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا (یعنی مرد اور عورت دونوں کے نطفہ سے)

فرماتے ہیں کہ امشاج بمعنی اخلاط (یعنی ملے ہوئے) عورت کا پانی اور مرد کا پانی (یعنی دونوں کی منی بچہ دانی میں مخلوط ہو جاتی ہے پس اگر مرد کی منی غالب ہوئی تو بچہ باپ کے مشابہ ہوگا اور اگر عورت کی منی غالب ہوئی تو بچہ عورت یعنی ماں کے مشابہ ہوگا) الدم والعلقۃ ای ثم الدم ثم العلقۃ یعنی منی سے خون و علقہ بنتا ہے

پھر مضغہ اور جسم ویقال اذا خلط الخ اور جب کوئی چیز کسی دوسری چیز سے ملادیجائے تو اس کو مشیج کہا جاتا ہے جیسے خلیط بمعنی مشوج مثل مخلوط۔

تشریح امشاج جمع ہے مَشِیج (بفتح المیم بروزن فعیل) کی یا مَشِج (بفتح المیم وکسرہا وسکون الشین المعجمۃ) کی بمعنی مخلوطا از نصر مَشَجَ کے معنی ہیں خلط ملط کرنا، ملانا۔

منکرین قیامت کا رد امشاج کے ذکر سے منکرین قیامت کے سب سے بڑے شبہ کا ازالہ بھی ہوجائے گا کیونکہ ان منکرین کے نزدیک قیامت قائم ہونے اور مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے میں سب سے بڑا اشکال یہی ہے کہ انسان مرکر مٹی اور پھر ریزہ ریزہ ہوکر دنیا میں بکھر جاتا ہے ان کو دوبارہ جمع کرنا پھر ان میں روح ڈالنا ان کے نزدیک گویا ناممکن ہے۔

امشاج بمعنی اخلاط میں واضح جواب ہے کہ انسان کی ابتدائی تخلیق میں بھی تو دنیا بھر کے اجزاء و ذرات شامل تھے جس کو یہ ابتدائی تخلیق مشکل نہ ہوئی اس کے لئے اس کا دوبارہ کرنا کیوں مشکل ہوگیا؟

٭ ویقال سلاسلاً واغلالاً ولم یجزہ بعضهم ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَلٰسِلًا وَاَغْلٰلًا وَّسَعِیْرًا پ ۲۹ ع ۱۹) ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور آتش تیار کر رکھی ہے۔

فرماتے ہیں کہ کہاجاتا ہے یعنی بعضوں نے پڑھا ہے سلاسلاً تنوین کے ساتھ اور بعضوں نے اس کو جائز نہیں کہا ہے۔

تشریح حضرت نافع وغیرہ کی قرأت سلاسلاً تنوین کے ساتھ ہے وہی قرأۃ نافع وہشام وابی بکر والکسائی للتناسب لان ماقبلہ ومابعدہ نوّن منصوب (قس)

ولم یجزہ بعضهم بضم الیاء وکسر الجیم وبعد الزاء الساکنۃ ہاءٌ ای لم یجز التنوین بعضهم کیونکہ سلسلۃ بمعنی زنجیر جمع منتہی الجموع ہے اس لئے تنوین کو جائز نہیں کہا ہے۔

اغلال جمع غل بالضم طوق، ہتھکڑی فالسلاسل فی اعناقهم والاغلال فی ایدیهم والسعیر یوقدون فیہ لایطفیٰ الخ (عمدہ)

٭ مستطیرًا ممتدًا البلاء ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ ویخافون یومًا کان شرہ مستطیرًا پ ۲۹ ع ۱۹) اور وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی۔ (مراد قیامت کا دن ہے)

فرماتے ہیں کہ مستطیرا کے معنی ہیں اس کی برائی پھیلی ہوئی عام ہے۔

٭ والقمطریر الشدید یقال یومٌ قمطریر ویومٌ قماطِرٌ والعبوس والقمطریر والقماطر والعصیب اشد مایکون من الایام فی البلاء ٭

اشارہ ہے آیت کریمہ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا پ ۲۹ ع ۱۹) ہم اپنے رب کی

طرف سے ایک سخت اور تلخ دن کا اندیشہ رکھتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ قمطریر کے معنیٰ ہیں سخت، عرب لوگ کہتے ہیں یوم قمطریر اور یوم قماطر یعنی سخت مصیبت کا دن۔ اور عبوس اور قماطر اور عصیب اور مصیبت کے انتہائی سخت اور تلخ ترین ایام کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

✧ وقال غیرہ اَسْرَهم شدة الخلق وکل شئ شددته من قتب فهو ماسور ✧

اشارہ ہے آیت کریمہ نحن خلقنٰهم وشددنا اَسْرَهم الآیۃ پ۲۹ ع ۲۰)

ہم ہی نے ان کو پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کئے" الخ فرماتے ہیں اور غیر نے یعنی ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ نے کہا شددنا اسرهم کے معنی ہیں ہم نے ان کی خلقت خوب مضبوط کی ہے اور ہر وہ چیز جس کو تو مضبوط باندھے جیسے کجاوہ، ہودج تو اس کو ماسور کہتے ہیں۔ اَسَر از ضرب بمعنی باندھنا، قید کرنا آتا ہے۔

بخاری شریف ص۷۳۴ ✧ والمُرْسَلات ✧ ای سورة المرسلات ص۷۷

سورہ مرسلات مکی ہے اس میں پچاس آیات اور دو رکوع ہیں۔

✧ جُمالات حبال ✧

اشارہ ہے آیت کریمہ: انها ترمی بشرر کالقصر کانه جملت صُفر" پ۲۹ ع ۲۱) وہ انگارے برسا دیگا جیسے بڑے بڑے محل جیسے کالے کالے اونٹ الخ

فرماتے ہیں کہ جُمالات (بضم الجیم) بمعنی حبال ہے یعنی موٹی رسیاں جس سے بڑی بڑی کشتیوں کو باندھتے ہیں اور بالکسر کی قرأت لی جائے جِمالات (بکسر الجیم) تو اس صورت میں جمالة کی جمع ہوگی اور جمالةٌ جمع ہے جمل کی بمعنی اونٹ، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اما اذا قرئ بالکسر فهو جمع جمالة وجمالة جمع جمل زوج الناقة، وقال ابن التین ینبغی ان یقرأ فی الاصل بالضم لانہ فسرها بالحبال (عمدہ)

صفر جمع ہے اصفر کی جس کے معنی زرد کے ہیں اور چونکہ زرد اونٹ کی زردی سیاہی مائل ہوتی ہے اس لئے اس کے معنی سیاہ کے بھی آتے ہیں۔

✧ ارکعوا صلّوا لا یرکعون لا یصلّون ✧

اشارہ ہے آیت کریمہ واذا قیل لهم ارکعوا لا یرکعون پ۲۹ ع ۲۲) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (خدا کی طرف) جھکو (یعنی ایمان وعبدیت اختیار کرو) تو نہیں جھکتے۔

فرماتے ہیں کہ ارکعو بمعنی صلّوا ہے اور لا یرکعون کے معنی ہیں لا یصلّون یعنی جب کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھو تو نماز نہیں پڑھتے ہیں۔

✧ وسئل ابن عباس لا ینطقون واللہ ربنا ما کنا مشرکین، الیوم نختم علی افواههم فقال انه ذوالوان مرة ینطقون ومرة یختم علیهم ✧

اور حضرت ابن عباس رضؓ سے پوچھا گیا (کہ قرآن مجید میں جو بظاہر اختلاف ہے اس کا مطلب کیا ہے؟) ایک جگہ تو ارشاد الٰہی ہے: هٰذا یوم لا ینطقون مرسلات آیت ۳۵) یہ وہ دن ہوگا جس میں وہ (کافر لوگ)

نہ بول سکیں گے۔ دوسری جگہ (سورہ انعام آیت ۲۳) ہے واللہ ربنا ماکنا مشرکین یعنی کافر قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) مشرک نہ تھے۔ تیسری جگہ (سورۂ یٰسین آیت ۶۵) ہے الیوم نختم علی افواھھم آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے۔ ان میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ (قیامت کے دن کافروں کے) مختلف حالات ہوں گے کبھی تو وہ بولیں گے۔ (اور اپنے ہی خلاف شہادت دیں گے اور اپنی کوئی بدعملی نہ چھپا سکیں گے) اور کبھی ان کے منہ پر مہر لگا دی جائیگی اور وہ زبان سے کوئی بات نہ نکال سکیں گے۔

(۵۳) حدثنی محمود قال حدثنا عبید اللہ عن اسرائیل عن منصور عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانزلت علیہ والمرسلات وانا لنتلقاھا من فیہ فخرجت حیۃ فابتدرناھا فسبقتنا فدخلت جحرھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وُقیت شرکم کما وُقیتم شرھا

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضؓ نے بیان فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپؐ پر سورۂ والمرسلات نازل ہوئی تھی اور ہم اس کو آپؐ کے منہ سے حاصل کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک سانپ نکل آیا ہم لوگ اس کی طرف بڑھے (تاکہ اس کو مار ڈالیں) لیکن وہ ہم سے بچ نکلا اور اپنے سوراخ میں گھس گیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تمہارے شر سے بچ گیا اور (تم اس کے شر سے محفوظ رہے (کہ وہ کاٹ نہ سکا)

تشریح مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ فانزلت علیہ والمرسلات. والحدیث قد مضی فی بدء الخلق ص۴۶۴ وھنا فی التفسیر ص۷۳۴.

(۵۴) حدثنا عبدۃ بن عبد اللہ قال اخبرنا یحییٰ بن آدم عن اسرائیل عن منصور بھٰذا وعن اسرائیل عن الاعمش عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ مثلہ وتابعہ اسود بن عامر عن اسرائیل وقال حفص وابو معاویۃ وسلیمان بن قرم عن الاعمش عن ابراھیم عن الاسود قال یحییٰ بن حماد اخبرنا ابو عوانۃ عن مغیرۃ عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ وقال ابن اسحاق عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن ابیہ عن عبد اللہ۔

ترجمہ:۔ ہم سے عبدہ (بفتح العین وسکون الموحدہ وبعد المہملۃ ھاء التانیث) ابن عبد اللہ خزاعی نے بیان کیا کہا ہم سے یحییٰ بن آدم نے بیان کیا انہیں اسرائیل نے اور (انہیں منصور نے اسی حدیث کو (یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ کی حدیث مذکور) وعن اسرائیل ایضاً بالاسناد السابق عن الاعمش عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ مثلہ ای مثل الحدیث السابق۔ مقصد یہ ہے کہ اس میں یحییٰ بن آدمؒ نے اسرائیل کے ایک شیخ یعنی اعمش کا اضافہ کیا ہے۔

وتابعہ الخ اور یحییٰ بن آدم کی متابعت کی اسود بن عامر نے اسرائیل سے، مطلب یہ ہے کہ اسود بن عامر نے اسرائیل سے روایت کی ہے۔

وقال حفص الخ اور حفص بن غیاث، ابومعاویہ اور سلیمان بن قرم (بقاف مفتوحہ فراء ساکنہ فمیم) عن الاعمش عن ابراہیم عن الاسود، مطلب یہ ہے کہ مذکورہ تینوں یعنی حفص وغیرہ نے اسرائیل کی روایت میں مخالفت کی ہے ابراہیم نخعی کے شیخ میں یعنی اسرائیل کی روایت ہے عن الاعمش عن ابراہیم عن علقمہ اور حفص وغیرہ روایت کرتے ہیں عن الاعمش عن ابراہیم عن الاسود۔

قال یحییٰ بن حماد الخ امام بخاری رح کے شیخ یحییٰ بن حماد نے کہا ہم کو ابوعوانہ نے خبر دی انہیں مغیرہ بن قاسم نے انہیں ابراہیم نے انہیں علقمہ نے اور انہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رض نے (مقصد یہ ہے کہ مغیرہ نے اسرائیل کی موافقت کی ہے ابراہیم کے شیخ میں کہ وہ علقمہ ہے۔

وقال ابن اسحاق الخ اور محمد بن اسحاق امام المغازی نے اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن اسود سے روایت کیا انہوں نے اپنے والد اسود سے انہوں حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے۔

اس روایت سے حفص بن غیاث اور ابومعاویہ اور سلیمان کی تائید ہوئی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے حدیث نقل کرنے والے اسود ہیں۔

ومرادہ ان للحدیث اصلا عن الاسود من غیر روایۃ طریق الاعمش ومنصور (قس)

(۵۵) حدثنا قتیبۃ قال حدثنا جریر عن الاعمش عن ابراھیم عن الاسود قال قال عبد اللّٰہ بینا نحن مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی غار اذ انزلت علیہ والمرسلات فلقیناھا من فیہ وانّ فاہ لرَطبٌ بھا اذ خرجت حیّۃٌ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علیکم اقتلوھا قال فقال وُقیت شرّکم کما وُقیتم شرّھا ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رض نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۂ والمرسلات نازل ہوئی ہم نے اس کو آپ کے مبارک منہ سے یاد کر لیا، اس سورہ سے آپ کے دہن مبارک کی تازگی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی (یعنی ابھی آپ پڑھ ہی رہے تھے) کہ اتنے میں ایک سانپ نکل پڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ اسے زندہ نہ چھوڑو، بیان فرمایا کہ ہم اس کی طرف بڑھے لیکن وہ نکل گیا، ابن مسعود رض نے بیان کیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کے شر سے بچ گئے اور وہ تمہارے شر سے بچ گیا۔

تشریح هذا طریق آخر فی حدیث عبداللہ بن مسعود رض

بخاری شریف صـ۷۳۲ ۔ بابُ قولہ انّھا ترمی بشَرَرٍ کالقَصرِ ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ (پ۲۹ ع۲۱) وہ انگارے برسائے گا بڑے بڑے محل جیسے۔

(۵۷) حَدَّثَنَا محمد بن کثیر قال اخبرنا سفیان قال حدثنا عبد الرحمٰن بن عابس قال سمعت ابن عباس انها ترمی بشرر کالقصر قال کنا نرفع الخشب بقصرٍ ثلثةِ اذرع او اقل فنرفعه للشتاء فنسمیه القصر۔

ترجمہ:۔ عبد الرحمان بن عابس نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا قصر کی تفسیر میں جو اس آیت میں ہے انها ترمی بشرر کالقصر (وہ انگارے برسائے گا بڑے بڑے محل جیسے) فرمایا ہم بقدر تین ہاتھ یا اس سے کم کاٹ کر لکڑیاں اٹھا کر رکھتے تھے ہم ایسا جاڑوں کے لئے کیا کرتے تھے (تاکہ اس سے جاڑے میں گرمی حاصل کریں جلائیں) اور اس کا نام قصر رکھتے تھے۔

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة۔
بقصر بالباء التی هی من حروف الجر وبکسر القاف وفتح الصاد وبالاضافة الی ثلثة اذرع ای بقدر ثلثة اذرع۔ او اقل ای او اقل من ثلثة اذرع وفی الروایة التی بعدها او فوق ذالک وهی فی روایة المستملی وحده (عمدہ)

کالقصر بفتح القاف والصاد وهی قرأة ابن عباس رضی اللہ عنہ والحسن جمع قصرة بالفتح اعناق الابل والنخل واصول الشجر (قس) بہرحال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت بفتح الصاد ہے اور اسی لحاظ سے تفسیر ہے لیکن جمہور کی قرأت بسکون الصاد ہے بمعنی محل۔

بخاری شریف ص ۷۳۴ ❊ بَابُ قوله کانه جمالات صفر ❊

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ پ ۲۹ ع ۲۱ یعنی پیوستہ از گذشتہ گویا کہ وہ زرد زرد اونٹ ہیں۔

(۵۸) ❊ حَدَّثَنَا عمرو بن علی قال حدثنا یحییٰ قال اخبرنا سفیان قال حدثنی عبد الرحمٰن بن عابس قال سمعت ابن عباس ترمی بشرر کالقصر قال کنا نعمد الی الخشبة ثلثة اذرع وفوق ذٰلک فنرفعه للشتاء فنسمیه القصر کانه جمالات صفر حبال السفن تجمع حتی تکون کاوساط الرجال ❊

ترجمہ:۔ عبد الرحمٰن بن عابس نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت کریمہ "ترمی بشرر کالقصر" کی تفسیر کے متعلق سنا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم تین ہاتھ یا اس سے بھی لمبی لکڑیاں جاڑوں کے لئے اٹھا کر رکھ لیتے تھے اور ہم ایسی لکڑیوں کو قصر کہتے تھے۔ کانه جمالات صفر سے مراد کشتی کی رسیاں ہیں (جس سے کشتی باندھتے ہیں) جو جوڑ کر رکھی جائیں (مضبوطی کے لئے) یہاں تک کہ وہ آدمی کی کمر کے برابر ہو جائیں (یعنی موٹی ہو جائیں)

تشریح مطابقته للترجمة ظاهرة فی قوله کانه جمالات صفر

بخاری شریف ص ۷۳۵ ❊ بَابُ قوله هٰذا یوم لاینطقون ❊

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ پ ۲۹ ع ۲۱) یہ وہ دن ہوگا جس میں وہ لوگ نہ بول سکیں گے۔

یعنی اس روز کوئی نہ بول سکے گا اور نہ کسی کو اپنے کئے ہوئے عمل کا عذر پیش کرنے کی اجازت ہوگی، رہا یہ اشکال کہ دوسری آیتوں میں جو کفار کا بولنا مذکور ہے اس کا جواب قریب ہی میں گذر چکا ہے کہ محشر میں مختلف احوال و مقامات آئیں گے کسی مقام میں کلام ممنوع ہوگا اور کسی مقام میں اجازت ہوگی۔

(۲۵۸) حدثنا عمر بن حفص قال حدثنا ابی قال حدثنا الاعمش حدثنی ابراهیم عن الاسود عن عبد الله قال بینما نحن مع النبی صلی الله علیه وسلم فی غار اذ نزلت علیه والمرسلات فانه لیتلوها وانی لا تلقاها من فیه وان فاه لرطب بها اذ وثبت حیة فقال النبی صلی الله علیه وسلم اقتلوها فابتدرناها فذهبت فقال النبی صلی الله علیه وسلم وقیت شرکم کما وقیتم شرها قال عمر حفظته من ابی فی غار بمنی۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ سے روایت ہے آپ نے بیان فرمایا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (منیٰ کے) ایک غار میں تھے اچانک آنحضور پر سورۂ مرسلات نازل ہوئی آپ اس کو پڑھتے جاتے تھے اور میں آپ کے منہ مبارک سے اس کو سنتا اور یاد کرتا جاتا تھا آپ کا دہن مبارک اس سورہ کی حلاوت سے رطب (شاداب) ہو رہا تھا کہ اچانک ایک سانپ نے ہم پر حملہ کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا ہم اس کی طرف جھپٹے (اس کو مارنے کے لئے) وہ نکل بھاگا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح تم اس کے شر سے محفوظ رہے وہ بھی تمہارے شر سے بچ گیا عمر بن حفص نے کہا کہ یہ حدیث میں نے اپنے والد سے منیٰ کے ایک غار میں یاد کیا۔

تشریح هذا طریق آخر فی حدیث ابن مسعود رضہ فی الحیة المذکورہ۔

بخاری شریف ص۷۳۵ ۔ عم یتساءلون ۔ ای سورۃ عم یتساءلون ص۸

اس سورہ کا مشہور و معروف نام سورۃ النبا ہے یہ سورہ مکی ہے اس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں۔

۔ قال مجاهد لا یرجون حسابا، لا یخافونه ۔

اشارہ ہے آیت کریمہ انهم کانوا لا یرجون حسابا (پ۳۰ ع۱) وہ لوگ حساب کا اندیشہ نہ رکھتے تھے۔ مجاہدؒ نے کہا کہ آیت میں لا یرجون کے معنی ہیں؛ وہ لوگ حساب کا خوف نہیں رکھتے تھے (یعنی قیامت میں اعمال کا حساب ہوگا اس کا کوئی خوف نہ تھا چونکہ قیامت کا انکار کرتے تھے۔

۔ لا یملکون منه خطابا لا یکلمونه الا ان یاذن لهم ۔

اشارہ ہے آیت کریمہ رب السموات والارض وما بینهما الرحمن لا یملکون منه خطابا (پ۳۰ ع۲) جو مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو دونوں کے درمیان میں ہیں (اور جو) رحمان ہے (اور) کسی کو اس کی طرف سے (مستقل) اختیار نہ ہوگا کہ (اس کے سامنے عرض معروض کر سکے الخ

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی شخص بات نہ کر سکے گا بجز ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ

اجازت دے۔

وقال ابن عباس وھاجا مضیئا

اشارہ ہے آیت کریمہ وجعلنا سراجا وھاجا (پ۳۰ ع ۱) اور ہم ہی نے (آسمان میں) ایک روشن چراغ بنایا۔ اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ وھاج کے معنیٰ ہیں روشن۔ وھاج مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت روشن اور مراد سورج ہے واللہ اعلم۔

عطاءً حسابا جزاءً کافیا اعطانی ما احسبنی ای کفانی

اشارہ ہے آیت کریمہ جزاءً من ربک عطاءً حسابا (پ۳۰ ع ۲) یہ بدلہ ملے گا آپ کے رب کی طرف سے جو کافی انعام ہوگا۔

فرماتے ہیں کہ عطاء حسابا کے معنیٰ ہیں جزاءً کافیاً یعنی پورا بدلہ، کافی اور وافی انعام محاورہ ہے اعطانی ما احسبنی یعنی مجھ کو اتنا دیا کہ کافی ہوگیا۔

ایک اشکال وجواب اشکال یہ ہے کہ آیت کے پہلے جز میں نعمائے جنت کو جزاء اعمال بتلایا یعنی جزاء من ربک، اور دوسرے جز میں عطاء حسابا سے عطائے ربانی۔ بظاہر ان دونوں میں تضاد ہے کیونکہ جزاء (بدلہ) اسی چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کے بدلے میں ہو اور عطاء (انعام) وہ ہے جو بلا کسی بدلے کے بطور احسان ہو۔

جواب: قرآن کریم نے ان دونوں لفظوں کو یکجا جمع کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ جنت میں داخل ہونا اور اس کی نعمتیں صرف صورت اور ظاہر کے اعتبار سے تو اہل جنت کے اعمال کی جزاء ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے وہ خالص عطائے ربانی ہے کیونکہ انسانی اعمال تو ان نعمتوں کا بھی بدلہ نہیں بن سکتے جو ان کو دنیا میں دیدی گئی ہیں آخرت کی نعمتوں کا حصول تو صرف حق تعالیٰ کا فضل وانعام اور عطائے محض ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے۔

لا یدخل احدکم الجنۃ بعملہ الحدیث۔

بخاری شریف ص۷۳۵ **باب قولہ: یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا، زمرا**

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پ۳۰ ع ۱ جس دن صور پھونکا جاویگا تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤگے۔

فرماتے ہیں کہ افواجا کے معنی ہیں زمرا۔ زمر جمع ہے زمرۃ کی یعنی گروہ، جماعت۔

(۷۵۹) حدثنی محمد قال اخبرنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بین النفختین اربعون قال اربعون یوما قال ابیت قال اربعون شھرا قال ابیت قال اربعۃ سنۃ قال ابیت قال ثم ینزل اللہ من السماء ماءً فینبتون کما ینبت البقل لیس من الانسان شیءٌ الا یبلی الا عظما واحدا وھو عجب الذنب ومنہ یرکب الخلق یوم القیامۃ۔

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہ رضؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو صور پھونکے جانے کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ کے شاگردوں نے پوچھا، کیا چالیس دن مراد ہیں؟ ابوہریرہ رضؓ نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا، شاگردوں نے پوچھا: کیا چالیس مہینے مراد ہیں؟ فرمایا مجھے معلوم نہیں شاگردوں نے پوچھا چالیس سال مراد ہیں؟ فرمایا مجھے معلوم نہیں، فرمایا پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا جس سے تمام مُردے جی اٹھیں گے جیسے سبزی (پانی سے) اُگ آتی ہے، اس وقت انسان کا ہر حصہ گل چکا ہوگا سوائے ایک ہڈی کے اور وہ ریڑھ کی ہڈی ہے (جہاں پر جانور کی دُم کا جوڑ ہوتا ہے) اور اسی سے قیامت کے دن تمام مخلوق دوبارہ بنائی جائے گی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاھرۃ۔

والحدیث قد مضٰی فی تفسیر سورۃ الزمر، دیکھو اسی کتاب التفسیر کی حدیث ۳۳۹۔

عَجْب الذنب۔ بفتح العین المھملۃ وسکون الجیم فھو آخر ما یخلق واول ما یخلق (عمدہ) گویا یہی ہڈی انسان کی اصل (بیج) ہے اسی سے خلقت شروع ہوئی تھی اور قیامت کے دن دوبارہ اسی پر اعادہ ہوگا۔ لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں ان کا سارا بدن محفوظ رہتا ہے، کما فی الحدیث ان اللہ حرّم علی الارض اجساد الانبیاء۔

بخاری شریف ۷۳۵ ؛ وَالنَّازِعَاتِ ؛ ای سورۃ والنازعات ۷۹۔

سورۂ نازعات مکی ہے اور اس میں چھیالیس آیات اور دو رکوع ہیں۔

؛ وقال مجاھدٌ الآیۃ الکبریٰ عصاہُ ویدُہٗ ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ؛ فأرىٰہ الآیۃ الکبریٰ ؛ پ ۳۰ ع ۳) پھر (موسیٰ ع نے) اس کو (یعنی فرعون کو) بڑی نشانی (نبوت کی) دکھلائی۔

اور مجاہد رحؒ نے کہا کہ الآیۃ الکبریٰ سے مراد حضرت موسیٰ ع کی عصا اور ید بیضا ہے۔

؛ ویقال النّاخرۃ والنّخرۃ سواءٌ مثل الطامع وَالطَمِع والباخل والبَخِل وقال بعضھم النخرۃ البالیۃ والناخرۃ العظمُ المُجوفُ الذی تمرّ فیہ الرّیحُ فینخرُ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ ؛ ءَاِذَا کُنّا عِظامًا نّخِرَۃً (پ ۳۰ ع ۳) کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوجائیں گے؟ (پھر حیات کی طرف واپس ہونگے؟)

اور کہا جاتا ہے کہ النّاخِرۃ اور النّخرۃ دونوں ہم معنی ہیں جیسے طامع اور طمع اور باخل اور بخل، اور بعضوں نے کہا ہے (کہ دونوں میں فرق ہے) نخرہ کے معنی ہیں بوسیدہ ہڈی، گلی ہوئی ھڈی۔ اور ناخرہ کھوکھلی ھڈی کہ جس کے اندر ہوا جائے تو آواز نکلے۔

؛ الطامّۃ تطمُّ علیٰ کل شئ ؛

اشارہ ہے آیت کریمہ فاذا جاءَتِ الطّامۃ الکبریٰ ۳۴ سو جب بڑا ہنگامہ آوے گا الخ فرماتے ہیں کہ طامّۃ کے معنی ہیں جو ہر چیز پر چھا جائے، غالب آجائے۔

• وقال ابن عباس الحافرة الیٰ امرنا الاول الی الحیٰوۃ • اشارہ ہے آیت کریمہ: یقولون ءانّا لمردودون فی الحافرۃ. (پ ۳۰ ع ۲) یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہونگے ؟ الخ

اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ حافرۃ کے معنیٰ ہیں پہلی حالت یعنی زندگی کی طرف

تشریح حافرۃ الٹے پاؤں، پہلی حالت یہ حفر سے اسم فاعل ہے جس کے معنی زمین کھودنے کے ہیں۔ حافرہ الٹے پاؤں لوٹنے اور پہلی حالت پر پلٹنے کے لئے ضرب المثل ہوگیا ہے انسان جس راستہ آیا الٹے پاؤں اسی راستہ پلٹا تو چلنے کے سبب قدموں کے نشانات سے جو زمین کھدی اسی نسبت سے حافرہ کہلائی۔ مقصد یہ ہے کہ کیا ہم مرنے اور بوسیدہ ہونے کے بعد پھر دنیا کی زندگی کی طرف پلٹ جائیں گے۔

• وقال غیرہ ایّان مُرسٰھا، متیٰ منتھاھا ومرسی السفینة حیث تنتھی •

اشارہ ہے آیت کریمہ یسئلونک عن الساعة ایّان مرسٰھا (پ ۳۰ ع ۴) یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا ؟ الخ۔

اور غیر ابن عباس نے کہا کہ ایّان مرسٰھا کے معنیٰ ہیں اس کی انتہا کہاں ہے ؟ یہ لفظ ماخوذ ہے مُرسی السفینۃ سے جہاں کشتی آخر میں جاکر ٹھہرتی ہے۔

مُرسا مصدر میمی ہے جس کے معنی ہیں ٹھہرانا، جلانا کشتی کا لنگر ڈالدینا۔

(۱۴) • حدثنا احمد بن المقدام قال حدثنا الفضیل بن سلیمان حدثنا ابو حازم حدثنا سھل بن سعد قال رأیت رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قال باصبعیہ ھٰکذا بالوسطی والتی تلی الابھام بعثت انا والساعة کھاتین •

ترجمہ:۔ حضرت سہل بن سعد رضؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کے قریب والی انگلی (یعنی کلمہ کی انگلی) سے اشارہ کرکے فرمایا کہ میں ایسے وقت میں مبعوث ہوا ہوں کہ میں اور قیامت دونوں اس طرح ہیں (یعنی میرے اور قیامت کے درمیان اب کوئی پیغمبر یا کوئی نئی شریعت والا نہیں آئے گا۔)

تشریح مطابقتہ للترجمۃ التی ھی السورۃ من حیث انہ من جملة ما فیھا (عمدہ)

بعثت بضم الباء الموحدہ مبنیاً للمفعول والساعة قال الکرمانی بالنصب وسکت علیہ وقال القرطبی رویۃ بفتح الساعة وضمہا فالضم علی العطف والفتح علی المفعول معہ والعامل بعثت وکھاتین حال ای مقترنین فعلی النصب یقع التشبیہ بالضم وعلی الرفع یحتمل ھذا ویحتمل ان یقع بالتفاوت التی بین السبابۃ والوسطی فی الطول ویدل علیہ قول قتادۃ فی روایۃ کفضل احداھما علی الاخری وحاصل ھذا التعریف بسرعة مجئ القیامۃ قال عزوجل فقد جاء اشراطھا۔ (عمدہ)

بخاری شریف ص ۷۳۵ • عَبَسَ • ای سورۃ عَبَسَ ع ۸۰۔

سورۂ عبس مکی ہے اس میں بیالیس ۴۲ آیات ہیں اور ایک رکوع ہے اور اسی طرح آخر تک ایک رکوع ہے ۔

عَبَسَ كَلَحَ وَاعرَضَ

اشارہ ہے آیت کریمہ : عبسَ وتولّٰی اَن جاءَہ الاعمٰی (پ ۳۰ ع ۵) وہ چیں بجبیں ہوئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا الخ ۔

فرماتے ہیں کہ عبس بمعنی کلح ہے یعنی ترش رو ہوا، چیں بجبیں ہوا، وتولّٰی بمعنی اعرض ہے یعنی متوجہ نہیں ہوا، منہ پھیر لیا ۔

شانِ نزول ان آیات کے نزول کا قصہ یہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض رؤسائے مشرکین کو سمجھا رہے تھے، بعض روایات میں ان میں سے بعض کے نام بھی آئے ہیں ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، اُبی بن خلف، شیبہ، کہ اتنے میں حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضؓ نابینا صحابی حاضر خدمت ہوئے اور کچھ پوچھا، یہ قطع کلام آپ کو ناگوار ہوا اور آپ نے ان کی طرف التفات نہیں کیا اور ان ناگواری کی وجہ سے چین بجبیں ہوئے جب اس مجلس سے اُٹھ کر گھر جانے لگے تو آثار وحی کے نمودار ہوئے اور یہ آیتیں عَبَسَ وَتَوَلّٰی الخ نازل ہوئیں ۔

وقال غیرہ مُطَهَّرَة لَا يَمَسُّهَا إلَّا المطهَّرون وهم الملائكة وهذا مثل قوله فالمُدَبِّرات أمرًا جعل الملائكة والصُّحُفَ مطهَّرَةً لأن الصُّحُف يقع عليها التطهير فجُعل التطهير لمن حملها أيضًا ۔

اشارہ ہے آیت کریمہ : فی صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَيدِی سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ (پ ۳۰ ع ۵) وہ (قرآن لوح محفوظ کے) ایسے صحیفوں میں (ثبت) ہے جو (عنداللہ مکرم ہیں (اور) رفیع المکان ہیں کیونکہ لوح محفوظ تحت العرش ہے (اور وہ) مقدس ہیں (شیاطین خبیثہ کی وہاں تک رسائی نہیں کقولہ تعالیٰ لَا يَمَسُّهُ إلَّا المُطَهَّرُون (جو ایسے لکھنے والوں (یعنی فرشتوں) کے ہاتھوں میں (رہتے) ہیں کہ وہ مکرم (اور) نیک ہیں ۔

اور مجاہد نے کہا آیت میں مطہرہ کے معنی ہیں لَا يَمَسُّهَا إلَّا المُطَهَّرُون یعنی ان صحیفوں کو صرف وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں یعنی فرشتے (تو محمول کی صفت حامل کی کردی) اور یہ مثل ارشاد خداوندی فالمدبرات امرا ہے (مدبرات سے مراد سوار ہیں یعنی وہ فرشتے جو انتظام کائنات پر اللہ کی طرف سے مامور ہیں تو دراصل یہ محمول ہیں مجازاً ان کے حاملوں یعنی گھوڑوں کو مدبرات کہدیا) چنانچہ امام بخاری رحؒ فرماتے ہیں جعل الملائكة والصحف الخ، کہ حق تعالیٰ نے فرشتوں اور صحیفوں کو مطہر اور پاک فرمایا یا اس لئے کہ تطہیر یعنی پاک ہونا دراصل صحیفوں کی صفت ہے تو ان کے حاملین یعنی اٹھانے والے فرشتوں کو بھی مطہر فرمایا گیا ۔

۞ سَفرةٌ الملائكة واحدهم سافِرٌ سفرت اَصلحتُ بينهم وجُعلت الملائكة اذا نزلت بوحى الله وتادِيَته كالسّفير الذى يصلح بين القوم ۞

اشارہ ہے آیت کریمہ مذکورہ کی طرف یعنی بایدی سَفرة لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں فرماتے ہیں کہ ؛ سفرة ، (بفتحتین) سے مراد فرشتے ہیں یہ سافر بمعنی کاتب کی جمع ہے ۔ عرب لوگ کہتے ہیں سفرت بین القوم ای اصلحت بینہم ، یعنی میں نے ان میں صلح کرادی اور وحی الہٰی کو لانے اور اس کو پیغمبروں تک پہونچانے میں فرشتوں کو مثل سفیر قرار دیا گیا جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے ۔

خلاصہ یہ ہے کہ سفر کے معنی لکھنے کے بھی آتے ہیں اور صلح کرانے کے بھی نیز سفر کے لئے روانہ ہونا ۔

۞ وقال غيره تصدّىٰ تغافل عنه ۞

اشارہ ہے آیت ۔۔ کی طرف فانت له تصدّىٰ (پ۳۰ ع ۵) آپ اسکی فکر میں تو پڑتے ہیں ، آپ اس کے درپے ہیں الخ

فرماتے ہیں کہ دوسروں نے کہا تصدّی کے معنی ہیں تغافل عنہ یعنی اس سے غافل ہوجاتے ہیں غفلت برتتے ہیں ۔ قال الحافظ ابوذر ليس هٰذا بصحيح وانما يقال تصدى للامر اذا رفع راسه اليه فاما تلهّى فتغافل وتشاغل عنه انتهى لانه لم يتغافل عن المشرك انما تغافل عمن جاءه يسعىٰ (قسطلانی)

خلاصہ یہ ہے کہ تصدّی کے معنی تغافل سے درست نہیں ہے جمہور مفسرین و علماء لغت تصدّی کے معنی توجہ کرنے اور درپے ہونے کے لکھتے ہیں ممکن ہے کہ یہ ناقل کی غلطی ہو ، والذى قال ابوعبيده فى قوله تعالىٰ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى اى تتعرض له تلهّى تغافل عنه فالساقط لفظ تتعرض له ولفظ تلهّى وسياق تفسير تلهّى على الصواب (فتح)

تصدّی اصل میں تتصدّیٰ تھا ایک تاء کو حذف کردیا گیا ہے ۔ نیز تغافل دراصل تتغافل تھا ۔

۞ وقال مجاهدٌ لمّا يقضِ لا يقضى احدٌ ما اُمِرَ به ۞

اشارہ ہے آیت کریمہ كلّا لمّا يقضِ مَا اَمَرَه (پ۳۰ ع ۵) ہرگز (شکر) نہیں (ادا کیا اور) اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا ۔

اور مجاہد رح نے کہا کہ لمّا يقضِ کے معنی ہیں ، آدمی کو جس بات کا حکم دیا گیا تھا وہ کسی نے پورا پورا ادا نہیں کیا ۔

۞ وقال ابن عباس تَرْهَقُها ، تغشاها شدةٌ ۞

اشارہ ہے آیت کریمہ ترهقها قترة ، ان پر (غم کی) کدورت چھائی ہوگی الخ ۔

اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ ترهقها کے معنی ہیں اس پر سختی برس رہی ہوگی ۔

۞ مُسْفِرةٌ مُشْرِقةٌ ۞

اشارہ ہے آیت کریمہ وجوه يومئذٍ مُّسفرة بہت سے چہرے اس روز (ایمان کی وجہ سے) روشن ہونگے فرماتے ہیں کہ مسفرة کے معنی ہیں روشن ، چمکدار ۔

❊ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ، وقال ابن عباس کتبة اسفاراً کتبا ❊

آیت کریمہ قریب ہی میں گذر چکی ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سفرۃ بمعنی کتبۃ ہے یعنی لکھنے والے اور اسی سے ہے (سورہ جمعہ میں) اسفاراً جس کے معنی ہیں کتابیں یہ اسفار جمع ہے سِفر بکسر السین کی بمعنی کتاب جیسا کہ خود امام بخاری رحمہ اللہ نقل فرما رہے ہیں یقال واحد الاسفار سِفر۔

❊ تلهّٰى تشاغل ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ فانت عنه تلهّٰى آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں، بے رخی برتتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ تلهّٰى کے معنی ہیں تشاغل یعنی تغافل اصل میں تتلهّٰى تھا ایک تاء گر گئی ہے۔

(۳۶) حدثنا آدم قال حدثنا شعبة قال حدثنا قتادة قال سمعت زرارة بن اوفى يحدث عن سعد بن هشام عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال مَثَل الذي يقرأُ القرآن وهو حافظ له مع السفرة الكرام ومثل الذي يقرؤُه وهو يتعاهدُه وهو عليه شديدٌ فله اجران

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی مثال (حالت) جو قرآن مجید پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ بھی ہے، محترم اور نیک لکھنے والے (فرشتوں) جیسی ہے اور جو شخص قرآن مجید پڑھتا ہے اور اس کی مزاولت رکھتا ہے (یعنی بار بار پڑھتا رہتا ہے تاکہ بھول نہ جائے) اور وہ اس پر سخت و دشوار ہے تو اس کو دوگنا ثواب ملے گا (بعض لوگوں کی زبان پر قرآن پاک کے الفاظ زبان پر نہیں چڑھتے ان کو بار بار مشق کرتا اور یاد کرتا ہے ان ہی کے لئے دوہرا اجر ہے ایک تو قرآن مجید کے پڑھنے کا اور دوسرا مشقت اٹھانے کا، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اول شخص یعنی ماہر حافظ سے اس کا درجہ بلند ہوگا ہر حال میں اول اول ہے معزز و محترم ملائکہ وحی کی معیت اسی کو حاصل ہے۔

بخاری شریف ص۷۳۵ ❊ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ❊ ای سورۃ اذا الشمس کورت ۸۱۔ اس سورۃ کا معروف نام سورۃ التکویر ہے۔ یہ سورہ مکی ہے اس میں انتیس ۲۹ آیتیں ہیں۔

❊ انكدرت انتثرت ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ۲ واذا النجوم انکدرت اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ فرماتے ہیں کہ انکدرت بمعنی انتثرت ہے یعنی بکھر جائیں، گر پڑیں۔

❊ وقال الحسن: سُجِّرَتْ، ذهبَ ماؤُها فلا تبقى قطرةٌ وقال مجاهدٌ المسجورُ المملوءُ وقال غيره سُجِّرَتْ افضىٰ بعضها الى بعضٍ فصارت بحرا واحدا ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ۶ واذا البحار سُجِّرَتْ، اور جب دریا بھڑکائے جائیں گے۔ اور حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا سجرت کا معنی ہے اس کا پانی ختم ہو جائے گا (یعنی سوکھ جائے گا) اس میں ایک قطرہ بھی پانی نہیں رہے گا۔ اور مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: مسجور کا معنی (جو سورۂ طور میں ہے) بھرا ہوا۔ دوسروں نے کہا سجرت کے معنی ہیں

سمندر پھوٹ کر ایک دوسرے سے ملکر ایک سمندر بن جائیں گے (مطلب یہ ہے کہ سارے دریا وسمندر خلط ملط کرکے ایک کر دئے جائیں گے۔

❊ والخُنّس: تخنسُ فی مجراھا ترجع وتکنس تستتر کما تکنس الظباء ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ۱۵ و ۱۶ فلا اُقسم بالخنّس الجوار الکنّس (تو میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو سیدھے چلتے چلتے پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں (اور پھر پیچھے ہی کو) چلتے رہتے ہیں (اور کبھی پیچھے چلتے چلتے اپنے مطالع میں) جا چھپتے ہیں الخ۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں خنّس (جو خانس کی جمع ہے جیسے راکع کی جمع رُکّع) کے معنی ہیں اپنے چلنے کے مقام میں پیچھے اپنی جگہ پر لوٹ آتے ہیں۔ الجوار جمع ہے جاریۃ کی بمعنی چلنے والی کنّس جمع ہے کانِسٌ کی یہ تکنِس یعنی باب ضرب سے ماخوذ ہے وہ ستارے جو ہرنی کی طرح چھپ جاتے ہیں۔ اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ مراد پانچ سیارے ہیں جن کو خمسہ متحیرہ کہتے ہیں، مریخ، زحل، مشتری، عطارد، زہرہ، کیونکہ ان کی چال کچھ اسی ڈھب سے ہے تو کبھی یہ مشرق سے مغرب کو چلتے ہیں اور کبھی ٹھٹھک کر الٹے پھرتے ہیں اور کبھی سورج کے پاس آکر غائب رہتے ہیں۔

❊ تنفّس ارتفع النھار ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ۱۸ کی طرف والصُّبح اذا تنفّس، اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے۔ فرماتے ہیں کہ تنفّس کے معنی ہیں دن چڑھ جائے۔

❊ والظنین المتّھم والضنین یضن بہ ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ۲۴ کی طرف وما ھو علی الغیب بضنین (اور پیغمبر مخفی (بتلائی ہوئی وحی کی) باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں۔

فرماتے ہیں کہ ظنین (بالظاء فی قراءۃ ابن کثیر وابی عمرو والکسائی) کے معنی ہیں متّہم یعنی تہمت لگایا گیا اور (دوسری قرأت جو حضرت عاصم وغیرہ کی ہے اور یہی جمہور کی مشہور قرأت ہے بالضاد) ضنین کے معنیٰ ہیں بخیل مطلب یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمانی خبر وحی الٰہی میں بخل نہیں کرتے ہیں بلکہ امت کو تعلیم دیتے اور بتلاتے ہیں۔ ضنّ یضنّ از باب ضرب اور از سمع دونوں باب سے آتا ہے بمعنی بخل کرنا۔

❊ وقال عمرُ النّفوس زوّجت یزوّج نظیرہ من اھل الجنۃ والنار ثم قرأ احشروا الذین ظلموا وازواجھم ❊

اور حضرت عمر بن خطاب رضؓ نے آیت کریمہ ۷ واذا النفوس زوّجت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر آدمی کا جوڑ لگا دیا جائے گا خواہ جنتی ہو یا دوزخی (یعنی نیک کو نیک کے ساتھ اور بد کو بد کے ساتھ رکھا جائے گا۔) پھر آپؓ نے تلاوت فرمائی (سورۂ صافات آیت ۲۲)۔

(ملائکہ کو حکم ہوگا) جمع کرو ظالموں کو یعنی جو بانی اور مقتدائے کفر وشرک تھے) اور ان کے ہم مشربوں کو

(یعنی جوان کے ساتھ تابع تھے الخ)

عَسْعَسَ اَدْبَرَ

اشارہ ہے آیت ۱۷ واللیل اِذا عَسْعَسَ (اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے الخ. فرماتے ہیں کہ عسعس کے معنیٰ ہیں جب پیٹھ پھیرے۔

بخاری شریف ۷۳۶ اذا السمآء انفطرت ای سورۃ الانفطار ۸۲. سورۃ انفطار مکی ہے اور اس میں انیس ۱۹ آیتیں ہیں۔

وقال الرَّبیعُ بن خثیم فُجِّرت فاضت

اشارہ ہے آیت ۳ واذا البِحارُ فُجِّرتْ (اور جب سب دریا (شور و شیریں) بہہ پڑیں گے (اور بہہ کر ایک ہو جائیں گے الخ)

اور ربیع بن خثیم نے کہا کہ فجرت کے معنیٰ ہیں بہ نکلیں۔

وقرأ الاعمشُ وعاصمٌ: فعَدَلَکَ بالتخفیف وقرأہ اھل الحجاز بالتشدید واراد معتدل الخلقِ ومن خفَّفَ یعنی فی ای صورۃ شاء اِمّا حَسَنٌ واِمّا قبیح وطویل اوقصیرٌ.

اشارہ ہے آیت ۷ و ۸ الذی خلقک فسوّٰک فعدلک فی ای صورۃٍ مّا شاء رکّبک (جس نے تجھ کو (انسان) بنایا پھر تیرے اعضاء کو درست کیا پھر تجھ کو (مناسب) اعتدال پر بنایا (یعنی اعضا میں تناسب رکھا اور جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دیدیا) اور اعمش اور عاصم نے فعدلک کو تخفیف دال کے ساتھ پڑھا ہے اور یہی اہل کوفہ کی اور جمہور کی قرأت ہے) اور حجاز والوں نے دال کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے وہ مراد لیتے ہیں معتدل الخلق یعنی اعضاء میں برابری اور مناسبت رکھی ایسا نہیں کہ ایک ہاتھ لمبا ہو اور ایک چھوٹا، ایک پاؤں بڑا اور ایک چھوٹا۔ اور جن حضرات نے تخفیف دال کے ساتھ پڑھا ہے وہ مراد لیتے ہیں کہ جس صورت میں چاہا تجھے بنا دیا خوبصورت یا بدصورت اور لمبا یا کوتاہ قد (چھوٹے قد والا)۔

لیکن علامہ عینی رح فرماتے ہیں کہ: ومن خفّف کا عطف اراد کے فاعل پر کیا جائے تو دونوں صورتوں میں مراد معتدل الخلق ہی ہوگا اور فی ای صورۃ جملہ مستانفہ ہوگا چنانچہ قفال نے بعض اہل لغت سے نقل کیا ہے کہ عدل بالتخفیف اور عدل بالتشدید دونوں لغتیں ہیں اور دونوں کے معنیٰ ایک ہی ہیں۔

بخاری شریف ۷۳۶ وَیْلٌ لِّلمُطَفِّفِینَ ای سورۃ التطفیف ۸۳

سورہ تطفیف مکی ہے اس کی چھتیس ۳۶ آیتیں ہیں۔

وقال مجاھد: ران ثبت الخطایا

اشارہ ہے آیت ۱۴ کلا بل ران علیٰ قلوبھم ما کانوا یکسبون، ہرگز ایسا نہیں (یعنی منکرین قیامت کے پاس کوئی دلیل نہیں) بلکہ (اصل وجہ تکذیب کی یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان کے اعمال بد کا زنگ بیٹھ گیا ہے الخ

اور مجاہد نے کہا آیت میں رَانَ کے معنیٰ ہیں گناہوں کا جم جانا ،

رَانَ ماضی ہے رَین سے جس کے معنیٰ زنگ آلودہ ہونے اور میل پکڑنے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں پر گناہوں کا زنگ لگ گیا ہے اور جس طرح زنگ لوہے کو کھا کر مٹی بنا دیتا ہے اسی طرح ان گناہوں کے زنگ نے ان کے دل کی اس صلاحیت کو ختم کر دیا جس سے بھلے برُے کی تمیز ہوتی ہے ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے اگر اس نے توبہ کر لی اور اس پر نادم ہو کر آگے اپنے عمل کو درست کر لیا تو یہ سیاہ نقطہ مٹ جاتا ہے اور دل اپنی حالت پر منور ہو جاتا ہے اور اگر اس نے توبہ نہ کی بلکہ اپنے گناہوں میں زیادتی کرتا چلا گیا تو یہ سیاہی اس کے سارے قلب پر چھا جاتی ہے اسی کا نام رَانَ ہے ۔ (رواہ الترمذی وغیرہ) ۔

ثُوِّبَ جوزی

اشارہ ہے آیت کریمہ ۳۶ یعنی اس سورت کی آخری آیت ھل ثُوِّبَ الکفار ما کانوا یفعلون ۔ واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلا ملا ۔

فرماتے ہیں کہ ثُوِّبَ بمعنی جوزی ہے یعنی بدلہ دیئے گئے ۔

وقال غیرہ المُطَفِّفُ لا یوفی غیرہ

اشارہ ہے پہلی آیت کی طرف وَیل للمُطَفِّفِینَ ، بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی الخ اور غیر مجاہد نے کہا مُطفِّف وہ ہے جو اپنے غیر کو پورا تول نہ دے (بلکہ دغا بازی کرے)

(۱۴۲) حَدَّثنا ابراھیم المنذر قال حدثنا مَعْن قال حدثنی مالك عن نافع عن عبد الله بن عُمر ان النبیّ صلی الله علیه وسلم قال یوم یقوم الناس لرب العالمین حتی یغیب احدھم فی رشحه فی انصاف اذنیه ۔

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس دن لوگ دونوں جہان کے پالنے والے کے سامنے (یعنی قیامت کے روز حساب کے لئے) کھڑے ہونگے تو کچھ لوگ (مارے خوف کے اور آفتاب کے قریب آنے کیوجہ سے) اپنے پسینے میں نصف کانوں تک غرق ہونگے ۔

تشریح وجہ ذکرہ ھٰذا قولہ تعالیٰ : یوم یقوم الناس لرب العٰلمین ۔

والحدیث اخرجہ مسلم فی باب صفة یوم القیامة ۳۸۴

فی رشحه بفتح الراء وسکون المعجمة ای فی عرقه ۔

بخاری شریف ۷۳۶ اذا السماء انشقت ، ای سورۃ اذا السماء انشقت ۸۴ ۔

اس سورت کا معروف نام سورہ انشقاق ہے یہ مکی ہے اور اس میں پچیس آیتیں ہیں ۔

❊ قال مجاهد کتابہ بشمالہ یاخذ کتابہ من وراء ظهره ❊

اشارہ ہے آیت ۱۰ واما من اوتی کتابہ وراء ظهره ، اور جس شخص کا نامۂ اعمال (اس کے بائیں ہاتھ میں) اس کی پیٹھ سے ملے گا الخ.

مجاہد نے کہا: کتابہ بشمالہ ، کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنا نامۂ اعمال اپنی پیٹھ پیچھے سے لے گا ، مطلب یہ ہے کہ اس کافر کا بایاں ہاتھ پشت کی طرف نکالدیا جائے گا اور اسی ہاتھ میں وہ اپنا نامۂ اعمال لے گا اور اس کا داہنا ہاتھ گردن میں باندھ دیا جائے گا ۔ واللہ اعلم.

❊ وسق جمع من دابۃ ❊

اشارہ ہے آیت ۱۷ واللیل وما وسق ، اور (قسم ہے) رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ (کر جمع کر) لیتی ہے الخ

فرماتے ہیں کہ وسق کا مطلب یہ ہے کہ رات چوپائے وغیرہ کو جمع کر لیتی ہے یعنی سب کو سمیٹ کر ٹھکانے پر پہونچا دیتی ہے ۔

❊ ظن ان لن یحور ، ان لا یرجع الینا ❊

اشارہ ہے آیت ۱۴ انہ ظن ان لن یحور ، اس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو (خدا کی طرف) لوٹنا نہیں ہے الخ

فرماتے ہیں کہ لن یحور کے معنی ہیں ہرگز نہیں لوٹے گا ہماری طرف ۔

(۴۶۳) حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا یحیی عن عثمان بن الاسود سمعت ابن ابی ملیکۃ عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔

(۴۶۴) حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن ابی ملیکۃ عن عائشۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۴۶۵) حدثنا مسدد عن یحیی عن ابی یونس حاتم بن ابی صغیرۃ عن ابن ابی ملیکۃ عن القاسم عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس احد یحاسب الا ھلک قالت قلت یا رسول اللہ جعلنی اللہ فداءك الیس یقول اللہ عزوجل فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا قال ذاك العرض یعرضون ومن نوقش الحساب ھلك ❊

ترجمہ :- ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی سے بھی (قیامت کے دن) حساب لے لیا گیا تو وہ ہلاک ہو جائے گا ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے

فاما من أوتی کتابہ الآیہ یعنی جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا سو اس سے آسان حساب لیا جائیگا
آنحضرتؐ نے فرمایا (یہ حساب نہیں ہے) یہ تو پیشی ہے کہ وہ صرف پیش کئے جائیں گے (یعنی اعمال بتا دئے جائیں گے۔
اور بدون بحث ومناقشہ کے چھوڑ دئے جائیں گے) اور وہ شخص جس کے حساب کی جانچ پڑتال کی گئی تو سمجھ لو کہ وہ
ہلاک ہوگیا (مطلب یہ ہے کہ حساب کے وقت اگر پوچھ تاچھ شروع ہوگئی کہ نماز نہیں پڑھی؟ سینما کیوں
دیکھا؟ تو چھٹکارا مشکل ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث اخرجہ فی الرقاق ص۹۶۷ واخرجہ مسلم والترمذی وغیرہ۔

امام بخاری رحؒ نے حضرت عائشہ رضؓ کی اس حدیث کو یہاں تین سندوں سے ذکر کیا ہے۔ ذالک العرض
مطلب یہ ہے کہ گنہگار کو اس کے گناہ صرف بتلا دئے جائیں گے اور ارشاد ہوگا کہ تم نے یہ غلطی کی لیکن میں نے
تیرے گناہوں کی دنیا میں پردہ پوشی کی تھی آج بھی تیرے گناہوں پر پردہ ڈال کر معاف کرتا ہوں جاؤ میں نے
معاف کر دیا، اور نہ پوچھا جائے گا کہ کیوں کیا؟۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ قیامت کے روز حساب کے بارے میں لوگوں کا تفاوت ہوگا۔
مزید تفصیل کتاب العلم میں آئے گی انشاء اللہ۔

بخاری شریف ص۷۳۶ ؛ بَابُ قولہ لتَرکَبُنَّ طَبَقًا عن طَبَقٍ ؛

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: آیت کریمہ ۱۹ یعنی تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے الخ
لترکبن از باب سمع رکوب سے مضارع بانون تاکید کا صیغہ ہے تم ضرور سوار ہوگے اصل میں لترکبونن تھا
تین نون ایک جگہ جمع ہونے کی وجہ سے نون رفع کو حذف کر دیا گیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے واؤ گر گیا۔
طبق کے معنی ہیں درجہ، طبقہ، منزل، آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک منزل سے دوسری منزل ایک
حالت سے دوسری حالت کی طرف ترقی کرنی ہے کما فی قولہ تعالیٰ ھوالذی خلقکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من
علقۃ الآیہ (سورۃ مومن) یعنی وہ وہی ہے جس نے بنایا تم کو خاک سے پھر پانی کی بوند سے پھر منجمد خون
(لہو کی پھٹکی) سے پھر تم کو نکالتا ہے الخ خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنی تخلیق کی ابتداء سے انتہا تک کسی
وقت ایک حال پر نہیں رہتا بلکہ اس کے وجود پر تدریجی انقلابات آتے رہتے ہیں۔

(۴۴۲) حَدَّثنا سعید بن النضر قال اخبرنا ھشیم قال اخبرنا ابو بشر جعفر بن ایاس عن
مجاھد قال قال ابن عباس: لترکبنّ طبقًا عن طبق، حالاً بعد حال قال ھٰذا نبیکم صلی اللہ
علیہ وسلم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضؓ نے بیان کیا کہ آیت لترکبنّ طبقا عن طبق، یعنی تم کو ضرور ایک
حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے، فرمایا یہاں مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی خطاب آنحضورؐ

کو ہے کہ آپ کو کامیابی رفتہ رفتہ حاصل ہوگی)۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاھرۃ۔

لترکبنّ طبقاً عن طبق، فلا اقسم بالشفق الاٰیہ کا جواب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کی تفسیر مذکورہ فی الحدیث بفتح الباء کی قرأت پر ہے اور یہ قرأت حضرت حمزہ اور ابن کثیر وغیرہ سے منقول ہے اسی قرأت یعنی لترکبَنّ بفتح الباء کی قرأت پر صیغہ واحد مذکر حاضر ہوگا اور خطاب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مطلب یہ ہے کہ فی الحال مشرکوں کے انکار وتکذیب سے آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں موجودہ حالت کے بعد آپ ہی کو فتح اور غلبہ حاصل ہوگا۔

جمہور کی قرأت لترکبُنّ بضم الباء بصیغہ جمع ہے اور اسی قرأت پر ترجمہ کیا گیا ہے اس صورت میں خطاب تمام انسانوں سے ہے مطلب یہ ہے کہ اے بنی نوع انسان تم ہمیشہ ایک حالت سے دوسری حالت پر چڑھتے چلے جاؤ گے یعنی اپنی تخلیق کی ابتداء سے انتہاء تک کسی وقت ایک حال پر نہیں رہتا بلکہ اس کے وجود پر تدریجی انقلابات آتے رہتے ہیں نطفہ سے علقہ (منجمد خون) بنا پھر ایک مضغہ گوشت بنا پھر اس میں ہڈیاں پیدا ہوئیں پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھا پھر مکمل جسم بنا پھر اس میں روح ڈالی گئی وغیرہ۔

بخاری شریف ص۷۳۲ ❊ البروج ❊ ای سورۃ البروج ۸۵

سورۂ بروج مکی ہے اور اس میں بائیس ۲۲ آیات ہیں۔

❊ وقال مجاھد الاخدود، شقٌّ فی الارض ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ قتل اصحٰبُ الاخدود، آیت ۴ خندق والے مارے گئے (یعنی ملعون ہوئے) اور مجاہد نے بیان کیا کہ اخدود کے معنی ہیں زمین میں جو گڑھا کھودا جائے یعنی خندق، کھائی اس کی جمع اخاوید آتی ہے۔ اور یہ آیتِ مذکورہ جواب قسم ہے۔

واقعہ اصحاب اخدود اصحاب اخدود سے کون مراد ہیں؟ مفسرین نے کئی واقعات نقل کئے ہیں لیکن صحیح مسلم، جامع ترمذی وغیرہ نے جو روایت معمولی تغیرا ور خفیف سی کمی بیشی کے ساتھ حضرت صہیب رضؓ سے مرفوعاً نقل کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں کوئی کافر بادشاہ تھا جب جادوگر بہت بوڑھا ہوگیا (یعنی موت کا وقت قریب ہوا) تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ ایک ہونہار اور ہوشیار لڑکا مجھے دیا جائے تو میں اس کو اپنا علم سکھاؤں تاکہ میرے بعد علم مٹ نہ جائے چنانچہ ایک لڑکا (عبداللہ بن تامر نامی) تجویز کیا گیا، جو روزانہ ساحر (جادوگر) کے پاس جاکر اس کا علم سیکھتا تھا راستہ میں ایک عیسائی راہب رہتا تھا جو اس وقت کے اعتبار سے دینِ حق پر تھا لڑکا اس کے پاس بھی کچھ دیر بیٹھتا اور اس کی باتیں پسند کرتا چنانچہ خفیہ طور سے لڑکا راہب کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا اور راہب کے فیضِ صحبت سے ولایت وکرامت کے درجہ پر پہنچا، ایک روز لڑکے نے دیکھا کہ کسی بڑے جانور (شیر یا اژدھا) نے لوگوں

کا راستہ روک رکھا ہے جس کی وجہ سے مخلوق پریشان ہے لڑکے نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ اے اللہ اگر بجائے جادوگر کے راہب کا دین تجھے پسند ہو تو اس پتھر سے اس جانور کا کام تمام کردے تاکہ لوگ اپنا اپنا راستہ لیں یہ کہہ کر پتھر پھینکا، خدا نے اس جانور کا کام تمام کر دیا اور سب لوگ اپنے اپنے راستے چل نکلے، لڑکے نے سارا واقعہ راہب سے کہہ سنایا، راہب نے سنکر کہا: بیٹا اب تم مجھ سے بھی افضل ہو کہ تمہارا معاملہ اس درجہ پہونچ گیا ہے، میرا خیال ہے کہ اب اللہ تعالیٰ تم کو ابتلاء اور آزمائش میں ڈالے گا۔

ادھر لوگوں میں شور ہوا کہ اس لڑکے کو عجیب علم آتا ہے اب لڑکے کی دعا سے نابینا، کوڑھی اچھے ہونے لگے بادشاہ کا ایک ہم نشین نابینا تھا اس نے جو سنا تو بہت سے تحفے تحائف لے کر لڑکے کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے شفا دے تو یہ سب تیرا ہے لڑکے نے کہا کہ میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا شفا دینے والا تو اللہ ہے اگر تو ایمان لے آئے تو میں اللہ سے دعا کروں وہ تجھے شفا دے چنانچہ وہ ایمان لے آیا اور اسے شفا ہو گئی، وہ جب بادشاہ کے پاس آکر بیٹھا تو اس نے دریافت کیا کہ تجھے دوبارہ بینائی کس نے دی؟ اس نے کہا میرے رب نے بادشاہ کہنے لگا، کیا میرے سوا تیرا اور کوئی رب ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں میرا اور تیرا رب اللہ ہے اس پر وہ بہت برہم ہوا اور اس شخص کو گرفتار کر کے طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگا آخر اس نے لڑکے کا پتہ دیا چنانچہ لڑکا لایا گیا، بادشاہ اس سے کہنے لگا کہ اب تو تیرا جادو اس درجہ چلنے لگا کہ اس سے کوڑھی اور نابینا تک اچھے ہونے لگے۔ لڑکے نے جواب میں کہا کہ میں کسی کو اچھا نہیں کرتا اللہ شفا دیتا ہے۔ اس پر اس نے لڑکے کو بھی پکڑ کے ستانا شروع کیا، اس نے راہب کا واقعہ کہہ سنایا اس پر راہب طلب کیا گیا، کچھ گفتگو اور بحث کے بعد راہب اور ہم نشین اندھے کو قتل کر دیا اور لڑکے (عبداللہ بن تامر) کے متعلق حکم دیا کہ اس کو کسی اونچے پہاڑ پر سے گرا کر ہلاک کر دیا جائے مگر خدا کی قدرت جو لوگ اس کو لے کر گئے تھے سب پہاڑ سے گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح وسالم چلا آیا، پھر بادشاہ نے دریا میں غرق کرنے کا حکم دیا وہاں بھی یہی صورت پیش آئی کہ لڑکا صاف بچ کر نکل آیا اور جو لے کر گئے وہ سب دریا میں ڈوب گئے، آخر لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ میں خود اپنے مرنے کی ترکیب بتلاتا ہوں آپ سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کریں ان کے سامنے مجھ کو سولی پر لٹکائیں اور یہ لفظ کہہ کر مجھ پر تیر چلائیں بسم اللہ رب الغلام (اس اللہ کے نام پر جو لڑکے کا رب ہے)

چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا، تیر لڑکے کی کنپٹی پر بیٹھا لڑکے نے اپنا ہاتھ کنپٹی پر رکھا اور اپنے رب کے نام پر قربان ہو گیا، لوگوں نے جو یہ دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھے " آمنا برب الغلام آمنا برب الغلام " ہم سب لڑکے کے رب پر ایمان لائے) مصاحبوں نے بادشاہ کے کان بھرے کہ لیجئے جس چیز کی روک تھام کر رہے تھے وہی پیش آئی پہلے تو اکا دکا مسلمان ہوتا تھا اب تو چند درباریوں کے سوا سب مسلمان ہو گئے، بادشاہ نے غصہ میں آکر بڑی بڑی خندقیں کھدوائیں اور ان کو آگ سے بھروا کر اعلان کیا کہ جو شخص دین اسلام سے نہ پھرے گا اس کو ان خندقوں میں جھونک دیا جائے گا آخر لوگ آگ میں ڈالے جا رہے تھے لیکن اسلام سے نہیں ہٹتے تھے

ایک مسلمان عورت لائی گئی جس کی گود میں دودھ پیتا بچہ تھا جب خندق کے پاس لائی گئی تو شاید بچہ کی وجہ سے گھبرائی مگر بچہ نے فوراً خدا کے حکم سے آواز بلند کی کہ اماں جان صبر کر تو حق پر ہے۔ بہر حال سارے لوگ ایمان پر قائم رہے کافر ظالم کو حق تعالیٰ نے دنیا میں بھی خائب و خاسر بنا دیا۔

محمد بن اسحاق کی روایت میں ہے کہ یہ لڑکا عبداللہ بن تامر جس جگہ مدفون تھا اتفاقاً کسی ضرورت سے وہ زمین حضرت فاروق اعظم رضؓ کے زمانے میں کھودی گئی تو اس میں عبداللہ بن تامر کی لاش صحیح سالم اس طرح برآمد ہوئی کہ وہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کا ہاتھ کنپٹی پر رکھا ہوا تھا جہاں تیر لگا تھا کسی دیکھنے والے نے ان کا ہاتھ اس جگہ سے ہٹا دیا تو زخم سے خون جاری ہو گیا پھر ویسے ہی رکھدیا تو بند ہو گیا اس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس پر لکھا ہوا تھا اللہ ربی ، عامل یمن نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت فاروقِ اعظم رضؓ کو دی تو آپ نے جواب میں لکھا کہ ان کو ان کی ہیئت پر انگوٹھی سمیت اسی طرح چھپا دو جیسے پہلے تھے (ابن کثیر)

فائدہ :۔ ابن کثیرؒ نے بحوالہ ابن ابی حاتم سے نقل کیا ہے کہ آگ کی خندق کا واقعہ دنیا میں ایک ہی نہیں بہت مختلف ملکوں اور زمانوں میں ہوتے ہیں پھر ابن ابی حاتم نے ان واقعات میں سے تین کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے کہ ایک خندق یمن میں تھی (جس کا واقعہ زمانِ فترت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر سال پہلے پیش آیا ہے) دوسری خندق شام میں اور تیسری خندق فارس میں تھی کیونکہ یہی عرب کے ایک ملک میں تھی۔

❊ فتنوا عذبوا ❊ الخ

اشارہ ہے آیت کریمہ ۱۰ ان الذین فتنوا المؤمنین الآیۃ (جنہوں نے ایمان والوں کو تکلیف پہنچائی فرماتے ہیں کہ فتنوا کے معنیٰ ہیں تکلیف پہنچائی۔

بخاری شریف ص۷۳۶ :۔ **الطارق** ❊ ای سورۃ الطارق ۸۶ ۔

سورۃ طارق مکی ہے اور اس میں سترہ آیات ہیں ۔

❊ وقال مجاهدٌ ذاتِ الرَّجع سحاب یرجع بالمطر ذات الصدع الارضُ تتصدع بالنّبات ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ۱۱ و ۱۲ والسماء ذاتِ الرجع والارض ذات الصدع (۱۲) قسم ہے بارش برسانے والے آسمان کی الخ۔

اور مجاہد رحؒ نے بیان کیا کہ ذات الرجع یعنی بارش والا سے مراد بادل ہے جو بارش کو لوٹاتا رہتا ہے ، ذات الصدع سے مراد وہ زمین ہے جو بیج نکلنے کے وقت پھٹ جاتی ہے ۔

بارش کو رجع کہنے کی وجہ

قاضی بیضاوی نے اس کی ۲ وجہیں لکھی ہیں لان اللہ یرجعہ وقتاً فوقتاً اولیٰ قیل من ان السحاب یحمل اطلاع من البحار ثم یرجعہ الی الارض ۔

(اس لئے کہ اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً بارش کو لوٹاتا رہتا ہے یا اس لئے کہ کہا گیا ہے کہ ابر سمندروں سے پانی لادلیتا ہے اور پھر زمین کی طرف لوٹا دیتا ہے ۔

قسطلانی میں اتنی عبارت کا اضافہ ہے الطارق ہو النجم وما اتاک لیلاً فہو طارق النجم الثاقب المضیئ۔ وقال ابن عباس لقول فصل، لحق لما علیہا حافظ الا علیہا حافظ، یعنی ستارہ ہے اور طارق اس کو بھی کہتے ہیں جو رات کو تیرے پاس آئے، النجم الثاقب روشن ستارہ۔ اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا قول فیصل یعنی حق بات۔ لما علیہا حافظ میں لما بمعنی الا ہے یعنی کوئی نفس ایسا نہیں ہے جس پر خدا کی طرف سے نگہبان و محافظ مامور نہ ہو (تیسیر)۔

سورۂ قٓ میں اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔ یعنی انسان جو بھی اپنے منہ سے نکالتا ہے۔ اس کے پاس ایک نگہبان فرشتہ موجود ہے جو فوراً اس کے الفاظ کو نوٹ کرلیتا ہے۔ دوسری جگہ مزید وضاحت ہے۔ کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر معزز کاتب مقرر ہیں جو تمہارے ہر کام کو جانتے ہیں اور تمہارے نامۂ اعمال میں لکھ لیتے ہیں۔

بخاری شریف ص۷۳۶ ❊ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ❊ ای سورۃ الاعلیٰ ۸۷۔

سورۂ اعلیٰ مکی ہے اور اس میں انیس آیات ہیں۔

(۱۷۶۴) ❊ حدثنا عبدان قال اخبرنی ابی عن شعبة عن ابی اسحٰق عن البراء قال اول من قدم علینا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن عمیر وابن ام مکتوم فجعلا یقرئاننا القراٰن ثم جاء عمار وبلال وسعد ثم جاء عمر بن الخطاب فی عشرین ثم جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فما رأیت اهل المدینة فرحوا بشیء فرحهم به حتی رأیت الولائد والصبیان یقولون هذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد جاء فما جاء حتی قرأت سبح اسم ربک الاعلیٰ فی سور مثلها ❊

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازبؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (مہاجر) صحابہ میں سب سے پہلے ہمارے پاس (مدینہ منورہ) تشریف لانے والے حضرت مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم رضؓ تھے، مدینہ پہونچکر ان بزرگوں نے ہمیں قرآن مجید پڑھانا شروع کردیا، پھر حضرت عمار رضؓ، بلال رضؓ، اور سعید رضؓ آئے پھر حضرت عمر بن خطاب رضؓ بیس صحابہ کو ساتھ لے کر آئے اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے کبھی مدینہ والوں کو اتنا خوش ہونے والا نہیں دیکھا تھا جتنا وہ حضور اقدس ﷺ کی آمد پر خوش ہوتے تھے، یہاں تک کہ بچیاں اور بچے بھی کہنے لگے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ہمارے یہاں تشریف لائے ہیں میں نے آنحضورﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے پہلے ہی سبح اسم ربک الاعلیٰ اور اس جیسی اور سورتیں پڑھ لی تھیں

تشریح مطابقتہ للترجمۃ فی آخر الحدیث۔
والحدیث قد مضیٰ فی بنیان الکعبہ ص۵۵۸۔

بخاری شریف ص۷۳۶ ❊ ھل اتٰک حدیث الغاشیۃ ❊ ای سورۃ الغاشیۃ ۸۸

سورۂ غاشیہ مکی ہے اور اس میں چھبیس ۲۶ آیات ہیں۔

❊ وقال ابنُ عباس عاملۃٌ ناصبۃٌ النصاری ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ۲ و ۳ وُجوہٌ یومئذٍ خاشعۃٌ (۲) عاملۃٌ ناصبۃٌ (۳)۔

بہت سے چہرے اس روز ذلیل (اور) محنت کرنے والے تھکے ہونگے۔

اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ عاملۃ ناصبۃ سے مراد نصاریٰ ہیں۔

❊ وقال مجاھد عَینٍ اٰنِیَۃ بلغ اناھا وحانَ شربُھا حمیم اٰن بلغ اِناہٗ ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ تسقیٰ من عَینٍ اٰنیۃ (۵) (اور) کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے۔

اور مجاہد رحؒ نے کہا: عین اٰنیہ کے معنی ہیں بلغ اناہا (بکسر الہمزہ) اس کی گرمی انتہا کو پہونچ گئی اور اس کے پینے کا وقت آن پہنچا۔ حمیم اٰن (جو سورۂ رحمٰن میں ہے اس کا بھی یہی معنی ہے) اسکی گرمی حد کو پہونچ گئی۔

اٰنیۃ صیغۂ اسم فاعل سخت کھولتی ہوئی از ضرب پانی پک جانا، سخت کھولنا نیز اس کے معنی ہیں آنا

❊ لاتسمعُ فیھا لاغیۃً شتمًا ❊

اشارہ ہے آیت ۱۱ کی طرف۔ یعنی اس بہشت میں کوئی لغویات نہ سنیں گے الخ یعنی اس میں گالی گلوچ نہ سنینگے۔

❊ الضَّریع، نبتٌ یقال لہ الشِّبرِقُ یسمّیہ اَھل الحجاز الضریع اذا یبس وھو سمٌّ ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ۶ کی طرف لیس لھم طعامٌ الّا من ضریع الخ (اور) ان کو بجز ایک خار دار جھاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا الخ یعنی اہل جہنم کو کھانے کے لئے ضریع کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ فرماتے ہیں کہ ضریع ایک گھاس ہے جس کو شبرق کہا جاتا ہے یہی گھاس جب سوکھ جاتی ہے تو اہل حجاز اس کو ضریع سے موسوم کرتے ہیں اور یہ زہر ہے۔

علامہ بدرالدین عینی رحؒ لکھتے ہیں کہ یہ فرّاء کا بیان ہے، مجاہد رحؒ سے منقول ہے کہ یہ ایک خار دار گھاس ہے جو زمین سے چپاں رہتی ہے قریش اس کو شبرق کہتے ہیں اور جب خشک ہو جاتی ہے تو اس کو ضریع نام دیتے ہیں یہ سب سے زیادہ خبیث اور نہایت بری خوراک ہے کہ جب یہ گھاس خشک ہو جاتی ہے تو جانور بھی اس کے پاس نہیں پھٹکتے۔

❊ بِمُسَیطِرٍ، بمسلّطٍ ویُقرأ بالصاد والسین ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ۲۲ لستَ علیھم بِمُصَیطِرٍ آپ ان پر مسلّط نہیں ہیں الخ

فرماتے ہیں کہ مسیطر بمعنیٰ مسلّط ہے اور یہ صاد اور سین دونوں سے پڑھا جاتا ہے

وقال ابنُ عباس ایابَھم، ہمارے ہی پاس اُن کا آنا ہوگا الخ

اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ ایابھم بمعنیٰ مرجعھم یعنی ان کا لوٹنا، ان کی واپسی۔

بخاری شریف ص۷۳۶ ❊ والفجر ❊ ای سورۃ الفجر ۸۹ ۔

سورۂ فجر مکی ہے اور اس میں تیس ۳۰ آیات ہیں ۔

❊ وقال مجاهد الوتر اللّٰه ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ۳ کی طرف والشفع والوتر، اور قسم ہے جفت کی اور طاق کی الخ۔

اور مجاہد نے بیان کیا کہ آیت میں وتر سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ حضرت عاصم اور جمہور کی قرأت وَتر بفتح الواؤ ہے اور یہی اہلِ حجاز کی قرأت ہے، اور اکثر اہل کوفہ نے بکسر الواؤ پڑھا ہے معنیٰ کوئی فرق نہ ہوگا یعنی وَتر کے لغوی معنیٰ ہیں طاق، بے جوڑ۔

حضرت مجاہد رح سے منقول ہے کہ شفع سے مراد تمام مخلوقات ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے کما فی القرآن الحکیم ومن کل شئ خلقنا زوجین، جیسے کفر وایمان، ہدایت وضلالت، سعادت وشقاوت، نور وظلمت، رات ودن، آسمان وزمین، مرد وعورت وغیرہ، اور ان سب کے مقابل وتر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

❊ إرم ذات العماد القديمة والعماد اهل عمود لا يقيمون يعني اهل خيام ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ۶ و ۷ ألم تر كيف فعل ربك بعاد إرم ذات العماد، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد یعنی قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قد وقامت ستون وعمود جیسے دراز تھے الخ

فرماتے ہیں کہ ارم ذات العماد سے مراد پرانی قوم عاد ہے یعنی عادِ اولیٰ اور عماد کے معنی ہیں عمود والے یعنی خیموں والے (خانہ بدوش جو ایک جگہ قیام نہیں کرتے جہاں پانی چارہ پاتے وہیں منتقل ہو جاتے، عمود اور عماد کے ایک ہی معنی ہیں۔

إرم عجمیت اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور یہ عاد کا عطف بیان یا بدل ہے اور مقصود اس سے قبیلہ عاد کی دو قسموں میں سے ایک کی تعیین ہے یعنی عاد اولیٰ جو ان کے متقدمین ہیں ان کو عاد ارم کے لفظ سے اس لئے تعبیر کیا کہ یہ لوگ اپنے جدِّ اعلیٰ ارم بن سام بن نوح ع سے قریب تر ہیں۔

عماد اور عمود ستون کو کہتے ہیں اس کی جمع عَمَد بفتحتین آتی ہے اسی مناسبت سے اکثر مفسرین ذات العماد کے معنی دراز قامت بیان کئے ہیں جیسا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رح کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔

❊ سوط عذاب الذي عذب به ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ۱۳؛ فصبّ عليهم ربك سوط عذاب، پس آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا (یعنی عذاب نازل کیا)۔

فرماتے ہیں کہ سوط عذاب سے مراد وہ چیز ہے جس سے انہیں عذاب دیا گیا۔

❊ اكلا لمّا السف وجمّا الكثير ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ۱۹ و ۲۰؛ وتاكلون التراث اكلا لمّا وتحبون المال حبًّا جمًّا، اور تم میراث

کا مال سارا سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور تم لوگ مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو الخ۔

فرماتے ہیں! لمّا کے معنیٰ ہیں السَّفُّ یعنی پھانک جانا، سمیٹ کر کھا جانا اکلا مصدر ہے بمعنیٰ کھانا اور اسی طرح سے لمّا مصدر ہے از باب نصر ینصر لمّ یلمّ لمًّا اور دوسروں کا حصہ کھا لینا اس کی تفسیر کی گئی ہے سفٌّ سے جس کے معنیٰ ہیں پھانکنا یعنی سب سمیٹ کر کھا جانا نیز بہت پانی پینا مگر سیراب نہ ہونا۔ اور جمًّا بمعنیٰ کثیر ہے یعنی بہت۔

❊ وقال مجاهدٌ كل شئٍ خلقه فهو شفعٌ السماء شفعٌ والوتر الله تبارك وتعالى ❊

اور مجاہد رح نے (سورۃ فجر کی آیت ۳ والشفع والوتر کی تفسیر میں) فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا (یعنی ساری مخلوقات) وہ شفع یعنی جوڑ ہے آسمان بھی (زمین کا) جوڑ ہے اور وتر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

❊ وقال غيره: سوط عذاب، كلمةٌ تقولها العرب لكل نوعٍ من العذاب يدخل فيه السوطُ ❊

اور غیر مجاہد نے کہا "سوط عذاب" یہ ایک کلمہ ہے جس کو اہل عرب ہر قسم کے عذاب کیلئے استعمال کرتے ہیں جس میں کوڑے کا عذاب بھی شامل ہے۔

علامہ عینی رح فرماتے ہیں "ولو ذكر هذا عند قوله سوط عذاب الذى عذبوا به لكان اولىٰ وارتب۔

❊ لبالمرصاد اليه المصير ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ۱۴ "إنّ ربّك لبالمرصاد" بے شک آپ کا رب نافرمانوں کی گھات میں ہے۔ فرماتے ہیں "لبالمرصاد" یعنی خدا کی طرف سب کو پھر جانا ہے۔

❊ تحاضّون تحافظون وتحضّون تامرون باطعامه ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ۱۸ "ولا تحاضّون على طعام المسكين" اور تم دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے ہو۔

فرماتے ہیں تحاضّون (الف کے ساتھ جو مشہور قرأت ہے) بمعنیٰ تحافظون ہے لا تحاضّون یعنی حقوق کی محافظت نہیں کرتے ہو۔ دوسری قرأت ہے تحضّون یعنی کھلانے کا حکم نہیں دیتے ہو۔

❊ المطمئنة المصدِّقة بالثواب وقال الحسن يا ايتها النفسُ اذا اراد الله قبضها اطمأنت الى الله واطمأنّ الله اليها ورَضيت عن الله ورضى الله عنها فامر بقبض روحها فادخلها الله الجنة وجعله من عباده الصالحين ❊

اشارہ ہے آیت کریمہ ۲۷ "يا ايتها النفس المطمئنة ارجعى الىٰ ربك الآية" اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کے جوار رحمت کی طرف چل الخ

فرماتے ہیں کہ المطمئنة کے معنیٰ ہیں اللہ کے ثواب پر یقین رکھنے والا، اور حسن بصری رح نے کہا کہ نفس مطمئنہ وہ ہے جب اللہ تعالیٰ اس کو بلانا چاہے (یعنی موت آئے) تو وہ اللہ کی طرف مطمئن ہو اور اللہ کو اس کی طرف اطمینان، وہ اللہ سے راضی اور خوش ہو گی اور اللہ اس سے راضی اور خوش ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کی روح کے قبض کرنے کا حکم دے گا اور اس کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کو اپنے نیک بندوں

میں سے بنائے گا۔

وقال غیرہ جابوا نقبوا من۔ جیب القمیص قطع لہ جیب یجوب الفلاۃ یقطعھا ۔

اشارہ ہے آیت ۹ وثمود الذین جابوا الصخر بالواد ، اور قوم ثمود کیساتھ (کیا معاملہ کیا) جو وادالقریٰ میں (پہاڑ کے) پتھر تراشا کرتے تھے (اور مکان بنایا کرتے تھے) الخ

اور غیر حسن نے کہا جابوا بمعنی نقبوا ہے یعنی سوراخ کیا، چھید کیا (مطلب یہ ہے کہ پتھروں میں چھید کر کے تراشتے اور مکان بناتے) اور جابوا ماخوذ ہے جیب القمیص سے جب اس میں جیب لگائی جائے اسی طرح عرب لوگ کہتے ہیں یجوب الفلاۃ وہ جنگل قطع کر رہا ہے۔

بعض نسخہ میں من جیب القمیص ہے یعنی جابوا ماخوذ ہے جَیبُ القمیص سے الخ

لمًّا لممتہ اجمع اتیت علیٰ اٰخرہ ۔

عرب لوگ کہتے ہیں لممتہ اجمع میں اس کے آخر تک پہونچ گیا (یعنی سارا ترکہ کھا جاتے ہو اور ایک پیسہ بھی نہیں چھوڑتے)۔

اشارہ قریب ہی گذر چکا ہے۔ چنانچہ ابوذر کے نسخہ میں نہیں ہے علامہ عینی رح فرماتے ہیں : وسقوطہ اولیٰ لانہ مکرر ذکر مرۃ عن قریب ومع ھٰذا لو ذکر ھناک لکان اولیٰ (عمدہ)

بخاری شریف صـ۷۳۷ ۔ لَا اُقسِمُ ۔ ای سورۃ لا اقسم ۹۰

اس سورہ کا معروف و مشہور نام سورۂ بلد ہے اور یہ سورۂ مکی ہے اس میں بیس ۲۰ آیات ہیں۔

وقال مجاھد بھٰذا البلد مکۃ لیس علیک ما علی الناس فیہ من الاثم ۔

اشارہ ہے آیت ۱ اور ۲ ، لا اقسم بھٰذا البلد وانت حِلٌّ بھٰذا البلد، میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی اور (جواب قسم سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایک بشارت دی گئی کہ) آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے (چنانچہ فتح مکہ کے روز آپ کے لئے قتال جائز کر دیا گیا تھا، احکامِ حرم باقی نہیں رہے تھے۔

اور مجاہد نے کہا کہ بھٰذا البلد سے مراد مکہ ہے یعنی آپ پر (اللہ کے حکم سے قتال کو حلال کر لینے میں) گناہ نہیں ہے جو دوسرے لوگوں پر اس میں گناہ ہے۔

وَوَالِدٍ اٰدم وما ولد ۔

اشارہ ہے آیت ۳ ووالد وما ولد ، اور قسم ہے باپ کی اور اولاد کی ۔

فرماتے ہیں کہ والد سے مراد حضرت آدم ؑ ہیں جو سب انسانوں کے باپ ہیں اور ما ولد سے ان کی اولاد مراد ہے۔

لُبَدًا کثیرًا ۔

اشارہ ہے آیت ۶ کی طرف : یقول اھلکت مالاً لبدًا ، کہتا ہے میں نے اتنا وافر مال خرچ کر ڈالا الخ
فرماتے ہیں کہ لبدًا بمعنی کثیرًا ہے یعنی بہت سارا ۔

وَالنَّجدَین الخیر والشرّ

اشارہ ہے آیت ۱۰ کی طرف : وھَدَینٰہ النَّجدین ، اور اس کو دو نو رستے خیر و شر کے بتلا دئے ۔
فرماتے ہیں کہ نجدین کے معنی خیر و شر یعنی نیکی و بدی کے راستے ۔

مَسْغَبَۃ مجاعۃ

اشارہ ہے آیت ۱۴ کی طرف : اَو اطعامٌ فی یومٍ ذی مَسْغَبۃ ، یا کھانا کھلانا فاقہ (بھوک) کے دن الخ
فرماتے ہیں کہ مسغبۃ بمعنی مجاعۃ ہے یعنی فاقہ ، بھوک ۔

مَتْرَبَۃ الساقط فی التراب

اشارہ ہے آیت ۱۶ کی طرف : اومسکینًا ذامَترَبۃ ، یا کسی خاک نشین محتاج کو کھانا کھلانا ۔
فرماتے ہیں کہ متربۃ کے معنی ہیں ایسی محتاجی جو مٹی میں گرادے ، اٹھنے کی سکت نہ چھوڑے ۔

یقال فلا اقتحم العقبۃ ، فلم یقتحم العقبۃ فی الدنیا ثم فسّر العقبۃ فقال وما ادراك ما العقبۃ فكّ رقبۃ او اطعام فی یوم ذی مسغبۃ

اشارہ ہے آیت ۱۱ کی طرف فلا اقتحم العقبۃ ، مگر وہ شخص دین کی گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا (دین کے کاموں یعنی طاعات و عبادات کو اس لئے گھاٹی کہا کہ نفس پر شاق ہے ۔
فرماتے ہیں کہ فلا اقتحم العقبۃ کے معنی ہیں اس نے دنیا میں گھاٹی نہیں پھاندی ، پھر عقبہ یعنی گھاٹی کی تفسیر کی چنانچہ فرمایا وما ادراك ما العقبۃ اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی (سے) کیا مراد ہے ؟ وہ کسی (کی) گردن کا (غلامی سے) چھڑا دینا ہے یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن الخ ۔

بخاری شریف ص۷۳۷ وَالشمس وَضُحٰھا ای سورۃ الشمس ۹۱ ۔

سورۂ شمس مکی ہے اور اس میں پندرہ آیات ہیں ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، وقال مجاھدٌ بطغوٰھا بمعاصیھا

اشارہ ہے آیت کریمہ ۱۱ کی طرف کذّبت ثمود بطغوٰھا ، قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب صالح کی تکذیب کی الخ اور مجاہد نے کہا بطغواھا ، ای بمعاصیھا یعنی اپنے گناہوں کی وجہ سے ۔

ولا یخاف عُقبٰھا عقبیٰ اَحَدٍ

اشارہ ہے آیت ۱۵ یعنی آخری آیت کی طرف ولا یخاف عقبٰھا ، اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا (کسی سے) اندیشہ نہیں ہوا (جیسے ملوک دنیا کو بعض اوقات کسی قوم کو سزا دینے کے بعد احتمال ہوتا ہے کہ اس پر کوئی ہنگامہ ملکی مرتب نہ ہو ۔

فرماتے ہیں عُقبیٰ اَحد یعنی اللہ کو کسی کا اندیشہ نہیں کہ کوئی اس سے بدلہ لے گا۔

(۴۲۸) حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل قال حدثنا وُھیبٌ قال حدثنا ھشام عن ابیہ انہ اخبرہ عبد اللہ بن زمعۃ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب و ذکر الناقۃ والذی عقر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذانبعث اشقاھا انبعث لھا رجلٌ عزیز عارمٌ منیعٌ فی رھطہ مثل ابی زمعۃ و ذکر النساء فقال یعمد احدکم یجلد امرأتہ جلد العبد فلعلہ یضاجعھا من اٰخر یومہ ثم وعظھم فی ضحکھم من الضرطۃ وقال لم یضحک احدکم مما یفعل۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زمعہ رضؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آنحضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے اور آپؐ نے خطبہ میں (صالح علیہ السلام کی) اونٹنی کا ذکر فرمایا اور اس شخص کا بھی ذکر فرمایا جس نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذانبعث اشقاھا، جب اس میں کا بدبخت اس کام کیلئے اٹھ کھڑا ہوا (یعنی اونٹنی کو مار ڈالنے کے لئے بدبخت قدار اٹھا) جو اپنی قوم میں ابوزمعہ کی طرح طاقتور، شریر، مضبوط شخص تھا، اور آپؐ نے عورتوں (کے حقوق) کا بھی ذکر فرمایا اور فرمایا تم میں بعض اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے مارتا ہے حالانکہ اسی دن کے ختم ہونے پر وہ اس سے ہمبستری بھی کرتا ہے پھر آپؐ نے انہیں ریاح خارج ہونے پر ہنسنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ ایک کام جو تم میں ہر شخص کرتا ہے اسی پر تم دوسروں پر کس طرح ہنستے ہو؟۔

تشریح مطابقتہ للسورۃ المذکورۃ ظاھرۃ۔

امام بخاری رحؒ نے اس حدیث کا پہلا قصہ یعنی اونٹنی کا کتاب الانبیاء ص۴۷۶ میں ذکر کیا ہے وذکر فی الادب عن علی بن عبداللہ بالقصۃ الثانیۃ و فی النکاح عن محمد بن یوسف بالقصۃ الثالثۃ۔

وقال ابومعاویۃ حدثنا ھشام عن ابیہ عن عبداللہ بن زمعۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل ابی زمعۃ عم الزبیر بن العوام۔

اور ابومعاویہؓ نے بیان کیا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا انہوں نے اپنے والد عروہ بن زبیر سے ان سے حضرت عبداللہ بن زمعہ رضؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس حدیث میں یوں) فرمایا ابوزمعہ کی طرح جو زبیر بن عوام کا چچا تھا۔

بخاری شریف ص۷۳۷ ۔ وَاللَّیل اذا یغشیٰ ۔ ای سورۃ اللیل ۹۲۔

یہ سورہ مکی ہے اور اس میں اکیس ۲۱ آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وقال ابن عباس بالحسنیٰ بالخلف۔

اشارہ ہے آیت ۹ وکذّب بالحسنیٰ اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو جھٹلایا الخ اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا حُسنیٰ سے مراد بدلہ ہے یعنی حسن بدلہ کی تکذیب کی۔

مطلب یہ ہے کہ اس کو یقین نہیں کہ اللہ کی راہ میں جو خرچ کریگا اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دے گا۔

﴿ وقال مجاھدٌ تَرَدّٰی مات ﴾

اشارہ ہے آیت ۱۱ ؛ وما یُغنی عنہ مالُہ اذا تردّٰی، اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آوے گا۔ جب وہ برباد ہونے لگے گا (بربادی سے مراد جہنم میں جانا ہے)

﴿ وتلظّٰی توھّجَ وقرأ عُبَید بن عُمَیر تتلظّٰی ﴾

اشارہ ہے آیت ۱۴ ؛ فانذرتکم نارًا تلظّٰی، تو میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں فرماتے ہیں تلظّٰی بمعنی توھّجَ ہے یعنی بھڑکتی ہے، شعلہ مارتی ہے (یہ مضارع کا صیغہ ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے اصل میں تتلظّٰی تھا ایک تاء حذف ہوگئی)

اور عبید بن عمیر نے تتلظّٰی پڑھا ہے یعنی دو تاء کے ساتھ۔

بخاری شریف ۷۳۷ ﴿ بابٌ والنھار اذا تجلّٰی ﴾

ای ھٰذا بابٌ فی قولہ تعالیٰ والنھار اذا تجلّٰی ؛ آیت ۲ اور (قسم) ہے دن کی جبکہ وہ روشن ہو جائے الخ

(۴۶۹) حدثنا قبیصۃ بن عُقبۃَ قال حدثنا سفیان عن الاعمش عن ابراھیم عن علقمہ قال دخلتُ فی نفرٍ من اصحاب عبد اللّٰہ الشامَ فسمع بنا ابو الدرداء فاتانا فقال افیکم من یقراء فقلنا نعم قال فایّکم اقراء فاشاروا الیّ فقال اقراء فقرأت واللیل اذا یغشٰی والنھار اذا تجلّٰی والذکر والانثٰی، قال اَنتَ سمعتھا مِن فی صاحبك قلت نعم قال واَنا سمعتُھا من فی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھٰؤلاء یابَون علینا ﴿

ترجمہ :۔ علقمہ بن قیس نے بیان کیا کہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ کے چند شاگردوں کے ساتھ ملک شام پہونچا ہمارے متعلق حضرت ابو الدرداء رضؓ نے سنا تو ہم سے ملنے خود تشریف لائے اور دریافت فرمایا تم میں کوئی قرآن مجید کا قاری بھی ہے ؟ ہم نے کہا جی ہاں ہے فرمایا پھر فرمایا تم میں سب سے اچھا قاری کون ہے؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا تو آپ نے (یعنی ابو الدرداء رضؓ نے کہا ؛ پڑھو ، پھر میں نے تلاوت کی واللیل اذا یغشٰی والنھار اذا تجلّٰی والذکر والانثٰی ، ابو درداء رضؓ نے پوچھا کیا تم خود اپنے استاذ (حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ) کی زبانی اسی طرح سنی ہے لیکن یہ شام والے لوگ انکار کرتے ہیں (شام والے جمہور کی مشہور قرأت کرتے تھے مشہور قرأت اسی طرح ہے وماخلق الذکر والانثٰی ؛۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاھرۃ۔
والحدیث اخرجہ مسلم والترمذی وغیرہ۔

بخاری شریف ۷۳۷ ﴿ بابٌ قولہ وماخلق الذکر والانثٰی ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد آیت ۳ اور (قسم ہے اس ذات) کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا الخ۔

(۴۷۰) حَدَّثنَا عمر بن حفص قال حدثنا ابی قال حدثنا الاعمش عن ابراھیم قال قدم اصحابُ عبدِ اللہ علی ابی الدرداء فطلبھم فوجدھم فقال ایّکم یقرأ علیٰ قراءۃ عبد اللہ قال کلّنا قال فایّکم احفظ فاشاروا الی علقمۃ قال کیف سمعتہ یقرأ واللّیل اذا یغشیٰ قال علقمہ والذکر والانثیٰ قال اَشھَدُ اِنّی سمعتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ ھٰکذا وھٰؤلاء یریدونی علیٰ اَن اَقرأ وماخلق الذکر والانثیٰ، واللہ لا اُتابعھم ۔

ترجمہ :- ابراہیم نخعی رح نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رض کے کچھ شاگرد حضرت ابو الدرداء رض کے یہاں (شام) آئے (ابو الدرداء رض کو ان لوگوں کی آمد کا علم ہوا تو) تو ابو الدرداء نے انہیں تلاش کیا اور پا لیا پھر پوچھا کہ تم میں کون حضرت عبداللہ بن مسعود رض کی قرأت کے مطابق قرأت کرسکتا ہے ؟ شاگردوں نے کہا (یعنی علقمہ نے کہا جیسا کہ ماقبل کی روایت سے معلوم ہوا کہ ہم نے کہا) ہم سب کرسکتے ہیں (یعنی ہم سب عبداللہ بن مسعود رض ہی کی طرح پڑھتے ہیں) ابو الدرداء رض نے پوچھا کہ تم میں کس کو ان کی قرأت زیادہ محفوظ ہے ؟ تو سب نے علقمہ کی طرف اشارہ کیا، ابو الدرداء نے پوچھا (علقمہ سے) کہ عبداللہ بن مسعود کو سورہ واللیل اذا یغشیٰ کی قرأت کرتے کس طرح سنا ہے ؟ علقمہ نے کہا والذکر والانثیٰ، یعنی بغیر ماخلق کے اور رار کو کسرہ کے ساتھ) ابو الدرداء رض نے فرمایا کہ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے سنا ہے لیکن یہ لوگ (اہل شام) چاہتے ہیں کہ میں یوں پڑھوں وماخلق الذکر والانثیٰ، اللہ کی قسم میں ان کی پیروی نہیں کروںگا ۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاھرۃ ۔

بظاہر یہ روایت جو ابراہیم نخعی رح سے مروی ہے مرسل ہے کیونکہ ابراہیم نخعی رح اس واقعہ پر خود موجود نہ تھے لیکن ماقبل کی روایت یعنی حدیث ۴۶۹ میں تصریح گذر چکی ہے کہ ابراہیم نخعی رح نے علقمہ سے سنا جو صاحب واقعہ ہیں فلا اشکال ۔

فائدہ :- حضرت ابو الدرداء رض اور حضرت عبداللہ بن مسعود رض کی قرأت اسی طرح تھی اور چونکہ یہ حضرات خود حضور اقدس ؐ سے سن چکے تھے اس لئے کسی کی قرأت کو تسلیم نہیں کرتے مگر بعد میں یہ قرأت منسوخ ہوگئی بالخصوص جبکہ مصحف عثمانی میں جمہور کی قرأت پر اتفاق ہوگیا تسلیم ضروری ہے لیکن شاید حضرت ابو الدرداء رض کو قرأت جمہور کی خبر نہیں ہوسکی واللہ اعلم ۔

بخاری شریف ۷۳۷ ۔ باب قولہ فامّا من اعطی واتقیٰ ۔

ارشاد الٰہی آیت ۵ سو جس نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور اللہ سے ڈرا الخ ۔

(۴۷۱) حدثنا ابو نُعَیم قال حدثنا سفیان عن الاعمش عن سعد بن عُبَیدۃ عن ابی عبد الرحمٰن السُّلَمیّ عن علی قال کنّا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بقیع الغرقد

فی جنازۃ فقال ما منکم من احد الّا وقد کتب مقعدہ من الجنۃ ومقعدہ من النّار فقالوا یارسول اللّٰہ افلا نتکل فقال اعملوا فکلٌّ میسّر ثمّ قرأ فامّا من اعطی واتقی وصدّق بالحسنیٰ فسنیسّرہ للیسریٰ وامّا من بخل واستغنیٰ وکذّب بالحسنیٰ فسنیسّرہ للعسریٰ ؛

ترجمہ :- حضرت علی رضؓ نے بیان فرمایا کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بقیع الغرقد (مدینہ منورہ کے قبرستان) میں ایک جنازہ میں تھے آنحضرتؐ نے اس موقعہ پر فرمایا ، تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا ٹھکانا جنت یا جہنم میں نہ لکھا جاچکا ہو ، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ! پھر کیوں نہ ہم اپنی اس تقدیر پر اعتماد کرلیں ؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ عمل کرتے رہو کہ ہر شخص کیلئے وہی عمل آسان کردیا گیا ہے (جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے) پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فامّا من اعطی الآیۃ سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو سچا سمجھا تو ہم اسکو راحت کی چیز کے لئے سامان دیدیں گے ۔ (راحت کی چیز نیک عمل اور بواسطہ نیک عمل کے جنت مراد ہے) اور جس نے (حقوق واجبہ سے) بخل کیا اور (بجائے خدا سے ڈرنے کے خدا سے) بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات (یعنی ملتِ اسلام) کو جھٹلایا تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لئے سامان دیدیں گے (تکلیف کی چیز سے بدعمل اور بواسطہ بدعمل کے دوزخ مراد ہے ۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ ۔۔
والحدیث مضیٰ فی الجنائز ص۱۸۲ وسیاتی فی القدر وھنا فی التفسیر ص۷۳۷ تا ص۷۳۸ ۔

بقیع الغرقد باضافۃ البقیع بالباء الموحدۃ وکسر القاف الی الغرقد بفتح الغین المعجمۃ وسکون الراء وفتح القاف و بالدال المھملۃ وھو مقبرۃ بالمدینۃ (عمدہ)

بخاری شریف ص۷۳۸ ؛ باب قولہ وصدق بالحسنیٰ ؛

اللہ تعالیٰ کا ارشاد آیت ۶ اور اچھی بات (یعنی ملتِ اسلام) کو سچا سمجھا یعنی مذہب اسلام کی تصدیق کی ۔

(۲۴۲) ؛ حدثنا مسدّد قال حدثنا عبد الواحد قال حدثنا الاعمش عن سعد بن عبیدۃ عن ابی عبد الرحمٰن السُّلمیّ عن علیّ قال کنّا قعوداً عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر الحدیث ۔

ترجمہ :۔ واضح ہے ۔

تشریح :- ھٰذا طریق آخر فی حدیث علی المذکور ۔

بخاری ص۷۳۸ ؛ بابُ قولہ فسنیسّرہ للیسریٰ ؛

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :۔ آیت ۷ ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان دیدیں گے ۔

(۲۴۳) حدثنا بشر بن خالد قال حدثنا محمّد بن جعفر قال حدثنا شعبۃ عن سلیمان عن سعد بن عُبَیدۃ عن ابی عبد الرحمٰن السُّلمیّ عن علیّ عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم انّہ

كان في جنازة فاخذ عوداً ينكت في الارض فقال ما منكم من احد الا وقد كُتب مقعده من النار ومن الجنة قالوا يا رسول الله افلا نتكل فقال اعملوا فكلٌّ مُيَسَّرٌ فاما من اعطى واتقى وصدق بالحسنى الآية قال شعبة وحدثني به منصور فلم أُنكِرهُ من حديث سليمان ۔

ترجمہ :۔ حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ میں تھے آپؐ نے ایک لکڑی لی اور زمین کو کریدنے لگے (جیسے کوئی سوچ فکر میں غرق ہو) پھر فرمایا کہ تم میں کوئی شخص ایسا نہیں جس کا جنت یا جہنم کا ٹھکانا لکھا نہ جاچکا ہو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا پھر ہم اسی پر بھروسہ نہ کرلیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عمل کرتے رہو ہر شخص کو توفیق دی گئی ہے (انہیں اعمال کی جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے سو جس نے دیا (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کو سچا سمجھا آخر آیت تک۔

شعبہ نے بیان کیا کہ مجھ سے یہ حدیث منصور بن معتمر نے بھی بیان کی پس میں نے اس کا انکار نہیں کیا (یعنی اعمش نے جو حدیث بیان کی عن سعد بن عبیدہ الخ سے یعنی حدیث ۱۷۶۷ میں سلیمان کی حدیث سے (بلکہ اعمش نے اسی کے موافق بیان کیا اس میں کوئی خلاف نہیں کیا۔

تشریح :۔ هذا طريق آخر في الحديث المذكور ۔

بخاری شریف ص۷۳۸ ۔ باب قوله واما من بخل واستغنى ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :۔ آیت ۸ اور جس نے (حقوق واجبہ سے) بخل کیا اور (بجائے خدا سے ڈرنے کے خدا سے) بے پروائی اختیار کی۔

(۴۲۲) حدثنا يحيى قال حدثنا وكيع عن الاعمش عن سعد بن عُبَيدة عن ابي عبد الرحمن عن عليّ قال كنا جلوسا عند النبي صلى الله عليه وسلم فقال ما منكم من احد الا وقد كتب مقعده من الجنة ومقعده من النار قلنا يا رسول الله افلا نتكل قال لا اعملوا فكلٌّ مُيَسَّرٌ ثم قرأ فاما من اعطى واتقى وصدق بالحسنى فسنيسره لليسرى الى آخر الآية ۔

ترجمہ :۔ حضرت علی رضؓ نے بیان فرمایا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپؐ نے فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا نہیں کہ جس کا جنت کا ٹھکانا اور جہنم کا ٹھکانا لکھا نہ جاچکا ہو، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر ہم اسی پر بھروسہ کیوں نہ کرلیں؟ فرمایا نہیں عمل کرتے رہو، ہر شخص کو توفیق دی گئی ہے (انہیں اعمال کی جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے) پھر آپؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی فاما من اعطى واتقى وصدق بالحسنى الى قوله فسنيسره للعسرى ۔

تشریح هذا طريق آخر في الحديث المذكور ۔

بخاری شریف ص۷۳۸ ۔ باب قوله وكذب بالحسنى ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :۔ آیت ۹ اور اچھی بات (یعنی ملتِ اسلام) کو جھٹلایا الخ

(۴۷۵) حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ قال حدثنا جریرٌ عن منصورٍ عن سعد بن عُبَیدۃ عن ابی عبد الرحمٰن السُّلَمیّ عن علیٍّ قال کنا فی جنازۃٍ فی بقیع الغرقد فاتانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقعد وقعدنا حولہ ومعہ مخصرۃ فنکس فجعل ینکتُ بمخصرتہ ثمّ قال مامنکم من احد ومامن نفسٍ منفوسۃ الّا قد کتب مکانُہا من الجنۃ والنار والّا کُتِبت شقیّۃً اوسعیدۃً فقال رجل یارسول اللہ افلا نتّکل علیٰ کتابنا وندع العمل فمن کان منّا من اھل السّعادۃ فسیصیرُ الی اھل السعادۃ ومن کان منّا من اھل الشقاء فسیصیر الی عمل اھل الشقاوۃ فییسّرلعمل اھل الشقاوۃ ثم قرأ فامّا من اعطیٰ واتقیٰ وصدق بالحسنیٰ الآیۃ ۔

ترجمہ :۔ حضرت علی رضہ نے بیان کیا کہ ہم بقیع الغرقد میں ایک جنازہ میں شریک تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لائے آپ بیٹھ گئے اور ہم لوگ بھی آپ کے چاروں طرف بیٹھ گئے آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ نے سر جھکا لیا پھر اپنی چھڑی سے زمین کریدنے لگے پھر فرمایا کہ تم میں کوئی شخص ایسا نہیں اور کوئی پیدا ہونے والی جان ایسی نہیں جس کا ٹھکانا جنت اور جہنم کا لکھا نہ جاچکا ہو، یہ لکھا جاچکا ہے کہ کون نیک ہے اور کون برا، ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر کیا حرج ہے اگر ہم اپنی اسی تقدیر پر بھروسہ کرلیں اور عمل کرنا چھوڑ دیں؟ پس جو ہم میں سعادت والا (نیک) ہوگا وہ نیکوں کے ساتھ جاملے گا اور جو بدبخت ہوگا اس کے بدبختوں جیسے اعمال ہوجائیں گے، آنحضرتؐ نے فرمایا جو لوگ نیک ہوتے ہیں انہیں نیکوں ہی کے عمل کی توفیق ہوتی ہے اور جو برے ہوتے ہیں انہیں بروں ہی جیسے عمل کی توفیق ہوتی ہے، پھر آپؐ نے اس آیت کی تلاوت کی فامامن اعطیٰ واتقیٰ وصدق بالحسنیٰ الآیہ (سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو سچا سمجھا تو ہم اس کے لئے نیک کاموں کو آسان کردینگے اور جس نے بخل کیا اور بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو جھٹلایا تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لئے سامان دیدینگے)۔

تشریح ھٰذا طریق آخر فی الحدیث المذکور ۔
والحدیث قد مر مرارًا ۔

مخصرۃ بکسر المیم وسکون الخاء المعجمۃ وفتح الصاد المہملۃ ما اسکۃ الانسان بیدہ من عصا ونحوہ یعنی چھڑی، عصائے شاہی جس کو بادشاہ تقریر کے وقت اپنے ہاتھ میں لے جمع مخاصر ۔
منفوسۃ ای مولودۃ، نفس بکسر الفاء از سمع نفسًا ونفاسۃً بچہ جننا نفس فلاں پیدا ہوتا ۔

تقدیر و تدبیر تفصیلی بحث کتاب القدر میں آئے گی انشاء اللہ ۔
یہاں صرف اتنا ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ تقدیر الٰہی کا حال کسی کو معلوم نہیں مگر حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ اعمال نیک وعبادات کرنے والے کو صرف علامات کے طور سمجھا جائے گا کہ یہ جنت کے راستے پر

گامزن ہیں یعنی سعید ہیں اور بدعمل وبدکردار دوزخ کی راہ اختیار کررہے ہیں باقی ہوگا وہی جو حق تعالیٰ نے تقدیر میں لکھدیا ہے، بندوں کو اچھی بری، اعمالِ جنت واعمالِ جہنم دونوں بتلادئے گئے اس لئے بندے کا فرض منصبی یہی ہے کہ اچھی راہ کو اختیار کرے اعمالِ صالحہ وعبادات میں کوشش کرتا رہے، اس کی نظیر ومثال یوں سمجھا جائے کہ رزق مقسوم ومقدور ہے اس کے باوجود کسبِ معاش کو ترک نہیں کرتے۔ نیز ہر جاندار کی اجل بھی مقسوم ومقدور ہے اس معین ومقدر وقت سے ایک لمحہ آگے پیچھے ممکن نہیں مگر پھر بھی علاج ومعالجہ کو نہیں چھوڑتے مگر یہ ایمان ویقین رکھنا لازم ہے کہ ہوگا وہی جو تقدیر میں ہے حق تعالیٰ قادرِ مطلق ہے وہ تقدیر کو جدھر چاہے پھیرنے پر قادر ہے اس لئے اعمال وعبادات کے ساتھ نیک تقدیر کے لئے دعائیں کرنا بندے کا فرض ہے اور بس۔

بخاری شریف ص۷۳۸ ⁂ بابُ قولہ فسنیسّرہ للعُسریٰ ⁂

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ آیت ۱۰ ترجمہ گذرچکا۔

(۴۷۶) ⁂ حدثنا آدم قال حدثنا شعبۃ عن الاعمش قال سمعت سعد بن عبیدۃ یحدث عن ابی عبدالرحمٰن السُّلمیّ عن علیٍّ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فاخذ شیئاً فجعل ینکتُ بہ الارضَ فقال مامنکم من احدٍ الّا وقد کتب مقعدُہ من النار ومقعدُہ من الجنۃ قالوا یارسول اللہ افلا نتکل علیٰ کتابنا وندع العمل قال اعملوا فکلٌّ مُیسّرٌ لما خلق لہ امّا من کان من اھل السّعادۃ فیُیَسّر لعمل اھل السّعادۃ واما من کان من اھل الشقاء فیُیَسّر لعملِ اھل الشقاوۃ ثم قرأ فامامن اعطیٰ واتقیٰ وصدق بالحسنیٰ الآیۃ ⁂

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ نے بیان فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ میں تشریف فرما تھے پھر آپؐ نے ایک چیز لی اور اس سے زمین کرید نے لگے اور فرمایا: تم میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کا جہنم کا ٹھکانا یا جنت کا ٹھکانا لکھا نہ جاچکا ہو، صحابہ عرض کیا یارسول اللہ تو پھر ہم کیوں نہ اپنی تقدیر پر بھروسہ کرلیں اور نیک عمل کرنا چھوڑدیں آپؐ نے ارشاد فرمایا: نیک عمل کرتے رہو ہر شخص کے لئے وہی عمل آسان کردیا گیا (جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو انہیں اعمال کی توفیق دیجاتی ہے جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے) جو شخص نیک ہوگا اسے نیکوں کے عمل کی توفیق ملی ہوتی ہے اور جو بدبخت ہوتا ہے اسے بدبختوں کے عمل کی توفیق ملتی ہے پھر آپؐ نے تلاوت فرمائی فامّامن اعطیٰ واتقیٰ الآیۃ۔

تشریح: ھٰذا طریق سادس للحدیث المذکور اخرجہ من ستۃ طریق ووضع علی کل طریق ترجمۃ مقطعۃ وفی ھٰذا الطریق التصریح بسماع الاعمش عن سعد بن عبیدہ (عمدہ)

بخاری شریف ص۷۳۸

سورۃ والضحیٰ ۹۳

سورۂ ضحیٰ مکی ہے، اور اس میں گیارہ آیات ہیں۔

﷽، وقال مجاھدٌ واللیل اذا سجیٰ استویٰ وقال غیرہ اظلم وسکن ۞

اور مجاہدؒ نے بیان کیا کہ واللیل اذا سجیٰ ہیں سجیٰ کے معنیٰ ہیں جب برابر ہو جائے (یعنی جب رات دن کے برابر ہو جائے) اور غیر مجاہد نے کہا سجیٰ کے معنیٰ ہیں جب اندھیری ہو جائے اور ساکن ہو جائے یعنی قرار پکڑلے۔ مطلب یہ ہے کہ رات میں اندھیری رفتہ رفتہ بڑھتی ہے کچھ رات گذرنے پر مکمل ہو جاتی ہے، دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ سب چلنے پھرنے سے سکون پالے یعنی سو جائے۔

۞ عائلاً فاغنیٰ ذو عیال ۞

اشارہ ہے آیت کریمہ ۸، وَوَجدكَ عائلاً فاغنیٰ، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا۔ فرماتے ہیں کہ عائلاً کے معنیٰ ہیں عیالدار یعنی بال بچے والا اور یہ تفسیر ابوعبیدہ کی ہے۔ جمہور مفسرین عائل کے معنی نادار وفقیر کے لیتے ہیں جو امام فراء سے منقول ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار و بے زر پایا تو آپ کو غنی کر دیا جس کی ابتداء حضرت خدیجہ رضؓ کے مال میں بطور شرکتِ مضاربت کے تجارت کرنے سے ہوئی پھر وہ خود آپ کے عقد نکاح میں آکر اُمّ المؤمنین ہوئیں تو انکا سارا مال ہی آپ کی خدمت کے لئے ہو گیا۔

بخاری شریف ص۷۳۹ ۞ بابٌ، ما ودّعكَ ربُّكَ وما قلیٰ ۞

ای ھٰذا باب فی قولہ تعالیٰ آیت ۳ ترجمہ حدیث میں آرہا ہے۔

(۲۰۸) ۞ احمد بن یونس قال حدثنا زُھیرٌ قال حدثنا الاسودُ بن قیسٍ قال سمعتُ جندبَ بن سفیان قال اشتکیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقم لیلتین او ثلاثاً فجاءت امرأةٌ فقالت یا محمد انی لأرجوان یکون شیطانك قد ترکك لم أرہ قربك منذ لیلتین او ثلاثاً فانزل اللہ والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ ما ودعك ربك وما قلیٰ ۞

ترجمہ:۔ حضرت جندب بن سفیان رضؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پڑ گئے اور دو یا تین راتوں کو (تہجد کے لئے) نہیں اُٹھ سکے پھر ایک عورت (ابولہب کی بیوی عوراء) آئی اور کہنے لگی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا خیال ہے کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے دو یا تین راتوں سے میں اس کو نہیں دیکھتی ہوں کہ وہ تیرے پاس آیا ہو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی والضحیٰ آخر تک (قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جبکہ وہ قرار پکڑے کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے بیزار ہوا الخ۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاھرۃ ــــ والحدیث قدمرّ فی کتاب التہجد ص۱۵۱ وفیہ بیان سبب نزول ھٰذا السورۃ۔ جندب بضم الجیم وسکون النون وفتح الدال المھملۃ وضمھا ایضاً وھو جندب بن عبد اللہ بن سفیان البجلی تارۃ ینسب الیٰ ابیہ وتارۃ الیٰ جدّہ ـ جاءت امرأۃ وھی امّ جمیل بفتح الجیم امرأۃ ابی لھب وھی بنت حرب اخت ابی سفیان واسمھا العوراء وھی حمالۃ الحطب ـ قربك بفتح القاف وکسر الراء از باب سمع یسمع ومنہ لاتقربوا الصلوٰۃ واما قرب بضم الراء فھو لازم ـ

بخاری شریف ص۷۳۹ ۞ بابُ قولہٗ ما ودّعك ربُّك وما قلیٰ ۞

ای ھذا بابٌ فی قولہ تعالیٰ آیت ۳ ترجمہ گذرچکا ۔

یقرأ بالتشدید والتخفیف بمعنی واحد ما ترکک ربّک وقال ابن عباس ما ترکک وما ابغضک ۔

تشدید اور تخفیف دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے یعنی ما ودّعک کی دال میں جمہور کی قرأت اور مشہور قرأت تشدید دال کے ساتھ ہے اور ایک قرأت تخفیف دال کے ساتھ بھی ہے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں ما ترکک ربک یعنی آپ کے پروردگار نے آپ کو چھوڑا نہیں ہے ۔ اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا ما ترکک وما ابغضک یعنی اللہ تعالیٰ نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے بیزار ہے ۔

(۴۲۸) حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة عن الاسود بن قیس قال سمعت جندبا البجلیّ قالت امرأۃ یا رسول اللہ ما اُری صاحبک الا ابطاک فنزلت ما ودّعک ربّک وما قلیٰ ۔

ترجمہ :۔ حضرت جندب بجلی رضؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت (ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا) نے کہا یا رسول اللہ! میں سمجھتی ہوں کہ آپکے دوست (جبرئیل علیہ السلام) نے آپ کے پاس آنے میں دیر لگائی اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ ما ودّعک ربّک وما قلیٰ یعنی آپکے پروردگار نے نہ آپکو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے بیزار ہوا ہے ۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ ۔ غندر بضم الغین المعجمۃ وسکون النون وضم الدال وفتحہا لقب واسمہ محمد بن جعفر ۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے ، پہلی حدیث میں عورت سے مراد ابولہب کی بیوی ہے چونکہ یہ عورت کافر تھی اس لئے اس کا طرز خطاب کافرانہ ہے اور بطور طعن وطنز کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگی کہ آپ کے شیطان نے آپ کو چھوڑ دیا ۔

اور دوسری حدیث میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں جس نے بطور افسوس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپکے صاحب نے آپ کے پاس آنے میں دیر کردی ظاہر ہے کہ دونوں کا طرز بالکل علیحدہ ہے ۔

سورۃ الم نشرح

بخاری شریف ص ۷۳۹ ای سورۃ الانشراح ۹۴

سورۂ انشراح مکی ہے اور اس میں آٹھ آیات ہیں ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وقال مجاہد وزرک فی الجاھلیۃ ۔

اشارہ ہے آیت ۲ ووضعنا عنک وزرک ، اور ہم نے آپ پر سے آپ کا بوجھ اتار دیا الخ اور مجاہد نے کہا وزرک سے مراد وہ مباح اور ترک افضل امور ہیں جو زمانہ جاہلیت میں یعنی نبوت سے پہلے کبھی کبھی آپ سے صادر ہوئے تھے (اور بعد میں ان امور کا خلاف اولیٰ ہونا معلوم ہوتا تھا تو آپ مغموم ہوتے تھے جس طرح گناہ سے کوئی مغموم ہوتا ہے ، آپ کو اس میں بشارت ہے کہ ایسے امور پر مواخذہ نہ ہوگا ۔

انقض اثقل ۔

اشارہ ہے آیت ۳ کی طرف الذی انقض ظھرک جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی ۔

❊ مع العسر یسرا قال ابن عیینۃ ای مع ذالک العسر یسرا اٰخر کقولہ ھل تربصون بنا الا احدی الحسنیین ولن یغلب عسر یسرین ❊

اشارہ ہے آیت ۵ کی طرف یعنی بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

سفیان بن عیینہ نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس موجودہ مشکل کے ساتھ دوسری آسانی ہے (یعنی ہر مشکل کے ساتھ جو آسانی ہے وہ تو ہے ہی اس کے علاوہ دوسری آسانی ہونے والی ہے، سفیان بن عیینہ ایک نحوی قاعدہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں قاعدہ یہ ہے کہ جس کلمہ کے شروع میں الف لام ہوتا ہے جس کو اصطلاح میں لام تعریف کہتے ہیں اگر اس کلمہ کو الف لام ہی کے ساتھ مکرر لایا جائے تو اس کا مصداق وہی ہوتا ہے جو پہلے کلمہ کا تھا؛ ورا گر بغیر الف لام تعریف کے (یعنی نکرہ) مکرر لایا جائے تو دونوں کے مصداق الگ الگ ہوتے ہیں العسر جب مکرر آیا تو معلوم ہوا کہ اس سے وہ پہلا ہی مراد ہے کوئی نیا نہیں اور لفظ یسرا دونوں جگہ بغیر الف لام لایا گیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ دوسرا یُسر پہلے یُسر کے علاوہ ہے تو اس آیت میں ان مع العسر یُسرا کے تکرار سے یہ نتیجہ نکلا کہ ایک ہی عسر و مشکل کے لئے دو آسانیوں کا وعدہ ہے اور دو سے مراد بھی خاص دو کا عدد نہیں بلکہ متعدد ہونا مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ایک عسر یعنی تنگی اور مشکل جو آپ کو پیش آئی یا آئے گی اس کے ساتھ بہت سی آسانیاں آپ کو دی جائیںگی) جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ھل تربصون بنا الا احدی الحسنیین پ۱ ع ۱۳) تم تو ہمارے حق میں دو بہتریوں میں سے ایک بہتری کے منتظر رہتے ہو اور جیساکہ ارشاد نبوی ہے لن یغلب عسرٌ یسرین یعنی ایک عسر دو یسروں پر (یعنی ایک مشکل دو آسانیوں پر) غالب نہیں آسکتی۔

چنانچہ تاریخ وسیرت کی سب کتابیں شاہد ہیں کہ جو کام مشکل سے مشکل بلکہ لوگوں کی نظر میں ناممکن نظر آتے تھے آپ کے لئے وہ سب آسان ہوتے چلے گئے، روایتِ مذکورہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس آیت میں العسر کا الف لام عہد کے لئے ہے اور مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کا عسر ہے یعنی یہ وعدہ کہ ہر مشکل کے ساتھ بہت سی آسانیاں دی جائیں گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے لئے ہے جس کو حق تعالیٰ نے ایسا پورا فرمایا کہ دنیا نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔

❊ وقال مجاھدٌ فانصبْ فی حاجتک الی ربک ❊

اشارہ ہے آیت ۷ کی طرف فاذا فرغتَ فانصبْ، تو آپ جب (تبلیغ احکام سے جو دوسروں کی نفع رسانی کی وجہ سے عبادت ہے) فارغ ہوجایا کریں تو (دوسری عبادات متعلقہ بذاتِ خاص میں) محنت کیا کیجئے (مراد کثرتِ عبادت و ریاضت ہے کہ آپکی شان کے یہی مناسب ہے۔ اور مجاہد نے بیان کیا کہ فانصب کے معنی ہیں، اپنے پروردگار سے اپنی حاجت میں محنت کیا کیجئے۔ ❊ ویُذکر عن ابن عباس اَلم نشرح لکَ صدرکَ، شرح اللہ صدرہٗ للاسلام ❊

اور حضرت ابن عباس رضؓ سے آیت مذکورہ کی تفسیر منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا (یعنی علوم ومعارف اور اخلاقِ حسنہ کے لئے آپ کا دل وسیع کردیا۔)

بخاری ص۷۳۹ — ای سورۃ التین ۹۵

والتّین والزّیتون

سورۂ تین مکی ہے اور اس میں آٹھ آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وقال مجاھدٌ ھو التین والزیتون الذی یاکل الناس۔
اور مجاہدؒ نے کہا کہ آیت کریمہ میں تینؔ اور زیتون سے مراد وہی مشہور میوے ہیں جنھیں لوگ کھاتے ہیں۔

یقال فما یکذبک، فما الذی یکذبک بان الناس یُدانون باعمالھم کانہ قال ومن یقدر علی تکذیبک بالثواب والعقاب۔

کہا جاتا ہے فما یکذبک کی تفسیر میں پھر وہ کیا چیز ہے جو آپ کی تکذیب پر آمادہ کرتی ہے اس بارے میں کہ لوگ اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے۔ گویا کہ یوں کہا کون قدرت رکھتا ہے ثواب وعقاب کے متعلق آپ کی تکذیب پر

(۴۷۹) حدثنا حجّاج بن منھال قال حدثنا شعبة قال اخبرنی عدی قال سمعت البراء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی سفر فقرأ فی العشاء فی احدی الرکعتین بالتین والزیتون

ترجمہ:- حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے اور آپ نے عشاء کی ایک رکعت میں سورۂ والتین والزیتون کی تلاوت فرمائی۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاھرۃ۔
والحدیث قد مضی فی الصلوٰۃ ص۱۰۵ عن ابی الولید وفیہ ذکر السفر ص۱۰۶ عن خلاد بن یحییٰ ولکن لیس فیہ ذکر سفر۔

بخاری ص۷۳۹ — ای سورۃ العلق ۹۶

سورۃ اقرأ باسم ربّک

سورۂ علق مکی ہے اور اس کی انیس ۱۹ آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقال قتیبة حدثنا حماد عن یحییٰ بن عتیق عن الحسن قال اکتب فی المصحف فی اول الامام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم واجعل بین السورتین خطاً۔

اور قتیبہ بن سعید نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا کہ ان سے یحییٰ بن عتیق نے کہ حضرت حسن بصریؒ نے کہا کہ مصحف (یعنی قرآن) میں اول امام (یعنی سورہ فاتحہ کے شروع میں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو اور (اس کے بعد) ہر دو سورتوں کے درمیان ایک خط (امتیاز کے لئے علامت فاصلہ) کھینچ لیا کرو تاکہ معلوم ہو جائے کہ نئی سورت شروع ہوئی) حافظ عسقلانی رح فرماتے ہیں۔ قال الداؤدی ان اراد خطا فقط بغیر بسملة فلیس بصواب لاتفاق الصحابة علی کتابة البسملة بین کل سورتین الابراءۃ الخ (فتح ص۵۶۱)

تشریح صحابہ کرام رضی نے اسی پر اتفاق کیا ہے کہ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھے اور حضرت عثمان رضی نے بھی مصحف میں ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ لکھوائی سوائے سورہ براءۃ کے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ حضرت حسن بصری کا مطلب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ سے پہلے تو صرف بسم اللہ لکھیں پھر بعد کی سورتوں کے شروع میں بسم اللہ بھی لکھیں اور خط یعنی لکیر بھی کھینچ دیں۔ یہی جمہور علماء اسلام کا قول ہے اور اسی پر عمل ہے۔

وقال مُجاهد نادِيَه عشيرته

اشارہ ہے آیت ۱۷ فلیدع نادیہ سو وہ اپنی مجلس والوں کو بلالے۔ نادی بمعنی مجلس مضاف کا ضمیر مضاف الیہ اور مجاہد رح نے بیان کیا کہ نادیہ کے معنی ہیں اپنا کنبہ، قبیلہ۔

الزَّبانِيَةَ الملائِكَةَ

اشارہ ہے آیت ۱۸ سندع الزبانیۃ ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلالیں گے۔

فرماتے ہیں کہ زبانیہ بمعنی ملائکہ ہے یعنی فرشتے دراصل زبانیہ سیاست کے پیادے یعنی پولیس، سپاہی کو کہتے ہیں یہاں فرشتگانِ دوزخ مراد ہیں۔

وَقالَ مَعْمَرٌ الرُّجعى المَرْجِع

اشارہ ہے آیت ۸ کی طرف ان الی ربک الرجعیٰ تیرے رب ہی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

اور معمر یعنی ابو عبیدہ نے کہا رجعی (بروزن بُشریٰ مصدر ہے از ضرب) بمعنی مرجع ہے یعنی سب کو اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

لَنَسْفَعًا، قال لنأخُذَنَّ وَلَنَسْفَعَنْ بالنون وهي الخفيفة سَفَعْتُ بيدهٖ اخذتُ

اشارہ ہے آیت کریمہ ۱۵ کی طرف كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ، ہرگز (ایسا) نہیں (کرنا چاہیئے اور) اگر یہ شخص باز نہ آوے گا تو ہم چوٹی پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

معمر نے کہا کہ لنسفعن کے معنی ہیں ہم ضرور پکڑیں گے۔ اس میں نون خفیفہ ہے ماخوذ ہے سفعت بیدہ سے جس کے معنی ہیں اخذتُ میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑا۔

بخاری ص ۷۳۹ بَابٌ بالتنوین ای ہذا بابٌ و ہذا کالفصل من الباب السابق

۴۸۰ وحدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عُقیل عن ابن شهاب ح وحدثنی سعیدُ بن مروانَ البغدادیّ قال حدثنا محمد بن عبد العزیز بن ابی رزمة قال اخبرنا ابوصالح سَلْمُوَيَةُ قال حدثنی عبد الله عن یونسَ بن یزیدَ قال اخبرنی ابن شهاب ان عروة بن الزبیر اخبرهٗ انّ عائشة زوجَ النبیّ صلی الله علیه وسلم قالت کان اوّلُ مَا بُدِئَ به رسول الله صلی الله علیه وسلم الرؤیا الصادقة فی النوم فکان لا یری رؤیا الّا جاءت مثل فلق الصُّبح ثم حُبِّبَ الیه الخلاءُ فکان یَلحَقُ بغار حراء فیتحنَّثُ فیه والتحنثُ التعبُّد

اللیالی ذوات العدد قبل ان یرجع الی اھلہ ویتزود لذالک ثم یرجع الی خدیجۃ فیتزود بمثلھا حتی فجئہ الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملک فقال اقرأ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما انا بقاری، قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ قلت ما انا بقاری، قال فاخذنی فغطنی الثانیۃ حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقاری، فاخذنی فغطنی الثالثۃ حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربک الاکرم " الآیات الی قولہ علم الانسان مالم یعلم" فرجع بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترجف بوادرہ حتی دخل علی خدیجۃ فقال زملونی زملونی فزملوہ حتی ذھب عنہ الروع فقال لخدیجۃ ای خدیجۃ مالی خشیت علی نفسی فاخبرھا الخبر فقالت خدیجۃ کلا ابشر فواللہ لا یخزیک اللہ ابدا فواللہ انک لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق فانطلقت بہ خدیجۃ حتی اتت بہ ورقۃ بن نوفل وھو ابن عم خدیجۃ اخی ابیھا وکان امرأ تنصر فی الجاھلیۃ وکان یکتب الکتاب العربی ویکتب من الانجیل بالعربیۃ ماشاء اللہ ان یکتب وکان شیخا کبیرا قد عمی قالت خدیجۃ یا ابن عم اسمع من ابن اخیک قال ورقۃ یا ابن اخی ماذا تری فاخبرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبر ما رای فقال ورقۃ ھذا الناموس الذی انزل علی موسی لیتنی فیھا جذعا لیتنی اکون حیا ذکر حرفا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او مخرجی ھو قال ورقۃ نعم لم یات رجل بما جئت بہ الا اوذی وان یدرکنی یومک حیا انصرک نصرا مؤزرا ثم لم ینشب ورقۃ ان توفی وفتر الوحی فترۃ حتی حزن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال محمد بن شھاب فاخبرنی ابوسلمۃ بن عبدالرحمن ان جابر بن عبداللہ الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یحدث عن فترۃ الوحی قال فی حدیثہ بینا انا امشی سمعت صوتا من السماء فرفعت راسی فاذا الملک الذی جاء نی بحراء جالس علی کرسی بین السماء والارض ففرقت منہ فرجعت فقلت زملونی زملونی فدثروہ فانزل اللہ یایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطھر والرجز فاھجر قال ابوسلمۃ وھی الاوثان التی کان اھل الجاھلیۃ یعبدون قال ثم تتابع الوحی۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ پہلی وہ چیز جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء ہوئی رویائے صادقہ (سچے خواب) تھے جنھیں آپ خواب میں دیکھتے تھے۔ چنانچہ جو خواب بھی آپ دیکھتے تھے وہ صبح کی روشنی کی طرح سامنے آجاتا۔ پھر

خلوت گزینی اور تنہائی آپ کو محبوب بنادی گئی پس آپ غارِ حراء تشریف لے جاتے اور آپ وہاں کئی کئی رات دن مسلسل عبادت کرتے رہتے اپنے اہل کی طرف اشتیاق سے پہلے اور اس کے لئے آپ توشہ (سامان خورد ونوش) لے جاتے پھر (جب توشہ ختم ہو جاتا تو) ام المومنین حضرت خدیجہ رضؓ کے پاس واپس تشریف لاتے اور اتنے ہی دنوں کا توشہ پھر لے جاتے یہاں تک کہ اچانک آپ کے پاس حق آ گیا جبکہ آپ غارِ حراء میں تھے چنانچہ آپ کے پاس فرشتہ (جبرئیلؑ) آیا اور کہا اِقرأ (پڑھیے) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پڑھ نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ فرشتے نے مجھے پکڑا اور دبایا یہاں تک کہ اس کا دباؤ میری طاقت کی انتہا کو پہونچ گیا پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا اقرأ (پڑھیے) میں نے کہا میں پڑھ نہیں سکتا۔ پھر اس نے مجھے پکڑا اور دوسری مرتبہ دبوچا یہاں تک کہ اس کا دبوچنا میری طاقت کی انتہا کو پہونچ گیا پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا اقرأ (پڑھیے) پھر میں نے کہا میں پڑھ نہیں سکتا۔ پھر اس نے مجھے پکڑا اور تیسری مرتبہ دبوچا یہاں تک کہ اس کا دبوچنا میری طاقت کی انتہاء کو پہونچ گیا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا اِقرأ باسم ربک الخ اپنے اس پروردگار کے بابرکت نام سے پڑھیے جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا جس نے (سب مخلوقات میں سے بالخصوص) انسان کو خون کے لوتھڑے (بستہ خون) سے پیدا کیا آپ قرآن پڑھا کیجیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور انسان کو وہ چیزیں بتلائیں جنھیں وہ نہیں جانتا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیات لے کر (یعنی ان آیات مذکورہ سے اپنے سینے کو معمور و منور فرما کر) واپس گھر تشریف لائے۔ اس وقت (پہلی وحی الٰہی کے رعب و جلال سے) آپ کے مونڈھے تھرتھرا رہے تھے۔ بالآخر آپ حضرت خدیجہ رضؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا مجھے کمبل اڑھادو مجھے کمبل اڑھادو۔ انھوں نے کمبل اڑھا دیا یہاں تک کہ آپ کا خوف ختم ہو گیا (یعنی سکون کی کیفیت ہوئی) تو آپ نے خدیجہ رضؓ سے فرمایا اے خدیجہ! اب کیا ہوگا مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہے۔ پھر آپ نے سارا واقعہ خدیجہؓ سے بیان فرمایا۔ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا آپ کو بشارت ہو خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہ کریں گے۔ خدا کی قسم آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور ہمیشہ سچ بولتے ہیں اور آپ ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور اپنی کمائی میں ناداروں کو شریک کرتے ہیں آپ مہمان نوازی کرتے ہیں حق کے راستے میں پیش آنیوالی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ رضؓ آپ کو ساتھ لے کر چلیں اور ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور وہ (یعنی ورقہ) حضرت خدیجہ رضؓ کے چچا (یعنی والد کے بھائی) کا بیٹا تھا (یعنی ورقہ حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی تھے) اور ورقہ ایسے آدمی تھے جو زمانہ جاہلیت میں (بت پرستی سے بیزار ہو کر) دین نصرانیت اختیار کر چکے تھے اور عربی کتاب لکھ لیتے تھے (یعنی عربی زبان کے کاتب تھے چونکہ ان کی مادری زبان عربی تھی) اور انجیل میں سے عربی زبان میں حسب توفیق خداوندی لکھا کرتے تھے، وہ بہت عمر رسیدہ بوڑھے تھے جن کی بینائی بھی جاتی رہی تھی۔ حضرت خدیجہ رضؓ نے (ان سے) کہا اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے

بھتیجے کا حال تو سنئے۔ ورقہ نے پوچھا بھتیجے! تم کیا دیکھتے ہو؟ تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو تمام واقعات سنادیئے جن کا مشاہدہ فرمایا تھا۔ ورقہ نے کہا یہ تو وہی ناموس (راز داں یعنی جبرئیل علیہ السلام) ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجے گئے تھے۔ کاش میں تمہاری نبوت کے زمانہ میں جوان ہوتا کاش کہ میں اس وقت تک زندہ رہتا اس کے بعد ورقہ نے کچھ اور کہا (ای اذیخرجك قومك یعنی جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکالے گی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ (میری قوم کے) لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں، جو شخص بھی اس قسم کی دعوت لے کر آیا جیسے آپ لائے ہیں تو لوگوں نے اس کے ساتھ دشمنی کا برتاؤ کیا۔ اور اگر میں ان دنوں تک زندہ رہا تو آپ کی مضبوط مدد کروں گا۔ پھر تھوڑے ہی دن کے بعد ورقہ کا انتقال ہوگیا اور وحی بھی موقوف ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے بند ہو جانے کی وجہ سے غمگین رہنے لگے۔

وقال محمد بن شهاب الخ اور محمد بن شہاب (امام زہری) نے کہا اور مجھے سلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے موقوف ہو جانے کے ایام کا حال بیان کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ چل رہا تھا کہ میں نے آسمان سے ایک آواز سنی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے تو میں اس منظر سے خوفزدہ ہو کر واپس ہوا اور میں نے کہا مجھے کمبل اڑھا دو مجھے کمبل اڑھادو۔ چنانچہ گھر والوں نے مجھے کمبل اڑھا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں "یا ایھا المدثر قم فانذر وربك فكبر وثيابك فطهر والرجز فاهجر" اے کمل والے کھڑے ہو جائیے اور لوگوں کو ڈرائیے اور اپنے رب کی عظمت بیان کیجئے اور اپنے کپڑے پاک رکھئے اور بتوں کو چھوڑے رکھئے۔

ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے بیان کیا کہ "الرجز" جاہلیت کے بت تھے جن کی وہ پرستش کیا کرتے تھے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وحی پے درپے آنے لگی۔

تشریح

مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ

والحدیث قدمر فی بدء الوحی ص۲ ج۱ ص۳ ایضاً فی کتاب الانبیاء ص۴۸۰ وہٰذا فی التفسیر ص۷۳۹ ج۲ ایضاً فی کتاب التعبیر ص۱۰۳۳ ج۲ ص۱۰۳۴ واخرجہ مسلم فی کتاب الایمان ص۸۸ وغیرہ

ان عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت الخ۔ قال النووی ہٰذا الحدیث من مراسیل الصحابۃ الخ (شرح مسلم ص۸۸) پس یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کے وقت پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں۔ پھر امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس واقعہ کو براہ راست خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو جیسا کہ فاخذنی فغطنی سے مفہوم ہوتا ہے۔ اس صورت میں یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے نہیں ہوگی بلکہ متصل ہوگی۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرات صحابہ سے سن کر بیان فرما رہی ہونگی اس صورت میں یہ حدیث مرسلات صحابہ میں سے شمار ہوگی۔ اور مرسلات صحابہ بالاتفاق حجت ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ

فرماتے ہیں۔ مرسل الصحابی حجۃ عند جمیع العلماء الا ما انفرد بہ الاستاذ ابو اسحاق الخ (شرح مسلم ص۸)

اشکال مع جواب بعض حضرات نے اعتراض کیا ہے کہ جب امکانِ سماع ہے تو یقین کے ساتھ اس کو مرسل کہنا کیسے صحیح ہوگا؟

حافظ عسقلانی رحمہ فرماتے ہیں تعقبہ من لم یفہم مرادہ الخ یعنی معترض نے علامہ نووی کے کلام کو نہیں سمجھا علامہ نووی کا منشاء یہ تھا کہ اس واقعہ کے وقت ام المومنین پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ اس لئے کہ ایک اصطلاح یہ بھی ہے کہ صحابی نے جس واقعہ کا زمانہ نہ پایا یا بعد میں اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن لیا ہو تو بھی اس کو مرسل کہتے ہیں اور جس کا زمانہ پالیا ہو اگرچہ سماع کی تصریح نہ کریں اس کو مرسل نہیں کہتے۔ لاحتمال الحضور او السماع بشرطیکہ راوی مدلس نہ ہو (فتح)

کان اوّلُ ما بُدِیَ (بضم الباء وکسر الدال) بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبتدا اور اس کی خبر الرؤیا الصّادقۃ ہے۔ اور بدء الوحی میں اتنی زیادتی ہے من الوحی۔ یعنی پہلی وہ چیز جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء ہوئی رویائے صادقہ تھے۔

رُؤیا کی تحقیق رؤیا بروزنِ فُعْلیٰ، رُجعیٰ بمعنی خواب اور رؤیا الصادقہ سچے خواب کا مطلب یہ ہے کہ وہ خواب جو حقیقت اور واقع کے مطابق ہو۔ جھوٹ اور غلط نہ ہو۔ حضرت العلامہ انور شاہ کشمیری رحمہ فرماتے ہیں کہ الرؤیا لیست بنوم ولا یقظۃ بل ہی حالۃ متوسطۃ بینہما (فیض الباری ص۲ تا ص۲۲)

یعنی خواب نہ تو بیداری کی حالت میں نظر آتا ہے اور نہ گہری نیند میں بلکہ نیند اور بیداری کی درمیانی حالت کو رویا کہتے ہیں۔ لیکن کبھی بیداری میں نظر آنے والی چیز پر بھی رویا کا اطلاق ہوتا ہے یعنی رؤیا بمعنی رویت بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وما جعلنا الرُّؤیا التی اَرَیْنٰک الا فتنۃ للناس (پ۱۵ ع ۱۶) اور رؤیا جو ہم نے تجھے دکھائی تو اسی لئے دکھلائی کہ لوگوں کے لئے ایک آزمائش ہو۔ تو اس آیت میں رؤیا خواب کے معنیٰ میں نہیں ہے بلکہ آنکھوں دیکھنے کے معنیٰ میں ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ رؤیا عین اریہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اُسری بہ (یہ آنکھ سے دیکھنا تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں دکھایا گیا) تو چونکہ رویا کا اطلاق کبھی رویت پر بھی ہوتا ہے اس لئے یہاں فی النوم کی قید لگا دی ہے۔

آگے اس خواب کی ایک اور صفت آرہی ہے فکان لا یری رُؤیا الّا جاءت مثل فلق الصبح۔ یعنی آپ جو کوئی خواب دیکھتے تھے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو کر رہتا۔ یعنی اس کی تعبیر بالکل واضح اور کھلی ہوتی تھی جیسا کہ صبح صادق کی روشنی بالکل ظاہر اور کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ جیسا خواب دیکھتے تھے ویسا ہی واقعہ پیش آتا تھا۔ ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ رُؤیائے صادقہ کو صبح کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ ہنوز آفتاب نبوت نے طلوع نہ کیا تھا جس طرح صبح صادق کی روشنی طلوعِ آفتاب کا دیباچہ ہے اسی طرح رؤیائے صادقہ آفتاب نبوت ورسالت کے طلوع کا دیباچہ تھا۔

ثم حبب الیہ الخلاء چونکہ چھ مہینے کے رویائے صادقہ صالحہ کی وجہ سے ایک باطنی جلاء اور نور پیدا ہو گیا تھا۔ دنیا کی کدورتوں سے طبیعت متنفر ہو گئی تھی اور قلب مبارک میں خلوت نشینی محبوب کر دیا گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ذکر و اذکار کے لئے خلوت نشینی سنت ہے۔ خلوت نشینی کو سادھوپن اور جوگی پن یا رہبانیت کہنا سنت پر طنز ہے۔

صوفیاء کرام کا یہ قول کہ جب ذکر کے آثار شروع ہوتے ہیں تو خلوت محبوب ہو جاتی ہے۔ اسی حدیث سے ماخوذ ہے۔

فکان یلحق بغار حراء پس آپ غار حراء تشریف لے جاتے۔ حِرَاء۔ صحیح اور راجح تر قول حِرَاء ہے۔ یعنی حاء کے کسرہ اور راء کی تخفیف اور فتحہ اور الف کے بعد ہمزہ یعنی مد کے ساتھ ہے۔ یہ لفظ مذکر اور منصرف ہے اگرچہ اقوال بہت ہیں۔

یہ حراء مکہ معظمہ سے تین میل کے قریب منیٰ جاتے ہوئے بائیں جانب پڑتا ہے۔ آج کل اس حراء کو جبل النور کہتے ہیں۔ اس پہاڑ کی ایک چوٹی خانہ کعبہ کی طرف جھکی ہوئی ہے جہاں سے کعبہ نظر آتا ہے۔

فیتحنث فیہ یتحنث۔ باب تفعل سے مضارع ہے اس کا مادہ حِنث ہے جس کے معنیٰ گناہ کے ہیں مگر باب تفعل کے منجملہ خواص میں سے ایک خاصیت سلب ماخذ بھی ہے۔ اس لحاظ سے اس کے معنیٰ خروج عن الحنث یعنی گناہ سے بچنے کے ہیں۔ اس لئے تحنث کی تفسیر تعبّد کے ساتھ تفسیر باللازم کے طور پر کر دی گئی۔ اور یہ ابن شہاب زہری کی طرف سے مدرج ہے۔

ابن شہاب یعنی امام زہری رح کی عادت ہے کہ روایت میں جب کوئی لفظ مشکل آجاتا ہے تو اس کی تفسیر کر دیتے ہیں مگر اس طرح کہ حدیث میں کوئی خلط نہ ہو بلکہ امتیاز باقی رہے جیسے کہ اس حدیث کے ایک نسخہ میں ہے "قال والتحنث التعبد" اس نسخہ سے بالکل صاف معلوم ہوا کہ یہ لفظ ام المومنین حضرت عائشہ رضہ کا نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر ان کا ہوتا تو بجائے قال کے قالت ہوتا۔ پس واضح ہو گیا کہ یہ امام زہری کا ادراج ہے۔ اللیالی حدیث کا لفظ ہے ذوات العدد اس کی تاکید ہے اور حالت نصب میں ہونے کی وجہ سے تاء پر کسرہ ہے اور اللیالی ذوات العدد سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس میں دن بھی داخل ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے جاورتُ بحراء شہراً میں نے ایک مہینہ غار حراء میں خلوت کی۔

ثم یرجع الی خدیجۃ الخ پھر حضرت خدیجہ رضہ کے پاس واپس تشریف لاتے اور اسی طرح چند روز کا توشہ ساتھ لے جاتے۔

حتیٰ فجئہ الحق الخ یہاں تک کہ اچانک (غیر متوقع طور پر) آپ کے پاس حق آگیا۔ فجیٔ از سمع نیز از باب فتح اچانک آجانا۔ والمراد بالحق الوحی او رسول الحق وھو جبرئیل ع (عمدۃ فی التفسیر) یعنی حق سے مراد وحی ہے یا رسول الحق یعنی حضرت جبرئیل ع ہیں۔

فجاءه الملك فقال اقرأ چنانچہ آپ کے پاس فرشتہ (جبرئیلؑ) آیا اور کہا اقرأ۔ پڑھیے۔
یہ واقعہ ۱۷ رمضان المبارک بروز دوشنبہ کا ہے جبکہ آپؐ کی عمر مبارک چالیس سال اور چھ ماہ کی تھی۔ اس لئے کہ ولادت باسعادت کے بارے میں قولِ محقق یہی ہے کہ ۸ ربیع الاول مطابق ۲۰ یا ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بروز دوشنبہ ہوئی۔ کما مر فی نصر الباری کتاب المغازی۔

ایک سوال و جواب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ فرشتہ یعنی حضرت جبریلؑ کو خوب معلوم تھا کہ حضور اقدسؐ پڑھے لکھے نہیں ہیں بلکہ اُمّی ہیں تو اُمّی کو پڑھنے کا حکم دینا تکلیف مالایطاق ہے۔

علامہ عینی رحمہ اس کا جواب دیتے ہیں " هذا الامر لمجرد التنبیہ والتیقظ لما سیلقیٰ الیه (عمدہ) یعنی یہ امر تکلیفی نہیں ہے بلکہ مقصد صرف متنبہ کرنے اور اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ہے کہ جو آپ سے کہا جائے آپ اسی طرح پڑھیے۔ پس یہ امر تلقینی ہے۔ جیسے بچہ جب مکتب میں جاتا ہے تو اُستاد کہتا ہے " بابو پڑھو " تو استاذ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس طرح میں کہتا ہوں تم اسی طرح کہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اقرأ فعل متعدی کا مفعول محذوف ہے " ما اقول " یعنی میں جو کہتا ہوں اسے پڑھیے۔

مَلک کی تحقیق مَلک اصل میں مالک تھا۔ اُلوکہ سے مشتق ہے جس کے معنیٰ پیغام رسانی کے ہیں مالک کو بقاعدہ قلب ملاک بنایا گیا۔ پھر تسہیل کے قاعدہ سے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا ملک ہو گیا اس کی جمع ملائکہ ہے جیسے شمائل کی جمع شمائل۔

انبیاء کرامؑ کی بارگاہوں میں جبریلؑ کی آمد حضرت آدمؑ کی خدمت میں بارہ مرتبہ۔ حضرت ادریسؑ کی خدمت میں چار مرتبہ۔ حضرت نوحؑ کی خدمت میں پچاس مرتبہ۔ حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں بیالیس مرتبہ۔ حضرت عیسیٰ کی خدمت میں دس مرتبہ۔ حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں چار مرتبہ۔ حضرت ایوبؑ کی خدمت میں تین مرتبہ اور سید الانبیاء والمرسلین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چوبیس ہزار مرتبہ (زرقانی ص ۲۳۴ ج ۱)

فغطنی حتی بلغ منی الجُهد جَہد۔ یجوز فیه فتح الجیم وضمها وهو الغایة والمشقة (عمدہ) یعنی بفتح الجیم جَہد اور بضم الجیم جُہد کے معنیٰ غایت کے بھی ہیں اور مشقت کے بھی۔ اور دونوں کے معنیٰ طاقت کے ہیں۔ (مصباح) قرآن مجید میں یہ لفظ دونوں طرح سے آیا ہے۔ سورہ توبہ میں بضم الجیم آیا ہے۔ والذین لایجدون الا جُهدهم۔ (الآیۃ پ ۱۰ ع ۱۶) یہاں جُہد بضم الجیم ہے۔ اکثر مفسرین محنت و مشقت کا ترجمہ کرتے ہیں۔

سورہ نور میں ہے وَاقسموا باللہ جهد ایمانهم۔ الآیۃ (پ ۱۸ ع ۱۳) جلالین میں اس کی تفسیر کی گئی غایۃ اجتهادهم فیها۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ دونوں کے تین معنیٰ آتے ہیں۔ طاقت۔ مشقت اور غایت۔

پھر جُہد کے دال کو اگر رفع کے ساتھ پڑھیں تو اس صورت میں بلغ کا فاعل ہوگا۔ ای بلغ منی الجہدُ مبلغہ۔ اختصاراً مبلغہ، مفعول کو حذف کردیا گیا۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا فرشتہ نے مجھے پکڑا اور دبوچا یہاں تک کہ میری مشقت انتہاء کو پہونچ گئی یعنی مجھ کو تکلیف ہوئی۔ اور اگر دال کو بالنصب پڑھا جائے تو اس کی دو صورت ہے ایک صورت یہ ہے کہ بلغ کا فاعل ضمیر مستتر ہے جس کا مرجع وہ غطّ ہو جس پر غطنی دلالت کرتا ہے۔ جیسے اعدلوا ھُوَ اقربُ للتقویٰ میں۔ تقدیر عبارت ہوگی بلغ الغطّ منی الجہد۔ یعنی حضرت جبرئیلؑ نے اس زور سے دبوچا کہ ان کا دبوچنا میری طاقت یا مشقت کی انتہا کو پہونچ گیا۔ اس صورت میں دال کے رفع اور نصب دونوں کا مطلب ایک ہی ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بلغ کا فاعل ملک ہو اس صورت میں ترجمہ ہوگا جبرئیل میری طرف سے مشقت کو پہونچ گئے۔ یعنی جبرئیلؑ نے اپنی قوت بھر مجھے دبوچا کہ اس سے زیادہ مشقت ان کے تحمل سے باہر تھی۔

ایک اشکال و جواب

اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ کی قوت ملکی ہے جو ایک آواز سے بستی کی بستی کو تباہ کردیں اور قوم لوط کی بستیوں کو اپنے پَروں پر اٹھا کر الٹ دیں خود قرآن حکیم میں ان کو ذی قوۃ ای قوۃ عظیمۃ فرمایا گیا۔ تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرشتہ کی انتہائی طاقت کو برداشت کرلیں۔

جواب یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ اس وقت اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں نہ تھے بلکہ انسانی شکل میں تھے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جو چیزیں مختلف اشکال میں متشکل ہوتی رہتی ہیں وہ جس صورت میں ہوتی ہیں اس صورت کے اثرات اس میں آجاتے ہیں اور اسی طاقت میں آجاتی ہیں۔ لہٰذا جب حضرت جبرئیلؑ انسانی صورت میں ہوئے تو طاقت بھی انسانی ہوگئی۔ اسی لوع سے حضرت موسیٰؑ کا حضرت عزرائیلؑ کے تھپڑ مار کر آنکھ کا نکال دینا ہے۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو چار ہزار انسانوں کی طاقت دی گئی تھی۔

فغطنی الثالثۃ الخ

پھر فرشتہ نے مجھ کو تیسری بار دبایا اور چھوڑ دیا اور یہ کہا کہ پڑھیئے:۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ تا مالم یعلم۔ یعنی آپ اللہ کا نام لے کر پڑھیئے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ میں تو قدرت نہیں ہے مگر اللہ کی مدد سے پڑھیئے۔ بجائے بسم اللہ کے باسم ربک کہا گیا۔ کیونکہ ہماری رسائی نہ ذات تک ہوسکتی ہے نہ صفات تک سب ہماری عقول سے بالاتر ہیں کہ صفات دلالت کرتی ہیں ذات پر اور صفات پر اسماء دلالت کرتے ہیں۔ یہی اسماء ہم کو اللہ تک پہونچاتے ہیں اور یہی اسماء خالق و مخلوق، قدیم و حادث اور واجب و ممکن میں رابطہ ہیں اور ان اسماء کے ذریعہ سے ہماری رسائی معبود تک ہوسکتی ہے۔

اس حدیث کے اندر تین بار دبوچنے کا ذکر آیا ہے۔ علامہ قسطلانی رہ فرماتے ہیں "ہٰذا الغطّ لیفرغہ عن النظر الیٰ امور الدنیا ویقبل بکلیتہ الیٰ مایلقی الیہ وکررہ للمبالغۃ (قس) یہ دبوچنا اس لئے تھا کہ دنیاوی امور سے توجہ ہٹا کر ہمہ تن پوری توجہ موحی الیہ کی وحی کیطرف ہوجائے۔

۲ وقیل الغطة الاولیٰ لیتخلّیٰ عن الدنیا والثانیة لیتفرغ لما یوحیٰ الیه والثالثة للمؤانسة یعنی پہلی مرتبہ دبوچنا ہر طرف سے توجہ ہٹانے کے لئے تھا اور دوسری مرتبہ موحیٰ الیہ کو متوجہ کرنے کے لئے اور تیسری مرتبہ مؤانست کے لئے۔ (قسطلانی)

نوٹ:۔ مزید تفصیل اور مفصل بحث جلد اوّل یعنی بدءِ وحی میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بخاری ص۷۴۰

باب قوله خلق الانسان من علق۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ آیت ۲ انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔

اس میں اشارہ ہے کہ جس ذات نے جمے ہوئے خون سے جو بالکل جماد لایعقل ہے اس میں روح ڈال کر افضل المخلوقات اور عاقل وفہیم انسان بنایا، وہی ایک اُمّی کو قاری بھی بنا سکتا ہے۔ اس آیت میں آنحضور ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ گھبرائیے نہیں۔ یہاں "علق" کو زیادتی تحقیر کے لئے ذکر کیا گیا۔ کیونکہ منی تو ایسی چیز ہے کہ جس کے پاک و ناپاک ہونے میں علماء کا اختلاف ہے بخلاف علق کے کہ بالاتفاق نجس وناپاک ہے۔

۴۸۱ ۔ حدثنا یحییٰ بن بُکیر قال حدثنا اللیث عن عُقیل عن ابن شھاب عن عروة عن عائشة قالت اوّل ما بُدِئَ به رسول الله صلی الله علیه وسلم الرؤیا الصّالحة فجاءہ الملك فقال اِقرأ باسم ربّك الذی خلق خلق الانسان من علق اِقرأ وربّك الاکرم۔

ترجمہ گذر چکا۔

باب قوله اِقرأ وربّك الاکرم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ آیت ۳ آپ پڑھئے آپ کا رب بڑا اکرم والا ہے۔ یہاں خصوصیت سے یہ صفت اس لئے لائی گئی کہ استفاضہ میں دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک تو فیض حاصل کرنے والے میں استعداد ہو۔ دوسری یہ کہ فیض پہونچانے والے میں بخل نہ ہو۔ ورنہ استفاضہ نہیں ہو سکتا۔ پہلے جملوں میں ایک چیز سے بے فکر کیا گیا۔ اب دوسری سے بے فکر کیا جارہا ہے۔ چالیس سال کی تربیت آپ کی استعداد کا ثبوت ہے اور ہمارے یہاں بخل نہیں۔ کیونکہ ہماری صفت اکرم ہے۔ کرم میں کسی قسم کی کمی نہیں تو اب مانع عن الفیض کیا چیز رہی، یہ وقوع کی دلیل ہوئی۔ وہ آپ کی استعداد کو ضائع نہ کرے گا۔ کیونکہ اکرم الکرماء ہے۔

۴۸۲ ۔ حدثنا عبد الله بن محمد قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمرٌ عن الزھری ح وقال اللیث عن عُقیل قال حدثنی محمد بن شھاب اخبرنی عروةُ عن عائشة اوّلُ ما بُدِئَ به رسول الله صلی الله علیه وسلم الرؤیا الصادقة فجاءہ الملكُ فقال اقرأ باسم ربّك الذی خلق خلق الانسان من علقٍ اقرأ وربّك الاکرم۔ ترجمہ گذر چکا ہے۔

بخاری ص۷۴۰

باب قوله الّذی علّم بالقلم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ آیت ۴ جس نے قلم سے تعلیم دی۔

ظاہر ہے کہ تمام علوم قلم سے معلوم ہوتے ہیں اور قلم واسطہ بنتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو اللہ ایک لکڑی کے ذریعہ انسان کو سکھانے پر قادر ہے وہ جبرئیلؑ کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا علم عطا نہیں کر سکتا۔ اس میں ایک بڑے شبہ کا جواب بھی ہو گیا جو مشہور ہے کہ جبرئیلؑ ایک طرح کے استاذ ہوئے اور حضور اقدس ﷺ تلمیذ ہوئے تو بظاہر افضلیت جبرئیل معلوم ہوتی ہے۔ اس کا جواب قلم کے لفظ سے ہوا۔ بخاری کا علم ہم تک قلم کے ذریعہ پہونچا لیکن قلم ہم سے افضل نہیں۔ البتہ بخاری افضل ہیں۔ کیونکہ قلم کو خود کچھ اختیار نہیں۔ کاتب حرکت دے رہا ہے۔ فرشتے بارگاہِ الٰہی میں ایسے ہی ہیں جیسے قلم، جس طرح قلم کو مجال سرتابی نہیں ایسے ہی فرشتوں کو مجال نہیں جو سرتابی کر سکیں۔ تو جبرئیلؑ کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کاتب و مکتوب الیہ کے درمیان قلم ہے (فتح الباری افادات عثمانیؒ)

اس آیت سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ علم کو قلم سے مقید کرنا چاہیے۔

۴۸۳ - حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال حدثنا اللیث عن عُقیل عن ابن شہاب قال سمعت عُروۃ قالت عائشۃ فرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی خدیجۃ فقال زملونی زملونی فذکر الحدیث

ترجمہ:۔ ترجمہ کے لئے حدیث نمبر ۴۸۰ ملاحظہ فرمائیے۔

باب قولہ کلا لئن لم ینتہ لنسفعا بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ آیت نمبر ۱۵ و ۱۶ ہرگز (ایسا) نہیں (کرنا چاہیے اور) اگر یہ شخص (اپنی حرکت سے) باز نہ آوے گا تو ہم (اس کو) پیٹے پکڑ کر جو کہ دروغ اور خطا میں آلودہ پیٹے ہیں (جہنم کی طرف) گھسیٹیں گے۔ (ناصیہ سر کے اگلے بالوں کو کہا جاتا ہے جن کو اردو میں پیٹے بولتے ہیں اس کی صفت میں کاذبۃ خاطئۃ مجازاً فرمایا گیا۔

۴۸۴ - حدثنا یحیی قال حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن عبد الکریم الجزری عن عکرمۃ قال ابن عباس قال ابوجہل لئن رأیت محمداً یصلی عند الکعبۃ لاطأن علی عنقہ فبلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لو فعلہ لاخذتہ الملائکۃ تابعہ عمرو بن خالد عن عبید اللہ عن عبد الکریم۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضؓ نے بیان کیا کہ ابوجہل نے کہا تھا کہ اگر میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھ لیا تو اس کی گردن کچل دوں گا۔ آنحضورﷺ کو جب یہ بات پہونچی تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس نے ایسا کیا ہوتا تو فرشتے اس کو پکڑ لیتے۔

عبد الرزاق کی متابعت عمرو بن خالد نے کی ان سے عبید اللہ نے اور ان سے عبد الکریم نے بیان کیا۔

تشریح مطابقۃ ظاہرۃ للترجمۃ فی قولہ لاخذتہ الملائکۃ۔ ایک دوسری روایت بھی ہے کہ ابوجہل نے اپنے کہنے کے مطابق ایک مرتبہ کعبہ کے پاس حضور اقدس ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا اور آپ کو ایذا دینے کے لئے چلا جب آپ کے قریب پہونچا تو یکایک ایڑیوں کے بل پر پیچھے ہٹا۔ لوگوں نے پوچھا

یہ کیا معاملہ ہے؟ تو تو کہتا ہے کہ میں محمد (ﷺ) کی گردن کچل ڈالوں گا اب بھاگتا کیوں ہے؟ وہ کہنے لگا کہ جب میں ان کے قریب پہونچا تو مجھ کو آگ کی ایک خندق اور ہولناک چیزوں کے پنکھ نظر آئے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سنکر فرمایا، اگر وہ اور نزدیک آتا تو فرشتے اس کو اُچک لیتے اور اس کا ایک ایک عضو جدا کر دیتے۔ (عمدۃ، التیسیر الباری)

قال ابوجہل اسمہ، عمرو بن ہشام المخزومی، وہٰذا من مرسلات عبداللہ بن عباس رض لانہ لم یدرک زمن قول ابی جہل لان مولدہ قبل الہجرۃ نحو ثلاث سنین ویحمل علی انہ سمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم او من صحابی آخر (عمدہ)

بخاری ص۷۴۳ **اِنَّا اَنزَلنٰہُ فی لیلۃ القدر** ای سورۃ القدر ۹۷

اس سورت کا نام سورۃ القدر ہے۔ یہ سورہ مکی ہے اور اس کی پانچ آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یقال المَطلَعُ ھُوَ الطُّلُوعُ وَالمَطلِعُ ھُوَ المَوضِعُ الذی یُطلع منہُ

اشارہ ہے آیت کریمہ ۵ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطلَعِ الفجر، (اور وہ شب) سراپا سلام ہے (اور) وہ شب قدر طلوعِ فجر تک رہتی ہے۔

فرماتے ہیں مَطلَعَ (بفتح اللام مصدر میمی) بمعنی طلوع ہے اور یہی یعنی بفتح اللام جمہور کی قرأت ہے اور مَطلِع (بکسر اللام ظرف مکان) وہ جگہ جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے۔

اِنّا انزلناہُ الہاءُ کنایۃٌ عن القراٰن انزلناہ مخرجَ الجمعِ وَالمُنزِلُ ھو اللہ وَالعرب تؤکِّدُ فعلَ الواحِدِ فتجعلُہٗ بلفظ الجمع لیکون اثبتَ واوکدَ۔

فرماتے ہیں کہ پہلی آیت اِنّا انزلناہ میں ھا ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے اگرچہ قرآن کا لفظ لفظاً مذکور نہیں ہے مگر حکماً مذکور ہے۔ کیونکہ قرآن آنحضور ﷺ کے ذہن میں ہر وقت اور ہمیشہ موجود ہے۔ او لانّ السیاق یدل علیہ او لانّ القرآن کلہ فی حکم سورۃ واحدۃ (عمدہ)

انزلناہ مخرج الجمع الخ فرماتے ہیں کہ انزلناہ میں صیغہ جمع متکلم کا ہے حالانکہ نازل کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کا جواب دیتے ہیں وَالعربُ تؤکد الخ سے کہ عرب لوگوں کا قاعدہ ہے کہ جب فعل واحد کی تاکید واثبات مقصود ہو تو تاکید اور مزید اثبات کے لئے جمع کا صیغہ بولتے ہیں۔

قرآن لیلۃ القدر میں نازل ہوا اس آیت میں تصریح ہے کہ قرآن حکیم لیلۃ القدر (شب قدر) میں نازل ہوا۔ اس کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید لوحِ محفوظ سے سماءِ دنیا پر اتارا گیا پھر جبرئیل امین اس کو تدریجاً تیئیس ۲۳ سال کے عرصہ میں حسب ہدایت تھوڑا تھوڑا لاتے رہے۔ اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ ابتدائے نزولِ قرآن اس رات میں چند آیتوں سے ہوگیا۔ باقی بعد میں نازل ہوتا رہا۔

تمام آسمانی کتابیں رمضان ہی میں نازل ہوئی ہیں

حضرت ابو ذر غفاری رضؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحف ابراہیم عؑ تیسری تاریخ رمضان میں اور توراۃ چھٹی تاریخ میں اور انجیل تیرہویں تاریخ میں اور زبور اٹھارہویں تاریخ رمضان میں نازل ہوئی ہیں اور قرآن شریف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر چوبیسویں تاریخ رمضان میں اترا ہے۔ (معارف بحوالہ مظہری)

سورۃ لم یکن

ای سورۃ البینۃ ۹۸

اس سورت کا مشہور نام سورۂ بیّنہ ہے۔ علامہ عینی رحؒ نے اس سورت کا دو نام اور ذکر فرمایا ہے ۱ سورۃ المنفکین ۲ سورہ قیامہ۔ یہ سورہ مدنی ہے اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں۔

بخاری ص ۷۴۳

مُنفَكِّينَ زَائِلِينَ

اشارہ ہے پہلی آیت کی طرف لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکین الآیۃ جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے (قبل بعثت نبویہ) کافر تھے وہ (اپنے کفر سے ہرگز) باز آنے والے نہ تھے۔ جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی الخ

فرماتے ہیں کہ منفکین بمعنیٰ زائلین ہے یعنی جدا ہونے والے، باز رہنے والے

قَيِّمَةٌ القَائِمَةُ دِينُ القَيِّمَةِ اضاف الدين الى المؤنث

اشارہ ہے آیت کریمہ ۵ کی طرف وذلك دين القيمة اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا الخ فرماتے ہیں کہ قیمہ بمعنیٰ قائمہ ہے (یعنی ٹھیک اور درست) دین القیمہ میں دین کی اضافت مؤنث یعنی قیمہ کی طرف کی گئی ہے حالانکہ دین مذکر ہے۔ علامہ عینی رحؒ فرماتے ہیں ای دین الملۃ القائمۃ المستقیمۃ فالدین مضاف الی مؤنث وہی الملۃ والقیمۃ صفۃ لمحذوف الموصوف۔ مطلب یہ ہے کہ قیمہ کا موصوف ملت ہے جو محذوف ہے۔ اس صورت میں آیت کا ترجمہ ہوگا۔ یہی طریقہ ہے ملت مستقیمہ کا یعنی ملت اسلامیہ کا۔

اوپر جو ترجمہ کیا گیا ہے بیان القرآن سے۔ اس صورت میں قیمہ صفت ہوگی کتب کی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اور کتب بمعنیٰ احکام قرآنیہ ہے۔

(۴۸۵) ـ حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة قال سمعت قتادة عن انس بن مالك قال قال النبي صلى الله عليه وسلم لأبي بن كعب ان الله امرني ان اقرأ عليك "لم يكن الذين كفروا" قال وسماني قال نعم فبكى.

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک رضؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُبی بن کعب رضؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں سورۂ لم یکن الذین کفروا " پڑھ کر سناؤں۔ حضرت اُبی بن کعب رضؓ نے عرض کیا

اللہ تعالیٰ نے میرا نام بھی لیا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں اس پر وہ رونے لگے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ التی ھی السورۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضیٰ فی مناقب ابی بن کعب یعنی ہذا الاسناد والمتن ص۵۳۶ وہٰذا فی التفسیر ص۷۴۲ وسمانی۔ حضرت اُبی بن کعبؓ نے دریافت کیا کہ کیا حق تعالیٰ نے میرے نام کی تصریح فرمائی؟ چونکہ احتمال تھا کہ حق تعالیٰ نے آنحضورؐ کو یہ حکم دیا ہو کہ اپنی امت میں سے کسی صحابی کو سناؤ اور کسی شخص کی صراحت نہ ہو۔ اس لئے اُبی ابن کعبؓ نے دریافت فرمایا۔ جب حضور اقدسؐ سے معلوم ہوگیا کہ حق تعالیٰ نے خاص ان کا نام لیا تھا تو مارے خوشی کے رونے لگے کہ مالک کائنات نے اس بندہ کو یہ شرف بخشا۔ اور بعض حضرات سے یہ بھی منقول ہے کہ یہ رونا مارے خوف کے بھی ہو سکتا ہے کہ اس ناچیز پر یہ غیر معمولی عنایت ونوازش کا شکریہ مجھ سے ادا نہ ہو سکے گا۔

۴۸۶۔ حدثنا حسّانُ بن حسّانَ قال حدثنا ھمام عن قتادۃ عن انس قال قال النبی صلّی اللہ علیہ وسلم لاُبی ان اللہ امرنی ان اقرأ علیك القرآن قال اُبی آللہ سمّانی لك قال اللہ سمّاك فجعل اُبی یبکی قال قتادۃ فاُنبئتُ انہ قرأ علیہ لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُبی بن کعبؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن (یعنی سورہ لم یکن) پڑھ کر سناؤں۔ حضرت اُبی بن کعبؓ نے عرض کیا۔ کیا آپ سے اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام بھی مجھ سے لیا ہے۔ پھر حضرت اُبی بن کعبؓ (یہ سنکر) رونے لگے۔ قتادہ نے بیان کیا کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سورہ لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب پڑھ کر سنائی تھی۔

تشریح ہٰذا طریق آخر فی حدیث انسؓ۔
والحدیث اخرجہ مسلم فی الصلوٰۃ وفی الفضائل (عمدہ)

۴۸۷۔ حدثنا احمدُ بن ابی داؤدَ ابوجعفرٍ المنادی قال حدثنا روحٌ قال حدثنا سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن انس بن مالك ان نبیّ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاُبی بن کعب ان اللہ امرنی ان اُقرئكَ القرآنَ قال اللہ سمّانی لك قال نعم قال وقد ذُکِرتُ عند رب العالمین قال نعم فذرفت عیناہ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی بن کعبؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں قرآن پڑھ کر سناؤں۔ انھوں نے پوچھا کیا اللہ نے آپ سے میرا نام لیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اُبی بن کعب بولے میرا ذکر رب العالمین کی بارگاہ میں ہوا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں

اس پر ان کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

تشریح هٰذا طریق آخر فی الحدیث المذکور۔

بخاری شریف ص۷۴۱ **اِذَا زُلْزِلَتْ** ای سورۃ الزلزال نمبر ۹۹

سورۂ زلزال مدنی ہے اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يُقَالُ اَوْحٰى لَهَا وَاَوْحٰى اِلَيْهَا وَوَحٰى لَهَا وَوَحٰى اِلَيْهَا وَاحِدٌ

اشارہ ہے آیت کریمہ ۴ و ۵ کی طرف يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا. اس روز زمین اپنی سب (اچھی بری) خبریں بیان کرنے لگے گی۔ اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا۔

کہا جاتا ہے اوحیٰ لہا اور وحیٰ الیہا۔ اسی طرح وحیٰ لہا اور وحیٰ الیہا سب کے معنیٰ ایک ہیں۔ مطلب یہ ہے وحیٰ، یحی وحیًا از ثلاثی مجرد اور اوحیٰ یوحی ایحاءً ثلاثی مزید کے معنیٰ ایک ہیں۔ یعنی اشارہ کرنا، وحی بھیجنا۔

بخاری ص۷۴۱ بَابُ قَوْلِهٖ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: آیت ۷ سو جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا الخ (بشرطیکہ وہ خیر یعنی نیکی ایمان کے ساتھ ہو)

۴۸۸۔ حَدَّثَنَا اسماعیل بن عبد اللہ قال حَدَّثَنِیْ مالك عن زید بن اسلم عن ابی صالح السمّان عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الخیل لثلاثۃ لرجل اجرٌ ولرجل سترٌ وعلی رجل وزرٌ فاما الذی لہ اجرٌ فرجل ربطھا فی سبیل اللہ فاطال فی مَرْجٍ او روضۃ فما اصابت فی طیلھا ذٰلك فی المرج والروضۃ کان لہ حسنات ولو انھا قطعت طیلھا فاستنت شرفًا او شرفین کانت آثارُھا وارواثھا حسنات لہ ولو انھا مرّت بنھر فشربت منہ ولم یرد ان یسقی بہ کان ذٰلك حسنات لہ وھی لذٰلك الرجل اجر ورجل ربطھا تغنیًا وتعففًا ثم لم ینس حق اللہ فی رقابھا ولا ظھورھا فھو لہ ستر ورجل ربطھا فخرًا ورِیاءً ونواءً فھی علی ذٰلك وزرٌ وسُئِلَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحُمُر قال ما انزل اللہ علیّ فیھا الا ھٰذہ الآیۃ الفاذّۃ الجامعۃ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرًّا یرہ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑا تین آدمیوں کا ہے (یعنی تین طرح کے لوگ گھوڑے پالتے ہیں) ایک شخص کے لئے اجر (ثواب) ہے اور دوسرے کے لئے

وہ پردہ ہے اور تیسرے کے لئے وبال ہے۔ پس وہ جس کے لئے اجر و ثواب کا باعث ہے وہ ہے جس نے اللہ کے راستہ میں جہاد کی نیت سے باندھا ہے چنانچہ چراگاہ میں یا (شک راوی) باغ میں اس کی رسی دراز کر دیتا ہے چنانچہ وہ گھوڑا چراگاہ یا باغ میں اپنی رسی کی لمبائی میں کھائے پیئے اس کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور اگر گھوڑے نے اپنی رسی توڑ لی پھر ایک یا دو چکر دوڑ گئے تو اس کے نشانات قدم (جو زمین پر پڑیں) اور اس کی لید بھی مالک کے لئے نیکیاں ہوں گی (یعنی اجر و ثواب کے باعث ہوں گے) اور اگر کسی نہر سے گذرتے ہوئے اس میں سے مالک کے ارادہ کے بغیر پانی پی لیا تو یہ بھی مالک کے لئے نیکیاں ہوں گی۔ بہر حال ایسے شخص کے لئے گھوڑا باندھنا (پالنا) باعث اجر و ثواب ہے۔

ورجل ربطها الخ اور دوسرا شخص جس نے گھوڑا باندھا یعنی پالا ہے لوگوں سے بے نیاز رہنے اور (لوگوں کے سامنے سوال کرنے سے) بچنے کے لئے اور اس گھوڑے کی گردن جو اللہ کا حق ہے اور اس کی پیٹھ کا جو حق ہے اسے بھی نہیں بھولا ہے (اللہ کے حق سے مراد یہ ہے کہ اگر گھوڑا تجارتی ہے تو ان کی زکوٰۃ ادا کرے اور پیٹھ کا حق یہ ہے کہ تھکے ماندے، ضعیف کمزور مانگنے والے کو سواری کے لئے دے) تو گھوڑا ایسے شخص کیلئے پردہ ہے (یعنی پردہ ہے یعنی ذلت سے بچا باعزت رہا۔ اور جو شخص گھوڑا اپنے دروازے پر فخر اور نمائش اور (اسلام اور مسلمانوں کی) دشمنی کی غرض سے باندھتا ہے وہ اس کے لئے وبال ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے متعلق پوچھا گیا (کہ کیا یہ بھی گھوڑے کے حکم میں ہیں) تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق (گدھوں کے متعلق) کوئی خاص حکم مجھ پر نازل نہیں فرمایا مگر یہ اکیلی جامع آیت کے جو عام ہے اور گدھوں کو بھی شامل ہے) فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ الخ یعنی جو کوئی ذرہ بھر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے گا اسے بھی دیکھ لے گا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ فی قولہ فمن یعمل مثقال ذرۃ الخ والحدیث قد مضی فی الجہاد ص۳۹۲ وفی کتاب المناقب ص۵۱۱ وھٰھنا فی التفسیر ص۷۴۱

مرج چراگاہ جمع مروج از نصر چوپایہ کو چراگاہ میں چرنے کے لئے چھوڑنا، چراگاہ میں چرنا۔
طیلہا بکسر الطاء و فتح الیاء وہ لمبی رسی جس میں جانور کو باندھا گیا اس کو مطول بھی کہتے ہیں۔ نواء بکسر النون و فتح الواو عداوت مصدر از باب مفاعلت مقابلہ کرنا، دشمنی کرنا۔

مسئلہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تجارت کے گھوڑے پر زکوٰۃ ہے کما قال الامام الاعظم رح

بخاری ص۷۴۱ **بابٌ قولہ۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ**

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ آیت ۸ اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ مراد وہ بدی ہے جس سے اپنی زندگی میں توبہ نہ کر لی ہو۔ کیونکہ توبہ سے گناہوں کا معاف ہونا قرآن و سنت میں یقینی طور پر ثابت ہے۔

۴۸۹ - حدثنا یحییٰ بن سلیمان قال حدثنا ابن وھب قال اخبرنی مالك عن زید بن اسلم عن ابی صالح السمان عن ابی ھریرۃ سئل النبی صلی اللہ علیه وسلم عن الحمر قال لم ینزل علیّ فیھا شیٔ الا ھذہ الآیة الجامعة الفاذۃ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا اس اکیلی عام آیت کے سوا مجھ پر اس کے بارے میں اور کوئی خاص حکم نازل نہیں ہوا ہے۔ فمن یعمل مثقال الخ۔

تشریح: مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ

بخاری ط۷۳ — **والعادیات** — ای سورۃ العادیات ۱۰۰

یہ سورۃ مکی ہے اور اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقال مجاھد الکنود الکفور

اشارہ ہے آیت کریمہ ۶ اِنَّ الانسانَ لِربّہٖ لکنود، بیشک (کافر) آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے اور مجاہد رحؒ نے بیان کیا کہ الکنود بمعنی الکفور ہے یعنی صیغہ صفت ہے بمعنی ناشکرا آدمی خواہ مرد ہو یا عورت

یقال فاثرن بہ نقعا - رفعن بہ غبارا

اشارہ ہے آیت کریمہ ۴ یعنی پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں الخ

فرماتے ہیں کہ آیتِ مذکورہ کے معنیٰ ہیں۔ صبح کے وقت گرد وغبار اٹھاتے ہیں۔ والقائل بذلک ابوعبیدہ رحؒ

لحب الخیر من اجل حب الخیر لشدید۔ لبخیل ویقال للبخیل شدید

اشارہ ہے آیت ۸ کی طرف وَاِنہ لحب الخیر لشدید۔ اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے الخ

فرماتے ہیں یعنی ابوعبیدہ رحؒ کہ لحب الخیر میں لام اجلیہ ہے ای من اجل حب الخیر لشدید یعنی مال کی محبت کی وجہ سے اور شدیدٌ بمعنیٰ بخیل ہے۔ بخیل کو شدید کہا جاتا ہے۔

حُصِّلَ مُیِّزَ

اشارہ ہے آیت کریمہ ۱۰ کی طرف وَحُصِّلَ مَا فی الصدور اور ظاہر ہو جائیگا جو کچھ دلوں میں ہے۔ ابوعبیدہ رحؒ نے کہا ہے کہ حُصِّل کے معنیٰ ہیں جدا کیا جائے (یا ظاہر کیا جائے وغیرہ)

تشریح: لم یذکر فی ھذہ السورۃ حدیثا مرفوعا وسیاتی فی الرقاق (حاشیہ بخاری)

بخاری ص۷۴۳ # باب سورة القارعة پ۱۰۱

سورۂ قارعہ مکی ہے اور اس میں گیارہ آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کالفراش المبثوث کغوغاء الجراد یرکب بعضہ بعضا کذلک الناس یجول بعضھم فی بعض کالعھن کالوان العھن وقرأ عبد اللہ کالصوف۔

اشارہ ہے آیت کریمہ ۴ و ۵ کی طرف یوم یکون الناس کالفراش المبثوث وتکون الجبال کالعھن المنفوش۔ جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے (پروانوں سے تشبیہ چند چیزوں کی وجہ سے دی گئی۔ ایک کثرت سے ہونا کہ سارے اولین وآخرین انسان ایک میدان میں جمع ہو جاویں گے۔ دوسرے کمزور ہونا کہ سب انسان اس وقت کمزوری میں پروانے جیسے ضعیف وعاجز ہوں گے) اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جادیں گے (عہن رنگین اون کو کہا جاتا ہے پہاڑوں کے رنگ چونکہ مختلف ہیں وہ سب اڑتے پھریں گے۔

فرماتے ہیں کہ آیت ۴ میں کالفراش المبثوث کے معنیٰ ہیں پریشان ٹڈیوں کی طرح کہ جیسے کہ وہ ایسی حالت میں ایک دوسرے پر چڑھ جاتی ہے۔ یہی حال (قیامت کے دن) انسانوں کا ہو گا کہ ایک دوسرے میں چکر لگائیں گے (کوئی اِدھر جائے گا اور کوئی اُدھر ایک رُخ نہیں ہو گا) کالعھن اون کی طرح رنگ برنگ۔ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضہ نے پڑھا ہے کالصوف المنفوش یعنی دھنی ہوئی اون کی طرح اڑتے پھریں گے۔

تشریح الفراش فراشۃ کی جمع ہے بمعنیٰ پروانہ، یہاں الفراش کو بطور اسم جنس استعمال کیا گیا ہے اس لئے اس کی صفت کو مفرد لایا گیا اور بجائے المبثوثۃ کے المبثوث فرمایا۔ جس طرح السّحاب اگرچہ سحابۃ کی جمع ہے لیکن اسم جنس بھی ہے اسی لئے سحاب مرکوم کہا جاتا ہے۔ عھن رنگین اون جمع عھون۔

بخاری ص۷۴۳ # الھاکم ای سورة الھاکم پ۱۰۲

اس کا مشہور نام سورۂ تکاثر ہے۔ یہ سورہ مکی ہے اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقال ابن عباس۔ التکاثر من الاموال والاولاد

اشارہ ہے پہلی آیت کی طرف الھاکم التکاثر (۱) (دنیوی سامان پر) فخر کرنا تم کو (آخرت سے) غافل کئے رکھتا ہے الخ۔

اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تکاثر کے معنیٰ ہیں مال و دولت کا بہت ہونا، کثرت سے جمع کرنا۔

بخاری ص۷۴۲ **والعصر** ای سورۃ العصر ۱۰۳

سورۂ عصر مکی ہے اور اس کی تین آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یقال الدھر اقسم بہ

اشارہ ہے پہلی آیت کی طرف وَالعصر (۱) قسم ہے زمانہ کی

فرماتے ہیں کہ آیت میں عصر کا معنیٰ دہر یعنی زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی (یعنی زمانہ کی) قسم کھائی ہے۔

بخاری ص۷۴۲ **وَیۡلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ** ای سورۃ الہمزہ ۱۰۴

سورۂ ہمزہ مکی ہے اور اس کی نو آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحُطَمَةُ اسم النار مثل سقر و لظیٰ

اشارہ ہے آیت ۴ کی طرف کلا لینبذن فی الحطمۃ ہرگز نہیں وہ تو روندنے والی جگہ میں پھینک دیا جائے گا۔

فرماتے ہیں کہ حُطَمہ دوزخ کا ایک نام ہے جیسے سقر اور لظیٰ بھی اس کے ناموں میں سے ہیں۔

بخاری ص۷۴۲ **سُورَةُ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ** ای سورۃ الفیل ۱۰۵

سورۂ فیل مکی ہے اور اس کی پانچ آیتیں ہیں۔

قال مُجاھدٌ اَبَابِیلَ مُتَتَابِعَةٌ مُجتَمِعَةٌ

اشارہ ہے آیت ۳ کی طرف و ارسل علیہم طیرًا ابابیل اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے۔ مجاہدؒ نے بیان کیا کہ ابابیل کے معنیٰ ہیں پے در پے آنے والے جھنڈ کے جھنڈ پرندے (مطلب یہ ہے کہ ابابیل کے معنیٰ ہیں پرندوں کے غول، جھنڈ یعنی کسی خاص جانور کا نام نہیں۔ اردو زبان میں جو ایک خاص چڑیا کو ابابیل کہتے ہیں وہ مراد نہیں ہے۔ فقیل ابول کعجول و عجاجیل۔ ابابیل لفظ جمع کا ہے مگر اس کا کوئی مفرد مستعمل نہیں، یہی امام فراء اور اخفش کا بیان ہے اگرچہ بعض حضرات نے اس کا واحد ابالۃ بیان کیا ہے۔

وقال ابن عباس۔ من سجیل ھی سنک و کل

اشارہ ہے آیت ۴ کی طرف ترمیہم بحجارۃ من سجیل۔ جو ان لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے

اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سِجِّیل۔ یہ وہی (فارسی کا) سنگ وگل ہے۔
مطلب یہ ہے کہ سجیل سنگ گل کا معرب کیا ہوا لفظ ہے جس کے معنیٰ ہیں ایسی کنکریں جو تر مٹی کو آگ میں پکانے سے بنتی ہے۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہ کنکریاں بھی خود کوئی طاقت نہ رکھتی تھیں۔ معمولی گارے اور آگ سے بنی ہوئی تھیں مگر بقدرت حق تعالیٰ انھوں نے ریوالور کی گولیوں سے زیادہ کام کیا۔

بخاری ص۷۴۳ **لِاِیلٰفِ قُرَیْشٍ** ای سورۃ القریش ۱۰۶

سورۂ قریش مکی ہے اور اس کی چار آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقال مُجَاهِدٌ لِاِيلٰفِ أَلِفُوا ذٰلِكَ فَلَا يَشُقُّ عَلَيْهِمْ فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ وَآمَنَهُمْ مِنْ كُلِّ عَدُوِّهِمْ فِي حَرَمِهِمْ.

اور مجاہدؒ نے بیان کیا کہ لِاِیلٰف کا مفہوم یہ ہے کہ وہ (قریش کے لوگ) اس (سفر) کے خوگر ہوگئے ہیں اس لئے جاڑے اور گرمی میں ان پر سفر کرنا گراں نہیں گذرتا ہے۔
وَآمَنَهُمْ الخ یعنی انھیں ان کے حدودِ حرم میں ہر طرح کے دشمن سے امن دیا۔
مطلب یہ ہے کہ قریشِ مکہ چونکہ دو سفروں کے عادی تھے۔ ایک سردی میں یمن کی طرف دوسرا گرمی میں شام کی طرف اور ان ہی دو سفروں پر ان کی تجارت اور کاروبار کا مدار تھا۔

قال ابن عيينة لِنِعْمَتِي عَلٰى قُرَيْشٍ

اور ابن عیینہؒ نے کہا کہ لِاِیلٰف قریش کا مطلب یہ ہے کہ قریش پر میرے احسان کی وجہ سے یعنی اس بیت اللہ کے رب کی عبادت کریں۔

بخاری ص۷۴۳ **اَرَأَيْتَ** ای سورۃ ارأیت ۱۰۷

اس سورت کا مشہور نام سورۃ الماعون ہے۔ یہ سورہ مکی ہے اور اس کی سات آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقال مُجَاهِدٌ يَدُعُّ يَدْفَعُ عَنْ حَقِّهِ يُقَالُ هُوَ مِنْ دَعَعْتُ يُدَعُّوْنَ يُدْفَعُوْنَ
اشارہ ہے آیت ۲ کی طرف فَذٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ۔ سو وہ شخص جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔
اور مجاہدؒ نے بیان کیا کہ یَدُعُّ کے معنیٰ ہیں دفع کرتا ہے یعنی یتیم کو اس کا حق لینے نہیں دیتا ہے۔
کہا جاتا ہے کہ یہ یَدُعُّ دععت سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ دھکیلنے کے ہیں۔ اسی سے ہے (سورہ طور میں) يُدَعُّوْنَ بمعنیٰ یدفعون۔ یعنی سورۂ طور میں ہے يَوْمَ يُدَعُّوْنَ إِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (پ۲۷ ع ۳)

جس روز کہ ان کو آتش دوزخ کی طرف دھکے دے کر لاویں گے الخ یعنی دھکیلے جائیں گے۔

سَاهُوْنَ لَاهُوْنَ

اشارہ ہے آیت کریمہ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۔ سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں (یعنی ترک کر دیتے ہیں) فرماتے ہیں کہ ساہون بمعنی لاہون ہے یعنی غافل۔ بے خبر۔

وَالْمَاعُوْنُ الْمَعْرُوْفُ كُلُّهُ، وَقَالَ بَعْضُ الْعَرَبِ الْمَاعُوْنُ الْمَاءُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ اَعْلَاهَا الزَّكٰوةُ الْمَفْرُوْضَةُ وَاَدْنَاهَا عَارِيَةُ الْمَتَاعِ۔

اشارہ ہے آیت کریمہ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ (۷) اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے ہیں۔

فرماتے ہیں ماعون ہر اچھا کام، ہر وہ چیز جو بطور حسن سلوک و مروت ایک دوسرے کو دیتے ہیں جیسے ڈول، کلہاڑی، ہانڈی اور پیالہ وغیرہ۔ ۲۔ بعض عرب کہتے ہیں کہ ماعون سے مراد پانی ہے۔ ۳۔ اور عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ ماعون کی اعلیٰ قسم زکوٰۃ مفروضہ ہے اور ادنیٰ قسم اثاث خانگی کی عاریت یعنی کوئی شخص لوٹا، پیالہ مانگے تو دیدے انکار نہ کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ماعون کے اصل معنی شئی قلیل کے ہیں، جو عادۃً ایک دوسرے کو عاریت کے طور پر دی جاتی ہے اور جن کا باہم لین دین انسانیت کا تقاضا سمجھا جاتا ہے جیسے کلہاڑی، ڈول وغیرہ۔ امام بخاریؒ نے ماعون کی تفسیر میں تین معنی ذکر فرمائے ہیں۔ آیت کریمہ میں لفظ ماعون سے مراد زکوٰۃ ہے۔ کیونکہ عذاب ویل کی وعید مذکور ہے جو ترک فرض پر ہی ہو سکتا ہے مستحبات پر نہیں۔

بخاری ص۷۴۲ — إِنَّا أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ — ای سورة الکوثر ۱۰۸

سورۂ کوثر مکی ہے اور اس کی تین آیتیں ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

وقال ابن عباس رض شَانِئَكَ عَدُوُّكَ

اشارہ ہے آخری آیت کی طرف اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ شانئک بمعنی عدوک ہے۔

تشریح از باب فتح شَنَأً اور از سمع شَنِئَ، شَنْأً و شَنَآنًا۔ دشمنی کرنا، بغض رکھنا۔ اسی سے اسم فاعل کا صیغہ شانئ ہے اور ک ضمیر ہے یعنی تیرا دشمن عاص بن وائل وقیل عقبہ بن ابی معیط وقیل ابوجہل۔

۴۹۰ — حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِالنَّبِيِّ

صلی اللہ علیہ وسلم الی السماء قال اتیت علی نہر حافتاہ قباب اللؤلؤ مجوف فقلت ماھٰذا یا جبرئیل قیل ھٰذا الکوثر۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک رضؓ نے بیان کیا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو قصے میں فرمایا کہ میں ایک نہر پہ پہونچا جس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے گنبد تھے۔ پھر میں نے پوچھا اسے جبرئیل یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ کوثر ہے۔ جو اللہ نے آپ کو خصوصی طور پر عنایت فرمائی ہے۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
حافتاہ، بالحاء المہملۃ وتخفیف الفاء ای جانباہ۔ قباب جمع قُبّۃ بمعنی گنبد۔ الکوثر فوعل کے وزن پر کثرۃ سے بنا ہے جیسے نوفل نفل سے۔ علامہ عینی رح فرماتے ہیں والعرب تسمی کل شیٔ کثیر فی العدد او فی القدر والخطر کوثرا (عمدہ) یعنی ہر وہ چیز جو تعداد میں کثیر ہو یا مقدار میں کثیر ہو اور مرتبے میں باعظمت ہو اس کو عرب کوثر کہتے ہیں۔

۴۹۱۔ حدثنا خالد بن یزید الکاھلی قال حدثنا اسرائیل عن ابی اسحاق عن ابی عُبیدۃ عن عائشۃ قال سألتھا عن قولہ تعالیٰ "اِنّا اعطیناک الکوثر" قالت نھرٌ اُعْطِیَہٗ نبیکُم صلی اللہ علیہ وسلم شاطئاہ علیہ دُرٌّ مجوفٌ اٰنیتُہٗ کعدد النجوم۔ رواہ زکریا وابو الاحوص ومُطرّفٌ عن ابی اسحاق۔

ترجمہ:۔ ابو عبیدہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضؓ سے اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے متعلق پوچھا انا اعطیناک الکوثر۔ تو انھوں نے فرمایا کہ (یہ کوثر) ایک نہر ہے جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے اس کے دو کنارے ہیں جن پر کھوکھلے موتی (کے خیمے) ہیں۔ اس کے برتن ستاروں کی طرح ان گنت ہیں۔ اس حدیث کی روایت زکریا، ابو الاحوص اور مطرف نے ابو اسحاق کے واسطے سے کی۔

تشریح مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
علیہ، ضمیر شاطی کی طرف راجع ہے جو شاطئاہ تثنیہ کے ضمن میں ہے۔ اور یہ خبر ہے اور دُرٌّ مجوف موصوف صفت مل کر مبتدا ہے۔

۴۹۲۔ حدثنا یعقوب بن ابراھیم قال حدثنا ھُشیمٌ قال اخبرنا ابو بشر عن سعید بن جُبیر عن ابن عباس انہ قال فی الکوثر ھو الخیر الذی اعطاہ اللہ ایاہ۔ قال ابو بشر قلت لسعید بن جُبیر فانّ الناس یزعمون انہ نھرٌ فی الجنۃ فقال سعیدٌ النھر الذی فی الجنۃ من الخیر الذی اعطاہ اللہ ایاہ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے۔ آپ نے کوثر کے متعلق (یعنی کوثر کی تفسیر میں) فرمایا کہ وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے۔ ابو بشر نے بیان کیا کہ میں نے سعید بن جبیر رحؒ سے کہا کہ لوگ

تو یہ کہتے ہیں کہ کوثر سے جنت کی ایک نہر مراد ہے۔ تو سعید رح نے کہا کہ جنت کی نہر بھی اس خیر کثیر کا ایک فرد ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو عنایت فرمائی ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث اخرجہ البخاری فی کتاب الحوض صـ۹۷۴ وہنا فی التفسیر صـ۷۴۲
قال العلامۃ العینی رح۔ وقول سعید بن جبیر ھذا جمع بین حدیثی عائشۃ وابن عباس والحاصل ان قول ابن عباس رض یشمل جمیع الاقوال التی ذکرت فی الکوثر لان جمیع ذلک من الخیر الذی اعطاہ اللہ تعالیٰ ایاہ۔

بخاری صـ۷۴۲ قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ ای سورۃ الکافرون ۱۰۹

سورۂ کافرون مکی ہے اور اس کی چھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یُقَالُ لکم دینُکُمُ الکفرُ وَلِیَ دینِ الاسلامُ ولم یقل دینی لان الآیات بالنون فحذفت الیاءُ کما قال اللہ تعالیٰ فھو یَھْدِیْنِ و یَسْقِیْنِ۔

کہا جاتا ہے "لکم دینکم (تمہارے لئے تمہارا دین ہے) سے مراد کفر ہے۔ ولی دین اور میرے لئے میرا دین یعنی اسلام ہے۔ اور دینی (یائے متکلم کے ساتھ) نہیں کہا۔ کیونکہ اس سے پہلے کی آیات کا ختم نون پر ہوا ہے اس لئے (فواصل کی رعایت کرتے ہوئے) یہاں بھی یاء کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ الذی خلقنی فھو یھدین۔ سورۃ الشعراء (۷۸) وَالذی ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ (۷۹) وَاِذَا مَرِضْتُ فھو یشفین (۸۰) ان تینوں آیات میں یائے متکلم محذوف ہے رعایۃً للفواصل والتناسب وھذا نوع من انواع البدیع۔

وقال غیرہ "لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ" الآن ولا اُجِیْبُکم فیما بقی من عُمُرِی۔ "وَلَا اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ" وھم الذین قال وَلَیَزِیْدَنَّ کثیرا منھم مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ طُغْیَانًا وَّکُفْرًا۔
اور ان کے غیر نے کہا کہ آیت لا اعبد ما تعبدون یعنی میں تمہارے معبودوں کی پرستش نہ فی الحال کرتا ہوں اور نہ میں اپنی باقی زندگی میں (تمہاری یہ لغویت) قبول کروں گا۔ "ولا انتم عابدون ما اعبد" اور نہ تم میرے معبود کی عبادت کرو گے۔ مراد وہ کفار ہیں جن کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے۔ سورہ مائدہ آیت ۶۸۔ اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ان میں اکثر لوگ تعصب مذموم میں مبتلا ہیں اس لئے یہ) ضرور (رہے گا) جو مضمون آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا ہے۔

بخاری ص۷۴۳ # سورۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح ای سورۃ النصر ۱۱۰

سورۂ نصر مدنی ہے اور اس کی تین آیتیں ہیں۔ اس سورہ کا ایک نام سورۃ التودیع بھی منقول ہے۔

۴۹۳ - حدثنا الحسن بن الربیع قال حدثنا ابو الاحوص عن الاعمش عن ابی الضحیٰ عن مسروق عن عائشۃ قالت ما صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ بعد ان نزلت علیہ اذا جاء نصر اللہ والفتح الا یقول فیہا سبحانک اللّٰہم ربنا وبحمدک اللّٰہم اغفر لی۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضؓ نے بیان فرمایا کہ سورہ اذا جاء نصر اللہ والفتح (یعنی سورہ نصر) کے نازل ہونے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس میں یہ دعا نہ کرتے ہوں۔ سبحانک اللّٰہم الخ یعنی پاک ہے تیری ذات اے اللہ اے ہمارے رب اور تیرے ہی لئے تعریف ہے، اے اللہ میری مغفرت فرما دے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

والحدیث مر فی الصلوٰۃ ص۱۰۹ و ص۱۱۳ وہنا فی التفسیر ص۷۴۳ و فی المغازی ص۶۱۵

۴۹۴ - حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ قال حدثنا جریر عن منصور عن ابی الضحیٰ عن مسروق عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر ان یقول فی رکوعہ وسجودہ سبحانک اللّٰہم ربنا وبحمدک اللّٰہم اغفر لی یتاول القرآن۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (سورۂ نصر نازل ہونے کے بعد) اپنے رکوع اور سجدوں میں بکثرت یہ دعا پڑھتے تھے سبحانک اللّٰہم ربنا وبحمدک اللّٰہم اغفر لی۔ آپ قرآن کی تفسیر کرتے تھے (یعنی قرآن پاک کی اس سورہ میں حکم ہوا فسبح بحمد ربک واستغفرہ آپ اس حکم پر عمل کرتے تھے۔

تشریح ھٰذا طریق آخر فی الحدیث المذکور۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم کے بجائے یا سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کے بجائے کوئی یہ دعا سبحانک اللّٰہم ربنا وبحمدک اللّٰہم اغفر لی پڑھے تو درست ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ۔ ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ سورہ نصر آیت ۲۔ اور (جب) آپ لوگوں کو اللہ کے دین (اسلام) میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیں۔

۴۹۵ - حدثنا عبد اللہ بن ابی شیبۃ قال حدثنا عبد الرحمن عن سفیان عن حبیب بن ثابت عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان عمر سألہم عن قولہ تعالیٰ "اذا جاء نصر اللہ

وَالفتح . قالوا فتح المدائن وَالقصور قال مَا تقول یا ابن عباس قال اجلٌ او مَثَلٌ ضُرِبَ لِمُحَمَّدٍ صَلّی اللّٰہ علیہ وَسَلَّمَ نُعِیَتْ لَہٗ نفسُہٗ .

ترجمہ :- حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے شیوخ بدر سے پوچھا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق اذا جاء نصرُ اللّٰہِ وَالفتح . تو ان حضرات نے جواب دیا کہ اس سے اشارہ شہروں اور محلات کی فتح کی طرف ہے . عمرؓ نے (ابن عباس رضؓ سے) فرمایا . اے ابن عباس ! تمہارا کیا خیال ہے ؟ ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ مراد حضورؐ کی وفات ہے یا ایک مثال ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان کی گئی کہ حضورؐ کو حضورؐ کے موت کی خبر دی گئی .

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ .
سالھم ای اشیاخ بدر کما فی الروایۃ اللاحقۃ . اجلٌ او مثلٌ بالتنوین فیہما .

بخاری ص۷۴۳ . بابُ قولہ . فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کانَ تَوَّابًا . توّابٌ علی العباد وَالتوّابُ مِنَ النّاسِ التائبُ مِنَ الذنب .

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :- تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے . اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے . توّابٌ عَلَی العِبَاد . اس سے یہ بتانا مقصد ہے کہ توّاب کے دو معنیٰ ہیں . یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو معنیٰ ہوگا توبہ قبول کرنے والا . پھر مبالغہ کا صیغہ ہونے کی وجہ سے معنیٰ ہوگا بار بار بندوں کی توبہ قبول کرنے والے . جیسے یہاں ہے توّابٌ عَلَی العِبَادِ . یعنی بندوں کی توبہ بار بار مہربانی فرما کر قبول کرنے والے . قرآن مجید میں توّاب اسی معنیٰ میں آتا ہے . التوّابُ مِنَ النَّاسِ انسانوں میں سے توّاب وہ ہے جو گناہوں سے توبہ کرے .

۴۹۶ - حَدَّثنا موسیٰ بن اسماعیلَ قال حَدَّثنا ابو عوانۃَ عن ابی بشرٍ عن سعید بن جُبَیرٍ عن ابن عباسٍ قال کان عمرُ یُدخِلُنی مع اشیاخ بدرٍ فکانَ بعضُھم وجد فی نفسہ فقال لو تُدخِل ھٰذا معنا ولنا ابناءٌ مثلُہٗ فقال عمر اِنّہٗ من حیث علمتم فدعاہ ذاتَ یومٍ فادخلہٗ معھم فما رُئیتُ اَنّہٗ دَعانی یومئذٍ اِلّا لِیُرِیَھُمْ قال مَا تقولون فی قول اللّٰہ تعالیٰ اذا جاءَ نصرُ اللّٰہِ وَالفتح فقال بعضھم اُمِرنا ان نحمدَ اللّٰہَ و نستغفرہ اذا نُصِرنا وفُتِحَ علینا وسکتَ بعضُھم فلم یقل شیئاً فقال لی اکذاک تقولُ یا ابن عباسٍ فقلتُ لا قال فما تقولُ قال ھو اجلُ رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اعلمہ لہٗ قال اذا جاءَ نصرُ اللّٰہِ وَالفتحُ فذٰلک علامۃُ اجلِکَ . فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کانَ تَوَّابًا فقال عمر ما اعلم منھا اِلّا مَا تقولُ .

ترجمہ :- حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے . آپ نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ مجھ کو (اپنی مجلس میں) بدری

بزرگوں کے ساتھ داخل کر لیتے تھے اس پر ان میں سے ایک بزرگ (حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی من العشرة المبشرة) کو ناگوار خاطر ہوا (یعنی ان کو اس پر اعتراض تھا) چنانچہ انھوں نے کہا کہ آپ اس نوجوان (ابن عباس) کو ہمارے ساتھ مجلس میں کیوں بٹھاتے ہیں؟ اس کے جیسے تو ہمارے لڑکے ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی نے فرمایا۔ یہ اس حیثیت و مرتبہ میں ہے کہ تم جانتے ہو (یعنی حضور اقدس صلعم سے اس کی قرابت اور خود اس کا علمی فضل و کمال) پھر ایک دن حضرت عمر رضی نے ان کو (یعنی ابن عباس رضی کو) بلایا اور ان کو شیوخ بدر کے ساتھ مجلس میں بٹھایا (حضرت ابن عباس رضی نے بیان کیا کہ) میں سمجھ گیا کہ آپ نے آج مجھ کو صرف اس لئے بلایا ہے کہ ان حضرات کو دکھلا دیں (یعنی میرا علمی فضل و کمال) حضرت عمر رضی نے کہا (شیوخ بدر سے) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق "اذا جاء نصر اللہ والفتح" (یعنی اس سے کیا مراد ہے؟) بعض حضرات نے کہا جب ہمیں مدد اور فتح حاصل ہو تو ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد و ثنا کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں اور بعض حضرات خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر حضرت عمر رضی نے مجھ سے پوچھا اے ابن عباس! کیا تم بھی اسی طرح کہتے ہو (یعنی کیا تمہارا خیال بھی اسی طرح ہے) میں نے عرض کیا نہیں حضرت عمر رضی نے پوچھا پھر تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ (مقصد سورہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہے (یعنی اس سورہ میں حضور اقدس صلعم کی وفات کی طرف اشارہ ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتادیا اور فرمایا "اذا جاء نصر اللہ الخ" جب اللہ کی مدد اور فتح یعنی فتح مکہ حاصل ہوگئی تو یہ آپ کی وفات کی علامت ہے اس لئے آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے۔ بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی نے فرمایا میں بھی وہی جانتا ہوں جو تم نے کہا۔

تشریح مطابقة للترجمة ظاهرة تؤخذ من قوله فسبح بحمد ربك الى آخره۔
والحديث مر ص۵۱۲ و فی المغازی ص۶۱۵ ایضاً ص۶۳۷ تا ص۶۳۸ وهہنا فی التفسیر ص۷۴۳
قرآن مجید کی آخری سورت، و آخری آیت کے متعلق تفصیلی بحث نصر الباری کتاب المغازی ص۴۳۷ تا ص۴۳۸ ملاحظہ فرمائیے۔

بخاری ص۷۴۳

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ

ای سورة اللهب ۱۱۱

سورۂ لہب مکی ہے اور اس میں پانچ آیات ہیں۔

ابولہب اسلام کا سخت ترین دشمن

ابولہب کا اصلی نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا اس کی کنیت ابولہب تھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کی کنیت ابو عتبہ تھی۔ بہرحال یہ شخص اپنی کنیت ابولہب سے مشہور تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا، اور سرداران قریش میں سے شمار کیا جاتا تھا۔ ابولہب کے معنیٰ ہیں شعلہ کا باپ۔ چونکہ یہ نہایت گورا اور خوبصورت تھا اس لئے قریش نے اس کو ابولہب کا خطاب دیا جو بعد میں اسلام دشمنی کی وجہ سے ایسا تھا اس کے شعلہ زن آتش دوزخ میں جانے کی دستاویز بن گیا۔

قرآن حکیم نے اس کا اصلی نام اس لئے چھوڑا کہ وہ نام بھی مشرکانہ تھا اور ابولہب کنیت میں جہنم سے ایک مناسبت بھی تھی۔ یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ترین دشمن اور اسلام کا بیحد مخالف تھا، اس پر اللہ کا عذاب اس دنیا سے شروع ہو گیا کہ ۲ھ میں غزوۂ بدر کے ایک ہفتہ بعد اس کو زہریلی قسم کا ایک دانہ نکلا مرض لگ جانے کے خوف سے سب گھر والوں نے اسے الگ ڈال دیا اور یہ وہیں پڑا پڑا مر گیا۔ تین روز تک اس کی لاش اسی جگہ پڑی سڑتی رہی۔ آخر کار اس کے ورثاء کو شرم محسوس ہونے لگی تو حبشی مزدوروں سے اُجرت پر اٹھوا کر اس کو گڑوا دیا۔ انھوں نے گڈھا کھود کر ایک لکڑی سے اس کے اندر لڑھکا دیا اور اوپر سے پتھر بھر دیا۔ اس طرح بصد رسوائی و ذلت وہ جہنمی جہنم رسید ہوا۔ شان نزول خود احادیث میں موجود ہے۔

تبابٌ خسرانٌ تتبیبٌ تدمیر

فرماتے ہیں کہ تباب بمعنی خسران ہے یعنی نقصان، تباہی۔ تتبیب بمعنی تدمیر ہے یعنی ہلاک کرنا، تباہ و برباد کرنا۔

پہلا کلمہ یعنی تباب اشارہ ہے آیت کریمہ وما کید فرعون الا فی تباب (پ۲۴ ع ۹) اور فرعون کی ہر تدبیر غارت ہی گئی۔ (یعنی ساری تدبیریں برباد گئیں اور کسی میں کامیاب نہیں ہوا۔

دوسرا لفظ تتبیب ہے اشارہ ہے وَمَا زادوھم غیر تتبیب (پ۱۲ ع ۹) اور انھوں نے ہلاکت و بربادی کے سوا انھیں کچھ فائدہ نہ دیا۔ (یعنی جب خدا کا حکم آیا تو ان کے معبودوں نے کچھ فائدہ نہ دیا)

امام بخاریؒ نے ان الفاظ کو یہاں اس مناسبت سے ذکر فرمایا ہے کہ اس سورۃ کی پہلی آیت میں ہے تَبَّتْ اور تَبَّ جس کا مصدر تَبٌّ اور تبابٌ ہے بمعنی خسران و ہلاکت۔

۴۹۷۔ حَدَّثَنَا یوسف بن موسیٰ قال حَدَّثَنَا ابو اُسامۃ قال حَدَّثَنَا الاعمش قال حَدَّثَنَا عمرو بن مُرَّۃ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لَمَّا نزلت "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ" ورھطک منھم المُخلَصِین خرج رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم حتّٰی صَعِدَ الصفا فھتف یا صباحاہ فقالوا مَن ھٰذا فاجتمعوا الیہ فقال ارأیتم ان اخبرتکم ان خیلا تخرج من سفح ھٰذا الجبل اکنتم مصدقی قالوا ما جربنا علیک کذبا قال فانی نذیر لکم بین یَدَیْ عذابٍ شدیدٍ۔ قال ابو لھب تبًّا لک ما جمعتنا الا لھٰذا ثم قام فنزلت تبت یدا أبی لھب وتبَّ۔ وقد تبَّ ھٰکذا قرأھا الاعمش یومئذٍ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضؓ نے بیان فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (پ۱۹ ع ۱۵) یعنی آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے وَرَھْطَکَ منھم المخلصین یعنی آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے خاص کر ان میں سے اپنے اس قبیلہ کو جو مخلصین ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ سے) باہر نکلے اور کوہ صفا پر چڑھ کر آپ نے آواز دی: "یا صباحاہ" (اس طرح آواز دینا عرب میں خطرہ کی علامت سمجھا جاتا تھا) قریش نے کہا یہ کون ہے؟ پھر سب آنحضور ﷺ کے پاس جمع ہو گئے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کے دامن سے نکلنے والا ہے تو کیا تم لوگ مجھ کو سچا سمجھو گے؟

ان لوگوں نے کہا (بیشک) ہمیں جھوٹ کا آپ سے تجربہ نہیں ہے۔ اس پر آنحضورؐ نے فرمایا۔ پھر میں تمہیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمہارے سامنے آرہا ہے۔ ابولہب نے کہا تبّاً لک مَا جمعتنا الا لهذا یعنی ہلاکت ہو تیرے لئے ہمیں صرف اسی لئے جمع کیا تھا (یعنی ناحق پریشان کیا) پھر آنحضورؐ وہاں سے چلے آئے پھر آپؐ پر سورہ نازل ہوئی۔ تَبَّتْ يَدَا ابی لهبٍ وتبّ یعنی ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے۔ اور اعمش نے اس طرح پڑھا وقد تبّ۔ جس دن یہ حدیث روایت کی۔ یعنی اعمش نے لفظ قد کا اضافہ کیا جس سے یہ معلوم ہوا کہ ابولہب تباہ و برباد ہو گیا۔ جیسا کہ ابولہب کے حالات سے معلوم ہو گیا کہ کس طرح ذلت کی موت مرا۔

تشریح
مطابقة للترجمة ظاهرة وفيه بيان سبب نزول السورة۔
والحديث قد مضى في المناقب ص۵۰۰ وفي آخر الجنائز ص۱۸۶ وهنا في التفسير ص۷۴۳۔

بخاری ص۷۴۳ **باب قوله وتبّ مَا اغنىٰ عنه مَالُهُ وَمَا كسب**

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:- اور وہ (ابولہب) برباد ہو گیا نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اسکی کمائی الخ
پہلے جملہ میں جو جملہ بطور بددعا کے تھا تبت یدا ابی لهب۔ دوسرے جملہ میں یہ خبر بھی دیدی کہ وہ بددعا لگ گئی اور ابولہب برباد ہو گیا۔

۸۹۸۔ حدثنا محمد بن سلام قال حدثنا ابو معاوية عن الاعمش عن عمرو بن مُرّة عن سعيد بن جبير عن ابن عباس انّ النبيّ صلّى الله عليه وسلّم خرج الى البطحاء فصعد الى الجبل فنادىٰ يا صباحاه فاجتمعت اليه قريش فقال ارأيتم ان حدّثتكم انّ العدوّ مُصبّحكم او مُمسّيكم اكنتم تصدّقوني قالوا نعم قال فانّي نذيرٌ لكم بين يدي عذابٍ شديد فقال ابو لهب ألهذا جمعتنا تبًّا لك فانزل الله تبّت يدا ابي لهب الى آخرها۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بطحا کی طرف تشریف لے گئے اور پہاڑ پر چڑھ کر پکارا "یا صباحاہ"، پس قریش کے لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر آپؐ نے پوچھا۔ بتلاؤ کہ اگر میں تمہیں بتاؤں کہ دشمن تم پر صبح کے وقت یا شام کے وقت حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کروگے؟ سب نے کہا جی ہاں ضرور آپ کی تصدیق کریں گے کیونکہ آج تک ہم لوگوں نے آپ سے کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا ہے) آنحضورؐ نے فرمایا تو میں عذاب شدید سے ڈراتا ہوں جو تمہارے سامنے ہے اس پر ابولہب بولا۔ الهذا جمعتنا تبًّا لک۔ تم تباہ ہو جاؤ کیا تم نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ تَبَّتْ يَدَا ابی لهبٍ آخر تک۔

تشریح
هذا هو الحديث المذكور من طريق آخر۔
والحديث قد مضى في التفسير ص۷۴۳ وهنا ص۷۴۳۔

بخاری ص۷۴۳ — باب قوله سیصلیٰ ناراً ذات لهب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ آیت ۳ یعنی پیوستہ از گذشتہ عنقریب (یعنی مرتے ہی) ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا۔

۴۹۹ ۔ حدثنا عمر بن حفص قال حدثنا ابی قال حدثنا الاعمش عن عمرو بن مرۃ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال ابو لهب تباً لك الهذا جمعتنا فنزلت تبت یدا ابی لهب۔

ترجمہ:۔ گذر چکا۔

تشریح:۔ هذا هو الحدیث المذکور اخرجه البخاری مختصراً۔

بخاری ص۷۴۳ ۔ باب قوله. وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ. وقال مُجَاهد حمالة الحطب تمشی بالنمیمة فی جیدها حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ یُقَالُ من مسد لیف المقل وهی السلسلة التی فی النار۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (۴) اور اس کی بیوی بھی (داخل دوزخ ہوگی) جو لکڑیاں لاد کر لاتی ہے۔

وَقَالَ مُجَاهد الخ اور مجاہد رح نے کہا کہ حَمَّالَةَ الحطب کا مطلب ہے وہ چغلخوری کرتی تھی۔ لغوی معنی ہے ایندھن کی لکڑی سر پر لئے پھرنے والی۔ اس سے بطور استعارہ مراد لیا ہے عداوت کی آگ بھڑکانے والی۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان عداوت کی آگ بھڑکاتی تھی۔

فِی جِیدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ (۵) اس کے گلے میں (دوزخ کی زنجیر اور طوق ہوگا کہ گویا وہ) ایک بٹی ہوئی خوب بٹی ہوئی۔ (تشبیہ شدت و استحکام میں ہے)

یُقَالُ من مسد الخ. کہا جاتا ہے کہ مسد سے مراد گوگل کے درخت کی چھال ہے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ زنجیر ہے جو دوزخ میں اس کے گلے میں پڑے گی۔

تشریح خلاصہ یہ ہے۔ دو قول منقول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ عورت جس رسّی سے لکڑی کے گٹھے باندھ کر جنگل سے لایا کرتی تھی۔ یہ عورت جنگل سے خاردار لکڑیاں لاتی۔ اور رسول اللہ صلعم کے راستے میں بچھا دیتی تاکہ آپ کو تکلیف پہنچے۔ ایک روز حسب معمول وہ لکڑیاں لا رہی تھی رسّی اس کے گلے میں پڑی ہوئی تھی۔ تاکہ یہ گٹھا سر سے گر نہ جائے۔ بوجھ سے تھک کر ایک پتھر پر آرام کرنے کے لئے بیٹھ گئی کہ ایک فرشتہ نے پیچھے سے آکر اس کی رسّی کھینچی اور اس کا گلا گھونٹ دیا (قسطلانی) دوسرا قول یہ ہے کہ لوہے کی زنجیر مراد ہے جو دوزخ میں اس کے گلے میں پڑے گی۔ علامہ عینی رح فرماتے ہیں وعن ابن عباس وعروۃ سلسلة من حدید ذرعها سبعون ذراعاً تدخل من فیها وتخرج من دبرها وتلوی سائرها فی عنقها واللہ اعلم (عمدہ)

علامہ قسطلانی رح فرماتے ہیں " وھذہ الجملة حال من حمالة الحطب الذی ھو نعت لامرأتہ او خبر مبتدأ مقدر (قس)

ابولہب کی بیوی اس عورت کا نام اروی بنت حرب ہے، کنیت ام جمیل اور لقب عوراء (بمعنی کانی) ہے۔ یہ اروی ابوسفیان بن حرب کی بہن اور حضرت معاویہ بن ابوسفیان رض کی پھوپھی تھی۔ یہ انتہائی بدبخت عورت تھی۔ اپنے بدبخت شوہر ابولہب کی طرح اس بدبخت عورت کو بھی آنحضورﷺ سے سخت ترین عداوت تھی۔

بخاری صـ۷۴۳ **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** ای سورۃ الاخلاص ۱۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۂ اخلاص مکی ہے اور اس میں پانچ آیات ہیں۔

یُقال لا یُنوّن اَحَدٌ ای وَاحِدٌ

کہا جاتا ہے (ھو قول ابی عبیدہ فی المجاز) کہ آیت مبارکہ قل ھو اللہ احد میں احد پر تنوین نہیں پڑھی جائے گی۔ احد کے معنیٰ واحد ہیں یعنی ایک۔

۵۰۰ حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیبٌ قال اخبرنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال اللہ کذّبنی ابنُ آدمَ ولم یکن لہٗ ذٰلک وشتمنی ولم یکن لہٗ ذٰلک فامّا تکذیبہ ایای فقولہ لن یعیدنی کما بدأنی ولیس اوّلُ الخلق باھون علیّ من اعادتہ واما شتمہ ایای فقولہ اتخذ اللہ ولداً وانا الاحدُ الصمدُ لم اَلِدْ وَلَمْ اُولَدْ ولم یکن لی کفواً احدٌ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہیں تھا اور اس نے مجھے گالی دی حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہیں تھا۔ سو اس کا جھٹلانا تو اس کا یہ قول ہے کہ خدا مجھ کو دوبارہ پیدا نہیں کرے گا جس طرح مجھ کو پہلی بار پیدا کیا، حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی بار پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں اور اس کا مجھ کو گالی دینا یہ ہے کہ (معاذ اللہ) وہ کہتا ہے کہ اللہ نے بیٹا بنالیا ہے حالانکہ میں تو اکیلا ہوں بے نیاز ہوں۔ نہ میرے کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ
والحدیث قد مضیٰ فی سورۃ البقرۃ صـ۶۴۳

تشریح کے لئے حدیث نمبر ۹ کی تشریح ملاحظہ فرمائیے۔

بخاری ص۷۴۳ . باب قوله الله الصمد والعرب تسمي اشرافها الصمد وقال ابو وائل هو السيد الذي انتهى سوددُه.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد- اللہ الصمد اللہ بے نیاز ہے (یعنی کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں) اور عرب لوگ اپنے سرداروں کو صمد کہتے ہیں . اور ابو وائل شقیق بن سلمہ کا بیان ہے صمد وہ سردار ہے جس پر سرداری ختم ہوگئی ہو۔

۱۵۰۱ - حدثنا اسحاق بن منصور قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن همام عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله كذبني ابن ادم ولم يكن له ذلك وشتمني ولم يكن له ذلك واما تكذيبه اياي ان يقول اني لن اعيده كما بدأته واما شتمه اياي ان يقول اتخذ الله ولدا وانا الصمد الذي لم الد ولم اولد ولم يكن له كفوا احد .

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ رضہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہیں تھا اور اس نے مجھے گالی دی حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہیں تھا. سو اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا جیسا کہ میں نے اسے پہلی دفعہ پیدا کیا تھا. اور اس کا مجھ کو گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنالیا ہے. حالانکہ میں بے نیاز ہوں نہ میرے کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی اس کے (یعنی میرے) برابر کا ہے۔

تشریح :- ھذا طریق آخر فی حدیث ابی ہریرہ المذکور .

كُفُوًا وَكَفِيئًا وَكِفَاءً وَاحِدًا

فرماتے ہیں کُفُوًا (بضمتین بدون الہمزۃ) اور کفیئا (بفتح الکاف وبعد الفاء المکسورۃ تحتیہ فہمزہ بوزن فعیل) وکفاءً (بکسر الکاف وفتح الفاء ممدوداً) سب ہم معنیٰ ہیں۔

بخاری ص۷۴۳ قل اعوذ برب الفلق ای سورۃ الفلق ۱۱۳

سورۂ فلق مدنی ہے اور اس میں پانچ آیات ہیں .

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقال مجاهد غاسق الليل اذا وقب غروب الشمس يقال هو ابين من فرق الصبح وفلق الصبح وقب اذا دخل في كل شيئ واظلم .

اشارہ ہے آیت ۳ کی طرف ومن شر غاسق اذا وقب (۳) اور (میں پناہ مانگتا ہوں) اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آجاوے (یعنی اندھیری پوری ہوجاوے)

اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ غاسق بمعنی رات ہے۔ اذا وقب، سورج کا غروب ہونا مراد ہے۔ فرق اور فلق کے ایک ہی معنیٰ ہیں۔ صبح کا نمودار ہونا۔ تڑکا۔ کہتے ہیں کہ یہ بات فرق صبح اور فلق صبح سے زیادہ روشن ہے۔ وقب عرب لوگ وقب اس وقت بولتے ہیں جب کوئی چیز بالکل کسی چیز میں گھس جائے۔ اور اندھیرا ہو جائے۔

۵۰۲ - حَدَّثَنَا قتیبۃُ بن سعیدٍ قال حدثنا سُفیان عن عاصم وعبدۃ عن زِرِّ بن حُبَیشٍ قالَ سألتُ اُبَیَّ بنَ کعبٍ عن المعوذتین فقال سألتُ رسولَ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم فقال قیل لی فقلتُ فنحنُ نقولُ کما قال رسولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہُ علیہ وسلّم۔

ترجمہ:- حضرت زِرّ بن حبیش نے بیان کیا کہ میں نے حضرت اُبی بن کعبؓ سے معوذتین (سورۂ فلق اور سورۂ ناس) کے بارے میں پوچھا (کہ یہ دونوں سورتیں قرآن مجید میں داخل ہیں یا نہیں؟) تو انھوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ تو حضور اقدس صلعم نے فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا (یعنی مجھ سے کہا گیا "قل اعوذ برب الفلق الخ) میں نے کہا چنانچہ ہم بھی (یعنی اُبی بن کعب بھی) وہی کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تشریح مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ فی قولہ عن المعوذتین۔
یہ سورت سورۂ فلق اور اس کے بعد کی سورت سورۂ ناس دونوں سورتیں ایک ساتھ ایک ہی واقعہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اس لئے تشریح سورۂ ناس میں آئے گی ان شاء اللہ۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ

بخاری ص ۷۴۳ — ای سورۃ الناس ۱۱۴

سورۃ الناس مدنی ہے اور اس میں چھ آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ویُذکر عن ابن عباسٍ الوسواسُ۔ اذا وُلِد خنسہ الشیطانُ فاذا ذُکِرَ اللّٰہُ ذَھَبَ واذا لم یُذکرِ اللّٰہُ ثبت علیٰ قلبہ۔

اشارہ ہے اس سورت کی چوتھی آیت کی طرف من شر الوسواس الخناس (۴) میں پناہ مانگتا ہوں (اللہ تعالیٰ سے) وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے (شیطان) کے شر سے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وسواس کی تفسیر منقول ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو چوکا لگاتا ہے (یعنی بچہ کی کمر میں انگلی چبھوتا ہے) پھر جب وہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے (مثلاً اذان دی جاتی ہے) تو وہ بھاگ جاتا ہے۔ اور اگر اللہ کا نام نہیں لیا گیا (مثلاً اذان نہیں دی گئی) تو اس کے دل پر جم جاتا ہے۔

تشریح اس سے بچہ پیدا ہونے پر اذان کی حکمت معلوم ہوئی کہ شیطان کے چوکے سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۵۰۳) حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیان قال حدثنا عبدۃ بن ابی لبابۃ عن زر بن حبیش ح قال وحدثنا عاصم عن زر قال سألت ابی بن کعب قلت ابا المنذر ان اخاک ابن مسعود یقول کذا وکذا فقال ابی سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی قیل لی قل فقلت قال فنحن نقول کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:۔ حضرت زر نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابی بن کعبؓ سے پوچھا یا ابا المنذر (کنیت ابی بن کعبؓ) آپ کے بھائی (دینی) حضرت ابن مسعودؓ ایسا ایسا کہتے ہیں (یعنی کہتے ہیں کہ معوذتین قرآن میں داخل نہیں ہیں) ابی بن کعبؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا تو آنحضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ (جبریل ع کی زبانی) مجھ سے کہا گیا کہ قل (یعنی کہو قل اعوذ الخ یعنی یہ دونوں سورتیں داخل قرآن ہیں) پس میں نے کہا " قال فنحن نقول " یعنی حضرت ابی بن کعبؓ نے کہا کہ ہم بھی وہی کہتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

تشریح:۔ ھذا طریق آخر فی حدیث ابی بن کعبؓ۔

سورۂ معوذتین اور حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ ابتداءً ان کو اپنے مصاحف میں نہیں لکھتے تھے بلکہ اگر دیکھتے تھے تو کاٹ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ قرآن مجید میں داخل نہیں ہے۔ البتہ یہ اقرار کرتے تھے کہ یہ دونوں سورتیں آسمان سے نازل ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان سے رقیہ فرمایا کرتے تھے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رح فرماتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پورے قرآن میں کل ایک سو بارہ سورتیں ہیں۔ وہ معوذتین کو قرآن مجید میں سے شمار نہیں کرتے تھے الخ (بستان ابو اللیث سمرقندی) علامہ جلال الدین سیوطی رح نے فرمایا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعودؓ پر جھوٹ بولا گیا ہے (اتقان ص ۶۴ ج ۱) حافظ ابن کثیر رح نے بیان کیا ہے کہ آخر میں حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ (ابن کثیر ص ۵۷۴ ج ۴)

علامہ قسطلانی رح بھی قریب قریب یہی فرماتے ہیں۔ ویحتمل ایضا انہ لم یسمعھا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یتواتر عندہ ثم لعلہ قد رجع عن قولہ ذلک الی قول الجماعۃ فقد اجمع الصحابۃ علیھما واثبتوھما فی المصاحف التی بعثوھا الی سائر الآفاق (قسطلانی ص ۲۸۸ ج ۱۱)

سبب نزول

ان دونوں سورتوں (یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس) جو کہ ایک ہی ساتھ نازل ہوئی ہیں سبب نزول یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہودی (لبید بن عاصم) نے جادو کردیا تھا جس سے آپؐ کو مرض کی سی حالت عارض ہوگئی تھی۔ آپؐ نے حق تعالیٰ سے دعا کی۔ اس پر یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں جن میں ایک (سورۂ فلق) کی پانچ آیتیں اور ایک کی (یعنی سورۂ ناس کی) چھ آیتیں مجموعہ گیارہ آیتیں ہیں۔ اور آپ کو وحی سے اس سحر کا موقع بھی معلوم کرادیا گیا۔ چنانچہ وہاں سے مختلف چیزیں نکلیں جن میں سحر کیا گیا تھا۔ اور اسی میں ایک تانت کا ٹکڑا بھی تھا جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام سورتیں پڑھنے لگے۔ ایک ایک آیت پر ایک ایک گرہ کھل گئی۔ چنانچہ آپ کو بالکل شفا ہوگئی۔ (بیان القرآن حضرت حکیم الامتؒ)

مزید تفصیل کے لئے مظہری، ابن کثیر اور معارف القرآن دیکھئے۔

الحمدللہ کہ آج بخاری شریف کتاب التفسیر کی شرح مکمل ہوگئی۔

محمد عثمان غنی البہاری غفراللہ الباری

محدث مدرسہ مظاہر العلوم (وقف) سہارن پور

۲ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مطابق اگست ۱۹۹۳ء